باسمہٖ تعالیٰ

بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

اصلاح واضافہ شدہ جدید ایڈیشن

ذوالحجہ اور قربانی

کے

فضائل واحکام

مصنِّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام   اضافہ واصلاح شدہ چھٹا ایڈیشن

ذُوالحجہ اور قربانی

کے

فضائل واحکام

اس کتاب میں اسلامی سال کے بارہویں مہینے یعنی ''ماہِ ذی الحجہ'' سے متعلق فضائل ومسائل اور بدعات ومنکرات کو مفصّل ومدلّل اور سہل انداز میں جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے، ماہِ ذی الحجہ خصوصاً عشرۂ ذی الحجہ، شبِ عید، عیدُ الاضحیٰ اور قربانی کے بارے میں قرآن وحدیث میں وارد ہونے والے فضائل ومسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور معتبر کتبِ فقہ وفتاویٰ کے حوالہ جات بھی پیش کیے گئے ہیں، اسی کے ساتھ موجودہ دور میں ان چیزوں سے متعلق پائے جانے والے منکرات وبدعات کو بھی معتدل طریقہ پر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس طرح یہ رسالہ بحمداللہ تعالیٰ فضائل ومسائل، دلائل ورذائل کا مجموعہ بن گیا ہے۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِمَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی

مصنف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(جملہ حقوق بحق ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: ذُوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام

مؤلف: مفتی محمد رضوان

طباعتِ اوّل: ذُوالحجہ ۱۴۲۱ھ طباعتِ ششم: جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ۔ مارچ 2014ء

صفحات: ۵۷۲

ملنے کے پتے

کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی۔ فون:051-5507270

ادارہ اسلامیات: ۱۹۰، انارکلی، لاہور۔ فون:042-37353255

کتب خانہ رشیدیہ: مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی۔ فون:051-5771798

دارالاشاعت: اردو بازار، کراچی۔ فون:021-32631861

مکتبہ سید احمد شہید: 10-الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون:042-37228196

مکتبہ اسلامیہ: گامی اڈہ، ایبٹ آباد۔ فون:0992-340112

ادارہ اشاعت الخیر: شاہین مارکیٹ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔ فون:061-4514929

ادارۃ المعارف: دارالعلوم کراچی۔ فون:021-35032020

مکتبہ سراجیہ: چوک سیٹلائیٹ ٹاؤن، سرگودھا۔ فون 048-3226559

مکتبہ سرحد: خیبر بازار، پشاور۔ فون:091-2212535

ملت پبلیکیشرز بک شاپ: شاہ فیصل مسجد، اسلام آباد۔ فون:051-2254111

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان۔ فون:061-4540513

مکتبۃ العارفی: نزد جامعہ امدادیہ، ستیانہ روڈ، فیصل آباد۔ فون:041-8715856

کتب خانہ شمسیہ، نزد اریگیشن مسجد، سریاب روڈ، کوئٹہ۔ فون:0333-7827929

مکتبہ معارف القرآن، دارالعلوم کراچی۔ فون:021-35123130

تاج کمپنی، لیاقت روڈ، گوالمنڈی، راولپنڈی۔ فون:051-5774634

مکتبۃ القرآن: گورومندر، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔ فون:021-34856701

مکتبہ الفرقان، اردو بازار، گوجرانوالہ۔ فون:055-4212716

مکتبہ القرآن: رسول پلازہ، امین پورہ بازار، فیصل آباد۔ فون:041-2601919

اسلامی کتب خانہ، پھولوں والی گلی، بلاک نمبر 1، سرگودھا۔ فون:048-3712628

اسلامی کتاب گھر: خیابانِ سرسید، سیکٹر 2، عظیم مارکیٹ، راولپنڈی۔ فون:051-4830451

مکتبہ قاسمیہ، الفضل مارکیٹ، 17، اردو بازار، لاہور۔ فون:042-37232536

الخلیل پبلشنگ ہاؤس: اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔ فون:051-5553248

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

فہرست

شمار نمبر	مضامین	صفحہ نمبر
۱	تمہید (از مؤلف)	۶
۲	رائے گرامی حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہم	۷
۳	ماہِ ذی الحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام	۸
۴	ماہِ ذی الحجہ اسلامی سال کا بارہواں اور آخری مہینہ	//
۵	ذُو الحِجَّه کی لفظی ومعنوی تحقیق	//
۶	ماہِ ذِی الْحِجَّۃ کی فضیلت	۹
۷	ماہِ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی فضیلت	۲۲
۸	پہلے عشرہ میں بال اور ناخن نہ کاٹنا	۳۴
۹	نو ذُوالحجہ اور اِس دن کے روزہ کے فضائل واحکام	۳۵
۱۰	مسئلہ نمبر ۱...... یومِ عرفہ کے روزہ میں کون سی جگہ کی تاریخ کا اعتبار ہوگا؟	۴۴
۱۱	مسئلہ نمبر ۲...... عرفہ کے دن کسی مقام پر جمع ہونے کو ثواب سمجھنے کا حکم	//
۱۲	مسئلہ نمبر ۳...... ذی الحجہ کے روزوں کے مسائل نفل روزوں کی طرح ہیں	۴۵
۱۳	مسئلہ نمبر ۴...... نفل روزہ کی دل میں نیت کرنے کا طریقہ	//
۱۴	مسئلہ نمبر ۵...... کیا نفل روزہ کی رات سے نیت کرنا ضروری ہے؟	۴۶
۱۵	مسئلہ نمبر ۶...... فجر کی اذان تک سحری کھانے کا حکم	۴۷
۱۶	مسئلہ نمبر ۷...... کیا زبان سے روزہ کی نیت کے الفاظ ادا کرنا ضروری ہے؟	//

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

۱۷	مسئلہ نمبر ۸......سحری کھانا سنت ہے، فرض یا واجب نہیں	۴۷
۱۸	مسئلہ نمبر ۹......نفل روزہ رکھ کر توڑنے کا حکم	۴۸
۱۹	مسئلہ نمبر ۱۰......عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنے کا حکم	//
۲۰	**تکبیرِ تشریق کے فضائل واحکام**	۴۹
۲۱	تکبیرِ تشریق کی حِکمت	۵۸
۲۲	**تکبیرِ تشریق کے اَحکام**	۵۹
۲۳	مسئلہ نمبر ۱......تکبیرِ تشریق کے پانچ دن اور نماز کے بعد تکبیرِ تشریق کا حکم	//
۲۴	مسئلہ نمبر ۲......مسبوق کو تکبیرِ تشریق پڑھنے کا حکم	//
۲۵	مسئلہ نمبر ۳......تکبیرِ تشریق کن نمازوں کے بعد پڑھنے کا حکم ہے؟	۶۰
۲۶	مسئلہ نمبر ۴......عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد تکبیرِ تشریق کا حکم	//
۲۷	مسئلہ نمبر ۵......تکبیرِ تشریق بلند یا آہستہ آواز سے پڑھنے کا حکم	۶۱
۲۸	مسئلہ نمبر ۶......تکبیرِ تشریق نماز کا سلام پھیر کر فوراً پڑھنے کا حکم	//
۲۹	مسئلہ نمبر ۷......سلام کے فوراً بعد تکبیرِ تشریق یاد نہ رہے، تو کیا حکم ہے؟	//
۳۰	مسئلہ نمبر ۸......قضاء نماز کے بعد تکبیرِ تشریق کا حکم	//
۳۱	مسئلہ نمبر ۹......امام کے تکبیرِ تشریق بھول جانے پر حکم	۶۲
۳۲	مسئلہ نمبر ۱۰......تکبیرِ تشریق ایک یا زیادہ مرتبہ پڑھنے کا حکم	//
۳۳	**عیدُ الاضحیٰ کی رات کی فضیلت**	۶۳
۳۴	**عیدُ الاضحیٰ کے فضائل واحکام**	۶۷
۳۵	عیدُ الاضحیٰ کے دن مسنون ومستحب اعمال	۷۲

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

۳۶	**عیدُ الاضحیٰ کے دن سے متعلق چند مسائل**	۸۲
۳۷	مسئلہ نمبر ۱......فجر کی نماز کے بعد عید کی نماز سے پہلے نفل یا قضاء نماز کا حکم	//
۳۸	مسئلہ نمبر ۲......عید کے دن مبارک باد دینے کا حکم	۸۳
۳۹	مسئلہ نمبر ۳......عید کے دن مصافحہ اور معانقہ کا حکم	۸۵
۴۰	مسئلہ نمبر ۴......عید کے دن قبرستان جانے کا حکم	//
۴۱	مسئلہ نمبر ۵......عید کے دن اچھا لباس پہننے اور صفائی ستھرائی کا حکم	۸۶
۴۲	مسئلہ نمبر ۶......عید کے دن غیر شرعی زیب وزینت کرنے کی ممانعت	//
۴۳	مسئلہ نمبر ۷......عید کے دن گناہوں سے بچنے کی اہمیت	۸۷
۴۴	مسئلہ نمبر ۸......عید کے دن موسیقی، ٹی وی اور فلموں کے پروگرام دیکھنا	//
۴۵	مسئلہ نمبر ۹......عید کے دن غیر ضروری روشنی اور لائٹنگ کرنے کی ممانعت	۸۸
۴۶	مسئلہ نمبر ۱۰......عید کارڈ کا شرعی حکم	//
۴۷	مسئلہ نمبر ۱۱......عید کے دن بھیک مانگنے کا پیشہ اختیار کرنا	//
۴۸	مسئلہ نمبر ۱۲......عید اور جمعہ ایک دن جمع ہونے پر بھاری سمجھنے یا بدفالی کا حکم	//
۴۹	مسئلہ نمبر ۱۳......عید کے دن عزیز واقارب سے ملاقات کا حکم	۸۹
۵۰	مسئلہ نمبر ۱۴......عید کی نماز سے پہلے قربانی کا گوشت کھانے تک روزہ کی حیثیت	//
۵۱	مسئلہ نمبر ۱۵......عیدی کے لین دین کا حکم	۹۰
۵۲	مسئلہ نمبر ۱۶......عید کے دن اہل وعیال پر وسعت اور شیر پکانے کا حکم	۹۱
۵۳	مسئلہ نمبر ۱۷......پہلی عید پر فوتگی والے گھر میں جانے کا حکم	//
۵۴	مسئلہ نمبر ۱۸......فوتگی کے بعد پہلی عید پر خوشی منانے یا اچھے لباس کا حکم	//
۵۵	مسئلہ نمبر ۱۹......عید کے دن پتنگ بازی کرنا	۹۲

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

۵۶	**عیدُ الاضحیٰ کی نماز اور خطبہ کے احکام وآداب**	۹۳
۵۷	مسئلہ نمبر ۱......عید کی نماز کا درجہ	//
۵۸	مسئلہ نمبر ۲......عید کی نماز پڑھنے کا حکم کن لوگوں کو ہے؟	۹۴
۵۹	مسئلہ نمبر ۳......عید کی نماز صحیح ہونے کی شرائط	//
۶۰	مسئلہ نمبر ۴......عید کی نماز کا وقت	۹۵
۶۱	مسئلہ نمبر ۵......کسی عذر سے پہلے دن عید کی نماز نہ پڑھی جاسکے، تو کیا حکم ہے؟	۹۶
۶۲	مسئلہ نمبر ۶......عید کی نماز، باجماعت پڑھنے کا حکم	۹۸
۶۳	مسئلہ نمبر ۷......جنگل ودیہات میں عید کی نماز کا حکم	//
۶۴	مسئلہ نمبر ۸......حجاجِ کرام پر عید کی نماز کا حکم	//
۶۵	مسئلہ نمبر ۹......ایک آبادی میں کئی مقامات پر عید کی نماز پڑھنے کا حکم	۹۹
۶۶	مسئلہ نمبر ۱۰......نمازِ عید وجمعہ دونوں کو اپنے وقت پر پڑھنے کا حکم	//
۶۷	مسئلہ نمبر ۱۱......عید کی نماز کا طریقہ	۱۰۱
۶۸	مسئلہ نمبر ۱۲......عید کی نماز میں زائد چھ تکبیرات کا ثبوت	۱۰۲
۶۹	مسئلہ نمبر ۱۳......عید کی نماز میں زائد چھ تکبیرات اور درمیان میں وقفہ کا حکم	۱۰۳
۷۰	مسئلہ نمبر ۱۴......دوسری رکعت میں زائد تکبیروں کو قرائت کے بعد کہنے کا درجہ	۱۰۴
۷۱	مسئلہ نمبر ۱۵......زائد تکبیریں بھول کر رکوع میں چلے جانے پر حکم	۱۰۵
۷۲	مسئلہ نمبر ۱۶......بارہ تکبیرات کہنے والے امام کی اقتدا میں عید کی نماز کا حکم	//
۷۳	مسئلہ نمبر ۱۷......عید کی نماز میں امام کے لئے آوازِ بلند قرائت کی حیثیت	۱۰۶
۷۴	مسئلہ نمبر ۱۸......عید کی نماز میں کون سی سورتیں پڑھنا چاہیے	//
۷۵	مسئلہ نمبر ۱۹......عید کی نماز میں سجدہ سہو کا حکم	۱۰۷
۷۶	مسئلہ نمبر ۲۰......عید کی نماز کے بعد خطبہ کا حکم	//

Idara Ghufran

۷۷	مسئلہ نمبر ۲۱......عید اور جمعہ کے خطبہ کے احکام میں فرق	۱۰۸
۷۸	مسئلہ نمبر ۲۲......خطبہ سے پہلے ’’اعوذ باللّٰہ‘‘ کا حکم	//
۷۹	مسئلہ نمبر ۲۳......عید کے خطبہ میں کثرت سے ’’اللّٰہ اکبر‘‘ پڑھنا	۱۰۸
۸۰	مسئلہ نمبر ۲۴......عید کے خطبہ کے مضامین	۱۰۹
۸۱	مسئلہ نمبر ۲۵......عید کے خطبہ کے درمیان خاموش رہنے کا حکم	//
۸۲	مسئلہ نمبر ۲۶......خطبہ کے دوران بات چیت کرنے اور نماز پڑھنے کا حکم	//
۸۳	مسئلہ نمبر ۲۷......خطبہ کو نماز سے لمبا کرنے کا حکم	۱۱۱
۸۴	مسئلہ نمبر ۲۸......خطبہ سننے کے وقت بیٹھنے کی کیفیت	۱۱۲
۸۵	مسئلہ نمبر ۲۹......جمعہ و عیدین کے خطبہ کو عربی میں پڑھنے کا حکم	//
۸۶	مسئلہ نمبر ۳۰......مقتدی کے پہلی رکعت میں تکبیراتِ عید کے بعد شرکت کا حکم	//
۸۷	مسئلہ نمبر ۳۱......مقتدی کے نمازِ عید کی پہلی رکعت میں رکوع میں شرکت کا حکم	۱۱۳
۸۸	مسئلہ نمبر ۳۲......مقتدی کے نمازِ عید کی پہلی رکعت کے رکوع کے بعد شرکت کا حکم	//
۸۹	مسئلہ نمبر ۳۳......مقتدی کے دوسری رکعت میں تکبیرات کے بعد شرکت کا حکم	۱۱۴
۹۰	مسئلہ نمبر ۳۴......مقتدی کے دوسری رکعت میں رکوع کے بعد شرکت کا حکم	//
۹۱	مسئلہ نمبر ۳۵......مقتدی کے عید کی نماز کے تشہد میں شرکت کرنے پر حکم	۱۱۵
۹۲	مسئلہ نمبر ۳۶......عید کی نماز کا سلام پھیرنے کے بعد آنے والے شخص کو حکم	۱۱۶
۹۳	مسئلہ نمبر ۳۷......اگر صرف ایک شخص کی نمازِ عید رہ جائے، تو اس کا حکم؟	۱۱۷
۹۴	مسئلہ نمبر ۳۸......عید کی نماز یا خطبہ کے بعد دعاء کا حکم	//
۹۵	مسئلہ نمبر ۳۹......نمازِ عید کے بعد گھر آ کر چار یا دو رکعت پڑھنے کا حکم	۱۱۸
۹۶	مسئلہ نمبر ۴۰......عید کی نماز کا خطبہ منبر پر دینے یا منبر موجود ہونے کا حکم	//
۹۷	مسئلہ نمبر ۴۱......عورتوں کو عید کی نماز کا حکم	۱۱۹

Idara Ghufran

۹۸	**حج وقربانی ماہِ ذی الحجہ کی خاص عبادت**	۱۲۲
۹۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قربانی سے متعلق تاریخی واقعہ	۱۲۳
۱۰۰	قربانی ایک اہم سبق	۱۳۸
۱۰۱	**قربانی کی فضیلت واہمیت**	۱۴۱
۱۰۲	قربانی پر ایک اقتصادی شبہ اور اُس کا جواب	۱۶۳
۱۰۳	**قربانی کے متعلق احکام**	۱۶۹
۱۰۴	کیا قربانی حاجی یا حرم کے ساتھ خاص ہے؟	//
۱۰۵	**قربانی کے ایام اور اوقات سے متعلق احکام**	۱۷۱
۱۰۶	مسئلہ نمبر۱...... قربانی کے دنوں میں مخصوص جانور ذبح کرنے کی تعیین	۲۰۵
۱۰۷	مسئلہ نمبر۲...... دس، گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کو کسی بھی وقت قربانی کرنے کا حکم	۲۰۶
۱۰۸	مسئلہ نمبر۳...... عید کی نماز سے پہلے قربانی کا حکم	۲۰۷
۱۰۹	مسئلہ نمبر۴...... گاؤں دیہات میں عید کی نماز سے پہلے قربانی کا حکم	۲۰۸
۱۱۰	مسئلہ نمبر۵...... قربانی کا اختتامی وقت	//
۱۱۱	مسئلہ نمبر۶...... رات کے وقت قربانی کرنے کا حکم	۲۰۹
۱۱۲	مسئلہ نمبر۷...... شہر میں ایک جگہ عید کی نماز ہونے کے بعد قربانی کرنے کا حکم	۲۱۰
۱۱۳	مسئلہ نمبر۸...... کسی عذر سے پہلے دن نمازِ عید نہ پڑھی جاسکے، تو قربانی کا حکم	//
۱۱۴	مسئلہ نمبر۹...... قربانی کے بعد عید کی نماز درست نہ ہونے کا پتہ چلنے پر حکم	۲۱۱
۱۱۵	مسئلہ نمبر۱۰...... قربانی کے جانور اور مالک کی جگہوں میں اوقات کے فرق پر حکم	//
۱۱۶	مسئلہ نمبر۱۱...... اپنی قربانی شہر کی حدود سے باہر لے جا کر کرنے پر حکم	۲۱۳

Idara Ghufran

۱۱۷	مسئلہ نمبر ۱۲......اپنی قربانی شہر کے بجائے گاؤں میں کرانے پر حکم	۲۱۴
۱۱۸	مسئلہ نمبر ۱۳......گاؤں دیہات کے شخص کی شہر میں قربانی کرانے پر حکم	//
۱۱۹	مسئلہ نمبر ۱۴......ایک شہر کے شخص کا دوسرے شہر میں قربانی کرانے پر حکم	۲۱۵
۱۲۰	مسئلہ نمبر ۱۵......مالدار شخص کے جانور خریدنے کے بعد قربانی نہ کرنے پر حکم	۲۱۶
۱۲۱	**قربانی کا حکم عائد یا واجب ہونے کی شرائط اور متعلقہ احکام**	۲۱۷
۱۲۲	مسئلہ نمبر ۱......نابالغ، مالدار بچے کی طرف سے قربانی کا حکم	۲۱۹
۱۲۳	مسئلہ نمبر ۲......قربانی کی شرائط کا اعتبار، قربانی کے دنوں میں ہے	۲۲۰
۱۲۴	مسئلہ نمبر ۳......قربانی کی شرائط کا، پورے وقت میں پایا جانا ضروری نہیں	۲۲۱
۱۲۵	مسئلہ نمبر ۴......قربانی کا وقت ختم ہونے سے پہلے شرائط پائے جانے پر حکم	۲۲۳
۱۲۶	مسئلہ نمبر ۵......مسافر کے لئے قربانی کا حکم	//
۱۲۷	مسئلہ نمبر ۶......اگر مسافر قربانی کرے، تو اس کا حکم	۲۲۶
۱۲۸	مسئلہ نمبر ۷......حج کرنے والے پر قربانی کا حکم	//
۱۲۹	مسئلہ نمبر ۸......غریب کے قربانی کرنے کے بعد مالدار ہو جانے پر حکم	۲۲۹
۱۳۰	مسئلہ نمبر ۹......قربانی کا جانور خریدنے کے بعد مسافر ہو جانے کا حکم	۲۳۱
۱۳۱	مسئلہ نمبر ۱۰......عورت پر قربانی کا حکم	۲۳۲
۱۳۲	مسئلہ نمبر ۱۱......دل میں نیت کر لینے سے قربانی واجب نہ ہونے کا حکم	//
۱۳۳	مسئلہ نمبر ۱۲......ایک مرتبہ قربانی کے بعد سات مرتبہ قربانی کی حیثیت	۲۳۳
۱۳۴	مسئلہ نمبر ۱۳......قربانی کی نذر ومنت مان لینے کے بعد حکم	//
۱۳۵	مسئلہ نمبر ۱۴......قربانی کی نذر ومنت معتبر ہونے کی اہلیت وشرائط	۲۳۴
۱۳۶	مسئلہ نمبر ۱۵......قربانی کی نذر ومنت مانی، مگر جانور متعین نہیں کیا	۲۳۵
۱۳۷	مسئلہ نمبر ۱۶......قربانی کی نذر ومنت ماننے کی مختلف صورتوں کا حکم	۲۳۶

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

۱۳۸	مسئلہ نمبر ۱۷......ایک سے زیادہ قربانیوں کی نذر ومنت ماننے پر حکم	۲۳۷
۱۳۹	مسئلہ نمبر ۱۸......قربانی کے بجائے جانور کے صدقہ کی نذر ومنت ماننے پر حکم	۲۳۹
۱۴۰	مسئلہ نمبر ۱۹......اولاد کو قربان یا ذبح کی نذر ومنت ماننے پر حکم	۲۴۱
۱۴۱	مسئلہ نمبر ۲۰......قربانی کی نیت سے جانور خرید لینے پر قربانی کا حکم	۲۴۳
۱۴۲	**قربانی کا مالی نصاب اور اس کے متعلق احکام**	۲۴۵
۱۴۳	مسئلہ نمبر ۱......قربانی کا مالی نصاب کیا ہے؟	//
۱۴۴	مسئلہ نمبر ۲......قربانی کے نصاب میں کون سے مالوں کا حساب کیا جاتا ہے؟	//
۱۴۵	مسئلہ نمبر ۳......کون سے مالدار افراد قربانی کے نصاب کے مالک کہلاتے ہیں؟	//
۱۴۶	مسئلہ نمبر ۴......قربانی کے نصاب کی مالیت معلوم کرنے کا طریقہ	۲۴۶
۱۴۷	مسئلہ نمبر ۵......سونے، چاندی، روپیہ پیسہ کے علاوہ سامان کا حکم	//
۱۴۸	مسئلہ نمبر ۶......جو پیسے آئندہ کی ضروریات کے لئے رکھے ہوئے ہوں، ان کا حکم	۲۴۷
۱۴۹	مسئلہ نمبر ۷......فضول اور لایعنی چیزوں کی مالیت کا حکم	۲۴۹
۱۵۰	مسئلہ نمبر ۸......کون سی چیزیں ضروریات یا حاجاتِ اصلیہ میں داخل ہیں؟	۲۵۰
۱۵۱	مسئلہ نمبر ۹......اگر کوئی سامان ضرورت سے زائد ہو، تو اس کا حکم	۲۵۱
۱۵۲	مسئلہ نمبر ۱۰......سال بھر کی ضروریات کے لئے رکھے ہوئے غلہ کا حکم	۲۵۲
۱۵۳	مسئلہ نمبر ۱۱......تجارت کی نیت سے خرید کر رکھے ہوئے غلہ کا حکم	۲۵۳
۱۵۴	مسئلہ نمبر ۱۲......اشیاء کی قیمتوں میں اعتبار، قیمتِ فروخت کا ہوتا ہے	//
۱۵۵	مسئلہ نمبر ۱۳......دوسروں کے ذمہ قرض کو حساب میں شمار کرنے کا حکم	۲۵۴
۱۵۶	مسئلہ نمبر ۱۴......اگر کوئی مقروض ہو، تو حساب میں قرض کو منہا کرنے کا حکم	۲۵۵
۱۵۷	مسئلہ نمبر ۱۵......قربانی کے وقت مال تک رسائی نہ ہونے پر حکم	۲۵۶
۱۵۸	مسئلہ نمبر ۱۶......زکاۃ اور قربانی کے نصاب سے متعلق ایک غلط فہمی	۲۵۷

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

۱۵۹	مسئلہ نمبر ۱۷......قربانی کے نصاب سے متعلق ایک غلط فہمی	۲۵۸
۱۶۰	مسئلہ نمبر ۱۸......خواتین کا اپنی قربانی کو شوہروں کے ذمہ لازم سمجھنے کا حکم	//
۱۶۱	مسئلہ نمبر ۱۹......گھر کے سربراہ کی قربانی کو کافی سمجھنے کا حکم	//
۱۶۲	مسئلہ نمبر ۲۰......زندگی میں ایک ہی مرتبہ کی قربانی کو کافی سمجھنے کا حکم	۲۵۸
۱۶۳	مسئلہ نمبر ۲۱......اہلِ خانہ کا باری باری قربانی کو کافی سمجھنے کا حکم	//
۱۶۴	مسئلہ نمبر ۲۲......قربانی کے لئے شادی شدہ ہونے کو ضروری سمجھنے کا حکم	۲۵۹
۱۶۵	مسئلہ نمبر ۲۳......قربانی کے لئے برسرِ روزگار ہونے کو ضروری سمجھنے کا حکم	//
۱۶۶	**قربانی کے جانوروں سے متعلق احکام**	//
۱۶۷	مسئلہ نمبر ۱......مرغی یا گھوڑے وغیرہ کی قربانی کو جائز سمجھنے کا حکم	۲۶۴
۱۶۸	مسئلہ نمبر ۲......جانور کے ماں کے تابع ہونے کا حکم	۲۶۵
۱۶۹	مسئلہ نمبر ۳......بھینس کے نَر یعنی کَٹّے کی قربانی کا حکم	//
۱۷۰	مسئلہ نمبر ۴......جانور کے خوبصورت اور صحت مند ہونے کا حکم	۲۶۹
۱۷۱	مسئلہ نمبر ۵......چھوٹے جانوروں میں افضل جانور کون سا ہے؟	۲۷۰
۱۷۲	مسئلہ نمبر ۶......ایک چھوٹے یا بڑے جانور کے ساتویں حصہ کی قربانی میں فرق	//
۱۷۳	مسئلہ نمبر ۷......ایک بڑے جانور یا سات چھوٹے جانوروں کی قربانی میں فرق	۲۷۱
۱۷۴	مسئلہ نمبر ۸......قربانی سے پہلے جانور کو خریدنے اور خاطر مدارات کرنے کا حکم	۲۷۲
۱۷۵	مسئلہ نمبر ۹......قربانی کے جانور کے ساتھ ظلم وزیادتی کرنے کی ممانعت	۲۷۳
۱۷۶	مسئلہ نمبر ۱۰......خریدے بغیر جائز مملوکہ جانور کی قربانی کا حکم	//
۱۷۷	مسئلہ نمبر ۱۱......ادھار خریدے ہوئے جانور کی قربانی کا حکم	۲۷۴
۱۷۸	مسئلہ نمبر ۱۲......قربانی کی نیت سے خریدے ہوئے جانور کو بدلنے کا حکم	۲۷۵
۱۷۹	مسئلہ نمبر ۱۳......غریب کے قربانی کا خریدشدہ جانور فوت یا چوری ہونے پر حکم	۲۸۰

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

۱۸۰	مسئلہ نمبر ۱۴......غریب کے خریدشدہ جانور کے عیب دار ہوجانے پر حکم	۲۸۰
۱۸۱	مسئلہ نمبر ۱۵......مملوکہ جانور کی قربانی کی نیت کرنے پر جانور کی تعیین کا حکم	//
۱۸۲	مسئلہ نمبر ۱۶......مملوکہ جانور کی قربانی کی نیت کرنے پر جانور کی تبدیلی کا حکم	۲۸۱
۱۸۳	مسئلہ نمبر ۱۷......جانور کے ہلاک یا چوری ہونے پر امیر یا غریب کے لئے حکم	۲۸۱
۱۸۴	مسئلہ نمبر ۱۸......قربانی کے جانور کا دودھ یا اُون وغیرہ استعمال کرنے کا حکم	۲۸۴
۱۸۵	مسئلہ نمبر ۱۹......ذبح کے بعد کاٹی ہوئی اُون کا حکم	۲۸۸
۱۸۶	مسئلہ نمبر ۲۰......جانور کو تول کر خرید وفروخت کرنے کا حکم	//
۱۸۷	مسئلہ نمبر ۲۱......چوری والے جانور کی قربانی کرنے پر حکم	۲۸۹
۱۸۸	**قربانی کی مقدار اور شرکت سے متعلق احکام**	۲۹۰
۱۸۹	مسئلہ نمبر ۱......قربانی کی مقدار، چھوٹا جانور یا بڑے جانور کا ساتواں حصہ ہے	۲۹۹
۱۹۰	مسئلہ نمبر ۲......چھوٹے جانور کی صرف ایک شخص کو قربانی کرنا جائز ہے	۳۰۰
۱۹۱	مسئلہ نمبر ۳......ایک سے زیادہ جانوروں کی قربانی کرنے پر حکم	//
۱۹۲	مسئلہ نمبر ۴......بڑے جانور میں سات افراد سے زیادہ کی شرکت کا حکم	۳۰۲
۱۹۳	مسئلہ نمبر ۵......بڑے جانور میں کسی شخص کے ساتویں حصہ سے کم ہونے پر حکم	۳۰۳
۱۹۴	مسئلہ نمبر ۶......بڑے جانور میں پانچ شرکاء میں سے چند کا کسی اور کو شریک کرنا	//
۱۹۵	مسئلہ نمبر ۷......ذبح سے پہلے اپنا جانور یا حصہ دوسرے کو فروخت کرنے کا حکم	۳۰۴
۱۹۶	مسئلہ نمبر ۸......دو حصے والے کا اپنا ایک حصہ فروخت کرنے کا حکم	۳۰۶
۱۹۷	مسئلہ نمبر ۹......سات سے کم افراد کا باقی ماندہ حصہ کسی کو فروخت کرنے کا حکم	۳۰۷
۱۹۸	مسئلہ نمبر ۱۰......بڑے جانور میں سات سے کم افراد کی شرکت کا حکم	//
۱۹۹	مسئلہ نمبر ۱۱......قربانی کے شرکاء کا ثواب کی نیت کرنا ضروری ہے	۳۰۹
۲۰۰	مسئلہ نمبر ۱۲......بڑے جانور میں واجب یا نفل قربانی کی نیت سے شرکت کرنا	//

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

۲۰۱	مسئلہ نمبر۱۳......قربانی کے جانور کو تمام شرکاء کے مل کر خریدنے کا حکم	۳۱۱
۲۰۲	مسئلہ نمبر۱۴......جانور خریدنے کے بعد دوسروں کو شریک کرنے کا حکم	//
۲۰۳	مسئلہ نمبر۱۵......چند افراد کا متعین کئے بغیر متعدد جانور خریدنے کا حکم	۳۱۳
۲۰۴	مسئلہ نمبر۱۶......دس افراد کا ایک آدمی سے دس بکریاں خریدنے پر حکم	۳۱۴
۲۰۵	مسئلہ نمبر۱۷......جانور متعین کر کے یا حصہ لے کر فوت ہوجانے پر حکم	۳۱۵
۲۰۶	مسئلہ نمبر۱۸......شرکاء میں سے کسی کا قضاء قربانی کی نیت سے شرکت کا حکم	۳۱۶
۲۰۷	مسئلہ نمبر۱۹......شرکاء میں سے کسی ایک شریک کے نابالغ ہونے پر حکم	۳۱۸
۲۰۸	مسئلہ نمبر۲۰......تمام شرکاء کا مسلمان ہونا ضروری ہے	۳۱۹
۲۰۹	مسئلہ نمبر۲۱......حرام آمدنی والے کے شریک ہونے کا حکم	۳۲۰
۲۱۰	**قربانی کے جانوروں کی عُمروں سے متعلق احکام**	۳۲۱
۲۱۱	مسئلہ نمبر۱......اونٹ، گائے، بکرے وغیرہ، کتنی عمر کا ہونا ضروری ہے؟	۳۲۸
۲۱۲	مسئلہ نمبر۲......دُنبہ اور بھیڑ یا مینڈھا کتنی عمر کا اور کیسا جائز ہے؟	۳۲۹
۲۱۳	مسئلہ نمبر۳......جانور کی عمر میں اعتبار چاند کی یعنی قمری تاریخ کا ہے	۳۳۱
۲۱۴	مسئلہ نمبر۴......اگر قربانی کا جانور زیادہ عمر کا ہو، تو اس کا کیا حکم ہے؟	۳۳۲
۲۱۵	مسئلہ نمبر۵......جانور کے دوندا یا دودانت کا ہونے کی حیثیت	//
۲۱۶	مسئلہ نمبر۶......جانور فروخت کرنے والا اگر پوری عمر بتائے، تو کیا حکم ہے؟	۳۳۳
۲۱۷	**قربانی کے جانوروں کے عیوب سے متعلق احکام**	//
۲۱۸	مسئلہ نمبر۱......قربانی کے جانور میں کچھ عیب مانع ہیں، اور کچھ مانع نہیں	۳۴۲
۲۱۹	مسئلہ نمبر۲......خصّی جانور کی قربانی کا حکم	۳۴۳
۲۲۰	مسئلہ نمبر۳......ظاہر وفاحش بیماری وعیب والے جانور کی قربانی کا حکم	۳۴۴
۲۲۱	مسئلہ نمبر۴......کیسے لنگڑے جانور کی قربانی جائز یا ناجائز ہے؟	//

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

۲۲۲	مسئلہ نمبر۵...... پاؤں کٹے ہوئے جانور کی قربانی کا حکم	۳۴۵
۲۲۳	مسئلہ نمبر۶...... کانے جانور کی قربانی کا حکم	۳۴۶
۲۲۴	مسئلہ نمبر۷...... لاغرو کمزور اور ڈھانچہ نکلے ہوئے جانور کی قربانی کا حکم	//
۲۲۵	مسئلہ نمبر۸...... خارشی جانور کی قربانی کا حکم	۳۴۷
۲۲۶	مسئلہ نمبر۹ ...... پیدائشی سینگ نہ ہوں، یا ٹوٹ گئے ہوں، اس کی قربانی کا حکم	//
۲۲۷	مسئلہ نمبر۱۰...... تھن کٹے یا سوکھے ہوئے جانور کی قربانی کا حکم	۳۴۸
۲۲۸	مسئلہ نمبر۱۱...... بھینگے جانور کی قربانی کا حکم	۳۵۰
۲۲۹	مسئلہ نمبر۱۲...... اندھے یا ایک آنکھ یا کمزور نظر والے جانور کی قربانی کا حکم	//
۲۳۰	مسئلہ نمبر۱۳...... جس جانور کا کان نہ ہو یا کٹ گیا ہو، اس کی قربانی کا حکم	۳۵۱
۲۳۱	مسئلہ نمبر۱۴...... پیدائشی دُم نہ ہونے یا دُم و چکتی کٹی ہوئی ہونے کا حکم	۳۵۳
۲۳۲	مسئلہ نمبر۱۵...... ناک کٹے ہوئے جانور کی قربانی کا حکم	۳۵۶
۲۳۳	مسئلہ نمبر۱۶...... زبان کٹے ہوئے جانور کی قربانی کا حکم	//
۲۳۴	مسئلہ نمبر۱۷...... جس جانور کے دانت نہ ہوں، یا ٹوٹ گئے ہوں، اس کا حکم	۳۵۷
۲۳۵	مسئلہ نمبر۱۸...... مجنون و پاگل جانور کی قربانی کا حکم	۳۵۸
۲۳۶	مسئلہ نمبر۱۹...... خنثیٰ جانور کی قربانی کا حکم	//
۲۳۷	مسئلہ نمبر۲۰...... جو جانور بڑھاپے کی وجہ سے جفتی یا ولادت کے قابل نہ ہو	۳۵۹
۲۳۸	مسئلہ نمبر۲۱...... عضوِ تناسل کٹے ہوئے جانور کی قربانی کا حکم	۳۶۰
۲۳۹	مسئلہ نمبر۲۲...... جلاّلہ یعنی نجاست خور جانور کی قربانی کا حکم	//
۲۴۰	مسئلہ نمبر۲۳...... نَر و مادہ میں کون سے جانور کی قربانی اَفضل ہے؟	۳۶۱
۲۴۱	مسئلہ نمبر۲۴...... جانور خریدنے کے بعد عیب کا پتہ چلنے پر حکم	۳۶۳
۲۴۲	مسئلہ نمبر۲۵...... ذبح کے لئے گراتے ہوئے عیب پیدا ہو جانے پر حکم	۳۶۴

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

۲۴۳	مسئلہ نمبر ۲۶......خوبصورت اور صحت مند جانور کے انتخاب میں غلو کا حکم	۳۶۵
۲۴۴	مسئلہ نمبر ۲۷......نمود و نمائش کے لئے خوبصورت وصحت مند جانور کا حکم	۳۶۶
۲۴۵	**دوسرے کی طرف سے قربانی کے متعلق احکام**	۳۶۶
۲۴۶	**(۱)......قربانی میں نیابت، وکالت اور اعانت کے احکام**	۳۶۷
۲۴۷	مسئلہ نمبر ۱......قربانی کی خریداری یا ذبح کے لئے وکیل بنانا یا مدد حاصل کرنا	۳۷۰
۲۴۸	مسئلہ نمبر ۲......دوسرے کو قربانی کا صراحتاً یا دلالتاً وکیل بنانا	۳۷۱
۲۴۹	مسئلہ نمبر ۳......خریداری کے وکیل کا جانور کو ذبح کرنے کا حکم	//
۲۵۰	مسئلہ نمبر ۴......جانور کے مالک کو اپنی طرف سے قربانی کا وکیل بنانے کا حکم	۳۷۲
۲۵۱	مسئلہ نمبر ۵......اپنے مملوکہ جانور میں دوسرے کی قربانی کرنے کا حکم	۳۷۳
۲۵۲	مسئلہ نمبر ۶......بیوی یا بالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنے پر اجازت کا حکم	۳۸۰
۲۵۳	مسئلہ نمبر ۷......کیا والد کے ذمہ نابالغ اولاد کی قربانی واجب ہے؟	//
۲۵۴	مسئلہ نمبر ۸......جانور کی خریداری کے وکیل کا دوسرے کو وکیل بنانا	۳۸۱
۲۵۵	مسئلہ نمبر ۹......وکیل بناتے وقت جانور کی جنس اور صفت کی تعیین کا حکم	//
۲۵۶	مسئلہ نمبر ۱۰......خاص رنگ کا جانور خریدنے کا وکیل بنایا ہو، تو اس کا حکم	۳۸۲
۲۵۷	مسئلہ نمبر ۱۱......گائے کی خریداری کے وکیل کا بکری یا مینڈھا وغیرہ خریدنا	۳۸۳
۲۵۸	مسئلہ نمبر ۱۲......سینگوں والا مینڈھا خریدنے کا وکیل بنایا، تو اس کا حکم	//
۲۵۹	مسئلہ نمبر ۱۳......ایک سال کا مینڈھا یا دُنبہ خریدنے کا وکیل بنایا، تو اس کا حکم	۳۸۴
۲۶۰	مسئلہ نمبر ۱۴......مادہ جانور خریدنے کا وکیل بنایا، تو اس کا حکم	//
۲۶۱	مسئلہ نمبر ۱۵......دوسرے کو جانور خریدنے کا وکیلِ عام بنایا، تو اس کا حکم	//
۲۶۲	مسئلہ نمبر ۱۶......وکیل کا اپنا مملوکہ جانور خریدنے کا حکم	۳۸۵
۲۶۳	مسئلہ نمبر ۱۷......جانور کی خریداری کے وکیل کا جانور کو لانے کی اُجرت لینا	۳۸۶

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

۲۶۴	مسئلہ نمبر ۱۸...... کئی افراد نے متعدد جانور خریدنے کا وکیل بنایا، تو اس کا حکم	۳۸۷
۲۶۵	مسئلہ نمبر ۱۹...... وکیل کا وکالت کی نیت سے خریدے ہوئے جانور کا حکم	//
۲۶۶	مسئلہ نمبر ۲۰...... جانور خریدنے کی وکالت موجودہ سال کے ساتھ خاص ہوگی	۳۸۸
۲۶۷	مسئلہ نمبر ۲۱...... چند لوگوں کے جانوروں کے خلط ملط ہو جانے پر حکم	۳۸۸
۲۶۸	مسئلہ نمبر ۲۲...... مشترکہ جانوروں میں سے ایک کے فوت ہونے پر حکم	//
۲۶۹	مسئلہ نمبر ۲۳...... غلطی سے ایک دوسرے کے جانور ذبح کرنے کا حکم	۳۸۹
۲۷۰	مسئلہ نمبر ۲۴...... غیر کے جانور کو اپنی قربانی کی نیت سے ذبح کرنے کا حکم	۳۹۰
۲۷۱	مسئلہ نمبر ۲۵...... ذبح کے وکیل کا اپنی قربانی کی نیت سے ذبح کرنے پر حکم	۳۹۱
۲۷۲	مسئلہ نمبر ۲۶...... شرکاء میں سے کسی ایک شریک کے ذبح کرنے کا حکم	//
۲۷۳	مسئلہ نمبر ۲۷...... جانور متعین کر کے فوت ہو جانے پر وارثوں کے لئے حکم	//
۲۷۴	مسئلہ نمبر ۲۸...... وکیل کے پاس جانور کے ہلاک یا چوری وغیرہ ہو جانے پر حکم	۳۹۲
۲۷۵	(۲)...... دوسرے کو قربانی کا ایصالِ ثواب کرنے کے احکام	۳۹۲
۲۷۶	مسئلہ نمبر ۱...... اپنی طرف سے اور اپنے مال سے دوسرے کے لئے قربانی کرنا	۴۰۱
۲۷۷	مسئلہ نمبر ۲...... نبی علیہ السلام یا کسی اور مسلم کو ایصالِ ثواب کے لئے قربانی کرنا	۴۰۳
۲۷۸	مسئلہ نمبر ۳...... ایصالِ ثواب والی قربانی کے گوشت کا حکم	۴۰۴
۲۷۹	مسئلہ نمبر ۴...... ایصالِ ثواب والی قربانی کے گوشت کو صدقہ کرنے کا حکم	//
۲۸۰	مسئلہ نمبر ۵...... ایصالِ ثواب کے لئے قربانی یا رقم کے صدقہ کی افضلیت	۴۰۵
۲۸۱	قربانی کی قضا اور وقت ختم ہو جانے کے متعلق احکام	۴۰۵
۲۸۲	مسئلہ نمبر ۱...... قربانی کیے بغیر قربانی کا وقت ختم ہو جانے پر قضا کا حکم	۴۰۶
۲۸۳	مسئلہ نمبر ۲...... متعین شدہ جانور کی قربانی نہ کرنے پر قضا کا حکم	۴۰۸
۲۸۴	مسئلہ نمبر ۳...... دُور دراز علاقہ میں قربانی کرانے پر اوقات کا حکم	۴۱۰

Idara Ghufran

۲۸۵	مسئلہ نمبر۴...... بڑے جانور میں ادا اور قضا قربانی کرنے پر حکم	۴۱۲
۲۸۶	مسئلہ نمبر۵...... ذمہ میں واجب قربانی کی فوت ہونے سے پہلے وصیت کا حکم	۴۱۳
۲۸۷	مسئلہ نمبر۶...... قربانی کی وصیت کی، مگر تخصیص وصفت بیان نہیں کی	//
۲۸۸	**قربانی کے جانور کو ذبح کرنے سے متعلق احکام وآداب**	۴۱۳
۲۸۹	مسئلہ نمبر۱...... جانور ذبح کرنا قربانی کا رکن ہے	۴۲۱
۲۹۰	مسئلہ نمبر۲...... ذبح کرنے کے لئے نرمی وآہستگی سے لے جانے کا حکم	//
۲۹۱	مسئلہ نمبر۳...... تیز دھاردار چُھری سے ذبح کرنے کا حکم	//
۲۹۲	مسئلہ نمبر۴...... ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنے کا حکم	//
۲۹۳	مسئلہ نمبر۵...... ذبح کے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم	۴۲۲
۲۹۴	مسئلہ نمبر۶...... جانور ذبح کرنے سے پہلے کی ایک مسنون دعاء	//
۲۹۵	مسئلہ نمبر۷...... قربانی کے جانور کو خود ذبح کرنے کا حکم	۴۲۳
۲۹۶	مسئلہ نمبر۸...... دائیں یا بائیں ہاتھ سے ذبح کرنے کا حکم	//
۲۹۷	مسئلہ نمبر۹...... ذبح کے بعد جانور کو ٹھنڈا کرنے سے پہلے چھیڑ چھاڑ کا حکم	۴۲۴
۲۹۸	مسئلہ نمبر۱۰...... اختیاری اور اضطراری ذبح کا طریقہ	۴۲۵
۲۹۹	مسئلہ نمبر۱۱...... ذبح کرنے والے کے لئے مسلم یا اہلِ کتاب ہونے کا حکم	۴۲۶
۳۰۰	مسئلہ نمبر۱۲...... ذبح میں کون سی اور کتنی رَگیں کاٹنا ضروری ہیں	۴۲۷
۳۰۱	مسئلہ نمبر۱۳...... گھنڈی کے اوپر ٹھوڑی کے متصل ذبح کرنے کا حکم	۴۲۸
۳۰۲	مسئلہ نمبر۱۴...... گلے کے بجائے گُدّی کی طرف سے ذبح کرنے کا حکم	۴۲۹
۳۰۳	مسئلہ نمبر۱۵...... جانور کو قربانی کی نیت سے ذبح کرنے کا حکم	۴۳۰
۳۰۴	مسئلہ نمبر۱۶...... بے قابو ہوجانے والے جانور کو کس طرح ذبح کیا جائے؟	۴۳۱
۳۰۵	مسئلہ نمبر۱۷...... کافر ومرتد کے ذبح کیے ہوئے جانور کا حکم	۴۳۲

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

۳۰۶	مسئلہ نمبر ۱۸.......ذبح کے وقت اللہ کا نام لینے یا بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھنے کا حکم	۴۳۵
۳۰۷	مسئلہ نمبر ۱۹.......بسم اللہ، اللہ اکبر کے بجائے اللہ اعظم وغیرہ پڑھنے کا حکم	//
۳۰۸	مسئلہ نمبر ۲۰.......ذبح کی تکبیر کا پڑھنا ذبح کرنے والے کے ذمہ ضروری ہے	۴۳۷
۳۰۹	مسئلہ نمبر ۲۱.......جانور کو پکڑنے والے کے لئے تکبیر پڑھنے کا حکم	۴۳۷
۳۱۰	مسئلہ نمبر ۲۲.......اگر ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا بھول جائے، تو اس کا حکم	//
۳۱۱	مسئلہ نمبر ۲۳.......ذبح سے پہلے جانور مَرنے کے قریب ہو گیا	۴۳۸
۳۱۲	مسئلہ نمبر ۲۴.......غسل واجب ہونے کی حالت میں ذبح کرنے کا حکم	۴۳۹
۳۱۳	مسئلہ نمبر ۲۵.......عورت اور نابالغ بچہ کے ذبح کرنے کا حکم	//
۳۱۴	مسئلہ نمبر ۲۶.......مخنث یعنی ہیجڑے کے ذبح کرنے کا حکم	۴۴۰
۳۱۵	مسئلہ نمبر ۲۷.......ذبح کے بعد جانور میں قربانی کی نیت کرنے کا حکم	//
۳۱۶	مسئلہ نمبر ۲۸.......ذبح سے پہلے یا ذبح کے بعد پیٹ سے بچہ برآمد ہونے کا حکم	//
۳۱۷	مسئلہ نمبر ۲۹.......مشینی ذبیحہ کا حکم	۴۴۱
۳۱۸	**قربانی کے گوشت وغیرہ سے متعلق احکام**	۴۴۱
۳۱۹	مسئلہ نمبر ۱.......قربانی کے گوشت کا خود رکھنا اور دوسروں کو صدقہ وہبہ کرنا	۴۴۵
۳۲۰	مسئلہ نمبر ۲.......قربانی کے گوشت کا آئندہ کی ضرورت کے لئے رکھنا	۴۴۶
۳۲۱	مسئلہ نمبر ۳.......سارا گوشت خود رکھ لینے کا حکم	//
۳۲۲	مسئلہ نمبر ۴.......قربانی کے گوشت کا کھانا اور امیر وغریب کو کھلانا سب جائز ہے	//
۳۲۳	مسئلہ نمبر ۵.......قربانی کا گوشت دوسری جگہ بھیجنا	۴۴۷
۳۲۴	مسئلہ نمبر ۶.......قربانی کا سارا گوشت کسی ایک غریب کو دینا	//
۳۲۵	مسئلہ نمبر ۷.......قربانی کا گوشت مالکانہ طور پر دینا، اور اباحت کے طور پر کھلانا	//
۳۲۶	مسئلہ نمبر ۸.......قربانی کے جانور کی چربی، ہڈی، سری پائے اور اوجھڑی کا حکم	//

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

۳۲۷	مسئلہ نمبر۹......قربانی کا گوشت تبرعاً یا اُجرت ومعاوضہ کے طور پر دینے کا حکم	۴۴۷
۳۲۸	مسئلہ نمبر۱۰......جس کو قربانی کا گوشت ملا، اس کا گوشت کو فروخت کرنے کا حکم	۴۴۸
۳۲۹	مسئلہ نمبر۱۱......ملازم اور نوکر کو قربانی کا گوشت دینے کا حکم	۴۴۹
۳۳۰	مسئلہ نمبر۱۲......قربانی کا گوشت کسی چیز کے عوض فروخت کر دیا، تو اس کا حکم	۴۴۹
۳۳۱	مسئلہ نمبر۱۳......شرکاء کے آپس میں گوشت تقسیم کرنے کا طریقہ	۴۵۰
۳۳۲	مسئلہ نمبر۱۴......گوشت کی تقسیم میں وزن کی مشکل سے بچنے کا طریقہ	۴۵۲
۳۳۳	مسئلہ نمبر۱۵......سات سے کم شرکاء کے گوشت کو تقسیم کرنے کا طریقہ	۴۵۳
۳۳۴	مسئلہ نمبر۱۶......شرکاء کا سارا یا کچھ گوشت تقسیم کرنے کا حکم	//
۳۳۵	مسئلہ نمبر۱۷......شرکاء کے ایک گھر کے افراد ہونے پر گوشت کی تقسیم کا حکم	۴۵۴
۳۳۶	مسئلہ نمبر۱۸......میت کی وصیت میں ذبح کیے ہوئے جانور کے گوشت کا حکم	//
۳۳۷	مسئلہ نمبر۱۹......نذر ومنت مانی ہوئی قربانی کے گوشت کا حکم	۴۵۵
۳۳۸	مسئلہ نمبر۲۰......شرکاء میں سے ایک کے گوشت بنانے پر اُجرت کا حکم	۴۵۸
۳۳۹	مسئلہ نمبر۲۱......بغیر ہڈی کے گوشت کو مکروہ سمجھنے کی حیثیت	۴۶۰
۳۴۰	مسئلہ نمبر۲۲......قربانی کا گوشت، قربانی والے کی ملکیت ہوتا ہے	//
۳۴۱	**ذبح شدہ حلال جانور کی ناجائز وممنوع اشیاء**	۴۶۰
۳۴۲	مسئلہ نمبر۱......حرام مغز کا حکم	۴۶۷
۳۴۳	مسئلہ نمبر۲......زندہ جانور کے جسم سے کاٹے ہوئے عضو کا حکم	۴۶۹
۳۴۴	مسئلہ نمبر۳......ذبح کے بعد گوشت یا کھال میں لگے ہوئے خون کی پاکی کا حکم	۴۷۰
۳۴۵	**چرمِ قربانی کے احکام**	۴۷۱
۳۴۶	مسئلہ نمبر۱......قربانی کی کھال کا حکم، گوشت کی طرح ہے	۴۷۴
۳۴۷	مسئلہ نمبر۲......قربانی کی کھال کا امیر وغریب اور اپنے وپرائے کو دینے کا حکم	۴۷۵

Idara Ghufran

۳۴۸	مسئلہ نمبر۳......قربانی کی کھال کوسُکھا کرمصلّٰی وغیرہ بنانے کا حکم	۴۷۵
۳۴۹	مسئلہ نمبر۴......قربانی کی کھال سے بنے ہوئے مصلّے کا حکم، کھال کی طرح ہے	۴۷۶
۳۵۰	مسئلہ نمبر۵......کھال، قصاب یا امام ومؤذن وغیرہ کواُجرت میں دینے کا حکم	۴۷۷
۳۵۱	مسئلہ نمبر۶......قربانی کی کھال کوباقی رہنے والی چیز کے عوض بیچنے کا حکم	۴۷۸
۳۵۲	مسئلہ نمبر۷......قربانی کی کھال کوباقی نہ رہنے والی چیز کے عوض بیچنے کا حکم	۴۷۹
۳۵۳	مسئلہ نمبر۸......قربانی کی کھال کوڈول وغیرہ کے عوض بیچنے پر صدقہ کا حکم	۴۸۱
۳۵۴	مسئلہ نمبر۹......زندہ جانور کی کھال کوذبح سے پہلے فروخت کرنے کا حکم	۴۸۲
۳۵۵	مسئلہ نمبر۱۰......جس کوقربانی کی کھال مالکانہ طور پر حاصل ہوئی، اُس کے لئے حکم	//
۳۵۶	مسئلہ نمبر۱۱......دوسرے شرکاء کی اجازت سے قربانی کی کھال رکھنے کا حکم	۴۸۳
۳۵۷	مسئلہ نمبر۱۲......کئی افراد شریک ہوں تو مشترکہ کھال کا حکم	//
۳۵۸	مسئلہ نمبر۱۳......مشترک قربانی کے جانور کی جھول، رسی وغیرہ کا حکم	//
۳۵۹	مسئلہ نمبر۱۴......جس قربانی کا گوشت کھانا جائز نہیں، اس کی کھال کا حکم	۴۸۴
۳۶۰	مسئلہ نمبر۱۵......قربانی کی کھال کی قیمت کے صدقہ کے مستحق کون لوگ ہیں؟	//
۳۶۱	مسئلہ نمبر۱۶...... مالدار شخص کے بچہ یا بیوی کو یہ صدقہ دینا کیسا ہے؟	۴۸۵
۳۶۲	مسئلہ نمبر۱۷......سید اور بنوہاشم کو یہ صدقہ دینا	۴۸۶
۳۶۳	مسئلہ نمبر۱۸......اپنے اُصول یا فروع یا میاں بیوی کو یہ صدقہ دینا	۴۸۷
۳۶۴	مسئلہ نمبر۱۹......غیر مسلم کو یہ صدقہ دینا کیسا ہے؟	۴۸۸
۳۶۵	مسئلہ نمبر۲۰......کسی کی مزدوری یا حق الخدمت کے طور پر یہ صدقہ دینا	۴۸۹
۳۶۶	مسئلہ نمبر۲۱......مستحق ہونے کے لئے بیوہ، اپاہج یا بےروزگار ہونا ضروری نہیں	//
۳۶۷	مسئلہ نمبر۲۲......اس صدقہ کے لئے مالکانہ طور پر دینا ضروری ہے	//
۳۶۸	مسئلہ نمبر۲۳......قربانی کی کھال خریدنے والے کے لئے حکم	۴۹۰
۳۶۹	مسئلہ نمبر۲۴......جس کوقربانی کی کھال ہبہ، یا صدقہ میں ملی ہو، اس کے لئے حکم	//

Idara Ghufran

۳۷۰	مسئلہ نمبر ۲۵......حیلۂ تملیک کے عنوان سے بدعنوانی	۴۹۱
۳۷۱	مسئلہ نمبر ۲۶......کھال وکالت یا امانت کے طور پر حاصل ہوئی، تو اس کا حکم	//
۳۷۲	مسئلہ نمبر ۲۷......کھال یا قیمت کو صحیح مصرَف میں لگانے کی ذمہ داری	۴۹۲
۳۷۳	مسئلہ نمبر ۲۸......نام نہاد یا غیر ذمہ دار افراد یا اداروں کو کھال دینے کا حکم	۴۹۳
۳۷۴	مسئلہ نمبر ۲۹......قصاب کا کھال میں چُھری مار کر ضائع کرنے کی ممانعت	//
۳۷۵	**عقیقہ اور حج کی قربانی کے احکام**	۴۹۴
۳۷۶	**حج ماہِ ذی الحجہ کی ایک اہم عبادت**	۴۹۴
۳۷۷	**چند تحقیقی مسائل**	۴۹۵
۳۷۸	(۱) شراءُ الاضحیة بنیةِ التضحیة (شراءُ الفقیر قبل ایام النحر کی تحقیق)	//
۳۷۹	(۲) تحقیق سن الاضحیة وتوضیح المسنة والثنیة (قربانی کے جانور کی عمر اور دو دانتوں کی شرعی حیثیت)	۵۰۱
۳۸۰	(۳) من لم یجد السعة هل علیه التضحیة	۵۱۱
۳۸۱	(۴) شرائطُ التضحیة فی اوقاتِ الاضحیة (قربانی کا سببِ وجوب، شرطِ وجوب اور شرطِ اداء کی تحقیق)	۵۱۷
۳۸۲	**ماہِ ذی الحجہ کے چند اہم تاریخی واقعات**	۵۲۸

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تمہید

(از مؤلف)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام کے سلسلہ کے ضمن میں بندہ کا ایک کتابچہ ''ماہِ ذی الحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام'' کے نام سے کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے، جس میں ماہِ ذی الحجہ اور قربانی سے متعلق فضائل ومسائل اور منکرات پر روشنی ڈالی گئی تھی، لیکن قربانی کے عبادتِ غیر معقولہ ہونے کی وجہ سے بہت سے مسائل ایسے سامنے آتے رہے کہ جن کی تحقیق اور ان کے حل کی ضرورت تھی، اور کتبِ فقہ میں بصراحت ان کا حکم بآسانی دستیاب نہیں ہو پاتا تھا، اور کئی مسائل اردو فتاویٰ میں ایسے بھی نظر سے گزرتے رہے کہ جن میں تسامح محسوس ہوا، اس لئے بندہ نے موجودہ اشاعت سے قبل قدرے توجہ اور گہرائی کے ساتھ ان مسائل کا جائزہ لینے اور غور وفکر کرنے کا اہتمام کیا، اور ساتھ ہی متعلقہ عبارات ومخارج اور مراجع کو بھی جمع کیا، اس طرح وہ کتابچہ پہلے کے مقابلہ میں غیر معمولی ضخیم ہوگیا، اور کتاب کی شکل اختیار کر گیا، اور اب چھٹی مرتبہ اشاعت سے پہلے مسائل کی تلاش ودستیابی کی سہولت وآسانی کے لئے تفصیلی فہرست بھی تیار کی گئی۔

اب بندہ کے نزدیک موجودہ کتاب کے ایڈیشن میں موجود مسائل کی تحقیق سابقہ ایڈیشنوں کے مقابلہ میں تعارض یا تفاوت کی صورت میں راجح ہے، لیکن بعض ذرائع سے معلوم ہوا کہ کچھ حضرات دیگر ممالک میں بندہ کی اجازت واطلاع کے بغیر، بندہ کی کتب کے قدیمی ایڈیشن شائع کر رہے ہیں، جو کہ درست طرزِ عمل نہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اور بندہ وبندہ کے معاونین اور دیگر مسلمانوں کے لئے نافع ومفید بنائے۔ آمین۔ فقط۔ محمد رضوان

۳/ جمادی الاولیٰ/ ۱۴۳۵ھ 05/ مارچ/ 2014ء بروز بدھ۔ ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

رائے گرامی

حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہم

(دارالعلوم، کورنگی، کراچی نمبر۱۴، پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرِ مکرم مولانا محمد رضوان صاحب زِیدت مکارِمُکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

محبت نامہ مع مسودہ موصول ہوا۔ من کجا و اصلاحِ کارکجا۔

مگر آپ کے مکتوب گرامی کے پیشِ نظر، بہ نظرِ استفادہ دیکھا، جو مشورہ مناسب نظر آیا پنسل سے تحریر کردیا ہے۔

اپنی نااہلی کے ساتھ آج کل ایک مرض کی وجہ سے صاحبِ فراش بھی ہوں، اس لئے ''رأیُ العلیل علیلٌ'' کی بناء پر آنجناب احقر کے مشوروں پر خود ہی غور فرمالیں، پھر جیسی رائے ہو اس کے مطابق تحریر مرتب کرلی جائے۔ [1]

البتہ اس میں شبہ نہیں کہ آپ نے ماشاء اللہ مسائل وفضائل بہت احسن طریقہ سے مفصَّل تحریر فرمادیئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نافع بناویں اور اپنی بارگاہ میں قبولیت سے نوازیں۔ آمین۔

والسلام

احقر محمود اشرف غفراللہ لہٗ۔ ۱۴۲۲/۱۱/۵ھ

---

[1] حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب موصوف مدظلہم کے اکثر مشوروں پر مناسب انداز میں عمل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم حضرت کی یہ رائے گرامی ابتدائی ایڈیشن کے متعلق ہے، جبکہ موجودہ ایڈیشن میں بہت سے اضافات شامل کیے گئے ہیں، جن پر حضرت مفتی صاحب موصوف کی رائے گرامی حاصل نہیں کی گئی، اس لئے موجودہ ایڈیشن کے ہر جزئیہ کو مفتی صاحب موصوف کی طرف منسوب نہ سمجھا جائے۔ محمد رضوان۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہِ ذی الحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام

ماہِ ذی الحجہ اسلامی سال کا بارہواں اور آخری مہینہ

اسلامی اعتبار سے ذُوالحجہ کا مہینہ اسلامی وقمری سال کا بارہواں اور آخری مہینہ ہے، اس مہینہ کے ختم ہونے پر اسلامی سال بھی ختم ہو جاتا ہے۔

اسلامی سال کے مہینوں کے بالترتیب نام یہ ہیں:

(۱) مُحَرَّمُ (۲) صَفَرُ (۳) رَبِیْعُ الْاَوَّلُ (۴) رَبِیْعُ الثَّانِیْ

(۵) جُمَادَی الْاُوْلٰی (۶) جُمَادَی الْاُخْرٰی (۷) رَجَبُ

(۸) شَعْبَانُ (۹) رَمَضَانُ (۱۰) شَوَّالُ (۱۱) ذُوالْقَعْدَۃُ

(۱۲) ذُوالْحِجَّۃُ.

ذُو الحِجَّہ کی لفظی ومعنوی تحقیق

''ذُوالحجہ'' عربی زبان کا جملہ ہے، اور یہ دراصل دو لفظوں کا مجموعہ ہے:

ایک ''ذُوْ'' اور دوسرا ''الحجہ''۔

ذُو کے معنٰی ہیں ''والا'' عربی کے قاعدے کے لحاظ سے کبھی یہ ''ذُوْ'' اور کبھی ''ذِی'' استعمال ہوتا ہے، اسی وجہ سے مختلف حالات میں ''ذوالحجہ'' اور ''ذی الحجہ'' دونوں طرح بولا جاتا ہے۔

اور الحجہ کے معنٰی ''حج کرنے'' کے آتے ہیں، تو ذُوالحجہ کے معنٰی ہوئے ''حج کرنے کا مہینہ''۔

اس مہینہ میں کیونکہ حج کی ادائیگی کی جاتی ہے اور حج اسلام کا ایک عظیم رکن ہے۔

لہٰذا اس مہینہ کے ساتھ حج کی ادائیگی کا تعلق ہونے کی وجہ سے اس کو ذُوالحجہ یعنی حج والا مہینہ قرار

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

دیا گیا ہے۔ ۱؎

ماہِ ذِی الْحِجَّۃ کی فضیلت

’’ذُوالحجہ‘‘ کا مہینہ ماہِ ذیقعدہ کے اختتام پر شروع ہوتا ہے، اور ’’ذُوالحجہ‘‘ اسلامی سال کا بالکل آخری مہینہ ہے۔

اس کے بعد ’’محرم‘‘ کا مہینہ شروع ہونے پر اسلامی سال کا آغاز ہوتا ہے، اس لئے ذُوالحجہ کا مہینہ جو سال کا اختتامی مہینہ ہے گویا کہ پورے سال کا تتمہ اور خلاصہ ہے۔

انسان کی زندگی کا ایک سال مکمل ہونے پر اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اپنے گزرے ہوئے سال کا جائزہ لے کہ وہ کس حال میں گزرا، اور اس کو اس پورے سال میں کیا کچھ آخرت کا ذخیرہ جمع کرنے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنے کا موقع نصیب ہوا، اچھی

۱؎ وذو الحجة :شهر الحج ؛ سمى بذلک للحج فيه والجمع ذوات الحجة ولم يقولوا :ذوو على واحده ونقل القزاز -فی غريب البخارى : -وأما ذو الحجة للشهر الذى يقع فيه الحج فالفتح فيه أشهر والكسر قليل (تاج العروس، مادة حدج)

ذو الحجة :بالفتح وأجاز بعضهم الكسر، ج ذوات الحجة .الشهر الثانی عشر من السنة القمرية، وهو من الاشهر الحرم، سمى بذلک لان الحج فيه(معجم لغة الفقهاء، ج ا ص ۲۲۵)

و (ذو الحجة) آخر الشهور القمرية و هو شهر الحج (ج) ذوات الحجة(المعجم الوسيط، باب الحاء)

(ح ج ج) : حَجَّ حَجًّا مِنْ بَابِ قَتَلَ قَصَدَ فَهُوَ حَاجٌّ هَذَا أَصْلُهُ ثُمَّ قُصِرَ اسْتِعْمَالُهُ فِی الشَّرْعِ عَلَى قَصْدِ الْكَعْبَةِ لِلْحَجِّ أَوْ الْعُمْرَةِ وَمِنْهُ يُقَالُ مَا حَجَّ وَلَكِنْ دَجَّ فَالْحَجُّ الْقَصْدُ لِلنُّسُکِ وَالدَّجُّ الْقَصْدُ لِلتِّجَارَةِ وَالِاسْمُ الْحِجُّ بِالْكَسْرِ وَالْحِجَّةُ الْمَرَّةُ بِالْكَسْرِ عَلَى غَيْرِ قِيَاسٍ وَالْجَمْعُ حِجَجٌ مِثْلُ :سِدْرَةٍ وَسِدَرٍ قَالَ ثَعْلَبٌ قِيَاسُهُ الْفَتْحُ وَلَمْ يُسْمَعْ مِنْ الْعَرَبِ وَبِهَا سُمِّيَ الشَّهْرُ ذُو الْحِجَّةِ بِالْكَسْرِ وَبَعْضُهُمْ يَفْتَحُ فِی الشَّهْرِ وَجَمْعُهُ ذَوَاتُ الْحِجَّةِ (المصباح المنير فی غريب الشرح الكبير، باب الحاء مع الجيم)

ذی حجہ: حجہ بالکسر وتشدید جیم بمعنے یکبار حج کردن وقیاس آنست کہ بالفتح باشد نہ بکسر چرا کہ وزن فَعلہ بالفتح برائے مرۃ آید وفِعلۃ بالکسر برائے حالت ونوع آید پس چون درین ماہ یک بار حج کردہ میشود لہٰذا ذی الحجہ گویند یا آنکہ حج بالکسر وتشدید جیم بمعنے سال ہم آمدہ است چوں ایں ماہ منتہائے سال باشد وسال برین کامل میگردد گویا کہ این ماہ صاحبِ سال بہمین جہت ذی الحجہ میگفتہ باشند (غیاث اللغات ص ۲۲۶ فصل ذال معجمہ مع یائے تحتانی)

Idara Ghufran

حالت پر شکر کرے اور بُری حالت پر استغفار کرے، اور آئندہ سال کے لئے ابھی سے بُری حالت کو اچھی حالت سے تبدیل کرنے کا ارادہ اور عہد کرے۔

جیسا کہ گزرا کہ اس مہینہ میں اسلام کا اہم رُکن وفریضہ ''حج'' ادا کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس مہینے کو ذُوالحجہ (یعنی حج والا مہینہ) کہتے ہیں۔

اور حج کے علاوہ اس مبارک مہینے میں اسلامی تہوار ''عیدُ الاضحیٰ'' کی شکل میں ادا کیا جاتا ہے۔ جس میں لاکھوں بندگانِ خدا بارگاہِ خداوندی میں قربانی کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔

اور اسلام کا دوسرا سالانہ بڑا تہوار ''عیدالاضحیٰ'' کے نام سے مقرر کیا گیا ہے، اور جس مہینہ میں ''حج''، ''قربانی'' اور ''عید'' جیسے بڑے بڑے اہم احکامات رکھے گئے ہوں، ظاہر ہے کہ وہ مہینہ انتہائی عظمت وفضیلت والا مہینہ ہوگا؟

ایک عید اگر شوال کے مہینہ میں آتی ہے تو دوسری عید ذُوالحجہ کے مہینہ میں آتی ہے، اور عید کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے حق میں مہمانی کے دن ہیں، ان دنوں میں بندے اللہ تعالیٰ کے مہمان اور اللہ تعالیٰ بندوں کے میزبان ہوتے ہیں، یہ بندوں کے لئے کتنے بڑے اعزاز کی بات ہے؟

پھر شوال کے صرف ایک دن کو ''عید کا دن'' قرار دیا گیا اور صرف اس ایک دن میں روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے، اور ذُوالحجہ کے چار دنوں (دس، گیارہ، بارہ اور تیرہ ذُوالحجہ) میں روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے، اور قربانی کی ادائیگی کا وقت بھی تین دن تک رکھا گیا ہے یعنی دس ذُوالحجہ سے لے کر بارہ ذُوالحجہ تک، جس سے معلوم ہوا کہ ذُوالحجہ کی عید ''بڑی عید'' ہے۔

اس کے علاوہ یہ مہینہ عظمت وفضیلت والے مہینوں میں سے ہے جس میں عبادت کا خاص مقام ہے اور اس مہینہ کا پہلا عشرہ تو بہت ہی فضیلت رکھتا ہے۔

اور عرفہ (یعنی نو ذُوالحجہ) کے دن کی فضیلت کا تو ٹھکانا ہی نہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

Idara Ghufran

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَاللهِ اثْنَاعَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ (سورہ توبہ آیت نمبر ۳۶)

ترجمہ: مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں جس دن اس نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین، ان میں چار مہینے عظمت کے ہیں، یہی ہے سیدھا دین، سوان (مہینوں) میں ظلم مت کرو اپنے اوپر (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ مبارک روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ اللهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِّنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُّتَوَالِيَاتٌ ذُوالْقَعْدَةِ وَذُوالْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِيْ بَيْنَ جُمَادٰى وَشَعْبَانَ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنے خطبہ میں) ارشاد فرمایا کہ (اس وقت) زمانہ اسی حالت پر گھوم پھر کر آ گیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا تھا (یعنی اب اس کے دنوں اور مہینوں میں کمی زیادتی نہیں ہے جو جاہلیت کے زمانے میں مشرک کیا کرتے تھے۔ اب وہ ٹھیک ہو کر اس طرز پر آ گئی ہے جس پر ابتداء اور اصل میں تھی لہٰذا) ایک سال بارہ مہینہ کا ہوتا ہے، ان میں چار مہینے حرمت وعزت والے ہیں جن میں تین مہینے مسلسل ہیں یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور ایک رجب کا مہینہ ہے جو کہ جمادی الاخریٰ اور ماہِ

---

[1] رقم الحديث ۴۶۶۲، كتاب تفسير القرآن، باب قوله إن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فى كتاب الله، دارطوق النجاة، بيروت، واللفظ لهٗ، و رقم الحديث ۳۱۹۷، مسلم رقم الحديث ۱۶۷۹، ابوداؤد رقم الحديث ۱۹۴۷، مسند احمد رقم الحديث ۲۰۳۸۶.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

شعبان کے درمیان واقع ہے (ترجمہ ختم)

اس آیتِ شریفہ اور حدیث شریف سے واضح ہوا کہ ان مہینوں کی جو ترتیب (یعنی محرم، رجب، ذُوالقعدہ، ذُوالحجہ) اسلام میں معروف ومشہور اور رائج ہے، وہ انسانوں کی اپنی بنائی ہوئی نہیں ہے، بلکہ ربُّ العالمین نے جس دن آسمان وزمین پیدا کیے تھے، اسی دن یہ ترتیب اوران کے ساتھ خاص مہینوں کے خاص احکام بھی متعین فرمادیئے تھے۔

ان احکام کو ان مہینوں کے مطابق رکھنا ہی دینِ مستقیم ہے، اوران میں اپنی طرف سے کمی، زیادتی اور ترمیم وتبدیلی کرنا فہم کے ٹیڑھے اور سوچ کے ناقص ہونے کی نشانی ہے۔

اوران مہینوں میں ان کے متعینہ احکام واحترام کی خلاف ورزی کرنا، اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو چھوڑ دینا، کوئی گناہ کرنا، اور عبادت میں کوتاہی کرنا دراصل اپنے اوپر ظلم ہے۔ [1]

---

[1] وَكَانَتْ شُهُورُ الْقَمَرِ ثَلَاثِينَ وَتِسْعَةً وَعِشْرِينَ فِيمَا يَتَعَلَّقُ بِهَا مِنْ أَحْكَامِ الشَّرْعِ وَلَمْ يَكُنْ لِنِصْفِ الْيَوْمِ الَّذِى هُوَ زِيَادَةٌ عَلَى تِسْعَةٍ وَعِشْرِينَ يَوْمًا حُكْمٌ فَكَانَ ذٰلِكَ هُوَ الْقِسْمَةُ الَّتِى قَسَمَ اللّٰهُ تعالى السَّنَةَ فِى ابْتِدَاءِ وَضْعِ الْخَلْقِ ثُمَّ غَيَّرَتْ الْأُمَمُ الْعَادِلَةُ عَنْ كَثِيرٍ مِنْ شَرَائِعِ الْأَنْبِيَاءِ هٰذَا التَّرْتِيبَ فَكَانَتْ شُهُورُ الرُّومِ بَعْضُهَا ثَمَانِيَةً وَعِشْرِينَ وَبَعْضُهَا ثَمَانِيَةً وَعِشْرِينَ وَنِصْفًا وَبَعْضُهَا وَاحِدًا وَثَلَاثِينَ وَذٰلِكَ عَلَى خِلَافِ مَا أَمَرَ اللّٰهُ تَعَالَى مِنْ اعْتِبَارِ الشُّهُورِ فِى الْأَحْكَامِ الَّتِى تَتَعَلَّقُ بِهَا ثُمَّ كَانَتْ الْفُرْسُ شُهُورُهَا ثَلَاثِينَ إِلَّا شَهْرًا وَاحِدًا وَهُوَ بادماه فَإِنَّهُ خَمْسَةٌ وَثَلَاثُونَ ثُمَّ كَانَتْ تَكْبِسُ فِى كُلِّ مِائَةٍ وَعِشْرِينَ سَنَةً شَهْرًا كَامِلًا فَتَصِيرُ السَّنَةُ ثَلَاثَةَ عَشَرَ أَخْبَرَ اللّٰهُ تَعَالَى أَنَّ عِدَّةَ شُهُورِ السَّنَةِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا لَا زِيَادَةَ فِيهَا وَلَا نُقْصَانَ وَهِىَ الشُّهُورُ الْقَمَرِيَّةُ الَّتِى إِمَّا أَنْ تَكُونَ تِسْعَةً وَعِشْرِينَ وَإِمَّا أَنْ تَكُونَ ثَلَاثِينَ وَلِذٰلِكَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ وَالشَّهْرُ ثَلَاثُونَ وَقَالَ صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَعُدُّوا ثَلَاثِينَ فَجَعَلَ الشَّهْرَ بِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ فَإِنْ اشْتَبَهَ لِغَمَامٍ أَوْ قَتَرَةٍ فَثَلَاثُونَ فَأَعْلَمَنَا اللّٰهُ بِقَوْلِهِ إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِى كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ والأرض يَعْنِى أَنَّ عِدَّةَ شُهُورِ السَّنَةِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا لَا زِيَادَةَ عَلَيْهَا وَأَبْطَلَ بِهِ الْكَبِيسَةَ الَّتِى كَانَتْ تَكْبِسُهَا الْفُرْسُ فَتَجْعَلُهَا ثَلَاثَةَ عَشَرَ شَهْرًا فِى بَعْضِ السَّنَةِ وَأَخْبَرَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ انْقِضَاءَ الشُّهُورِ بِرُؤْيَةِ الْهِلَالِ فَتَارَةً تِسْعَةٌ وَعِشْرُونَ وَتَارَةً ثَلَاثُونَ فَأَعْلَمَنَا اللّٰهُ فِى هٰذِهِ الْآيَةِ أَنَّهُ كَذٰلِكَ وَضَعَ الشهور والسنين فى ابتداء الخلق أخبر النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَوْدَ الزَّمَانِ إلى ما كان عليه وأبطل به مَا غَيَّرَهُ الْمُشْرِكُونَ مِنْ تَرْتِيبِ الشُّهُورِ وَنِظَامِهَا وَمَا زَادَ بِهِ فِى السِّنِينَ وَالشُّهُورِ وَأَنَّ الْأَمْرَ قَدْ اسْتَقَرَّ عَلَى مَا وَضَعَهُ اللّٰهُ تَعَالَى فِى الْأَصْلِ لِمَا عَلِمَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى من تعلق مصالح الناس فى عبادتهم وشرائعهم بكون الشهور وَالسِّنِينَ عَلَى هٰذَا الْوَجْهِ فَيَكُونُ الصَّوْمُ تَارَةً فِى الرَّبِيعِ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں سال کے بارہ مہینے مانے جاتے تھے اور ان میں سے چار'' یعنی ذُوالقعدہ، ذُوالحجہ، محرم اور رجب'' کے مہینے بڑے مبارک اور فضیلت وعظمت، ادب وشرافت، اعزاز واکرام اور احترام والے مہینے سمجھے جاتے تھے۔

تمام نبیوں کی شریعتیں اس بات پر متفق ہیں کہ ان چار مہینوں میں ہر عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے، اور اِن مہینوں میں کوئی گناہ کرے تو اس کا وبال بھی زیادہ ہوتا ہے۔

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی شریعتوں میں ان مہینوں کے اندر جہاد وقتال کرنا بھی منع تھا۔

ان چار مہینوں کو عربی زبان میں ''اَشْھُرِ حُرُمْ'' یعنی عظمت واحترام والے مہینے کہا جاتا ہے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وَتَارَةً فِى الصَّيُفِ وَأُخُرَى فِى الُخَرِيفِ وَأُخُرَى فِى الشِّتَاءِ وَكَذَلِكَ الُحَجُّ لِعِلُمِهِ بِالُمَصُلَحَةِ فِى ذَلِكَ (احکام القرآن للجصاص ج ۴ ص ۳۰۷، سورة التوبة)

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنُدَ اللَّهِ اثُنَا عَشَرَ شهرا -إلى قوله -حرم لَمَّا قَالَ تَعَالَى فِى مَوَاضِعَ أُخَرَ الُحَجُّ أشهر معلومات وقال يسئلونک عَنِ الأَهِلَّةِ قُلُ هِىَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالُحَجِّ فَعَلَّقَ بِالشُّهُورِ كَثِيرًا مِنُ مَصَالِحِ الدُّنُيَا وَالدِّينِ وَبَيَّنَ فِى هَذِهِ الُآيَةِ هَذِهِ الشُّهُورَ وَإِنَّمَا تُجُرَى عَلَى مِنُهَاجٍ وَاحِدٍ لا يُقَدَّمُ الُمُؤَخَّرُ مِنُهَا وَلَا يُؤَخَّرُ الُمُقَدَّمُ وَقَالَ إِنَّ عِدَّةَ الشهور عند الله وذلک يحتمل وجهين أحدهما أن الله وضم هَذِهِ الشُّهُورَ وَسَمَّاهَا بِأَسُمَائِهَا عَلَى مَا رَتَّبَهَا عَلَيُهِ يَوُمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالُأَرُضَ وَأَنُزَلَ ذَلِکَ عَلَى أَنُبِيَائِهِ فِى كُتُبِهِ الُمُنَزَّلَةِ وَهُوَ مَعُنَى قوله إن عدة الشهور عند الله وَحُكُمُهَا بَاقٍ عَلَى مَا كَانَتُ عَلَيُهِ لَمُ يُزِلُهَا عَنُ تَرُتِيبِهَا تَغُيِيرُ الُمُشُرِكِينَ لِأَسُمَائِهَا وَتَقُدِيمُ الُمُؤَخَّرِ وَتَأُخِيرُ الُمُقَدَّمِ فِى الُأَسُمَاءِ مِنُهَا وَذَكَرَ ذَلِکَ لَنَا لِنَتَّبِعَ أَمُرَ اللَّهِ فِيهَا وَنَرُفُضَ مَا كَانَ عَلَيُهِ أَمُرُ الُجَاهِلِيَّةِ مِنُ تَأُخِيرِ أَسُمَاءِ الشُّهُورِ وَتَقُدِيمِهَا وَتَعُلِيقِ الُأَحُكَامِ عَلَى الُأَسُمَاءِ الَّتِى رَتَّبُوهَا عَلَيُهَا وَلِذَلِکَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ فِى حَجَّةِ الُوَدَاعِ مَا رَوَاهُ ابُنُ عُمَرَ وأبو بكر أَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ قَالَ فى خطبته بالعقبة أَيُّهَا النَّاسُ إنَّ الزَّمَانَ قَدُ اسُتَدَارَ قَالَ ابُنُ عُمَرَ فَهُوَ الُيَوُمَ كَهَيُئَتِهِ يَوُمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالُأَرُضَ وَقَالَ أَبُو بَكُرَةَ قَدُ اسُتَدَارَ كَهَيُئَتِهِ يَوُمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالُأَرُضَ وَإِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنُدَ اللَّهِ اثُنَا عَشَرَ شَهُرًا مِنُهَا أَرُبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الُقِعُدَةِ وَذُو الُحِجَّةِ وَالُمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِى بَيُنَ جُمَادَى وَشَعُبَانَ وَإِنَّ النَّسِىءَ زِيَادَةٌ فِى الُكُفُرِ الُآيَةَ قَالَ ابُنُ عُمَرَ وَذَلِکَ أَنَّهُمُ كَانُوا يَجُعَلُونَ صَفَرَ عَامًا حَرَامًا وَعَامًا حَلَالًا وَيَجُعَلُونَ الُمُحَرَّمَ عَامًا حَلَالًا وَعَامًا حَرَامًا وَكَانَ النَّسِىءُ مِنُ الشَّيُطَانِ فَأَخُبَرَ النَّبِىُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الزَّمَانَ يَعُنِى زَمَانَ الشُّهُورِ قَدُ اسُتَدَارَ كَهَيُئَتِهِ يَوُمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالُأَرُضَ وَأَنَّ كُلَّ شَهُرٍ قَدُ عَادَ إِلَى الُمَوُضِعِ الَّذِى وَضَعَهُ اللَّهُ بِهِ عَلَى تَرُتِيبِهِ وَنِظَامِهِ (احکام القرآن للجصاص ج ۵ ص ۳۰۵، سورة التوبة)

Idara Ghufran

ان چار مہینوں کو عظمت اور احترام والے مہینے دو وجہ سے کہا گیا ہے، ایک تو اس وجہ سے کہ ان مہینوں میں جہاد وقتال حرام تھا، دوسرے اس وجہ سے کہ یہ مہینے عظمت وفضیلت اور ادب وشرافت والے ہیں، ان کا احترام ضروری ہے اور ان مہینوں میں عبادت کا ثواب زیادہ ملتا ہے۔

اِن دونوں میں سے پہلا حکم یعنی جہاد وقتال کا منع ہونا تو ہماری اسلامی شریعت میں منسوخ اور ختم ہوگیا اور اب ان مہینوں میں قتال وجہاد جائز ہے۔[1]

اور دوسرا حکم یعنی ادب واحترام اور عبادت کا اہتمام اب بھی اسلام میں باقی ہے۔

مفسّرِ عظیم امام ابوبکر جصّاص رحمہ اللہ اپنی تفسیر ''احکامُ القرآن'' میں فرماتے ہیں کہ:

ان متبرک مہینوں کا خاصہ یہ ہے کہ ان میں جو شخص کوئی عبادت کرتا ہے اس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق اور ہمّت ہوتی ہے، اسی طرح جو شخص کوشش کر کے ان مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں اور بُرے کاموں سے بچالے تو باقی

---

[1] اگرچہ اب بھی افضل یہی ہے کہ ان مہینوں میں بطورِ خود بلاضرورت جہاد وقتال کے لئے پیش قدمی نہ کی جائے۔

فلا بأس بالقتال فی الأشهر الحرم وهی ذی العقدة وذی الحجة ومحرم ورجب. وترک البداءة بالقتال فی الأشهر الحرم أفضل(فتاویٰ قاضیخان، ابواب القتال)

ثم نقل عن الخانية ان الافضل ان لایبتدأ به فی الاشهر الحرم(رد المحتار، ج۴ص ۱۲۳،کتاب الجهاد)

اور جہاد وقتال کی ممانعت کے منسوخ اور ختم ہونے سے ان مہینوں کی عظمت اور فضیلت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اس لئے کہ ان مہینوں کا احترام جہاد وقتال کی ممانعت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس کی ممانعت خود ان مہینوں کے احترام کی وجہ سے تھی یعنی ان مہینوں کے احترام کا ایک اثر اس ممانعت کی شکل میں تھا، جو کہ اب باقی نہیں رہا، لہٰذا اصل ان مہینوں کا عظمت واحترام والا ہونا اپنی حیثیت پر اب بھی برقرار ہے۔ محمد رضوان۔

وانماسميت الحرم لحرمتها وحرمة القتال فيها فی الجاهلية وبدء الاسلام ثم نسخت حرمة القتال فيها عندالجمهور (بذل االمجهود فی حل ابی داوٗد ج ۴ ص ۱۷۲ باب فی صوم اشهرالحرم)

فالجمهور قالوا ان حرمة القتال منسوخة لقوله تعالیٰ فاقتلواالمشركين حيث وجدتموهم واماتكثيرالثواب فی هذه الاشهرفقد ثبت بالاخبار فالحرمة بهذالمعنی موجودة فی شريعتنا والله اعلم (انجاح الحاجة حاشيه ابن ماجه باب صيام اشهرالحرم للشيخ عبدالغنی المجددی الدهلوی المدنی رحمه الله المتوفی ۱۲۹۵ هـ)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

سال کے مہینوں میں اس کو ان برائیوں سے بچنا آسان ہوجاتا ہے اس لئے ان مہینوں سے فائدہ نہ اٹھانا ایک عظیم نقصان ہے (معارف القرآن ج ۴ ص ۳۷۲، وانوار البیان ج ۴ ص ۳۷۳ بتغیر) [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّتِهٖ: أَيُّ يَوْمٍ أَعْظَمُ حُرْمَةً؟ قَالُوْا: يَوْمُنَا هٰذَا، قَالَ: فَأَيُّ شَهْرٍ أَعْظَمُ حُرْمَةً؟ قَالُوْا شَهْرُنَا هٰذَا، قَالَ: فَأَيُّ بَلَدٍ أَعْظَمُ حُرْمَةً؟ قَالُوْا: بَلَدُنَا هٰذَا، قَالَ: فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ، وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِيْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا (مسند احمد) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے (نو یا دس ذی الحجہ کے) خطبہ میں فرمایا کہ کون سا دن زیادہ حرمت وعظمت والا ہے؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ ہمارا یہی دن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون سا مہینہ زیادہ حرمت وعظمت والا ہے؟ تو صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ ہمارا یہ (ذی الحجہ کا) مہینہ،

---

[1] تَعْظِيمُ انْتِهَاكِ الْمَحَارِمِ فِيهَا بِأَشَدَّ مِنْ تَعْظِيمِهِ فِي غَيْرِهَا وَتَعْظِيمِ الطَّاعَاتِ فِيهَا أَيْضًا وَإِنَّمَا فَعَلَ اللَّهُ تَعَالَى ذَلِكَ لِمَا فِيهِ مِنَ الْمَصْلَحَةِ فِي تَرْكِ الظُّلْمِ فِيهَا لِعِظَمِ مَنْزِلَتِهَا فِي حُكْمِ اللَّهِ وَالْمُبَادَرَةِ إِلَى الطَّاعَاتِ من الاعتمار وَالصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ وَغَيْرِهَا كَمَا فَرَضَ صَلَاةَ الْجُمُعَةِ فِي يَوْمٍ بِعَيْنِهِ وَصَوْمَ رَمَضَانَ فِي وَقْتٍ مُعَيَّنٍ وَجَعَلَ بَعْضَ الْأَمَاكِنِ فِي حُكْمِ الطَّاعَاتِ وَمُوَاقَعَةُ الْمَحْظُورَاتِ أَعْظَمُ مِنْ حُرْمَةِ غَيْرِهِ نَحْوَ بَيْتِ اللَّهِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْمَدِينَةِ فَيَكُونُ تَرْكُ الظُّلْمِ وَالْقَبَائِحِ فِي هَذِهِ الشُّهُورِ وَالْمَوَاضِعِ دَاعِيًا إِلَى تركها في غيره ويصير فِعْلِ الطَّاعَاتِ وَالْمُوَاظَبَةِ عَلَيْهَا فِي هَذِهِ الشُّهُورِ وَهَذِهِ الْمَوَاضِعِ الشَّرِيفَةِ دَاعِيًا إِلَى فِعْلِ أَمْثَالِهَا فِي غَيْرِهَا لِلْمُرُورِ وَالِاعْتِيَادِ وَمَا يَصْحَبُ اللَّهُ الْعَبْدَ مِنْ تَوْفِيقِهِ عِنْدَ إقْبَالِهِ إلَى طَاعَتِهِ وَمَا يَلْحَقُ الْعَبْدَ مِنَ الْخِذْلَانِ عِنْدَ إكْبَابِهِ عَلَى الْمَعَاصِي وَاشْتِهَارِهِ وَأُنْسِهِ بِهَا فَكَانَ فِي تَعْظِيمِ بَعْضِ الشُّهُورِ وَبَعْضِ الْأَمَاكِنِ أَعْظَمُ الْمَصَالِحِ فِي الِاسْتِدْعَاءِ إلَى الطَّاعَاتِ وَتَرْكِ الْقَبَائِحِ وَلِأَنَّ الْأَشْيَاءَ تَجُرُّ إلَى أَشْكَالِهَا وَتُبَاعِدُ مِنْ أَضْدَادِهَا فَالِاسْتِكْثَارُ مِنَ الطَّاعَةِ يَدْعُو إلَى أَمْثَالِهَا وَالِاسْتِكْثَارُ مِنَ الْمَعْصِيَةِ يَدْعُو إلَى أَمْثَالِهَا (احكام القرآن للجصاص ج ۴ ص ۳۰۸، سُورَةُ بَرَاءة)

[2] رقم الحديث ۱۴۳۶۵، مؤسسة الرسالة، بيروت.

فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين. أبو صالح: هو ذكوان السمان.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پس تمہارے خون (یعنی جان) اور تمہارے مال، تم پر (یعنی ایک دوسرے پر) اسی طرح حرام ہیں، جس طرح تمہارے اس مہینے، اس دن اور اس شہر (یعنی حرم) کی عظمت وحرمت ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِىْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ: أَلَا إِنَّ أَحْرَمَ الْأَيَّامِ يَوْمُكُمْ هٰذَا، أَلَا وَإِنَّ أَحْرَمَ الشُّهُوْرِ شَهْرُكُمْ هٰذَا، أَلَا وَإِنَّ أَحْرَمَ الْبَلَدِ بَلَدُكُمْ هٰذَا، أَلَا وَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا، فِىْ شَهْرِكُمْ هٰذَا، فِىْ بَلَدِكُمْ هٰذَا، أَلَا هَلْ بَلَّغْتُ؟ قَالُوْا: نَعَمْ، قَالَ: اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ (سنن ابنِ ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے (نو یا دس ذی الحجہ کے) خطبہ میں فرمایا کہ خبردار! دنوں میں سب سے زیادہ عظمت وحرمت والا دن تمہارا یہ دن ہے، خبردار! مہینوں میں سب سے زیادہ عظمت وحرمت والا مہینہ تمہارا یہ مہینہ (یعنی ذی الحجہ) ہے، اور خبردار! تمام شہروں میں زیادہ عظمت وحرمت والا تمہارا یہ شہر (یعنی حرمِ مکہ) ہے، خبردار! اور تمہارے خون اور تمہارے مال، تم پر (یعنی ایک دوسرے پر) اسی طرح حرام ہیں، جس طرح تمہارے اس دن کی، اس مہینے کی، اس شہر کی عظمت وحرمت ہے، خبردار! کیا میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ بے شک، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! آپ اس پر گواہ ہو جائیے (ترجمہ ختم)

---

[1] رقم الحديث ٣٩٣١، كتاب الفتن، باب حرمة دم المؤمن وماله، دار إحياء الكتب العربية، مصر، واللفظ لهٗ، مسند احمد، رقم الحديث ١١٧٦٢.

فى حاشية مسند احمد: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غير على بن بحر :وهو ابن برى القطان، فقد روى له أبو داود والترمذى، والبخارى تعليقاً، وهو ثقة .عيسى بن يونس :هو ابن أبى إسحاق السبيعى، والأعمش :هو سليمان بن مهران، وأبو صالح :هو ذكوان السمان.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

سَیِّدُ الشُّھُوْرِ شَھْرُ رَمَضَانَ وَاَعْظَمُھَا حُرْمَۃً ذُوالْحِجَّۃِ (شعب الایمان للبیہقی) [۱]

ترجمہ: تمام مہینوں کا سردار رمضان کا مہینہ ہے اور تمام مہینوں میں زیادہ معظم و مکرم ذوالحجہ کا مہینہ ہے (ترجمہ ختم)

گزشتہ احادیث سے ذی الحجہ کے مہینہ کی فضیلت و عظمت معلوم ہوئی۔ [۲]

اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت ہے کہ:

اِخْتَارَ اللّٰہُ الْبِلَادَ فَأَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَی اللّٰہِ الْبَلَدُ الْحَرَامُ، وَاخْتَارَ الزَّمَانَ فَأَحَبُّ الزَّمَانِ إِلَی اللّٰہِ الْأَشْھُرُ الْحُرُمُ، وَأَحَبُّ الْأَشْھُرِ الْحُرُمِ إِلَی اللّٰہِ ذُو الْحِجَّۃِ، وَأَحَبُّ ذِی الْحِجَّۃِ إِلَی اللّٰہِ الْعَشْرُ الْأَوَّلُ، وَاخْتَارَ اللّٰہُ الْأَیَّامَ فَأَحَبُّ الْأَیَّامِ إِلَی اللّٰہِ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ، وَاخْتَارَ اللَّیَالِیَ مِنْھَا فَأَحَبُّ اللَّیَالِیِ إِلَی اللّٰہِ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ، وَاخْتَارَ اللّٰہُ

---

[۱] رقم الحدیث ۳۴۷۹، کتاب الصیام، باب تخصیص ایام العشر من ذی الحجۃ بالاجتہاد بالعمل فیہن الخ،مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع بالریاض ،فضائل الاوقات رقم الحدیث ۱۶۶.

قال الہیثمی:

رَوَاہُ الْبَزَّارُ ، وَفِیہِ یَزِیدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِکِ النَّوْفَلِیُّ (مجمع الزوائد ج۵ ص ۳۴۵)

قلت :وقد ورد فی حدیث صحیح ”أحرم الشہور شَہْرُکُمْ ہَذَا“ کما مر، وہو فی ہذا المعنی.

[۲] (سید الشہور شہر رمضان) أی ہو أفضلہا (وأعظمہا حرمۃ ذو الحجۃ) لأن فیہ یوم الحج الأکبر ویوم عید الأضحی قال شیخ الطریقین السہروردی :رمضان أفضل من الحجۃ وإذا قوبلت الجملۃ بالجملۃ وفضلت إحدی الجملتین علی الأخری لا یلزم تفضیل کل أفراد الجملۃ ویؤیدہ أن جنس الصلاۃ أفضل من جنس الصوم وصوم یوم أفضل من رکعتین(البزار) فی مسندہ (ہب عن أبی سعید) الخدری رمز المصنف لحسنہ ولیس کما قال فقد قال الہیثمی :فیہ یزید بن عبد الملک النوفلی ضعفوہ اہـ(فیض القدیر للمناوی، تحت حدیث رقم ۴۷۴۹، حرف السین)

قلت ولکن رمز المصنف صحیح کمامر.

وہذا کلہ یدل علی أن شہر ذی الحجۃ أفضل الأشہر الحرم؛ حیث کانَ أعظمہا حرمۃ .وروی عن الحسن :أن أفضلہا المحرم.وأما ما قالہ بعض الفقہاء الشافعیۃ :أن أفضلہا رجب :فقولہ ساقط مردود .واللہ تعالی أعلم(فتح الباری لا بن رجب، ج۹ص۲۰ ،أبواب العیدین،فضل العمل فی أیام التشریق)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

السَّـاعَاتِ فَأَحَبُّ سَاعَاتِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِلَى اللّٰهِ سَاعَاتُ الصَّلَوَاتِ الْـمَـكْتُوبَاتِ، وَاخْتَارَ اللّٰهُ الْكَلَامَ فَأَحَبُّ الْكَلَامِ إِلَى اللّٰهِ : لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ (تعظيم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزى) ۱؎

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے شہروں کو چُنا، جن میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب شہر بلدِ حرام (یعنی وہ شہر جو کہ حرم کی حد میں واقع ہے جو کہ مکہ مکرمہ) ہے، اور اللہ تعالیٰ نے زمانوں کو چُنا، جن میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب زمانہ عظمت والے (چار) مہینے (والا زمانہ) ہے، اور ان عظمت والے چار مہینوں میں اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ذی الحجۃ کا مہینہ ہے، اور ذی الحجہ کے مہینے میں اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب پہلا عشرہ ہے، اور اللہ تعالیٰ نے دِنوں کو بھی چُنا، اور دِنوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب جمعہ کا دن ہے، اور اللہ تعالیٰ نے راتوں کو بھی چُنا، جن میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب لیلۃُ القدر ہے، اور اللہ تعالیٰ نے (دن رات کی) ساعات وگھڑیوں کو بھی چُنا، پس اللہ تعالیٰ کو دن رات کی سب سے زیادہ محبوب ساعتیں فرض نمازوں کی ساعتیں ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے کلام کو بھی چُنا، پس اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب کلام ''لا الٰہ الا اللہ'' اور ''اللہ اکبر'' اور ''سبحان اللہ'' اور ''الحمدللہ'' ہے (ترجمہ ختم)

اور بعض روایات میں مہینوں میں سے رمضان کے مہینے کو، اور زمین کے خطوں میں سے مساجد کو چُننے کا بھی ذکر ہے (شعب الايمان، باب الصوم فى أشهر الحرم، رقم الحديث ۳۴۶۵)

لہٰذا ذُوالحجہ کے بابرکت مہینے کی قدر کرتے ہوئے اس مہینے میں گناہوں سے بچنے اور نیکی وتقوے کو اختیار کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

۱؎ ساعات الصلاة أفضل من غيرها، رقم الحديث ۲۲۶، مكتبة الدار -المدينة المنورة؛ واللفظ لهٗ؛ حلية الاولياء، الجزء السادس، صفحة ۱۵.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ ذُوالحجہ کا مہینہ عظمت وشرافت والے مہینوں میں سے ہے، جن کو عربی میں حرمت والے مہینے کہا جاتا ہے، اور ان مہینوں میں عبادت وطاعت کی خاص فضیلت اسلام میں اب بھی باقی ہے، اور روزہ بھی عبادت وطاعت میں داخل ہے، اس نقطۂ نظر سے اس مہینہ میں نفل روزہ رکھنا بھی باعثِ فضیلت ہے۔

اور حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا بطورِ خاص بعض احادیث میں ذکر بھی ملتا ہے، نیز بعض محدثین وفقہائے کرام کی تصریحات سے بھی ان حرمت والے چار مہینوں میں روزے رکھنے کا مستحب ومندوب ہونا ثابت ہے۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک صحابی کو خطاب کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ:

صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ وَيَوْمًا مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَ زِدْنِيْ فَإِنَّ بِيْ قُوَّةً قَالَ صُمْ يَوْمَيْنِ قَالَ زِدْنِيْ قَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ قَالَ زِدْنِيْ قَالَ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ وَقَالَ بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثَةِ فَضَمَّهَا ثُمَّ أَرْسَلَهَا (ابوداؤد) [2]

---

[1] وقال النووی فی زیادات الروضة افضل الاشهر للصوم بعدرمضان الاشهر الحرم ذوالقعده وذوالحجة والمحرم ورجب (فتح الملهم شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۱۸۶)

ویستحب صوم یوم الخمیس والجمعة والسبت من کل شهر حرام، والأشهر الحرم أربعة ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب ثلاثة سرد، وواحد فرد (الفتاوٰی الهندیة، ج ۱ ص ۲۰۱، کتاب الصوم اخیر باب الثالث)

صیام الاشهر الحرم وهی اربع ثلاثة متوالیة وهی ذوالقعدة وذوالحجة والمحرم وواحد منفرد وهورجب وهی افضل الشهور للصوم بعدرمضان وافضل الاشهرالحرم المحرم ثم رجب ثم باقی الحرم ثم بعد الحرم شعبان واستحباب صوم هذه الاشهرهوعند المالکیة والشافعیة واکتفی الحنابلة باستحباب صوم المحرم فهو عند هم افضل الصیام بعد صیام شهر رمضان ....وقال الحنفیة المندوب فی الاشهر الحرم ان یصوم ثلاثة ایام من کل منها وهی الخمیس والجمعة والسبت (الفقه الاسلامی وادلتهٔ ج ۳ ص ۱۶۴۳، النوع الرابع)

[2] رقم الحدیث ۲۴۲۸، کتاب الصوم، باب فی صوم أشهر الحرم، المکتبة العصریة، صیدا - بیروت، واللفظ لهٔ، ابن ماجة رقم الحدیث ۱۷۴۱، مسند احمد رقم الحدیث ۲۰۳۲۳، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث ۲۷۵۶، شعب الایمان رقم الحدیث ۳۴۶۳، المعجم الکبیر للطبرانی رقم الحدیث ۹۰۱.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: صبر یعنی رمضان کے مہینے کے روزے رکھو اور ہر مہینے میں ایک دن کا روزہ رکھ لیا کرو، ان صحابی نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے، لہٰذا میرے لئے اور اضافہ کر دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مہینے میں دو دن روزہ رکھ لیا کیجئے، پھر ان صحابی نے عرض کیا کہ میرے لئے اور اضافہ فرما دیجئے (کیونکہ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھ لیا کیجئے، پھر ان صحابی نے عرض کیا کہ میرے لئے اور اضافہ فرما دیجئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اَشْہُرِ حُرُم (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، اور رجب کے مہینوں) میں روزہ رکھو اور چھوڑو (آپ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی) اور آپ نے اپنی تین انگلیوں سے اشارہ فرمایا ان کو ساتھ ملا دیا پھر چھوڑ دیا (یعنی کہ ان مہینوں میں تین دن روزہ رکھو پھر تین دن ناغہ کرو اور اسی طرح کرتے رہو) (ترجمہ ختم)

اس حدیث میں ان چار مہینوں کے اندر روزہ رکھنے کا جو طریقہ بتلایا گیا ہے، ضروری نہیں کہ ہر شخص اس طریقہ پر عمل کرے بلکہ جس طرح اور جتنے روزے کوئی رکھ سکتا ہو، اجازت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کے لئے یہی طریقہ مناسب سمجھا تھا اس لئے ان کی شان اور حالت کے مطابق یہ طریقہ تجویز فرمایا۔

وضاحت: سال میں پانچ دن ایسے ہیں جن میں روزے رکھنا جائز نہیں۔

ان میں سے ایک عید الفطر (یعنی یکم شوال) کا دن ہے اور دوسرا عید الاضحیٰ (یعنی دس ذی الحجہ) کا دن ہے، اور باقی چار دن عید الاضحیٰ (یعنی دس ذی الحجہ) کے بعد ہیں، یعنی گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں ذی الحجہ۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهٰى عَنْ صَوْمِ خَمْسَةِ أَيَّامٍ فِي السَّنَةِ:

Idara Ghufran

يَوْمِ الْفِطْرِ وَيَوْمِ النَّحْرِ وَثَلَاثَةِ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ (سنن الدارقطنی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سال میں پانچ دنوں کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا، ایک عیدالفطر کے دن کا، اور دوسرے عیدالاضحیٰ کے دن کا، اور تین دن ایامِ تشریق (یعنی گیارہ، بارہ، تیرہ ذی الحجہ) کا (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهٰى عَنْ صِيَامِ هٰذِهِ الْأَيَّامِ الثَّلَاثَةِ -يَعْنِي: أَيَّامَ التَّشْرِيْقِ (مسند عبد بن حميد) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے ان تین دنوں یعنی ایامِ تشریق کے روزوں سے منع فرمایا (ترجمہ ختم)

اور بعض روایتوں میں عید کے دن سمیت ایامِ تشریق (یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ ذی الحجہ) کو کھانے پینے کے دن قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

---

[1] رقم الحديث ۲۴۰۹، كتاب الصيام، باب طلوع الشمس بعد الافطار، مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ، مسند ابی يعلیٰ، رقم الحديث ۲۹۱۳، ورقم الحديث ۴۱۱۷، الحجة على اهل المدينة، ج ۱، ص ۳۹۰، كتاب الصيام، بَاب الرجل ينسى صِيَام ثَلَاثَة ايام فِي الْحَج وَقد وَجب عَلَيْهِ.

وله شواهد كثيرة فلايضر الضعف فی بعض الاسناد . محمد رضوان

[2] رقم الحديث ۸۲۸، ج۲ص ۴۹، احاديث ابن عمر رضی الله عنهما ،دار بلنسية للنشر والتوزيع،رياض.

فی حاشية مسند احمد: أخرج عبد بن حميد(۸۳۰)وابن خزيمة(۲۱۴۸)من طريق عبد الرزاق، عن معمر، عن عاصم بن سليمان الأحول، عن المطلب بن عبد الله :دعا أعرابياً إلى طعام له، وذلک بعد النحر بيوم، فقال الأعرأبی :إنی صائم، فقال :إنی سمعت عبد الله بن عمر يقول : سمعت رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ينهى عن صيام هذه الأيام الثلاثة، يعنى أيام التشريق. وهذا إسناد جيد، وفيه تصريح المطلب بن عبد الله بن حنطب بالسماع من ابن عمر، وزعم بعض أهل العلم بأن روايته عن ابن عمر مرسلة(مسنداحمد،مسند عبد الله بن عمر رضی الله عنهما)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

وَهِيَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَّشُرْبٍ (سنن الترمذی) لے

ترجمہ: اور یہ کھانے اور پینے کے دن ہیں (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَلَا وَإِنَّ هٰذِهِ الْأَيَّامَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَّشُرْبٍ وَذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (ابوداؤد) ٢

ترجمہ: خبردار ہوجاؤ، یہ دن کھانے پینے اور اللہ عزوجل کے ذکر کے دن ہیں (ترجمہ ختم)

اور کھانے پینے کے دن ہونے سے اس طرف اشارہ ہے کہ ان دنوں میں روزہ رکھنے کے بجائے کھانا پینا عبادت ہے۔

ماہِ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی فضیلت

ویسے تو ذُوالحجہ کا پورا مہینہ ہی اپنی ذات میں خیر وبرکت والا مہینہ ہے، لیکن اس مہینہ کا پہلا عشرہ خصوصیت کے ساتھ مزید فضیلت کا حامل ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالْفَجْرِ. وَلَيَالٍ عَشْرٍ. وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ. (سورہ فجر آیت ۱تا۳)

ترجمہ: قسم ہے فجر کی، اور دس راتوں کی، اور جفت اور طاق کی (ترجمہ ختم)

لے رقم الحدیث ۷۷۳، ابواب الصوم، باب ما جاء فی کراھیة الصوم فی أیام التشریق، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی -مصر.

قال الترمذی: وَفِي البَابِ عَنْ عَلِيٍّ، وَسَعْدٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَجَابِرٍ، وَنُبَيْشَةَ، وَبِشْرِ بْنِ سُحَيْمٍ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُذَافَةَ، وَأَنَسٍ، وَحَمْزَةَ بْنِ عَمْرٍو الأَسْلَمِيِّ، وَكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ، وَعَائِشَةَ، وَعَمْرِو بْنِ العَاصِ، وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو :.وَحَدِيثُ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ: يَكْرَهُونَ الصِّيَامَ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ.

٢ رقم الحدیث ۲۸۱۳، کتاب الضحایا، باب فی حبس لحوم الأضاحی، المکتبة العصریة، بیروت.

قال الالبانی:

قلت: إسناده صحيح على شرط مسلم، وكذا قال الحاكم، ووافقه الذهبی، وصححه الترمذی وابن خزیمة وابن حبان والحاكم والذهبی(صحیح ابی داوٗد، تحت حدیث رقم ۲۰۹۰)

Idara Ghufran

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کئی چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے کسی چیز کی قسم کھانے سے یقینی طور پر اس چیز کی عظمت وفضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

پہلی چیز جس کی قسم کھائی گئی ''فجر'' یعنی صبح صادِق کا وقت ہے۔

ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد ہر روز کی صبح ہو کہ وہ عالَم میں ایک عظیم انقلاب لاتی ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ کی قدرتِ کاملہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے کسی خاص دن کی فجر مراد ہو(فِی صُوْرَۃِ لَامِ الْعَھْدِفِی الْفَجْرِ) [1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

(وَالْفَجْرِ) قَالَ: فَجْرُ النَّهَارِ (وَلَيَالٍ عَشْرٍ)قَالَ:عَشْرُ الْأَضْحٰى

(مستدرک حاکم) [2]

ترجمہ: قسم ہے فجر کی یعنی دن کی صبح کی، اور دس راتوں کی یعنی ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی دس راتوں کی (ترجمہ ختم)

اور بعض حضرات نے اس سے خاص دس ذُوالحجہ کی صبح مراد لی ہے۔

دوسری چیز جس کی قسم کھائی گئی ہے وہ دس راتیں ہیں۔

کئی مفسّرین مثلاً حضرت ابنِ عباس، حضرت قتادہ، حضرت مجاہد، حضرت سُدّی، حضرت ضحّاک اور حضرت کلبی رحمہم اللہ کے نزدیک ان دس راتوں سے مراد ذُوالحجہ کی ابتدائی دس راتیں ہیں، کیونکہ حدیث میں ان کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

تیسری اور چوتھی چیز جس کی قسم کھائی گئی ہے شفع اور وتر ہے، شفع کے لغوی معنیٰ جوڑ کے ہیں جس کو اردو میں جُفت کہتے ہیں اور وتر کے معنیٰ طاق اور فرد کے ہیں۔

---

[1] حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ الْحُدَّانِيُّ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مِحْصَنٍ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، كَانَ يَقُولُ فِي (الْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ) قَالَ " :الْفَجْرُ هُوَ الْمُحَرَّمُ فَجْرُ السَّنَةِ "(شعب الایمان للبیہقی،رقم الحدیث ۳۴۹۴)

[2] رقم الحديث ۳۹۲۷، كتاب التفسير، تفسير سورة والفجر، دارالكتب العلمية، بيروت .
قال الحاكم:هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، وَأَبُو نَصْرٍ هَذَا هُوَ الْأَسْوَدُ بْنُ هِلَالٍ "
وقال الذهبی فی التلخيص : صحيح.

Idara Ghufran

طاق اور جفت سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔

مگر حدیث میں جفت سے عید الاضحیٰ کا دن اور طاق سے عرفہ کا دن مراد ہونا بیان کیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ) عَشْرِ الْأُضْحِيَّةِ وَالْوِتْرِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَالشَّفْعِ يَوْمِ النَّحْرِ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی، یعنی ذی الحجہ کی دس راتوں کی، اور قسم ہے طاق کی یعنی عرفہ کے دن کی، اور قسم ہے جفت کی یعنی عید الاضحیٰ کے دن کی (ترجمہ ختم)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْعَشْرَ عَشْرُ الْأَضْحٰى، وَالْوِتْرَ يَوْمُ عَرَفَةَ، وَالشَّفْعَ يَوْمُ النَّحْرِ (مسند احمد) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس سے مراد ذی الحجہ کا پہلا عشرہ ہے، اور طاق سے مراد یومِ عرفہ ہے، اور جفت سے مراد عید الاضحیٰ کا دن ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهَا

---

[1] رقم الحدیث ۷۵۱۷، کتاب الاضاحی، دارالکتب العلمیة، بیروت.
قال الحاکم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ"
وقال الذهبی فی التلخیص: علی شرط مسلم.

[2] رقم الحدیث ۱۴۵۱۱، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ لهٗ، کشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحدیث ۲۲۸۶.
فی حاشیة مسند احمد: هذا إسناد لا بأس برجاله.
قال الهیثمی:
رواه البزار وأحمد، ورجالهما رجال الصحیح غیر عیاش بن عقبة وهو ثقة (مجمع الزوائد ج۷ ص۱۳۷)

Idara Ghufran

أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ يَعْنِيْ أَيَّامَ الْعَشْرِ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ: وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ، فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ (سنن ابی داؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ جس میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں اِن (ذی الحجہ کے) دس دنوں کے نیک عمل سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا یہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے بھی بڑھ کر ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے بھی بڑھ کر ہے، مگر وہ شخص جو جان اور مال لے کر اللہ کے راستے میں نکلے، پھر ان میں سے کوئی چیز بھی واپس لے کر نہ آئے (سب اللہ کے راستے میں قربان کردے، اور شہید ہو جائے یہ ان دنوں کے نیک عمل سے بھی بڑھ کر ہے) (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

مَا مِنْ عَمَلٍ أَزْكٰى عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا أَعْظَمَ أَجْرًا مِّنْ خَيْرٍ يَّعْمَلُهٗ فِيْ عَشْرِ الْأَضْحٰى. قِيْلَ: وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَالَ: وَلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ، قَالَ: وَكَانَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ إِذَا دَخَلَ أَيَّامُ الْعَشْرِ اِجْتَهَدَ اِجْتِهَادًا شَدِيْدًا حَتّٰى مَا يَكَادُ يَقْدِرُ عَلَيْهِ (سنن دارمی) [2]

---

[1] رقم الحديث ۲۴۳۸، واللفظ لہ، كتاب الصوم، باب فی صوم العشر، المكتبة العصرية، بيروت، بخاری، رقم الحديث ۹۶۹، ترمذی، رقم الحديث ۷۵۷، مسند احمد، رقم الحديث ۱۹۶۸.
فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين. مسلم البطين: هو مسلم بن عمران، ويقال: ابن أبی عمران الكوفی.

[2] رقم الحديث ۱۸۱۵، كتاب الصوم، باب فی فضل العمل فی العشر، دار المغنی للنشر والتوزيع، السعودية.
قال حسين سليم اسد دارانی: إسناده صحيح ((تعليق سنن دارمی)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: اللہ عزوجل کے نزدیک کوئی عمل زیادہ پاکیزہ اور اجر کے اعتبار سے زیادہ عظیم نہیں ہے، اس نیک عمل کے مقابلہ میں، جس کو انسان ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں کرتا ہے، عرض کیا گیا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا بھی (ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کے نیک عمل سے) افضل نہیں ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کے راستے میں جہاد کرنا بھی (اس سے) افضل نہیں ہے، سوائے اس آدمی کے کہ جو اپنی جان اور مال کے ساتھ (اللہ کے راستے میں) نکلا، پھر ان میں سے کوئی چیز بھی لوٹ کر نہیں لایا۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر (جو اس حدیث کے راوی ہیں) جب ذی الحجہ کا پہلا عشرہ داخل ہو جاتا تھا، تو انتہائی جدوجہد کرتے تھے، یہاں تک کہ (بعض اوقات) اس کی قدرت بھی نہیں ہوتی تھی (ترجمہ ختم)

اسی قسم کی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت جابر اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم وغیرہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

---

[1] عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :مَا مِنْ أَيَّامٍ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ الْعَمَلُ فِيهِنَّ مِنْ أَيَّامِ الْعَشْرِ .قِيلَ :وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ :لَا، إِلَّا مَنْ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، ثُمَّ لَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۱۷۵۶، واللفظ لهٗ، المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۰۴۵۵، مستخرج ابی عوانة، رقم الحديث ۳۰۲۷)

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :مَا مِنْ أَيَّامٍ أَفْضَلَ عِنْدَ اللهِ مِنْ أَيَّامِ الْعَشْرِ "قَالُوا :وَلَا مِثْلُهَا فِي سَبِيلِ اللهِ ؟ قَالَ " :إِلَّا مَنْ عَفَّرَ وَجْهَهُ فِي التُّرَابِ "(شرح مشكل الآثار للطحاوی، رقم الحديث ۲۹۷۳، واللفظ لهٗ، اخبارِ مكة للفاكهی، رقم الحديث ۱۷۰۱)

عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ :حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ اللهِ مَوْلَى عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ :حَدَّثَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو، وَنَحْنُ نَطُوفُ بِالْبَيْتِ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ فِيهَا أَحَبُّ إِلَى اللهِ تَعَالَى مِنْ أَيَّامِ الْعَشْرِ . "قَالُوا :يَا رَسُولَ اللهِ وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ ؟ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :وَلَا الْجِهَادُ، إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، ثُمَّ لَمْ يَرْجِعْ "(اخبارِ مكة للفاكهی، رقم الحديث ۶۷۰)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ :حَضَرْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذُكِرَ عِنْدَهُ أَيَّامُ الْعَشْرِ فَقَالَ: مَا مِنْ أَيَّامٍ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ الْعَمَلُ فِيهِ مِنْ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ قِيلَ :يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ فَأَكْبَرَهُ وَقَالَ :وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ وَكَانَ مُهْجَتُهُ فِيهِ (مسند الطيالسی، رقم الحديث ۲۳۹۷)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَفْضَلُ أَيَّامِ الدُّنْيَا أَيَّامُ الْعَشْرِ ، يَعْنِيْ: عَشْرَ ذِي الْحِجَّةِ (كشف الاستار عن زوائد البزار) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کے دنوں میں سب سے افضل دن ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کے دن ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ أَيَّامٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ، وَلَا أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنَ الْعَمَلِ فِيْهِنَّ مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ، فَأَكْثِرُوْا فِيْهِنَّ مِنَ التَّهْلِيْلِ ، وَالتَّكْبِيْرِ، وَالتَّحْمِيْدِ (مسند احمد) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عظیم اور زیادہ پسندیدہ نہیں ہیں، جن میں کوئی عمل کیا جائے، ذی الحجہ کے اِن دس دنوں کے مقابلہ میں، تو تم ان دس دنوں میں تہلیل اور تکبیر اور تحمید کی کثرت کیا کرو (ترجمہ ختم)

---

[1] رقم الحديث ١١٢٨ ،باب فى ايام العشر، مؤسسة الرسالة، بيروت.

قال الهيثمي:

رواه البزار، وإسناده حسن، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد ج۴ص۱۷)

[2] رقم الحديث ۵۴۴۶،مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ، شرح مشكل الآثار للطحاوى، رقم الحديث ٢٩٧١، مستخرج ابى عوانة، رقم الحديث ٣٠٢٤، مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ١۴١١٠.

فى حاشية مسند احمد: حديث صحيح.

وقال البوصيرى:

رواه أبوبكر بن أبي شيبة، وعبد بن حميد وأبويعلي، والبيهقي في الشعب بسند صحيح. وله شاهد من حديث عبدالله بن مسعود رواه الطبراني بإسناد صحيح (اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، ج٣ص١٧٠ ،باب العمل الصالح وفضله في عشر ذي الحجة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ أَيَّامٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰهِ، وَلَا أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعَمَلُ فِيهِنَّ مِنْ أَيَّامِ الْعَشْرِ فَأَكْثِرُوا فِيهِنَّ التَّسْبِيحَ، وَالتَّكْبِيرَ، وَالتَّهْلِيلَ (المعجم الكبير للطبرانی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عظیم اور زیادہ پسندیدہ نہیں ہیں، جن میں (نیک) عمل کیا جائے، ذی الحجہ کے دس دنوں کے مقابلہ میں، تو تم ان دس دنوں میں تسبیح، اور تکبیر اور تہلیل کی کثرت کیا کرو (ترجمہ ختم)

تہلیل سے مراد "لا الٰہ الا اللہ" اور تکبیر سے مراد "اللہ اکبر" اور تحمید سے مراد "الحمد للہ" اور تسبیح سے مراد "سبحان اللہ" یا ان جیسے وہ کلمات ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور بڑائی اور حمد وثناء اور تسبیح بیان کی گئی ہو۔

کیونکہ ذی الحجہ کا پہلا عشرہ انتہائی فضیلت کا حامل ہے، اور اس میں دوسری عبادتوں کی بھی فضیلت ہے، اسی کے ساتھ ساتھ ان اذکار کی بھی خاص فضیلت ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ١١١١٦، مكتبة ابنِ تيمية، القاهرة.

قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الكبير، ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، ج٤ص١٧، كتاب الأضاحی ،باب فی عشر ذی الحجة)

[2] (أفضل أيام الدنيا) خرج به أيام الآخرة فأفضلها يوم المزيد يوم يتجلى الله لأهل الجنة فيرونه (أيام العشر) أی عشر ذی الحجة لإجتماع أمهات العبادة فيه وهی الأيام التی أقسم الله بها فی التنزيل بقوله (والفجر وليال عشر) ولهذا سن الإكثار من التهليل والتكبير والتحميد فيه ونسبتها إلى الأيام كنسبة مواضع النسک إلى سائر البقاع ولهذا ذهب جمع إلى أنه أفضل من العشر الأخير من رمضان لكن خالف آخرون تمسكا بأن اختيار الفرض لهذا والنفل لذلک يدل على أفضليته عليه وثمرة الخلاف تظهر فيما لو علق نحو طلاق أو نذر بأفضل الأعشار أو الأيام .وقال ابن القيم: الصواب أن ليالی العشر الآخر من رمضان أفضل من ليالی عشر الحجة وأيام عشر الحجة أفضل من أيام عشر رمضان لأن عشر الحجة إنما فضل ليومی النحر وعرفة وعشر رمضان إنما فضل بليلة القدر وفيه فضل بعض الأزمنة على بعض(فيض القدير للمناوی، تحت حديث رقم ١٣٠١)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ (سورة الحج آيت نمبر ۲۸)

ترجمہ: اور چند مقرر دنوں میں اللہ کا نام لیں (ترجمہ ختم)

کئی مفسرین کے نزدیک ان مقرر دنوں سے ذی الحجہ کا پہلا عشرہ مراد ہے، کہ جس میں اللہ کے ذکر کی خاص فضیلت واہمیت ہے۔ [1]

---

[1] البتہ بعض مفسرین نے مقرر دنوں سے قربانی کے دن یا ایام تشریق مراد لئے ہیں۔

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ كنى بالذكر عن الذبح والنحر لاشتراطه فى حل الذبائح وتنبيها على انه المقصود مما يتقرب به الى الله فِيْ أَيَّامٍ مَعْلُوماتٍ يعنى عشر ذى الحجة وهو قول اكثر المفسرين قيل لها معلومات للحرص على علمها بحسابها من أجل كون وقت الحج فى آخرها وروى عن على رضى الله عنه انها يوم النحر وثلثة ايام بعده وفى رواية عطاء عن ابن عباس انها يوم عرفة والنحر وايام التشريق وقال مقاتل المعلومات التشريق(التفسير المظهرى، تحت آيت ۲۸ من سورة الحج)

وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عند النحر فِيْ أَيَّامٍ مَعْلُوماتٍ أى مخصوصات وهى أيام النحر كما ذهب إليه جماعة منهم أبو يوسف ومحمد عليهما الرحمة وعدتها ثلاثة أيام يوم العيد ويومان بعده عندنا وعند الثورى وسعيد بن جبير وسعيد بن المسيب لما روى عن عمر وعلى وابن عمر وابن عباس. وأنس وأبى هريرة رضى الله تعالى عنهم أنهم قالوا :أيام النحر ثلاثة أفضلها أولها، وقد قالوه سماعا لأن الرأى لا يهتدى إلى المقادير، وفى الأخبار التى يعول عليها تعارض فأخذنا بالمتيقن وهو الأقل، وقال الشافعى والحسن وعطاء :أربعة أيام يوم العيد وثلاثة بعده

لقوله صلّى الله عليه وسلّم :أيام التشريق كلها أيام ذبح.

وعند النخعى وقت النحر يومان، وعند ابن سيرين يوم واحد، وعند أبى سلمة وسليمان بن يسار الأضحى إلى هلال المحرم ولم نجد فى ذلك مستندا يعول عليه. واستدل بذكر الأيام على أن الذبح لا يجوز ليلا، قال أبو حيان :وهو مذهب مالك وأصحاب الرأى انتهى. والمذكور فى كتب الأصحاب أنه يجوز الذبح إلا أنه يكره لاحتمال الغلط فى ظلمة الليل.

وأما الاستدلال على عدم الجواز بذكر الأيام فكما ترى، وقيل الأيام المعلومات عشر ذى الحجة وإليه ذهب أبو حنيفة عليه الرحمة وروى عن ابن عباس والحسن وإبراهيم وقتادة ولعل المراد بذكر اسمه تعالى على هذا ما قيل حمده وشكره عز وجل وعلى الأول قول الذابح :بسم الله والله أكبر على ما روى عن قتادة، وذكر أنه يقال مع ذلك :اللهم منك ولك عن فلان، وسيأتى إن شاء الله تعالى قول آخر. ورجح كونه بمعنى الشكر بأنه أوفق بقوله تعالى :عَلى ما رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعامِ(تفسير روح المعانى، تحت آيت ۲۸ من سورة الحج)

(وَيَذْكُرُواْ اسم الله فِيْ أَيَّامٍ معلومات) أى عشر ذى الحجة أو يوم عرفة أو يوم النحر إلى آخر أيام التشريق أقوال(تفسير الجلالين، تحت آيت ۲۸ من سورة الحج)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بعض روایات میں ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں نیک عمل کرنے کی اور بھی فضیلت آئی ہے۔ [1]

اور بعض روایات میں عیدالاضحیٰ کے دن سے پہلے ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں نفلی روزے رکھنے کی بھی عظیم فضیلت آئی ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُوماتٍ عَلى ما رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعامِ،فَرُوِىَ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عُمَرَ أَنَّ الْمَعْلُومَاتِ يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَان بَعْدَهُ،وَاذْبَحْ فِي أَيِّهَا شِئْتَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ الْمَعْلُومَاتُ أَيَّامُ النَّحْرِ وَالْمَعْدُودَاتِ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ وَذَكَرَ الطَّحَاوِيُّ عَنْ شَيْخِهِ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي عِمْرَانَ عَنْ بِشْرِ بْنِ الْوَلِيدِ الْكِنْدِيِّ الْقَاضِي قَالَ كَتَبَ أَبُو الْعَبَّاسِ الطُّوسِيُّ إلَى أَبِي يوسف يسئله عَنْ الْأَيَّامِ الْمَعْلُومَاتِ فَأَمْلَى عَلَيَّ أَبُو يُوسُفَ جَوَابَ كِتَابِهِ اخْتَلَفَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا.

فَرُوِىَ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عُمَرَ أَنَّهَا أَيَّامُ النَّحْرِ.وَإِلَى ذَلِكَ أَذْهَبُ لِأَنَّهُ قَالَ عَلى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعامِ وَذَلِكَ فِي أَيَّامِ النَّحْرِ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَالْحَسَنِ وَإِبْرَاهِيمَ أَنَّ الْمَعْلُومَاتِ أَيَّامُ الْعَشْرِ وَالْمَعْدُودَاتِ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ وَرَوَى مَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ مِثْلَ ذَلِكَ وَرَوَى ابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْله تعالى وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُوداتٍ يَوْمُ النَّحْرِ وَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَهُ وَذَكَرَ أَبُو الْحَسَنِ الْكَرْخِيُّ أَنَّ أَحْمَدَ الْقَارِيّ رَوَى عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّ الْمَعْلُومَاتِ الْعَشْرُ وَعَنْ مُحَمَّدٍ أَنَّهَا أَيَّامُ النَّحْرِ الثَّلَاثَةُ يَوْمُ الْأَضْحَى وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ وَذَكَرَ الطَّحَاوِيُّ أَنَّ مِنْ قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ أَنَّ الْمَعْلُومَاتِ الْعَشْرُ وَالْمَعْدُودَاتِ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ وَالَّذِي رَوَاهُ أَبُو الْحَسَنِ عَنْهُمْ أَصَحُّ(احكام القرآن جصاص، تحت آيت ۲۸ من سورة الحج، بَابُ الْأَيَّامِ الْمَعْلُومَاتِ)

[1] حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ مُوسَى، قَالَ :سَمِعْتُ الْحَسَنَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ، قَالَ " :كَانَ يُقَالُ فِي أَيَّامِ الْعَشْرِ بِكُلِّ يَوْمٍ أَلْفٌ، وَيَوْمُ عَرَفَةَ عَشْرَةُ آلَافِ يَوْمٍ ."يَعْنِي فِي الْفَضْلِ(شعب الايمان للبيهقى،رقم الحديث ۳۴۸۸)

قال المنذرى:

رواه البيهقي والأصبهاني وإسناد البيهقي لا بأس به(الترغيب والترهيب ، ج۲ص ۱۲۸ ، كتاب الحج)

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ مَزْيَدَ، أَخْبَرَنِي أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، قَالَ " :بَلَغَنِي أَنَّ الْعَمَلَ فِي الْيَوْمِ مِنْ أَيَّامِ الْعَشْرِ كَقَدْرِ غَزْوَةٍ فِي سَبِيلِ اللهِ، يُصَامُ نَهَارُهَا وَيُحْرَسُ لَيْلُهَا إِلَّا أَنْ يُخْتَصَّ امْرُؤٌ بِشَهَادَةٍ ."قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ :حَدَّثَنِي بِهَذَا الْحَدِيثِ رَجُلٌ مِنْ قُرَيْشٍ مِنْ بَنِي مَخْزُومٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ(شعب الايمان للبيهقى،رقم الحديث ۳۴۷۷)

[2] عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :مَا مِنْ أَيَّامٍ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ أَنْ يُتَعَبَّدَ لَهُ فِيهَا مِنْ عَشْرِ ذِي الحِجَّةِ، يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ، وَقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ القَدْرِ(ترمذى، رقم الحديث ۷۵۸،واللفظ لهٗ،سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۱۷۲۸ ، شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ۳۴۸۰،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور اسی وجہ سے عیدالاضحیٰ کے دن سے پہلے ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں حسبِ استطاعت نفلی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مستخرج ابی عوانة، رقم الحديث ۳۰۲۱، مسند البزار، رقم الحديث ۷۸۱۶)

قال الترمذی:

هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مَسْعُودِ بْنِ وَاصِلٍ، عَنِ النَّهَّاسِ. وَسَأَلْتُ مُحَمَّدًا، عَنْ هَذَا الحَدِيثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ مِنْ غَيْرِ هَذَا الوَجْهِ مِثْلَ هَذَا وَقَدْ رُوِيَ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا شَيْءٌ مِنْ هَذَا وَقَدْ تَكَلَّمَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ فِي نَهَّاسِ بْنِ قَهْمٍ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ.

وقال المنذری:

رواه الترمذی وابن ماجه والبيهقی وقال الترمذی حديث غريب لا نعرفه إلا من حديث مسعود بن واصل عن النهاس بن قهم وسألت محمدا يعنی البخاری عن هذا الحديث فلم يعرفه من غير هذا الوجه،قال الحافظ روى البيهقی وغيره عن يحيى بن عيسى الرملی،حدثنا يحيى بن أيوب البجلی عن عدی بن ثابت وهؤلاء الثلاثة ثقات مشهورون تكلم فيهم(الترغيب والترهيب ، ج۲ص۱۲۷، ۱۲۸،كتاب الحج)

أخبرنا أبو القاسم عبد الواحد بن علی بن فهد ببغداد، ثنا أبو الفتح بن أبی الفوارس، أنا أبو إسحاق: إبراهيم بن محمد بن حمدان البخاری قدم علينا، ثنا عثمان بن عبد الله، عن قتادة، عن سعيد بن المسيب، عن أبی هريرة -رضی الله عنه- قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أحب الأعمال إلى الله -عز وجل- ما عمل فی عشر ذی الحجة العمل يضاعف فيها ما لا يضاعف فی غيرها، صيام يوم منها يعدل صيام سنة وقيام ليلة منها يعدل قيام ليلة القدر(الترغيب والترهيب لقوام السنة للاصبهانی، رقم الحديث ۳۷۲)

عن عطاء بن أبی رباح، عن ابن عباس -رضی الله عنه- قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كل يوم من أيام العشر يعدل صومه صوم سنة، وعرفة سنتين، وعاشوراء سنة. وليلة جمع تعدل بليلة القدر(الترغيب والترهيب لقوام السنة للاصبهانی، رقم الحديث ۳۶۹)

حَدَّثَنَا علی بن إسماعيل، حَدَّثَنَا عامر بن سيار، حَدَّثَنا مُحَمد بْنُ عَبد الْمَلِكِ، حَدَّثَنا مُحَمد بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ أَيَّامَ الْعَشْرِ كُتِبَ لَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ صَوْمُ سَنَةٍ غَيْرَ عَرَفَةَ فَإِنَّهُ مَنْ صَامَ يَوْمَ عَرَفَةَ كُتِبَ لَهُ صَوْمُ سَنَتَيْنِ (الكامل لابن عدی ج۷ص۳۴۷)

حديث: من صام أيام العشر؛ كتب له بكل يوم صوم سنة غير عرفة، فانه من صام يوم عرفة؛ كتب له صوم سنتين. رواه محمد بن عبد الملك الأنصاری: عن محمد بن المنكدر، عن جابر. ومحمد متروك الحديث (ذخيرة الحفاظ،تحت رقم الحديث ۵۳۸۲)

عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ صَامَ يَوْمًا مِنْ شَهْرٍ حَرَامٍ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ يومٍ شَهْرًا وَمَنْ صَامَ أَيَّامَ الْعَشْرِ كَانَ لَهُ بِكُلِّ يومٍ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

روزے رکھنا مستحب ہے، جبکہ نو ذی الحجہ کے روزے کی خصوصیت کے ساتھ عظیم فضیلت ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حَسَنَةٌ(فضائل شهر رجب للخلال، رقم الحديث ۵)

عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا مِنْ شَهْرٍ حَرَامٍ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ يَومٍ شَهْرًا وَمَنْ صَامَ أَيَّامَ الْعَشْرِ كَانَ لَهُ بِكُلِّ يَومٍ حَسَنَةٌ(فضائل شهر رجب للخلال، رقم الحديث ۱۵)

عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ :مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمًا فِي الْعَشْرِ قَطُّ(مسلم، رقم الحديث ۱۱۷۶، واللفظ له ، ابوداوٗد، رقم الحديث ۲۴۳۹، مسنداحمد، رقم الحديث ۲۴۹۲۶)

۱؎ ولا يرد على ذلك ما رواه أبو داود وغيره عن عائشة قالت ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم صائما العشر قط لاحتمال أن يكون ذلك لكونه كان يترك العمل وهو يحب أن يعمله خشية أن يفرض على أمته(فتح البارى لابنِ حجر، ج۲ ص۴۶۰، قوله باب فضل العمل فى أيام التشريق)

لَا يُعْتَرَضُ عَلَى هَذَا الْحَدِيثِ بِمَا رُوِيَ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ :مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمًا الْعَشْرَ قَطُّ، انْتَهَى .أَخْرَجُوهُ 3فِي "الصَّوْمِ "إلَّا الْبُخَارِيَّ، وَفِي لَفْظٍ لِمُسْلِمٍ :4لَمْ يُرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمًا الْعَشْرَ قَطُّ، وَرَجَّحَ التِّرْمِذِيُّ الرِّوَايَةَ الْأُولَى، فَإِنَّ بَعْضَ الْحُفَّاظِ، قَالَ: يُحْتَمَلُ أَنْ تَكُونَ عَائِشَةُ لَمْ تَعْلَمْ بِصِيَامِهِ عليه السلام، فَإِنَّهُ كَانَ يَقْسِمُ لِتِسْعِ نِسْوَةٍ، فَلَعَلَّهُ لَمْ يَتَّفِقْ صِيَامُهُ فِي نَوْبَتِهَا، وَيَنْبَغِي أَنْ يُقْرَأَ :لَمْ يُرَ، مبنية للفاعل، لتتفق الروايتين، عَلَى أَنَّ حَدِيثَ الْمُثْبِتِ أَوْلَى مِنْ حَدِيثِ النَّافِي، وَقِيلَ :إذَا تَسَاوَيَا فِي الصِّحَّةِ، يُؤْخَذُ بِحَدِيثِ هُنَيْدَةَ، أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُد 5. وَالنَّسَائِيُّ، عَنْ هُنَيْدَةَ عَنْ امْرَأَةٍ عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ :كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ تِسْعَ ذِي الْحِجَّةِ، وَيَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَأَوَّلَ اثْنَيْنِ مِنْ الشَّهْرِ، وَالْخَمِيسَ، وَهُوَ ضَعِيفٌ، قَالَ الْمُنْذِرِيُّ فِي "مُخْتَصَرِهِ :"اُخْتُلِفَ فِيهِ عَلَى هُنَيْدَةَ، فَرُوِيَ كَمَا ذَكَرْنَا، وَرُوِيَ عَنْهُ عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرُوِيَ عَنْهُ عَنْ أُمِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، مُخْتَصَرًا، انْتَهَى(نصب الراية لاحاديث الهداية،كتاب الصلاة، باب ادارك الفريضة)

وأما خبر مسلم عن عائشة لم ير رسول الله صلى الله عليه وسلم صائما العشر قط وخبرها ما رأيته صامه فلا يلزم منه عدم صيامه فإنه كان يقسم لتسع فلم يصمه عندها وصامه عند غيرها كذا ذكره جمع وأقول :ولا يخفى ما فيه إذ يبعد كل البعد أن يلازم فى عدة سنين عدم صومه فى نوبتها دون غيرها فالجواب الحاسم لعرق الشبهة أن يقال المثبت مقدم على النافى على القاعدة المقررة عندهم وزعم بعض أهل الكمال أن الرواية فى خبر عائشة ير بمثناة تحتية وبنائه للمجهول(فيض الحديث للمناوى، تحت رقم الحديث ۸۰۱۳)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ ذُوالحجہ کے مہینہ کے پہلے دس دنوں کی بڑی فضیلت اور اہمیت ہے۔
دراصل یہ عشرہ حج کا عشرہ ہے اور ان دنوں کا خاص عمل حج ہے، لیکن حج مکہ معظّمہ جا کر ہی ہوسکتا ہے، پس جو لوگ وہاں نہیں جاسکتے ان کو اپنی جگہ رہتے ہوئے ان دنوں میں خاص فضیلت عطا کردی گئی ہے۔
لہٰذا ان مُبارک دنوں میں غیر ضروری تعلُّقات سے ہٹ کر اللہ جَلَّ شانہٗ کی عبادت اور اطاعت بہت لگن اور توجہ کے ساتھ کرنی چاہئے اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہنا اور ذکر وفکر، تسبیح وتلاوت، صدقہ، خیرات اور نیک اعمال میں کچھ نہ کچھ اضافہ کرنا اور گناہوں سے بچنا چاہئے اور نفلی روزوں کا بھی جہاں تک ہوسکے اہتمام کرنا چاہئے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وعن عائشة -رضی الله عنها -قالت :ما رأيت رسول الله -صلى الله عليه وسلم -صائما فى العشر) أى العشر الأول من ذى الحجة (قط) قيل :دل الحديث المشهور وهو ما من أيام أحب إلى الله أن يتعبد له فيها من عشر ذى الحجة، يعدل صيام كل يوم منها بصيام سنة، وقيام كل ليلة منها بقيام ليلة القدر، على أن صوم تسعة أيام من أول ذى الحجة سنة فكيف لا يصوم، وقول عائشة :ما رأيت . .إلخ لا ينافى كونها سنة إذا جاز أنه -صلى الله عليه وسلم -يصوم ولا تعلم هى، وإذا تعارض النفى والإثبات فالإثبات أولى، ذكره الطيبى، وفيه أن الإثبات أولى على فرض الإثبات، وأما على احتماله فلا مع بعد أنه -صلى الله عليه وسلم -يصوم وهى لا تعلم، ومن جملة الأيام أوقات نوبتها وقولها قط ينفى القول بحمل الرؤية على الرؤية العلمية، وأيضا عدم صيامه لا ينافى كونها سنة لأنها كما تثبت بالفعل تثبت بالقول، وقد حث النبى -صلى الله عليه وسلم -ورغب فى صيامها بما ذكر من الثواب، ولعله كان يحصل له -صلى الله عليه وسلم -فيها ما يقتضى اختيار الفطر على الصوم، ولذا ما كاد يصوم يوما ويفطر يوما، مع أنه قال " :أحب الصيام إلى الله صيام داود -صلى الله عليه وسلم " -وسيأتى فى الحديث الآتى بعض ما يناسب المقام، ثم رأيت أنه روى أحمد وأبو داود والنسائى أنه -صلى الله عليه وسلم -كان يصوم تسع الحجة فهو محمول على أنه كان يصومها أحيانا(مرقاة المفاتيح، ج۴ص ۱۴۱۳، باب صيام التطوع)

[1] الاحاديث فى فضل صيام ايام عشر ذى الحجة وردفيهااحاديث صحيحة وردت فى كتب الستة واما ما ورد فى فضل مايعادل صوم كل يوم وفضل قيام ليلتها فلقداخرج الترمذى فى جامعه كتاب الصوم باب ماجاء فى العمل فى ايام العشر(حاشيه كنزالعمال ج ۸ ص ۵۷۹ اداره تاليفات اشرفيه ملتان)

ويستحب الاجتهاد فى عمل الخير ايام العشر من الذكر والصيام والصدقة وسائر اعمال البر(المغنى لابن قدامه ج ۲ ص ۲۵۹)

Idara Ghufran

پہلے عشرہ میں بال اور ناخن نہ کاٹنا

اُمُّ المؤمنین حضرت امِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ، وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُّضَحِّيَ، فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهٖ وَأَظْفَارِهٖ (مسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ذُوالحجہ کا چاند دیکھ لو، اور تم میں سے کسی کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو وہ اپنے بال اور ناخن کاٹنے سے رک جائے (ترجمہ ختم)

اس جیسی احادیث کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے فقہائے کرام نے فرمایا کہ قربانی کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ ذُوالحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی کرنے تک اپنے ناخن نہ کاٹے اور سر، بغل اور ناف کے نیچے، بلکہ بدن کے کسی حصہ کے بھی بال نہ کاٹے۔

لیکن یاد رہے کہ ایسا کرنا مستحب ہے ضروری نہیں۔

لہٰذا اگر کوئی شخص قربانی سے پہلے ایسا کرلے تو بھی کوئی گناہ نہیں ہے اور اس سے قربانی میں کوئی خلل نہیں آتا۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۱۹۷۷، كتاب الصيد والذبائح، باب نهى من دخل عليه عشر ذى الحجة وهو مريد التضحية أن يأخذ من شعره، أو أظفاره شيئا، داراحياء التراث العربى، بيروت، واللفظ لهٗ، سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۳۱۵۰، شرح معانى الآثار، رقم الحديث ۶۲۴۶.

[2] (وعن أم سلمة قالت: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم-: إذا دخل العشر) أى: أول عشر ذى الحجة. (وأراد) أى: قصد. (بعضكم أن يضحى): سواء وجب عليه الأضحية، أو أراد التضحية على الجهة التطوعية، فلا دلالة فيه على الفرضية، ولا على السنية.........والحاصل أن المسألة خلافية، فالمستحب لمن قصد أن يضحى عند مالك والشافعى أن لا يحلق شعره، ولا يقلم ظفره حتى يضحى، فإن فعل كان مكروها. وقال أبو حنيفة: هو مباح، ولا يكره، ولا يستحب. وقال أحمد: بتحريمه كذا فى رحمة الأمة فى اختلاف الأئمة. وظاهر كلام شراح الحديث من الحنفية أنه يستحب عند أبى حنيفة فمعنى قوله: رخص. أن النهى للتنزيه فخلافه خلاف الأولى، ولا كراهة فيه خلافا للشافعى (مرقاة، ج۳ص ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، باب فى الاضحية)

وماوردفى صحيح مسلم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ”اذا دخل العشر واراد بعضكم ان يضحى فلايأخذن شعراً ولايقلمن ظفرا“ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

البتہ قربانی سے پہلے اگر چالیس دن گذر گئے ہوں تو پھر ناخن کاٹنا اور ناف کے نیچے اور بغل کے بالوں کی صفائی ضروری ہے۔ ؎۱

یاد رہے کہ کم از کم ایک مٹھی کی مقدار ڈاڑھی رکھنا ہمیشہ واجب ہے اور اس سے کم کرنا یا مونڈنا جائز نہیں۔ ؎۲

نو ذُوالحجہ اور اِس دن کے روزہ کے فضائل واحکام

نو ذُوالحجہ کا دن مبارک دن ہے، نو ذی الحجہ کے دن حج کا سب سے بڑا رُکن ''وقوفِ عرفہ'' ادا ہوتا ہے؛ اور اس دن بے شمار لوگوں کی بخشش اور مغفرت کی جاتی ہے، اسلام کے تکمیلی رُکن، حج کا سب سے عظیم رُکن اس دن میں ادا ہونا اس دن کی فضیلت کی بڑی دلیل ہے۔

لیکن عرفات کے میدان میں پہنچ کر تو فضیلت حجاجِ کرام ہی حاصل کر سکتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے اس دن کی برکات سے غیر حاجیوں کو بھی محروم نہیں فرمایا؛ اور اس دن روزے کی عظیم الشان فضیلت مقرر کر کے سب کو اس دن کی فضیلت سے اپنی شان کے مطابق مستفید ہونے کا موقع عنایت فرمادیا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فھٰذا محمول علی الندب دون الوجوب بالاجماع، فظھر قولهٗ ولایجب التاخیر الاان نفی الوجوب لاینافی الاستحباب فیکون مستحباالاان استلزم الزیادة علٰی وقت اباحةالتاخیرونھایتهٗ مادون الاربعین فلایباح فوقھا .قال فی القنیة الافضل ان یقلم اظفاره ویقص شاربهٗ ویحلق عانتهٗ وینظف بدنهٗ بالاغتسال فی کل اسبوع والا ففی کل خمسة عشر یوماًولاعذر فی ترکه وراء الاربعین ویستحق الوعید فالاول افضل والثانی الاوسط والاربعون الابعد اھ (ردالمحتار ج ۲ ص ۱۸۱ کتاب الصلاةباب العیدین ،مطلب فی إزالة الشعر والظفر فی عشر ذی الحجة)

(کذا فی الھندیة ،ج ۵ ص۳۵۷ کتاب الکراھیة ،الباب التاسع)

؎۱ وُقِّتَ لَنَا فِیْ قَصِّ الشَّارِبِ وَتَقْلِیْمِ الْاَظْفَارِ وَنَتْفِ الْاِبِطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ اَنْ لَّانَتْرُکَ اَکْثَرَمِنْ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً(مسلم رقم الحدیث ۲۵۸ ،باب خصال الفطرة، عن انس)

؎۲ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :أَوْفُوْا اللُّحٰی، وقُصُّوْا الشَّوَارِبَ قَالَ :وَکَانَ إِبْرَاهِیْمُ خَلِیْلُ الرَّحْمٰنِ، یُوَفِّیْ لِحْیَتَهٗ، ویَقُصُّ شَارِبَهٗ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۱۷۲۴، عن ابنِ عباس) والتفصیل فی المطولات.

Idara Ghufran

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ. وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ. وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ (سورہ بروج، آیت نمبر ۱ تا ۳، پ ۳۰)

ترجمہ: قسم ہے آسمان کی جس میں بُرج ہیں اور اُس دن کی جس کا وعدہ ہے، اور اُس دن کی جو حاضر ہوتا ہے اور اُس کی کہ جس کے پاس حاضر ہوتے ہیں (ترجمہ ختم)

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہد سے جمعہ کا دن مراد ہے اور مشہود سے عرفہ کا دن مراد ہے اور یومِ موعود سے قیامت کا دن مراد ہے۔ جمہور مفسرین نے اسی تفسیر کو اختیار فرمایا ہے، اگرچہ اس سلسلہ میں بعض دوسری تفسیریں بھی منقول ہیں۔

بہرحال اس آیت کی راجح اور مشہور تفسیر کے مطابق ''یومِ موعود'' (یعنی جس دن کا وعدہ ہے) سے مراد قیامت کا دن اور ''شاہد'' (یعنی وہ دن جو حاضر ہوتا ہے) سے مراد جمعہ کا دن ہے اور ''مشہود'' (یعنی جس کے پاس حاضر ہوتے ہیں) سے مراد عرفہ کا دن ہے۔ [1]

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْيَوْمُ الْمَوْعُوْدُ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، وَالْيَوْمُ الْمَشْهُوْدُ يَوْمُ عَرَفَةَ، وَالشَّاهِدُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ (ترمذی) [2]

---

[1] عرفہ کے دن کیونکہ حجاجِ کرام اپنے اپنے مقامات سے سفر کر کے عرفات میں جمع ہوتے ہیں، اس اعتبار سے وہ دن مشہود و مقصود ہے، اور جمعہ کا دن ہر جگہ والوں پر خود آتا ہے، اس اعتبار سے وہ شاہد ہے، شاہد کے معنیٰ ہیں حاضر ہونے والا اور مشہود جو حاضر کیا جائے (کذا فی بیان القرآن)

وقال :الأكثرون على أن الشاهد :يوم الجمعة، والمشهود :يوم عرفة(ابن كثير، ج۸ ص ۳۶۶، تحت سورة البروج)

[2] رقم الحديث ۳۳۳۹، واللفظ لهٗ، شعب الايمان للبيهقى رقم الحديث ۳۳۸۲، المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ۱۰۸۷، الكامل لابنِ عدى، ج۲ ص ۲۱۹.

قال الملاعلى القارى:

أقول :لكن يقويه أحاديث أخر من المتقدم ذكرها وغيرها(مرقاة المفاتيح ج۳ص۱۰۱۷، باب الجمعة)

وقال الالبانى:حسن (صحيح وضعيف سنن الترمذى، حواله بالا)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''یومِ موعود'' قیامت کا دن ہے، اور ''یومِ مشہود'' عرفہ کا دن ہے، اور ''شاہد'' جمعہ کا دن ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْيَوْمُ الْمَوْعُوْدُ يَوْمُ الْقِيَامَةِ، وَإِنَّ الشَّاهِدَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، وَإِنَّ الْمَشْهُوْدَ يَوْمُ عَرَفَةَ (المعجم الكبير للطبرانی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''یومِ موعود'' قیامت کا دن ہے، اور ''شاہد'' جمعہ کا دن ہے، اور ''مشہود'' عرفہ کا دن ہے (ترجمہ ختم)

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کی قسم کھائی، اول بُرجوں والے آسمان کی، پھر قیامت کے دن کی، پھر جمعہ اور عرفہ کے دنوں کی، یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت پر اور قیامت کے دن کے حساب کتاب اور جزا سزا پر دلیل ہیں اور جمعہ وعرفہ کے دن مومنوں کے لئے آخرت کا ذخیرہ جمع کرنے کے مبارک دن ہیں۔

---

[1] رقم الحديث ۳۴۵۸، واللفظ لهٗ، مسند الشاميين للطبرانی، رقم الحديث ۱۶۸۰.

قال الهيثمی:

رواه الطبرانی، وفيه محمد بن إسماعيل بن عياش وهو ضعيف (مجمع الزوائد ج۷ ص۱۳۵)

وقال الالبانی:

قلت: وهذا إسناد رجاله ثقات، فاستثناء ابن إسماعيل، ثم هو منقطع بين شريح ابن عبيد وأبی مالک الأشعری. ومحمد بن إسماعيل بن عياش قال الهيثمی (7/135): "ضعيف". وبين وجهه الحافظ فی "التقريب" بقوله: "عابوا عليه أنه حدث عن أبيه بغير سماع". لكنه أفاد فی "التهذيب" فائدة هامة فقال: "وقد أخرج أبو داود عن محمد بن عوف عنه عن أبيه عدة أحاديث، لكن يرونها (الأصل: يروونها) بأن محمد بن عوف رآها فی أصل إسماعيل." قلت: فإذا صح هذا، فرواية ابن عوف عنه قوية لأنها مدعمة بموافقتها لما وجده ابن عوف فی أصل إسماعيل، وهی وجادة معتبرة، كما لا يخفى على المهرة. وبالجملة فالحديث بهذا الشاهد حسن. والله أعلم (السلسلة الصحيحة، تحت رقم الحديث ۱۵۰۲)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُّعْتِقَ اللّٰهُ فِيْهِ عَبْدًا مِّنَ النَّارِ، مِنْ يَّوْمِ عَرَفَةَ، وَإِنَّهُ لَيَدْنُوْ، ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمِ الْمَلَائِكَةَ، فَيَقُوْلُ: مَا أَرَادَ هٰؤُلَاءِ؟ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ (یعنی نو ذی الحجہ) کے دن سے زیادہ بندوں کو جہنم سے نجات دیتے ہوں، اور اللہ تعالیٰ (عرفہ کے دن) بندوں کے قریب ہوتے ہیں، پھر فخر کے طور پر فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ یہ بندے کیا چاہتے ہیں؟ (ترجمہ ختم)

اور کئی احادیث میں نو ذُوالحجہ کے دن کے روزے کی بیش بہا فضیلت بیان کی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

وَسُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ؟ فَقَالَ: يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ وَالْبَاقِيَةَ (مسلم) [2]

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرفہ (یعنی نو ذی الحجہ) کے دن کے روزہ کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایک سال گزشتہ، اور ایک سال آئندہ (کے صغیرہ گناہوں) کا کفارہ کر دیتا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَوْمُ عَاشُوْرَآءَ يُكَفِّرُ السَّنَةَ الْمَاضِيَةَ، وَصَوْمُ عَرَفَةَ يُكَفِّرُ سَنَتَيْنِ الْمَاضِيَةَ وَالْمُسْتَقْبِلَةَ (السنن

---

[1] رقم الحديث ۱۳۴۸، كتاب الحج، باب فى فضل الحج والعمرة، ويوم عرفة، داراحياء التراث العربى، بيروت، واللفظ لهٗ، سنن نسائى، رقم الحديث ۳۰۰۳، سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۳۰۱۴.

[2] رقم الحديث ۱۱۶۲، كتاب الصيام، باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر وصوم يوم عرفة وعاشوراء والاثنين والخميس، داراحياء التراث العربى، بيروت، واللفظ لهٗ، شرح معانى الآثار، رقم الحديث ۳۲۶۷.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

الکبریٰ للنسائی) ۱؎

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عاشوراء (یعنی دس محرم) کا روزہ گزشتہ سال (کے صغیرہ گناہوں) کا کفارہ کردیتا ہے، اور عرفہ (یعنی نو ذی الحجہ) کا روزہ دو سالوں (کے صغیرہ گناہوں) کا کفارہ کردیتا ہے، ایک گزشتہ سال کا اور ایک آئندہ سال کا (ترجمہ ختم)

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَامَ يَوْمَ عَرَفَةَ غُفِرَ لَهُ سَنَتَيْنِ مُتَتَابِعَتَيْنِ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی) ۲؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے یومِ عرفہ (یعنی نو ذی الحجہ) کا روزہ رکھا، تو اس کے لگاتار دو سال کے (صغیرہ گناہ) معاف کردیئے جائیں گے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَوْمُ يَوْمِ عَرَفَةَ كَفَّارَةُ السَّنَةِ الْمَاضِيَةِ وَالسَّنَّةِ الْمُسْتَقْبِلَةِ (المعجم الاوسط للطبرانی) ۳؎

۱؎ رقم الحديث ۲۸۰۹، كتاب الصيام، صوم يوم عرفة والفضل فی ذلک، مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ، مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۶۲۱ ورقم الحديث ۲۲۵۱۷.
فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط مسلم.

۲؎ رقم الحديث ۷۵۴۸، ج۱۳ ص۵۴۲، دار المأمون للتراث -دمشق، واللفظ لهٗ، مصنف ابن ابی شيبة، رقم الحديث ۹۸۱۰، المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۵۹۲۳، تهذيب الآثار للطبری، رقم الحديث ۵۵۸، مسند عبد بن حميد، رقم الحديث ۴۶۶.
قال المنذری: رواه أبو يعلى ورجاله رجال الصحيح (الترغيب والترهيب، ج۲ ص۶۸، كتاب الصوم)
وقال الهيثمی: رواه أبو يعلى والطبرانی فی الكبير، ورجال أبی يعلى رجال الصحيح (مجمع الزوائد ج۳ ص۱۸۹)

۳؎ رقم الحديث ۲۰۶۵، دار الحرمين، القاهرة، واللفظ لهٗ، مسند عبد بن حميد، رقم الحديث ۹۶۹.
قال المنذری: رواه الطبرانی فی الأوسط بإسناد حسن (الترغيب والترهيب، ج۲ ص۶۸، كتاب الصوم)
وقال الهيثمی: وإسناد الطبرانی حسن (مجمع الزوائد ج۳ ص۱۸۹)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرفہ (یعنی نو ذی الحجہ) کا روزہ ایک سال گزشتہ، اور ایک سال آئندہ (کے صغیرہ گناہوں) کا کفارہ ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ:

سَأَلَ رَجُلٌ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ صَوْمِ، يَوْمِ عَرَفَةَ؟ فَقَالَ: كُنَّا وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعْدِلُهُ بِصَوْمِ سَنَتَيْنِ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۱۷۵۱، دارالحرمين، القاهرة) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے عرفہ کے دن کے بارے میں سوال کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس روزے کو دو سالوں کے روزوں کے برابر شمار کیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ:

عَنْ عَائِشَةَ ؛ أَنَّهَا كَانَتْ تَصُومُ عَرَفَةَ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عرفہ کے دن کا روزہ رکھتی تھیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت مسروق سے ہی روایت ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: مَا مِنَ السَّنَةِ يَوْمٌ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصُومَهُ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [3]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سال بھر میں مجھے کوئی روزہ عرفہ کے دن کے روزے سے زیادہ محبوب نہیں ہے (ترجمہ ختم)

ملحوظ رہے کہ علمائے کرام کی تحقیق کے مطابق اس روزہ سے صغیرہ گناہوں کی بخشش ہوتی

---

[1] قال الهيثمی:
رواه الطبرانی فی الأوسط، وهو حديث حسن (مجمع الزوائد، ج۳ص۱۹۰)

[2] رقم الحديث ۹۸۰۸، كتاب الصيام، باب ما قالوا فی صوم يوم عرفة ، بغير عرفة.

[3] رقم الحديث ۹۸۰۹، كتاب الصيام، باب ما قالوا فی صوم يوم عرفة ، بغير عرفة.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہے۔ [1]

اور صغیرہ گناہوں کی بخشش بھی بہت بڑی نعمت ہے۔

اور کبیرہ گناہوں کے لئے توبہ ضروری ہے اور سچی توبہ کے لئے تین باتیں ضروری ہیں۔

(۱)......پہلی یہ کہ گزرے ہوئے گناہوں پر افسوس اور شرمندگی کا ہونا اور ساتھ ہی جن چیزوں کی قضاء ضروری ہے، خواہ وہ اللہ کے حقوق ہوں (جیسے قضاء نمازیں، قضا روزے، زکاۃ، حج، قربانی، صدقۂ فطر، قسم کا کفارہ، جائز منت وغیرہ) ان کو حسبِ قدرت ادا کرنا اور خواہ بندوں کے حقوق ہوں (جیسے قرض و دین، تقسیمِ میراث، کسی بھی قسم کا جانی، مالی نقصان اور ایذاء رسانی وغیرہ) ان کو ممکنہ حد تک ادا کرنے کی کوشش کرنا یا حقدار سے معافی حاصل کرنا۔

(۲)......دوسری یہ کہ اس وقت فوراً ان گناہوں کو چھوڑ دینا اور ان سے الگ ہوجانا۔

(۳)......تیسری یہ کہ آئندہ کے لئے ان گناہوں کو نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلینا

(کذا فی معارف القرآن ج۲ تحت سورۃ نسآء آیت ۳۱) [2]

---

[1] (صوم يوم عرفة يكفر سنتين ماضية) يعنى التى هو فيها (ومستقبلة) أى التى بعده يعنى يكفر ذنوب صائمه فى السنتين والمراد الصغائر (وصوم عاشوراء) بالمد (يكفر سنة ماضية) لأن يوم عرفة سنة المصطفى ويوم عاشوراء سنة موسى فجعل سنة نبينا تضاعف على سنة موسى قال ابن العماد قال بعض العلماء وفيه إشارة إلى أن من صام يوم عرفة لا يموت فى ذلك العام(التيسير بشرح الجامع الصغير، ج۲ ص ۹۵، حرف الصاد)

[2] لأن حد التوبة الرجوع عن الذنب والعزم ان لا يعود إليه والاقلاع عنه والاستغفار بمجرده لا يفهم منه ذلك انتهى وقال غيره شروط التوبة ثلاثة الاقلاع والندم والعزم على ان لا يعود والتعبير بالرجوع عن الذنب لا يفيد معنى الندم بل هو إلى معنى الاقلاع أقرب وقال بعضهم يكفى فى التوبة تحقق الندم على وقوعه منه فإنه يستلزم الاقلاع عنه والعزم على عدم العود فهما ناشئان عن الندم لا أصلان معه ومن ثم جاء الحديث الندم توبة وهو حديث حسن من حديث بن مسعود أخرجه بن ماجة وصححه الحاكم وأخرجه بن حبان من حديث أنس وصححه وقد تقدم البحث فى ذلك فى باب التوبة من أوائل كتاب الدعوات مستوفى(فتح البارى لابنِ حجر، ج۱۳ ص ۴۷۱، كتاب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس موقع پر یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ بعض روایات میں عرفہ کے دن کو بھی کھانے پینے کا دن قرار دیا گیا ہے، اور اس دن میں روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے، تو اس بارے میں سمجھ لینا چاہیے کہ یہ حکم حجاجِ کرام کے ساتھ خاص ہے۔ [1]

کیونکہ وہ اپنے حج کے اعمال میں مشغول ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے انہیں عرفہ کے دن یعنی نو ذی الحجہ کو روزہ رکھنے کی وجہ سے اپنے حج کے اعمال ومناسک انجام دینے اور روزہ وافطار میں مشغولی کے باعث مزدلفہ کی طرف کوچ کرنے میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ التوحید، قوله باب قول الله تعالى يريدون ان يبدلوا كلام الله)

ثم اعلم ان التوبة اما من الكفر واما من الذنب فتوبة الكافر مقبولة قطعا وتوبة العاصى مقبولة بالوعد الصادق ومعنى القبول الخلاص من ضرر الذنوب حتى يرجع كمن لم يعمل ثم توبة العاصى اما من حق الله واما من حق غيره فحق الله تعالى يكفى فى التوبة منه الترک على ما تقدم غير ان منه ما لم يكتف الشرع فيه بالترک فقط بل أضاف إليه القضاء أو الكفارة وحق غير الله يحتاج إلى ايصالها لمستحقها والا لم يحصل الخلاص من ضرر ذلک الذنب لكن من لم يقدر على الايصال بعد بذله الوسع فى ذلک فعفو الله مأمول فإنه يضمن التبعات ويبدل السيئات حسنات والله اعلم(فتح البارى لابنِ حجر، ج ۱۱ ص ۱۰۳، كتاب الدعوات، باب التوبة)

باب التوبة قال العلماء :التوبة واجبة من كل ذنب، فإن كانت المعصية بين العبد وبين الله تعالى لا تتعلق بحق آدمى، فلها ثلاثة شروط :أحدها :أن يقلع عن المعصية .والثانى :أن يندم على فعلها . والثالث :أن يعزم أن لا يعود إليها أبداً، فإن فقد أحد الثلاثة لم تصح توبته .وإن كانت المعصية تتعلق بآدمى فشروطها أربعة :هذه الثلاثة، وأن يبرأ من حق صاحبها :فإن كانت مالاً أو نحوه رده إليه، وإن كانت حد قذف ونحوه مكنه منه أو طلب عفوه وإن كانت غيبة استحله منها ويجب أن يتوب من جميع الذنوب فإن تاب من بعضها صحت توبته عند أهل الحق من ذلک الذنب وبقى عليه الباقى وقد تظاهرت دلائل الكتاب، والسن، وإجماع الأمة على وجوب التوبة (شرح رياض الصالحين للعثيمين ، باب التوبة)

[1] حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَوْشَبُ بْنُ عُقَيْلٍ، عَنْ مَهْدِيٍّ الْهَجَرِيِّ، حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ، قَالَ :كُنَّا عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ، فِي بَيْتِهِ فَحَدَّثَنَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ بِعَرَفَةَ(ابوداؤد، رقم الحديث ۲۴۴۰)

[2] (وعن أبى هريرة أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -نهى) أى نهى تنزيه (عن صوم يوم عرفة بعرفة) أى فى عرفات لئلا يضعف عن الدعاء ولئلا يسىء خلقه مع الرفقاء ، وفى معناه من يكون مثله، ولو من أهل الحضر، قال ابن الملک :وليس هذا نهى تحريم، روى عن عائشة أنها كانت تصوم، وقال عطاء :أصومه فى الشتاء ولا أصومه فى الصيف (رواه أبو داود) وقال الحاكم :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

البتہ جس حاجی کو اپنے بارے میں یقین ہو کہ اس کو اس دن کا روزہ رکھنے سے وقوفِ عرفات اور دعائیں وغیرہ مانگنے اور سورج غروب ہونے کے فوراً بعد مزدلفہ روانگی میں کوئی خلل نہ ہوگا اس کے لئے مکروہ نہیں؛ بلکہ ایسی صورت میں یہ روزہ اس کے حق میں بھی مستحب ہوگا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إنه على شرط البخارى، وأقره الذهبى وصححه ابن خزيمة(مرقاة، ج۴ص ۱۴۲۴، باب صيام التطوع)
وقد جاء تسمية عيدا من حديث مرفوع خرجه أهل السنن من حديث عقبة بن عامر، عن النبى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال " :يوم عرفة ويوم النحر وأيام التشريق عيدنا أهل الإسلام، وهى أيام أكل وشرب "وقد أشكل وجهه على كثير من العلماء ؛ لأنه يدل على أن يوم عرفة يوم عيد لا يصام، كما روى ذلك عن بعض المتقدمين، وحمله بعضهم على أهل الموقف وهو الأصح لأنه اليوم الذى فيه أعظم مجامعهم ومواقفهم بخلاف أهل الأمصار فإن اجتماعهم يوم النحر، وأما أيام التشريق فيشارك أهل الأمصار أهل الموسم فيها؛ لأنها أيام ضحاياهم وأكلهم من نسكهم .هذا قول جمهور العلماء .وقال عطاء :إنما هى أعياد لأهل الموسم، فلا ينهى أهل الأمصار عن صيامها . وقول الجمهور أصح (فتح البارى لابنِ رجب، ج ا ص ۱۷۳)

[1] والمندوب كأيام البيض من كل شهر ويوم الجمعة ولو منفردا وعرفة ولو لحاج لم يضعفه(الدرالمختار)
(قوله :لم يضعفه) صفة لحاج أى إن كان لا يضعفه عن الوقوف بعرفات ولا يخل بالدعوات محيط فلو أضعفه كره(ردالمحتار، ج ۲ ص ۳۷۵،كتاب الصوم)
ومن المكروه......صوم يوم عرفة للحاج إن أضعفه(البحرالرائق،ج۲ص ۲۷۸،كتاب الصوم، اقسام الصوم)
وأما صوم يوم عرفة :ففى حق غير الحاج مستحب، لكثرة الأحاديث الواردة بالندب إلى صومه، ولأن له فضيلة على غيره من الأيام، وكذلك فى حق الحاج إن كان لا يضعفه عن الوقوف، والدعاء لما فيه من الجمع بين القربتين وإن كان يضعفه عن ذلك يكره لأن فضيلة صوم هذا اليوم مما يمكن استدراكها فى غير هذه السنة، ويستدرك عادة، فأما فضيلة الوقوف، والدعاء فيه لا يستدرك فى حق عامة الناس عادة إلا فى العمر مرة واحدة، فكان إحرازها أولى(بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۷۹،كتاب الصوم، فصل شرائط انواع الصيام)
(قوله وأن يكون مفطرا) عد فى اللباب من مستحبات الوقوف الصوم لمن قوى والفطر للضعيف . قال وقيل يكره قال شارحه وهى كراهة تنزيه لئلا يسيء خلقه فيوقعه فى محذور أو محظور، وكذا صوم يوم التروية؛ لأنه يعجزه عن أداء أفعال الحج وقد ثبت أنه -صلى الله عليه وسلم -أفطر يوم عرفة مع كمال القوة إلا أنه لم ينه أحدا عن صومه فلا وجه لكراهته على الإطلاق، وأما ما فى الخانية ويكره صوم يوم عرفة بعرفات وكذا صوم يوم التروية؛ لأنه يعجزه عن أداء أفعال الحج فمبنى على حكم الأغلب فلا ينافيه ما فى الكرمانى من أنه لا يكره للحاج الصوم فى يوم عرفة عندنا إلا إذا كان يضعفه عن أداء المناسك فحينئذ تركه أولى وفى الفتح إن كان يضعفه عن الوقوف والدعوات والمستحب تركه اهـ(منحة الخالق على هامش البحرالرائق ج ۲ص ۳۶۵، كتاب الحج، باب الاحرام)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۱...... عرفہ کے دن کی فضیلت ہر شخص کو اس ملک کے وقت اور اس کی تاریخ کے اعتبار سے حاصل ہوگی جس ملک میں وہ شخص موجود ہے۔

پس جو شخص کسی ایسے ملک میں ہے کہ وہاں کی تاریخ سعودی عرب سے ایک دن پیچھے ہے تو اس ملک والے کے لئے سعودی عرب کی تاریخ کا اعتبار نہ ہوگا کہ سعودیہ کی نو تاریخ کو اپنے یہاں عرفہ کا دن سمجھے بلکہ اپنے ملک کی تاریخ کا اعتبار ہوگا خواہ اس دن سعودیہ میں دس ذُوالحجہ یعنی بقرعید کا دن ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ عیدالاضحیٰ ہر شخص اپنے ملک کی تاریخ کے اعتبار سے کرتا ہے، اور نمازیں بھی اپنے یہاں کے اوقات کے اعتبار سے پڑھتا ہے، اور سحری وافطار بھی اپنے یہاں کے اوقات کے اعتبار سے کرتا ہے، اسی طرح عرفہ کے دن کی فضیلت بھی اپنے یہاں کے اوقات وتاریخ کے اعتبار سے حاصل ہوگی۔ [1]

مسئلہ نمبر۲...... بعض لوگ عرفہ کے دن کسی ایک مقام پر اکٹھے ہونے اور جمع ہونے کو ثواب سمجھتے ہیں اور عرفات میں حاجیوں کے اجتماع کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، بلکہ بے بنیاد اور من گھڑت بلکہ گناہ کی بات ہے، لہٰذا اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قوله" :صوم يوم عرفة الخ "فيندب صومه إلا للحاج لأنه ربما يضعف بصومه عن المطلوب منه يومه (حاشية الطحطاوى على المراقى، ص ۴۰۰، كتاب الصلاة، فصل فى تحية المسجد وصلاة الضحىٰ واحياء اليالى)

[1] بخلاف الأضحية فالظاهر أنها كأوقات الصلوات يلزم كل قوم العمل بما عندهم فتجزء الأضحية فى اليوم الثالث عشر وإن كان على رؤيا غيرهم هو الرابع عشر (ردالمحتار، ج۲، ص۳۹۴، كتاب الصوم، سبب صوم رمضان)

[2] (ووقوف الناس يوم عرفة فى غيرها تشبيها بالواقفين ليس بشىء) هو نكرة فى موضع النفى فتعم أنواع العبادة من فرض وواجب ومستحب فيفيد الإباحة، وقيل يستحب ذلك كذا فى مسكين .وقال الباقانى :لو اجتمعوا لشرف ذلك اليوم ولسماع الوعظ بلا وقوف وكشف رأس جاز بلا كراهة اتفاقا(الدرالمختار)

(قوله :يوم عرفة) الإضافة بيانية لأن عرفة اسم اليوم وعرفات اسم المكان شرنبلالية (قوله فى غيرها) أى غير عرفة، وأراد بها المكان تجوزا والمراد كما فى شرح المنية اجتماعهم عشية يوم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۳...... عشرۂ ذی الحجہ اور نو ذُوالحجہ کے روزوں کے مسائل دوسرے نفل روزوں کی طرح ہیں۔ ؎۱

مسئلہ نمبر۴...... نفل روزوں کی دل میں نیت اگر یہ مقرر کر کے کی جائے کہ میں نفل کا روزہ رکھتا ہوں یا رکھتی ہوں تو بھی صحیح ہے اور اگر صرف یہ نیت کرے کہ میں روزہ رکھتا ہوں یا رکھتی ہوں تب بھی صحیح ہے۔ ؎۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عرفة فی الجوامع أو فی مكان خارج البلد يتشبهون بأهل عرفة .اهـ .(قوله وقيل يستحب) لعله المراد من قول النهاية .وعن أبی يوسف ومحمد فی غير رواية الأصول أنه لا يكره لما روی أن ابن عباس فعل ذلک بالبصرة .اهـ.قال فی الفتح :وهذا يفيد أن مقابله من رواية الأصول الكراهة ثم قال :وهو الأولی حسما لمفسدة اعتقادية تتوقع من العوام ونفس الوقوف وكشف الرء وس يستلزم التشبه وإن لم يقصد فالحق أنه إن عرض للوقوف فی ذلک اليوم سبب يوجبه كالاستسقاء مثلا لا يكره، أما قصد ذلک اليوم بالخروج فيه فهو معنی التشبه إذا تأملت .وفی جامع التمرتاشی :لو اجتمعوا لشرف ذلک اليوم جاز يحمل عليه بلا وقوف وكشف اهـ .والحاصل أن الصحيح الكراهة كما فی الدرر بل فی البحر أن ظاهر ما فی غاية البيان أنها تحريمية وفی النهر أن عباراتهم ناطقة بترجيح الكراهة وشذوذ غيره (قوله وقال الباقانی إلخ) مأخوذ من آخر عبارة الفتح المتقدمة، والحاصل أن المكروه هو الخروج مع الوقوف وكشف الرء وس بلا سبب موجب كاستسقاء أما مجرد الاجتماع فيه علی طاعة بدون ذلک فلا يكره(ردالمحتار، ج۲ ص۱۷۷، باب العيدين)

؎۱ ويستحب صوم يوم الخميس والجمعة والسبت من كل شهر حرام، والأشهر الحرم أربعة ذو القعدة وذو الحجة والمحرم ورجب ثلاثة سرد، وواحد فرد.

ويستحب صوم تسعة أيام من أول ذی الحجة كذا فی السراج الوهاج(الفتاوی الهندية، كتاب الصوم،الباب الثالث فيما يكره للصائم وما لا يكره)

وأما صوم يوم عرفة فی حق الحاج فإن كان يضعفه عن الوقوف بعرفة ويخل بالدعوات فإن المستحب له أن يترک الصوم لأن صوم يوم عرفة يوجد فی غير هذه السنة فأما الوقوف بعرفة فيكون فی حق عامة الناس فی سنة واحدة وأما إذا كان لا يخالف الضعف فلا بأس به

وأما فی حق غير الحاج فهو مستحب لأن له فضيلة علی عامة الأيام(تحفة الفقهاء، ج۱، ص۳۴۳،كتاب الصوم)

؎۲ أما كيفية النية فينظر إن كان الصوم عينا يكفيه نية مطلق الصوم حتی لو صام رمضان بنية مطلق الصوم يقع علی رمضان،وكذا فی صوم التطوع إذا صام مطلقا خارج رمضان يقع عن النفل لأن الوقت متعين للنفل شرعا(تحفة الفقهاء للسمرقندی، ج۱ ص۳۴۷،كتاب الصوم)

(قال) : ولا يكون صائما فی رمضان ولا فی غيره ما لم ينو الصوم، وإن اجتنب المفطرات إلی آخر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۵......نفل روزے کی رات سے نیت کرنا ضروری نہیں، اگر کسی کا دن کے شروع وقت میں روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا لیکن صبح صادق کے بعد سے ابھی تک کچھ کھایا پیا نہیں پھر روزہ رکھنے کا ارادہ ہوگیا تو زوال سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے (یعنی ضحوۂ کبریٰ جو صبح صادق سے سورج غروب ہونے تک کے آدھے حصہ کا نام ہے) تک نفل روزے کی نیت کرلینا صحیح ہے اس کے بعد نیت کرنا صحیح نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یومه بمرض أو غیر مرض، وقد بینا قول زفر -رحمه الله تعالى- فی الصحیح المقیم إنه یتأدى منه الصوم بمجرد الإمساک من غیر النیة فإن کان مریضا أو مسافرا فلا خلاف أنه لا یکون صائما ما لم ینو وعند زفر -رحمه الله تعالى- ما لم ینو من اللیل قال: لأن الأداء غیر مستحق علیه فی هذا الوقت نفسه فلا یتعین إلا بنیته بخلاف الصحیح المقیم وعندنا اشتراط النیة لیصیر الفعل قربة فإن الإخلاص والقربة لا یحصل إلا بالنیة قال الله تعالى (وما أمروا إلا لیعبدوا الله مخلصین له الدین) (البینة: ٥) ففی هذا المسافر والمقیم سواء إنما فارق المسافر المقیم فی الترخیص بالفطر فإذا لم یترخص صحت منه النیة قبل انتصاف النهار کما تصح من المقیم(المبسوط للسرخسی، ج۳ص ۸۶، کتاب الصوم)

[1] وأما وقت النیة فالأفضل أن ینوی من اللیل أو مقارنا لطلوع الفجر فی الصیامات کلها،فأما إذا نوى بعد طلوع الفجر فإن کان الصوم دینا فلا یجوز بالإجماع وإن کان الصوم عینا فیجوز عندنا سواء کان فرضا أو نذرا أو تطوعا،وقال الشافعی لا یجوز إلا فی التطوع،وقال مالک لا یجوز فی التطوع أیضا،ولو صام بنیة بعد الزوال فی التطوع لا یجوز عندنا خلافا للشافعی وبعض أصحابه قالوا لا یجوز،والصحیح قولنا لأنه ما وجد الإمساک لله تعالى فی وقت الغداء ووقت الغداء من وقت طلوع الفجر إلى وقت الزوال یختلف باختلاف أحوال الناس والصوم هو الإمساک عن الغداء وتأخیر العشاء إلى اللیل وبعد الزوال لا یجوز لأنه لم یوجد الإمساک عن الغداء لله تعالى (تحفة الفقهاء للسمرقندی، ج ا ص ۳۴۹، کتاب الصوم)

(فیصح) أداء (صوم رمضان والنذر المعین والنفل بنیة من اللیل) فلا تصح قبل الغروب ولا عنده (إلى الضحوة الکبرى لا) بعدها(الدر المختار،کتاب الصوم)

(قوله: إلى الضحوة الکبرى) المراد بها نصف النهار الشرعی والنهار الشرعی من استطارة الضوء فی أفق المشرق إلى غروب الشمس والغایة غیر داخلة فی المغیا کما أشار إلیه المصنف بقوله لا عندها .اهـ ح وعدل عن تعبیر القدوری والمجمع وغیرهما بالزوال لضعفه؛ لأن الزوال نصف النهار من طلوع الشمس ووقت الصوم من طلوع الفجر کما فی البحر عن المبسوط قال فی الهدایة وفی الجامع الصغیر قبل نصف النهار

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۶ ......مشہور ہے کہ جب تک فجر کی اذان کی آواز نہ آئے اس وقت تک سحری کھانا جائز رہتا ہے، یہ غلط ہے۔

اور اصل بات یہ ہے کہ سحری کا وقت صبح صادق ہونے پر ختم ہو جاتا ہے خواہ ابھی اذان بھی نہ ہوئی ہو۔ [۱]

اور صبح صادق کا وقت مستند جنتریوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۷ ......نیت زبان سے الفاظ ادا کرنے کا نام نہیں بلکہ دل کے ارادہ کا نام ہے۔

لہٰذا دل میں نیت کر لینا کافی ہے، زبان سے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں۔ [۲]

مسئلہ نمبر ۸ ......سحری کھانا سنت ہے اگر بھوک نہ ہو تو تھوڑا بہت سنت کی نیت سے کچھ کھا لینا چاہئے، لیکن اگر کسی نے بالکل سحری نہ کھائی اور بغیر سحری کے روزہ رکھ لیا تب بھی روزہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهو الأصح؛ لأنه لا بد من وجود النية فى أكثر النهار ونصفه من وقت طلوع الفجر إلى وقت الضحوة الكبرى لا وقت الزوال فتشترط النية قبلها لتتحقق فى الأكثر .اهـ.وفى شرح الشيخ إسماعيل وممن صرح بأنه الأصح فى العتابية والوقاية وعزاه فى المحيط إلى السرخسى وهو الصحيح كما فى الكافى والتبيين اهـ وتظهر ثمرة الاختلاف فيما إذا نوى عند قرب الزوال كما فى التتارخانية عن المحيط وبه ظهر أن قول البحر والظاهر أن الاختلاف فى العبارة لا فى الحكم غير ظاهر .(تنبيه) قد علمت أن النهار الشرعى من طلوع الفجر إلى الغروب(رد المحتار على الدر المختار، ج۲، ص۳۷۷)

[۱] وعليه اجماع الامة اى لايجوز الاكل والشرب للصائم بعد الصبح الصادق.
تفصیل کے لئے ہماری کتاب ”رمضان المبارک کے فضائل واحکام“ ملاحظہ فرمائیں۔

[۲] النية شرط فى الصوم وهى ان يعلم بقلبه انهٗ يصوم وليست النية باللسان شرطاً (ردالمحتار، ج ۲ ص ۳۷۷ كتاب الصوم ملخصاً)

والنية معرفته بقلبه أن يصوم كذا فى الخلاصة، ومحيط السرخسى .والسنة أن يتلفظ بها كذا فى النهر الفائق .ثم عندنا لا بد من النية لكل يوم فى رمضان كذا فى فتاوى قاضى خان .والتسحر فى رمضان نية ذكره نجم الدين النسفى، وكذا إذا تسحر لصوم آخر، وإن تسحر على أنه لا يصبح صائما لا يكون نية، ولو نوى من الليل ثم رجع عن نيته قبل طلوع الفجر صح رجوعه فى الصيامات كلها كذا فى السراج الوهاج، ولو قال نويت أن أصوم غدا إن شاء الله -تعالى -صحت نيته هو الصحيح كذا فى الظهيرية (الفتاوىٰ الهندية ج ۱ ص ۱۹۵ كتاب الصوم، الباب الاول)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہوجائے گا۔ ؎۱

مسئلہ نمبر۹......نفلی روزہ اگر رکھ کر پورا کرنے سے پہلے توڑ دیا جائے تو اس کی قضاء ضروری ہوجاتی ہے لیکن کفارہ وغیرہ لازم نہیں ہوتا۔ ؎۲

مسئلہ نمبر۱۰......عورت کو شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا منع ہے۔ ؎۳

؎۱ التسحر مستحب، ووقته آخر الليل قال الفقيه أبو الليث، وهو السدس الأخير هكذا فی السراج الوهاج ثم تأخير السحور مستحب كذا فی النهاية ويكره تأخير السحور إلی وقت يقع فيه الشک هكذا فی السراج الوهاج(الفتاویٰ الهندية، ج ا ص ۲۰۰، کتاب الصوم، الباب الثالث)

؎۲ ومن دخل فی صوم التطوع ثم أفسده قضاه كذا فی الهداية سواء حصل الفساد بصنعه أو بغير صنعه حتی إذا حاضت الصائمة المتطوعة يجب القضاء فی أصح الروايتين كذا فی النهاية(الفتاویٰ الهندية، ج ا ص ۲۱۵)

(قوله ومن دخل فی صوم التطوع ثم أفسده قضاه) لا خلاف بين أصحابنا -رحمهم الله- فی وجوب القضاء إذا فسد عن قصد أو غير قصد بأن عرض الحيض للصائمة المتطوعة، خلافا للشافعی -رحمه الله-، وإنما اختلاف الرواية فی نفس الفساد هل يباح أولا؟ ظاهر الرواية لا إلا بعذر، ورواية المنتقی يباح بلا عذر.

ثم اختلف المشايخ رحمهم الله علی ظاهر الرواية هل الضيافة عذر أو لا؟ قيل نعم، وقيل لا، وقيل عذر قبل الزوال لا بعده، إلا إذا كان فی عدم الفطر بعده عقوق لأحد الوالدين لا غيرهما حتی لو حلف عليه رجل بالطلاق الثلاث ليفطرن لا يفطر(فتح القدير ج۲ ص ۳۶۰، کتاب الصوم، باب مايوجب القضاء والكفارة)

؎۳ ولا تصوم المرأة تطوعاً إلا بإذن زوجها إن أمكنه وطؤها فله أن يفطرها(فتاوی قاضی خان، ج ا، ص ۱۵۳، کتاب الصوم)

ولا تصوم المرأة تطوعاً بغير إذن زوجها، فإن كان صيامها لا يضر به بأن كان صائماً أو مريضاً، فلها أن تصوم وليس له منعها(المحيط البرهانی، ج۳ ص۳۸۹، کتاب الصوم، الفصل الرابع عشر فی المتفرقات)

(قوله ولا تصوم المرأة نفلا إلخ) أی يكره لها ذلک كما فی السراج.

والظاهر أن لها الإفطار بعد الشروع رفعا للمعصية فهو عذر وبه تظهر مناسبة هذه المسائل هنا تأمل، وأطلق النفل فشمل ما أصله نفل لكن وجب بعارض ولذا قال فی البحر عن القنية للزوج أن يمنع زوجته عن كل ما كان الإيجاب من جهتها كالتطوع والنذر واليمين دون ما كان من جهته تعالی كقضاء رمضان وكذا العبد إلا إذا ظاهر من امرأته لا يمنعه من كفارة الظهار بالصوم لتعلق حق المرأة به .اهـ.(قوله إلا عند عدم الضرر به) بأن كان مريضا أو مسافرا أو محرما بحج أو عمرة فليس له منعها من صوم التطوع، ولها أن تصوم وإن نهاها لأنه إنما يمنعها لاستيفاء حقه من الوطء، وأما فی هذه الحالة فصومها لا يضره فلا معنی للمنع سراج، وأطلق فی الظهيرية المنع واستظهره فی البحر(رد المحتار علی الدر المختار ج۲، ص ۴۳۰، کتاب الصلاة)

Idara Ghufran

تکبیرِ تشریق کے فضائل واحکام

جیسا کہ پہلے گذر چکا کہ ذُوالحجہ کا پورا مہینہ ہی عبادت وفضیلت والا مہینہ ہے اور اس مہینہ کا پہلا عشرہ خاص طور پر فضیلت رکھتا ہے اس میں عبادت، ذکر (تکبیر، تہلیل اور تحمید یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰہُ، اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وغیرہ) کی کثرت کرنی چاہئے۔

پھر اس میں بھی ایامِ تشریق میں تکبیر کی خاص تاکید اور فضیلت ہے، اور اسی وجہ سے ان دنوں میں پڑھی جانے والی تکبیر کو تکبیرِ تشریق کہا جاتا ہے۔

اور ایامِ تشریق میں ہر فرض نماز کے بعد تکبیرِ تشریق کا حکم ہے۔

اور ان دنوں میں حجاج کرام کو بھی ذکر کی خاص تاکید کی گئی ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ (سورہ بقرہ آیت ۲۰۳)

ترجمہ: اور اللہ کو یاد کرو گنتی کے چند دنوں میں (ترجمہ ختم)

ان چند دنوں سے بعض مفسرین کے نزدیک ذی الحجہ کے وہ مخصوص دن مراد ہیں، جن میں ہر نماز کے بعد تکبیر کہی جاتی ہے، اور ان کو ایامِ تشریق کہا جاتا ہے۔ [1]

---

[1] وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُوداتٍ وهى ايام التشريق سميت معدودات لقلتهن كذا روى عن ابن عباس وغيره ويدل على ذلك قوله تعالى فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ من ايام التشريق يعنى استعجل فى النفر ونفر فى ثانى ايام التشريق(التفسير المظهرى، تحت آيت ۲۰۳ من سورة البقرة)

وَاتَّفَقَ أهل العلم على أن قوله بيان المراد الآية فى قوله (أَيَّامٍ مَعْدُوداتٍ) وَلَا خِلَافَ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ الْمَعْدُودَاتِ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ وَقَدْ رُوِيَ ذَلِكَ عَنْ عَلِيٍّ وعمر وَابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ وَغَيْرِهِمْ إلَّا شَيْءٌ ،رَوَاهُ ابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ الْمِنْهَالِ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ الْمَعْدُودَاتُ يَوْمُ النَّحْرِ ويومان بعده اذبح فِي أَيِّهَا شِئْتَ،وَقَدْ قِيلَ إنَّ هَذَا وَهْمٌ وَالصَّحِيحُ،عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ قَالَ ذَلِكَ فِي الْمَعْلُومَاتِ ،وَظَاهِرُ الْآيَةِ يَنْفِي ذَلِكَ أَيْضًا لِأَنَّهُ قَالَ (فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلا إِثْمَ عَلَيْهِ) وَذَلِكَ لَا يَتَعَلَّقُ بِالنَّحْرِ وَإِنَّمَا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

البتہ کون کون سے دنوں اور کون کون سی فرض نمازوں کے بعد تکبیر کا حکم ہے؟

اس بارے میں فقہائے کرام کے کئی اقوال ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ اور امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ وغیرہ کے نزدیک نو ذی الحجہ کی فجر سے لے کر تیرہ ذی الحجہ کی عصر تک تکبیرِ تشریق کا حکم ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ يَتَعَلَّقُ بِرَمْيِ الجمار والمفعول فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ وَأَمَّا الْمَعْلُومَاتُ فَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ وَابْنِ عُمَرَ أَنَّ الْمَعْلُومَاتِ يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ وَاذْبَحْ فِي أَيِّهَا شِئْتَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ الْمَعْدُودَاتُ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ الْمَعْلُومَاتُ الْعَشْرُ وَالْمَعْدُودَاتُ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ وَقَدْ رَوَى ابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ الْحَكَمِ عَنْ مِقْسَمٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ الْمَعْلُومَاتُ يَوْمُ النَّحْرِ وَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَهُ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ وَالْمَعْدُودَاتُ يَوْمُ النَّحْرِ وَثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَهُ التَّشْرِيقُ وَرَوَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا عُمَارَةُ بْنُ ذَكْوَانَ عَنْ مُجَاهِدٍ عن ابن عباس قال المعدودات أَيَّامُ الْعَشْرِ وَالْمَعْلُومَاتُ أَيَّامُ النَّحْرِ فَقَوْلُهُ الْمَعْدُودَاتُ إنَّهَا أَيَّامُ الْعَشْرِ لَا شَكَّ فِي أَنَّهُ خَطَأٌ وَلَمْ يَقُلْ بِهِ أَحَدٌ وَهُوَ خِلَافُ الْكِتَابِ (احكام القرآن جصاص، تحت آيت ۲۰۳ من سورة البقرة، بَابُ أَيَّامِ مِنًى وَالنَّفْرِ فِيهَا)

قَالَ اللهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: (وَاذْكُرُوا اللهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ) الْآيَةَ. كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ، وَابْنُ عُمَرَ، وَسَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، وَالْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ، وَمُجَاهِدٌ، وَالسُّدِّيُّ، وَالضَّحَّاكُ، وَعَطَاءٌ، وَقَتَادَةُ يَقُولُونَ فِي قَوْلِهِ: (وَاذْكُرُوا اللهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ) الْآيَةَ: أَنَّهَا أَيَّامُ التَّشْرِيقِ (الاوسط لابن المنذر، ج۴ص۲۹۷، جِمَاعُ أَبْوَابِ التَّكْبِيرِ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ)

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ": وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ: أَيَّامُ العَشْرِ، وَالأَيَّامُ المَعْدُودَاتُ: أَيَّامُ التَّشْرِيقِ "وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، وَأَبُو هُرَيْرَةَ: يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوقِ فِي أَيَّامِ العَشْرِ يُكَبِّرَانِ، وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتَكْبِيرِهِمَا وَكَبَّرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ خَلْفَ النَّافِلَةِ (بخارى، كتاب الجمعة، باب فضل العمل فى ايام التشريق)

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ: فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ: (وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ) قَالَ: هِيَ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ وَقَالَ فِي هَذِهِ: (وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ) قَالَ: أَيَّامُ الْعَشْرِ قَالَ عَلِيٌّ: حَدَّثَنِي بِهِ هُشَيْمٌ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ (معرفة السنن والآثار للبيهقى، رقم الحديث ۱۰۸۷۲)

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ": فِي هَذِهِ الْآيَةِ (وَاذْكُرُوا اللهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ) قَالَ: التَّشْرِيقِ "(الاوسط لابن المنذر، رقم الحديث ۲۱۹۲)

عَنِ الْفَزَارِيِّ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ ": بَلَغَنِي فِي قَوْلِهِ: (وَاذْكُرُوا اللهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ) الْآيَةِ هُوَ التَّكْبِيرُ فِي دُبُرِ الصَّلَوَاتِ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ "(الاوسط لابن المنذر، رقم الحديث ۲۱۹۶)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور احناف کا اسی پر فتویٰ ہے۔ ل

ل وبيانه أن أيام النحر ثلاثة وأيام التشريق ثلاثة، والمجموع أربعة لأن العاشر من ذى الحجة نحر فقط، ويومان بعده نحر وتشريق، ويوم بعدهما تشريق فقط(مرقاة المفاتيح، ج۴ص۱۴۱۷، باب صيام التطوع)

وللعلماء اختلاف أيضا فى ابتدائه وانتهائه فقيل من صبح يوم عرفة وقيل من ظهره وقيل من عصره وقيل من صبح يوم النحر وقيل من ظهره وقيل فى الانتهاء إلى ظهر يوم النحر وقيل إلى عصره وقيل إلى ظهر ثانيه وقيل إلى صبح آخر أيام التشريق وقيل إلى ظهره وقيل إلى عصره حكى هذه الأقوال كلها النووى إلا الثانى من الانتهاء (فتح البارى لابن حجر، ج۲ص۴۶۲،قوله باب التكبير أيام منى)

قال أبو بكر :اختلف أهل العلم فى الوقت الذى يبدأ فيه بالتكبير فى أيام منى إلى وقت ثان ، فقالت طائفة :يكبر من صلاة الصبح يوم عرفة إلى آخر أيام التشريق ، يكبر فى العصر ثم يقطع التكبير ، هكذا قال عمر بن الخطاب ، وعلى بن أبى طالب ، وابن عباس ، والزهرى ، ومكحول ، وبه قال سفيان الثورى ، وأحمد بن حنبل ، وأبو ثور ، ويعقوب ، ومحمد .

وفيه قول ثان ، وهو :أن يبدأ التكبير من غداة عرفة إلى صلاة العصر من يوم المنى ، هذا قول عبد الله بن مسعود ، وبه قال علقمة ، والنخعى ، وعثمان .وقد روينا عن عبد الله بن مسعود أنه قال غير ذلك ، روينا عنه :أنه كان يكبر من صلاة الفجر يوم عرفة ويقطع فى الظهر من يوم النحر............

وفيه قول رابع قاله يحيى الأنصارى قال :السنة عندنا فى التكبير فى أيام التشريق من صلاة الظهر يوم النحر إلى آخر أيام التشريق يكبر الظهر ثم يمسك .وفيه قول خامس قاله الزهرى قال : مضت السنة أن يكبر الإمام فى الأمصار دبر صلاة الظهر من يوم النحر إلى العصر من آخر أيام التشريق ، وروى ذلك عن عطاء .وفيه قول سادس ، وهو :أن التكبير فى أيام التشريق خلف صلاة الظهر من يوم النحر إلى صلاة الصبح من آخر أيام التشريق ، هذا قول مالك والشافعى .قال أبو بكر :وقد روينا هذا القول عن ابن عمر ، وعمر بن عبد العزيز............وفيه قول سابع :وهو أن التكبير فى الأمصار يوم عرفة عند الظهر إلى بعد العصر من آخر أيام التشريق ، روى هذا القول عن ابن عباس ، وسعيد بن جبير............وفيه قول ثامن :وهو أن التكبير من صلاة الظهر من يوم النحر إلى صلاة الظهر من يوم النفر الأول ، هكذا قال الحسن البصرى .وفيه قول تاسع حكاه أحمد بن حنبل عن ابن عيينة واستحسنه أحمد قال :أما أهل منى فإنهم يبتدئون بالتكبير من يوم النحر صلاة الظهر ، لأنهم يقطعون التلبية عند رمى الجمار يأخذون فى التكبير ، وأما غيرهم من أهل الأمصار فإنهم يبتدئون غداة عرفة ، قال أحمد :ما أحسن ما قال سفيان ، وكان أبو ثور يميل إلى هذا القول .

وفيه قول عاشر :قد اختلف عن قائله فيه ، روينا عن أبى وائل أنه كان يكبر من صلاة الصبح يوم عرفة إلى صلاة الظهر من آخر أيام التشريق ، وروينا عنه أنه كان يكبر من يوم عرفة صلاة الصبح إلى صلاة الظهر يعنى من يوم النحر .وقد روينا عن ابن سيرين غير ذلك كله كان لا يكبر فى أيام التشريق ، وروينا عنه أنه قال :كان بعض الأئمة يكبر فى أيام التشريق وبعضهم لا يكبر ، لا يعتب بعضهم على بعض .قال أبو بكر :القول الأول أحب إلى (الاوسط لابن المنذر، كتاب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حضرت عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ:

عَنْ عُمَرَ ؛ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلٰى صَلَاةِ الظُّهْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ (مصنف ابن ابی شیبة) [1]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یومِ عرفہ (یعنی نو ذُوالحجہ) کی فجر کی نماز سے ایامِ تشریق کے آخری دن کی ظہر کی نماز تک تکبیرِ تشریق پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

اور بعض روایات میں عصر تک پڑھنے کا ذکر ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ: كَانَ يُكَبِّرُ مِنْ يَّوْمِ عَرَفَةَ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ إِلٰى آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ، ثُمَّ يُمْسِكُ صَلَاةَ الْعَصْرِ (الاوسط لابن المنذر) [2]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یومِ عرفہ (یعنی نو ذُوالحجہ) کی صبح کی نماز سے لے کر ایامِ تشریق کے آخری دن (یعنی تیرہ ذی الحجہ) تک تکبیرِ تشریق پڑھتے تھے، پھر عصر کی نماز پر رُک جاتے تھے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ عُمَرَ كَانَ يُكَبِّرُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلٰى صَلَاةِ الظُّهْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ يُكَبِّرُ فِي الْعَصْرِ يَقُوْلُ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَآ إِلٰهَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

العيدين، ج۴ص۲۹۷تا۳۰۲، ملخصاً، ذكر اختلاف أهل العلم فى التكبير فى أدبار الصلوات أيام منى)

وأما وقته فأوله عقيب صلاة الفجر من يوم عرفة وآخره فى قول أبى يوسف ومحمد -رحمهما الله تعالى- عقيب صلاة العصر من آخر أيام التشريق، هكذا فى التبيين، والفتوى والعمل فى عامة الأمصار وكافة الأعصار على قولهما، كذا فى الزاهدى (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱ ص ۱۵۲، الباب السابع عشر فى صلاة العيدين)

فالحاصل ان الفتوىٰ علىٰ قولهما فى آخر وقتهٖ وفيمن يجب عليه (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۷۹، باب العيدين)

[1] رقم الحديث ۵۶۸۱، كتاب الصلاة، باب التَّكْبِيرُ مِنْ أَيِّ يَوْمٍ هُوَ ، وَإِلَى أَيِّ سَاعَةٍ ؟واللفظ لهٗ، مستدرک حاكم، رقم الحديث ۱۱۱۲.

[2] رقم الحديث ۲۲۰۰، كتاب العيدين، ذكر اختلاف أهل العلم فى التكبير فى أدبار الصلوات أيام منى، دارطيبة، الرياض، السعودية.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ (الاوسط لابن المنذر) [1]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرفہ (یعنی نو ذی الحجہ) کی فجر کی نماز سے لے کر ایامِ تشریق کے آخری دن (یعنی تیرہ ذی الحجہ) کی ظہر کی نماز تک تکبیر کہتے تھے، عصر میں بھی تکبیر کہتے تھے، اور یہ کہتے تھے کہ: اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ إِلٰى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ (كتاب الآثار لمحمد بن الحسن) [2]

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یومِ عرفہ (یعنی نو ذُوالحجہ) کی فجر کی نماز سے لے کر ایامِ تشریق کے آخری دن (یعنی تیرہ ذی الحجہ) کی عصر کی نماز تک تکبیرِ تشریق پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت شقیق سے روایت ہے کہ:

كَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُكَبِّرُ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ غَدَاةَ عَرَفَةَ، ثُمَّ لَا يَقْطَعُ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْإِمَامُ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ بَعْدَ الْعَصْرِ (سنن البيهقي) [3]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ عرفہ (یعنی نو ذُوالحجہ) کے دن کی فجر کی نماز سے تکبیر

---

[1] رقم الحديث ۲۲۰۷، كتاب العيدين، كيفية التكبير في أيام التشريق، دارطيبة، الرياض، السعودية.

[2] رقم الحديث ۲۰۸، باب التكبير ايام التشريق، دارالكتب العلمية، بيروت، واللفظ لهٗ، الآثار لابي يوسف، رقم الحديث ۲۹۵.

[3] رقم الحديث ۶۲۷۵، كتاب صلاة العيدين، باب من استحب أن يبتدء بالتكبير خلف صلاة الصبح من يوم عرفة، دارالكتب العلمية، بيروت، واللفظ لهٗ، مصنف ابن ابی شيبة، رقم الحديث ۵۶۷۷، مستدرک حاکم، رقم الحديث ۱۱۱۳، فضل عشر ذی الحجة للطبرانی، رقم الحديث ۳۵، الاوسط لابن المنذر، رقم الحديث ۲۱۶۰.

Idara Ghufran

کہنا شروع کرتے تھے، پھر (ہر نماز کے بعد) تکبیر پڑھنے کا سلسلہ جاری رکھتے تھے، یہاں تک کہ امام ایامِ تشریق (یعنی تیرہ ذی الحجہ) کی آخری نماز پڑھاتا تھا، تو عصر کے بعد تکبیر کہتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عمیر بن سعید سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَلِيٍّ ؛ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ مِنْ صَلاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلٰى صَلاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ(مصنف ابنِ ابی شیبة) [1]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ یومِ عرفہ (یعنی نو ذُوالحجہ) کی فجر کی نماز سے تکبیر کہنا شروع کرتے تھے، اور ایامِ تشریق کے آخری دن (یعنی تیرہ ذی الحجہ) کی عصر تک جاری رکھتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت حارث سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ مِنْ صَلاةِ الْغَدَاةِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلٰى صَلاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ يَقُوْلُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ(فضل عشر ذی الحجه للطبرانی) [2]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ یومِ عرفہ (یعنی نو ذی الحجہ) کی فجر کی نماز سے لے کر ایامِ تشریق کے آخری دن (یعنی تیرہ ذی الحجہ) کی عصر کی نماز تک اس طرح تکبیر کہتے تھے کہ:

---

[1] رقم الحديث ۵٦٧٨، كتاب الصلاة، باب التَّكْبِيرُ مِنْ أَىِّ يَوْمٍ هُوَ ، وَإِلَى أَىِّ سَاعَةٍ ؟
قال الالبانی:
وقد صح عن على رضى الله عنه " :أنه كان يكبر بعد صلاة الفجر يوم عرفة ,إلى صلاة العصر من آخر أيام التشريق ,ويكبر بعد العصر ."رواه ابن أبى شيبة (۲/۱/۲) من طريقين ,أحدهما جيد .ومن هذا الوجه رواه البيهقى(۳۱۴/۳)ثم روى مثله عن ابن عباس ,وسنده صحيح(ارواء الغليل، ج۳ص۱۲۵، تحت رقم الحديث ۶۵۳)

[2] باب من كان يبتدء بالتكبير يوم عرفة بعد صلاة الفجر ويقطع بعد صلاة العصر من آخر أيام التشريق، رقم الحديث ۳۶.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

”اَللّٰهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُ أَكْبَرُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ“ (ترجمہ ختم)

اور حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ مِنْ غَدَاةِ عَرَفَةَ إِلٰى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ (سنن البيهقى) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ عرفہ (یعنی نو ذی الحجہ) کی صبح سے لے کر آخری ایام تشریق (یعنی تیرہ ذی الحجہ) کی عصر تک تکبیر کہتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ مضمون اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [2]

اور حضرت عمیر بن سعید سے روایت ہے کہ:

قَدِمَ عَلَيْنَا ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَكَانَ يُكَبِّرُ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلٰى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ (مستدرک حاکم) [3]

ترجمہ: حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے، تو وہ عرفہ (یعنی نو ذُوالحجہ) کی فجر سے ایامِ تشریق کے آخری دن (یعنی تیرہ ذی الحجہ) کی عصر کی نماز تک تکبیر تشریق پڑھتے تھے (ترجمہ ختم)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ نو ذی الحجہ کی فجر سے لے کر تیرہ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک ہر فرض نماز کے بعد تکبیرِ تشریق پڑھنی چاہئے۔ [4]

---

[1] رقم الحديث ٦٢٧٦، كتاب صلاة العيدين، باب من استحب أن يبتدء بالتكبير خلف صلاة الصبح من يوم عرفة، دار الكتب العلمية، بيروت، واللفظ له، ورقم الحديث ٦٢٧٧.

[2] حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بَالَوَيْهِ، ثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، ثنا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، ثنا الْحَكَمُ بْنُ فَرُّوخٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ مِنْ غَدَاةِ عَرَفَةَ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ١١١٤)

[3] رقم الحديث ١١١٥، كتاب صلاة العيدين، دار الكتب العلمية، بيروت.

[4] دلالة الآثار على قول ابى يوسف ومحمد والجمهور ظاهرة ان مبدأ التكبير من صبح عرفة الى عصر ايام التشريق، وقد مرتاويل فعل عمر من تكبيره الى ظهر آخرها فتذكر. وفيها دلالة ايضا على ان محل هذا التكبير هو دبر الصلوات المكتوبات المؤدات جماعة فانها هى المتبادرة بالصبح والظهر والعصر ونحوها دون النوافل (اعلاء السنن ج٨ص١٥٥، باب تكبيرات التشريق)

Idara Ghufran

البتہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے بعض روایات میں دس ذی الحجہ کی عصر تک تکبیرِ تشریق پڑھنا منقول ہے۔ [1]

اور حضرت عمر، حضرت علی، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم، اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے تکبیرِ تشریق کے یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

”اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ“ [2]

---

[1] عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنهُ أَنَّهُ قَالَ فِي التَّكْبِيرِ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ: "مِنْ دُبُرِ صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلَى دُبُرِ صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ، وَكَانَ يُكَبِّرُ فَيَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ "(الآثار لابی یوسف، رقم الحدیث ۲۹۷)

عَنِ الْأَسْوَدِ، قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللهِ يُكَبِّرُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ يوم النَّحْرِ، يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ(مصنف ابن ابی شیبة، رقم الحدیث ۵۶۷۹، کتاب الصلاة، باب التَّكْبِيرُ مِنْ أَيِّ يَوْمٍ هُوَ، وَإِلَى أَيِّ سَاعَةٍ؟)

عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ؛ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ(مصنف ابن ابی شیبة، رقم الحدیث ۵۶۸۰، کتاب الصلاة، باب التَّكْبِيرُ مِنْ أَيِّ يَوْمٍ هُوَ، وَإِلَى أَيِّ سَاعَةٍ؟)

واما ماروی عن ابن مسعود انه کبر الی عصر یوم النحر فانه وان کان رواته ثقات، ولکنه شاذ مخالف لعمل الجمهور من الصحابة فلایقبل، لاسیما وقد ثبت عن ابن مسعود مایوافقهم وهو الاولیٰ بالقبول(اعلاء السنن ج۸ص ۱۵۲، باب تکبیرات التشریق)

[2] حدثنا محمد بن الصباح، قال: ثنا عبد الرزاق، عن ابن التيمي، عن الحجاج بن أرطأة، عن عطاء بن أبي رباح، عن عبيد بن عمير، أن عمر: كان يكبر من صلاة الغداة يوم عرفة إلى صلاة الظهر من آخر أيام التشريق يكبر في العصر يقول: الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله، والله أكبر الله أكبر ولله الحمد (الاوسط لابن المنذر، رقم الحدیث ۲۲۰۷)

عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ؛ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ أَيَّامَ التَّشْرِيقِ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ(مُصنف ابن أبي شيبة، رقم الحدیث ۵۶۹۷، كَيْفَ يُكَبِّرُ يَوْمَ عَرَفَةَ؟)

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي إِسْحَاقَ: كَيْفَ كَانَ تَكْبِيرُ عَلِيٍّ، وَعَبْدِ اللهِ؟ فَقَالَ: كَانَا يَقُولَانِ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ(مُصنف ابن أبي شيبة، رقم الحدیث ۵۶۹۹، كَيْفَ يُكَبِّرُ يَوْمَ عَرَفَةَ؟)

عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: كَانُوا يُكَبِّرُونَ يَوْمَ عَرَفَةَ وَأَحَدُهُمْ مُسْتَقْبِلٌ الْقِبْلَةَ فِي دُبُرِ الصَّلَاةِ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ(مُصنف ابن أبي شيبة، رقم الحدیث ۵۶۹۶، كَيْفَ يُكَبِّرُ يَوْمَ عَرَفَةَ؟)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ اس طرح تکبیر پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰہُ أَکْبَرُ کَبِیْرًا اَللّٰہُ أَکْبَرُ کَبِیْرًا اَللّٰہُ أَکْبَرُ وَأَجَلُّ اَللّٰہُ أَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ (مُصنف ابن أبی شیبة) [1]

اور بعض حضرات سے صرف اَللّٰہُ أَکْبَرُ کے الفاظ بھی مروی ہیں۔ [2]

پس گنجائش تو ان میں سے کسی بھی تکبیر کے کہہ لینے کی ہے، لیکن حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہم کی تکبیر زیادہ جامع ہونے کے ساتھ ساتھ امت میں متعارف بھی ہے (کیونکہ اس میں تکبیر، تہلیل، اور تحمید کے تینوں جملے موجود ہیں) اس لئے ہمارے فقہائے کرام نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحدیث ۵۷۰۱، کتاب الصلاۃ، کَیْفَ یُکَبِّرُ یَوْمَ عَرَفَةَ؟

[2] حَدَّثَنَا یَزِیدُ بْنُ هَارُونَ ، قَالَ :أَخْبَرَنَا حُمَیْدٌ ؛ أَنَّ الْحَسَنَ کَانَ یُکَبِّرُ :اللَّهُ أَکْبَرُ اللَّهُ أَکْبَرُ ، ثَلاَثَ مَرَّاتٍ(مُصنف ابن أبی شیبة،رقم الحدیث ۵۷۰۰، کَیْفَ یُکَبِّرُ یَوْمَ عَرَفَةَ؟)

[3] حدثنا علی بن عبد العزیز ، قال :ثنا حجاج ، قال :ثنا حماد ، عن حجاج ، عن أبی إسحاق ، عن عاصم بن ضمرة ، عن علی أن علیا : کان یکبر یوم عرفة صلاة الفجر إلی العصر من آخر أیام التشریق یقول :الله أکبر الله أکبر ، لا إله إلا الله ، والله أکبر الله أکبر ولله الحمد .وبه قال النخعی ، والثوری ، وأحمد ، وإسحاق ، وسفیان ، ومحمد .وقالت طائفة :یکبر ثلاثا ، الله أکبر ، الله أکبر ، الله أکبر ، هذا قول مالک ، والشافعی ، وبه قال الحسن البصری .وفیه قول ثالث : وهو أن یقول :الله أکبر ، الله أکبر ، الله أکبر کبیرا ، الله أکبر تکبیرا ، الله أکبر وأجل ، الله أکبر ولله الحمد ، روینا هذا القول عن ابن عباس(الاوسط لابن المنذر، ج۴ص ۳۰۹، تحت رقم الحدیث ۲۲۰۹)

اختلفت الروایات عن الصحابة -رضی الله عنهم -فی تفسیر التکبیر، روی الله أکبر الله أکبر لا إله إلا الله، والله أکبر الله أکبر ولله الحمد وهو قول علی وابن مسعود -رضی الله عنهما -، وکان ابن عمر یقول :الله أکبر الله أکبر الله أکبر وأجل، الله أکبر ولله الحمد، وبه أخذ الشافعی.
وکان ابن عباس یقول :الله أکبر الله أکبر لا إله إلا الله الحی القیوم یحیی ویمیت وهو علی کل شیء قدیر، وإنما أخذنا بقول علی وابن مسعود -رضی الله عنهما -؛ لأنه المشهور والمتوارث من الأمة؛ ولأنه أجمع لاشتماله علی التکبیر والتهلیل والتحمید فکان أولی(بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۱۹۵، کتاب الصلاة، فصل حکم التکبیر فی أیام التشریق)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

تکبیرِ تشریق کی حِکمت

اِن دنوں میں تکبیرِ تشریق کہنے کی ایک حکمت یہ ہے کہ عید اور قربانی کے دنوں میں بطورِ خاص اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت دلوں میں پختہ ہو، اور جس ذات کی دل میں عظمت ہوتی ہے آدمی اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتا ہے بلکہ اس کے اشاروں پر چلتا اور اس کی چاہت کو مدِّنظر رکھ کر عمل کرتا ہے۔

بار بار مسلمانوں کو اس طرف متوجہ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دلوں میں بٹھائیں، اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلے میں نفس وشیطان، رشتہ دار، دوست واحباب کسی کی بات نہ مانیں، عظمت وکبریائی صرف اللہ کے لئے ہے، اسی کی اطاعت کریں، اس کی اطاعت میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(صيغة التكبير)م :(والتكبير أن يقول مرة واحدة " :الله أكبر الله أكبر، لا إله إلا الله والله أكبر، الله أكبر ولله الحمد ") ش :وهو قول عمر بن الخطاب وابن مسعود، وبه قال الثوری وأحمد وإسحاق، وفيه أقوال أخر، الأول قول الشافعی -رَحِمَهُ اللَّهُ- أنه يكبر ثلاثا معا، وهو قول ابن جبير والحسن .وفی "المحيط "قال الشافعی :التكبير أن يقول :الله أكبر الله أكبر الله أكبر ثلاث مرات أو خمسا أو سبعا أو تسعا، لأن التنصيص عليه فی القرآن التكبير، قال الله تعالى :(وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ)والتكبير قوله " :الله أكبر "، وأما قوله " :لا إله إلا الله "فتهليل، وقوله " :الحمد لله "تحميد فمن شرط هذا فقد زاد على الكتاب .قال صاحب "الدراية" :"فعلم أن قول المصنف والتكبير ....إلخ احترازا عن قول الشافعی -رَحِمَهُ اللَّهُ- فی موضعين وفی المدة وتعيين الكلام .الثانی :قول لمالك أنه يقف على الثانية ثم يقطع فيقول الله أكبر لا إله إلا الله، حكاه الثعلبی عنه.

الثالث :عن ابن عباس :الله أكبر الله أكبر أجل الله أكبر ولله الحمد.

الرابع :هو :الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد وهو على كل شیء قدير، روی عن ابن عمر -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ-.

الخامس :عن ابن عباس :الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله الحی القيوم يحيی ويميت وهو على كل شیء قدير .السادس :عن ابن عباس عن عبد الرحمن :الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله، الله أكبر الله أكبر الحمد لله، ذكره فی "المحلی ."السابع :أنه ليس فيه شیء موقت، قاله الحاكم وحماد .وقول أصحابنا أولى، لأن عليه جماعة من الصحابة والتابعين(البناية شرح الهداية، ج۳ص ۱۲۹، فصل فی تكبيرات التشريق)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

آنے والی ہر رکاوٹ کا مقابلہ کریں۔ یہ حقیقت پیشِ نظر رکھ کر یہ تکبیرات کہنا چاہئے۔

پھر اپنا جائزہ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت ومحبت دل میں پیدا ہورہی ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوٹ رہی ہے یا نہیں؟ اور آخرت کی فکر دل میں پیدا ہورہی ہے یا دن بدن دنیا کی ہوس اور محبت میں اضافہ ہورہا ہے؟

تکبیرِ تشریق کے اَحکام

اب تکبیرِ تشریق سے متعلق چند مسائل ذکر کیے جاتے ہیں:

مسئلہ نمبر۱...... کُل پانچ دن یعنی نو ذی الحجہ کی فجر کی نماز سے لے کر تیرہ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک تکبیرِ تشریق ہر فرض نماز کے بعد مرد، عورت، شہری، دیہاتی، مقیم ومسافر، حاجی وغیر حاجی، تنہا اور جماعت سے نماز پڑھنے والے ہر ایک کو پڑھنی چاہئے۔ [۱]

مسئلہ نمبر۲...... جس شخص کی امام کے ساتھ کچھ رکعتیں رہ گئی ہوں، اسے اپنی باقی ماندہ نماز پوری کر کے سلام پھیرنے کے بعد تکبیرِ تشریق پڑھنی چاہئے۔ [۲]

---

[۱] واما عندهما فهوواجب علیٰ کل من یصلی المکتوبة لانهٔ تبع لها فیجب علی المسافر والمرأة والقروی قال فی السراج الوهاج والجوهرة والفتویٰ علیٰ قولهما فی هذا ایضاً، فالحاصل ان الفتویٰ علیٰ قولهمافی آخر وقتهٖ وفیمن یجب علیه (البحرالرائق ج ۲ ص ۱۶۲، آخر باب العیدین)

وعلیه الاعتماد والعمل والفتویٰ فی عامة الامصار وکافة الاعصار (رد المحتار ج ۲ ص ۱۸۰)

وأما الکلام فیمن یجب علیه هذا التکبیر فنقول :علی قول أبی حنیفة رحمه الله :لا یجب هذه التکبیرات مقصوداً إلا علی الرجال المقیمین فی الأمصار عقیب الصلوات المکتوبات بالجماعة، فلا تجب علی المنفرد ، ولا علی اهل السواد، ولا علی اهل الامصار، اذا صلوا خارج المصر بجماعة ، ولا علی المسافرین اذا صلوا فی المصر خلف المسافر، ولا علی جماعة النساء اذا کان الامام امرأة، واختلفوا فی قول ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ فی العبید، اذا صلوا خلف عبد، والاصح هو الوجوب، وهو مذهب عبد الله بن عمر رضی الله عنهما.

وقال أبو یوسف، ومحمد رحمهما الله :یجب علی کل من تجب علیه الصلاة المکتوبة فی أیام التشریق، والرستاقی والبلدی والمسافر والمقیم والذی یصلی وحده والذی یصلی بجماعة سواء، وهو قول إبراهیم، وعامر(المحیط البرهانی، ج۲ص۵۰۷، کتاب الصلاة، الفصل السابع والعشرون فی تکبیر ایام التشریق)

[۲] وکذا یجب علی المسبوق ویکبر بعدما مضی ما فاته(الفتاویٰ الهندیة، ج ۱ ص ۱۵۲، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین)

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۳...... تکبیرِ تشریق صرف فرض نماز (اور جمعہ کی نماز) کے بعد پڑھنے کا حکم ہے سنت اور نفل نماز کے بعد نہیں ہے۔ ۱

مسئلہ نمبر۴...... احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد بھی تکبیرِ تشریق پڑھی جائے۔ ۲

---

۱ ولا تكبير في شيء من النوافل لأن الجهر بالتكبير عرف قربة شرعاً بخلاف القياس والشرع إنما ورد به في المكتوبات، ففي غير المكتوبات يبقى على أصل القياس(المحيط البرهاني، ج۲ص۵۰۹، كتاب الصلاة ، الفصل السابع والعشرون في تكبير ايام التشريق)

وقال أبو يوسف ومحمد :يجب على كل من يؤدي مكتوبة في هذه الأيام على أي وصف كان في أي مكان كان وهو قول إبراهيم النخعي، وقال الشافعي في أحد قوليه :يجب على كل مصل فرضا كانت الصلاة أو نفلا؛ لأن النوافل أتباع الفرائض فما شرع في حق الفرائض يكون مشروعا في حقها بطريق التبعية.

(ولنا) ما روي عن علي وابن مسعود أنهما كانا لا يكبران عقيب التطوعات ولم يرو عن غيرهما خلاف ذلك فحل محل الإجماع؛ ولأن الجهر بالتكبير بدعة إلا في موضع ثبت بالنص وما ورد النص إلا عقيب المكتوبات ولأن الجماعة شرط عند أبي حنيفة لما نذكر، والنوافل لا تؤدى بجماعة وكذا لا يكبر عقيب الوتر عندنا.

أما عند أبي يوسف ومحمد فلأنه نفل، وأما عند أبي حنيفة فلأنه لا يؤدى بجماعة في هذه الأيام، ولأنه وإن كان واجبا فليس بمكتوب والجهر بالتكبير بدعة إلا في مورد النص والإجماع ولا نص ولا إجماع إلا في المكتوبات(بدائع الصنائع، ج ا ص۱۹۷، ۱۹۸،فصل بيان من يجب عليه تكبير التشريق)

۲ ولابأس به عقب العيد ، لان المسلمين توارثوه فوجب اتباعهم وعليه البلخيون (الدر المختار)

(قوله فوجب) الظاهران المراد بالوجوب الثبوت لاالوجوب المصطلح عليه وفي البحرعن المجتبىٰ والبلخيون يكبرون عقب صلوٰة العيدلانها تؤدىٰ بجماعة فاشبهت الجمعة اه وهو يفيد الوجوب المصطلح عليه ط (ردالمحتارج ۲ ص ۱۸۰)

قوله" :ولا بأس بالتكبير عقب صلاة العيدين الخ "في الظهيرية عن الفقيه أبي جعفر قال سمعت أن مشايخنا كانوا يرون التكبير في الأسواق في أيام العشر كما في البحر،وفي الدراية عن جمع التفاريق قيل لأبي حنيفة ينبغي لأهل الكوفة وغيرها أن يكبروا أيام التشريق في المساجد والأسواق قال نعم وذكر أبو الليث كان إبراهيم بن يوسف يفتي بالتكبير في الأسواق أيام العشر اهـ(حاشية الطحطاوي على المراقي ص ۵۴۱،باب الجمعة)

قال القاضي ظاهر كلام احمد انه يكبر عقيب صلاة العيد وهو قول ابي بكر لانها صلاة مفروضة في جماعة فاشبهت الفجر وقال ابو الخطاب لايسن لانها ليست من الصلوات الخمس اشبهت النوافل والاول اولىٰ لان هذه الصلاة اخص بالعيد فكانت احق بتكبيره (المغني لابن قدامه ج ۲ ص ۲۵۸)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۵......تکبیرِ تشریق مرد حضرات کو درمیانی بلند آواز سے پڑھنی چاہیے، اور خواتین کو آہستہ آواز میں پڑھنی چاہیے۔

بہت سی خواتین اور مرد حضرات یہ تکبیر نہیں پڑھتے، اسی طرح بعض مرد حضرات آہستہ یا بہت بلند آواز سے پڑھتے ہیں یہ سب باتیں قابلِ اصلاح ہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر۶......فرض نماز کا سلام پھیرنے کے فوراً بعد یہ تکبیر پڑھنی چاہیے۔ [2]

مسئلہ نمبر۷......سلام کے فوراً بعد اگر کوئی یہ تکبیر پڑھنا بھول جائے تو اگر نماز کے خلاف کوئی کام نہیں کیا اور یاد آ گیا تو تکبیر کہہ دینی چاہیے۔ [3]

مسئلہ نمبر۸...... ان پانچ دنوں کی کوئی فوت شدہ نماز اسی سال اِن پانچ دنوں کے اندر ہی قضاء کرے تو اس نماز کے بعد بھی یہ تکبیر کہنا چاہیے۔

---

[1] قوله" :والمرأة تخفض صوتها "بحيث تسمع نفسها والتعليل يفيد الوجوب قوله" :لأنه عورة "هذا غير معتمد والصحيح أنه يؤدى إلى الفتنة أفاده السيد وقد سبق والمراد بالعورة معناها اللغوى وهو العيب (حاشية الطحطاوى على المراقى ص ٥٣٩، باب الجمعة)

ومنها :تكبيرات التَّشريق، يجهر بها الإمام ومَن خَلفَهُ من الرّجال، والمرأةُ تُخافت، مِن فجرِ عرفة إلى عصرِ يوم النَّحرِ، أو إلى آخر أيام التَّشريق، على اختلاف القولين، والمختارُ هو الأخير(سباحة الفكر فى الجهر بالذكر، للامام اللكنوى، ص٨٨)

[2] وينبغى أن يكبر متصلا بالسلام حتى لو تكلم أو أحدث متعمدا سقط، كذا فى التهذيب ولا يكبر عقيب الوتر وعقيب صلاة العيد(الفتاوىٰ الهندية، ج ١ ص ١٥٢، الباب السابع عشر فى صلاة العيدين)

[3] اور اگر نماز کے خلاف کوئی کام کرلیا (مثلاً آواز سے ہنس پڑا، جان بوجھ کر وضو توڑ دیا، جان بوجھ کر یا بھول کر بات کرلی یا اسی طرح کا کوئی اور نماز کے خلاف عمل کرلیا) تو اصل تکبیر کا وقت ختم ہوجاتا ہے، اس لیے تکبیر جلد کہنی چاہیے اور تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ محمد رضوان

قوله" :فور كل صلاة فرض "لأنه من خصائص الصلاة فيؤدى فى حرمتها من غير فاصل يمنع البناء كقهقهة وحدث عمد وكلام مطلقا وخروج من المسجد ومجاوزة الصفوف فى الصحراء وإن لم يخرج منه أو لم يجاوزها يكبر لأن حرمة الصلاة باقية كما فى حاشية المؤلف فإن فصل بشىء من هذه الأشياء سقط عنه لأنها تقطع حرمة الصلاة لكنه إن فعل المنافى عمدا أثم ولو سبق حدث بعد السلام إن شاء كبر فى الحال لبقاء حرمة الصلاة ولا يشترط له الطهارة كما سيأتى لأنه لا يؤدى فى تحريمة الصلاة واختاره السرخسى وان شاء توضأ وأتى به وصححه الزيلعى (حاشية الطحطاوى على المراقى ص ٥٣٩، باب الجمعة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

البتہ اگر اِن پانچ دنوں سے پہلے کی کوئی نماز اِن پانچ دنوں کے اندر قضاء کرے یا اِن دنوں کی کوئی فوت شدہ نماز ان دنوں کے گذر جانے کے بعد قضاء کرے تو پھر تکبیر نہ کہے۔ ۱

مسئلہ نمبر۹...... اگر کسی نماز کے بعد امام یہ تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ فوراً خود تکبیر کہہ دیں امام کے تکبیر کہنے کا انتظار نہ کریں۔ ۲

مسئلہ نمبر۱۰......تکبیرِ تشریق ہر فرض نماز کے بعد صرف ایک مرتبہ کہنے کا حکم ہے۔

اور صحیح قول کے مطابق ایک سے زیادہ مرتبہ کہنا سنت نہیں۔

لہٰذا صرف ایک مرتبہ تکبیرِ تشریق کہنے پر اکتفاء کرنا چاہئے۔ ۳

---

۱ ومن نسى صلاة من أيام التشريق فذكرها فى أيام التشريق من تلك السنة قضاها وكبر، كذا فى الخلاصة،وإذا فاتته صلاة قبل هذه الأيام فقضاها فيها لا يكبر وكذا لو فاتته صلاة فى أيام التشريق فقضاها فى غير أيام التشريق أو قضاها فى أيام التشريق من قابل لا يكبر عقيبها (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱ ص ۱۵۲ ، الباب السابع عشر فى صلاة العيدين)

قوله" :ولو كان قضاء من فروض هذه المدة فيها الخ "خرج به ثلاث صور الأولى فائتة غيرها فيها الثانية فائتتها فى غير هذه الأيام الثالثة فائتتها قضاها فى أيامها من العام القابل وفى هذ الأخيرة خلاف أبى يوسف والصحيح أنه لا تكبير لها(حاشية الطحطاوى على المراقى ص ۵۳۹،باب الجمعة)

۲ ولو ترك الإمام التكبير يكبر المقتدى وينتظر المقتدى الإمام حتى يأتى بشىء يقطع التكبير وهى الأشياء التى تقطع البناء كالخروج من المسجد والحدث العمد والكلام، كذا فى التبيين(الفتاوىٰ الهندية، ج ۱ ص ۱۵۲ ، الباب السابع عشر فى صلاة العيدين)

ولو نسى الإمام التكبير أتى به المؤتم وجوبا كسامع السجدة مع تاليها (حاشية الطحطاوى على المراقى ص ۵۴۰، باب الجمعة)

۳ (قوله وإن زاد إلخ) أفاد أن قوله مرة بيان للواجب، لكن ذكر أبو السعود أن الحموى نقل عن القراحصارى أن الإتيان به مرتين خلاف السنة .اهـ.

قلت :وفى الأحكام عن البرجندى ثم المشهور من قول علمائنا أنه يكبر مرة وقيل :ثلاث مرات (ردالمحتار، ج ۲ ص ۱۷۸ ،باب العيدين)

قوله" :ويأتى به مرة "وما زاد فهو مستحب قال البدر العينى فى شرح التحفة وأقره فى الدر وفى الحموى عن القرا حصارى الإتيان به مرتين خلاف السنة وفى مجمع الأنهر أن زاد فقد خالف السنة اهـ ولعل محله ما إذا أتى به على أنه سنة وأما إذا أتى به على أنه ذكر مطلق فلا ويحرر(حاشية الطحطاوى على المراقى ص ۵۳۹،باب الجمعة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

عیدُ الاضحیٰ کی رات کی فضیلت

ذُوالحجہ کا مہینہ برکتوں والا مہینہ ہے، خاص طور پر اس کا پہلا عشرہ (یعنی ابتدائی دس دن) اوراس میں بھی بطورِ خاص ابتدائی عشرہ کی دس راتیں زیادہ فضیلت واہمیت کی حامل ہیں، جیسا کہ ''ذُوالحجہ کے پہلے عشرے کی فضیلت'' کے ضمن میں گزر چکا ہے۔

اوراس عشرہ کی آخری اوردسویں رات (جو کہ نو ذُوالحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے سے لے کر عیدُ الاضحیٰ کے دن کی صبح صادق تک ہوتی ہے) کیونکہ عیدُ الاضحیٰ کی بھی رات ہے، اورکئی روایات میں عیدین کی راتوں کی فضیلت کا تذکرہ موجود ہے۔

اس لئے اس رات کی بھی عظیم فضیلت ہے۔

چنانچہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيْدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلّٰهِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے عیدین (یعنی عیدُ الفطر اور عیدُ الاضحیٰ) کی راتوں میں اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی خاطر (عبادت کے ساتھ) قیام کیا، تو اُس کا دل اُس دن مُردہ نہیں ہوگا، جس دن (لوگوں کے) دل مُردہ ہوجائیں گے (ترجمہ ختم)

قیام سے مراد نفلی عبادت ہے، جس میں ذکر، تلاوت، دعا، اوراستغفار کے ساتھ ساتھ نفل نماز بھی داخل ہے، اوراُس دن سے مراد قیامت کا دن ہے، کہ جس کی دہشت سے لوگوں کے

---

[1] رقم الحديث ۱۷۸۲، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء فى القنوت قبل الركوع وبعده.
قال المنذرى:
رواه ابن ماجه ورواته ثقات إلا أن بقية مدلس وقد عنعنه(الترغيب والترهيب، ج۲ ص۹۸، كتاب العيدين والأضحية الترغيب فى إحياء ليلتى العيدين)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

دل مُردہ ہوجائیں گے۔ [1]

اور کئی روایات میں عیدین کی رات کی فضیلت آئی ہے (تفصیل کے لئے ہماری دوسری کتاب ”شوال اور عیدالفطر کے فضائل واحکام“ ملاحظہ فرمائیں)

عیدین کی راتوں کی فضیلت کے بارے میں وارد ہونے والی روایات سند کے اعتبار سے اگرچہ کچھ کمزور ہیں۔

لیکن ایک تو عیدالاضحیٰ کی رات کی فضیلت صرف اِن روایات پر موقوف نہیں کیونکہ یہ ذُوالحجہ کے پہلے عشرے کی آخری رات ہے اور اس عشرے کی راتوں کی فضیلت صحیح حدیث سے ثابت ہے، جس کا پہلے ذکر کیا جاچکا۔

دوسرے فضائل کے معاملہ میں روایات کا ضعف بعض شرائط کے ساتھ قابلِ قبول ہوتا ہے۔

تیسرے اِن روایات کے مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہونے کی وجہ سے ضعف کسی درجہ میں دور بھی ہوجاتا ہے۔

چوتھے فقہائے اُمّت اور محدّثین نے عیدین کی راتوں کی فضیلت کو قبول کیا ہے؛ جس کے بعد یہ ضُعف مضر نہیں (لان التلقی بالقبول یدفع الضعف)

لہٰذا اس موقعہ پر روایات کی سندوں کے ضعف کو بنیاد بنا کر عیدین کی راتوں کی فضیلت کا یک طرفہ انکار کرنا درست نہیں۔ [2]

---

[1] قوله (من قام ليلتى العيدين)ظاهره أن يحيى كل الليلة بالعبادة والمرجو أن قيام التهجد يكفى. (يوم تموت القلوب)أى لكثرة الذنوب والمراد إن أدركه ذلک اليوم يكون هو مخصوصا من بين الناس بحياة القلب وفى الزوائد إسناده ضعيف لتدليس بقية والله تعالى أعلم (حاشية السندى على ابن ماجه، ج ١ ص ٥٤٢ ،باب من قام ليلتى العيدين)

[2] اِتَّفَقُوْا عَلٰى اِسْتِحْبَابِ إِحْيَاءِ لَيْلَتَيِ الْعِيْدَيْنِ(شرح النووى على مسلم، ج٨ص ١٧،باب صوم عشر ذى الحجة، دار إحياء التراث العربى -بيروت)

اِعْلَمْ أَنَّهٗ يُسْتَحَبُّ إِحْيَاءُ لَيْلَتَيِ الْعِيْدَيْنِ فِيْ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَالصَّلَاةِ، وَغَيْرِهِمَا مِنَ الطَّاعَاتِ، لِلْحَدِيْثِ الْوَارِدِ فِيْ ذٰلِکَ "مَنْ أَحْيَا لَيْلَتَيِ الْعِيْدَيْنِ، لَمْ يَمُتْ قَلْبُهٗ يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ"وَرُوِىَ"مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيْدَيْنِ لِلّٰهِ مُحْتَسِبًا لَمْ يَمُتْ قَلْبُهٗ يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ" هٰكَذَا جَاءَ فِيْ رِوَايَةِ الشَّافِعِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ، وَهُوَ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

پس اس رات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہا جائے ذکر، تلاوت، تسبیح، توبہ واستغفار اور دعا ونفل نماز کا نیز گناہوں سے بچنے کا اہتمام کیا جائے، اہل وعیال کے ساتھ اُنس ومحبت سے پیش آئے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حَدِيثٌ ضَعِيفٌ رَوَيْنَاهُ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي أُمَامَةَ مَرْفُوعًا وَمَوْقُوفًا، وَكِلَاهُمَا ضَعِيفٌ، لٰكِنْ أَحَادِيثُ الْفَضَائِلِ يُتَسَامَحُ فِيهَا، كَمَا قَدَّمْنَاهُ فِي أَوَّلِ الْكِتَابِ.

وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي الْقَدْرِ الَّذِي يَحْصُلُ بِهِ الْإِحْيَاءُ، فَالْأَظْهَرُ أَنَّهُ لَا يَحْصُلُ إِلَّا بِمُعْظَمِ اللَّيْلِ، وَقِيلَ: يَحْصُلُ بِسَاعَةٍ (الاذكار النووية، ١٧١، كتاب الاذكار فى صلوات مخصوصة، باب الأذكار المشروعة فى العيدين، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت - لبنان.)

قَالَ أَصْحَابُنَا: يُسْتَحَبُّ إِحْيَاءُ لَيْلَتَيِ الْعِيدَيْنِ بِصَلَاةٍ أَوْ غَيْرِهَا مِنَ الطَّاعَاتِ وَاحْتَجَّ: لَهُ أَصْحَابُنَا بِحَدِيثِ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَنْ أَحْيَا لَيْلَتَيِ الْعِيدِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ" وَفِي رِوَايَةِ الشَّافِعِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ "مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلّٰهِ تَعَالٰى لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ حِينَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ" رَوَاهُ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ مَوْقُوفًا، وَرُوِيَ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي أُمَامَةَ مَوْقُوفًا عَلَيْهِ وَمَرْفُوعًا كَمَا سَبَقَ، وَأَسَانِيدُ الْجَمِيعِ ضَعِيفَةٌ، قَالَ الشَّافِعِيُّ فِي الْأُمِّ: وَبَلَغَنَا أَنَّهُ كَانَ يُقَالُ: إِنَّ الدُّعَاءَ يُسْتَجَابُ فِي خَمْسِ لَيَالٍ: فِي لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ، وَلَيْلَةِ الْأَضْحٰى، وَلَيْلَةِ الْفِطْرِ، وَأَوَّلِ لَيْلَةٍ فِي رَجَبٍ، وَلَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَأَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: رَأَيْتُ مَشْيَخَةً مِنْ خِيَارِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ يَظْهَرُونَ عَلٰى مَسْجِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْعِيدَيْنِ فَيَدْعُونَ وَيَذْكُرُونَ اللّٰهَ تَعَالٰى، حَتّٰى تَذْهَبَ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ، قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَبَلَغَنَا أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يُحْيِي لَيْلَةَ النَّحْرِ، قَالَ الشَّافِعِيُّ: وَأَنَا أَسْتَحِبُّ كُلَّ مَا حَكَيْتُ فِي هٰذِهِ اللَّيَالِي مِنْ غَيْرِ أَنْ تَكُونَ فَرْضًا هٰذَا آخِرُ كَلَامِ الشَّافِعِيِّ، وَاسْتَحَبَّ الشَّافِعِيُّ وَالْأَصْحَابُ الْإِحْيَاءَ الْمَذْكُورَ، مَعَ أَنَّ الْحَدِيثَ ضَعِيفٌ، لِمَا سَبَقَ فِي أَوَّلِ الْكِتَابِ أَنَّ أَحَادِيثَ الْفَضَائِلِ يُتَسَامَحُ فِيهَا، وَيُعْمَلُ عَلٰى وَفْقِ ضَعِيفِهَا وَالصَّحِيحُ أَنَّ فَضِيلَةَ هٰذَا الْإِحْيَاءِ لَا تَحْصُلُ إِلَّا بِمُعْظَمِ اللَّيْلِ، وَقِيلَ تَحْصُلُ بِسَاعَةٍ، وَيُؤَيِّدُهُ مَا سَبَقَ فِي نَقْلِ الشَّافِعِيِّ عَنْ مَشْيَخَةِ الْمَدِينَةِ، وَنَقَلَ الْقَاضِي حُسَيْنٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ إِحْيَاءَ لَيْلَةِ الْعِيدِ أَنْ يُصَلِّيَ الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ، وَيَعْزِمَ أَنْ يُصَلِّيَ الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ وَالْمُخْتَارُ مَا قَدَّمْتُهُ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ (المجموع، شرح المهذب، ج٥ص،٤٢،٤٣، باب صلاة العيدين، فرع فى مسائل تتعلق بالعيدين، دارالفكر، بيروت)

إِحْيَاءُ اللَّيْلَتَيْنِ الشَّرِيفَتَيْنِ بِعِبَادَةِ الْمَوْلٰى سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى الْمَنْدُوبِ إِلٰى إِحْيَائِهِمَا كَمَا هُوَ مَعْلُومٌ مَشْهُورٌ (المدخل لابن الحاج، جلد ١، صفحة ٢٨٩، الموسم الثانى عيد الفطر، دار التراث، بيروت)

(وَفِي اسْتِحْبَابِ قِيَامِهَا) اَىْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ (مَافِي) إِحْيَاءِ (لَيْلَةِ الْعِيدِ) (كشاف القناع عن متن الاقناع، ج ١ ص ٤٤٤، كتاب الصلاة، باب صلاة التطوع، فصل صلاة الضحىٰ، دارالكتب العلمية، بيروت)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

غرضیکہ خیر کے کاموں میں یہ رات گزاری جائے اگر زیادہ عبادت کی توفیق اور ہمت نہ ہوسکے تو کم از کم عشاء اور فجر کی نماز اپنے اپنے وقت پر پڑھ لی جائے اور درمیان میں کوئی گناہ نہ کیا جائے۔

مگر افسوس کہ آج عام طور پر لوگوں نے اپنے آپ کو ان سب فضیلتوں سے محروم کیا ہوا ہے اور نہ صرف محروم بلکہ اس مبارک رات کو طرح طرح کی لغویات، فضولیات، بے ہودہ سیر وتفریح، گانے بجانے، بے پردگی اور بدنظری وغیرہ جیسی خرافات کی نظر کر کے ''نیکی برباد گناہ لازم'' کا مصداق کیا ہوا ہے۔

بعض لوگ خاص عیدالاضحیٰ کی رات میں قربانی کے جانور کی خرید وفروخت یا ویسے ہی جانوروں کا معائنہ کرنے میں ساری ساری رات خرچ کر دیتے ہیں اور اس کی وجہ سے نمازیں تک قضاء یا ضائع کر دیتے ہیں۔

اگر ضرورتاً کبھی قربانی کے جانور کی خریداری کے لئے جانا پڑ جائے تو اس کی اگرچہ گنجائش ہے، لیکن اس کی وجہ سے نماز قضاء وضائع کرنا یا خواہ مخواہ اس مبارک رات کا قیمتی وقت ضائع کرتے پھرنا اور بلا وجہ اس کی عادت بنالینا بھاری غلطی ہے۔

(تفصیل کے لئے ہماری دوسری کتاب ''شوال اور عیدالفطر کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وَمِنَ الْمَنْدُوْبَاتِ اِحْيَاءُ لَيَالِي الْعَشْرِمِنْ رَمَضَانَ وَلَيْلَتي الْعِيْدَيْنِ وَلَيَالِي عَشْرِذِى الْحِجَّةِ وَلَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ كَمَا وَرَدَتْ بِهِ الْاَحَادِيْثُ(البحرالرائق شرح كنز الدقائق، ج ٢ ص ٥٦، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل)

وَمِنَ الْمَنْدُوْبَاتِ ...... اِحْيَآءُ لَيْلَةِالْعِيْدَيْنِ وَالنِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَالْعَشْرِالْاَخِيْرِ مِنْ رَمَضَانَ وَالْاَوَّلِ مِنْ ذِى الْحِجَّةِ (الدرالمختارمع شرح ردالمحتار ج ٢ ص ٢٤، ٢٥، دارالفكر، بيروت)

وَيُسْتَحَبُّ إِحْيَاءُ لَيْلَتَي الْعِيْدَيْنِ(البناية شرح الهداية، ج٢ص ٥٢١، كتاب الصلاة، باب النوافل، دارالكتب العلمية، بيروت)

وَنُدِبَ إِحْيَاءُ لَيَالِي الْعَشْرِ الْأَخِيْرِ مِنْ رَمَضَانَ وَإِحْيَاءُ لَيْلَتَي الْعِيْدَيْنِ وَلَيَالِي عَشْرِ ذِى الْحَجَّةِ(نور الإيضاح، ص ٨٠، فصل فى تحية المسجد وصلاة الضحى وإحياء الليالى، المكتبة العصرية، بيروت)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

عیدُ الاضحیٰ کے فضائل واحکام

سال میں دو موقعوں پر اسلام میں عید کے دن مقرر کیے گئے ہیں، جن میں سے ایک کا نام ''عیدُ الفطر'' ہے اور دوسرے کا نام ''عیدُ الاضحیٰ'' ہے۔

شوال کے مہینے کی پہلی تاریخ میں عیدُ الفطر اور ذُوالحجہ کے مہینے کی دس تاریخ میں عیدُ الاضحیٰ کے نام سے اسلامی سال کا عظیمُ الشان تہوار ادا کیا جاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْفِطْرُ یَوْمَ یُفْطِرُ النَّاسُ، وَالْأَضْحٰی یَوْمَ یُضَحِّی النَّاسُ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عید الفطر اس دن ہے، جس دن لوگ رمضان کے روزوں کا افطار کرتے ہیں (یعنی رمضان کے روزوں کی فرضیت ختم ہو جاتی ہے) اور عید الاضحیٰ اس دن ہے، جس دن لوگ قربانی کرتے ہیں (ترجمہ ختم)

''عید'' عربی کا لفظ ہے، جس کے عربی میں کئی معنیٰ آتے ہیں۔

ایک معنیٰ خوشی کے ہیں اور کیونکہ عیدین کے دِنوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشی کا موقع ہوتا ہے اس لئے اس کو عید کہا جاتا ہے۔

اور ایک معنیٰ لوٹ کر آنے والی چیز کے ہیں، اور کیونکہ عیدین کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر سال بندوں پر مختلف قسم کے احسانات لوٹ کر آتے ہیں مثلاً عیدُ الفطر کے موقع پر

---

[1] رقم الحدیث ۸۰۲، ابواب الصوم، باب ما جاء فی الفطر والأضحی متی یکون؟ شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی - مصر.

قال الترمذی: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ مِنْ هَذَا الوَجْهِ.

(حکم الألبانی): صحیح

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

روزے میں کھانے پینے کی ممانعت کے بعد افطار کی اجازت ہے اور عیدُ الاضحیٰ کے موقع پر قربانی اور حج کی عبادت وغیرہ، یہ خوشی اور عبادت کے عظیمُ الشان اعمال ہر سال ان مواقع پر لوٹ کر آتے ہیں؛ اس لئے اس کا نام عید رکھا گیا۔

اس کے علاوہ اور وجوہات بھی عید نام رکھنے کی بیان کی گئی ہیں۔ [1]

اور ''اَضحیٰ'' عربی میں قربانی کو کہا جاتا ہے، اور عیدُ الاضحیٰ کے موقع پر کیونکہ جانوروں کی قربانیاں کی جاتی ہیں، اس لیے اس کا نام ''عیدُ الاضحیٰ'' تجویز کیا گیا ہے۔ [2]

---

[1] أى :الفطر والأضحى .قيل :إنما سمى العيد عيدا لأنه يعود كل سنة، وهو مشتق من العود، فقلبت الواو ياء لسكونها وانكسار ما قبلها .وفى الأزهار :كل اجتماع للسرور، فهو عند العرب عيد لعود السرور بعوده .وقيل :لأن الله تعالى يعود على العباد بالمغفرة والرحمة، ولذا قيل :ليس العيد لمن لبس الجديد، إنما العيد لمن أمن الوعيد، وجمعه أعياد وإن كان أصله الواو لا الياء للزومها فى الواحد، أو للفرق بينه وبين أعواد الخشب(مرقاة المفاتيح، ج٣ص١٠٦٠ ،باب صلاة العيدين)

سمى العيد بهذا الاسم لأن لله تعالىٰ فيه عوائد الاحسان اى انواع الاحسان العائدة على عباده فى كل عام : منها الفطر بعد المنع عن الطعام وصدقة الفطر واتمام الحج بطواف الزيارة ولحوم الاضاحى وغير ذلك ، ولان العادة فيه الفرح والسرور والنشاط والحبورغالباً بسبب ذلك . اوتفاؤلا اى بعوده على من ادركه كما سميت القافلة قافلة تفاؤلا بقفولها أى رجوعها بحر(ردالمحتار ج ٢ ص ١٦٥ و١٦٦ ،باب العيدين)

سمى العيد عيدا لأنه يعود ويتكرر لأوقاته وقيل يعود به الفرح على الناس و كلاهما متقارب المعنى وقيل تفاؤلا لأن يعود ثانية على الإنسان(مشارق الانوار على صحاح الآثار، ج٢ص١٠٥، حرف العين،مادة ع و د)

[2] الاضحى :ما يضحى به من الشاء ونحوها فى عيد الاضحى ج أضاحى(معجم لغة الفقهاء، ج ١ ص ٧٢)

ومنه :عيد الاضحى.الاضحية :شاة، ونحوها، يضحى بها فى عيد الاضحى.(ج) أضاحى، وأضاحى (القاموس الفقهى، ص٢٢٠، مادة ض خ و)

وَالْأُضْحِيَّةُ فِيهَا لُغَاتٌ ضَمُّ الْهَمْزَةِ فِي الْأَكْثَرِ وَهِيَ فِي تَقْدِيرِ أُفْعُولَةٍ وَكَسْرُهَا إتْبَاعًا لِكَسْرَةِ الْحَاءِ وَالْجَمْعُ أَضَاحِي وَالثَّالِثَةُ ضَحِيَّةٌ وَالْجَمْعُ ضَحَايَا مِثْلُ عَطِيَّةٍ وَعَطَايَا وَالرَّابِعَةُ أَضْحَاةٌ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَالْجَمْعُ أَضْحَى مِثْلُ أَرْطَاةٍ وَأَرْطَى وَمِنْهُ عِيدُ الْأَضْحَى وَالْأَضْحَى مُؤَنَّثَةٌ وَقَدْ تُذَكَّرُ ذَهَابًا إلَى الْيَوْمِ قَالَهُ الْفَرَّاءُ وَضَحَّى تَضْحِيَةً إذَا ذَبَحَ الْأُضْحِيَّةَ وَقْتَ الضُّحَى هَذَا أَصْلُهُ ثُمَّ كَثُرَ حَتَّى قِيلَ ضَحَّى فِي أَيِّ وَقْتٍ كَانَ مِنْ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ وَيَتَعَدَّى بِالْحَرْفِ فَيُقَالُ ضَحَّيْتُ بِشَاةٍ (المصباح المنير فى غريب الشرح الكبير، باب الضاد مع الحاء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

عیدُ الاضحیٰ کو بعض اوقات بڑی عید اور اس کے مقابلے میں عیدُ الفطر کو چھوٹی عید بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ عیدُ الفطر کا صرف ایک دن ہوتا ہے، اور عیدُ الاضحیٰ کے تین دن ہوتے ہیں۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أورد الأضحية بعد الذبح لما فيهما من الذبح إلا أن الذبح أعم من الأضحية والخصوص يكون بعد العموم ۔ا هـ ، وكتب ما نصه قال فى المصباح المنير والأضحية فيها لغات ضم الهمزة فى الأكثر ، وهى فى تقدير أفعولة ، وكسرها اتباعا لكسرة الحاء والجمع أضاحى والثالثة ضحية والجمع ضحايا مثل عطية ، وعطايا والرابعة أضحاة بفتح الهمزة والجمع أضحى مثل أرطاة ، وأرطى ، ومنه عيد الأضحى والأضحى مؤنثة ، وقد تذكر ذهابا إلى اليوم قاله الفراء وضحى تضحية إذا ذبح الأضحية وقت الضحى هذا أصله ثم كثر حتى قيل ضحى فى أى وقت كان من أيام التشريق ، ويتعدى بالحرف فيقال ضحيت بشاة ۔ا هـ(تبيين الحقائق، ج۶ ص ۲، كتاب الاضحية)

بعض لوگ اس کو ''عیدُ الاضحیٰ'' کے بجائے ''عیدُ الضحیٰ'' کہتے ہیں، جو کہ صحیح نام نہیں؛ صحیح نام ''عیدُ الاضحیٰ'' ہی ہے (بہشتی زیور حصہ سوم صفحہ ۷۶)

[1] وقدم الأضحى ;فإنه العيد الأكبر قاله الطيبى(مرقاة المفاتيح ج۳ص ۱۰۶۹، باب صلاة العيدين)

(يوم النحر) : أى :أول أيام النحر؛ لأنه العيد الأكبر، ويعمل فيه أكبر أعمال الحج، حتى قال - تعالى -فيه :(يوم الحج الأكبر) (التوبة:۳)(مرقاة المفاتيح ج۵ ص ۱۸۲۶،باب الهدى)

فأما الأعياد التى يجتمع عليه الناس فلا يتجاوز بها ما شرعه الله لرسوله وشرعه الرسول لأمته .

والأعياد :هى مواسم الفرح والسرور؛ وإنما شرع الله لهذه الأمة الفرح والسرور بتمام نعمته وكمال رحمته، كما قال تعالى (قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُواْ) (يونس:۵۸) فشرع لهم عيدين فى سنة وعيدا فى كل أسبوع، فأما عيدا السنة:

فأحدهما :تمام صيامهم الذى افترضه عليهم كل عام، فإذا أتموا صيامهم أعتقهم من النار، فشرع لهم عيدا بعد إكمال صيامهم وجعله يوم الجوائز يرجعون فيه من خروجهم إلى صلاتهم وصدقتهم بالمغفرة وتكون صدقة الفطر وصلاة العيد شكرا لذلك.

والعيد الثانى :أكبر العيدين عند تمام حجهم بإدراك حجهم بالوقوف بعرفة وهو يوم العتق من النار، ولا يحصل العتق من النار والمغفرة للذنوب والأوزار فى يوم من أيام السنة أكثر منه، فجعل الله عقب ذلك عيدا؛ بل هو العيد الأكبر، فيكمل أهل الموسم فيه مناسكهم ويقضوا فيه تفثهم ويوفون نذورهم ويطوفون بالبيت العتيق ويشاركهم أهل الأمصار فى هذا العيد؛ فإنهم يشاركونهم فى يوم عرفة فى العتق والمغفرة وإن لم يشاركوهم فى الوقوف بعرفة، لأن الحج فريضة العمر لا فريضة كل عام، بخلاف الصيام ويكون شكر عند أهل الأمصار :الصلاة والنحر، والنحر أفضل من الصدقة التى فى يوم الفطر؛ ولهذا أمر الله نبيه صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أن يشكر نعمته عليه بإعطائه الكوثر بالصلاة له والنحر كما شرع ذلك لإبراهيم خليله عليه السلام عند أمره بذبح ولده وافتدائه بذبح عظيم(فتح البارى لابنِ رجب ، ج ا ص ۱۷۴،۱۷۵)

Idara Ghufran

ہر قوم اور ملّت میں سال کے کچھ دن خوشی کا جشن منانے کے لئے مقرر ہوتے ہیں۔

جنہیں عام بول چال میں تہوار کہا جاتا ہے، تہوار منانے کے لئے ہر قوم کا مزاج و مذاق، انداز اور طور طریقے مختلف ہو سکتے ہیں، لیکن ان سب میں ایک بات مشترک طور پر پائی جاتی ہے اور وہ ''خوشی منانا'' ہے۔

اسلام میں بھی سال میں دو موقعے عید کے اس غرض کے لئے دوسری قوموں سے علیٰحدہ عبادت کے طور پر مقرر کئے گئے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَدِيْنَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُوْنَ فِيْهِمَا، فَقَالَ: مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ؟ قَالُوْا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيْهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمَا: يَوْمَ الْأَضْحٰى، وَيَوْمَ الْفِطْرِ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: رسول صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر) مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینے کے لوگ (جن میں بہت سے لوگ پہلے ہی سے اسلام قبول کر چکے تھے) دو دنوں میں کھیل کود کیا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے معلوم کیا کہ یہ دو دن کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم جاہلیت میں (اسلام سے پہلے) ان دو دنوں میں کھیل کود کیا کرتے تھے (بس وہی رواج اب تک چل رہا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اِن دو دنوں کے بدلے میں اِن سے بہتر دو دن عطا فرما دیئے ہیں (اب وہی تمہارے

---

[1] رقم الحديث ۱۱۳۴، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، المكتبة العصرية، بيروت، واللفظ لهٗ، سنن نسائى، رقم الحديث ۱۵۵۶، مسند احمد، رقم الحديث ۱۲۸۲۷.

فى حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين من جهة يزيد بن هارون، وأما متابعه سهل بن يوسف، فمن رجال البخارى وأصحاب السنن.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قومی اور مذہبی تہوار ہیں) ایک عید الاضحیٰ کا دن اور دوسرا عید الفطر کا دن (ترجمہ ختم)

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے یہ دو دن ایسے وقت پر مقرر کئے گئے جن میں پوری امت ایک ایسی اجتماعی عبادت مکمل کر کے فارغ ہوتی ہے جو سال میں ایک بار ہی انجام دی جاتی ہے۔

عید الفطر اس وقت منائی جاتی ہے جب مسلمان رمضان المبارک میں نہ صرف روزوں کی تکمیل کرتے ہیں، بلکہ اس مقدس مہینے کے ایک تربیتی دور سے گذر کر اپنی روحانیت کو تازگی بخشتے ہیں۔

اور عید الاضحیٰ اس وقت منائی جاتی ہے جب ایک دوسری سالانہ عبادت یعنی حج کی تکمیل ہوتی ہے اور لاکھوں مسلمان عرفات کے میدان میں اپنے رب سے مغفرت کی دعائیں اور توبہ کر کے ایک نئی زندگی کا آغاز کر چکے ہوتے ہیں اور جو لوگ براہِ راست حج میں شریک نہیں ہو سکے وہ قربانی کی عبادت انجام دیتے ہیں۔

عید کے دن اللہ تعالیٰ کی مہمانی کے دن ہیں، اسی وجہ سے ان دنوں میں روزہ رکھنا گناہ اور کھانا پینا عبادت ہے۔

چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَلَا وَإِنَّ هٰذِهِ الْأَيَّامَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَّشُرْبٍ وَذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (ابوداؤد)[1]

ترجمہ: خبردار ہو جاؤ، یہ دن کھانے پینے اور اللہ عزوجل کے ذکر کے دن ہیں (ترجمہ ختم)

---

[1] رقم الحديث ٢٨١٣، كتاب الضحايا، باب فی حبس لحوم الأضاحی، المكتبة العصرية، بيروت.

قال الالبانی:

قلت: إسناده صحيح على شرط مسلم، وكذا قال الحاكم، ووافقه الذهبی، وصححه الترمذی وابن خزيمة وابن حبان والحاكم والذهبی (صحيح ابی داؤد، تحت حديث رقم ٢٠٩٠)

Idara Ghufran

عیدُ الاضحیٰ کے دن مسنون ومستحب اعمال

عید کا دن چونکہ عبادت اور خوشی کے مجموعے کا دن ہے، اس لیے شریعت کی طرف سے اس دن ایسے کام عبادت قرار دیے گئے ہیں کہ جو ان دونوں عناصر کو شامل ہوں؛ یعنی ان میں عبادت کا پہلو بھی ہو، اور خوشی ومسرت کا پہلو بھی ہو۔

چنانچہ احادیث وروایات سے عیدُ الاضحیٰ کے دن چند اعمال کا سنت ومستحب ہونا معلوم ہوتا ہے، جن کا خلاصہ یہ ہے:

(۱)......عید کی رات میں حسبِ توفیق نفلی عبادت وذکر کرنا، اور بطورِ خاص گناہوں سے بچنا مستحب ہے۔

عیدین کی راتوں میں نفلی عبادت کی احادیث میں فضیلت آئی ہے، اس لئے ہر شخص کو حسبِ توفیق نفلی عبادت کرنی چاہئے، خواہ نفل نماز پڑھے، یا ذکر، تلاوت ودعا کرے۔

کسی کو زیادہ توفیق نہ ہوسکے، تو عشاء اور فجر کی نماز اپنے وقت پر اور مَرد حضرات کو باجماعت ادا کرنا چاہئے، اور اس رات میں بطورِ خاص گناہوں سے بچنا چاہئے۔

(۲)......عید کے دن صبح کو سویرے اُٹھنا، اور فجر کی نماز اپنے وقت پر ادا کرنا، اور مرد حضرات کو فجر کی نماز مسجد میں باجماعت پڑھنا بہت اہمیت رکھتا ہے۔

کیونکہ عید کا دن عبادت کا دن ہے، اس لئے اس دن کا آغاز عبادت کے ساتھ ہونا چاہئے۔

لہٰذا عید کے دن صبح سویرے اُٹھنا چاہیے، اور فجر کی نماز اپنے وقت پر اور مرد حضرات کو باجماعت ادا کرنی چاہیے۔

(۳)......عید کے دن شریعت کے موافق طہارت ونظافت اور صفائی ستھرائی اور زیب وزینت اختیار کرنا سنت ہے۔

کیونکہ شریعت کی طرف سے عید کے دن کے ساتھ صفائی ستھرائی کا بھی خاص تعلق ہے۔

Idara Ghufran

اور اسی وجہ سے جمعے کے دن بھی اس قسم کے بہت سے کام سنت ومستحب ہیں۔ ۱؎

(۴)...... خوب اہتمام کے ساتھ میل کچیل دور کرکے غسل کرنا سنت ہے۔ ۲؎

جو شخص (کسی عذر یا عید کی نماز واجب نہ ہونے کی وجہ سے جیسا کہ عورت اور نابالغ بچہ) عید کی نماز ادا نہ کرے اس کو بھی غسل کرلینا بہتر ہے، کیونکہ یہ دن صفائی اور زینت کا بھی ہے۔ ۳؎

آج کل مرد حضرات تو عید کی نماز سے پہلے غسل اور شرعی طریقہ پر صفائی وغیرہ کرکے فارغ ہوجاتے ہیں، مگر خواتین اس میں کوتاہی کرتی ہیں، اور اگر کہیں آنا جانا ہوتا ہے، تو اس غرض سے غسل وصفائی کرلیتی ہیں، ورنہ نہیں کرتیں؛ حالانکہ یہ کام عید کے دن کی وجہ سے عبادت ہیں، کسی کو دکھانے کی غرض سے نہیں اور اگر نامحرموں کو دکھانا مقصود ہو تو یہ مستقل گناہ ہے۔

(۵)......خاص اہتمام کے ساتھ مرد وعورت سب کو مسواک کرنا سنت ہے۔ ۴؎

عید کا دن چونکہ ذکر وعبادت اور صفائی ونظافت کا بھی دن ہے، اور مسواک عبادت اور صفائی ونظافت کا ذریعہ ہے، اور بطورِ خاص منہ کی صفائی کا ذریعہ ہے، اور منہ کے ساتھ ہی عموماً ذکر

۱؎ ثم يستحب لصلاة العيد ما يستحب للجمعة من الاغتسال والاستياك والتطيب ولبس احسن الثياب والتكبير الى المصلى لانه يوم اجتماع للعبادة كالجمعة فيستحب التنظيف واظهار النعمة والمسارعة وذكر السروجي على الجواهرى قال يغتسل بعد الفجر فان فعلهٔ قبلهٔ اجزأه ويتطيب بازالة الشعر وقلم الاظفار ومس الطيب(حلبی كبير صفحه ۵۶۶،فصل فی صلاة العيد)

۲؎ (قَوْلُهُ وَنُدِبَ يَوْمُ الْفِطْرِ إلَخْ) النَّدْبُ قَوْلُ الْبَعْضِ وَعَدَّ الْمُصَنِّفُ الْغُسْلَ سَابِقًا مِنْ السُّنَنِ وَالصَّحِيحُ أَنَّ الْكُلَّ سُنَّةٌ لِخُصُوصِ الرِّجَالِ قُهُسْتَانِيٌّ عَنْ الزَّاهِدِيِّ ط وَزَادَ فِي الْبَحْرِ عَنْ الْمُجْتَبَى وَإِنَّمَا سَمَّاهُ مُسْتَحَبًّا لِاشْتِمَالِ السُّنَّةِ عَلَى الْمُسْتَحَبِّ قَالَ نُوحٌ أَفَنْدِي وَحَاصِلُهُ تَجْوِيزُ إطْلَاقِ اسْمِ الْمُسْتَحَبِّ عَلَى السُّنَّةِ وَعَكْسُهُ وَلِهَذَا أَطْلَقَ فِي الْهِدَايَةِ اسْمَ الْمُسْتَحَبِّ عَلَى الْغُسْلِ ثُمَّ قَالَ فَيُسَنُّ فِيهِ الْغُسْلُ اهـ وَفِي الْقُهُسْتَانِيِّ أَيْضًا أَنَّ هَذِهِ الْأُمُورَ مَنْدُوبَةٌ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَمِنْ آدَابِهَا لَا مِنْ آدَابِ الْيَوْمِ كَمَا فِي الْجَلَّابِيِّ لَكِنْ فِي التُّحْفَةِ أَنَّ فِي غُسْلِهِ اخْتِلَافَ الْجُمُعَةِ .اهـ. (ردالمحتار، جزء۲، صفحه ۱۶۸، باب العيدين، مَطْلَبٌ يُطْلَقُ الْمُسْتَحَبُّ عَلَى السُّنَّةِ وَبِالْعَكْسِ)

۳؎ وقال المالكية والشافعية يستوى فى ذالك الذاهب الى الصلاة والقاعد لانهم يوم الزينة بخلاف الجمعة قال السروجي وهٰذا صحيح (حلبی كبير صفحه ۵۶۶،فصل فی صلاة العيد)

۴؎ ويستحب يوم الفطر للرجل الاغتسال والسواك ولبس أحسن ثيابه، كذا فى القنية جديدا كان أو غسيلا، كذا فى محيط السرخسى(الفتاوىٰ الهندية، ج ۱ ص ۱۴۹ ، كتاب الصلاة، الباب السابع عشر فى صلاة العيدين)

Idara Ghufran

وعبادت اوراذکار انجام دیئے جاتے ہیں۔

اس لیے عید کے دن خاص اہتمام کے ساتھ مسواک کرنا سنت ومستحب ہے، اور مسواک خواتین کے لیے بھی سنت ہے۔

لہٰذا عید کے دن مردوعورت سب کو اور خاص طور پر مرد حضرات کو عید کی نماز سے پہلے مسواک کا اہتمام کرنا چاہیئے، اور مسواک کی سنت ادا کرنے کے لیے اگر مسواک موجود نہ ہو تو عید کا دن آنے سے پہلے ہی اس کا انتظام کرلینا چاہیئے۔

(۶)...... فاضل (یعنی زیرِ ناف وبغلوں اور مونچھوں کے) بال اور ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے ناخن وغیرہ کاٹنا سنت ہے۔ [۱]

البتہ جس کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو، اس کو ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی کرنے تک اپنے ناخن نہ کاٹنا اور سر، بغل اور ناف کے نیچے، بلکہ بدن کے کسی حصہ کے بال بھی نہ کاٹنا مستحب ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص قربانی سے پہلے ایسا کرلے تو بھی کوئی گناہ نہیں ہے اور اس سے قربانی میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ [۲]

(۷)...... پاک وصاف عمدہ لباس جو میسر ہو پہننا سنت ہے۔

---

[۱] ویتطیب بازالة الشعر وقلم الاظفار ومس الطیب وقال المالکیة والشافعیة یستوی فی ذالک الذاهب الی الصلاة والقاعد لانهم یوم الزینة بخلاف الجمعة قال السروجی وهٰذا صحیح (حلبی کبیر، صفحه ۵۶۶،فصل فی صلاة العید)

ویستحب إزالة الشعر والظفر والریح الکریهة (حاشیة البجیرمی علی الخطیب، جزء۲، صفحه ۲۲۲، کتاب الصلاة، فصل فی صلاة العیدین)

(قَوْلُهُ وَإِزَالَةُ نَحْوِ شَعْرٍ إلَخْ) أَیِّ شَعْرٍ تُطْلَبُ إزَالَتُهُ کَالْعَانَةِ وَالْإِبطِ فَلَوْ لَمْ یَکُنْ بِبَدَنِهِ شَعْرٌ فَالظَّاهِرُ بَلْ الْمُتَعَیِّنُ أَنَّهُ لَا یُسَنُّ لَهُ إمْرَارُ الْمُوسَی عَلَی بَدَنِهِ؛ لِأَنَّ إزَالَةَ الشَّعْرِ لَیْسَتْ هُنَا مَطْلُوبَةً لِذَاتِهَا بَلْ لِلتَّنْظِیفِ وَبِهَذَا یُفَرَّقُ بَیْنَ مَا هُنَا وَبَیْنَ تَحَلُّلِ الْمُحْرِمِ ع ش (حاشیة الشروانی علی تحفة المحتاج فی شرح المنهاج، جزء۳، صفحه ۴۷، باب صلاة العیدین)

[۲] ویندب لمن أراد أن یضحی تأخیر تقلیم الأظفار وحلق الرأس (منیة المصلی وغنیة المبتدی،ص ۳۰۶)

Idara Ghufran

مگر شرعی حدود کی خلاف ورزی نہیں ہونی چاہئے، مثلاً مرد ریشمی لباس نہ پہنیں، اور تکبر اور فخر کی نیت نہ ہو اور اس معاملہ میں حد سے نہ بڑھا جائے نہ ہی اس کے لئے قرض وغیرہ لیا جائے، بلکہ اپنی حیثیت کے مطابق میانہ روی اختیار کرنی چاہئے۔ [1]

پس عید کے دن اچھا لباس پہننا سنت ہے، اور سنت کی نیت سے ہی اچھا لباس پہننا چاہئے، شہرت اور دکھلاوے وغیرہ کی نیت سے نہیں پہننا چاہئے۔

اسی طرح خواتین کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اجنبی اور نامحرموں کے سامنے اپنی زیب وزینت کا اظہار کریں۔

البتہ شریعت کی طرف سے خواتین کو اپنے شوہروں کے سامنے حسن وجمال کے اظہار کو جائز بلکہ شوہروں کے لئے زیب وزینت اختیار کرنے کو عبادت قرار دیا گیا ہے۔

(۸)......عید کے دن عمدہ خوشبو، جو میسر ہو لگانا سنت ہے۔

مگر خواتین کو تیز خوشبو لگانا منع ہے، اس لیے ان کو ہلکی خوشبو لگانی چاہیے، تاکہ نامحرموں تک ان کی لگائی ہوئی خوشبو نہ پہنچے۔ [2]

---

[1] (قوله ولو غير أبيض) قال في البحر: وظاهر كلامهم تقديم الأحسن من الثياب في الجمعة والعيدين وإن لم يكن أبيض، والدليل دال عليه فقد روى البيهقي أنه -عليه الصلاة والسلام- كان يلبس يوم العيد بردة حمراء وفي الفتح الحلة الحمراء عبارة عن ثوبين من اليمن فيهما خطوط حمر وخضر لا أنها أحمر بحت فليكن محمل البردة أحدهما اهـ أي أحد الثوبين اللذين هما الحلة أي فلا يعارض ذلك حديث النهي عن لبس الأحمر.

والقول مقدم على الفعل والحاظر على المبيح إذا تعارضا فكيف إذا لم يتعارضا بالحمل المذكور اهـ بزيادة وسيأتي إن شاء الله تعالى تمام الكلام على لبس الأحمر في كتاب الحظر والإباحة (ردالمحتار، ج۲، ص ۱۶۸، باب العيدين)

[2] وأما بيان ما يستحب في يوم العيد فيستحب فيه أشياء منها ما قال أبو يوسف: إنه يستحب أن يستاك، ويغتسل، ويطعم شيئا، ويلبس أحسن ثيابه، ويمس طيبا، ويخرج فطرته قبل أن يخرج، أما الاغتسال والاستياك ومس الطيب ولبس أحسن الثياب -جديدا كان أو غسيلا-؛ فلما ذكرنا في الجمعة(بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۲۷۹، فصل بيان ما يستحب في يوم العيد)

وهي واجبة وهو الأصح، هكذا في محيط السرخسي، ويستحب يوم الفطر للرجل الاغتسال والسواك ولبس أحسن ثيابه، كذا في القنية جديدا كان أو غسيلا، كذا في محيط السرخسي.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

(۹)......عید کی نماز کے لئے جلدی پہنچنا سنت ہے۔

عید کی نماز کے لیے فجر کی نماز پڑھ کر جتنی جلدی ہو سکے جانا چاہیے، اور امام کے قریب والی جگہ بیٹھنا چاہیے، تاکہ زیادہ سے زیادہ ثواب وانعام حاصل کیا جا سکے۔ [۱]

(۱۰)......کوئی عذر نہ ہو تو عید کی نماز ادا کرنے کے لیے پیدل جانا سنت ہے۔

اس لئے عید کی نماز کے لئے پیدل جانے کی کوشش کرنی چاہیے، البتہ اگر کوئی عذر ہو، تو سواری پر جانے میں بھی حرج نہیں۔ [۲]

(۱۱)......کوئی عذر نہ ہو تو عید کی نماز، عیدگاہ میں ادا کرنا سنت ہے۔

البتہ عذر کی صورت میں مسجد یا آبادی کے اندر کسی مقام پر پڑھنے میں بھی حرج نہیں، خاص طور پر ضعفاء اور کمزور لوگوں کے لئے آبادی کے اندر یا اپنے محلّہ میں پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ویستحب التختم والتطیب والتبکیر وھو سرعة الانتباہ والابتکار وھو المسارعة إلی المصلی وأداء صدقة الفطر قبل الصلاة وصلاة الغداة فی مسجد حیه (الفتاویٰ الھندیة، ج ۱ ص ۱۴۹، کتاب الصلاة،الباب السابع عشر فی صلاة العیدین)

ویندب التطیب للذکر بأحسن ما یجدہ عندہ من الطیب (حاشیة البجیرمی علی الخطیب، ج ۲، ص ۲۲۲، کتاب الصلاة، فصل فی صلاة العیدین)

[۱] فقہاء نے جمعہ کی طرح عیدین کی نماز کے لیے بھی تبکیر (سویرے جانے) کو مستحب قرار دیا ہے، اور جمعہ کے لیے تبکیر (سویرے جانے) کی فضیلت کا وقت فجر کے بعد شروع ہو جاتا ہے، اسی طرح عیدین کی تبکیر (سویرے جانے) کی فضیلت کا وقت بھی فجر کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یستحب ان یبکر الی صلاة العید ویکون التبکیر بعد الفجر (المجموع شرح المھذب ج۵ ص ۱۰، باب صلاة العیدین)

اور تبیین الحقائق میں ہے:

ویستحب التبکیر والابتکار ماشیا بعد ماصلی الفجرفی مسجد حیة ویرجع من طریق اخریٰ (تبیین الحقائق ج ۱ ص ۲۲۵، باب صلاة العیدین)

[۲] وَالْخُرُوجُ إلَی الْمُصَلَّی مَاشِیًا وَالرُّجُوعُ فِی طَرِیقٍ آخَرَ، كَذَا فِی الْقُنْیَةِ. وَلَا بَأْسَ بِالرُّكُوبِ فِی الْجُمُعَةِ وَالْعِیدَیْنِ وَالْمَشْیُ أَفْضَلُ فِی حَقِّ مَنْ یَقْدِرُ عَلَیْهِ، كَذَا فِی الظَّهِیرِیَّةِ (الفتاویٰ الھندیة، ج ۱ ص ۱۴۹، کتاب الصلاة، الباب السابع عشر فی صلاة العیدین)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

آج کل بڑے بڑے شہروں میں آبادی سے باہر نکل کر عید کی نماز ادا کرنا عام طور پر مشکل ہوتا ہے، یہ بھی ایک طرح سے عذر میں داخل ہے۔

ایسے حالات میں آبادی کے اندر متعدد مقامات پر عیدین کی نماز پڑھنے کی گنجائش ہے۔

لیکن اسی کے ساتھ کوشش کرنی چاہئے کہ جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے اجتماعات منعقد نہ کئے جائیں۔ [1]

(۱۲)......عید کی نماز کے لیے جاتے ہوئے راستے میں کچھ بلند آواز کے ساتھ تکبیر کہنا سنت ہے، اور تکبیر ان الفاظ میں کہنا بہتر ہے:

"اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ"

عید کا دن کیونکہ اللہ عزوجل کے ذکر اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے اظہار کا بھی دن ہے، اس لئے عید کی نماز کے لیے جاتے ہوئے راستے میں بلکہ بعض حضرات کے نزدیک عیدگاہ پہنچ کر امام کی آمد سے پہلے بھی تکبیر کہنا سنت ہے۔

(۱۳)......کوئی عذر نہ ہو تو عیدُ الاضحیٰ کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا مستحب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالاضحیٰ کے دن عید کی نماز سے پہلے کچھ کھاتے پیتے نہیں تھے۔

---

[1] اگر کسی عیدگاہ کے امام کا عقیدہ یا عمل صحیح نہ ہو، تو یہ بھی عذر میں داخل ہے۔

(والخروج إليها) أى الجبانة لصلاة العيد (سنة وإن وسعهم المسجد الجامع) هو الصحيح (الدرالمختار)

(قوله :هو الصحيح) قال فى الظهيرية .وقال بعضهم :ليس بسنة وتعارف الناس ذلك لضيق المسجد وكثرة الزحام والصحيح هو الأول .اهـ.

وفى الخلاصة والخانية السنة أن يخرج الإمام إلى الجبانة، ويستخلف غيره ليصلى فى المصر بالضعفاء بناء على أن صلاة العيدين فى موضعين جائزة بالاتفاق، وإن لم يستخلف فله ذلك .اهـ. نوح (ردالمحتار، جزء۲، صفحه ۱۶۸، باب العيدين)

بيان استنباط الأحكام وهوعلى وجوه :الأول :فيه استحباب خروج الإمام مع القوم إلى مصلى العيد فى الجبانة لأجل صلاة العيد، ولم يزل الصدر الأول كانوا يفعلون ذلك، ثم تركه أكثرهم لكثرة الجوامع، ومع هذا فإن أهل بلاد شتى لم يتركوا ذلك(عمدة القارى للعينى، ج۳ص۲۷۲، كتاب الحيض،باب ترك الحائض الصوم)

Idara Ghufran

اور بعض روایات کے مطابق عیدالاضحیٰ کے دن اپنی قربانی کے گوشت سے کھانے کی ابتداء کرتے تھے۔ [1]

اس لئے اگر کوئی عذر نہ ہو، تو عیدالاضحیٰ کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا پینا مستحب ہے۔

اور قربانی کرنے والے کے لئے افضل ہے کہ اگر عید کی نماز کے بعد جلدی قربانی کرنی ہو، تو اپنی قربانی کے گوشت سے کھانے کی ابتداء کرے۔ [2]

لیکن اگر کوئی عذر ہو، مثلاً بھوک لگی ہوئی ہو یا قربانی تاخیر سے کرنے کا ارادہ ہو، تو عیدالاضحیٰ کی نماز سے پہلے کچھ کھانے میں بھی حرج نہیں؛ کیونکہ یہ صرف مستحب درجے کا عمل ہے؛ فرض یا واجب درجے کا عمل نہیں۔

اور اسی وجہ سے اگر کوئی بلا عذر بھی عیدالاضحیٰ کی نماز سے پہلے کچھ کھا، پی لے، تب بھی گناہ

---

[1] أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، کَانَ لَا یَخْرُجُ یَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰی یَأْکُلَ، وَکَانَ لَا یَأْکُلُ یَوْمَ النَّحْرِ حَتّٰی یَرْجِعَ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ١٧٥٦، كتاب الصيام، باب فى الأكل يوم الفطر قبل أن يخرج، عن بريدة)

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ": لَا يَغْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ، وَلَا يَأْكُلُ يَوْمَ الْأَضْحَى حَتَّى يَرْجِعَ فَيَأْكُلَ مِنْ أُضْحِيَّتِهِ "(مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٩٨٤، عن بريدة)

فى حاشية مسند احمد:

حديث حسن، وهذا إسناد ضعيف من أجل عقبة بن عبد الله الرِّفاعى، فهو ضعيف، لكنه قد توبع، وباقى رجاله ثقات رجال الشيخين. وأخرجه الدارمى(١٦٠٠)والطبرانى فى "الأوسط(٣٠٨٩) "وابن عدى ٥/١٩١٧، والبيهقى ٣/٢٨٣من طرق عن عقبة بن عبد الله، بهذا الإسناد. ووقع فى رواية البيهقى: وكان إذا رجع، أكل من كبد أضحيته.

[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں احادیث میں آتا ہے کہ عیدُ الاضحیٰ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہیں کھاتے تھے، یہاں تک کہ نماز پڑھ کر لوٹ آتے، اور بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ واپس آ کر اپنی قربانی سے کھاتے تھے۔

غالباً فقہاء کا یہ اختلاف کہ یہ حکم عام ہے یا قربانی کرنے والے کے ساتھ خاص ہے، انہیں روایات پر مبنی ہے؛ اور راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصل تو امساک عن الطعام کا یہ حکم عام ہے، قربانی کرنے والے کے ساتھ خاص نہیں؛ لٰہذا عیدُ الاضحیٰ کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا پینا سب کے لئے مستحب ہے، لیکن اگر کوئی شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اور عیدُ الاضحیٰ کی نماز کے بعد بآسانی جلد ہی اپنی قربانی کا گوشت میسر آ سکتا ہو تو اس سے ابتداء کرنا بھی مستحب ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد رضوان۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

نہیں۔ ۱؎

۱؎ و لا بأس بالأكل يوم الأضحى قبل الصلاة فى رواية و فى رواية يكره و الصحيح هو الأول لأن الإمساك مستحب و ليس بواجب(فتاوىٰ قاضيخان، كتاب الحظر والاباحة و ما يكره أكله و ما لا يكره و ما يتعلق بالضيافة)

يستحب يوم الأضحى أن لا يأكل أولا إلا من أضحيته قالوا ولو أكل من غيرها فليس بمكروه (البحرالرائق، ج۲ ص۳۴، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

(لكن هنا يؤخر الأكل) للاتباع فيهما، وهو مستحب، ولا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة إذ لا بد لها من دليل خاص فلذا كان المختار عدم كراهة الأكل قبل الصلاة وأطلقه فشمل من لا يضحى وقيل إنه لا يستحب التأخير فى حقه وشمل من كان فى المصر، ومن كان فى السواد وقيده فى غاية البيان بأن هذا فى حق المصرى أما القروى فإنه يذوق من حين أصبح، ولا يمسك كما فى عيد الفطر؛ لأن الأضاحى تذبح فى القرى من الصباح(البحرالرائق، ج۲ص۱۷۲، باب العيدين)

قال -رحمه الله- (لكن هنا يؤخر الأكل عنها) لما روى أنه -عليه الصلاة والسلام- كان لا يطعم فى يوم الأضحى حتى يرجع فيأكل من أضحيته وقيل :هذا فى حق من يضحى ليأكل من أضحيته أو لا أما فى حق غيره فلا ، ثم قيل الأكل قبل الصلاة مكروه والمختار أنه ليس بمكروه ولكن يستحب أن لا يأكل(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج۱ ص۲۲۶، باب صلاة العيدين)

(قوله :ويستحب فى يوم الأضحى أن يغتسل ويتطيب ويؤخر الأكل حتى يفرغ من الصلاة) ليخالف الأيام التى قبله فإن أكل قبل الخروج هل يكره فيه روايتان، والمختار أنه لا يكره لكن يستحب أن لا يأكل اقتداء برسول الله -صلى الله عليه وسلم- فإنه كان لا يأكل حتى يرجع(الجوهرة النيرة، ج۱ ص۹۴، باب صلاة العيدين)

وفى الكبرىٰ الاكل قبل الصلاة يوم الاضحى هل هو مكروه فيه روايتان والمختارانه لايكره لكن يستحب له ان لايفعل كذافى التتارخانيه ويستحب ان يكون اول تناولهم من لحوم الاضاحى التى هى ضيافة الله كذا فى العينى شرح الهداية (الفتاوىٰ الهندية ج ۱ ص ۱۵۰،الباب السابع عشر فى صلاة العيدين)

(ويندب تأخير أكله عنها) وإن لم يضح فى الأصح(الدرالمختار)

(قوله :ويندب تأخير أكله عنها) أى يندب الإمساك عما يفطر الصائم من صبحه إلى أن يصلى فإن الأخبار عن الصحابة تواترت فى منع الصبيان عن الأكل والأطفال عن الرضاع غداة الأضحى قهستانى عن الزاهدى ط (قوله وإن لم يضح) شمل المصرى والقروى وقيده فى غاية البيان بالمصرى وذكر أن القروى يذوق من الصبح لأن الأضاحى تذبح فى القرى من الصباح بحر (قوله فى الأصح) وقيل :لا يستحب التأخير فى حق من لم يضح بحر(ردالمحتار،ج۲ص۱۷۶، باب العيدين)

ثم ان ظاهر الحديث يدل على ان الامساك يستحب لكل رجل يضحى او لا ، وكذلك فى الدرالمختار قال وهو الاصح ،وفى المغنى لابنِ قدامة: قال احمد: والاضحى لاياكل فيه حتى يرجع اذا كان له ذبح لان النبى صلى الله عليه وسلم كان ياكل من ذبيحته ، واذا لم يكن له ذبح لم يبال ان ياكل اهـ (معارف السنن ج۴ ص ۴۵۱،باب فى الاكل يوم الفطر قبل الخروج)

Idara Ghufran

(۱۴)......جس راستہ سے نمازِ عید کے لئے جائیں اس کے علاوہ سے واپس آنا سنت ہے۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز کے لئے ایک راستے سے جاتے تھے، اور دوسرے راستے سے واپس تشریف لاتے تھے، اس لئے عید کے دن جس راستہ سے عید کی نماز کے لئے جائیں اس کے علاوہ سے واپس آنا سنت ہے۔ اور اگر پورا راستہ مختلف نہ ہو سکے، تو جتنا راستہ مختلف ہو سکے، اتنا اختیار کر لینے سے امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ سنت ادا ہو جائے گی اور اگر کوئی عذر ہو، تو ایک ہی راستے سے آنے جانے میں بھی کوئی گناہ نہیں۔ [۱]

(۱۵)......اپنی وسعت وحیثیت کے مطابق مستحق مساکین کو صدقہ کرنا مستحب ہے۔

پس عید کے دن اپنی وسعت وحیثیت کے مطابق صحیح مستحقین ومساکین کو صدقہ کرنا بھی سنت ومستحب ہے، بشرطیکہ صحیح مستحقین اور غریبوں کا انتخاب کیا جائے، اور پیشہ ور بھکاریوں سے اجتناب کیا جائے۔ [۲]

---

[۱] وفی الجملة الاقتداء به سنة؛ لاحتمال بقاء المعنى الذى فعله من أجله، ولأنه قد يفعل الشىء لمعنى ويبقى فى حق غيره سنة، مع زوال المعنى، كالرمل والاضطباع فى طواف القدوم، فعله هو وأصحابه لإظهار الجلد للكفار، وبقى سنة بعد زوالهم(المغنى لابنِ قدامة، ج۲ص ۲۸۹،کتاب الصلاة، باب صلاة العيدين)

والتاسع ان يرجع من طريق غير الطريق الذى خرج منه لان النبى عليه السلام كان يفعل ذلک(النتف فى الفتاوىٰ، ج ۱ ص ۹۹، کتاب الصلاة)

(و) يسن (رجوعه) أى المصلى (فى غير طريق غدوه) لحديث جابر (كان النبى صلى الله عليه وسلم إذا خرج إلى العيد خالف إلى الطريق) رواه البخارى ورواه مسلم عن أبى هريرة وعلته شهادة الطريقين ، أو تسويته بينهما فى التبرک بمروره ، أو سرورهما بمرور ، أو الصدقة على فقرائهما ونحوه فلذا قال (وكذا جمعة) ولا يمتنع فى غيرها (شرح منتهى الارادات ،کتاب الصلاة، باب احكام صلاة العيدين)

[۲] واكثار الصدقة (الدرالمختار مع شرحه رد المحتار ج۲ ص ۱۶۹ ،باب العيدين كذا فى درر الحكام شرح غرر الحكام جلد ۱ ،باب صلاة العيدين ،وكذا فى الموسوعة الفقهية، جلد۲)

(و) تسن (الصدقة) فى يومى العيدين إغناء للفقراء عن السؤال(شرح منتهى الارادات كتاب الصلاة، باب احكام صلاة العيدين)

(و) يسن يوم العيدين (التوسعة على الأهل والصدقة) على الفقراء ليغنيهم عن السؤال(كشاف القناع عن متن الاقناع، ج۲ص ۵۲، باب صلاة العيدين)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(۱۶)......حسبِ حیثیت اپنے اہل وعیال اور گھر والوں کی ضروریات (لباس، اور کھانے پینے وغیرہ) میں وسعت وفراخی کرنا بھی مستحب ہے۔

عید کے دن صدقہ کی ترغیب دی گئی ہے، اور اپنے ضرورت مند رشتہ دار اور اہل وعیال پر نفلی صدقہ کی فضیلت زیادہ ہے۔ اس لئے عید کے دن حسبِ حیثیت اپنے اہل وعیال اور گھر والوں کے لیے وسعت کرنا بھی باعثِ اجر وثواب ہے، جس میں گھر والوں کے لئے اچھے لباس اور کھانے پینے وغیرہ کا انتظام بھی داخل ہے۔

اور اگر نقدی کی شکل میں وسعت کی جائے، تو بھی حرج نہیں، بشرطیکہ اس میں غلو نہ ہو۔ [۱]

(۱۷)......گھر والوں، عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا مستحب ہے۔

عید کا دن کیونکہ خوشی ومسرّت کا دن ہے، بلکہ عید کے ایک معنیٰ بھی خوشی ومسرّت کے ہیں، اس لئے اپنے گھر والوں اور عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے اور منکرات سے بچتے ہوئے بشاشت کا اظہار کرنا اور غیض وغضب سے پرہیز کرنا اور عفوودرگزر سے کام لینا بھی عبادت وثواب ہے۔

(تفصیل کے لئے ہماری دوسری کتاب ''شوال اور عیدالفطر کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

---

[۱] وأما صدقة التطوع فيجوز صرفها إلى هؤلاء لقوله عليه السلام نفقة الرجل على نفسه صدقة وعلى عياله صدقة وكل معروف صدقة(تحفة الفقهاء ، ج ا ص ۳۰۴، كتاب الزكاة،باب من يوضع فيه الصدقة)

(و) يسن (التوسعة على الأهل) لأنه سرور(شرح منتهى الارادات كتاب الصلاة، باب احكام صلاة العيدين)

(و) يسن يوم العيدين (التوسعة على الأهل والصدقة) على الفقراء ليغنيهم عن السؤال(كشاف القناع عن متن الاقناع، ج۲ ص ۵۲، باب صلاة العيدين)

والسنة فى عيد الفطر التوسعة فيه على الأهل بأى شىء كان من المأكول، إذ لم يرد الشرع فيه بشىء معلوم فمن وسع على أهله فيه، فقد امتثل السنة، ويجوز أن يتخذ فيه طعاما معلوما، إذ هو من المباح لكن بشرط عدم التكلف فيه وبشرط أن لا يجعل ذلک سنة يستن بها فمن خالف ذلک فكأنه ارتكب كبيرة، وإذا وصل الأمر إلى هذا الحد ففعل ذلک بدعة، إذ أنه بسبب ذلک ينسب إلى السنة ما ليس منها، وكذلک يشترط فيه أن يكون على لسان العلم(المدخل لابن الحاج، ج ا ص۲۸۷، الموسم الثانى عيد الفطر)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ملحوظ رہے کہ حج کرنے والا کیونکہ اس دن احرام کی حالت میں ہوتا ہے اس لئے اس کے حق میں عید کے دن احرام سے نکلنے سے پہلے یہ بہت سے کام سنت ومستحب نہیں بلکہ جائز بھی نہیں جیسا کہ بال وغیرہ کاٹنا، خوشبو لگانا، مرد کو احرام کی حالت میں سلے ہوئے کپڑے پہننا وغیرہ۔

البتہ احرام کی پابندی ختم ہونے کے بعد ان کاموں کے کرنے میں حرج نہیں۔ [۱]

عیدُ الاضحیٰ کے دن سے متعلّق چند مسائل

مسئلہ نمبر۱...... عید کے دن فجر کے بعد عید کی نماز سے پہلے گھر یا کسی بھی جگہ کوئی نفل نماز پڑھنا مرد وعورت دونوں کے لئے مکروہ ہے۔

اور عید کی نماز کے بعد جہاں عید کی نماز ادا کی ہے وہاں نفل پڑھنا مکروہ ہے کسی دوسری جگہ یا گھر میں مرد وعورت دونوں کے لئے مکروہ نہیں۔

البتہ قضاء نماز عید سے پہلے پڑھنے میں حرج نہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ وہ عیدگاہ میں یا مسجد میں دوسروں کے سامنے نہ پڑھی جائے، تاکہ لوگوں کو غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ [۲]

---

[۱] یحرم بالإحرام أمور :الأول الجماع ودواعیه الثانی :إزالة الشعر کیفما کان حلقا وقصا وتنورا من أی مکان کان الرأس والوجه والإبط والعانة وغیرها،الثالث :لبس المخیط علی وجه لبس المخیط إلا المکعب فیدخل الخف ویخرج القمیص إذا اتشح به علی ما سیأتی.الرابع: التطیب.الخامس :قلم الأظفار.السادس :الاصطیاد فی البر لما یؤکل لحمه وما لا یؤکل.السابع: الادهان علی ما یذکر من تفصیله(فتح القدیر، ج۲ص ۴۳۹،۴۴۰، باب الاحرام)

ولا یحلق رأسه ولا شعر بدنه ویستوی فی ذلک الحلق بالموسی والنورة، والقلع بالأسنان، وغیره ولا یقص من لحیته، کذا فی السراج الوهاج ولا یأخذ من ظفره شیئا کذا فی محیط السرخسی ولا یمس طیبا بیده، وإن کان لا یقصد به التطیب، کذا فی فتاوی قاضی خان ولا یدهن کذا فی الهدایة ولیس له أن یختضب بالحناء لأنه طیب کذا فی الجوهرة النیرة(الفتاویٰ الهندیة، ج ا ص ۲۲۴، کتاب المناسک،الباب الرابع فیما یفعله المحرم بعد الإحرام)

[۲] (ویکره النفل قبل صلاة العید) مطلقا ؛ (و) کذا یکره (بعدها فی الجبایة) أی الصحراء والمراد بها فناء المصر المعد لصلاة العید والجمعة ولا فرق فی هذا الحکم بین الجبانة والجامع (

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۲......عید کے دن مبارک باد دینے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ اگر خرابیوں سے بچ کر ہو، تو مستحب ہے، کیونکہ صحابہ وتابعین کے کئی اقوال وافعال سے عید کی مبارک باد ثابت ہے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وينتقل) في غير الجبانة أما (في مسجده) أي مسجد محلته (أو في بيته (منية المصلي ،كتاب الصلاة)
إذا قضى صلاة الفجر قبل صلاة العيد لا بأس به ولو لم يصل صلاة الفجر لا يمنع جواز صلاة العيد وكذا يجوز قضاء الفوائت القديمة قبلها لكن لو قضاها بعدها فهو أحب وأولى(الفتاوىٰ الهندية، ج ا ص ۱۵۰ ، كتاب الصلاة، الباب السابع عشر في صلاة العيدين)
وعامة أصحابنا على أنه لا يتطوع قبل صلاة العيد لا في المصلى ولا في بيته، فأول الصلاة في هذا اليوم صلاة العيد والله أعلم(بدائع الصنائع، ج ا ص۲۹۷ ،كتاب الصلاة، فصل بيان ما يكره من التطوع)
و "يكره التنفل "قبل "صلاة "العيد ولو "تنفل "في المنزل و "كذا "بعده "أي العيد "في المسجد "أي مصلى العيد لا في المنزل في اختيار الجمهور لأنه صلى الله عليه وسلم كان لا يصلى قبل العيد شيئا فإذا رجع إلى منزله صلى ركعتين (مراقي الفلاح شرح نورالايضاح، ص۷۷، فصل في الاوقات المكروهة)
قوله" :في المصلى اتفاقا "في القهستاني عن المضمرات أنها لا تكره في ناحية المسجد عند ابن مقاتل فكأنه لم يعتبر خلافه والكراهة تثبت مطلقا ولو في صلاة الضحى أو تحية المسجد وسواء من تجب عليه صلاة العيد وغيره حتى يكره للنساء أن يصلين الضحى يوم العيد قبل صلاة الإمام كما في النهر وغيره عن الخانية قوله " :لأن رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ "أي مع حرصه على النوافل فلولا الكراهة لفعل(حاشية الطحاوي على المراقي، ص ۵۳۱، ۵۳۲)
(ويكره التنفل قبل صلاة العيد) مطلقا ؛(و) كذا يكره (بعدها)اى بعد صلاة العيد، لكن (في الجبانة)فقط وهي الصحراء والمراد بها فناء المصر المعد لصلاة العيد والجمعة ولا فرق في هذا الحكم بين الجبانة والجامع (وينتفل) في غير الجبانة أما (في مسجده) أي مسجد محلته (أو في بيته)لما تقدم من الدليل في بيان اوقات الكراهة (غنية المستملي في شرح منية المصلي ، المعروف بشرح الكبير ص۳۶۵، كراهية الصلاة)

ل عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ قَالَ :لَقِيتُ وَاثِلَةَ بْنَ الْأَسْقَعِ فِي يَوْمِ عِيدٍ, فَقُلْتُ :تَقَبَّلَ اللهُ مِنَّا وَمِنْكَ, فَقَالَ " :نَعَمْ، تَقَبَّلَ اللهُ مِنَّا وَمِنْكَ , "قَالَ وَاثِلَةُ " :لَقِيتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عِيدٍ فَقُلْتُ :تَقَبَّلَ اللهُ مِنَّا وَمِنْكَ , قَالَ " :نَعَمْ, تَقَبَّلَ اللهُ مِنَّا وَمِنْكَ(السنن الكبرى للبيهقي، رقم الحديث ۶۲۹۴)
حَدَّثَنِي حَبِيبُ بْنُ عُمَرَ الْأَنْصَارِيُّ، أَخْبَرَنِي أَبِي قَالَ " :لَقِيتُ وَاثِلَةَ يَوْمَ عِيدٍ فَقُلْتُ :تَقَبَّلَ اللهُ مِنَّا وَمِنْكَ فَقَالَ :نَعَمْ، تَقَبَّلَ اللهُ مِنَّا وَمِنْكَ(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۲۳)
حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ الْبَزَّازُ، عَنْ أَدْهَمَ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ " :كُنَّا نَقُولُ لِعُمَرَ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اوراسی وجہ سے محقق فقہائے کرام نے عید کے دن مبارک باد دینے کے جائز ومستحب ہونے کا حکم بیان فرمایا ہے۔ [1]

البتہ اس کو ضروری اور لازم سمجھنا اور اگر کوئی مبارک باد نہ دے، تو اس کو معیوب سمجھنا، اور اس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي الْعِيدَيْنِ :تَقَبَّلَ اللهُ مِنَّا وَمِنْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، فَيَرُدُّ عَلَيْنَا وَلَا يُنْكِرُ ذَلِكَ عَلَيْنَا(شعب الإيمان للبيهقي، رقم الحديث ۳۴۴۶)

عن راشد بن سعد ، أن أبا أمامة الباهلي ، وواثلة بن الأسقع ، رضي الله عنهما لقياه في يوم عيد فقالا : تقبل الله منا ومنك(الدعاء للطبرانی، رقم الحديث ۸۵۴)

ذكره من طريق محمد بن ابراهيم الشامي عن بقية ثم قال (قال أبو احمد بن عدى هذا منكر لا اعلم يرويه عن بقية غير محمد بن ابراهيم هذا) ثم قال البيهقي (رأيته باسناد آخر عن بقية موقوفا ولا اراه محفوظ)قلت في هذا الباب حديث جيد اغفله البيهقي وهو حديث محمد بن زياد قال كنت مع ابى امامة الباهلى وغيره من اصحاب النبى صلى الله عليه و سلم فكانوا إذا رجعوا يقول بعضهم لبعض تقبل الله منا ومنك قال احمد بن حنبل اسناده اسناد جيد (الجوهر النقى لابن التركمانى، ج۳ص ۳۱۹، ۳۲۰،باب قول الناس فى العيد تقبل الله منا ومنك)

وقد روى بن عدى من حديث واثلة أنه لقى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم عيد فقال تقبل الله منا ومنك فقال نعم تقبل الله منا ومنك وفي إسناده محمد بن إبراهيم الشامي وهو ضعيف وقد تفرد به مرفوعا وخولف فيه فروى البيهقي من حديث عبادة بن الصامت أنه سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك فقال ذلك فعل أهل الكتابين وإسناده ضعيف أيضا وكأنه أراد أنه لم يصح فيه شيء وروينا في المحامليات بإسناد حسن عن جبير بن نفير قال كان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا التقوا يوم العيد يقول بعضهم لبعض تقبل الله منا ومنك(فتح البارى لابنِ حجر، ج۲ ص ۴۴۶،قوله باب سنة العيدين لأهل الإسلام)

[1] اَلتَّهْنِئَةُ مُسْتَحَبَّةٌ فِي الْجُمْلَةِ لِاَنَّهَا مُشَارَكَةٌ بِالتَّبْرِيْكِ وَالدُّعَاءِ مِنَ الْمُسْلِمِ لِاَخِيْهِ الْمُسْلِمِ فِيْمَا يَسُرُّهٗ وَيُرْضِيْهِ وَلِمَا فِيْ ذَالِكَ مِنَ التَّوَادِّ وَالتَّرَاحُمِ وَالتَّعَاطُفِ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَقَدْ جَاءَ فِي الْقُرْآنِ الْكَرِيْمِ ،تَهْنِئَةُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَايَنَالُوْنَ مِنْ نَعِيْمٍ ،وَذَالِكَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى ”كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ“وَالتَّهْنِئَةُ تَكُوْنُ بِكُلِّ مَايُسِرُّوَيُسْعِدُ مِمَّا يُوَافِقُ شَرْعَ اللهِ تَعَالٰى ،وَمِنْ ذَالِكَ اَلتَّهْنِئَةُ بِالنِّكَاحِ ،وَالتَّهْنِئَةُ بِالْمَوْلُوْدِ ،وَالتَّهْنِئَةُ بِالْعِيْدِ وَالْاَعْوَامِ وَالْاَشْهُرِ وَالتَّهْنِئَةُ بِالْقُدُوْمِ مِنَ السَّفَرِوَالتَّهْنِئَةُ بِالْقُدُوْمِ مِنَ الْحَجِّ اَوِ الْعُمْرَةِ وَالتَّهْنِئَةُ بِالطَّعَامِ وَالتَّهْنِئَةُ بِالْفَرَجِ بَعْدَ الشِّدَّةِ ...... ذَهَبَ جُمْهُوْرُالْفُقَهَاءِ اِلٰى مَشْرُوْعِيَّةِ التَّهْنِئَةِ بِالْعِيْدِ مِنْ حَيْثُ الْجُمْلَةِ (الموسوعة الفقهية ج۱۴ ،ص۹۷ ،ماده تهنئة)

وَالتَّهْنِئَةُ بِقَوْلِهٖ تَقَبَّلَ اللهُ مِنَّا وَمِنْكُمْ لَاتُنْكَرُ بَلْ مُسْتَحَبَّةٌ لِوُرُوْدِ الْاَثَرِ بِهَا......قَوْلُ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهٖ عِيْدُ مُبَارَكٌ عَلَيْكَ وَنَحْوُهٗ وَيُمْكِنُ اَنْ يُّلْحَقَ هٰذَااللَّفْظُ فِي الْجَوَازِ الْحَسَنِ وَاِسْتِحْبَابِهٖ لِمَا بَيْنَهُمَا مِنَ التَّلَازُمِ (طحطاوى على المراقى ص ۲۸۹ ،باب احكام العيدين)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

پر لعن طعن کرنا درست نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر۳...... مصافحہ اور معانقہ کرنے (یعنی ہاتھ ملانے اور گلے ملنے) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپس میں ملاقات ہوتی تو سنت کے مطابق سلام کرتے اور کوئی عذر نہ ہوتا تو سلام کے ساتھ مصافحہ بھی کرتے اور جب سفر سے آتے تو معانقہ کرتے (یعنی گلے ملتے) اس سے ہٹ کر مصافحہ اور معانقہ کا کوئی خاص وقت یا دن مثلاً کسی نماز کے بعد یا عید کا موقع مقرر نہ تھا۔

اور اسی وجہ سے عید کے دن مصافحہ و معانقہ سنت و مستحب نہیں، اور آج کل بہت سے لوگ عید کے دن مصافحہ و معانقہ کرنے کو بہت ضروری سمجھتے ہیں، خواہ کسی سے ابھی ملاقات نہ ہو رہی ہو، اور کوئی سفر سے بھی نہ آیا ہو، اور اگر کوئی یہ عمل نہ کرے، تو اس کو معیوب قرار دیتے ہیں، یہ طرزِ عمل درست نہیں، اور فقہاء و اہلِ علم حضرات نے اسی حیثیت سے عید کے موقع پر مصافحہ و معانقہ کو مکروہ و بدعت قرار دیا ہے۔

لہٰذا مصافحہ و معانقہ کو عید کی سنت یا ضروری حکم نہیں سمجھنا چاہئے، اور اس سے بچنا چاہئے۔

البتہ اگر کسی سے عید کے دن ملاقات ہو رہی ہو، اور اس سے دوسرے دنوں کی طرح ملاقات کے وقت سنت کے مطابق سلام کر کے مصافحہ کیا جائے، اور کوئی اسی دن سفر سے آیا ہو، تو اس سے سفر سے آمد کی وجہ سے معانقہ کیا جائے، تو کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ مصافحہ، ملاقات کی وجہ سے اور معانقہ سفر سے آمد کی وجہ سے ہو، نہ کہ عید کا دن یا عید کا موقع ہونے کی وجہ سے۔

مسئلہ نمبر۴...... عید کے دن قبرستان جانا سنت سے ثابت نہیں، لہٰذا اس کو سنت نہیں سمجھنا

---

[1] ملحوظ رہے کہ جس بات کو شرع نے ناجائز کہا ہو اس کو جائز سمجھنا گناہ ہے اور جس کو جائز بتلایا ہو مگر ضروری نہ کہا ہو اس کو ضروری سمجھ کر پابندی کرنا یا نام کمانے کو (اپنی بڑائی کے لئے) کرنا یہ بھی گناہ ہے۔

اسی طرح جس کام کو شرع نے ثواب نہیں بتلایا اس کو ثواب سمجھنا گناہ ہے اور جس کو ثواب بتلایا ہو مگر ضروری نہ کہا ہو اس کو ضروری سمجھنا گناہ ہے۔ اور جو ضروری نہ سمجھے مگر خلقت (لوگوں) کے طعن کے خوف سے اس کے چھوڑنے کو بُرا سمجھے یہ بھی گناہ ہے (بہشتی زیور چھٹا حصہ ص۶۲)

Idara Ghufran

چاہیے، اور آج کل بہت سے لوگ عید کے دن میں قبرستان جانے کا بہت زیادہ اہتمام بلکہ التزام کرنے لگے ہیں، اور اگر کوئی عید کے دن میں قبرستان نہ جائے تو اسے بہت معیوب خیال کرتے ہیں۔

اور اسی پر بس نہیں مَردوں کے علاوہ عورتیں بھی قبرستان جانے کا اہتمام کرتی ہیں، بلکہ خوب زیب وزینت کے ساتھ بن سنور کر اور بے پردہ ہو کر قبرستان جاتی ہیں اور پھر قبرستان میں جا کر بے شمار بدعات ومنکرات کا بھی ارتکاب کیا جاتا ہے۔

اس طرزِ عمل سے بچنے کی ضرورت ہے۔

مسئلہ نمبر۵......عید کے دن اچھا لباس پہننا، اور صفائی ستھرائی کا اہتمام کرنا، سنت سے ثابت ہے، اس لئے ثواب ہے۔

لیکن آج کل اس عنوان سے عید کی غیر معمولی تیاری بھی ایک مستقل رسم بن گئی ہے، اس میں ہر شخص دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے، اور اس غرض کے لئے بے شمار فضول خرچیوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے، اور اگر اپنے پاس انتظام نہ ہو، تو اس کے لئے قرض تک لینے سے گریز نہیں کیا جاتا، بلکہ بعض اوقات ناجائز طریقہ پر مال حاصل کر کے عید کی تیاری کا انتظام کیا جاتا ہے۔

عید کی تیاری میں اتنا غلو اور گناہوں کا ارتکاب درست نہیں، شرعی حدود اور اعتدال میں رہنا چاہیے۔

مسئلہ نمبر۶......بعض لوگ عید کے دن غیر شرعی زیب وزینت کرتے ہیں، جو کہ گناہ ہے، عید کے دن شریعت کے موافق زیب وزینت کرنا ثواب ہے، نہ کہ شریعت کے خلاف۔

آج کل بہت سے لوگ عید کے دن غیر شرعی لباس پہنتے ہیں چنانچہ خاص طور پر نوجوان عید کے دن کے لئے فیشن نُما اور ٹخنوں سے نیچے تک لٹکا ہوا لباس، پینٹ، شرٹ وغیرہ تیار کراتے ہیں، عورتیں باریک نیم برہنہ اور فیشنی لباس پہنتی ہیں، اور بھنویں کٹواتی ہیں، اسی طرح سَر

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کے بال بھی کٹواتی ہیں اور دوسری غیر شرعی زیب وزینت اور بے پردگی کا مظاہرہ کرتی ہیں۔
مرد ڈاڑھی ایک مٹھی سے کم کر کے کاٹتے ہیں، اس دن بطورِ خاص شیو کرتے ہیں، خلافِ شرع فیشن نُما کپڑے پہنتے ہیں، بالوں وغیرہ کی کٹنگ انگریزی اور خلافِ شریعت طرز پر کرائی جاتی ہے، اور ڈاڑھی منڈا کر، انگریزی بال تراش کر عید کی نماز کے لئے آتے ہیں۔
اس قسم کی چیزوں کو عید کے دن کی زینت سمجھنا اور عید کے مبارک دن اختیار کرنا درست نہیں۔
مسئلہ نمبر ۷...... عید کے دن کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مہمانی کے دن ہیں، اس لئے ان دِنوں میں ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔
آج کل عید کے موقع پر بعض جگہ بے پردگی اور بے حیائی کا بھی مظاہرہ کیا جاتا ہے، چنانچہ عورتیں زیب وزینت اور نعوذ باللہ تعالیٰ نیم برہنہ لباس کے ساتھ بے پردہ ہو کر نامحرموں کے سامنے آتی ہیں، تفریح گاہوں اور ہوٹلوں اور بعض گھروں میں بھی عورتوں ومَردوں کا مخلوط، بے محابا اور بلا تکلف اجتماع ہوتا ہے۔
بعض عورتیں عید ملنے کے لئے بن سنور کر نامحرم لوگوں کے سامنے جاتی ہیں، جس میں بسا اوقات ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ بھی ہوتا ہے اور ایک دوسرے کو بے محابا طریقہ پر عید کی مبارک باد پیش کی جاتی ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ بے تکلفی اور ہنسی مذاق تک کی نوبت آجاتی ہے، اور اس قسم کی دوسری خلافِ شرع حرکات ہوتی ہیں، ان بے ہودہ حرکات کا عید کے مبارک اسلامی تہوار سے تعلق نہیں اور ان حرکات کو عید کی آڑ میں انجام دینا کم علمی اور گناہ ونقصان کی بات ہے۔
مسئلہ نمبر ۸...... بعض لوگ بطورِ خاص عید کے بابرکت دِنوں میں موسیقی، ٹی وی اور فلموں کے پروگراموں میں سرگرم نظر آتے ہیں۔
یہ لوگ عید کی خوشی کو سینما بینی اور ان گناہوں کے ناپاک عمل سے گندہ کردیتے ہیں۔ گناہ میں خوشی نہیں ہوتی، اللہ کو ناراض کرنے والی چیز کیسے خوشی کا باعث بن سکتی ہے؟

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۹...... بعض لوگ عید کے موقع پر غیر ضروری روشنی اور لائٹنگ کا اہتمام کرتے ہیں، اور اس میں ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ آرائی کرتے ہیں، یہ بھی گناہ ہے، کیونکہ ایک تو اس میں اسراف اور فضول خرچی ہے، خاص طور پر جبکہ بجلی کی قلت کا بھی سامنا ہو، اور دوسرے اس میں دکھلاوے اور فخر وتفاخر کا گناہ ہے، تیسرے اس میں دوسری باطل قوموں کے ساتھ مشابہت بھی ہے۔

لہٰذا عید کے موقع پر غیر ضروری روشنی وچراغاں اور لائٹنگ کرنے سے بچنا چاہئے۔

مسئلہ نمبر۱۰...... مروجہ عید کارڈ شریعت سے ثابت نہیں، اس لئے اس کو کارِ خیر یا ثواب سمجھنا غلط ہے، اور اگر اس میں خرابیاں بھی شامل ہوں، مثلاً اس کو ضروری سمجھنا، اس میں قیمتی پیسے اور وقت کو خرچ کرنا، اس میں جاندار کی تصاویر کا ہونا اور اس میں فحش اور بے حیائی کی باتوں کا شامل ہونا، وغیرہ وغیرہ، تو پھر اس کے ناجائز وگناہ ہونے میں شبہ نہیں۔

مسئلہ نمبر۱۱...... بعض لوگ عید کے دِنوں میں بھیک مانگنے کے پیشہ میں مبتلا ہوتے ہیں، جبکہ یہ تو اللہ سے مانگنے کا موقع ہے اور بلاضرورت مانگنا یا اس کو پیشہ بنانا تو ویسے ہی گناہ ہے، اس کی عید کے مبارک موقع پر کیسے اجازت ہوسکتی ہے؟

مسئلہ نمبر۱۲...... اگر کسی موقع پر عید اور جمعہ ایک دن جمع ہوجائیں تو اس کو بعض لوگ، عوام یا حکومت پر بھاری سمجھتے ہیں، اور اس سے طرح طرح کی بدفالی لیتے ہیں۔

اس قسم کی بدفالی سخت گناہ ہے، عید کا جمعہ یا کسی بھی دن واقع ہونا صرف اور صرف اللہ کے حکم سے ہے، بندوں کا اس میں کوئی دخل نہیں، جب اللہ کا حکم ہوتا ہے چاند انتیس دن پر نظر آجاتا ہے اور جب مہینہ کے تیس دن کے ہونے کا حکم ہوتا ہے تو مہینہ تیس دن کا ہوتا اور عید کے دنوں کی تبدیلی ہوتی ہے اور اللہ کے ہر حکم میں بندوں کے لئے کوئی نہ کوئی مصلحت اور حکمت ہوتی ہے، جب شریعت نے عید اور جمعہ ایک دن جمع ہونے کو معیوب قرار نہیں دیا، تو اس کو معیوب یا منحوس سمجھنے اور اس سے بدفالی وبدشگونی لینے کا کیا مطلب؟

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ نبوت اور صحابۂ کرام کے مبارک زمانے میں بھی ایسے مواقع آئے کہ عید اور جمعہ ایک دن واقع ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام نے اس کو دو عیدوں کے جمع ہونے والا دن قرار دیا، اور عید اور جمعہ کی نمازیں اپنے اپنے وقتوں پر ادا فرمائیں۔

اس لئے اپنی طرف سے اس کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھنا جائز نہیں، بلکہ اگر غور کیا جائے تو جمعہ اور عید ایک دن جمع ہونے میں زیادہ خیر معلوم ہوتی ہے کیونکہ ایک تو خود عید کا دن بابرکت ہے، دوسرے جمعہ کا دن بھی بذاتِ خود بابرکت دن اور ہفتہ بھر کے تمام دنوں کا سردار ہے، لہٰذا ایک وقت میں دونوں دنوں کی برکات جمع ہونے میں زیادہ خیر و برکت ہوگی۔

ہاں اگر دنیا دار لوگوں کو اس اعتبار سے بھاری گزرتا ہو کہ ایک ہی دن میں عید اور جمعہ کی دو نمازوں کا اہتمام کرنا پڑتا ہے تو یہ دنیا داروں کا معاملہ ہے، اور دیندار لوگ تو خوش ہوتے ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ جس نے عید اور جمعہ کی دونوں نمازوں کی ایک ہی دن میں سعادت جمع کر کے عطا فرمادی۔

مسئلہ نمبر ۱۳...... عید کے دن اگر کوئی عذر نہ ہو تو شرعی حدود میں رہتے ہوئے اپنے عزیز واقارب سے ملاقات کے لیے جانا فی نفسہٖ جائز ہے، لیکن اس کو ضروری سمجھنا یا اگر کوئی ملاقات کرنے نہ آسکے، اس پر ناگواری کا اظہار کرنا جائز نہیں۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۱۴...... بعض لوگ عید کی نماز پڑھنے تک یا عید کے دن قربانی کا گوشت کھانے تک بھوکا پیاسا رہنے کو روزہ کا نام دیتے ہیں، یہ کم علمی کی بات ہے۔

---

[۱] قد تقدم ان السنة فی الخروج الیٰ صلاة العیدین سُرعة الدوبة الی الاهل فلا یشتغل بزیارة القبور ولهٗ ان یزور اخوانهٗ من الاحیاء لکن ان کان لهٗ اهل فلیبدأ بهم ویزیل تشوفهم الیه ثم بعد ذالک یمض لما یختاره من زیارة ماذکر وان لم یکن لهٗ اهل فلیمض الیٰ اخوانه ومعارفة المتقین من الاولیاء والصالحین للتبرک برؤیتهم والتماس الدعاء منهم لکن یتحری وقت زیارتهم اذ ان الغالب من اخوانه انهم یضحون والسنة فیها ان یتولی المکلف ذالک بنفسه فاذا خرج الوقت الذی هو معد للذبح غالباً فلیمش علیهم کما تقدم ذکره وان علم ان فیهم من لم یذبح فلهٗ ان یأتی الیه فی ای وقت شاء لعدم المانع (المدخل ج۲ ص۲۸۸، ۲۸۹، فصل فی انصراف الناس عن صلاة العید)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عیدالاضحیٰ کے دن عید کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا پینا ثابت ہے، اسی طرح عید کی نماز کے بعد قربانی کے گوشت سے کھانے کی ابتداء بھی ثابت ہے، لیکن نہ تو یہ روزہ ہے، اور نہ ہی کوئی ضروری عمل ہے، بلکہ صرف سنت ومستحب درجے کا عمل ہے، اور وہ بھی اس کے لئے، جس کو کوئی عذر نہ ہو (اس کی تفصیل پہلے ذکر کی جاچکی ہے) [1]

مسئلہ نمبر ۱۵...... مروّجہ عیدی کا لین دین عید کی سنت نہیں، اور اگر کوئی سنت اور ضروری سمجھے بغیر خوشی کے طور پر اپنی حسبِ حیثیت ہدیہ یا صدقہ کے طور پر دے اور نہ دینے کی صورت میں کوئی اعتراض والزام بھی نہ ہو اور ادلہ بدلی بھی پیشِ نظر نہ ہو تو اس کی گنجائش ہے۔ اور اگر اس قسم کی کوئی خرابی شامل ہو تو پھر جائز نہیں۔ اسی طرح گوشت کا لین دین ضروری سمجھنا اور کسی کے گھر سے نہ آئے تو اس کو معیوب قرار دینا یا اس میں ادلا بدلی اور قرض کی نیت کرنا بھی جائز نہیں کہ اگر کسی جگہ سے گوشت آئے تو وہاں اپنی طرف سے بھی بھیجنا ضروری سمجھا جاتا ہے بلکہ بعض جگہ خالی برتن واپس آنے کو بھی بُرا سمجھا جاتا ہے، ہاں اگر تمام رسموں اور خرابیوں سے بچ کر اور ایک ہدیہ یا صدقہ کی شکل میں دوسرے کو گوشت دیا جائے، تو حرج نہیں، بلکہ ثواب ہے (ملاحظہ ہو بہشتی زیور حصہ ۶ ''عید کی رسموں کا بیان'') [2]

---

[1] وفيه اشارة ان هذا الامساك ليس بصوم ولذا لم يشترط النية (مجمع الانهر ج ا ص ۱۷۵، باب صلاة العيدين، صفة صلاة العيد)

[2] وقريب من هذا المعنى ما يفعله بعضهم فى تفرقة لحم الأضحية، إذ أنهم يهدون اللحم للجار وغيره، ثم إن بعضهم تتشوف نفسه للعوض عنه، ثم إن الجار وغيره يكافء على ذلك فى الغالب بمثله، أو أقل، أو أكثر، والمعطى، والآخذ كل واحد منهما ينظر فيما يعطيه صاحبه من العوض فيرضى به، أو يسخطه، فقد خرج هذا عن باب المهاداة بقصد من قصد العوض عنه.
والأضحية لا يتعوض عنها بخلاف غيرها من الهدايا، فإنه يجوز فيها العوضية بشرطها، وقد تقدم فى هدية الجيران الطعام يتعوضون عنه أن ذلك لا يجوز، فالحاصل من هذا أن فاعل السنة فيما ذكر قليل من قليل، واعلم وفقنا الله وإياك أن هذا المنع المذكور فى إهداء اللحم مبنى على ما ذكر من المقاصد الذميمة وما شاكلها، وأما من كان يعطى لله تعالى ويأخذ لله تعالى ولا يلتفت إلى التعويض ولا ينظر إليه فهذا لا يدخل فى النهى المتقدم ذكره، بل هو من أعلى المراتب وأسناها (المدخل لابن الحاج، ج ا ص ۲۸۵، الموسم الاول، عيد الاضحى)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۶...... عید کے دن اپنے اہل وعیال پر حسبِ حیثیت کسی بھی قسم کے کھانے کی وسعت کرنا اور اس دن گھر میں اپنی استطاعت کے مطابق کوئی بھی اچھا اور اپنا کوئی بھی پسندیدہ کھانا بنالینا مستحب ہے، بشرطیکہ اس میں غلو، اسراف اور تکلف نہ کیا جائے اور کسی خاص قسم کے کھانے کو زیادہ ثواب کا باعث نہ سمجھا جائے۔ [1]

شریعت کی طرف سے اس دن کسی خاص قسم کا کھانا تیار کرنے کی پابندی نہیں لگائی گئی، ہر شخص اپنی حیثیت اور رغبت کو ملحوظ رکھ کر اس عمل کو اختیار کرسکتا ہے۔

اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عید کے دن ''شیر'' پکانا، عید کی سنت نہیں، البتہ کوئی شخص اپنی پسند ورغبت کی وجہ سے پکالے، اور اس کو سنت اور ضروری نہ سمجھے، تو اس میں گناہ نہیں۔

اور اگر اس کو عید کی سنت یا ضروری سمجھے، تو پھر گناہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۷...... بعض لوگ پہلی عید پر فوتگی والے گھر میں جانے کی رسم ضروری سمجھتے ہیں، جس میں وہاں جا کر تعزیت اور افسوس کا اظہار ودعا کرتے ہیں، جبکہ فوتگی کو کافی عرصہ گزر چکا ہوتا ہے اور اپنے موقع پر تعزیت کی سنت بھی ادا کی جا چکی ہوتی ہے۔

اس کا بھی شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا اس رسم کو اختیار کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

مسئلہ نمبر ۱۸...... بعض علاقوں میں جس گھر میں فوتگی ہوجاتی ہے تو اس کے بعد آنے والی پہلی عید کے موقع پر اس گھر کے افراد خوشی منانا اور اچھے کپڑے وغیرہ پہننا معیوب سمجھتے ہیں، اگرچہ عید سے پہلے فوتگی کے بعد انہوں نے مختلف موقعوں پر تقریبات وغیرہ میں شریک ہو کر اچھے لباس اور خوشی کے اظہار کا کتنا ہی اہتمام کیوں نہ کیا ہو، لیکن جس دن یہ لوگ اللہ تعالیٰ

---

[1] السنة فی عيد الفطر التوسعة فيه على الاهل بای شئ كان من الماكول اذ لم يرد الشرع فيه بشئ معلوم فمن وسع علىٰ اهله فيه فقد امتثل السنة ويجوز ان يتخذ فيه طعاماً معلوماً اذ هو من المباح لكن بشرط عدم التكلف فيه وبشرط ان لا يجعل ذالك سنة يستن بها فمن خالف ذالك فكانهٗ ارتكب كبيرة واذا وصل الامر الىٰ هٰذا الحد ففعل ذالك بدعة اذ انهٗ بسبب ذالك ينسب الى السنة ماليس منها، وكذالك يشترط فيه ان يكون علىٰ لسان العلم (المدخل لابن الحاج، ج ۱ ص ۲۸۷، الموسم الثانی عيد الفطر)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کے مہمان ہوتے ہیں اور خاص اس دن میں خوشی کا اظہار اور اچھا لباس پہننا، اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار کرنا اللہ کو پسند اور ثواب کا کام ہوتا ہے، اس دن یہ لوگ اچھے خاصے سوگوار بن کر بیٹھ جاتے ہیں۔

اس طرزِ عمل کو ترک کرنے کی ضرورت ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۹...... بعض لوگ عید جیسے مبارک دن پتنگ بازی اور اس جیسے دوسرے گناہ میں مصروف ہو کر یہ بابرکت وقت اور پیسہ برباد کرتے ہیں، اور اگر خود پتنگ بازی یا دوسرے گناہ میں مصروف نہ ہوں تو اپنی اولاد اور ماتحتوں کو اس کے لیے پیسے اور مواقع فراہم کرتے ہیں۔

ان سب چیزوں کا عید کے مبارک دن سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور عید کے مبارک دنوں میں یہ کام کرنا زیادہ بُرائی کا حامل ہے، جن سے اہتمام کے ساتھ بچنے بچانے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

(تفصیل کے لئے ہماری دوسری کتاب ''شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

عیدُ الاضحیٰ کی نماز اور خطبہ کے احکام وآداب

مسئلہ نمبر ا...... عید کے دن دو رکعات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکرانہ کے طور پر مقرر کی گئی ہیں، جس کو عید کی نماز کہا جاتا ہے۔

اور عید کی نماز بعض حضرات کے نزدیک سنت، اور بعض کے نزدیک فرضِ کفایہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سمیت بعض حضرات کے نزدیک واجب ہے۔ [1]

---

[1] وأما صلاة العيد، فاختلف العلماء فيها على ثلاثة أقوال:
أحدها :أنها سنة مسنونة، فلو تركها الناس لم يأثموا .هذا قول الثورى ومالك والشافعي وإسحاق وأبى يوسف، وحكى رواية عن أحمد .واختلفوا :هل يقاتلون على تركها؟ وفيه وجهان للشافعية . وقال أبويوسف :آمرهم وأضربهم؛ لأنها فوق النوافل، ولا أقاتلهم؛ لأنها دون الفرائض .وقد يتعلق لهذا القول بإخبار النبى -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -عن المصلي يوم العيد أنه أصاب السنة .ولا دليل فيه؛ فإن السنة يراد بها الطريقة الملازمة الدائمة، كقوله :(سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلاً)والقول الثانى :أنها فرض كفاية فإذا أجمع أهل بلد على تركها أثموا وقوتلوا على تركها .وهو الظاهر مذهب أحمد، نص عليه فى رواية المروذى وغيره .وهو قول طائفة من الحنفية والشافعية .والقول الثالث :أنها واجبة على الأعيان كالجمعة .وهو قول أبى حنيفة، ولكنه لا يسميها فرضاً . وحكى أبو الفرج الشيرازى -من أصحابنا -رواية عن أحمد :أنها فرض عين .وقال الشافعي -فى) (مختصر المزنى) :- من وجب عليه حضور الجمعة وجب عليه حضور العيدين .وهذا صريح فى أنها واجبة على الأعيان .وليس ذلك خلافاً لإجماع المسلمين، كما ظنه بعضهم(فتح البارى لابن رجب، ج٨ص،٤٢٤، ٤٢٥، ابواب العيدين)
(تجب صلاتهما) فى الأصح (على من تجب عليه الجمعة بشرائطها) المتقدمة (سوى الخطبة) فإنها سنة بعدها،وفى القنية :صلاة العيد فى القرى تكره تحريما أى لأنه اشتغال بما لا يصح لأن المصر شرط الصحة(الدر المختار)
(قوله :فى الأصح) مقابله القول بأنها سنة وصححه النسفى فى المنافع لكن الأول قول الأكثرين كما فى المجتبى ونص على تصحيحه فى الخانية والبدائع والهداية والمحيط والمختار والكافى النسفى .وفى الخلاصة هو المختار لأنه -صلى الله عليه وسلم -واظب عليها وسماها فى الجامع الصغير سنة لأن وجوبها ثبت بالسنة حلية قال فى البحر :والظاهر أنه لا خلاف فى الحقيقة لأن المراد من السنة :المؤكدة بدليل قوله :ولا يترك واحد منهما وكما صرح به فى المبسوط، وقد ذكرنا مرارا أنها بمنزلة الواجب عندنا ولهذا كان الأصح أنه يأثم بترك السنة المؤكدة كالواجب . اهـ .وسيأتى له نظير ذلك فى تكبير التشريق وفيه كلام ستعرفه(ردالمحتار، ج٢ص ١٦٦، ١٦٧، كتاب الصلاة، باب العيدين)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۲...... عید کی نماز کا حکم عائد ہونے اور عید کی نماز صحیح ہونے کی اکثر شرائط جمعہ کی نماز کی طرح ہیں۔ [1]

چنانچہ عید کی نماز کا حکم عائد ہونے کے لئے عاقل، بالغ، آزاد، صحت مند، مَرد اور مقیم ہونا ضروری ہے۔

مجنون وپاگل اور نابالغ اور شرعی غلام اور بیمار ومریض اور عورت اور مسافر پر عید کی نماز لازم نہیں ہے۔

تاہم کوئی نابالغ، غلام، بیمار، مسافر، یا عورت عید کی نماز پڑھے، تو ادا ہوجاتی ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۳...... عید کی نماز صحیح ہونے کے لئے عید کی نماز کا وقت ہونا، اور عید کی نماز کا باجماعت پڑھنا، اور عید کی نماز کا شہر یا قصبہ میں ہونا ضروری ہے۔

---

[1] (وشرائطها كشرائط الجمعة وجوبا وأداء) تمييز أى كشرائط وجوب الجمعة ووجوب أدائها من نحو الإقامة والمصر فلا يصلى أهل القرى والبوادى (سوى الخطبة) فإنها تجب فى الجمعة لا فى العيد (مجمع الانهر، ج ١ ص ١٧٢، كتاب الصلاة،باب صلاة العيدين،شرائط صلاة العيد)

[2] الذكورة، والعقل، والبلوغ، والحرية، وصحة البدن، والإقامة من شرائط وجوبها كما هى من شرائط وجوب الجمعة حتى لا تجب على النسوان والصبيان والمجانين والعبيد بدون إذن مواليهم والزمنى والمرضى والمسافرين، كما لا تجب عليهم لما ذكرنا فى صلاة الجمعة ولأن هذه الأعذار لما أثرت فى إسقاط الفرض فلأن تؤثر فى إسقاط الواجب أولى، وللمولى أن يمنع عبده عن حضور العيدين كما له منعه عن حضور الجمعة لما ذكرنا هناك(بدائع الصنائع، ج ١ ص ٢٧٥، فصل شرائط وجوب وجواز صلاة العيدين)

(قوله وشرط وجوبها :الإقامة والذكورة والصحة والحرية وسلامة العينين والرجلين) فلا تجب على مسافر، ولا على امرأة، ولا مريض، ولا عبد ولا أعمى، ولا مقعد؛ لأن المسافر يحرج فى الحضور، وكذا المريض والأعمى والعبد مشغول بخدمة المولى والمرأة بخدمة الزوج فعذروا دفعا للحرج والضرر، ولم أر حكم الأعمى إذا كان مقيما بالجامع الذى تصلى فيه الجمعة، وأقيمت وهو حاضر هل تجب عليه لعدم الحرج أو لا، وإنما لم يذكر العقل والبلوغ والإسلام؛ لأنها شرط كل تكليف فلا حاجة إلى ذكرها هنا كما فى الخلاصة وأما الشيخ الكبير الذى ضعف فهو ملحق بالمريض فلا يجب عليه، وفى فتح القدير والمطر الشديد والاختفاء من السلطان الظالم مسقط فلو قال المصنف وشرط وجوبها الإقامة والذكورة والصحة والحرية ووجود البصر والقدرة على المشى وعدم الحبس والخوف والمطر الشديد لكان أشمل(البحر الرائق، ج ٢ ص ١٦٣، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

وقت گزرنے کے بعد، اور اسی طرح بغیر جماعت کے، اور اسی طرح حنفیہ کے نزدیک گاؤں یا جنگل میں عید کی نماز پڑھنا درست نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۴...... سورج نکلنے کے تھوڑی دیر بعد (اشراق کا وقت ہونے پر) عید کی نماز کا وقت

---

[1] أما بيان شرائط وجوبها فكل ما هو شرط وجوب الجمعة فهو شرط وجوب صلاة العيدين من الإمام والمصر والجماعة إلا الخطبة فإنها سنة بعد الصلاة بإجماع الصحابة(تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ا ص ١٦٦ ، باب صلاة العيدين)

وأما الشرائط التى ترجع إلى غير المصلى فخمسة فى ظاهر الروايات، المصر الجامع، والسلطان، والخطبة، والجماعة، والوقت(بدائع الصنائع،ج ا ص ٢٥٩ ،كتاب الصلاة،فصل صلاة الجمعة)

الجماعة فى العيدين وإن كانت واجبة أو سنة على القولين فيها فهى شرط الصحة على كل قول؛ لأن شرائط العيدين وجوبا وصحة شرائط الجمعة إلا الخطبة فلا تصح صلاة العيدين منفردا كالجمعة ولا يلزم من بطلان الوصف بطلان الأصل على المذهب(البحرالرائق، ج ا ص ٣٦٦، كتاب الصلاة، باب الامامة)

وحاصله أنه لا تصح إقامتها إلا لمن أذن له السلطان بواسطة أو بدونها، أما بدون ذلك فلا كما هو صريح ما يذكره الشارح عن السراجية، نعم وقع فى فتاوى ابن الشلبى ما يوهم ما أوهمه كلام الشارح حيث سئل عن ثغر فيه جوامع لها خطباء ليس لأحد منهم إذن صريح من السلطان مع علم السلطان بذلك الثغر وبإقامة الجمع والأعياد فى جوامعه فهل يكون ذلك إذنا دلالة؟ فأجاب بأن أمور المسلمين محمولة على السداد، وقد جرت العادة بأن من بنى جامعا، وأراد إقامة الجمعة استأذن الإمام فإذا وجد الإذن أول مرة فقد حصل به الغرض والإذن بعد ذلك اهـ ملخصا لكن يمكن حمله على ما مر أى فلا يشترط إذن السلطان ثانيا بل كل خطيب له أن يستنيب للاكتفاء بالإذن أول مرة والله أعلم(ردالمحتار، ج٢ ص ١٤١، باب الجمعة)

اور نوادر کی روایت کے مطابق ''لوگوں کے داخلے کی عام اجازت کے ساتھ نماز ادا کرنا'' بھی ضروری ہے۔

لیکن اگر اس شہر یا قصبہ میں اس کے علاوہ دوسری جگہ عید کی نماز ہو رہی ہو تو کسی حفاظتی تدبیر کے طور پر عام داخلے کی ممانعت میں کوئی حرج نہیں۔

(قوله والإذن العام) أى شرط صحتها الأداء على سبيل الاشتهار حتى لو أن أميرا أغلق أبواب الحصن وصلى فيه بأهله وعسكره صلاة الجمعة لا تجوز كذا فى الخلاصة، وفى المحيط، فإن فتح باب قصره وأذن للناس بالدخول جاز ويكره؛ لأنه لم يقض حق المسجد الجامع وعللوا الأول بأنها من شعائر الإسلام وخصائص الدين فيجب إقامتها على سبيل الاشتهار، وفى المجتبى فانظر إلى السلطان يحتاج إلى العامة فى دينه ودنياه احتياج العامة إليه فلو أمر إنسانا يجمع بهم فى الجامع، وهو فى مسجد آخر جاز لأهل الجامع دون أهل المسجد إلا إذا علم الناس بذلك اهـ.

ولم يذكر صاحب الهداية هذا الشرط؛ لأنه غير مذكور فى ظاهر الرواية، وإنما هو رواية النوادر كما فى البدائع(البحرالرائق، ج٢ ص ١٦٢ ، ١٦٣ ،كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

شروع ہوجاتا ہے اور زوال سے پہلے تک رہتا ہے، اس دوران کسی وقت بھی عید کی نماز ادا کرنا درست ہے۔ ؎١

البتہ مستحب یہ ہے کہ عیدُ الاضحیٰ کی نماز عیدُ الفطر کی نماز کے مقابلہ میں جلدی ادا کی جائے، تاکہ لوگ نماز سے فارغ ہوکر قربانی کا انتظام کرسکیں۔ ؎٢

مسئلہ نمبر۵...... اگر سخت بارش یا کسی اور عذر سے شہر میں کسی بھی جگہ عیدُ الاضحیٰ کی نماز پہلے دن ادا نہ کی جاسکی یا پڑھنے کے بعد (جبکہ وقت گذر گیا تھا) معلوم ہوا کہ عیدُ الاضحیٰ کی نماز نہیں ہوئی تھی، مثلاً امام کا وضو نہ تھا تو دوسرے دن زوال سے پہلے ادا کی جائے اگر دوسرے دن بھی نہ پڑھی جاسکے تو عیدُ الاضحیٰ کی نماز تیسرے دن بھی زوال تک ادا کی جاسکتی ہے۔

؎١ وأما الوقت فقال أبو الحسن وقت صلاة العيدين من حين تبيض الشمس إلى أن تزول لما روى عن النبى عليه السلام أنه كان يصلى العيد والشمس قدر رمح أو رمحين(تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج ا ص ١٦٦، باب صلاة العيدين)

وأما بيان وقت أدائها فقد ذكر الكرخي وقت صلاة العيد :من حين تبيض الشمس إلى أن تزول لما روى عن النبى -صلى الله عليه وسلم -أنه كان يصلي العيد والشمس على قدر رمح، أو رمحين وروى أن قوما شهدوا برؤية الهلال في آخر يوم من رمضان فأمر رسول الله -صلى الله عليه وسلم - بالخروج إلى المصلى من الغد.ولو جاز الأداء بعد الزوال لم يكن للتأخير معنى؛ ولأنه المتوارث في الأمة فيجب اتباعهم، فإن تركها في اليوم الأول في عيد الفطر بغير عذر حتى زالت الشمس سقطت أصلا سواء تركها لعذر أو لغير عذر(بدائع الصنائع ،ج ا ص ٢٧٦،فصل بيان وقت أداء صلاة العيدين)

؎٢ اور امساک کے استحباب پر بھی آسانی عمل کرسکیں۔

ويستحب تعجيل صلاة الأضحى لتعجيل الأضاحي، وفي المجتبى ويستحب أن يكون خروجه بعد ارتفاع قدر رمح حتى لا يحتاج إلى انتظار القوم، وفي عيد الفطر يؤخر الخروج قليلا كتب النبي - صلى الله عليه وسلم -إلى عمرو بن حزم عجل الأضحى وأخر الفطر قيل ليؤدى الفطرة ويعجل الأضحية (البحر الرائق، ج٢ص ١٧٣،كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين)

ويستحب تعجيل الإمام الصلاة في أول وقتها في الأضحى وتأخيرها قليلا عن أول وقتها في الفطر بذلك كتب رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى عمرو بن حزم وهو بنجران عجل الأضحى وأخر الفطر قيل ليؤدى الفطر ويعجل إلى التضحية زاهدى وحلبي وابن أمير حاج(حاشية الطحطاوي على المراقي، ص ٥٣٢، باب الجمعة)

قال ويؤخر الفطر ويعجل الأضحى ومن صلى قبل طلوع الشمس أعاد ،وهذا كله مروى معناه عن مالك وهو قول سائر العلماء (الاستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الأمصار،باب غدو الإمام في العيدين وانتظار الخطبة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مگر بلا عذر اتنی تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ ل

ل (وأحكامها أحكام الأضحى لكن هنا يجوز تأخيرها إلى آخر ثالث أيام النحر بلا عذر مع الكراهة وبه) أى بالعذر (بدونها) فالعذر هنا لنفى الكراهة وفى الفطر للصحة(الدرالمختار)

(قوله لكن هنا) أى فى الأضحى (قوله :يجوز تأخيرها إلخ) وتكون فيما بعد اليوم الأول قضاء أيضا كما فى أضحية البدائع والزيلعى (قوله :بلا عذر مع الكراهة) أثبت فى المجتبى والجوهرة والبزازية وغيرها الإساءة بالتأخير لغير عذر، وبه يعلم أنها كراهة تحريم تأمل رملى.

قلت :إطلاق الكراهة تبعا للبحر والدرر يفيد التحريم، وأما الإساءة فقدمنا فى سنن الصلاة الخلاف فى أنها دون الكراهة أو أفحش، ووفقنا بينهما بأنها دون التحريمية وأفحش من التنزيهية (ردالمحتار، ج۲ص۱۷۶، باب العيدين)

(قوله وتؤخر بعذر إلى ثلاثة أيام) ؛ لأنها موقتة بوقت الأضحية فتجوز ما دام وقتها باقيا، ولا تجوز بعد خروجه؛ لأنها لا تقضى قيد بالعذر؛ لأن تأخيرها لغير عذر عن اليوم الأول مكروه بخلاف تأخير عيد الفطر لغير عذر فإنه لا يجوز، ولا يصلى بعده فالتقييد بالعذر هنا لنفى الكراهة، وفى عيد الفطر للصحة كذا فى أكثر الكتب المعتمدة، وفى المجتبى، وإنما قيده بالعذر؛ لأنه لو تركها فى اليوم الأول بغير عذر لم يصلها بعد كذا فى صلاة الجلابى، وهو من جملة غرائبه -رحمه الله - (البحرالرائق ج۲ص۱۷۶، باب العيدين)

قال -رحمه الله -(وتؤخر بعذر إلى ثلاثة أيام) أى صلاة الأضحى ولا تؤخر إلى أكثر من ذلك ؛ لأنها مؤقتة بوقت الأضحية فتجوز ما دام وقتها باقيا ولا تجوز بعد خروجه ؛ لأنها لا تقضى ، ثم العذر هنا لنفى الكراهية حتى لو أخروها إلى ثلاثة أيام من غير عذر جازت الصلاة وقد أساء وا وفى الفطر للجواز حتى لو أخروها إلى الغد من غير عذر لا تجوز(تبيين الحقائق، ج۱ص۲۲۵، باب صلاة العيد)

(ويجوز تأخيرها) أى صلاة الأضحى (إلى الثانى والثالث بعذر وبغير عذر) ولا يصلى بعد ذلك لأنها مؤقتة بوقت الأضحية وهو ثلاثة أيام لكنه يسىء بالتأخير من غير عذر لما فيه تأخير الواجب بلا ضرورة عند القائل بالوجوب فالعذر فى الأضحى لنفى الكراهة وفى الفطر للجواز(مجمع الانهر ج۱ص۱۷۵، باب صلاة العيدين)

(والأحكام) المذكورة (فى الفطر هى الأحكام فى الأضحى لكن فيه) أى الأضحى (جاز تأخيرها) أى الصلاة (إلى ثالث أيام النحر بلا عذر بكراهة و) جاز تأخيرها إلى الثالث (به) أى بعذر (بدونها) أى الكراهة فإنها مؤقتة بوقت الأضحية فتجوز ما دام وقتها باقيا ولا تجوز بعد خروجه؛ لأنها لا تقضى والعذر هنا لنفى الكراهة وفى الفطر للجواز حتى لو أخروها إلى الغد بلا عذر لم يجز (درر الحكام شرح غرر الاحكام، ج۱ص۱۴۴، باب صلاة العيدين)

وفى عيد الأضحى إن تركت فى يوم النحر لعذر تؤدى فى اليوم الثانى فإن تركت فى اليوم الثانى لعذر أيضا تؤدى فى اليوم الثالث أيضا،وكذلك قالوا إذا تركت بغير عذر تؤدى فى اليوم الثانى والثالث وتسقط بعد ذلك سواء دام العذر أو انقطع لأن القياس أن لا تؤدى إلا فى يوم العيد لأنها عرفت بصلاة العيد،وإنما عرف جواز الأداء فى اليوم الثانى فى عيد الفطر بالنص الخاص فى حالة العذر وفى عيد الأضحى فى اليوم الثانى والثالث استدلالا بالأضحية لأنها تجوز فى اليوم الثانى (تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج۱ص۱۶۶، باب صلاة العيدين)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۶ ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عید کی نماز کا ہمیشہ باجماعت پڑھنا ہی ثابت ہے، اس لئے عید کی نماز کے لئے جماعت کا ہونا ضروری ہے۔

اور اگرچہ عید کی نماز کا بڑے مجمع کے ساتھ پڑھنا سنت ہے، لیکن عید کی نماز صحیح ہونے کے لئے کم از کم تین آدمیوں کا ہونا ضروری وکافی ہے۔

پھر بعض حضرات کے نزدیک تو امام سمیت تین آدمیوں کا ہونا کافی ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک امام کے علاوہ تین آدمیوں کا ہونا ضروری ہے، جو امام کے ساتھ شروع نماز سے شریک ہوں۔ [۱]

مسئلہ نمبر۷ ...... جمعہ اور عیدین کی نماز کا حکم جنگل اور عام دیہات میں نہیں ہے، بلکہ شہروں اور قصبوں میں ہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی جنگل اور عام دیہات میں جمعہ وعیدین کی نماز پڑھنا ثابت نہیں، اور دیہات والوں کا شہر میں آکر جمعہ وعیدین کی نماز میں شریک ہونا ہی ثابت ہے۔ [۲]

مسئلہ نمبر۸ ...... حجاج کرام پر حج کے مناسک واعمال میں مشغولی کی وجہ سے عیدُ الاضحیٰ کی

---

[۱] واشتراط الجماعة لها وكونها ثلاثة سوى الإمام (ردالمحتار، ج۲ص۱۶۵، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين)

ومن شرائطها :الجماعة وأقلهم عند أبى حنيفة ثلاثة سوى الإمام وقال أبو يوسف ومحمد :اثنان سوى الإمام(المختصر القدورى، باب صلاة الجمعة)

قوله واشتراط الجماعة لها أى لصلاة الجمعة وفيه أن الجماعة كما هى شرط لها شرط لصلاة العيدين .قوله وكونها بالجر عطف على الجماعة أى واشتراط كو الجماعة ثلاثة سوى الإمام وفيه أن كونها ثلاثة سوى الإمام ليس شرطا خاصا بالجمعة بل كذلك صلاة العيدين(غمز عيون البصائر،القول فى أحكام يوم الجمعة)

[۲] من شرائطها المصرويشترط لهاجميع مايشترط للجمعة وجوباً واداءً الاالخطبة فانها ليست بشرط لها بل سنة بعدها للنقل المستفيض بذالک .ثم يستحب لصلوٰة العيد مايستحب للجمعة الخ (حلبى كبير ص۲۶۶)

وفى القنية صلاة العيد فى الرساتيق تكره كراهة تحريم اهـ؛ لأنه اشتغال بما لا يصح؛ لأن المصر شرط الصحة(البحر الرائق،ج ۲ ص ۱۷۱، كتاب الصلاة ، باب العيدين)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

نماز معاف کردی گئی ہے۔ ل

مسئلہ نمبر۹ ...... عید کی نماز ایک شہر یا قصبے میں کئی جگہ پڑھنا جائز ہے مگر حتی الامکان ہر محلّہ میں چھوٹے چھوٹے اجتماعوں کی بجائے کم از کم مقامات پر بڑے بڑے اجتماعات کی کوشش کرنی چاہیے۔

بڑے اجتماع میں اسلام کی شوکت کا مظاہرہ بھی ہے، اور کوئی عذر نہ ہو تو عید کی نماز آبادی سے باہر نکل کر بڑے میدان یا عیدگاہ میں پڑھنا سنت ہے۔

مسئلہ نمبر۱۰ ...... عید اور جمعہ اگر ایک دن واقع ہوں، تو شہر اور قصبہ والوں کو عید اور جمعہ کی دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت پر پڑھنا ضروری ہوگا۔

ل لا يصلى بمنى صلاة العيد بالاتفاق، لا لعدم المصرية بل لاشتغال الحاج بأعمال المناسک فی ذلک اليوم، فوضع عنهم صلاة العيد بخلاف الجمعة؛ لأنه لا يتفق كل سنة هجوم الجمعة فی ايام الرمی بمنى بخلاف صلاة العيد؛ لأنها لو شرعت كانت فی كل سنة، وإنما تجوز الجمعة بمنى عندهما إذا كان ثمه أمير مكة أو أمير الحجاز أو الخليفة، اما أمير الموسم ليس له حق اقامة الجمعة، انما فوض اليه رعاية الحاج وسياستهم، فإن استعمل على مكة يقيم الجمعة بمنى عندهما أيضاً، وإن لم يستعمل على مكة واستعمل على الموسم لا غير، فإن كان من أهل مكة يقيم الجمعة بمنى عندهما أيضاً، وإن لم يكن من أهل مكة لا يقيم الجمعة عندهما أيضاً(المحيط البرهانی فی الفقه النعمانی، ج۲ ص ۴۴۲، كتاب الصلاة، الفصل الخامس والعشرون فی صلاة الجمعة)

(وليس على أهل منى يوم النحر صلاة العيد) ؛ لأنهم فی وقت صلاة العيد مشغولون بأداء المناسک فلا يلزمهم صلاة العيد(المبسوط للسرخسی، ج۱۲ ص ۱۹، باب الأضحية)

وإنما لا تقام صلاة العيد بمنى اتفاقا للتخفيف لا لكونها ليست مصرا(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲ ص ۱۵۳، باب صلاة الجمعة)

وكذا لا يصلى بمنى صلاة العيد اتفاقا لاشتغال الناس بأعمال المناسک فی ذلک اليوم(شرح النقاية، ج۱ ص ۴۸۴)

لا يصلى صلاة العيد لأجل التخفيف على الناس، لأنهم مشتغلون بأمور المناسک(البناية شرح الهداية، ج۳ص۴۸، باب صلاة الجمعة، الجمعة بمنى وعرفات)

وفی شرح الأشباه للبيری من كتاب الصيد أن منى موضع تجوز فيه صلاة العيد إلا أنها سقطت عن الحاج، ولم نر فی ذلک نقلا مع كثرة المراجعة(رد المحتار على الدر المختار، ج۲ ص ۵۲۰، كتاب الحج)

قال فی مبسوط السرخسی: ليس على أهل منى يوم النحر صلاة العيد لأنهم فی وقتها مشغولون بأداء المناسک(رد المحتار على الدر المختار، ج۶ ص ۳۱۸، كتاب الأضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

البتہ عام گاؤں، دیہات والے اگر شہر وقصبہ میں آ کر عید کی نماز ادا کریں، تو ان کو عید کی نماز پڑھ کر اپنے گھر جانے اور وہاں جا کر عید کا باقی دن گزارنے میں حرج نہیں۔ [1]

[1] (قد اجتمع فی یومکم هذا عیدان فمن شاء أجزأه من الجمعة) أی عن حضورها ولا یسقط عنه الظهر (وإنا مجمعون إن شاء الله) قاله فی یوم جمعة وافقت عیدا فإذا وافق یوم الجمعة یوم عید وحضر من تلزمه من أهل القری فصلوا العید سقطت عنهم الجمعة عند الشافعی کالجمهور ولم یسقطها أبو حنیفة(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، تحت حدیث رقم ۶۱۰۳)

وبه استدل أحمد علی سقوط الجمعة علی من صلی العید إذا وافق العید یوم الجمعة، وبه قال مالک مرة :وأجیب بأنهم إنما کانوا یأتون العید والجمعة من مواضع لا یجب علیهم المجیء فأخبر بما لهم فی ذلک(عمدة القاری للعینی، ج ۲۱ ص ۱۶۱ ،کتاب الاضاحی،باب ما یؤکل من لحوم الأضاحی وما یتزود منها)

قال أبو عمر ذهب مالک رحمه الله فی إذن عثمان رضی الله عنه فیما ذهب لأهل العوالی إلی أنه عنده غیره معمول به ، ذکر بن القاسم عنه أنه قال لیس علیه العمل ، وذلک أنه کان لا یری الجمعة لازمة لمن کان من المدینة علی ثلاثة أمیال والعوالی عندهم أکثرها کذلک فمن هنا لم یر العمل علی إذن عثمان ورأی أنه جائز له خلافه باجتهاده إلی رؤی الجماعة العاملین بالمدینة بما ذهب إلیه فی ذلک .

وقال الثوری وأبو حنیفة والشافعی وأکثر أهل العلم إن إذن عثمان کان لمن لا تلزمه الجمعة من أهل العوالی لأن الجمعة لا تجب إلا علی أهل المصر عند الکوفیین،وأما الشافعی فتجب عنده علی من سمع النداء من خارج المصر، ولا یختلف العلماء فی وجوب الجمعة علی من کان بالمصر بالغا من الرجال الأحرار سمع النداء أو لم یسمعه.

قال أبو عمر وقد روی فی هذا الباب عن بن الزبیر وعطاء قول منکر أنکره فقهاء الأمصار ولم یقل به أحد منهم ،وذلک أن عبد الرزاق روی عن بن جریج قال قال عطاء إن اجتمع یوم الجمعة ویوم الفطر فی یوم واحد فلیجمعهما یصلی رکعتین فقط ولا یصلی بعدها حتی العصر .

قال بن جریج ثم أخبرنا عند ذلک قال اجتمع یوم فطر ویوم جمعة فی یوم واحد فی زمن بن الزبیر فقال بن الزبیر عیدان اجتمعا فی یوم واحد فجمعهما جمیعا صلی رکعتین بکرة صلاة الفطر ثم لم یزد علیها حتی صلی العصر .

وروی سعید بن المسیب عن قتادة قال سمعت عطاء یقول اجتمع عیدان علی عهد بن الزبیر فصلی العید ثم لم یخرج إلی العصر.

قال أبو عمر أما فعل بن الزبیر وما نقله عطاء من ذلک وأفتی به علی أنه قد اختلف عنه فلا وجه فیه عند جماعة الفقهاء وهو عندهم خطأ إن کان علی ظاهره لأن الفرض من صلاة الجمعة لا یسقط بإقامة السنة فی العید عند أحد من أهل العلم،وقد روی فیه قوم أن صلاته التی صلاها لجماعة ضحی یوم العید نوی بها صلاة الجمعة علی مذهب من رأی أن وقت صلاة العید ووقت الجمعة واحد وقد أوضحنا فساد قول من ذهب إلی ذلک فی باب المواقیت .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۱۱...... عید کی نماز کی دو رکعت ہیں، اور عید کی نماز پڑھنے کا طریقہ عام نمازوں کی طرح ہی ہے، البتہ عید کی نماز میں عام نمازوں کے مقابلہ میں چھ تکبیریں زیادہ ہیں، تین پہلی رکعت میں ثناء کے بعد اور سورہ فاتحہ سے پہلے اور تین دوسری رکعت میں قرائت کے بعد اور رکوع سے پہلے۔

پس پہلی رکعت میں تین زائد تکبیرات قرائت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قرائت کے بعد ہیں، اور اس طرح دونوں رکعتوں میں قرائت پے در پے ہے، دونوں سورتوں کی قراءت کے درمیان زائد تکبیرات حائل نہیں ہیں۔

اور اگر تکبیرِ تحریمہ اور دونوں رکعتوں کی رکوع کی تکبیرات کو بھی ان چھ زائد تکبیرات کے ساتھ شمار کیا جائے، تو مجموعی طور پر نو اور تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ آٹھ تکبیرات بن جاتی ہیں۔

عید کی نماز کا مکمل طریقہ یہ ہے کہ پہلے دل میں عیدُ الاضحٰی کی دو رکعت چھ زائد تکبیروں کے ساتھ پڑھنے کی نیت کرے۔

پھر عام نمازوں کی طرح تکبیرِ تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے، اور ثناء (یعنی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ الخ) پڑھے، پھر وقفہ وقفہ سے تین مرتبہ ہاتھ اٹھا کر ''اللہ اکبر'' کہے، پہلی اور دوسری

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وتأول آخرون أنه لم يخرج إليهم لأن صلاها في أهله ظهرا أربعا .

وهذا لا دليل فيه في الخبر الوارد بهذه القصة عنه .

وعلى أي حال كان فهو عند جماعة العلماء خطأ وليس على الأصل المأخوذ به،والأصل في ذلك ما ذكره علي بن المديني قال حدثني يحيى بن سعيد قال حدثنا سفيان سمع عبد العزيز بن رفيع قال حدثني ذكوان أبو صالح أن عيدين اجتمعا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى بهم صلاة العيد وقال إنكم قد أصبتم ذكرا وخيرا ونحن مجمعون إن شاء الله فمن شاء منكم أن يجمع فليجمع ومن شاء أن يجلس فليجلس،وقد روى حديث عبد العزيز بن رفيع مسندا وإن كان ابن المديني قال إن المرسل فيه عن عبد العزيز حديث شريف............قال أبو عمر ليس في شيء من آثار هذا الباب ما ذكرناه منها وما سكتنا عنه أن صلاة الجمعة لم يقمها الأئمة في ذلك اليوم وإنما فيها أنهم أقاموها بعد إذنهم المذكور عنهم وذلك عندنا لمن قصد العيدين غير أهل المصر والله أعلم(الاستذكار لابن عبدالبر،كتاب العيدين، باب الأمر بالصلاة قبل الخطبة في العيدين)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہنے کے ساتھ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑتا رہے، اور تیسری مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہنے کے بعد ہاتھ نہ چھوڑے، بلکہ سامنے باندھ لے، اور امام کو چاہئے کہ ہر مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہنے کے بعد کم از کم اتنی دیر ٹھہرے، جتنی دیر تین مرتبہ '' سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم '' کہنے میں لگتی ہے، مجمع زیادہ ہونے کی وجہ سے ضرورت ہو تو اس سے زیادہ بھی وقفہ کیا جاسکتا ہے۔

پہلی رکعت میں تین مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہنے کے بعد امام آہستہ آواز میں ''اَعُوْذُ بِاللہ'' اور ''بِسْمِ اللہ'' پڑھ کر عام نمازوں کی طرح اونچی آواز سے سورہ فاتحہ اور اس کے بعد کسی سورت کی قرأت کرے اور حسبِ قاعدہ رکوع اور دو سجدوں کے ساتھ پہلی رکعت مکمل کرے۔

پھر دوسری رکعت میں کھڑے ہو کر حسبِ قاعدہ سورہ فاتحہ اور اس کے بعد کسی سورت کی قرأت کرے، اور پھر قرأت سے فارغ ہونے کے بعد رکوع سے پہلے اسی طرح ہاتھ اٹھا کر تین مرتبہ ''اللہ اکبر'' کہے جیسے پہلی رکعت میں کہا تھا اور تینوں مرتبہ ہاتھ اٹھا کر چھوڑتا رہے۔

پھر چوتھی مرتبہ ہاتھ اٹھائے بغیر رکوع کی تکبیر کہتا ہوا رکوع میں جائے اور حسبِ قاعدہ رکوع اور دو سجدوں اور قعدہ کے ساتھ اور سلام پھیر کر نماز مکمل کرے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۲...... عید کی نماز میں عام نمازوں کے مقابلہ میں چھ زائد تکبیرات اور تکبیرِ تحریمہ اور رکوع کی تکبیرات سمیت دونوں رکعتوں میں مجموعی طور پر نو تکبیرات کا ہونا کئی صحیح احادیث وروایات سے ثابت ہے۔

---

[1] وأما بيان كيفية أداء صلاة العيدين فنقول يصلي الإمام ركعتين فيكبر تكبيرة الافتتاح ويقول سبحانك اللهم وبحمدك إلى آخره ثم يكبر ثلاثا ثم يقرأ جهرا ثم يكبر تكبيرة الركوع فإذا قام إلى الثانية يقرأ أولا ثم يكبر ثلاثا ويركع بالرابعة فتكون التكبيرات الزوائد ستا ثلاثة في الركعة الأولى وثلاثة في الركعة الثانية وثلاثة أصليات تكبيرة الافتتاح وتكبيرات الركوع فصار حاصل الجواب عندنا أن يكبر في صلاة العيدين تسع تكبيرات ستة في الزوائد وثلاثة أصليات،ويوالي بين القراء تين فيقرأ في الركعة الأولى بعد التكبيرات وفي الثانية قبل التكبيرات،وهذا هو مذهب عبد الله بن مسعود وحذيفة بن اليمان وعقبة بن عامر الجهني وأبي موسى الأشعري وأبي هريرة وابن مسعود الأنصاري رضي الله عنهم(تحفة الفقهاء، ج ۱ ص ۱٦٧ ،كتاب الصلاة،باب صلاة العيدين)

Idara Ghufran

جس کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے متبعین نے اختیار کیا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۳...... حنفیہ کے نزدیک عید کی نماز میں عام نمازوں کے مقابلہ میں چھ زائد تکبیرات واجب ہیں، اور ہر تکبیر مستقل طور پر واجب ہے۔ مگر ان تکبیرات کا امام کو بآوازِ بلند کہنا واجب نہیں۔

اور ہر تکبیر کے درمیان تین تسبیحات کے بقدر وقفہ کرنا افضل ہے، تاکہ مقتدیوں کو تکبیرات اور ان کی تعداد کے بارے میں اشتباہ نہ ہو، مجمع کے کم وبیش ہونے کی وجہ سے اس سے کچھ کم وبیش وقفہ ہو جائے، تب بھی حرج نہیں، اور ان تکبیرات کے درمیان کوئی ذکر مسنون نہیں، بلکہ خاموش رہنا چاہئے۔ [2]

---

[1] قال أبو حنيفة رضى الله عنه فى العيدين الفطر والأضحى سواء يكبر الإمام تسع تكبيرات فى العيدين يفتتح الصلاة فيكبر اربعا بالتى يفتتح بها الصلاة ثم يقرأ ثم يكبر فيركع ثم يقوم فيقرأ ثم يكبر اربعا يركع بالرابع فيفتتح الصلاة بالتكبير ويختم الصلاة بالتكبير وهذا قول عبد الله بن مسعود رضى الله عنه(الحجة على أهل المدينة، ج ا ص ۲۹۸،باب العيدين)

[2] (قوله وتكبيرات العيدين) هى ست تكبيرات فى كل ركعة ثلاثة (قوله وكذا أحدها) أفاد أن كل تكبيرة واجب مستقل ط (ردالمحتار، ج ا ص ۴۶۹، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة)

وأما الجهر فى تكبيرات الزوائد فالظاهر استحبابه للإمام فقط للإعلام فتأمل(ردالمحتار، ج ۲ ص ۱۷۳، باب العيدين)

وقد روى عن أبى حنيفة أنه يسكت بين كل تكبيرتين قدر ثلاث تسبيحات (بدائع الصنائع، ج ا ص ۲۷۷، فصل بيان قدر صلاة العيدين وكيفية ادائها)

وأشار المصنف إلى أنه يسكت بين كل تكبيرتين؛ لأنه ليس بينهما ذكر مسنون عندنا؛ ولهذا يرسل يديه عندنا وقدره مقدار ثلاث تسبيحات لزوال الاشتباه، وذكر فى المبسوط أن هذا التقدير ليس بلازم بل يختلف بكثرة الزحام وقلته؛ لأن المقصود إزالة الاشتباه(البحر الرائق، ج ۲ ص ۱۷۴، وقت صلاة العيدين)

(وليس بين تكبيراته ذكر مسنون) ولذا يرسل يديه (ويسكت بين كل تكبيرتين مقدار ثلاث تسبيحات) هذا يختلف بكثرة الزحام وقلته(الدر المختار ، باب العيدين)

ويسكت بين كل تكبيرتين مقدار ثلاث تسبيحات ؛ لأنها تقام بجمع عظيم وبالموالاة تشتبه على من كان نائيا(تبيين الحقائق، ج ا ص ۲۲۶، وقت صلاة العيد وكيفيتها)

وليس بين التكبيرات ذكر مسنون ولا مستحب لكن يستحب المكث بين كل تكبيرتين مقدار ثلاث تسبيحات.وفى المبسوط ليس هذا القدر بلازم بل يختلف ذلك بكثرة الزحام وقلته (مجمع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۴...... دوسری رکعت میں عید کی زائد تکبیروں کو قرأت کے بعد کہنا افضل ہے واجب نہیں لہٰذا اگر غلطی سے امام نے یہ تکبیریں پہلے کہہ دیں تب بھی نماز ہوجائے گی۔

جہاں تک پہلی رکعت کا تعلق ہے، تو اس میں اگرچہ بعض حضرات نے قرائت سے پہلے تکبیرات کہنے کو واجب قرار دیا ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾الانہر، ج ا ص ۱۷۴، صفة صلاة العيد)
قال محمد رحمه الله في الأصل: يستحب المكث بين كل تكبيرتين مقدار ما يسبح ثلاث تسبيحات، وهذا؛ لأن صلاة العيد تقام بجمع عظيم فلو والى بين التكبيرات يشتبه على من كان نائباً عن الإمام، والاشتباه يزول بهذا القدر من المكث، وليس بين التكبيرات ذكر مسنون عندنا؛ إذ لو كان بينهما ذكر مسنون، لكان أتى به النبي ﷺ، ولو أتى به لنقل إلينا ولم ينقل...... وما قاله محمد بن الحسن رحمه الله أنه يستحب المكث بين كل تكبيرتين مقدار ثلاث تسبيحات فليس بتقدير لازم، بل يتفاوت بكثرة القوم وبقلتهم لأن المقصود إزالة الاشتباه عن القوم، وذلك يختلف بكثرة القوم وقلتهم (المحيط البرهاني، ج۲ص ۴۸۲، ۴۸۳، كتاب الصلاة ، الفصل السادس والعشرون في صلاة العيدين)

۱؎ (قوله ويوالي ندبا بين القراء تين) أي بأن يكبر في الركعة الثانية بعد القراء ة لتكون قراء تها تالية لقراء ة الركعة الأولى، أما لو كبر في الثانية قبل القراء ة أيضا كما يقول ابن عباس يكون التكبير فاصلا بين القراء تين، وأشار بقوله: ندبا إلى أنه لو كبر في أول كل ركعة جاز؛ لأن الخلاف في الأولوية كما مر عن البحر. هذا، وأما ما في المحيط من التعليل للموالاة بأن التكبيرات من الشعائر؛ ولهذا وجب الجهر بها فوجب ضم الزوائد في الأولى إلى تكبيرة الافتتاح لسبقها على تكبيرة الركوع وإلى تكبيرة الركوع في الثانية لأنها الأصل فقد قال في البحر: الظاهر أن المراد بالوجوب الثبوت لا المصطلح عليه لأن الموالاة مستحبة اهـ وكذا قوله وجب الجهر بها: أي ثبت في بعض المواضع كما في الأذان والتكبير في طريق المصلى وتكبير التشريق، وأما الجهر في تكبيرات الزوائد فالظاهر استحبابه للإمام فقط للإعلام فتأمل.
لكن في البحر عن المحيط إن بدأ الإمام بالقراء ة سهوا فتذكر بعد الفاتحة والسورة يمضي في صلاته، وإن لم يقرأ إلا الفاتحة كبر وأعاد القراء ة لزوما لأن القراء ة إذا لم تتم كان امتناعا من الإتمام لا رفضا للفرض اهـ ونحوه في الفتح وغيره وظاهره أن تقديم التكبير على القراء ة واجب، وإلا لم ترفض الفاتحة لأجله يؤيده ما قدمناه في باب صفة الصلاة من أنه إن كبر وبدأ بالقراء ة ونسي الثناء والتعوذ والتسمية لا يعيد لفوت محلها. وقد يجاب بأن العود إلى التكبير قبل إتمام القراء ة ليس لأجل المستحب الذي هو الموالاة بل لأجل استدراك الواجب الذي هو التكبير لأنه لم يشرع في الركعة الأولى بعد القراء ة بدليل أنه لو تذكره بعد قراء ة السورة يتركه فكان مثل ما لو نسي الفاتحة، وشرع في السورة ثم تذكر يترك السورة، ويقرأ الفاتحة لوجوبها بخلاف الثناء والتعوذ والتسمية، والله أعلم (رد المحتار على الدر المختار، ج۲ ص۱۷۳، باب العيدين

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

لیکن بعض حضرات نے ایسی صورت میں قرائت کے بعد بھی کہہ لینے کی گنجائش دی ہے۔
اس لئے اگر کوئی شخص بھولے سے پہلی رکعت میں تکبیرات سے پہلے قرائت کر لے، تو قرائت کے بعد تکبیرات کہہ کر نماز پوری کر لینے کی گنجائش ہے (عمدۃ الفقہ ج۲،ص۴۶۵) [1]

مسئلہ نمبر ۱۵...... اگر امام عید کی زائد تکبیریں بھول کر رکوع میں چلا گیا تو یاد آنے پر رکوع ہی میں یہ تکبیریں کہہ لے، رکوع چھوڑ کر قیام کی طرف نہ لوٹے لیکن اگر امام رکوع چھوڑ کر لوٹ آیا اور تکبیریں کہہ کر پھر رکوع کر لیا تو بھی نماز ہو جائے گی۔ [2]

مسئلہ نمبر ۱۶...... جو امام عیدین کی بارہ تکبیرات کہے، اس کی اقتداء میں عید کی نماز ادا کرنا جائز ہے۔ [3]

---

[1] وإذا نسي الإمام تكبيرات العيد حتى قرأ فإنه يكبر بعد القراءة أو في الركوع ما لم يرفع رأسه، كذا في التتارخانية(الفتاویٰ الهندية، ج ۱ ص ۱۵۱، الباب السابع عشر في العيدين)

اور جب رکوع میں بھی یاد آنے کی صورت میں کہنے کی گنجائش ہے، تو قیام میں بدرجہ اولیٰ گنجائش ہونی چاہئے۔

[2] ولا يقنت في الركوع أيضا بخلاف تكبيرات العيد إذا تذكرها في حال الركوع حيث يكبر فيه، والفرق أن تكبيرات العيد لم تختص بالقيام المحض.
ألا ترى أن تكبيرة الركوع يؤتى بها في حال الانحطاط؟ وهي محسوبة من تكبيرات العيد بإجماع الصحابة، فإذا جاز أداء واحدة منها في غير محض القيام من غير عذر جاز أداء الباقي مع قيام العذر بطريق الأولى، فأما القنوت فلم يشرع إلا في محض القيام غير معقول المعنى فلا يتعدى إلى الركوع الذي هو قيام من وجه(بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۲۷۴، فصل صلاة العيدين)
وإذا نسي الإمام تكبيرات العيد حتى قرأ فإنه يكبر بعد القراءة أو في الركوع ما لم يرفع رأسه، كذا في التتارخانية(الفتاویٰ الهندية، ج ۱ ص ۱۵۱، الباب السابع عشر في العيدين)

[3] اور بعض مشائخ کے نزدیک تیرہ زائد تکبیرات اور تکبیرِ تحریمہ اور دونوں رکعتوں کے رکوع کی تکبیرات سمیت مجموعی طور پر سولہ تکبیرات تک کہنے والے امام کی اقتداء میں عید کی نماز جائز ہے۔
ولو كان الإمام يقنت في القومة بين الركوع والسجود والمقتدي لا يرى ذلك تابع الإمام وكذا في سجود السهو قبل السلام وكذا في تكبيرات العيدين(فتاویٰ قاضيخان، كتاب الصلاة، فصل في الوتر)
ثم ذكر ما حاصله أنه تجب متابعته للإمام في الواجبات فعلا، وكذا تركا إن لزم من فعله مخالفته الإمام في الفعل كتركه القنوت أو تكبيرات العيد أو القعدة الأولى أو سجود السهو أو التلاوة فيتركه المؤتم أيضا، وأنه ليس له أن يتابعه في البدعة والمنسوخ، وما لا تعلق له بالصلاة فلا يتابعه لو زاد سجدة أو زاد على أقوال الصحابة في تكبيرات العيدين (ردالمحتار، ج ۱ ص ۴۷۰، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة)
إذا اقتدى بمن لا يرى رفع اليدين في تكبيرات العيدين يرفع يديه ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۱۷...... عید کی نماز میں امام کے لئے بآوازِ بلند قرائت کرنا واجب ہے۔ ۱؎

مسئلہ نمبر ۱۸...... مستحب یہ ہے کہ امام پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۃ الغاشیہ پڑھے۔ اور کسی دوسری سورت کی قراءت کرنا بھی جائز ہے۔

اس لیے ہمیشہ ان دو سورتوں ہی کی قراءت نہ کرنی چاہیے، کبھی دوسری سورتوں کی بھی کر لینی چاہیے، تاکہ لوگ ان دو سورتوں ہی کی قراءت کو ضروری نہ سمجھ لیں۔ ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ لأن هـذه مخالفة يسيرة فلا تخل بالمتابعة كذا فى الغياثية قال محمد رحمه الله تعالى فى الجامع إذا دخل الرجل مع الإمام فى صلاة العيد وهذا الرجل يرى تكبيرات ابن مسعود رضى الله تعالى عنهما فكبر الإمام غير ذلك اتبع الإمام إلا إذا كبر الإمام تكبيرا لم يكبره أحد من الفقهاء فحينئذ لا يتابعه كذا فى المحيط لكن هذا إذا كان بقرب الإمام يسمع التكبيرات منه فأما إذا كان ببعد منه يسمع من المكبرين يأتى بجميع ما يسمع وإن خرج من أقاويل الصحابة لجواز أن الغلط من المكبرين فلو ترك شيئا منها ربما كان المتروك ما أتى به الإمام كذا فى البدائع قال محمد رحمه الله تعالى فى الكبير ولو أن رجلا دخل مع الإمام فى صلاة العيد فى الركعة الأولى بعدما كبر الإمام تكبير ابن عباس رضى الله تعالى عنهما ست تكبيرات فدخل معه وهو فى القراءة والرجل يرى تكبيرات ابن مسعود رضى الله عنهما فإنه يكبر برأى نفسه فى هذه الركعة حال ما يقرأ الإمام وفى الركعة الثانية يتبع رأى الإمام كذا فى التتارخانية(الفتاوى الهندية، ج ١ ص ١٥١، الباب السابع عشر فى صلاة العيدين)

ثم إلى كم يتابعه؟ اختلف مشايخنا فيه قال عامتهم :إنه يتابعه إلى ثلاث عشرة تكبيرة، ثم يسكت بعد ذلك، وقال بعضهم يتابعه إلى ستة عشرة تكبيرة؛ لأن فعله إلى هذا الموضع محتمل للتأويل فلعل هذا القائل ذهب إلى ابن عباس أراد بقوله ثلاث عشرة تكبيرة الزوائد، فإذا ضممت إليها تكبيرة الافتتاح وتكبيرتى الركوع صارت ست عشرة تكبيرة لكن هذا إذا كان يقرب من الإمام يسمع التكبيرات منه، فأما إذا كان يبعد منه يسمع من المكبرين يأتى بجميع ما يسمع وإن خرج عن أقاويل الصحابة لجواز أن الغلط من المكبرين، فلو ترك شيئا منها ربما كان المتروك ما أتى به الإمام، والمأتى به ما أخطأ فيه المكبرون فيتابعهم ليتأدى ما يأتيه الإمام بيقين ولهذا قيل إذا كان المقتدى يبعد من الإمام يسمع من المكبرين ينبغى أن ينوى بكل تكبيرة الافتتاح لجواز أن ما سمع قبل هذه كان غلطا من المنادى، وإنما كبر الإمام للافتتاح الآن(بدائع الصنائع ، ج ١ ص ٢٧٨، فصل بيان قدر صلاة العيدين وكيفية أدائها)

۱؎ الجهر يجب على الإمام فيما يجهر فيه وهو صلاة الصبح والأوليان من المغرب والعشاء وصلاة العيدين والجمعة والتراويح والوتر فى رمضان(ردالمحتار، ج ١ ص ٤٦٩، كتاب الصلاة، واجبات الصلاة)

۲؎ (قوله :ويقرأ كالجمعة) أى كالقراءة فى صلاة الجمعة، لما روى أبو حنيفة أنه -صلى الله عليه وسلم -كان يقرأ فى العيدين ويوم الجمعة الأعلى والغاشية كما فى الفتح .وقال فى البدائع فإن تبرك بالاقتداء به -صلى الله عليه وسلم -فى قراءتهما فى أغلب الأوقات فحسن لكن يكره أن يتخذهما حتما لا يقرأ فيها غيرهما لما ذكرنا فى الجمعة اهـ(ردالمحتار، ج ٢ ص ١٧٣، باب العيدين)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۹...... عام نمازوں کی طرح عیدین کی نماز میں بھی واجب عمل کی خلاف ورزی سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے لیکن اگر عید کی نماز میں بلکہ کسی بھی نماز میں مجمع بہت زیادہ ہو اور سجدہ سہو کرنے سے لوگوں میں فساد وانتشار یا مقتدیوں کی نماز خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو بہتر ہے کہ سجدہ سہو نہ کیا جائے۔ ایسی صورت میں سجدہ سہو معاف ہے۔ ۱

مسئلہ نمبر ۲۰...... عید کی نماز کے بعد امام کے لئے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھنے کا حکم ہے، اور امام کو عید کی نماز کے بعد دو خطبے پڑھنا چاہئیں، اور دونوں کے درمیان کچھ دیر کے لئے بیٹھنا چاہئے۔

مگر عید کا خطبہ جمعہ کے خطبہ کی طرح فرض نہیں، بلکہ سنت ہے، البتہ اس کا خاموشی سے سننا واجب ہے۔ ۲

---

۱ ومنها تكبيرات العيدين قال فى البدائع إذا تركها أو نقص منها أو زاد عليها أو أتى بها فى غير موضعها فإنه يجب عليه السجود كذا فى البحر الرائق ويستوى فى الزيادة والنقصان القليل والكثير فقد روى عن الحسن عن أبى حنيفة رحمه الله إذا سها الإمام عن تكبيرة واحدة فى صلاة العيد يسجد للسهو كذا فى الذخيرة وذكر فى كشف الأسرار أن الإمام إذا سها عن التكبيرات حتى ركع فإنه يعود إلى القيام بخلاف المسبوق إذا ترك الإمام فى الركوع فإنه يأتى بالتكبيرات فى الركوع كذا فى البحر الرائق ولو ترك تكبيرة الركوع الثانى فى صلاة العيد وجب عليه السهو لأنها واجبة تبعا لتكبيرات العيد بخلاف تكبيرة الركوع الأول لأنها ليست ملحقة بها كذا فى التبيين السهو فى الجمعة والعيدين والمكتوبة والتطوع واحد إلا أن مشايخنا قالوا لا يسجد للسهو فى العيدين والجمعة لئلا يقع الناس فى فتنة كذا فى المضمرات ناقلا عن المحيط(الفتاوى الهندية، ج ا ص ۱۲۸، كتاب الصلاة، الباب الثانى عشر فى سجود السهو)

۲ وكيفية الخطبة فى العيدين كهى فى الجمعة فيخطب خطبتين يجلس بينهما جلسة خفيفة ويقرأ فيها سورة من القرآن ويستمع لها القوم وينصتوا لأنه يعلمهم الشرائع ويعظهم وإنما ينفعهم ذلک إذا استمعوا(بدائع الصنائع ج ا ص ۲۷۴، فصل صلاة العيدين)

الاترى أنه لو ترک الخطبة فى صلاة الجمعة لا يجوز، فكذا إذا غيّرها عن موضعها، ولو ترک الخطبة فى صلاة العيد يجوز صلاة العيد، فكذا إذا غيّر عن موضعها ،والخطبة فى العيدين كهى فى الجمعة، يخطب خطبتين بينهما جلسة خفيفة كما فى صلاة الجمعة، به ورد الأثر عن رسول الله عليه السلام، ويقرأ فيها بسورة من القرآن ويستمع لها القوم؛ لأن الخطبة فى العيدين إنما شرعت؛ لتعليم ما يجب إقامته فى هذا اليوم من صدقة الفطر، أو الأضحية، وإنما يحصل التعليم بالاستماع والإنصات(المحيط البرهانى، ج ۲ ص ۴۸۳، ۴۸۴، الفصل السادس والعشرون فى صلاة العيدين)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۲۱...... عید کے خطبہ کے احکام بھی جمعہ کے خطبہ کی طرح ہیں، فرق اتنا ہے کہ جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے پڑھا جاتا ہے اور عید کا خطبہ نماز کے بعد، اور عید کا خطبہ پڑھنا سنت ہے اور جمعہ کا خطبہ واجب ہے۔ ۱

مسئلہ نمبر ۲۲...... خطیب کے لئے بہتر ہے کہ پہلا خطبہ شروع کرنے سے پہلے آہستہ آواز میں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے۔ ۲

مسئلہ نمبر ۲۳...... عید کی نماز کے خطبہ میں کثرت سے ''اللہ اکبر'' پڑھنا مستحب ہے، اور ظاہر الروایۃ میں اس کی کوئی تعداد مقرر نہیں۔ ۳

البتہ بعض حضرات کے نزدیک پہلے خطبہ کے بالکل شروع میں نو مرتبہ اور دوسرے خطبہ کے شروع میں سات مرتبہ، اور دوسرے خطبہ کے بالکل آخر میں چودہ مرتبہ مسلسل ''اللہ اکبر'' کہنا مستحب ہے۔ ۴

---

۱ قال: (إلا الخطبة) فإنه يخطب بعد الصلاة، كذا المأثور عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- ولو تركها جاز لأنها سنة وليست بشرط، وقد أساء لمخالفة السنة; وكذلك إن خطب قبل الصلاة يجوز لحصول المقصود، وهو تعليمهم وظيفة اليوم، ويكره لما بينا، ولا أذان لها ولا إقامة لأنه لم ينقل(الاختيار لتعليل المختار، ج ۱ ص ۸۵، باب صلاة العيدين)

۲ (وأما سننها فخمسة عشر) أحدها الطهارة حتى كرهت للمحدث والجنب (وثانيها) القيام، هكذا في البحر الرائق، ولو خطب قاعدا أو مضطجعا جاز، هكذا في فتاوى قاضي خان.
(وثالثها) استقبال القوم بوجهه (ورابعها) التعوذ في نفسه قبل الخطبة (وخامسها) أن يسمع القوم الخطبة وإن لم يسمع أجزأه (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱ ص ۱۴۶، الباب السادس عشرفي صلاة الجمعة)

۳ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ بَيْنَ أَضْعَافِ الْخُطْبَةِ، يُكْثِرُ التَّكْبِيرَ فِي خُطْبَةِ الْعِيدَيْنِ(سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۱۲۸۷، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في الخطبة في العيدين، عن سعد المؤذن)
ويكبر في الخطبة في العيدين وليس ذلك عدد في ظاهر الرواية لكن ينبغي أن لا يكون أكثر الخطبة التكبير ويكبر في عيد الأضحى أكثر مما يكبر في خطبة عيد الفطر فإن لم يسمعهم جاز ولا يضر تباعدهم(فتاوى قاضى خان،باب صلاة العيدين وتكبيرات أيام التشريق)

۴ (ويستحب أن يستفتح الأولى بتسع تكبيرات تترى) أي متتابعات (والثانية بسبع) هو السنة (و) أن (يكبر قبل نزوله من المنبر أربع عشرة)(الدرالمختار،كتاب الصلاة، باب العيدين)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۲۴...... عیدُ الاضحیٰ کے خطبہ میں عربی زبان میں قربانی اور تکبیرِ تشریق وغیرہ سے متعلق مضامین اور احادیث وروایات کو پڑھنا مستحب ہے۔ ۱؎

مسئلہ نمبر۲۵...... عید کے خطبے کے دوران خاموش رہنا اور خطبہ کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے خواہ خطبہ کی آواز بھی نہ آرہی ہو۔

بعض جگہ خطبے کے دوران چندہ جمع کیا جاتا ہے، ایسا کرنا جائز نہیں اور خطبہ کے وقت چندہ دینا بھی گناہ ہے۔ ۲؎

مسئلہ نمبر۲۶...... خطبہ کے دوران کوئی بات چیت، سلام وکلام کرنا یہاں تک کہ نماز پڑھنا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قوله ويستحب إلخ) ذكر ذلك فى المعراج عن مجمع النوازل وقال فى الخانية إنه ليس للتكبير عدد فى ظاهر الرواية لكن ينبغى أن لا يكون أكثر الخطبة التكبير ويكبر فى الأضحى أكثر من الفطر .اهـ.قلت :وإطلاق العدد فى ظاهر الرواية لا ينافى تقييده بما ورد فى السنة وقال به الشافعي -رحمه الله تعالى (ردالمحتار، ج۲ص۱۷۵، باب العيدين)

ويكبر فى خطبة العيدين وليس لذلك عدد فى ظاهر الرواية لكن لا ينبغى أن يجعل أكثر الخطبة التكبير ويكبر فى خطبة عيد الأضحى أكثر مما يكبر فى خطبة الفطر كذا فى قاضيخان ويبدأ الخطيب بالتحميد فى الجمعة وغيرها ويبدأ بالتكبير فى خطبة العيدين ويستحب أن يستفتح الأولى بتسع تترى متوالية والثانية بسبع قال عبد الله بن مسعود هو السنة ويكبر القوم معه ويصلون على النبى صلى الله عليه وسلم فى أنفسهم امتثالا للأمر وسنة الإنصات (مراقى الفلاح شرح متن نور الإيضاح،ص۲۰۳،باب صلاة العيدين)

۱؎ (قوله ويعلم الأضحية وتكبير التشريق فى الخطبة) ؛ لأنها شرعت لتعليم أحكام الوقت هكذا ذكروا مع أن تكبير التشريق يحتاج إلى تعليمه قبل يوم عرفة ليتعلموه يوم عرفة فإنه ابتداؤه فينبغى للخطيب أن يعلمهم أحكامه فى الجمعة التى قبل عيد الأضحى كما أنه ينبغى له أن يعلمهم أحكام صدقة الفطر فى الجمعة التى قبل عيد الفطر ليتعلموها ويخرجوها قبل الخروج إلى المصلى، ولم أره منقولا والعلم أمانة فى عنق العلماء ويستفاد من كلامهم أن الخطيب إذا رأى بهم حاجة إلى معرفة بعض الأحكام وأنه يعلمهم إياها فى خطبة الجمعة خصوصا فى زماننا من كثرة الجهل وقلة العلم فينبغى أن يعلمهم أحكام الصلاة كما لا يخفى(البحر الرائق شرح كنز الدقائق،باب العيدين)

۲؎ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :مَنْ قَالَ يَوْمَ الجُمُعَةِ وَالإِمَامُ يَخْطُبُ : أَنْصِتْ، فَقَدْ لَغَا "، وَفِي البَابِ عَنْ ابْنِ أَبِي أَوْفَى، وَجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ :حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ ، "وَالعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ :كَرِهُوا لِلرَّجُلِ أَنْ يَتَكَلَّمَ وَالإِمَامُ يَخْطُبُ، فَقَالُوا :إِنْ تَكَلَّمَ غَيْرُهُ فَلَا يُنْكِرْ عَلَيْهِ إِلَّا بِالإِشَارَةِ(ترمذى، رقم الحديث ۵۱۲)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بھی منع ہے، بعض لوگ خطبہ کے دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آنے پر زبان سے درود شریف پڑھتے ہیں یا دعائیہ کلمات پر آمین وغیرہ کہتے ہیں، یا دونوں خطبوں کے دوران ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں، یہ سب چیزیں قابلِ اصلاح ہیں۔

البتہ دل ہی دِل میں زبان کو حرکت دیئے بغیر دعا کرنے اور درود پڑھنے میں حرج نہیں۔ ۱

۱ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ لَيْثٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ (ح) وَعَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنِ الْحَارِثِ ، عَنْ عَلِيٍّ (ح) وَعَنْ سُفْيَانَ ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ، عَنْ عَطَاءٍ ؛ أَنَّهُمْ كَرِهُوا الصَّلاَةَ وَالإِمَامِ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ(مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۵۲۱۰، کتاب الصلاة، باب مَنْ كَانَ يَقُولُ :إِذَا خَطَبَ الإِمَامُ فَلاَ يُصَلِّي)

عَنْ ثَعْلَبَةَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ الْقُرَظِيِّ ، قَالَ :أَدْرَكْتُ عُمَرَ ، وَعُثْمَانَ ، فَكَانَ الإِمَامُ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ تَرَكْنَا الصَّلاَةَ(ایضاً، رقم الحدیث ۵۲۱۶)

عَنْ عَطَاءٍ ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، وَابْنِ عُمَرَ ؛ أَنَّهُمَا كَانَا يَكْرَهَانِ الصَّلاَةَ وَالْكَلاَمَ بَعْدَ خُرُوجِ الإِمَامِ(ایضاً، رقم الحدیث ۵۲۱۸)

عَنِ ابْنِ سِيرِينَ ؛ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ :إِذَا خَرَجَ الإِمَامُ فَلاَ يُصَلِّ أَحَدٌ حَتَّى يَفْرُغَ الإِمَامُ(ایضاً، رقم الحدیث ۵۲۱۱)

عَنِ ابْنِ عَوْنٍ ، قَالَ :كَانَ ابْنُ سِيرِينَ يَجْلِسُ ، وَلاَ يُصَلِّي (ایضاً، رقم الحدیث ۵۲۱۵)

حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ ، قَالَ :أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ ، قَالَ :رَأَيْتُ شُرَيْحًا دَخَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ أَبْوَابِ كِنْدَةَ فَجَلَسَ ، وَلَمْ يُصَلِّ(ایضاً، رقم الحدیث ۵۲۱۲)

حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ ، قَالَ :حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ تَوْبَةَ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، قَالَ :كَانَ شُرَيْحٍ إِذَا أَتَى الْجُمُعَةَ ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ خَرَجَ الإِمَامُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ، وَإِنْ كَانَ خَرَجَ جَلَسَ وَاحْتَبَى ، وَاسْتَقْبَلَ الإِمَامَ ، فَلَمْ يَلْتَفِتْ يَمِينًا ، وَلاَ شِمَالاً(ایضاً، رقم الحدیث ۵۲۱۹)

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ :إِذَا قَعَدَ الإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَلاَ صَلاَةَ(ایضاً، رقم الحدیث ۵۲۱۳)

عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ؛ فِي الرَّجُلِ يَجِيءُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالإِمَامُ يَخْطُبُ يَجْلِسُ ، وَلاَ يُصَلِّي(ایضاً، رقم الحدیث ۵۲۱۴)

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ ، قَالَ :خُرُوجُ الإِمَامِ يَقْطَعُ الصَّلاَةَ(ایضاً، رقم الحدیث ۵۲۱۷)

(إذا خرج الإمام) من الحجرة إن كان وإلا فقيامه للصعود شرح المجمع (فلا صلاة ولا كلام إلى تمامها) وإن كان فيها ذكر الظلمة فى الأصح (الدرالمختار)

(قوله فلا صلاة) شمل السنة وتحية المسجد بحر قال محشيه الرملي :فلا صلاة جائزة وتقدم فى شرح قوله ومنع عن الصلاة وسجدة التلاوة إلخ أن صلاة النفل صحيحة مكروهة حتى يجب قضاؤه إذا قطعه، ويجب قطعه وقضاؤه فى غير وقت مكروه فى ظاهر الرواية ولو أتمه خرج عن عهدة ما لزمه بالشروع فالمراد الحرمة لا عدم الانعقاد (قوله :ولا كلام) أى من جنس كلام الناس أما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۲۷...... خطبہ کو نماز سے زیادہ لمبا کرنا مکروہ ہے۔

حدیث میں نماز کو مختصر اور خطبے کو لمبا کرنے کو قیامت کی علامات میں شمار کیا گیا ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾التسبيح ونحوه فلا يكره وهو الأصح كما فى النهاية والعناية وذكر الزيلعى أن الأحوط الإنصات ومحل الخلاف قبل الشروع أما بعده فالكلام مكروه تحريما بأقسامه كما فى البدائع بحر ونهر وقال البقالى فى مختصره وإذا شرع فى الدعاء لا يجوز للقوم رفع اليدين ولا تأمين باللسان جهرا فإن فعلوا ذلك أثموا وقيل أساء وا ولا إثم عليهم والصحيح هو الأول وعليه الفتوى وكذلك إذا ذكر النبى -صلى الله عليه وسلم- لا يجوز أن يصلوا عليه بالجهر بل بالقلب وعليه الفتوى رملى(ردالمحتار، ج۲ص۱۵۸، باب الجمعة)

(قوله وإذا خرج الإمام فلا صلاة، ولا كلام) لما رواه ابن أبى شيبة فى مصنفه عن على وابن عباس وابن عمر -رضى الله عنهم- كانوا يكرهون الصلاة والكلام بعد خروج الإمام وقول الصحابى حجة ولأن الكلام يمتد طبعا فيخل بالاستماع والصلاة قد تستلزمه أيضا وبه اندفع قولهما أنه لا بأس بالكلام إذا خرج قبل أن يخطب وإذا نزل قبل أن يكبر وأجمعوا أن الخروج قاطع للصلاة، وفى العيون المراد إجابة المؤذن أما غيره من الكلام فيكره إجماعا كذا فى السراج الوهاج وفسر الشارح الخروج بالصعود على المنبر وهكذا فى المضمرات وذكر فى السراج الوهاج يعنى خرج من المقصورة وظهر عليهم وقيل صعد المنبر، فإن لم يكن فى المسجد مقصورة يخرج منها لم يتركوا القراء ة والذكر إلا إذا قام الإمام إلى الخطبة اهـ(البحرالرائق، ج۲ص۱۶۷، باب صلاة الجمعة)

قال -رحمه الله- (وإذا خرج الإمام) أى صعد على المنبر (فلا صلاة ولا كلام) ، وهذا عند أبى حنيفة -رحمه الله- وقالا لا بأس بالكلام إذا خرج قبل أن يخطب وإذا نزل قبل أن يكبر واختلفا فى جلوسه إذا سكت فعند أبى يوسف يباح له وعند محمد لا يباح له ، لهما أن الكراهية للإخلال بفرض الاستماع ولا استماع هنا بخلاف الصلاة ؛ لأنها تمتد ولأبى حنيفة قوله -عليه الصلاة والسلام- إذا خرج الإمام فلا صلاة ولا كلام من غير فصل ولأن الكلام قد يمتد فأشبه الصلاة والنائى عن المنبر لا يتكلم بكلام الناس ولا بأس بأن يسبح ويهلل ويقرأ القرآن فى رواية والأحوط الإنصات(تبيين الحقائق، ج۱ص۲۲۳،باب صلاة العيدين)

[۱] ويكره تطويل الخطبة بان تزيد الخطبتان على سورة من طوال المفصل(منية المصلى وغنية المبتدى،كتاب الصلاة)

فقد سنَّ رسولُ الله صلَّى الله عليه وسلَّم أنَّ تطولَ الصَّلاةُ، وتقصرَ الخطبةُ، وجعلَ تطويلَ الخطبةِ إلى حدٍ يفضى إلى حدِ النَّفرةِ من أشراطِ السَّاعة(اللطائف المستحسنة بجمع خطب شهور السنة للكنوى، ص۷)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ قِصَرَ الْخُطْبَةِ، وَطُولَ الصَّلَاةِ مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِ الرَّجُلِ، فَأَطِيلُوا الصَّلَاةَ، وَاقْصُرُوا الْخُطَبَ، وَإِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا، وَإِنَّهُ سَيَأْتِي بَعْدَكُمْ قَوْمٌ يُطِيلُونَ الْخُطَبَ وَيَقْصُرُونَ الصَّلَاةَ (مسند بزار، رقم الحديث ۱۹۰۸)

قال الهيثمى: رواه البزار، وروى الطبرانى بعضه موقوفا فى الكبير ورجال الموقوف ثقات، وفى رجال البزار قيس بن الربيع وثقه شعبة والثورى وضعفه الناس(مجمع الزوائد، ج۲ص۱۹۰، باب قصر الخطبة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۲۸...... خطبہ سننے والوں کو دونوں خطبوں کے دوران تشہد کی حالت میں یعنی دوزانو بیٹھنا مستحب ہے، ویسے جس طرح چاہیں بیٹھنا جائز ہے۔

بعض لوگ جو پہلے خطبہ کے دوران دونوں ہاتھ باندھتے ہیں اور دوسرے خطبہ میں چھوڑ دیتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں اس کا اہتمام کرنا یا ثواب سمجھنا شریعت سے ثابت نہیں (کذا فی احسن الفتاویٰ ج۴ص ۱۳۳) [1]

مسئلہ نمبر ۲۹...... جمعہ وعیدین کا خطبہ سنت سے عربی میں پڑھنا ثابت ہے، اور غیر عربی زبان میں ثابت نہیں، اکثر فقہاء کی تحقیق کے مطابق تو عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا معتبر ہی نہیں ہوتا، اور بعض حضرات کے نزدیک مکروہ تحریمی ہوتا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام اور سلف سے غیر عربی میں جمعہ وعیدین کا خطبہ پڑھنا ثابت نہیں۔

البتہ عید کی نماز سے پہلے کسی اور زبان میں وعظ وتقریر کرنا اور عید کی نماز اور قربانی وغیرہ کے احکام کی تعلیم وتبلیغ کرنا جائز ہے، اور یہ شرعاً عید کا خطبہ نہیں ہے، اور عید کا خطبہ عربی میں عید کی نماز کے بعد پڑھا جاتا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: جواہر الفقہ، جلد ا صفحہ ۳۴۷، صفحہ ۳۶۹)

مسئلہ نمبر ۳۰...... اگر کوئی شخص عید کی نماز میں اس وقت پہنچا، جبکہ امام پہلی رکعت کی کچھ یا تینوں تکبیریں کہہ چکا تھا، لیکن ابھی رکوع میں نہیں گیا تھا، تو مقتدی کو چاہیئے کہ نیت باندھنے کے فوراً بعد وقفہ کے بغیر تین تکبیریں کہہ لے اگرچہ تکبیرات کے دوران امام قرأت شروع کردے یا پہلے سے قرأت کررہا ہو۔ [2]

---

[1] إذا شهد الرجل عند الخطبة إن شاء جلس محتبيا أو متربعا أو كما تيسر؛ لأنه ليس بصلاة عملا وحقيقة، كذا في المضمرات، ويستحب أن يقعد فيها كما يقعد فى الصلاة، كذا في معراج الدراية (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱ ص ۱۴۸، كتاب الصلاة، الباب السادس عشر فى صلاة الجمعة)

[2] (ولو أدرک) المؤتم (الإمام فى القيام)بعدما كبر (كبر) فى الحال برأى نفسه لأنه مسبوق (الدرالمختار، باب صلاة العيدين)

(قوله كبر فى الحال) أى وإن كان الإمام قد شرع فى القراءة كما فى الحلية (ردالمحتار، ج ۲ ص ۱۷۴، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۳۱...... اگر کوئی شخص پہلی رکعت میں اس وقت پہنچا، جبکہ امام رکوع میں جاچکا تھا، تو اگر غالب گمان ہو کہ میں تین تکبیریں کہہ کر رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہوجاؤں گا، تو نیت باندھ کر کھڑا ہونے کی حالت میں تکبیریں کہہ کر پھر رکوع میں جائے، اور اگر خطرہ ہو کہ کھڑا ہو کر تکبیریں کہنے لگ گیا تو رکوع نہیں ملے گا، تو نیت باندھ کر سیدھا رکوع میں چلا جائے اور ہاتھ اٹھائے بغیر رکوع میں تینوں تکبیریں کہہ لے، اور رکوع کی تسبیح ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ '' بھی پڑھ لے، دونوں کے پڑھنے کا وقت نہ ہو تو صرف عید کی تکبیریں کہہ لے، رکوع کی تسبیح چھوڑ دے، کیونکہ عید کی تکبیریں واجب ہیں اور رکوع کی تسبیح سنت ہے، اور اگر اس کے تین تکبیریں کہنے سے پہلے امام رکوع سے اٹھ جائے تو اس کو بھی کھڑا ہوجانا چاہیئے، جو تکبیریں رہ گئی ہیں وہ معاف ہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳۲...... اگر کوئی شخص اس وقت پہنچا، جبکہ امام پہلی رکعت کے رکوع سے سر اٹھا چکا تھا تو کیونکہ اس کی پہلی رکعت رہ گئی، جو بعد میں پڑھنی ہوگی، اس لئے اب پہلی رکعت کی تکبیریں کہنے کی ضرورت نہیں، امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب پہلی رکعت پوری کرے گا تو اس میں تکبیریں کہے۔

پہلی رکعت امام کے بعد پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر ثناء، اعوذ باللہ، بسم اللہ پڑھ کر سورہ فاتحہ پڑھے اور سورت ملائے، اس کے بعد تین تکبیریں کہے۔

---

[1] (فروع) أدرک الإمام راکعا یحرم، ثم إن غلب علی ظنه إدراکه فی الرکوع إن کبر قائما کبر قائما ثم رکع لأن القیام هو المحل الأصلی للتکبیر، ویکبر برأی نفسه؛ لأنه مسبوق، وهو منفرد فیما یقضی، والذکر الفائت یقضی قبل فراغ الإمام بخلاف الفعل، وإن خشی فوت رکوع الإمام رکع وکبر فی رکوعه خلافا لأبی یوسف(فتح القدیر ، ج۲ص۷۷،۷۸، باب صلاة العیدین)

ولو انتهی رجل إلی الإمام فی الرکوع فی العیدین فإنه یکبر للافتتاح قائما فإن أمکنه أن یأتی بالتکبیرات ویدرک الرکوع فعل ویکبر علی رأی نفسه وإن لم یمکنه رکع واشتغل بالتکبیرات عند أبی حنیفة ومحمد -رحمهما الله تعالی -هکذا فی السراج الوهاج.

ولا یرفع یدیه إذا أتی بتکبیرات العید فی الرکوع، کذا فی الکافی، ولو رفع الإمام رأسه بعدما أدی بعض التکبیرات فإنه یرفع رأسه ویتابع الإمام وتسقط عنه التکبیرات الباقیة، کذا فی السراج الوهاج(الفتاویٰ الهندیة، ج ۱ ص ۱۵۱، الباب السابع عشر فی العیدین)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

لیکن اگر کوئی غلطی سے قرائت سے پہلے یہ تکبیریں کہہ لے، تب بھی نماز ہو جاتی ہے۔ [1]
اور ہر مرتبہ تکبیر کے ساتھ ہاتھ کانوں تک اٹھا کر لٹکا دے۔ پھر چوتھی تکبیر کہتا ہوا ہاتھ اٹھائے بغیر رکوع میں جائے اور باقی رکعت عام نماز کی طرح پوری کرے۔

مسئلہ نمبر ۴۳...... اگر کوئی شخص دوسری رکعت میں اس وقت پہنچا، جب امام قرائت وغیرہ کر کے تینوں تکبیریں کہہ چکا تھا، تو ویسے ہی کرے جیسے پہلی رکعت کے بارے میں لکھا گیا ہے، یعنی تکبیرِ تحریمہ کے بعد کھڑے ہو کر تکبیریں کہہ کر رکوع میں مل سکتا ہو تو کھڑا ہو کر یہ تکبیریں کہے، ورنہ یہ تکبیرات رکوع میں کہے، اس کی دوسری رکعت تو ہو گئی، اور پہلی رکعت امام کے سلام پھیرنے کے بعد پڑھے، جس کا طریقہ وہی ہے، جو اس سے پہلے مسئلہ میں لکھا گیا ہے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر ثناء اور اعوذ باللہ، بسم اللہ پڑھ کر سورہ فاتحہ پڑھے اور سورت ملائے، اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر تین تکبیریں کہے، اور ہاتھ اُٹھائے بغیر چوتھی تکبیر کہتا ہوا رکوع میں جائے، اور حسبِ قاعدہ نماز مکمل کرے۔

مسئلہ نمبر ۴۴...... اگر کوئی شخص اس وقت پہنچا، جب امام دوسری رکعت کے رکوع سے سر اٹھا چکا تھا، تو وہ اسی حال میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے، مگر اس صورت میں دوسری رکعت کا رکوع نہ ملنے کی وجہ سے اس کی دونوں رکعتیں فوت ہو گئیں، اس لئے امام کے سلام کے بعد دونوں رکعتیں پڑھے ان دو رکعتوں کے پڑھنے کا طریقہ وہی ہے، جو عید کی نماز کا طریقہ ہے

---

[1] اگرچہ قیاس کے مطابق تکبیریں قراءت سے پہلے کہنی چاہئیں تھیں، لیکن چونکہ اس طریقے سے دونوں رکعتوں میں تکبیریں پے در پے ہو جاتی ہیں، اس لئے اس سے عدول کیا گیا، اور تکبیر کو قراءت کے بعد رکھا گیا۔

ولو سبق بركعة يقرأ ثم يكبر لئلا يتوالى التكبير (الدرالمختار، باب صلاة العيدين)

ولو أدركه في القومة لا يقضي فيها؛ لأنه يقضي الركعة الأولى مع التكبيرات واللاحق يكبر برأي إمامه كمن شرع مع الإمام ونام فانتبه يكبر برأي الإمام؛ لأنه كأنه خلف الإمام بخلاف المسبوق، كذا في الكافي (الفتاویٰ الهندية، ج ١ ص ١٥١، الباب السابع عشر في العيدين)

عَنْ حَمَّادٍ، قَالَ: إِذَا فَاتَتْكَ مِنْ صَلَاةِ الْعِيدِ رَكْعَةٌ فَاقْضِهَا، وَاصْنَعْ فِيهَا مِثْلَ مَا يَصْنَعُ الإِمَامُ فِي الرَّكْعَةِ الأُولَى (مُصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث ٥٨٦٢، فِي الرَّجُلِ إِذَا فَاتَتْهُ رَكْعَةٌ، مَا يَصْنَعُ؟)

عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: يُكَبِّرُ مَعَهُ فِي هَذِهِ مَا أَدْرَكَ مِنْهَا، وَيَقْضِي الَّتِي فَاتَتْهُ وَيُكَبِّرُ فِيهَا مِثْلَ تَكْبِيرِ الإِمَامِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ (مُصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث ٥٨٦٣، فِي الرَّجُلِ إِذَا فَاتَتْهُ رَكْعَةٌ، مَا يَصْنَعُ؟)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

یعنی پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے زائد تکبیریں کہے اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے کہے۔

مسئلہ نمبر ۳۵...... اگر کوئی شخص اس وقت پہنچا، جب امام دونوں رکعتیں پڑھ کر تشہد میں بیٹھ چکا تھا، مگر ابھی سلام نہیں پھیرا تھا، تو ایسی صورت میں مقتدی کو چاہئے کہ نیت باندھ کر امام کے ساتھ شریک ہوجائے، اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد عید کی دونوں رکعتیں حسبِ قاعدہ پڑھے۔ [۱]

---

[۱] إذا أدرک الإمام فی صلاة العید بعد ما تشهد الإمام قبل أن یسلم أو بعدما سلم قبل أن یسجد للسهو أو بعدما سجد للسهو ولم یسلم الإمام فإنه یقوم ویقضی صلاة العید.
ومن المشایخ من قال المذکور قول أبی حنیفة وأبی یوسف -رحمهما الله تعالی -فأما علی قول محمد -رحمه الله تعالی -لا یصیر مدرکا کصلاة الجمعة ومنهم من قال هذا بلا خلاف وهو الصحیح، کذا فی الظهیریة(الفتاویٰ الهندیة، ج ۱ ص ۱۵۱، الباب السابع عشر فی العیدین)
وإذا أدرک الإمام فی صلاة العید بعدما تشهد الإمام قبل أن یسلم أو بعد ما سلم قبل أن یسجد للسهو أو بعدما سجد للسهو فدخل معه، ثم سلم الإمام فإنه یقوم فیقضی صلاة العید لأنه شارک الإمام فی الصلاة فیلزمه القضاء .من مشایخنا من قال :المذکور قول أبی حنیفة، وأبی یوسف رحمهما الله، وأما علی قول محمد رحمه الله :لا یصیر مدرکاً لصلاة العید کما فی الجمعة :إذا أدرک الإمام فی هذه الحالة لا یصیر مدرکاً للجمعة عنده، حتی یصلی أربعاً عنده فکذلک ها هنا .
ومنهم من قال :هذا بلا خلاف وهو الأصح، فإن صح الخلاف لمحمد فی صلاة العید کما فی الجمعة فلا حاجة لمحمد رحمه الله إلی الفرق بین صلاة الجمعة وصلاة العید، ولو لم یصح الخلاف یحتاج محمد إلی الفرق بین صلاة العید وبین صلاة الجمعة.
فإنه قال :فی صلاة الجمعة لا یصیر مدرکاً للجمعة، ویصلی أربعاً، وفی صلاة العید قال :یصیر مدرکاً لصلاة العید، ویصلی صلاة العید وحده .ووجه الفرق لمحمد رحمه الله وهو :أن القیاس ما قاله أبو حنیفة وأبو یوسف رحمهما الله فی الجمعة، إلا أنه ترک القیاس بالأثر، والأثر ورد فی الجمعة، وما ورد فی العید، فیرد صلاة العید إلی أصل القیاس، ولأن محمدا رحمه الله جعله مدرکاً للجمعة فی تلک المسألة بدلیل أنه لو ترک القعدة علی رأس الرکعتین لا یجزیه صلاته، کما إذا صلی الجمعة وترک القعدة علی رأس الرکعتین، وإذا خرج وقت الظهر فسدت صلاته إلا أنه أمر بزیادة رکعتین احتیاطاً لیقوم مقام الظهر، ولیس فی صلاة العید زیادة یأمره بها احتیاطاً.
ثم إذا سلم الإمام وقام هو إلی القضاء کیف یصنع؟ قال الشیخ الإمام الزاهد المعروف بخواهر زاده رحمه الله :یقوم فیکبر ثلاث تکبیرات، ثم یقرأ؛ لأن ما یقضی أول صلاته فی هذه الحالة بالإجماع، لأنه مسبوق برکعتین، والتکبیر مقدم علی القراء ة الأولی ومؤخر فی الثانیة عندنا، فکذلک ههنا (المحیط البرهانی، ج۲ ص ۵۰۰، ۵۰۱،الفصل السادس والعشرون فی صلاة العیدین)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۳۶...... اگر کوئی شخص ایسے وقت میں پہنچا، جبکہ عید کی نماز کا سلام پھیرا جاچکا تھا تو کسی اور جگہ عید کی نماز ملنے کی امید ہوتو دوسری جگہ جانا چاہئے، اگر کہیں بھی عید کی نماز ملنے کی امید نہ ہو اور جو لوگ نماز سے رہ گئے ہیں وہ ایک سے زیادہ ہوں تو ان کو کسی دوسری مسجد یا عیدگاہ میں جہاں پہلے عید کی نماز نہ ہوئی ہو اپنی الگ جماعت کر کے عید کی نماز پڑھ لینا درست ہے، ایسی مسجد یا عیدگاہ نہ ملے تو شہر میں کسی دوسری جگہ بھی پڑھ لینا جائز ہے۔ [۱]

---

[۱] عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ خَادِمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ": كَانَ أَنَسٌ إِذَا فَاتَتْهُ صَلَاةُ الْعِيدِ مَعَ الْإِمَامِ جَمَعَ أَهْلَهُ فَصَلَّى بِهِمْ مِثْلَ صَلَاةِ الْإِمَامِ فِي الْعِيدِ(السنن الكبرى للبيهقى،رقم الحديث ٦٢٣٧)

عَنْ يُونُسَ ، قَالَ :حَدَّثَنِي بَعْضُ آلِ أَنَسٍ ؛ أَنَّ أَنَسًا كَانَ رُبَّمَا جَمَعَ أَهْلَهُ وَحَشَمَهُ يَوْمَ الْعِيدِ ، فَصَلَّى بِهِمْ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي عُتْبَةَ رَكْعَتَيْنِ(مصنف ابن أبى شيبة، رقم الحديث ٥٨٥٣، الرَّجُلُ تَفُوتُهُ الصَّلاَةُ فِي الْعِيدَيْنِ ، كَمْ يُصَلِّي ؟)

(ولا يصليها وحده إن فاتت مع الإمام) ولو بالإفساد اتفاقا فى الأصح كما فى تيمم البحر، وفيها يلغز :أى رجل أفسد صلاة واجبة عليه ولا قضاء ؟ (و) لو أمكنه الذهاب إلى إمام آخر فعل لأنها (تؤدى بمصر) واحد (بمواضع) كثيرة (اتفاقا) فإن عجز صلى أربعا كالضحى(الدرالمختار)

(قوله مع الإمام) متعلق بمحذوف حال من ضمير فاتت لا ب فاتت لأن المعنى أن الإمام أداها وفاتت المقتدى لأنها لو فاتت الإمام والمقتدى تقضى كما يأتى أفاده فى معراج الدراية ...... (قوله صلى أربعا كالضحى) أى استحبابا كما فى القهستانى وليس هذا قضاء لأنه ليس على كيفيتها ط.قلت :وهى صلاة الضحى كما فى الحلية عن الخانية فقوله تبعا للبدائع كالضحى معناه أنه لا يكبر فيها للزوائد مثل العيد تأمل(ردالمحتار ج٢ ص١٧٥، ١٧٦ ، باب صلاة العيدين)

(قوله :ولم تقض إن فاتت مع الإمام) ؛ لأن الصلاة بهذه الصفة لم تعرف قربة إلا بشرائط لا تتم بالمنفرد فمراده نفى صلاتها وحده وإلا فإذا فاتت مع إمام وأمكنه أن يذهب إلى إمام آخر فإنه يذهب إليه؛ لأنه يجوز تعدادها فى مصر واحد فى موضعين وأكثر اتفاقا إنما الخلاف فى الجمعة وأطلقه فشمل ما إذا كان فى الوقت أو خرج الوقت، وما إذا لم يدخل مع الإمام أصلا أو دخل معه وأفسدها فلا قضاء عليه أصلا وقال أبو يوسف إذا أفسدها بعد الشروع يقضى؛ لأن الشروع فى الإيجاب كالنذر كذا فى المحيط، ولا يخفى أنه إذا لم يلزمه القضاء فالإثم عليه لترك الواجب من غير عذر كالسجدة الصلاتية إذا لم يسجد لها حتى فرغ من صلاته، وفى البدائع وأما حكمها إذا فسدت أو فاتت فكل ما يفسد سائر الصلوات والجمعة يفسدها من خروج الوقت، ولو بعد القعود وفوت الجماعة على التفصيل والاختلاف المذكور فى الجمعة غير أنها إن فسدت بنحو حدث عمد يستقبلها، وإن فسدت بخروج الوقت سقطت، ولا يقضيها عندنا كالجمعة ولكنه يصلى أربعا مثل صلاة الضحى إن شاء ؛ لأنها إذا فاتته لا يمكن تداركها بالقضاء لفقد الشرائط فلو صلى مثل الضحى لنيل الثواب كان حسنا، وهو مروى عن ابن مسعود(البحرالرائق، ج٢ص١٧٥ ، باب صلاة العيدين)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۳۷...... اگر ایک ہی آدمی عید کی نماز سے رہ گیا ہو تو وہ عید کی نماز نہیں پڑھ سکتا، اس لئے کہ عید کی نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہے، اکیلے نہیں پڑھی جاتی۔

البتہ اگر عید کی نماز کے بجائے گھر میں نفل کی نیت سے دو یا چار رکعت عام طریقہ پر نفل پڑھ لے تو بہتر ہے۔ ۱

مسئلہ نمبر ۳۸...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عید کی نماز اور اس کے بعد خطبہ پڑھنے کا ذکر ملتا ہے، اور بطورِ خاص عید کی نماز یا خطبہ کے بعد دعا کرنے کی صراحت نہیں ملتی، البتہ خطبہ کے دوران عربی میں دعائیہ کلمات اور مسنون دعاؤں کے پڑھنے کے جائز ہونے میں کلام نہیں۔ ۲

تاہم ہمارے اکثر اکابر فقہائے کرام نے عید کی نماز کے با جماعت ادا کیے جانے کی وجہ سے اس کو فرض نماز کے ساتھ مشابہت حاصل ہونے کی بناء پر فرض نماز کے بعد والی دعا پر قیاس کرتے ہوئے عید کی نماز کے بعد دُعا کا استحباب اور اس کے بعد پھر دوبارہ خطبے سے فراغت کے بعد دُعا نہ ہونے کا حکم بیان فرمایا ہے، اور اگر کوئی یہ دعا نہ کرے، اس میں بھی حرج نہ ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔

جبکہ بعض حضرات نے استسقاء کی نماز کی طرح خطبہ کے بعد دعا کرنے کی بھی گنجائش بیان

---

۱ عَنْ مَسْرُوقٍ ، قَالَ : قَالَ عَبْدُ اللهِ : مَنْ فَاتَهُ الْعِيدُ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا (مُصنف ابن أبى شيبة، رقم الحديث ۵۸۵۰، الرَّجُلُ تَفُوتُهُ الصَّلاَةَ فِي الْعِيدَيْنِ ، كَمْ يُصَلِّى ؟)

ولٰكنه يصلى أربعا مثل صلاة الضحى ان شاء لانها اذا فاتته لايمكن تداركها بالقضاء لفقد الشرائط فان صلى مثل الضحى لنيل الثواب كان حسنا وهومروى عن ابن مسعود (البحرالرائق ج ۲ ص ۱۶۲)

روى عن ابن مسعود رضى اللهٰعنه انه قال من فاتته صلوة العيدصلى اربع ركعات يقرأفى الاولٰى سبح اسم ربك الاعلٰى وفى الثانيه والشمس وضحها وفى الثالثة والليل اذايغشى وفى الرابعه والضحٰى وروى فى ذلك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وعدا جميلاً وثواباً جزيلا (قاضى خان علٰى هامش الهندية ج ۱ ص ۱۸۴)

۲ الخطبة مشتملة على الدعاء كما أنها تشتمل على غيره من بيان أحكام العيد (عمدة القارى، ج۶، ص ۲۷۲، كتاب العيدين، باب سنة العيدين لأهل الإسلام)

Idara Ghufran

فرمائی ہے۔

لیکن ایک تو اکابر فقہاء کی تصریح کے مطابق عید کی نماز کے بعد کی یہ دُعا مستحب ہے، اس کو ضروری نہ سمجھنا چاہیے، اور اگر کوئی نہ کرے تو اس پر بھی ملامت نہیں کرنی چاہیے۔

دوسرے عید کی نماز کے بعد دعا کو مختصر کرنا چاہیے، جیسا کہ اُن فرض نمازوں کے بعد مختصر دُعا پر اکتفاء کرنا چاہیے جن کے بعد سنتیں ہیں، کیونکہ لمبی دعا سے خطبہ میں فصل ہوجاتا ہے جو کہ خلافِ سنت ہے۔

بہر حال اگر کوئی امام عید کی نماز کے بعد مختصر دعا کرے، اور اس کے بعد خطبہ پڑھے اور خطبہ کے بعد پھر دعا نہ کرے، اس کی بھی گنجائش ہے، بلکہ اکثر اکابر فقہاء کے نزدیک مستحب ہے۔ اور اگر کوئی سِرے سے یہ دعا نہ کرے، تو بھی کوئی گناہ نہیں، لہٰذا اس پر بھی ملامت نہیں کرنی چاہیے۔

اور اگر کوئی نماز کے بعد کے بجائے خطبہ کے بعد دعا کرے، تو اس پر بھی نکیر نہیں کرنی چاہئے، کیونکہ بعض حضرات کے نزدیک اس کی بھی گنجائش ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳۹...... عید کی نماز سے فارغ ہوکر گھر آنے کے بعد چار رکعت عام طریقہ پر نفل نماز پڑھنا بہتر ہے، بعض روایات میں دو رکعت کا بھی ذکر ہے، یہ بھی درست ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۴۰...... جہاں عید کی نماز ادا کی جائے، اگر وہاں منبر موجود ہو، تو عید کی نماز کے بعد اس پر کھڑے ہوکر خطبہ دینا چاہئے، اور اگر منبر نہ ہو، تو زمین پر کھڑے ہوکر خطبہ دینا چاہئے۔

---

[1] جن حضرات نے نماز کے بعد مختصر دعا کو مستحب قرار دیا، انہوں نے اس کو فرض نماز پر قیاس کیا ہے، اور جنہوں نے خطبہ کے بعد گنجائش دی، انہوں نے استسقاء کی نماز وخطبہ پر قیاس کیا، اور بعض نے انکار کیا ہے، انہوں نے صراحتاً ثبوت نہ ہونے کو بنیاد بنایا۔

[2] المستحب أن يصلي أربعا بعد الرجوع إلى منزله، كذا في الزاد (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱ ص ۱۵۰، كتاب الصلاة، الباب السابع عشر في صلاة العيدين)

ثم إذا أراد أن يصلي بعدها صلى أربعا، وفي "زاد الفقهاء": "إن أحب أن يصلي بعدها صلى أربعا، إلا أن مشايخنا قالوا: المستحب أن يصلي أربعا بعد الرجوع إلى منزله، كيلا يظن ظان أنه هو السنة المتوارثة (البناية شرح الهداية، ج ۳ ص ۱۰۶، وقت صلاة العيدين)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور خاص عید کی نماز کے لئے منبر لے جانے کی ضرورت نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۴۱...... عورتوں پر عید کی نماز لازم نہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں خواتین کا عید کی نماز کے لیے جانا ثابت اور فی نفسہٖ جائز ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فتنے وفساد پیدا ہونے کی وجہ سے اہلِ علم حضرات کا اس سلسلہ میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہے۔

بعض فقہاء کے نزدیک تو فتنہ وفساد سے بچنے کا اہتمام کرتے ہوئے مطلقاً عورتوں کو عید کی نماز کے لئے نکلنا جائز ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک خواتین کو عید کی نماز کے لیے گھر سے باہر نہ نکلنا افضل ہے، اور بہتر یہ ہے کہ وہ گھر میں رہ کر ہی عبادت وذکر کریں، اور دوسرے مسنون اعمال انجام دیں۔

اور جوان عورتوں کو فتنہ وفساد لازم آنے کی وجہ سے عید کی نماز کے لیے گھر سے باہر نکلنا مکروہ ہے۔

البتہ بوڑھی اور معمَّر خواتین کو عید کی نماز کے لیے گھر سے نکلنا فی نفسہٖ جائز ہے۔ [2]

---

[1] ولا يخرج المنبر في العيدين؛ لما روينا أن النبي -صلى الله عليه وسلم -لم يفعل ذلك، وقد صح أنه كان يخطب في العيدين على ناقته ، وبه جرى التوارث من لدن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -إلى يومنا هذا؛ ولهذا اتخذوا في المصلى منبرا على حدة من اللبن والطين، واتباع ما اشتهر العمل به في الناس واجب(بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۲۸۰، فصل بيان ما يفسد صلاة العيدين وبيان حكمها إذا فسدت)

(قوله ولا بأس بإخراج منبر إليها) عزاه في الدرر إلى الاختيار (قوله لكن في الخلاصة إلخ) ومثله في الخانية فإنهما قالا ولا يخرج المنبر إلى الجبانة يوم العيد.

واختلف المشايخ في بنائه في الجبانة قيل :يكره، وقيل :لا، فدل كلامهما على أنه لا خلاف في كراهة إخراجه إليها، وإنما الخلاف في بنائه فيها .ويمكن حمل الكراهة على التنزيهية وهي مرجع خلاف الأولى المفاد من كلمة لا بأس غالبا فلا مخالفة فافهم، وفي الخلاصة عن خواهر زاده هذا أي بناؤه حسن في زماننا(ردالمحتار، ج ۲ ص ۱۶۹، باب صلاة العيدين)

[2] قال ثمة أيضا :وليس على النساء خروج في العيدين وكان يرخص لهن في ذلك قال :وقال أبو حنيفة :وأما اليوم فإني أكره لهن ذلك وأكره لهن شهود الجمعة وصلاة المكتوبة وإنما رخص للعجوز الكبيرة أن تشهد العشاء والفجر والعيدين.

وقال أبو يوسف، ومحمد رحمهما الله :يجوز حضورهن في الصلاة كلها وفي الكسوف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اور بعض فقہاء کے نزدیک بوڑھی خواتین کے ساتھ ساتھ اُن خواتین کو بھی نکلنا جائز بلکہ مستحب ہے، جو کہ بوڑھی تو نہیں ہیں، لیکن حسن وجمال والی نہیں ہیں، اور جو حسن وجمال والی ہوں ان کو فتنہ وفساد لازم آنے کی وجہ سے نکلنا مستحب نہیں ہے۔ [1]

مگر یہ شرط سب حضرات کے نزدیک ضروری ہے کہ فتنہ وفساد سے بچنے بچانے کا پورا پورا اہتمام وانتظام کیا جائے۔

چنانچہ آمدورفت اور نماز پڑھنے کی جگہ نامحرم لوگوں سے الگ اور مکمل پردے کے ساتھ ہو،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والاستسقاء (المحيط البرهانى لابن مازة البخارى، ج۲ص ۴۸۵، كتاب الصلاة، الفصل السادس والعشرون فى صلاة العيدين، دارالكتب العلمية، بيروت)

وَأَمَّا الْعَجَائِزُ فَلَا خِلَافَ فِي أَنَّهُ يُرَخَّصُ لَهُنَّ الْخُرُوجُ فِي الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَالْعِيدَيْنِ، وَاخْتَلَفُوا فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْجُمُعَةِ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ: لَا يُرَخَّصُ لَهُنَّ فِي ذٰلِكَ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ وَمُحَمَّدٌ يُرَخَّصُ لَهُنَّ فِي ذٰلِكَ .... وَأَمَّا صَلَاةُ الْعِيدِ فَإِنَّهَا تُؤَدَّى فِي الْجَبَّانَةِ فَيُمْكِنُهَا أَنْ تَعْتَزِلَ نَاحِيَةً عَنِ الرِّجَالِ كَيْ لَا تُصْدَمَ فَرَخَّصَ لَهُنَّ الْخُرُوجَ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ ثُمَّ هٰذَا الْخِلَافُ فِي الرُّخْصَةِ وَالْإِبَاحَةِ فَأَمَّا لَا خِلَافَ فِي أَنَّ الْأَفْضَلَ أَنْ لَا يَخْرُجْنَ فِي صَلَاةٍ لِمَا رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي دَارِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي مَسْجِدِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي دَارِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا (بدائع الصنائع، ج ۱، صفحه ۲۷۵، كتاب الصلاة، فصل صلاة العيدين، دارالكتب العلمية، بيروت)

وَقَالَ ابْنُ الْهُمَامِ: وَتَخْرُجُ الْعَجَائِزُ لِلْعِيدِ لَا الشَّوَابُّ اهـ. وَهُوَ قَوْلٌ عَدْلٌ، لٰكِنْ لَا بُدَّ أَنْ يُقَيَّدَ بِأَنْ تَكُونَ غَيْرَ مُشْتَهَاةٍ فِي ثِيَابٍ بِذْلَةٍ، بِإِذْنِ حَلِيلِهَا مَعَ الْأَمْنِ مِنَ الْمَفْسَدَةِ بِأَنْ لَا يَخْتَلِطْنَ بِالرِّجَالِ، وَيَكُنَّ خَالِيَاتٍ مِنَ الْحُلِيِّ وَالْحُلَلِ، وَالْبَخُورِ وَالشُّمُومِ، وَالتَّبَخْتُرِ وَالتَّكَشُّفِ، وَنَحْوِهَا مِمَّا أَحْدَثْنَ فِي هٰذَا الزَّمَانِ مِنَ الْمَفَاسِدِ (مرقاة المفاتيح، ج۳ص ۱۰۶۴، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، دارالفكر، بيروت)

[1] قَالَ أَصْحَابُنَا يُسْتَحَبُّ إِخْرَاجُ النِّسَاءِ غَيْرِ ذَوَاتِ الْهَيْئَاتِ وَالْمُسْتَحْسَنَاتِ فِي الْعِيدَيْنِ دُوْنَ غَيْرِهِنَّ وَأَجَابُوا عَنْ إِخْرَاجِ ذَوَاتِ الْخُدُوْرِ وَالْمُخَبَّأَةِ بِأَنَّ الْمَفْسَدَةَ فِي ذٰلِكَ الزَّمَنِ كَانَتْ مَأْمُوْنَةً بِخِلَافِ الْيَوْمِ وَلِهٰذَا صَحَّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا لَوْ رَأَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسَاجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ (شرح النووى على مسلم، ج۶ص ۱۷۸، كتاب صلاة العيدين، داراحياء التراث العربى، بيروت.

وَالْأَوْلَى أَنْ يُخَصَّ ذٰلِكَ بِمَنْ يُؤْمَنُ عَلَيْهَا وَبِهَا الْفِتْنَةُ وَلَا يَتَرَتَّبُ عَلَى حُضُوْرِهَا مَحْذُوْرٌ وَلَا تَزَاحَمَ الرِّجَالَ فِي الطُّرُقِ وَلَا فِي الْمَجَامِعِ (فتح البارى لابن حجر، ج۲ ص ۴۷۱، قوله باب اعتزال الحيض المصلى، دار المعرفة، بيروت)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

خواتین پُرکشش لباس وچادر اور زیور وغیرہ سے مزین ہوکر اور زیب وزینت اختیار کرکے اور خوشبو لگا کر نہ نکلیں، تاکہ ہر قسم کے فتنوں کا سدِّ باب رہے، اور ان شرائط کی خلاف ورزی کرکے نکلنا جائز نہیں۔

اور آج کل کے دور میں کیونکہ عام طور پر خواتین ان شرائط کی پابندی کا اہتمام نہیں کرتیں، جس کی وجہ سے بعد کے بعض حضرات نے عورتوں کو عید کی نماز کے لئے گھروں سے نکلنے کو علی الاطلاق منع کردیا ہے۔

لیکن اگر کسی جگہ ممکنہ حد تک مفاسد کا سدِ باب کرتے ہوئے، اور شرائط کا اہتمام کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے خواتین اور بالخصوص بوڑھی خواتین کے لئے عید، وغیرہ کے موقع پر شرکت کا انتظام کیا جائے، تاکہ اس کے ذریعہ سے ان کو دین کے احکام کی وعظ وتبلیغ کی جاسکے، بشرطیکہ وہ واقعتاً دین کے احکام کی صحیح تبلیغ ہو، تو اس کی گنجائش دی جاسکتی ہے۔

(تفصیل کے لئے ہماری دوسری کتاب ''شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام'' ملاحظہ فرمائیں)

q

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حج وقربانی ماہِ ذی الحجہ کی خاص عبادت

ذُوالحجہ کے مہینے کی اس سے بڑی اور کیا فضیلت ہوگی کہ دواہم عبادتیں جو سال بھر کے دوسرے دنوں میں انجام نہیں دی جاسکتیں، ان کو انجام دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ذوالحجہ کے اس مہینے کو منتخب فرمایا۔

یہ دوعبادتیں ایسی ہیں کہ اس مہینہ کے علاوہ دوسرے اوقات میں اگران عبادتوں کو کیا جائے گا تو وہ عبادت ہی نہیں شمار ہونگی۔

ان میں سے ایک عبادت حج ہے، یہ ایسی عبادت ہے جو اِن دنوں کے علاوہ دوسرے دنوں میں انجام نہیں دی جاسکتی، حج کے ارکان مثلاً عرفات میں جا کرٹھہرنا، مزدلفہ میں رات گزارنا، جمرات کی رمی کرنا وغیرہ یہ ارکان واعمال ایسے ہیں کہ اگران کو انہی دنوں میں انجام دیا جائے تو عبادت ہیں، اوران دنوں کے علاوہ دوسرے دنوں میں عبادت نہیں، مثلاً اگر کوئی شخص دوسرے دِنوں میں عرفات میں ٹھہرے تو یہ عبادت نہیں۔

جمرات سال بھر کے بارہ مہینے تک منیٰ میں کھڑے ہیں، لیکن دوسرے دنوں میں کوئی شخص جا کران کو کنکریاں ماردے تو یہ کوئی عبادت نہیں۔

توحج جیسی اہم عبادت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان ہی دنوں کو مقرر فرمادیا ہے کہ اگرحج ان دنوں میں انجام دیا جائے گا تو وہ عبادت ہوگا۔ اوراس پر ثواب ملے گا ورنہ نہیں۔

لیکن دوسری عبادتیں مثلاً پانچ وقت کی نماز انسانی فرائض میں سے ہے، مگر جب چاہے نفلی نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ رمضان میں روزہ فرض ہے۔ مگر نفلی روزہ جب چاہیں رکھیں۔

زکاۃ سال میں ایک مرتبہ فرض ہے مگر نفلی صدقہ جب چاہیں ادا کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حج، اس مہینے کی خاص عبادت ہے (نیز ادائیگی کا مقام بھی اس کا مخصوص ہے) اوراس مہینے کی دوسری خاص عبادت قربانی ہے۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قربانی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ذُوالحجہ کے تین دن (یعنی دس، گیارہ اور بارہ تاریخ) مقرر فرمادیئے ہیں۔
ان دنوں کے علاوہ اگر کوئی شخص قربانی کی عبادت کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا۔
یہاں تک کہ اگر کسی نے قربانی کا جانور متعین کیا ہوا تھا لیکن اس کی قربانی نہیں کی اور یہ تین دن گزر گئے، تب بھی اس جانور کو ذبح کرنے کے بجائے اس کو زندہ صدقہ کرنے کا حکم ہے۔
جس سے معلوم ہوا کہ قربانی بھی اس مہینے بلکہ اس مہینے کے مخصوص دِنوں کی خاص عبادت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قربانی سے متعلق تاریخی واقعہ

قربانی کی عبادت اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے چلی آرہی ہے، لیکن قربانی کی خاص شان حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے ایک عظیم واقعہ سے شروع ہوتی ہے اور اسی حیثیت سے شریعتِ محمدیہ میں قربانی کو خاص عبادت قرار دیا گیا ہے۔
یہ واقعہ تاریخ عالم کا ایک بے نظیر اور سبق آموز واقعہ ہے۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام جو اُس وقت اکلوتے تھے اور بڑھاپے کی عمر میں دعاؤں اور تمناؤں کے بعد حاصل ہوئے تھے یہ کس کو معلوم تھا کہ یہی حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے سب سے بڑے امتحان کا سبب بنیں گے؟
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ:

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ (سورہ صافات آیت ۹۹)

ترجمہ: اور (ابراہیم علیہ السلام) کہنے لگے میں تو اپنے رب کی طرف (تم سے ہجرت کرکے) چلا جاتا ہوں وہ مجھ کو (اچھی جگہ کی) ہدایت دے گا (ترجمہ ختم)

یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت ارشاد فرمائی جبکہ آپ اپنے اہلِ وطن کے ایمان قبول کرنے سے مایوس ہوگئے، اور وہاں حضرت لوط علیہ السلام کے سوا کوئی آپ پر

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ایمان نہیں لایا۔

’’اپنے رب کی طرف سے چلے جانے‘‘ سے مراد یہ ہے کہ میں دارُالکفر کو چھوڑ کر کسی ایسی جگہ چلا جاؤں گا جہاں کا مجھے اپنے رب کی طرف سے حکم ہوگا، اور جہاں میں اپنے رب کی بآسانی عبادت کرسکوں گا۔

چنانچہ آپ بحکمِ الٰہی اپنی زوجۂ مطہرہ حضرتِ سارہ رضی اللہ عنہا اور بعض روایات کے مطابق حضرت لوط علیہ السلام کو بھی لے کر سفر پر روانہ ہوئے، اور عراق کے مختلف حصوں سے ہوتے ہوئے بالآخر شام تشریف لے آئے۔ [1]

اس تمام عرصہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔

اس لئے آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (سورہ صافات آیت ۱۰۰)

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے نیکوکاروں میں سے (نیک اولاد) عطا فرمائیے (ترجمہ ختم)

---

[1] وَقالَ ابراهيم حين خرج من النار سالما ولم يؤمنوا به إِنِّي ذاهِبٌ إِلى رَبِّي يعنى اهجر دار الكفر واذهب الى حيث اتجرد فيه بعبادة ربى سَيَهْدِينِ عطف على ما يفهم من قوله فجعلناهم الأسفلين يعنى خرج من النار سالما وقال انّى ذاهب الى ربّى سيهدين الى ما فيه صلاح دينى او الى مقصد قصدته حيث أمرنى ربى وهو الشام وحينئذ فرّ ابراهيم هاربا مع سارة من ارض بابل من خوف نمرود وكانت سارة من أجمل نساء عصرها ومرّ بحدود مصر وفرعونها يومئذ صادف بن صادف(التفسير المظهرى ج٨ص١٢٥، تحت آيت ٩٩ من سورة الصافات)

وَقالَ إِنِّي ذاهِبٌ إِلى رَبِّي إلى حيث أمرنى أو حيث أتجرد فيه لعبادته عز وجل جعل الذهاب إلى المكان الذى أمره ربه تعالى بالذهاب إليه ذهابا إليه وكذا الذهاب إلى مكان يعبده تعالى فيه لا أن الكلام بتقدير مضاف، والمراد بذلك المكان الشام، وقيل مصر وكأن المراد إظهار اليأس من إيمانهم وكراهة البقاء معهم أى إنى مفارقكم ومهاجر منكم إلى ربى سَيَهْدِينِ إلى ما فيه صلاح دينى أو إلى مقصدى(روح المعانى، ج١٢ص١٢١، تحت آيت ٩٩ من سورة الصافات)

قوله تعالى :(فآمن له لوط) لوط أول من صدق إبراهيم حين رأى النار عليه بردا وسلاما .قال ابن إسحاق آمن لوط بإبراهيم وكان ابن أخته، وآمنت به سارة وكانت بنت عمه .(وقال إنى مهاجر إلى ربى) قال النخعى وقتادة :الذى قال ":إنى مهاجر إلى ربى "هو إبراهيم عليه السلام .قال قتادة: هاجر من كوثا وهى قرية من سواد الكوفة إلى حران ثم إلى الشام، ومعه ابن أخيه لوط بن هاران بن تارخ، وامرأته سارة(تفسير القرطبى، ج١٣ص٣٣٩، تحت آيت ٢٧ من سورة العنكبوت)

Idara Ghufran

چنانچہ آپ کی یہ دعا قبول ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری سنائی:

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ (سورہ صافات آیت ۱۰۱)

ترجمہ: پس ہم نے ان کو ایک حلیمُ المزاج لڑکے کی بشارت دی (ترجمہ ختم)

''حلیمُ المزاج'' فرما کر اشارہ کر دیا گیا کہ یہ نومولود اپنی زندگی میں ایسے صبر وضبط اور بردباری کا مظاہرہ کرے گا کہ دنیا اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔

اس بیٹے کی ولادت کا واقعہ یہ ہوا کہ جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے یہ دیکھا کہ مجھ سے کوئی اولاد نہیں ہو رہی تو وہ سمجھیں کہ میں بانجھ ہو چکی ہوں۔

اُدھر مصر کے ظالم بادشاہ نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو (ایک واقعہ سے متأثر ہوکر) ایک خاتون، جن کا نام ہاجرہ رضی اللہ عنہا تھا، خدمت گزاری کے لئے دیدیں تھیں۔ [1]

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے یہی ہاجرہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیدیں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے نکاح کر لیا۔

انہی ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے یہ صاحبزادے پیدا ہوئے اور ان کا نام اسماعیل (علیہ السلام) رکھا گیا (ملاحظہ ہو بہشتی زیور چھٹا حصہ حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ علیہما السلام کا ذکر)

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ ہونہار بیٹا عطا کر دیا گیا، اور کچھ سمجھدار بھی ہو گیا، تو اب ان کی قربانی کا حکم ہوا۔

---

[1] لَمْ يَكْذِبْ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَّا ثَلَاثَ كَذِبَاتٍ، ثِنْتَيْنِ مِنْهُنَّ فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، قَوْلُهُ اِنِّيْ سَقِيْمٌ، وَقَوْلُهُ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا، وَقَالَ بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَّسَارَةُ، اِذْ اَتٰى عَلٰى جَبَّارٍ مِّنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيْلَ لَهُ اِنَّ هٰهُنَا رَجُلًا مَّعَهُ اِمْرَاَةٌ مِّنْ اَحْسَنِ النَّاسِ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَسَاَلَهُ عَنْهَا فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ قَالَ اُخْتِيْ فَاَتٰى سَارَةَ قَالَ يَاسَارَةُ لَيْسَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِيْ وَغَيْرُكِ وَاِنَّ هٰذَا سَاَلَنِيْ فَاَخْبَرْتُهُ اَنَّكِ اُخْتِيْ فَلَا تُكَذِّبِيْنِيْ فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ ذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهٖ فَاُخِذَ فَقَالَ ادْعِيْ اللّٰهَ لِيْ وَلَا اَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَاُطْلِقَ ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّانِيَةَ فَاُخِذَ مِثْلَهَا اَوْ اَشَدَّ فَقَالَ ادْعِيْ اللّٰهَ لِيْ وَلَا اَضُرُّكِ فَدَعَتْ فَاُطْلِقَ فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهٖ فَقَالَ اِنَّكُمْ لَمْ تَاْتُوْنِيْ بِاِنْسَانٍ اِنَّمَا اَتَيْتُمُوْنِيْ بِشَيْطَانٍ فَاَخْدَمَهَا هَاجَرَ فَاَتَتْهُ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فَاَوْمَاَ بِيَدِهٖ مَهْيَا قَالَتْ رَدَّ اللّٰهُ كَيْدَ الْكَافِرِ اَوِ الْفَاجِرِ فِيْ نَحْرِهٖ وَاَخْدَمَ هَاجَرَ تِلْكَ اُمُّكُمْ يَابَنِيْ مَاءِ السَّمَاءِ (صحیح بخاری ج ۲، کتاب الانبیاء، باب قول اللہ عزوجل واتخذ اللہ ابراهیم خلیلا، رقم الحدیث ۳۳۵۸، عن ابی هریرة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیۤ اَذْبَحُکَ (سورہ صافات آیت ۱۰۲)

ترجمہ: سو جب وہ (بیٹا) ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں (ترجمہ ختم)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تین دن لگاتار دکھایا گیا۔

اور واقعہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔ [1]

اس لئے اس خواب کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا ہے کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کریں۔

یوں یہ حکم براہِ راست کسی فرشتے وغیرہ کے ذریعہ بھی نازل کیا جا سکتا تھا، لیکن خواب میں

---

[1] إِنِّی أَرٰی فِی الْمَنَامِ أَنِّی أَذْبَحُکَ یحتمل انه رای ذلک ویحتمل انه رای ما هو تعبیره قال محمد بن إسحاق کان ابراهیم إذا زاد هاجر وإسماعیل حمل علی البراق فیغدو من الشام فیقیل بمکة ویروح من مکة فیبیت بالشام حتی إذا بلغ إسماعیل معه السعی وأخذ بنفسه ورجاه لما کان یأمل فیه من عبادة ربه وتعظیم حرماته امر فی المنام ان یذبحه وذلک انه رای لیلة الترویة کانّ قائلا یقول له ان الله یأمرک بذبح ابنک هذا فلمّا أصبح روّی فی نفسه ای فکر من الصباح الی الرواح أمن الله هذا الحلم أم من الشیطان فمن ثم سمی یوم الترویة فلما امسی رای فی المنام ثانیا فلما أصبح عرف ان ذلک من الله فمن ثم سمی عرفة کذا اخرج البیهقی فی شعب الایمان من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس قال ابن إسحاق وغیره فلمّا امر ابراهیم بذبح ابنه قال لابنه خذ الحبل والمدیة ینطلق الی هذا الشعب نحتطب فلمّا خلا ابراهیم بابنه فی شعب ثبیر أخبره بما امر به قال مقاتل رای فی المنام ثلاث لیال متتابعات فلما تیقن ذلک اخبر به ابنه انّی اری فی المنام انّی أذبحک(التفسیر المظهری ج۸ص۱۲۸، ۱۲۹، تحت آیت ۱۰۲ من سورة الصافات)

قوله تعالی ":قال یا بنی إنی أری فی المنام أنی أذبحک فانظر ماذا تری "قال مقاتل :رأی ذلک إبراهیم علیه السلام ثلاث لیال متتابعات .وقال محمد بن کعب: کانت الرسل یأتیهم الوحی من الله تعالی أیقاظا ورقودا، فإن الأنبیاء لا تنام قلوبهم .وهذا ثابت فی الخبر المرفوع، قال صلی الله علیه وسلم ":إنا معاشر الأنبیاء تنام أعیننا ولا تنام قلوبنا ."وقال ابن عباس :رؤیا الأنبیاء وحی، واستدل بهذه الآیة(تفسیر القرطبی ج۱۵ ص۱۰۱، ۱۰۲ تحت آیت ۱۰۲ من سورة الصافات)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

دکھانے کی حکمت بظاہر یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت شعاری اپنے کمال کے ساتھ ظاہر ہو۔

خواب کے ذریعہ دیئے ہوئے حکم میں انسانی نفس کے لئے تاویلات کی بڑی گنجائش تھی، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تاویلات کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے اللہ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

اس کے علاوہ یہاں اللہ تعالیٰ کا اصل مقصد حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرانا نہیں تھا۔ بلکہ اصل منشاء یہ حکم دینا تھا کہ اپنی طرف سے انھیں ذبح کرنے کے سارے سامان کر کے ان کے ذبح کا اقدام کر گزرو۔

اب یہ حکم اگر زبانی دیا جاتا تو اس میں آزمائش نہ ہوتی، اس لئے انہیں خواب میں دکھلایا کہ وہ بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں، اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ سمجھے کہ ذبح کا حکم ہوا ہے، اور وہ پوری طرح ذبح کرنے پر آمادہ ہو گئے، اس طرح آزمائش بھی پوری ہو گئی، اور خواب بھی سچا ہو گیا۔

یہ بات زبانی حکم کے ذریعہ آتی تو یا آزمائش نہ ہوتی، یا حکم کو بعد میں منسوخ کرنا پڑتا۔ [1]

---

[1] قالَ يا بُنَيَّ إِنِّي أَرى فِي الْمَنامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ يحتمل أنه عليه السلام رأى فى منامه أنه فعل ذبحه فحمله على ما هو الأغلب فى رؤيا الأنبياء عليهم السلام من وقوعها بعينها، ويحتمل أنه رأى ما تأويله ذلك لكن لم يذكره وذكر التأويل كما يقول الممتحن وقد رأى أنه راكب فى سفينة رأيت فى المنام أنى ناج من هذه المحنة، وقيل إنه رأى معالجة الذبح ولم ير أنهار الدم فأنى أذبحك أنى أعالج ذبحك، ويشعر صنيع بعضهم اختيار أنه عليه السلام أتى فى المنام فقيل له اذبح ابنك ورؤيا الأنبياء وحى كالوحى فى اليقظة، وفى رواية أنه رأى ليلة التروية كأن قائلا يقول إن الله تعالى يأمرك بذبح ابنك فلما أصبح روأ فى ذلك وفكر من الصباح إلى الرواح أمن الله تعالى هذا الحلم أم من الشيطان فمن ثم سمى يوم التروية فلما أمسى رأى مثل ذلك فعرف أنه من الله تعالى فمن ثم سمى يوم عرفة ثم رأى مثله فى الليلة الثالثة فهم بنحره فسمى يوم النحر، وقيل إن الملائكة حين بشرته بغلام حليم قال هو إذن ذبيح الله فلما ولد وبلغ حد السعى معه قيل له أوف بنذرك، ولعل هذا القول كان فى المنام وإلا فما يصنع قوله إِنِّي أَرى فِي الْمَنامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ وفى كلام التوراة التى بأيدى اليهود اليوم ما يرمز إلى أن الأمر بالذبح كان ليلا فإنه بعد أن ذكر قول الله تعالى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

وہ امتحان کس قدر سخت تھا؟

اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے یہاں اللہ تعالیٰ نے ’’فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ‘‘ الفاظ بڑھائے ہیں، یعنی ارمانوں سے مانگے ہوئے اس بیٹے کو قربان کرنے کا حکم اس وقت دیا گیا تھا جب یہ بیٹا اپنے باپ کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا تھا، اور پرورش کی مشقتیں برداشت کرنے کے بعد اب وقت آیا تھا کہ وہ دست وبازو بن کر باپ کا سہارا ثابت ہو۔

بعض مفسِّرین نے فرمایا کہ اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیرہ سال تھی، اور بعض مفسِّرین نے فرمایا کہ بالغ ہو چکے تھے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

له عليه السلام خذ ابنك وامض إلى بلد العبادة وأصعده ثم قربانا على أحد الجبال الذى أعرفك به قيل فأدلج إبراهيم بالغداة إلخ فالأمر إما مناما وإما يقظة لكن وقع تأكيدا لما فى المنام إذ لا محيص عن الإيمان بما قصه الله تعالى علينا فيما أعجز به الثقلين من القرآن والحزم الجزم بكونه فى المنام لا غير إذ لا يعول على ما فى أيدى اليهود وليس فى الأخبار الصحيحة ما يدل على وقوعه يقظة أيضا .ولعل السر فى كونه مناما لا يقظة أن تكون المبادرة إلى الامتثال أدل على كمال الانقياد والإخلاص .وقيل :كان ذلك فى المنام دون اليقظة ليدل على أن حالتى الأنبياء يقظة ومناما سواء فى الصدق، والأول أولى، والتأكيد لما فى تحقق المخبر به من الاستبعاد، وصيغة المضارع فى الموضعين قيل لاستحضار الصورة الماضية لنوع غرابة، وقيل :فى الأول لتكرر الرؤيا وفى الثانى لاستحضار المذكور أو لتكرر الذبح حسب تكرر الرؤيا أو للمشاكلة ومن نظر بعد ظهر له غير ذلك(تفسير روح المعانى، ج۱۲ ص۱۲۳،تحت آيت ۱۰۲ من سورة الصافات)

[۱] وعن ابن عباس ومجاهد وعكرمة وسعيد بن جبير وعطاء الخراسانى وزيد بن اسلم وغيره (فلما بلغ معه السعى)يعنى شب وارتحل واطاق مايفعله ابوه من السعى والعمل(تفسير ابنِ كثير تحت آيت ۱۰۱ من سوره صافات)

قوله تعالى ":فلما بلغ معه السعى "أى فوهبنا له الغلام، فلما بلغ مع المبلغ الذى يسعى مع أبيه فى أمور دنياه معينا له على أعمال "قال يا بنى إنى أرى فى المنام أنى أذبحك ."وقال مجاهد ":فلما بلغ معه السعى "أى شب وأدرك سعيه سعى إبراهيم .وقال الفراء :كان يومئذ ابن ثلاث عشرة سنة .وقال ابن عباس :هو احتلام .قتادة :مشى مع أبيه .الحسن ومقاتل :هو سعى العقل الذى تقوم به الحجة .ابن زيد :هو السعى فى العبادة .ابن عباس :صام وصلى، ألم تسمع الله عز وجل يقول ": وسعى لها سعيها(تفسير القرطبى، ج۱۵ ص۹۹، تحت آيت ۱۰۲ من سورة الصافات)

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ عطف على جملة محذوفة تقديره فولد له الغلام فلمّا بلغ معه السّعى اى بلغ ان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے سے یہ بھی فرمایا کہ:

فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى

ترجمہ: سوتم غور کرلو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ (ترجمہ ختم)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات حضرت اسماعیل علیہ السلام سے اس لئے نہیں فرمائی کہ آپ کو حکمِ الٰہی کی تعمیل میں کوئی تردُّد یا شک تھا۔

بلکہ ایک تو وہ اپنے بیٹے کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ وہ اس آزمائش میں کس حد تک پورا اُترتے ہیں؟

دوسرے انبیاء علیہم السلام کا طرز ہمیشہ یہ رہا ہے کہ وہ احکامِ الٰہی کی اطاعت کے لئے توہروقت تیار رہتے ہیں، لیکن اطاعت کے لئے ہمیشہ راستہ وہ اختیار فرماتے ہیں جو حکمت اور حتی المقدور سہولت والا ہو۔

اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے سے کچھ کہے بغیر بیٹے کو ذبح کرنے لگتے، تو یہ دونوں کے لئے مشکل کا سبب ہوتا، اب یہ بات آپ نے مشورہ کے انداز میں بیٹے سے اس لئے ذکر کی کہ بیٹے کو پہلے سے اللہ کا یہ حکم معلوم ہوجائے گا تو وہ ذبح ہونے کی اذیت سہنے کے لئے پہلے سے تیار ہوسکے گا، اور اگر بیٹے کے دل میں کچھ تذبذب ہوا بھی تو اسے سمجھایا جاسکے گا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يسعى معه في اعماله ويعينه وقال الكلبي يعني العمل لله وهو قول الحسن ومقاتل بن حبان وابن زيد قالوا هو العبادة وقال ابن عباس وقتادة لما بلغ ان يسعى الى الجبل معه وقال مجاهد عن ابن عباس يعني انه شبّ حتى بلغ سعيه سعي ابراهيم قيل كان سنه ثلاث عشرة سنة وقيل سبع سنين(التفسير المظهري، ج۸ص۱۲۸، تحت آيت ۱۰۲، من سورة الصافات)

[1] فَانْظُرْ ماذا تَرى من الرأي وإنما شاوره في ذلک وهو حتم ليعلم ما عنده فيما نزل من بلاء الله عز وجل فيثبت قدمه إن جزع ويأمن عليه إن سلم وليوطن نفسه عليه فيهون عليه ويكتسب المثوبة بالانقياد لأمر الله تعالى قبل نزوله وليكون سنة في المشاورة، فقد قيل :لو شاور آدم الملائكة في أكله من الشجرة لما فرط منه ذلک، وقرأ حمزة والكسائي ماذا ترى بضم التاء وكسر الراء خالصة أي ما الذي تريني إياه من الصبر وغيره أو أي شيء تريني على أن ما مبتدأ وذا موصول خبره ومفعولي ترى محذوفان أو ماذا كالشيء الواحد مفعول ثان لترى والمفعول الأول محذوف، وقرىء ماذا ترى بضم التاء وفتح الراء على البناء للمفعول أي ماذا تريک نفسک من الرأي، و (انظر) في جميع القراءات معلقة عن العمل وفي ماذا الاحتمالان فلا تغفل(تفسير روح المعاني، ج۲۲ص۱۲۳، تحت آيت ۱۰۲ من سورة الصافات)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

لیکن وہ بیٹا بھی اللہ کے خلیل علیہ السلام کا بیٹا تھا اور اسے آگے چل کر خود منصبِ رسالت پر فائز ہونا تھا، اس لئے اس نے جواب میں کہا کہ:

يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَاتُؤْمَرُ

ترجمہ: اے میرے والد! جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اُسے کر گزریئے (ترجمہ ختم)

اس سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بے مثال جذبۂ جاں سپاری کی تو شہادت ملتی ہی ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کم سنی ہی میں اللہ نے انہیں کیسی ذہانت اور کیسا علم عطا فرمایا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے اللہ کے کسی حکم کا حوالہ نہیں دیا تھا، بلکہ صرف ایک خواب کا تذکرہ فرمایا تھا۔

لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام سمجھ گئے، کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے، اور یہ خواب بھی درحقیقت حکمِ الٰہی کی ہی ایک شکل ہے۔

چنانچہ انھوں نے جواب میں خواب کے بجائے حکمِ الٰہی کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا کہ:

سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ

ترجمہ: انشاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے (ترجمہ ختم)

اس جملے میں حضرت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی غایتِ ادب اور غایتِ تواضع کو دیکھئے۔

ایک تو اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کہہ کر معاملہ کو اللہ کے حوالہ کر دیا اور اس وعدے میں دعوے کی جو ظاہری صورت پیدا ہوسکتی تھی اسے ختم فرما دیا۔

دوسرے آپ یہ بھی فرما سکتے تھے کہ "آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے" لیکن اس کے بجائے آپ نے فرمایا کہ "آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے"

جس سے اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ یہ صبر وضبط تنہا میرا کمال نہیں ہے بلکہ دنیا میں اور بھی بہت سے صبر کرنے والے ہیں، ان شاء اللہ میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں گا۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس طرح آپ نے اس جملے میں فخر وتکبر، خود پسندی اور پندار کے ہر ادنیٰ شائبے کو ختم کر کے اس میں انتہا درجے کی تواضع اور انکساری کا اظہار فرما دیا۔ ۱

اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو کسی معاملے میں اپنے اوپر خواہ کتنا ہی اعتماد ہو، لیکن اسے ایسے بلند وبانگ دعوے نہیں کرنے چاہئیں، جن سے غرور وتکبر ٹپکتا ہو، اگر کہیں ایسی کوئی بات کہنے کی ضرورت ہو تو الفاظ میں اس کی رعایت ہونی چاہئے، کہ ان میں اپنے بجائے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کا اظہار ہو، اور جس حد تک ممکن ہو تواضع کے دامن کو نہ چھوڑا جائے۔

بالآخر دونوں باپ اور بیٹے باہمی مذاکرہ کر کے اس عمل کے لئے تہِ دل سے راضی اور آمادہ ہو گئے۔

جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

فَلَمَّآ اَسۡلَمَا (سورہ صافات آیت ۱۰۳)

ترجمہ: پس جب وہ دونوں جھک گئے (ترجمہ ختم)

اَسۡلَمَ کے معنٰی ہیں جُھک جانا، مطیع ہو جانا، رام ہو جانا۔ ۲

مطلب یہ ہے کہ جب وہ اللہ کے حکم کے آگے جُھک گئے، یعنی باپ نے بیٹے کو ذبح کرنے کا اور بیٹے نے ذبح ہو جانے کا ارادہ کر لیا۔ ۳

آگے یہ نہیں بتایا گیا کہ جب یہ واقعات پیش آ چکے تو کیا ہوا؟

---

۱ (من الصابرين(دون صابرا وان كانت رؤوس الآى تقتضى ذالک من التواضع مافيه، قيل وفق للصبر ببركته مع بركة الاستثناء وموسیٰ عليه السلام لما لم يسلک هذا المسلک من التواضع فى قوله: (ستجدنى ان شاء صابرا" الكهف: ٦٩" حيث لم ينظم نفسه الكريمة فى سلک الصابرين بل اخرج الكلام على وجه لايشعر بوجود صابر سواه لم يتسر له الصبر مع انه لم يهمل امر الاستثناء(روح المعانى ج۱۲ ص۱۲۴، تحت آيت ۱۰۲ من سورة الصافات)

۲ استسلما وانقادا، ابراهيم امتثل امر الله واسماعيل طاعة اللّٰه وابيه (تفسير ابنِ كثير تحت سوره صافات آيت ۱۰۱)

۳ فلما أسلما، انقادا وخضعا لأمر الله تعالى، قال قتادة :أسلم إبراهيم ابنه وأسلم الابن نفسه(تفسير البغوى، ج۴ص۳۷، تحت آيت ۱۰۲ من سورة الصافات)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ باپ بیٹے کا یہ اقدامِ فداکاری اس قدر عجیب وغریب تھا کہ الفاظ اس کی پوری کیفیت کو بیان کرہی نہیں سکتے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ مکرمہ سے منٰی کی طرف ذبح کرنے کی نیت سے ایک چھری ساتھ لے کر چلے تھے۔

درمیان میں شیطان نے مختلف حیلوں سے بہکانے کی کوشش کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اس کو کنکریاں ماریں اور شیطان کا مقابلہ کرتے ہوئے منٰی میں پہنچ گئے۔

بعض تاریخی اور تفسیری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے تین مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کی۔

ہر مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے سات کنکریاں مار کر بھگا دیا۔

آج تک منٰی کے تین جمرات پر اسی محبوب عمل کی یاد سات سات کنکریاں مار کر منائی جاتی ہے۔ [1]

---

[1] إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَـمَّا أُمِرَ بِالْمَنَاسِكِ، عَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ عِنْدَ الْمَسْعَى فَسَابَقَهُ، فَسَبَقَهُ إِبْرَاهِيمُ، ثُمَّ ذَهَبَ بِهِ جِبْرِيلُ إِلَى جَمْرَةِ الْعَقَبَةِ، فَعَرَضَ لَهُ شَيْطَانٌ -قَالَ يُونُسُ :الشَّيْطَانُ- فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، حَتَّى ذَهَبَ، ثُمَّ عَرَضَ لَهُ عِنْدَ الْجَمْرَةِ الْوُسْطَى فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ، قَالَ :قَدْ تَلَّهُ لِلْجَبِينِ -قَالَ يُونُسُ :وَثَمَّ تَلَّهُ لِلْجَبِينِ -وَعَلَى إِسْمَاعِيلَ قَمِيصٌ أَبْيَضُ، وَقَالَ :يَا أَبَتِ، إِنَّهُ لَيْسَ لِي ثَوْبٌ تُكَفِّنُنِي فِيهِ غَيْرُهُ، فَاخْلَعْهُ حَتَّى تُكَفِّنَنِي فِيهِ، فَعَالَجَهُ لِيَخْلَعَهُ، فَنُودِيَ مِنْ خَلْفِهِ :(أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا)فَالْتَفَتَ إِبْرَاهِيمُ، فَإِذَا هُوَ بِكَبْشٍ أَبْيَضَ أَقْرَنَ أَعْيَنَ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :لَقَدْ رَأَيْتُنَا نَتَبَّعُ ذَلِكَ الضَّرْبَ مِنَ الْكِبَاشِ، قَالَ :ثُمَّ ذَهَبَ بِهِ جِبْرِيلُ إِلَى الْجَمْرَةِ الْقُصْوَى، فَعَرَضَ لَهُ الشَّيْطَانُ، فَرَمَاهُ بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ حَتَّى ذَهَبَ، ثُمَّ ذَهَبَ بِهِ جِبْرِيلُ إِلَى مِنًى قَالَ :هَذَا مِنًى (مسند احمد، رقم الحديث ٢٧٠٧، عن ابنِ عباس موقوفاً)

فى حاشية مسند احمد:

رجاله ثقات رجال الصحيح غير أبى عاصم الغنوى، فقد روى له أبو داود، وقال أبو حاتم :لا أعرف اسمه ولا أعرفه، ولا حدث عنه سوى حماد بن سلمة، وقال إسحاق بن منصور عن ابن معين :ثقة، وقال الحافظ فى "التقريب" :"مقبول. قلنا :ولمعظم هذا الحديث طرق وشواهد يتقوى بها.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بالآخر جب دونوں باپ بیٹے یہ انوکھی عبادت انجام دینے کے لئے قربان گاہ پر پہنچے تو بعض روایات کے مطابق حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا کہ:

ابّا جان! مجھے خوب اچھی طرح باندھ دیجئے، تاکہ میں زیادہ تڑپ نہ سکوں، اور اپنے کپڑوں کو بھی مجھ سے بچایئے، ایسا نہ ہو کہ ان پر میرے خون کی چھینٹیں پڑیں اور میری والدہ خون دیکھیں تو انہیں غم زیادہ ہو۔

اور آپ کے پاس میرے کفن کے لئے کوئی کپڑا نہیں ہے، آپ میری قمیص اُتار لیجئے تاکہ اسے میرا کفن بنایا جاسکے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے مطابق عمل کیا۔ [1]

اکلوتے بیٹے کی زبان سے اس طرح کے الفاظ سن کر ایک باپ کے دل پر کیا گزری ہوگی؟ لیکن بعض روایات کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے استقامت کے پہاڑ بن کر جواب میں فرمایا کہ:

"بیٹے! تم اللہ کا حکم پورا کرنے کے لئے میرے کتنے اچھے مددگار ہو"

یہ کہہ کر انھوں نے بیٹے کو بوسہ دیا، پرنم آنکھوں سے انھیں باندھا۔ [2]

---

[1] وفی الخبر :إن الذبيح قال لإبراهيم عليه السلام حين أراد ذبحه :يا أبت اشدد رباطی حتى لا أضطرب، واكفف ثيابک لئلا ينتضح عليها شی من دمی فتراه أمی فتحزن، وأسرع مر السكين على حلقی ليكون الموت أهون علی واقذفنی للوجه، لئلا تنظر إلی وجهی فترحمنی، ولئلا أنظر إلی الشفرة فأجزع، وإذا أتيت إلی أمی فأقرئها منی السلام(تفسير القرطبی، ج۱۵ ص۱۰۴، تحت آيت ۱۰۳ من سورة الصافات)

فی حديث أخرجه أحمد وجماعة عن ابن عباس أنه قال لأبيه وكان عليه قميص أبيض يا أبت ليس لی ثوب تكفننی فيه غيره فاخلعه حتى تكفننی فيه فعالجه ليخلعه فكان ما قص الله عز وجل(تفسير روح المعانی، ج۱۲ ص۱۲۵، تحت آيت ۱۰۳ من سورة الصافات)

[2] قال البغوی قالوا قال له ابنه يا أبت اشدد رباطی حتى لا اضطرب واكفف عنّی ثيابک حتى لا ينتضح عليها من دمی شیء فينقص اجری وتراه أمی فتحزن واستحد شفرتک واسرع مر السكين على حلقی ليكون أهون علیّ فان الموت شديد وإذا أتيت أمی فاقرأ عليها السلام منی وان رايت ان ترد قميصی على أمی فافعل فانه عسى ان يكون اسلى لها قال ابراهيم عليهما السلام نعم العون أنت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

آ گے اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ:

وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ (سورہ صافات آیت ۱۰۳)

ترجمہ: اور انھیں پیشانی کے بل لٹادیا (ترجمہ ختم)

بعض مفسرین کے مطابق شروع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو سیدھا لٹایا تھا، لیکن جب چھری چلانے لگے تو بار بار چلانے کے باوجود گلا کٹتا نہیں تھا۔ اس موقع پر بیٹے نے خود یہ فرمائش کی کہ ابا جان!

مجھے چہرے کے بل کروٹ سے لٹا دیجئے، اس لئے کہ جب آپ کو میرا چہرہ نظر آتا ہے تو شفقتِ پدری جوش مارنے لگتی ہے، اور گلا پوری طرح کٹ نہیں پاتا، اس کے علاوہ چھری مجھے نظر آتی ہے، تو مجھے بھی گھبراہٹ ہونے لگتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں اسی طرح لٹا کر چھری چلانی شروع کی۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یا بنی علی امر اللہ ففعل ابراهيم ما قال له ابنه ثم اقبل عليه وقبله وربطه وهو يبكى(التفسير المظهرى ج۸ص ۱۳۰، تحت آیت ۱۰۳ من سورة الصافات)

فَلَمَّا أَسْلَمَا يعنى انقادا وخضعا لأمر الله وذلك أن إبراهيم عليه الصلاة والسلام أسلم ابنه وأسلم الابن نفسه وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ يعنى صرعه على الأرض قال ابن عباس أضجعه على جبينه على الأرض فلما فعل ذلك قال له ابنه يا أبت أشدد رباطى كيلا أضطرب واكفف عن ثيابك حتى لا ينتضح عليها شىء من دمى فينقص أجرى وتراه أمى فتحزن واستحد شفرتك وأسرع مرّ السكين على حلقى ليكون أهون علىّ فإن الموت شديد، وإذا أتيت أمى فاقرأ عليها السلام منى وإن رأيت أن ترد قميصى على أمى فافعل فإنه عسى أن يكون أسلى لها عنى، فقال إبراهيم عليه السلام :نعم العون أنت يا بنى على أمر الله ففعل إبراهيم ما أمره به ابنه ثم أقبل عليه يقبله وهو يبكى وقد ربطه والابن يبكى(تفسير الخازن، ج۴ص ۲۳، تحت آیت ۱۰۳ من سورة الصافات)

ل ثم انه وضع السكين على حلقه فلم يحك السكين وروى انه كان يمرّ الشفرة على حلقه ولا يقطع فشحذه مرتين او ثلاثا بالحجر كل ذلك لا يقطع -اخرج ابن جرير وابن ابى حاتم عن السدىّ انه امرّ السكين بقوّته على حلقه مرارا فلم يقطع وضرب الله على حلقه صفحة من نحاس قالوا فقال الابن عند ذلك يا أبت كبنى بوجهى على جنبى فانك إذا نظرت فى وجهى رحمتنى وأدركتك رقة تحول بينك وبين امر الله وانى لا انظر الى الشفرة فاجزع ففعل ذلك ابراهيم ثم وضع السكين على قفاه فانقلب السكين(التفسير المظهرى، ج۸ص ۱۳۰، تحت آیت ۱۰۳ من سورة الصافات)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام چھری چلا رہے تھے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آواز آئی کہ:

وَنَادَیْنَاہُ اَنْ یّٰٓاِبْرَاھِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْ یَا (سورہ صافات آیت ۱۰۴، ۱۰۵)

ترجمہ: اورہم نے انہیں آواز دی کہ اے ابراہیم! تم نے خواب سچ کردکھایا (ترجمہ ختم)

یعنی اللہ کے حکم کی تعمیل میں جو کام تمہارے کرنے کا تھا اس میں تم نے اپنی طرف سے کوئی کسر اٹھانہیں رکھی۔ ۱؎

خواب میں بھی صرف یہی دکھایا گیا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں ذبح کرنے کے لئے چھری چلا رہے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب یہ آزمائش پوری ہوچکی اس لئے اب انہیں چھوڑ دو۔ جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہوگئی، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا اجروثواب پورا ہوچکا، اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (سورہ صافات آیت ۱۰۵)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثم إنه وضع السكين على حلقه فلم تحك السكين .ويروى :أنه كان يجر الشفرة فى حلقه فلا تقطع، فشحذها مرتين أو ثلاثا بالحجر، كل ذلك وهى لا تستطيع .قال السدى :ضرب الله تعالى صفحة من نحاس على حلقه، قالوا :فقال الابن عند ذلك :يا أبت كبنى بوجهى (إلى الأرض)على جبينى فإنك إذا نظرت فى وجهى رحمتنى وأدركتك رقة تحول بينك وبين أمر الله تعالى، وأنا لا أنظر إلى الشفرة فأجزع، ففعل ذلك إبراهيم ثم وضع الشفرة على قفاه فانقلبت السكين: وناديناه أن يا إبراهيم قد صدقت الرؤيا(تفسير البغوى، ج۴ص۳۶، ۳۷ ، تحت آيت ۱۰۳ من سورة الصافات)

۱؎ عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ (وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ)قَالَ " :مِنْ شِيعَةِ نُوحٍ إِبْرَاهِيمُ عَلَى مِنْهَاجِهِ وَسُنَّتِهِ بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ شَبَّ حَتَّى بَلَغَ سَعْيُهُ سَعْيَ إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَمَلِ، فَلَمَّا أَسْلَمَا مَا أُمِرَا بِهِ وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ وَضَعَ وَجْهَهُ إِلَى الْأَرْضِ فَقَالَ :لَا تَذْبَحْنِي وَأَنْتَ تَنْظُرُ عَسَى أَنْ تَرْحَمَنِي فَلَا تُجْهِزْ عَلَيَّ ارْبُطْ يَدَيَّ إِلَى رَقَبَتِي، ثُمَّ ضَعْ وَجْهِي عَلَى الْأَرْضِ فَلَمَّا أَدْخَلَ يَدَهُ لِيَذْبَحَهُ فَلَمْ يَحُكَّ الْمُدْيَةَ حَتَّى نُودِيَ (أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا)فَأَمْسَكَ يَدَهُ وَرَفَعَ قَوْلُهُ (وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ)بِكَبْشٍ عَظِيمٍ مُتَقَبَّلٍ وَزَعَمَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَّ الذَّبِيحَ إِسْمَاعِيلُ(مستدرك حاكم رقم الحديث ۳۶۱۲)

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ "

وقال الذهبى فى التلخيص:على البخارى ومسلم

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: ہم مخلصین کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں (ترجمہ ختم)

یعنی جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرکے اپنے تمام جذبات کو قربان کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے، تو ہم بالآخر اسے دنیا کی تکلیف سے بھی بچالیتے ہیں، اور آخرت کا اجروثواب بھی اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیتے ہیں۔ [1]

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایک ذبیحۂ خاص اپنی بارگاہ سے ذبح کرنے کے لئے عطا فرمایا، جیسا کہ ارشاد ہے کہ:

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ (سورہ صافات آیت ۱۰۷)

ترجمہ: اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ ان کے بدلے میں دیا (ترجمہ ختم)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بحکمِ الٰہی اس مخصوص جانور کو اپنے بیٹے کے بدلے میں ذبح کردیا جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی کا ثواب مل گیا۔

کیونکہ دونوں باپ و بیٹے درحقیقت دل وجان سے اس کام کو انجام دینے کا فیصلہ کرچکے تھے، اور اپنی طرف سے کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کی تھی۔

بعض تفسیری روایات میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ آسمانی آواز سن کر اُوپر کی طرف دیکھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک مینڈھا لئے کھڑے تھے۔ [2]

بہرحال یہ جنّتی مینڈھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا ہوا، اور انھوں نے اللہ کے حکم سے اپنے بیٹے کے بجائے اس کو قربان کیا۔

اس ذبیحہ کو ''عظیم'' اس لئے کہا گیا کہ ایک تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا تھا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی چیز عظیم ہی ہوا کرتی ہے، دوسرے اس کی قربانی کے مقبول ہونے میں

---

[1] وقوله :(إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِينَ) أى :هكذا نصرف عمن أطاعنا المكاره والشدائد، ونجعل لهم من أمرهم فرجا ومخرجا(تفسیر ابنِ کثیر، ج۷ص ۳۰، تحت آیت ۱۰۵ من سورة الصافات)

[2] فالتفت إبراهيم فإذا بكبش أبيض أقرن أعين .قال ابن عباس :لقد رأيتنا نتبع ذلک الضرب من الكباش(تفسیر ابنِ کثیر، ج۷ص۲۸، تحت آیت ۱۰۵ من سورة الصافات)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کوئی شک نہیں ہوسکتا تھا، اور جو عمل مقبول ہو، وہ ظاہر ہے کہ عظیم ہی ہوتا ہے۔

ملحوظ رہے کہ بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام تھے، لیکن دلائل کی رُو سے صحیح بات یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔[1]

---

[1] عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ " :الذَّبِيحُ :إِسْمَاعِيلُ "(تفسير طبرى، ج١٩ ص٥٩٢، ٥٩٣، تحت آيت ١٠٧ من سورة الصافات)

عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ :الذَّبِيحُ إِسْمَاعِيلُ(مستدرك حاكم،رقم الحديث ٤٠٣٤)

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ"

وقال الذهبى فى التلخيص:على شرط البخارى ومسلم

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ :إِنَّ الَّذِى أُمِرَ بِذَبْحِهِ إِبْرَاهِيمُ إِسْمَاعِيلُ(تفسير طبرى، ج١٩ ص٥٩٣، تحت آيت ١٠٧ من سورة الصافات)

عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِى رَبَاحٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ قَالَ :الْمُفْدَى إِسْمَاعِيلُ، وَزَعَمَتِ الْيَهُودُ أَنَّهُ إِسْحَاقُ وَكَذَبَتِ الْيَهُودُ(تفسير طبرى، ج١٩ ص٥٩٤، تحت آيت ١٠٧ من سورة الصافات)

قَالَ الْوَاقِدِيُّ :وَحَدَّثَنِى رَبِيعَةُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ أُسَامَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ أَنَّهُ قَالَ :الذَّبِيحُ هُوَ إِسْمَاعِيلُ(مستدرك حاكم، ج٢ ص٦٠٥)

وَإِسْمَاعِيلَ :هُوَ الذَّبِيحُ عَلَى الْقَوْلِ الصَّوَابِ عِنْدَ عُلَمَاءِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ.
(بُطْلَانُ الْقَوْلِ بِأَنَّ الذَّبِيحَ هُوَ إِسْحَاقُ)وَأَمَّا الْقَوْلُ بِأَنَّهُ إِسْحَاقُ فَبَاطِلٌ بِأَكْثَرَ مِنْ عِشْرِينَ وَجْهًا وَسَمِعْتُ شَيْخَ الْإِسْلَامِ ابْنَ تَيْمِيَّةَ قَدَّسَ اللَّهُ رُوحَهُ يَقُولُ هَذَا الْقَوْلُ إِنَّمَا هُوَ مُتَلَقًّى عَنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَعَ أَنَّهُ بَاطِلٌ بِنَصِّ كِتَابِهِمْ فَإِنَّ فِيهِ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَ إِبْرَاهِيمَ أَنْ يَذْبَحَ ابْنَهُ بِكْرَهُ وَفِي لَفْظٍ وَحِيدَهُ وَلَا يَشُكُّ أَهْلُ الْكِتَابِ مَعَ الْمُسْلِمِينَ أَنَّ إِسْمَاعِيلَ هُوَ بِكْرُ أَوْلَادِهِ وَالَّذِي غَرَّ أَصْحَابَ هَذَا الْقَوْلِ أَنَّ فِي التَّوْرَاةِ الَّتِي بِأَيْدِيهِمْ اذْبَحْ ابْنَكَ إِسْحَاقَ قَالَ وَهَذِهِ الزِّيَادَةُ مِنْ لِأَنَّهَا تُنَاقِضُ قَوْلَهُ اذْبَحْ بِكْرَكَ وَوَحِيدَكَ وَلَكِنَّ الْيَهُودَ حَسَدَتْ بَنِي إِسْمَاعِيلَ عَلَى هَذَا الشَّرَفِ وَأَحَبُّوا أَنْ يَكُونَ لَهُمْ وَأَنْ يَسُوقُوهُ إِلَيْهِمْ وَيَحْتَازُوهُ لِأَنْفُسِهِمْ دُونَ الْعَرَبِ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يَجْعَلَ فَضْلَهُ لِأَهْلِهِ .وَكَيْفَ يَسُوغُ أَنْ يُقَالَ إِنَّ الذَّبِيحَ إِسْحَاقُ وَاللَّهُ تَعَالَى قَدْ بَشَّرَ أُمَّ إِسْحَاقَ بِهِ وَبِابْنِهِ يَعْقُوبَ فَقَالَ تَعَالَى عَنِ الْمَلَائِكَةِ إِنَّهُمْ قَالُوا لِإِبْرَاهِيمَ لَمَّا أَتَوْهُ بِالْبُشْرَى :(لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَى قَوْمِ لُوطٍ وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ)فَمُحَالٌ أَنْ يُبَشِّرَهَا بِأَنَّهُ يَكُونُ لَهَا وَلَدٌ ثُمَّ يَأْمُرُ بِذَبْحِهِ وَلَا رَيْبَ أَنَّ يَعْقُوبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ دَاخِلٌ فِي الْبِشَارَةِ فَتَنَاوُلُ الْبِشَارَةِ لِإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ فِي اللَّفْظِ وَاحِدٌ وَهَذَا ظَاهِرُ الْكَلَامِ وَسِيَاقُهُ .
فَإِنْ قِيلَ لَوْ كَانَ الْأَمْرُ كَمَا ذَكَرْتُمُوهُ لَكَانَ "يَعْقُوبُ "مَجْرُورًا عَطْفًا عَلَى إِسْحَاقَ فَكَانَتِ الْقِرَاءَةُ (وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ) أَيْ وَيَعْقُوبُ مِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ .قِيلَ لَا يَمْنَعُ الرَّفْعُ أَنْ يَكُونَ يَعْقُوبُ مُبَشَّرًا بِهِ لِأَنَّ الْبِشَارَةَ قَوْلٌ مَخْصُوصٌ وَهِيَ أَوَّلُ خَبَرٍ سَارٍّ صَادِقٍ .وَقَوْلُهُ تَعَالَى :(وَمِنْ وَرَاءِ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قربانی ایک اہم سبق

قربانی حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے جس عظیمُ الشّان عمل کی یادگار ہے اس سے ایک مسلمان کو یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ:

وہ ہر وقت اپنے رب کی اطاعت اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہے اور دنیا کی محبت، موت کی کراہیت چھوڑ کر اپنے اندر یہ جذبہ پیدا کرے کہ اگر بیٹے ہی کو ذبح کرنے کا حکم ہماری شریعت میں باقی رہتا تو ہم بخوشی اس پر عمل کرتے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ) جُمْلَةٌ مُتَضَمِّنَةٌ لِهَذِهِ الْقُيُودِ فَتَكُونُ بِشَارَةً بَلْ حَقِيقَةُ الْبِشَارَةِ هِيَ الْجُمْلَةُ الْخَبَرِيَّةُ . وَلَمَّا كَانَتْ الْبِشَارَةُ قَوْلًا كَانَ مَوْضِعُ هَذِهِ الْجُمْلَةِ نَصْبًا عَلَى الْحِكَايَةِ بِالْقَوْلِ كَأَنَّ الْمَعْنَى :وَقُلْنَا لَهَا : مِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبُ وَالْقَائِلُ إِذَا قَالَ بَشَّرْتُ فُلَانًا بِقُدُومِ أَخِيهِ وَثِقَلِهِ فِي أَثَرِهِ لَمْ يُعْقَلْ مِنْهُ إِلَّا بِشَارَتُهُ بِالْأَمْرَيْنِ جَمِيعًا .هَذَا مِمَّا لَا يَسْتَرِيبُ ذُو فَهْمٍ فِيهِ الْبَتَّةَ ثُمَّ يُضْعِفُ الْجَرَّ أَمْرٌ آخَرُ وَهُوَ ضَعْفُ قَوْلِكَ :مَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَمِنْ بَعْدِهِ عَمْرٍو وَلِأَنَّ الْعَاطِفَ يَقُومُ مَقَامَ حَرْفِ الْجَرِّ فَلَا يُفْصَلُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمَجْرُورِ كَمَا لَا يُفْصَلُ بَيْنَ حَرْفِ الْجَرِّ وَالْمَجْرُورِ .وَيَدُلُّ عَلَيْهِ أَيْضًا أَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ لَمَّا ذَكَرَ قِصَّةَ إِبْرَاهِيمَ وَابْنَهُ الذَّبِيحِ فِي سُورَةِ (الصَّافَّاتِ) قَالَ (فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ سَلَامٌ عَلَى إِبْرَاهِيمَ كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ) . ثُمَّ قَالَ تَعَالَى :(وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ) .فَهَذِهِ بِشَارَةٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالَى لَهُ شُكْرًا عَلَى صَبْرِهِ عَلَى مَا أُمِرَ بِهِ وَهَذَا ظَاهِرٌ جِدًّا فِي أَنَّ الْمُبَشَّرَ بِهِ غَيْرُ الْأَوَّلِ بَلْ هُوَ كَالنَّصِّ فِيهِ .فَإِنْ قِيلَ فَالْبِشَارَةُ الثَّانِيَةُ وَقَعَتْ عَلَى نُبُوَّتِهِ أَيْ لَمَّا صَبَرَ الْأَبُ عَلَى مَا أُمِرَ بِهِ وَأَسْلَمَ الْوَلَدُ لِأَمْرِ اللّٰهِ جَازَاهُ اللّٰه عَلَى ذَلِكَ بِأَنْ أَعْطَاهُ النُّبُوَّةَ .قِيلَ الْبِشَارَةُ وَقَعَتْ عَلَى الْمَجْمُوعِ عَلَى ذَاتِهِ وَوُجُودِهِ وَأَنْ يَكُونَ نَبِيًّا وَلِهَذَا نُصِبَ " نَبِيًّا "عَلَى الْحَالِ الْمُقَدَّرِ أَيْ مُقَدَّرًا نُبُوَّتَهُ فَلَا يُمْكِنُ إِخْرَاجُ الْبِشَارَةِ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَصْلِ ثُمَّ تُخَصَّ بِالْحَالِ التَّابِعَةِ الْجَارِيَةِ مَجْرَى الْفَضْلَةِ هَذَا مُحَالٌ مِنَ الْكَلَامِ بَلْ إِذَا وَقَعَتْ الْبِشَارَةُ عَلَى نُبُوَّتِهِ فَوُقُوعُهَا عَلَى وُجُودِهِ أَوْلَى وَأَحْرَى كَانَ بِمَكَّةَ وَلِذَلِكَ جُعِلَتْ الْقَرَابِينُ يَوْمَ النَّحْرِ بِهَا كَمَا جُعِلَ السَّعْيُ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَرَمْيُ الْجِمَارِ تَذْكِيرًا لِشَأْنِ إِسْمَاعِيلَ وَأُمِّهِ وَإِقَامَةً لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَعْلُومٌ أَنَّ إِسْمَاعِيلَ وَأُمَّهُ هُمَا اللَّذَانِ كَانَا بِمَكَّةَ دُونَ إِسْحَاقَ وَأُمِّهِ وَلِهَذَا اتَّصَلَ مَكَانُ الذَّبْحِ وَزَمَانُهُ بِالْبَيْتِ الْحَرَامِ الَّذِي اشْتَرَكَ فِي بِنَائِهِ إِبْرَاهِيمُ وَإِسْمَاعِيلُ وَكَانَ النَّحْرُ بِمَكَّةَ مِنْ تَمَامِ حَجِّ الْبَيْتِ الَّذِي كَانَ عَلَى يَدِ إِبْرَاهِيمَ وَابْنِهِ إِسْمَاعِيلَ زَمَانًا وَمَكَانًا وَلَوْ كَانَ الذَّبْحُ بِالشَّامِ كَمَا يَزْعُمُ أَهْلُ الْكِتَابِ وَمَنْ تَلَقَّى عَنْهُمْ لَكَانَتْ الْقَرَابِينُ وَالنَّحْرُ بِالشَّامِ لَا بِمَكَّةَ .وَأَيْضًا فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ سَمَّى الذَّبِيحَ حَلِيمًا .لِأَنَّهُ لَا أَحْلَمَ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قربانی کی اصل روح یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنی تمام نفسانی خواہشات کو قربان کردے۔

اس لئے قربانی کی روح کو حاصل کرنے کی کوشش بھی ہونی چاہئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف ایک جانور کی قربانی نہیں کی بلکہ پوری زندگی کا ایک

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

مِمّنْ أَسْلَمَ نَفْسَهُ لِلذّبْحِ طَاعَةً لِرَبّهِ .وَلَمّا ذَكَرَ إسْحَاقَ سَمّاهُ عَلِيمًا فَقَالَ تَعَالَى :(هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ)إلَى أَنْ قَالَ (قَالُوا لَا تَخَفْ وَبَشّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ)وَهَذَا إسْحَاقُ بِلَا رَيْبٍ لِأَنّهُ مِنْ امْرَأَتِهِ وَهِيَ الْمُبَشّرَةُ بِهِ وَأَمّا إسْمَاعِيلُ فَمِنْ السّرّيّةِ .وَأَيْضًا فَإِنّهُمَا بُشّرَا بِهِ عَلَى الْكِبَرِ وَالْيَأْسِ مِنْ الْوَلَدِ وَهَذَا بِخِلَافِ إسْمَاعِيلَ فَإِنّهُ وُلِدَ قَبْلَ ذَلِكَ .وَأَيْضًا فَإِنّ اللّهَ سُبْحَانَهُ أَجْرَى الْعَادَةَ الْبَشَرِيّةَ أَنّ بِكْرَ الْأَوْلَادِ أَحَبّ إلَى الْوَالِدَيْنِ مِمّنْ بَعْدَهُ وَإِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السّلَامُ لَمّا سَأَلَ رَبّهُ الْوَلَدَ وَوَهَبَهُ لَهُ تَعَلّقَتْ شُعْبَةٌ مِنْ قَلْبِهِ بِمَحَبّتِهِ وَاَللّهُ تَعَالَى قَدْ اتّخَذَهُ خَلِيلًا وَالْخُلّةُ مَنْصِبٌ يَقْتَضِي تَوْحِيدَ الْمَحْبُوبِ بِالْمَحَبّةِ وَأَنْ لَا يُشَارِكَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ غَيْرِهِ فِيهَا فَلَمّا أَخَذَ الْوَلَدُ شُعْبَةً مِنْ قَلْبِ الْوَالِدِ جَاءَتْ غَيْرَةُ الْخُلّةِ تَنْتَزِعُهَا مِنْ قَلْبِ الْخَلِيلِ فَأَمَرَهُ بِذَبْحِ الْمَحْبُوبِ فَلَمّا أَقْدَمَ عَلَى ذَبْحِهِ وَكَانَتْ مَحَبّةُ اللّهِ أَعْظَمَ عِنْدَهُ مِنْ مَحَبّةِ الْوَلَدِ خَلَصَتْ الْخُلّةُ حِينَئِذٍ مِنْ شَوَائِبِ الْمُشَارَكَةِ فَلَمْ يَبْقَ فِي الذّبْحِ مَصْلَحَةٌ إذْ كَانَتْ الْمَصْلَحَةُ إنّمَا هِيَ فِي الْعَزْمِ وَتَوْطِينِ النّفْسِ عَلَيْهِ فَقَدْ حَصَلَ الْمَقْصُودُ فَنُسِخَ الْأَمْرُ وَفُدِيَ الذّبِيحُ وَصَدّقَ الْخَلِيلُ الرّؤْيَا وَحَصَلَ مُرَادُ الرّبّ .حَصَلَ عِنْدَ أَوّلِ مَوْلُودٍ وَلَمْ يَكُنْ لِيَحْصُلَ فِي الْمَوْلُودِ الْآخِرِ دُونَ الْأَوّلِ بَلْ لَمْ يَحْصُلْ عِنْدَ الْمَوْلُودِ الْآخِرِ مِنْ مُزَاحَمَةِ الْخُلّةِ مَا يَقْتَضِي الْأَمْرَ بِذَبْحِهِ وَهَذَا فِي غَايَةِ الظّهُورِ .وَأَيْضًا فَإِنّ سَارَةَ امْرَأَةُ الْخَلِيلِ صَلّى اللّهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ غَارَتْ مِنْ هَاجَرَ وَابْنِهَا أَشَدّ الْغَيْرَةِ فَإِنّهَا كَانَتْ جَارِيَةً فَلَمّا وَلَدَتْ إسْمَاعِيلَ وَأَحَبّهُ أَبُوهُ اشْتَدّتْ غَيْرَةُ "سَارَةَ "فَأَمَرَ اللّهُ سُبْحَانَهُ أَنْ يُبْعِدَ عَنْهَا "هَاجَرَ "وَابْنَهَا وَيُسْكِنَهَا فِي أَرْضِ مَكّةَ لِتَبْرُدَ عَنْ "سَارَةَ "حَرَارَةُ الْغَيْرَةِ وَهَذَا مِنْ رَحْمَتِهِ تَعَالَى وَرَأْفَتِهِ فَكَيْفَ يَأْمُرُهُ سُبْحَانَهُ بَعْدَ هَذَا أَنْ يَذْبَحَ ابْنَهَا وَيَدَعَ ابْنَ الْجَارِيَةِ بِحَالِهِ هَذَا مَعَ رَحْمَةِ اللّهِ لَهَا وَإِبْعَادِ الضّرَرِ عَنْهَا وَجَبْرِهِ لَهَا فَكَيْفَ يَأْمُرُ بَعْدَ هَذَا بِذَبْحِ ابْنِهَا دُونَ ابْنِ الْجَارِيَةِ بَلْ حِكْمَتُهُ الْبَالِغَةُ اقْتَضَتْ أَنْ يَأْمُرَ بِذَبْحِ وَلَدِ السّرّيّةِ فَحِينَئِذٍ يَرِقّ قَلْبُ السّيّدَةِ عَلَيْهَا وَعَلَى وَلَدِهَا وَتَتَبَدّلُ قَسْوَةُ الْغَيْرَةِ رَحْمَةً وَيَظْهَرُ لَهَا بَرَكَةُ هَذِهِ الْجَارِيَةِ وَوَلَدِهَا وَأَنّ اللّهَ لَا يُضِيعُ بَيْتًا هَذِهِ وَابْنُهَا مِنْهُمْ وَلِيُرِيَ عِبَادَهُ جَبْرَهُ بَعْدَ الْكَسْرِ وَلُطْفَهُ بَعْدَ الشّدّةِ وَأَنّ عَاقِبَةَ صَبْرِ "هَاجَرَ "وَابْنِهَا عَلَى الْبُعْدِ وَالْوَحْدَةِ وَالْغُرْبَةِ وَالتّسْلِيمِ إلَى ذَبْحِ الْوَلَدِ آلَتْ إلَى مَا آلَتْ إلَيْهِ مِنْ جَعْلِ آثَارِهِمَا وَمَوَاطِئِ أَقْدَامِهِمَا مَنَاسِكَ لِعِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ وَمُتَعَبّدَاتٍ لَهُمْ إلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهَذِهِ سُنّتُهُ تَعَالَى فِيمَنْ يُرِيدُ رَفْعَهُ مِنْ خَلْقِهِ أَنْ يَمُنّ عَلَيْهِ بَعْدَ اسْتِضْعَافِهِ وَذُلّهِ وَانْكِسَارِهِ .قَالَ تَعَالَى :(وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنّ عَلَى الّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ) وَذَلِكَ فَضْلُ اللّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ(زاد المعاد لابن القيم، ج ۱ ص ۷۰،فصل فی نسبہ صلی اللہ علیہ وسلم)

Idara Ghufran

ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں گزارا تھا۔

جو حکم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا فوراً اس پر عمل کیا، جان، مال، ماں باپ، وطن ومکان، لختِ جگر غرض سب کچھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربان کیا۔

ہمیں بھی اپنے اندر یہی جذبہ پیدا کرنا چاہئے کہ دین کا جو تقاضا اور اللہ تعالیٰ کا جو حکم بھی سامنے آئے اس پر عمل کریں گے۔

اپنے رشتہ دار، دوست واحباب، بیوی بچوں، ماں باپ، خاندان، قوم، وطن نفسانی وشیطانی خواہشات غرضیکہ کسی چیز کو بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں ترجیح نہیں دیں گے۔

سارا جہاں خلاف ہو پرواہ نہ چاہئے ☆ مدِّ نظر تو مرضی جانانہ چاہئے
اب اس نظر سے جانچ کے کرتو یہ فیصلہ ☆ کیا کیا تو کرنا چاہئے کیا کیا نہ چاہئے

(کشکولِ مجذوب ص ۲۸۰ بعنوان قطعات)

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرما کر دنبے کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ بنادیا اور اب بیٹے کی قربانی کا حکم نہیں ہے۔

مگر اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جان، مال کی قربانی کا حکم تو برقرار ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے حکم ہونے پر اپنا سب کچھ قربان کردینا ہی انسانیت کی تکمیل ہے اور اس پر بھی عبدیت کے حق سے سبکدوشی نہیں ہوسکتی۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی ☆ سچ تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

b

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قربانی کی فضیلت واہمیت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَىْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (سورہ مائدہ آیت ۲۷)

ترجمہ: اور ان کو سنا دیجئے، آدم کے دو بیٹوں کا سچا واقعہ، جب ان دونوں نے قربانی پیش کی، تو ان میں سے ایک کی (قربانی) قبول کرلی گئی، اور دوسرے کی قبول نہیں کی گئی (تو جس کی قربانی قبول نہیں کی گئی) اُس نے کہا میں تجھے ضرور قتل کردوں گا، اُس نے (جواب میں) کہا کہ بس اللہ تو متقی لوگوں کی ہی طرف سے قبول فرماتے ہیں (ترجمہ ختم)

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عمدہ اور عالیشان جانور کی قربانی پیش کی تھی، جس کی قربانی قبول کرلی گئی تھی۔

اور حضرت آدم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے نے کچھ غلہ پیش کیا تھا، جس کو قبول نہیں کیا گیا تھا۔ [1]

---

[1] حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ ,قَالَ :ثنا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ,قَالَ :ثنا عَوْفٌ ,عَنْ أَبِي الْمُغِيرَةِ ,عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو ,قَالَ :إِنَّ ابْنَىْ آدَمَ اللَّذَيْنِ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ ,كَانَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَ حَرْثٍ ,وَالْآخَرُ صَاحِبَ غَنَمٍ ,وَأَنَّهُمَا أُمِرَا أَنْ يُقَرِّبَا قُرْبَانًا؛ وَإِنَّ صَاحِبَ الْغَنَمِ قَرَّبَ أَكْرَمَ غَنَمِهِ وَأَسْمَنَهَا وَأَحْسَنَهَا طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ ,وَإِنَّ صَاحِبَ الْحَرْثِ قَرَّبَ شَرَّ حَرْثِهِ الْكُوزَنَ وَالزُّوَانَ غَيْرَ طَيِّبَةٍ بِهَا نَفْسُهُ؛ وَإِنَّ اللَّهَ تَقَبَّلَ قُرْبَانَ صَاحِبِ الْغَنَمِ وَلَمْ يَتَقَبَّلْ قُرْبَانَ صَاحِبِ الْحَرْثِ .وَكَانَ مِنْ قِصَّتِهِمَا مَا قَصَّ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ ,وَقَالَ :أَيْمُ اللَّهِ ,إِنْ كَانَ الْمَقْتُولُ لَأَشَدَّ الرَّجُلَيْنِ ,وَلَكِنْ مَنَعَهُ التَّحَرُّجُ أَنْ يَبْسُطَ يَدَهُ إِلَى أَخِيهِ .وَقَالَ آخَرُونَ :لَمْ يَكُنْ ذَلِكَ مِنْ أَمْرِهِمَا عَنْ أَمْرِ اللَّهِ إِيَّاهُمَا بِهِ " (تفسیر طبری، ج۸ص۳۱۸، تحت آیت ۲۷ من سورة البقرة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

جس سے معلوم ہوا کہ قربانی عبادت کے طور پر حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے شروع ہوئی اور قربانی اُن اسلامی نشانیوں میں سے ہے جن کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے چلا آ رہا ہے، اور اُمتِ محمدیہ تک ہر ملّت و مذہب کا اس پر عمل رہا ہے (کذا فی: امداد الفتاویٰ، ج ۳ ص ۵۶۴)

اور قرآن مجید میں ہی ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلىٰ مَارَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ (سورہ حج آیت ۳۴)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ,قَالَ :ثنا أَبِي ,عَنْ سُفْيَانَ ,ح ,وَحَدَّثَنَا هَنَّادٌ ,قَالَ :ثنا وَكِيعٌ ,عَنْ سُفْيَانَ ,عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ ,عَنْ مُجَاهِدٍ ,عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ :(وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ)قَالَ " :قَرَّبَ هَذَا كَبْشًا وَقَرَّبَ هَذَا صَبِرَةً مِنْ طَعَامٍ؛ فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا .قَالَ :تُقُبِّلَ مِنْ صَاحِبِ الشَّاةِ وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ (تفسير طبرى، ج۸ص ۳۲۰، تحت آيت ۲۷ من سورة البقرة)

حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ هَارُونَ ,قَالَ :ثنا عَمْرُو بْنُ حَمَّادٍ ,قَالَ :ثنا أَسْبَاطٌ ,عَنِ السُّدِّيِّ ,فِيمَا ذَكَرَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ ,وَعَنْ أَبِي صَالِحٍ ,عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ,وَعَنْ مُرَّةَ ,عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ ,وَعَنْ نَاسٍ ,مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :كَانَ لَا يُولَدُ لِآدَمَ مَوْلُودٌ إِلَّا وُلِدَ مَعَهُ جَارِيَةٌ ,فَكَانَ يُزَوِّجُ غُلَامَ هَذَا الْبَطْنِ جَارِيَةَ هَذَا الْبَطْنِ الْآخَرِ ,وَيُزَوِّجُ جَارِيَةَ هَذَا الْبَطْنِ غُلَامَ الْبَطْنِ هَذَا الْآخَرِ .حَتَّى وُلِدَ لَهُ ابْنَانِ يُقَالُ لَهُمَا " :قَابِيلُ ,وَهَابِيلُ ,وَكَانَ قَابِيلُ صَاحِبَ زَرْعٍ ,وَكَانَ هَابِيلُ صَاحِبَ ضَرْعٍ .وَكَانَ قَابِيلُ أَكْبَرَهُمَا ,وَكَانَ لَهُ أُخْتٌ أَحْسَنَ مِنْ أُخْتِ هَابِيلَ .وَإِنَّ هَابِيلَ طَلَبَ أَنْ يَنْكِحَ أُخْتَ قَابِيلَ ,فَأَبَى عَلَيْهِ وَقَالَ :هِيَ أُخْتِي وُلِدَتْ مَعِي ,وَهِيَ أَحْسَنُ مِنْ أُخْتِكَ ,وَأَنَا أَحَقُّ أَنْ أَتَزَوَّجَهَا .فَأَمَرَهُ أَبُوهُ أَنْ يُزَوِّجَهَا هَابِيلَ فَأَبَى .وَإِنَّهُمَا قَرَّبَا قُرْبَانًا إِلَى اللَّهِ أَيُّهُمَا أَحَقُّ بِالْجَارِيَةِ ,وَكَانَ آدَمُ يَوْمَئِذٍ قَدْ غَابَ عَنْهُمَا إِلَى مَكَّةَ يَنْظُرُ إِلَيْهَا ,قَالَ اللَّهُ لِآدَمَ :يَا آدَمُ ,هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ لِي بَيْتًا فِي الْأَرْضِ؟ قَالَ :اللَّهُمَّ لَا .قَالَ :فَإِنَّ لِي بَيْتًا بِمَكَّةَ فَأْتِهِ .فَقَالَ آدَمُ لِلسَّمَاءِ :احْفَظِي وَلَدِي بِالْأَمَانَةِ ,فَأَبَتْ .وَقَالَ لِلْأَرْضِ فَأَبَتْ ,وَقَالَ لِلْجِبَالِ فَأَبَتْ ,وَقَالَ لِقَابِيلَ ,فَقَالَ :نَعَمْ تَذْهَبُ وَتَرْجِعُ وَتَجِدُ أَهْلَكَ كَمَا يَسُرُّكَ .فَلَمَّا انْطَلَقَ آدَمُ قَرَّبَا قُرْبَانًا،وَكَانَ قَابِيلُ يَفْخَرُ عَلَيْهِ ,فَقَالَ :أَنَا أَحَقُّ بِهَا مِنْكَ ,هِيَ أُخْتِي ,وَأَنَا أَكْبَرُ مِنْكَ ,وَأَنَا وَصِيُّ وَالِدِي .فَلَمَّا قَرَّبَا ,قَرَّبَ هَابِيلُ جَذَعَةً سَمِينَةً ,وَقَرَّبَ قَابِيلُ حُزْمَةَ سُنْبُلٍ ,فَوَجَدَ فِيهَا سُنْبُلَةً عَظِيمَةً فَفَرَكَهَا فَأَكَلَهَا .فَنَزَلَتِ النَّارُ فَأَكَلَتْ قُرْبَانَ هَابِيلَ ,وَتَرَكَتْ قُرْبَانَ قَابِيلَ ,فَغَضِبَ وَقَالَ :لَأَقْتُلَنَّكَ حَتَّى لَا تَنْكِحَ أُخْتِي .فَقَالَ هَابِيلُ (إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ)(تفسير طبرى، ج۸ص ۳۲۲، ۳۲۳، تحت آيت ۲۷ من سورة البقرة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: اور ہر امت کے لئے ہم نے قربانی مقرر کی، تاکہ وہ لوگ اللہ کا نام لیں، چوپاؤں کے مخصوص جانوروں پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے عمل کو اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لئے مقرر کیا ہے، اگرچہ قربانی کے طریقۂ کار اور اس کی تفصیلات میں کچھ فرق رکھا ہو۔ [1]

قربانی کے عمل کا ہر اُمت وملت میں جاری ومشروع رہنا، قربانی کے عمل کی اہمیت وفضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔

اور قرآن مجید میں ہی اللہ تعالیٰ کا فرمانِ مبارک ہے کہ:

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ (سورہ کوثر)

ترجمہ: پس آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور نحر کیجئے (ترجمہ ختم)

ایک تفسیر کے مطابق ''فَصَلِّ'' ''نماز پڑھئے'' سے مراد عید کی نماز اور نحر کرنے سے مراد قربانی

---

[1] قوله تعالى :(لكل أمة جعلنا منسكا هم ناسكوه فلا ينازعنك فى الأمر) قيل :إن المنسک الموضع المعتاد لعمل خير أو شر وهو المألف لذلک، ومناسک الحج مواضع العبادات فيه، فهى متعبدات الحج .وقال ابن عباس" :منسكا عيدا "وقال مجاهد وقتادة" :متعبدا فى إراقة الدم بمنى وغيره ."وقال عطاء ومجاهد أيضا وعكرمة ذبائح هم ذابحوه .وقيل إن المنسک جميع العبادات التى أمر الله بها .قال أبو بكر :قال النبى صلى الله عليه وسلم فى حديث البراء بن عازب أن النبى صلى الله عليه وسلم خرج يوم الأضحى فقال صلى الله عليه وسلم" :إن أول نسكنا فى يومنا هذا الصلاة ثم الذبح "فجعل الصلاة والذبح جميعا نسكا"، وهذا يدل على أن اسم النسک يقع على جميع العبادات، إلا أن الأظهر الأغلب فى العادة عند الإطلاق الذبح على وجه القربة، قال الله تعالى :(ففدية من صيام أو صدقة أو نسک)وليس يمتنع أن يكون المراد جميع العبادات ويكون الذبح أحد ما أريد بالآية، فيوجب ذلک أن يكونوا مأمورين بالذبح لقوله تعالى :(فلا ينازعنک فى الأمر) وإذ كنا مأمورين بالذبح ساغ الاحتجاج به فى إيجاب الأضحية لوقوعها عامة فى الموسرين كالزكاة، ولو جعلناه على الذبح الواجب فى الحج كان خاصا فى دم القران والمتعة ;إذ كانا نسكين فى الحج دون غيرهما من الدماء ;إذ كانت سائر الدماء فى الحج إنما يجب على جهة جبران نقص وجناية فلا يكون إيجابه على وجه ابتداء العبادة به، وقوله تعالى :(جعلنا منسكا هم ناسكوه) يقتضى ظاهره ابتداء إيجاب العبادة به(احكام القرآن للجصاص، ج۳ص ۳۲۲، تحت آيت ۳۴ من سورة الحج)

Idara Ghufran

کرنا ہے۔ [1]

اور حضرت مخنف بن سُلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

وَنَحْنُ وُقُوفٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ قَالَ: يَا

---

[1] قال عكرمة وعطاء وقتادة فصل لربک صلوة العيد يوم النحر ونحر نسكك فعلى هذا يثبت به وجوب صلوة العيد والاضحية(التفسير المظهرى، تحت آيت ۳ من سورة الكوثر)

(فَصَلِّ لِرَبِّكَ)صَلَاةَ عِيدِ النَّحْر (وَانْحَرْ)نُسُكَكَ(تفسير الجلالين، تحت آيت ۳ من سورة الكوثر)

وَمِنْ سُورَةِ الْكَوْثَرِ قَوْلُه تَعَالَى :(فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) ؛ قَالَ الْحَسَنُ " :صَلَاةُ يَوْمِ النَّحْرِ وَنَحْرُ الْبُدْنِ "وَقَالَ عَطَاءٌ وَمُجَاهِدٌ " :صَلِّ الصُّبْحَ بِجَمْعٍ وَانْحَرْ الْبُدْنَ بِمِنًى " .قَالَ أَبُو بَكْرٍ :وَهَذَا التَّأْوِيلُ يَتَضَمَّنُ مَعْنَيَيْنِ :أَحَدُهُمَا :إيجَابُ صَلَاةِ الْأَضْحَى ، وَالثَّانِي :وُجُوبُ الْأُضْحِيَّةِ ، وَقَدْ ذَكَرْنَاهُ فِيمَا سَلَفَ .وَرَوَى حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمٍ الْجَحْدَرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ (فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) قَالَ :وَضْعُ الْيَدِ الْيُمْنَى عَلَى السَّاعِدِ الْأَيْسَرِ ثُمَّ وَضْعُهُ عَلَى صَدْرِهِ . "وَرَوَى أَبُو الْجَوْزَاءِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ :(فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ) قَالَ " :وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ عِنْدَ النَّحْرِ فِي الصَّلَاةِ . "وَرُوِيَ عَنْ عَطَاءٍ أَنَّهُ رَفْعُ الْيَدَيْنِ فِي الصَّلَاةِ .وَقَالَ الْفَرَّاءُ " :يُقَالُ :اسْتَقْبِلْ الْقِبْلَةَ بِنَحْرِك . "فَإِنْ قِيلَ :يُبْطِلُ التَّأْوِيلَ الْأَوَّلَ حَدِيثُ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ :(خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَضْحَى إلَى الْبَقِيعِ ، فَبَدَأَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ وَقَالَ :إنَّ أَوَّلَ نُسُكِنَا فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نَبْدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ وَافَقَ سُنَّتَنَا ، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ ذَلِكَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ عَجَّلَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنْ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ) ، فَسَمَّى صَلَاةَ الْعِيدِ وَالنَّحْرَ سُنَّةً ، فَدَلَّ عَلَى أَنَّهُ لَمْ يُؤْمَرْ بِهِمَا فِي الْكِتَابِ .قِيلَ لَهُ :لَيْسَ كَمَا ظَنَنْت ؛ لِأَنَّ مَا سَنَّهُ اللَّهُ وَفَرَضَهُ فَجَائِزٌ أَنْ نَقُولَ :هَذَا سُنَّتُنَا وَهَذَا فَرْضُنَا كَمَا نَقُولُ : هَذَا دِينُنَا ، وَإِنْ كَانَ اللَّهُ فَرَضَهُ عَلَيْنَا ، وَتَأْوِيلُ مَنْ تَأَوَّلَهُ عَلَى حَقِيقَةِ نَحْرِ الْبُدْنِ أَوْلَى ؛ لِأَنَّهُ حَقِيقَةُ اللَّفْظِ وَلِأَنَّهُ لَا يُعْقَلُ بِإِطْلَاقِ اللَّفْظِ غَيْرُهُ ؛ لِأَنَّ مَنْ قَالَ :نَحَرَ فُلَانٌ الْيَوْمَ ؛ عُقِلَ مِنْهُ نَحْرُ الْبُدْنِ وَلَمْ يُعْقَلْ مِنْهُ وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الْيَسَارِ ؛ وَيَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ الْأَوَّلُ اتِّفَاقُ الْجَمِيعِ عَلَى أَنَّهُ لَا يَضَعُ يَدَهُ عِنْدَ النَّحْرِ .وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الْيَسَارِ أَسْفَلَ السُّرَّةِ ، وَقَدْ رُوِيَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَضَعُ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ مِنْ وُجُوهٍ كَثِيرَةٍ (احكام القرآن للجصاص، تحت سورة الكوثر)

ويحتج فيه بقوله :(فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ)قد روى أنه أراد صلاة العيد وبالنحر الأضحية، والأمر يقتضي الإيجاب، وإذا وجب على النبى صلى الله عليه وسلم فهو واجب علينا لقوله تعالى :(وَاتَّبِعُوهُ) وقوله :(لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)(احكام القرآن للجصاص، ج۳ص ۳۲۳، سورة الحج، مطلب فى الاضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ عَلٰى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُضْحِيَّةً وَعَتِيرَةً (ابوداؤد) ۱

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات کے وقوف میں تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! ہر گھر والوں پر ہر سال قربانی اور عتیرہ ہے (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے دو قسم کی قربانیوں کا حکم ہونا معلوم ہوا، ایک عیدالاضحیٰ کی قربانی، اور دوسرے ''عتیرہ''۔

''عتیرہ'' اس قربانی کو کہا جاتا تھا جو جاہلیت کے زمانے میں رجب کے مہینے میں کی جاتی تھی، اور یہ جاہلیت کے زمانے میں بتوں کے نام پر ہوتی تھی اور اسلام کے آنے کے بعد اللہ کے نام پر ہونے لگی، اس کو ''رجبیہ'' بھی کہا جاتا تھا۔

کئی حدیثوں میں ''عتیرہ'' کی ممانعت اور نفی آئی ہے۔ ۲

جن کے پیشِ نظر جمہور فقہائے کرام نے ''عتیرہ'' کو منسوخ قرار دیا ہے۔

---

۱ رقم الحديث ۲۷۸۸، كتاب الضحايا، باب ما جاء في إيجاب الأضاحي، المكتبة العصرية، بيروت، واللفظ لهٗ، سنن نسائی، رقم الحديث ۴۲۲۴، شرح مشكل الآثار للطحاوی، رقم الحديث ۱۰۵۸، مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۸۸۹.

فی حاشية مسند احمد: حسن لغيره.

۲ لَافَرَعَ وَلَاعَتِيرَةَ وَالْفَرَعُ أَوَّلُ النِّتَاجِ كَانُوا يَذْبَحُونَهُ لِطَوَاغِيتِهِمْ وَالْعَتِيرَةُ فِي رَجَبٍ (بخاری، رقم الحديث ۵۴۷۳، كتاب العقيقة، باب الفرع، دار طوق النجاة، بيروت، عن ابی هريرة)

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَتِيرَةَ فِي الْإِسْلَامِ، وَلَا فَرَعَ (مسند احمد، رقم الحديث ۷۱۳۵، مؤسسة الرسالة، بيروت)

حديث صحيح، وهذا إسناد صحيح على شرط الشيخين إن كان هشيم سمعه من الزهری، وإن كان الواسطة بينهما سفيان بن حسين، فالإسناد ضعيف، لأن سفيان بن حسين ضعيف فی الزهری خاصة، ومع ذلک، فهو متابع (حاشية مسند احمد)

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفَرَعِ، وَالْعَتِيرَةِ (نسائی، رقم الحديث ۴۲۲۳، كتاب الفرع والعتيرة، مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب، عن ابی هريرة)

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا فَرَعَةَ، وَلَا عَتِيرَةَ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۳۱۶۹، كتاب الذبائح، باب الفرعة والعتيرة، عن ابنِ عمر)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور اسی وجہ سے ''عتیرہ'' نام کی قربانی پر اسلام میں عمل بھی نہیں پایا جاتا، جبکہ قربانی کا حکم منسوخ نہیں ہوا، اور اس پر برابر عمل جاری رہا۔

اس لئے قربانی کا حکم برقرار رہا، جو کہ اب بھی ہے۔ ۱؎

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

۱؎ أَتَدْرُونَ مَا الْعَتِيرَةُ هَذِهِ؟ الَّتِي يَقُولُ النَّاسُ الرَّجَبِيَّةُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ :الْعَتِيرَةُ مَنْسُوخَةٌ هَذَا خَبَرٌ مَنْسُوخٌ(سنن ابی داؤد، حواله بالا)

(يا أيها الناس، إن على كل أهل بيت) أي :واجب عليهم .(في كل عام) أي :سنة .(أضحية وعتيرة، هل تدرون ما العتيرة) ؟ هي التي تسمونها الرجبية أي :الذبيحة المنسوبة إلى رجب لوقوعها فيه............(وقال أبو داود :والعتيرة منسوخة) وفي نسخة :(العتيرة) بلا واو .قال أبو عبيدة وغيره :ناسخه الحديث الصحيح :لا فرع ولا عتيرة نقله السيد، وقال البيهقي :إن صح هذا الحديث، فالمراد على طريق الاستحباب، إذ قد جمع بينها وبين العتيرة، العتيرة غير واجبة، ذكره ميرک .وفيه بحث إذ لا يلزم من عدم وجوب العتيرة نفي وجوب الأضحية، إذ يمكن أن يحمل النسخ على الوجوب(مرقاة المفاتيح، ج٣ص ١٠٩٠، باب العتيرة)

ويحتج لإيجابها أيضا بحديث أبي رملة الحنفي عن مخنف بن سليم عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال " :على كل أهل بيت في عام أضحية وعتيرة ."قال أبو بكر :والعتيرة منسوخة بالاتفاق، وهي أنهم كانوا يصومون رجب ثم يعترون، وهي الرجبية، وقد كان ابن سيرين وابن عون يفعلانه، ولم تقم الدلالة على نسخ الأضحية فهي واجبة بمقتضى الخبر، إلا أنه ذكر في هذا الحديث" :على كل أهل بيت أضحية "ومعلوم أن الواجب من الأضحية لا يجزء عن أهل البيت وإنما يجزء عن واحد، فيدل ذلك على أنه لم يرد الإيجاب(احكام القرآن جصاص، ج٣ص ٣٢٤، سورة الحج، مطلب في الاضحية)

وَأَمَّا الْعَتِيرَةُ فَذَبِيحَةٌ تُذْبَحُ فِي رَجَبٍ يَتَقَرَّبُ بِهَا أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ وَالْإِسْلَامِ فِي الصَّدْرِ الْأَوَّلِ، ثُمَّ نُسِخَ فِي الْإِسْلَامِ. كَذَا فِي الْأَصْلِ(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج٨ص١٩٧، كِتَابُ الْأُضْحِيَّةِ)

في حاشية مسنداحمد:

> قلنا :وادعاء نسخ وجوب العتيرة على فرض صحته لا يستلزم نسخ وجوب الأضحية على الموسر، فقد جاء غير ما حديث يؤكد وجوبها، منها حديث أبي هريرة رفعه "من كان له سَعَة ولم يضح، فلا يقربن مصلانا "وهو في "المسند(٨٢٧٣)"وفي سنده ضعف خفيف ينجبر بحديث الباب.
>
> ومنها حديث جندب البجلي عند البخاري ومسلم (١٩٦٠)قال :شهدت النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال " :من ذَبَحَ قبل أن يُصلي فليعُد مكانها أخرى "وظاهر الأمر الوجوب، وهو قول ربيعة الرأي والأوزاعي وأبي حنيفة والليث بن سعد وبعض المالكية.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ أُمِرْتُ بِيَوْمِ الْأَضْحٰى عِيْدًا جَعَلَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ، فَقَالَ الرَّجُلُ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ أَجِدْ إِلَّا مَنِيْحَةً أُنْثٰى أَفَأُضَحِّي بِهَا؟ قَالَ لَا، وَلٰكِنْ تَأْخُذُ مِنْ شَعْرِكَ، وَتُقَلِّمُ أَظْفَارَكَ، وَتَقُصُّ شَارِبَكَ، وَتَحْلِقُ عَانَتَكَ، فَذٰلِكَ تَمَامُ أُضْحِيَّتِكَ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (سنن نسائی)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو فرمایا کہ مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے بقرعید کے دن (قربانی کرکے) عید منانے کا جو اللہ عزوجل نے اس امت کے لیے مقرر فرمائی ہے، اس آدمی نے عرض کیا کہ اگر میرے پاس کچھ بھی موجود نہ ہو (یعنی قربانی کے مطابق مالی نصاب اور مال موجود نہ ہو) سوائے ایک مادہ (بکری یا اونٹنی) کے، جو کہ دوسرے کی میرے پاس امانتاً ہو (اور میں اس کا مالک نہ ہوں) تو کیا میں اس کی قربانی کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں (آپ اس کی قربانی نہ کریں) بلکہ آپ اپنے بال

---

[1] رقم الحديث ۴۳۶۵، كتاب الضحايا، باب من لم يجد الاضحية، مكتب المطبوعات الإسلامية -حلب، واللفظ لهٗ؛ صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۵۹۱۴؛ مستدرک حاكم، رقم الحديث ۷۵۲۹؛ مسند احمد، رقم الحديث ۶۵۷۵.

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ

وقال الذهبی فی التلخیص: هذا حديث صحيح.

وفی حاشية ابنِ حبان:

إسناده صحيح عيسى بن هلال الصدفي :وثقه المؤلف، وروى عنه جمع، وباقى رجاله ثقات رجال مسلم غير يزيد -وهو ابنُ خالد بن يزيد بن موهب -فقد روى له أبو داود والنسائی وابن ماجه، وهو ثقة .وأخرجه النسائی ۷/۲۱۲، ۲۱۳فی الضحايا :باب من لم يجد الأضحية، والدارقطنی ۲/۲۸۲، والحاكم ۲/۲۲۳، والبيهقی ۹/۲۶۳من طريقين عن ابن وهب، بهذا الإسناد .وصححه الحاكم، ووافقه الذهبی .وأخرجه أحمد۲/۱۶۹، وأبو داود "۲۷۸۹ "فی لأضاحی :باب ما جاء فی إيجاب الأضاحی، من طريق أبی عبد الرحمن عبد الله بن يزيد، عن سعيد بن أبی أيوب، به .وأخرجه الدارقطنی ۴/۲۸۲، والحاكم ۴/۲۲۳، والبيهقی ۹/۲۶۳، ۲۶۴من طيقين عن عياش بن عباس، به. والمنيحة:هی الناقة أو الشاة تعار لينتفع بلبنها، وتعاد إلى صاحبها (حاشيه ابنِ حبان)

Idara Ghufran

اور ناخن کاٹ لیں، اور مونچھوں کے بال کاٹ لیں، اور اپنے زیرِ ناف بال کاٹ لیں، پس اللہ عزوجل کے نزدیک یہی آپ کی پوری قربانی ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ صاحبِ استطاعت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قربانی کا حکم ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ، وَلَمْ يُضَحِّ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا (سنن ابنِ ماجه) [۱]

---

[۱] رقم الحديث ۳۱۲۳، كتاب الاضاحى، باب الأضاحى، واجبة هى أم لا، دار إحياء الكتب العربية، القاهرة، واللفظ لهٗ، مستدرک حاکم، رقم الحديث ۷۵۶۵، سنن دارقطنى، رقم الحديث ۴۷۶۲.

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ "

وقال الذهبى فى التلخيص : صحيح.

وقال الكنانى:

هذا إسناد فيه مقال عبد الله بن عياش وان روى له مسلم فانما روى له فى المتابعات والشواهد فقد ضعفه أبو داود والنسائى وقال أبو حاتم صدوق وقال ابن يونس منكر الحديث وذكره ابن حبان فى الثقات انتهى. ورواه الحاكم فى المستدرك من طريق يحيى بن أبى طالب ثنا زيد بن الحباب فذكره وعن الحاكم ورواه البيهقى فى الكبرى وقال بلغنى عن ابى عيسى الترمذى أنه قال الصحيح عن أبى هريرة موقوف.

قلت لم ينفرد زيد بن الحباب عن عبد الله بن عياش ولا ابن عياش عن الأعرج ولا الأعرج عن أبى هريرة كما هو مذكور فى زوائد البيهقى على الكتب الستة التى خرجها (مصباح الزجاجة فى زوائد ابنِ ماجه، ج۳ص ۲۲۲، ۲۲۳، باب الاضاحى واجبة هى ام لا)

وقال ابن حجر:

أخرجه بن ماجه وأحمد ورجاله ثقات لكن اختلف فى رفعه ووقفه والموقوف أشبه بالصواب قاله الطحاوى وغيره (فتح البارى لابنِ حجر، ج۱۰ ص۳)

قال الألبانى) حسن (صحيح وضعيف سنن ابنِ ماجه، تحت رقم الحديث ۳۱۲۳)

بعض حضرات نے اس حدیث کو عبداللہ بن عیاش کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، مگر سنن دارقطنی میں عبیداللہ بن ابی جعفران کے متابع موجود ہیں۔

عبيد الله بن أبى جعفر المصرى الكنانى مولاهم *(ع) الإمام، الحافظ، فقيه مصر، أبو بكر المصرى، الكنانى مولاهم، الليثى ...... قال أحمد بن حنبل: ليس به بأس، كان يتفقه. وقال أبو حاتم: ثقة، بابة يزيد بن أبى حبيب. وقال النسائى: ثقة. وقال ابن سعد: ثقة، فقيه زمانه. وقال أبو نصر الكلاباذى: كان فقيها فى زمانه. وقال ابن يونس: كان عالما، زاهدا، عابدا (سير اعلام النبلاء ج۶ ص۸، ۹)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو قربانی کی وسعت حاصل ہو، اور وہ قربانی نہ کرے، تو وہ ہرگز ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے (ترجمہ ختم)

عیدگاہ میں حاضری سے روکنا اظہارِ ناراضگی ہے، جو گناہ کے متعلق ہی ہوسکتی ہے۔

جس شخص کو قربانی کی وسعت ہو اور پھر وہ قربانی نہ کرے اس کے بارے میں کس قدر ناراضگی ٹپکتی ہے، کیا کوئی مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سہار سکتا ہے؟

کئی فقہائے کرام نے فرمایا کہ ایسی سخت وعید کسی ضروری اور اہم کام کے چھوڑنے پر ہی ہوسکتی ہے۔ [1]

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَقَالَ: إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ مِنْ يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ هٰذَا فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ نَحَرَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ يُقَدِّمُهُ لِأَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِيْ شَيْءٍ (بخاری) [2]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے یہ بات سنی کہ ہمارے اس عیدالاضحیٰ کے دن سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں، پھر ہم لوٹ کر قربانی کریں، پس جس نے اس طریقہ پر عمل کیا، تو اس نے ہمارے طریقہ کے مطابق درست کام کیا، اور جس نے (عید کی نماز سے پہلے) قربانی کر دی، تو وہ ایک گوشت ہوگیا، جو اس نے اپنے گھر والوں کے لئے جلدی تیار کر دیا، اس کا قربانی

---

[1] ومما يؤيد الوجوب خبر :من وجد سعة لأن يضحى فلم يضح فلا يحضر مصلانا وأما قول ابن حجر :أنه موقوف على أبى هريرة فمرفوع ;لأن مثل هذا الموقوف فى حكم المرفوع(مرقاة المفاتيح، ج۳ص۱۰۷۷، باب الاضحية)

[2] رقم الحديث ۵۵۶۰، كتاب الاضاحى، باب الذبح بعد الصلاة، دار طوق النجاة، بيروت.

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

سے تعلق نہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ، فَقَالَ: مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيُعِدْ مَكَانَهَا أُخْرٰى، وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ (بخاری) [1]

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عیدالاضحیٰ کے دن حاضر ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ جس نے عید کی نماز سے پہلے (قربانی کا جانور) ذبح کر دیا، تو اسے چاہئے کہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے، اور جس نے (عید کی نماز سے پہلے) ذبح نہیں کیا، تو اسے چاہئے کہ وہ (عید کی نماز کے بعد) ذبح کرے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عویمر بن اشقر سے مروی ہے کہ:

أَنَّهُ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَعِدْ أُضْحِيَّتَكَ (سنن ابن ماجه) [2]

ترجمہ: انہوں نے عید کی نماز سے پہلے (قربانی کا جانور) ذبح کر دیا، پھر اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی قربانی

---

[1] رقم الحديث ۵۵۶۲، كتاب الاضاحى، باب من ذبح قبل الصلاة اعاد، دار طوق النجاة، بيروت.

[2] رقم الحديث، ۳۱۵۳، كتاب الاضاحى، باب النهى عن ذبح الأضحية، قبل الصلاة، دار إحياء الكتب العربية، القاهرة.

قال الكنانى:

رجال إسناد حديثه ثقات إلا أنه منقطع عباد بن تميم له يسمع من عويمر بن أشقر رواه الإمام مالک فى الموطأ والإمام أحمد فى مسنده من طريق عويمر بن أشقر كما رواه ابن ماجة وابن أبى شيبة فى مسنده هكذا ورواه البيهقى فى الكبرى من طريق مالک عن يحيى بن سعيد به ورواه الإمام مالک فى الموطأ أيضا عن يحيى بن سعيد به ورواه أحمد بن منيع فى مسنده عن يزيد بن هارون وهشيم كلاهما عن يحيى بن سعيد بالإسناد والمتن وله شواهد فى الصحيحين وغيرهما من حديث جندب بن سفيان والبراء بن عازب وأنس وله شواهد أخر أعرضت عن ذكرها اختصارا (مصباح الزجاجة فى زوائد ابنِ ماجه، ج۳ص ۲۲۸، ۲۲۹، باب النهى عن الأضحية قبل الصلاة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

دوبارہ کیجئے (ترجمہ ختم)

اس قسم کی احادیث کے پیشِ نظر کئی فقہائے کرام نے فرمایا کہ عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنے کی صورت میں قربانی کو لوٹانے کا حکم قربانی کے عمل کے ضروری اور اہم ہونے کی علامت ہے، کیونکہ اگر قربانی ضروری اور اہم نہ ہوتی، تو دوبارہ قربانی کو لوٹانے کا حکم کیوں دیا جاتا؟ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ، وَأَنَا أُضَحِّي

---

[1] والامر بالاعادة يدل على الوجوب (تكملة فتح الملهم ج٣ص ٥٥٠، كتاب الاضاحى، باب وقتها)

ومما يحتج لموجبها ما حدثنا عبد الباقي قال :حدثنا أحمد بن أبي عون البزوري قال :حدثنا أبو معمر إسماعيل بن إبراهيم قال :حدثنا أبو إسماعيل المؤدب عن مجالد عن الشعبي عن جابر والبراء بن عازب قالا :قام النبي صلى الله عليه وسلم على منبره يوم الأضحى فقال " :من صلى معنا هذه الصلاة فليذبح بعد الصلاة "فقام أبو بردة بن نيار فقال :يا رسول الله إني ذبحت ليأكل معنا أصحابنا إذا رجعنا، قال :ليس بنسك قال :عندي جذعة من المعز، قال " :تجزي عنك ولا تجزي عن غيرك "، فيستدل من هذا الخبر بوجوه على الوجوب، أحدها :قوله صلى الله عليه وسلم" :من صلى معنا هذه الصلاة وشهد معنا فليذبح بعد الصلاة "وهو أمر بالذبح يقتضي ظاهره الوجوب .والوجه الثاني :قوله صلى الله عليه وسلم " :تجزي عنك ولا تجزي عن غيرك ." ومعناه :تقضي عنك ;لأنه يقال جزى عني كذا بمعنى قضى عني، والقضاء لا يكون إلا عن واجب فقد اقتضى ذلك الوجوب .ومن جهة أخرى أن في بعض ألفاظ هذا الحديث " :فمن ذبح قبل الصلاة فليعد أضحيته "وفي بعضها أنه قال لأبي بردة " :أعد أضحيتك"، ومن يأبى ذلك يقول : إن قوله صلى الله عليه وسلم " :من صلى معنا هذه الصلاة وشهد معنا فليذبح "يدل على أنه لم يرد الإيجاب ;لأن وجوبها لا يتعلق بشهود الصلاة عند الجميع، ولما عم الجميع ولم يخصص به الأغنياء دل على أنه أراد الندب.

وأما قوله" :تجزي عنك "فإنما أراد به جواز قربة، والجواز والقضاء على ضربين :أحدهما جواز قربة، والآخر جواز فرض، فليس في ظاهر إطلاق لفظ الجواز والقضاء دلالة على الوجوب .وأيضا يحتمل أن يكون أبو بردة قد كان أوجب الأضحية نذرا، فأمره بالإعادة، فإذا ليس فيما خاطب به أبا بردة دلالة على الوجوب ;لأنه حكم في شخص معين ليس بعموم لفظ في إيجابها على كل أحد.

فإن قيل :لو أراد القضاء عن واجب لسأله عن قيمته ليوجب عليه مثله .قيل له :قد قال أبو بردة: "إن عندي جذعة خير من شاتي لحم "فكانت الجذعة خيرا من الأولى(احكام القرآن للجصاص، ج٣ص ٣٢٣، سورة الحج، مطلب في الاضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بِكَبْشَيْنِ (بخاری) ۱؎

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو مینڈھوں کی قربانی کیا کرتے تھے، اور میں بھی دو مینڈھوں کی قربانی کیا کرتا ہوں (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، وَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلٰى صَفْحَتِهِمَا وَيَذْبَحُهُمَا بِيَدِهٖ (بخاری) ۲؎

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفید وسیاہ رنگ والے، بڑے سینگوں والے مینڈھوں کی قربانی کیا کرتے تھے، اور اپنے پاؤں کو ان کے دونوں جانب رکھ لیتے تھے، اور اپنے ہاتھ سے ذبح فرماتے تھے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَرَأَيْتُهُ وَاضِعًا قَدَمَهُ عَلٰى صِفَاحِهِمَا، يُسَمِّي وَيُكَبِّرُ، فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهٖ (بخاری) ۳؎

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پاؤں مبارک قربانی کے جانور کے دونوں طرف رکھے ہوئے دیکھا، آپ نے بسم اللہ پڑھی، اور اللہ اکبر پڑھی، اور اپنے ہاتھ سے ذبح کیا (ترجمہ ختم)

فائدہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی اہتمام کے ساتھ قربانی کرنا، اور اس کو حتی الامکان اپنے ہاتھ مبارک سے ذبح کرنا، قربانی کے عمل کی اہمیت کی دلیل ہے۔

۱؎ رقم الحديث ٥٥٥٣، كتاب الاضاحى، باب فى أضحية النبى صلى الله عليه وسلم بكبشين أقرنين، دارطوق النجاة، بيروت.

۲؎ رقم الحديث ٥٥٦٤، كتاب الاضاحى، باب وضع القدم على صفح الذبيحة، دارطوق النجاة، بيروت.

۳؎ رقم الحديث ٥٥٥٨، كتاب الاضاحى، باب من ذبح الأضاحى بيده، دارطوق النجاة، بيروت.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ضَحّٰى اِشْتَرٰى كَبْشَيْنِ عَظِيمَيْنِ، سَمِينَيْنِ أَقْرَنَيْنِ ، أَمْلَحَيْنِ مَوْجُوئَيْنِ قَالَ: فَيَذْبَحُ أَحَدَهُمَا عَنْ أُمَّتِهِ مِمَّنْ أَقَرَّ بِالتَّوْحِيدِ، وَشَهِدَ لَهُ بِالْبَلَاغِ، وَيَذْبَحُ الْآخَرَ عَنْ مُحَمَّدٍ، وَآلِ مُحَمَّدٍ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو آپ بڑے موٹے تازے سینگوں والے سفید وسیاہ رنگ والے دو خصی مینڈھے خریدتے، اُن دونوں میں سے ایک کی اپنے ان امتیوں کی طرف سے جو اللہ کی وحدانیت اور آپ کی تبلیغ کی شہادت دیں، اور دوسرے کی محمد اور آلِ محمد کی طرف سے قربانی کرتے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے اور امت کو ثواب پہنچانے کی غرض سے قربانی فرمایا کرتے تھے، جس سے قربانی کی فضیلت واہمیت معلوم ہوئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَقُومَ عَلٰى بُدْنِهِ، وَأَنْ يَقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا، لُحُومَهَا وَجُلُودَهَا وَجِلَالَهَا، وَلَا يُعْطِيَ فِي جِزَارَتِهَا شَيْئًا (بخاری) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو حکم فرمایا کہ وہ آپ کی قربانی کے قریب کھڑے ہوں، اور آپ کی قربانی کو تقسیم کریں، اس کے گوشت کو، اور اس کی کھال

---

[1] رقم الحديث ۲۵۸۴۳، مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ، سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۳۱۲۲.

فی حاشية مسند احمد: صحيح لغيره.

[2] رقم الحديث ۱۷۱۷، كتاب الحج، باب: يتصدق بجلود الهدى، دارطوق النجاة، بيروت.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کو، اوراس کی رسیوں کو، اور قصاب کو ان میں سے کوئی چیز اجرت میں نہ دیں

(ترجمہ ختم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قربانی کے قریب ٹھہرنے کا حکم فرمانا اوراس کی رسی تک کو صدقہ کرنے کا حکم فرمانا، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عمل بہت اہمیت ونزاکت کا حامل ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَهْدَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةَ بَدَنَةٍ، فَأَمَرَنِي بِلُحُومِهَا، فَقَسَمْتُهَا ثُمَّ أَمَرَنِي بِجِلَالِهَا فَقَسَمْتُهَا، ثُمَّ بِجُلُودِهَا فَقَسَمْتُهَا (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹوں کی قربانی فرمائی، پھر مجھے ان کے گوشت کو تقسیم کرنے کا حکم فرمایا، جس کو میں نے تقسیم کردیا، پھر مجھے اُن کی رسیوں کے تقسیم کرنے کا حکم فرمایا، جن کو میں نے تقسیم کردیا، پھر مجھے ان کی کھالوں کو تقسیم کرنے کا حکم فرمایا، جن کو میں نے تقسیم کردیا (ترجمہ ختم)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

وَالَّذِي أَتٰى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةً، فَنَحَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ ثَلَاثَةً وَّسِتِّيْنَ، ثُمَّ أَعْطٰى عَلِيًّا فَنَحَرَ مَا غَبَرَ، وَأَشْرَكَهُ فِي هَدْيِهِ، ثُمَّ أَمَرَ مِنْ كُلِّ بَدَنَةٍ بِبَضْعَةٍ، فَجُعِلَتْ فِي قِدْرٍ، فَأَكَلَا مِنْ لَحْمِهَا، وَشَرِبَا مِنْ مَّرَقِهَا (مسند احمد) [2]

ترجمہ: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سو قربانی کے جانور حاصل کئے، پھر رسول اللہ

---

[1] رقم الحديث ۱۷۱۸، كتاب الحج، باب يتصدق بجلال البدن، دار طوق النجاة، بيروت.

[2] رقم الحديث ۱۴۴۴۰، مؤسسة الرسالة، بيروت.

في حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير جعفر - وهو ابن محمد بن علي -، فمن رجال مسلم. يحيى: هو ابن سعيد القطان.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے تریسٹھ جانوروں کو ذبح فرمایا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو باقی جانوروں کو ذبح کرنے کا حکم فرمایا، اور ان کو اپنی قربانی میں شریک فرمایا، پھر ہر قربانی کے جانور میں سے ایک ایک ٹکڑے کو لینے کا حکم فرمایا، جن کو ایک ہانڈی میں ڈال دیا گیا (اور پکا دیا گیا) پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس گوشت کو کھایا، اور اس کے شوربے کو پیا (ترجمہ ختم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنی کثرت سے قربانی کے جانور ذبح کرنا کرانا، قربانی کے عمل کی اہمیت کی دلیل ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ يُضَحِّي كُلَّ سَنَةٍ (سنن ترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مدینہ میں رہے، ہر سال قربانی فرماتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْحَرُ يَوْمَ الْأَضْحٰى بِالْمَدِيْنَةِ وَكَانَ إِذَا لَمْ يَنْحَرْ يَذْبَحُ (مسند عبداللہ بن عمر للطرسوسی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالاضحیٰ کے دن مدینہ میں بڑے جانور کی قربانی کیا کرتے تھے، اور جب بڑے جانور کی قربانی نہیں کیا کرتے تھے، تو چھوٹے جانور کی قربانی کیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

---

[1] رقم الحديث، ۱۵۰۷، ابواب الاضاحی، باب الدليل على ان الاضحية سنة، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر.
قال الترمذی: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ.

[2] رقم الحديث، ۸۱، ج ۱ ص ۴۴، دارالنفائس، بيروت.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس سے پہلی احادیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ قربانی کرنا ثابت ہے، اور یہ حدیث مذکورہ احادیث کے مضمون کے مطابق ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قربانی کا حکم آنے کے بعد ہمیشہ قربانی کرتے رہنا، قربانی کے حکم کی اہمیت وتاکید کی دلیل ہے۔ [1]

حضرت جبلہ بن سحیم سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ، عَنِ الْأُضْحِيَّةِ أَوَاجِبَةٌ هِيَ؟ فَقَالَ: ضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ ، فَأَعَادَهَا عَلَيْهِ، فَقَالَ: أَتَعْقِلُ؟ ضَحّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمُوْنَ (سنن ترمذی) [2]

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے قربانی کے بارے میں سوال کیا کہ کیا قربانی واجب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی فرمائی اور تمام مسلمانوں نے قربانی کی، پھر اس شخص نے دوبارہ یہی سوال کیا؟ تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ آپ عقل رکھتے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی فرمائی اور تمام مسلمانوں نے قربانی کی (ترجمہ ختم)

اس روایت کے پیشِ نظر بعض حضرات نے فرمایا کہ قربانی تاکیدی درجہ کی سنت ہے۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ قربانی واجب ہے، کیونکہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے دائمی معمول کا ذکر کرنا واجب ہونے کی دلیل ہے، اور اگر قربانی واجب نہ ہوتی تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ واضح طور پر قربانی کے واجب ہونے

---

[1] وهذا يدل على المواظبة وان مواظبة النبى صلى الله عليه وسلم من غير ترك دليل للوجوب (تكملة فتح الملهم ج۳ص ۵۴۹، كتاب الاضاحى، باب وقتها)

[2] رقم الحديث ۱۵۰۶، ابواب الاضاحى، باب الدليل على ان الاضحية سنة ،شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر، واللفظ لهٔ، ورقم الحديث ۳۱۲۴، المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۱۳۹۹۱، المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ۲۲۶۸.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کی نفی فرمادیتے۔ [۱]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ يَوْمِ أَضْحٰی: مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ فِیْ هٰذَا الْيَوْمِ، أَفْضَلَ مِنْ دَمٍ يُهَرَاقُ، إِلَّا أَنْ يَّكُوْنَ رَحِمًا مَقْطُوْعَةً تُوْصَلُ (المعجم الكبير للطبرانی) [۲]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن کے متعلق فرمایا کہ ابنِ آدم کا کوئی عمل اس دن میں قربانی کا خون بہانے سے زیادہ افضل نہیں ہے، سوائے اس کے کہ کسی نے قطع رحمی کی ہو، اور اس کو جوڑا جائے (یعنی صلہ رحمی کی جائے) (ترجمہ ختم)

یہ حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہے، اور اسی قسم کا مضمون بعض تابعین سے بھی مروی ہے۔ [۳]
مگر اس حدیث سے قربانی کی فضیلت ثابت ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، خاص طور پر جبکہ اس کی تائید دوسری روایات سے بھی ہوتی ہو۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

---

[۱] قال الترمذی: هَـذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ أَنَّ الأُضْحِيَّةَ لَيْسَتْ بِوَاجِبَةٍ وَلَكِنَّهَا سُنَّةٌ مِنْ سُنَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَحَبُّ أَنْ يُعْمَلَ بِهَا، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ المُبَارَكِ. وظاهر جواب ابن عمر رضی الله عنه انه اراد الدلالة على الوجوب، لان السائل انما سأله عن الوجوب، فلو كانت الاضحية غير واجبة لنفى الوجوب صراحة، ولكنه ذكر مواظبة النبی صلی الله عليه وسلم والمسلمين، وهو مما يدل على الوجوب، ولم يصرح بالوجوب كی لا يظن تحتمه كتحتم الفرائض (تكملة فتح الملهم ج۳ ص ۵۴۹، كتاب الاضاحی، باب وقتها)

[۲] رقم الحديث ۱۰۹۴۸، مكتبة ابن تيمية، القاهرة.

[۳] قال الهيثمی:
رواه الطبرانی فی الكبير، وفيه الحسن بن يحيى الخشنی، وهو ضعيف، وقد وثقه جماعة (مجمع الزوائد ج۴ ص ۱۸)
عَنْ طَاوُوسٍ قَالَ: مَا أَنْفَقَ النَّاسُ مِنْ نَفَقَةٍ أَعْظَمَ أَجْرًا مِنْ دَمٍ يُهَرَاقُ يَوْمَ النَّحْرِ، إِلَّا رَحِمٌ مُحْتَاجَةٌ يَصِلُهَا (مصنف ابن ابی شيبة، رقم الحديث ۱۳۳۵۰)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ، إِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا، وَأَنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَّقَعَ مِنَ الْأَرْضِ، فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا (ترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا کوئی عمل بھی جو قربانی کے دن میں کیا جائے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کا خون بہانے سے بڑھ کر محبوب اور پسندیدہ نہیں اور قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے بالوں، سینگوں اور کھروں کو لے کر آئے گا (اور یہ چیزیں عظیم ثواب ملنے کا ذریعہ بنیں گی) اور فرمایا کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبولیت حاصل کر لیتی ہے لہٰذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ضَحُّوْا، وَطَيِّبُوْا بِهَا أَنْفُسَكُمْ؛

---

[1] رقم الحديث ۱۴۹۳، ابواب الاضاحی، باب ما جاء فی فضل الأضحية، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر، واللفظ لهٗ، سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۳۱۲۶، سنن البيهقى، رقم الحديث ۱۹۰۱۵، مستدرک حاکم رقم الحديث ۷۵۲۳.

قال الترمذى:

وَفِي البَابِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ، وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ إِلَّا مِنْ هَذَا الوَجْهِ وَأَبُو المُثَنَّى اسْمُهُ سُلَيْمَانُ بْنُ يَزِيدَ رَوَى عَنْهُ ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ :وَيُرْوَى عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ :فِي الأُضْحِيَّةِ لِصَاحِبِهَا بِكُلِّ شَعَرَةٍ حَسَنَةٌ وَيُرْوَى بِقُرُونِهَا.

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ"

وقال الذهبى فى التلخيص: سليمان واه.

وقال المنذرى:

رواه ابن ماجه والترمذى وقال حديث حسن غريب والحاكم وقال صحيح الإسناد.
قال الحافظ رووه من طريق أبى المثنى واسمه سليمان بن يزيد عن هشام بن عروة عن أبيه عنها وسليمان واه وقد وثق(الترغيب والترهيب، ج۲ص۹۹، كتاب العيدين والاضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ مُسْلِمٍ يُوَجِّهُ ضَحِيَّتَهُ إِلَى الْقِبْلَةِ إِلَّا كَانَ دَمُهَا، وَفَرْثُهَا، وَصُوفُهَا حَسَنَاتٍ مُحْضَرَاتٍ فِي مِيزَانِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مصنف عبد الرزاق) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی کیا کرو، اوراس کے ذریعہ سے اپنے نفسوں کو پاک کیا کرو، کیونکہ جب مسلمان اپنی قربانی کا رخ (ذبح کرنے کے لئے) قبلہ کی طرف کرتا ہے، تواس کا خون، گوبر، اوراون قیامت کے دن میزان میں نیکیوں کی صورت میں حاضر کئے جائیں گے (ترجمہ ختم)

اورحضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بسندِ ضعیف روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا فَاطِمَةُ، قُومِي إِلٰى أُضْحِيَّتِكِ فَاشْهَدِيهَا، فَإِنَّ لَكِ بِكُلِّ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا أَنْ يُغْفَرَ لَكِ مَا سَلَفَ مِنْ ذُنُوبِكِ ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَلَنَا خَاصَّةً أَهْلَ الْبَيْتِ، أَوْ لَنَا وَلِلْمُسْلِمِينَ؟ قَالَ: بَلْ لَنَا وَلِلْمُسْلِمِينَ (كشف الاستار عن زوائد البزار) [2]

---

[1] رقم الحديث ۸۱۶۷، كتاب المناسك، باب فضل الضحايا والهدى، وهل يذبح المحرم، المكتب الاسلامى، بيروت.

[2] رقم الحديث ۱۲۰۲، كتاب الاضاحى، باب فضل الاضحية، مؤسسة الرسالة، بيروت.

قَالَ الْبَزَّارُ:

لا نَعْلَمُ لَهُ طَرِيقًا عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَحْسَنَ مِنْ هَذَا، وَعَمْرُو بْنُ قَيْسٍ كَانَ مِنْ عُبَّادِ أَهْلِ الْكُوفَةِ، وَأَفَاضِلِهِمْ مِمَّنْ يُجْمَعُ حَدِيثُهُ وَكَلامُهُ.

وقال الهيثمى:

رواه البزار، وفيه عطية بن قيس، وفيه كلام كثير، وقد وثق (مجمع الزوائد ج۴ص۱۷)

وقال الالبانى:

وعطية -هو: ابن سعد العوفي، وهو :-ضعيف مدلس، ذكره الحاكم شاهداً لحديث عمران بن حصين نحوه وسكت عنه، وتعقبه الذهبى بقوله ":قلت :عطية واه."

وقد التبس على المنذرى براو آخر؛ فقال فى "الترغيب(۲/۱۰۲/۳) " "رواه البزار، وأبو الشيخ بن حيان فى "كتاب الضحايا" وغيره، وفى إسناده عطية بن قيس :وثق، وفيه كلام ."وهذا وهم عجيب؛ فليس لـ(عطية بن قيس) ذكر فى هذا الإسناد كما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے فاطمہ! اپنی قربانی کے قریب کھڑی ہوجایئے، اور اس کا مشاہدہ کیجئے، کیونکہ آپ کے لئے ہر اس قطرہ کے بدلہ میں، جو اس کے خون سے ٹپکے گا، آپ کے سابقہ گناہوں میں سے گناہ معاف کردیا جائے گا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ کیا یہ (فضیلت) ہم اہلِ بیت کے لئے خاص ہے، یا ہمارے لئے اور سب مسلمانوں کے لئے ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب مسلمانوں کے لئے ہے (ترجمہ ختم)

مذکورہ تفصیل سے قربانی کی فضیلت واہمیت اور تاکید معلوم ہوئی۔

اسی وجہ سے قربانی کے مشروع عبادت ہونے پر اہلِ اسلام کا اجماع ہے۔

البتہ فقہائے کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ قربانی سنت ہے یا واجب؟

امام شافعی اور کئی فقہا علیہم الرحمۃ قربانی کے سنت ہونے کے قائل ہیں، مگر بہت سے حضرات اس کو عام سنت کے بجائے تاکیدی سنت قرار دیتے ہیں، جس کا درجہ واجب کے قریب ہے۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور بعض دوسرے فقہائے کرام قربانی کو واجب قرار دیتے ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ترى،وأعجب منه أن يقلده الهيثمى فيقول(۱۷/۴) "رواه البزار، وفيه (عطية بن قيس) وفيه كلام كثير، وقد وثق ."وعطية بن قيس -وهو :الكلابى الحمصى، وهو :-ثقة لا كلام فيه؛ فهما يعنيان به عطية بن سعد العوفى ولكنهما وُهِما فى اسم أبيه .والمعصوم من عصمه الله تبارك وتعالى(السلسلة الضعيفة تحت رقم الحديث ۶۸۲۸)

[1] وهى مشروعة فى أصل الشرع بالإجماع، والأصل فيها قبل الإجماع قوله تعالى :(فصل لربك وانحر)أى :صل صلاة العيد، وانحر النسك، كما قاله جمع مفسرون، واختلف هل هى سنة أو واجبة؟ فقال مالك، والشافعى، وأحمد، وصاحبا أبى حنيفة :هى سنة مؤكدة .وقال أبو حنيفة :هى واجبة على المقيمين من أهل الأمصار، واعتبر فى وجوبها النصاب.قال ابن حجر : ودليلنا ما جاء بسند حسن :أن أبا بكر وعمر كانا لا يضحيان مخافة أن يرى الناس ذلك واجبا، وفيه أنه محمول على أنهما ما كانا من أهل الوجوب، وتعليلها وقع لتوهم عموم الوجوب(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،ج۳ص۱۰۷۷ ،باب فى الأضحية)

عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ، قَالَ :رَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَمَا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

تاہم حنفیہ کے نزدیک قربانی کے واجب ہونے کے باوجود اس کا درجہ صدقۂ فطر اور سجدۂ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يُضَحِّيَانِ مَخَافَةَ أَنْ يُسْتَنَّ بِهِمَا، فَحَمَلَنِي أَهْلِي عَلَى الْجَفَاءِ بَعْدَ أَنْ عَلِمْتُ مِنَ السُّنَّةِ، حَتَّى إِنِّي لَأُضَحِّي عَنْ كُلٍّ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۳۰۵۸)

قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الكبير، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، ج۴ص ۱۸ ،باب فی الأضحية)

عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ :قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيُّ :إِنِّي لَأَدَعُ الْأَضْحَى، وَإِنِّي لَمُوسِرٌ مَخَافَةَ أَنْ يَرَى جِيرَانِي أَنَّهُ حَتْمٌ عَلَيَّ (مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ۸۱۴۹)

وتبعه ابن حجر ولأن أبا بكر وعمر -رضی الله عنهما- كانا لا يضحيان كراهية أن يرى أنها واجبة بل هی مستحبة أقول :على تقدير صحة النقل عنهما يحمل على أن الأضحية لم تكن واجبة عليهما لعدم وجود النصاب عندهما، وتركاها كراهة أن يرى أنها واجبة حتى على الفقراء، مع أنه لا يعرف من الصحابة أنهم تركوا السنة لئلا يتوهم الوجوب، فإن هذا وظيفة الشارع حيث يترك الشیء تارة لبيان الجواز، وللعلم بعدم الوجوب، وأيضا هذه العلة لا تعلم إلا من قبلهما لأنها ناشئة من قبلهما .نعم لو صرحا بها لكان يصلح للاستدلال فی الجملة، فكان لنا أن نقول مرادهما بالوجوب الفرضية، إذ الفرق بين الفرض والوجوب حادث بعدهما، ونحن نقول بعلوم الفرضية لفقدان الأدلة القطعية، ويكفی للوجوب بعض الأدلة الظنية، ثم قال الطيبی :وهو قول ابن عباس، وهذا مبهم أيضا، فإنه يحتمل أنه قال :سنة، فيحمل على أنها ثابتة بالسنة، فلا تنافی الوجوب، ويحتمل أنه مذهبه، وهذا لا يضرنا لأنا ما ادعينا الإجماع على وجوبها (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۳ص ۱۰۸۰، ۱۰۸۱ ،باب فی الأضحية)

واختلفوا فيها فقال سعيد بن المسيب وعطاء بن أبی رباح وعلقمة والأسود والشافعي وأبو ثور : لاتجب فرضا لكنها مندوب إليها من فعلها كان مثابا ومن تخلف عنها لا يكون آثما وروی ذلك عن أبی بكر وعمر وأبی مسعود البدری وبلال .وقال الليث وربيعة :لا نری أن يتركها الموسر المالك لأمر الضحية، وقال مالك :لا يتركها فإن تركها بئس ما صنع إلا أن يكون له عذر، وحكی عن النخعی أنه قال :الأضحی واجب على أهل الأمصار ما خلا الحجاج وقال ابن المنذر : قال محمد بن الحسن :الأضحی واجب على كل مقيم فی الأمصار إذا كان موسرا .وقال أبو حنيفة وأبو يوسف تجب على الحر المقيم المسلم الموسر، وتخصيص ابن المنذر يقول محمد وحده لا وجه له، وتحرير مذهبنا ما قاله صاحب (الهداية) بالأضحية واجبة على كل مسلم حر مقيم موسر فی يوم الأضحی عن نفسه وعن ولده الصغار، أما الوجوب فقول أبی حنيفة ومحمد وزفر والحسن وإحدی الروايتين عن أبی يوسف وعن أبی يوسف، إنها سنة وذكر الطحاوی إنها على قول أبی حنيفة واجبة، وعلى قول أبی يوسف ومحمد سنة مؤكدة (عمدة القاری، ج ۲۱ ص ۱۴۴، كتاب الأضاحی،باب سنة الأضحية)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

تلاوت کے وجوب سے کم ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واختلف السلف وفقهاء الأمصار في وجوب الأضحية، فروى الشعبي عن أبي سريحة قال " :رأيت أبا بكر وعمر وما يضحيان ."وقال عكرمة" :كان ابن عباس يعثني يوم الأضحى بدرهمين أشترى له لحما ويقول :من لقيت فقل هذه أضحية ابن عباس"
وقال ابن عمر " :ليست بحتم ولكن سنة ومعروف ."وقال أبو مسعود الأنصاري" :إني لأدع الأضحى وأنا موسر مخافة أن يرى جيراني أنه حتم علي ."وقال إبراهيم النخعي" :الأضحية واجبة إلا على مسافر "وروى عنه أنه قال " :كانوا إذا شهدوا ضحوا وإذا سافروا لم يضحوا ."وروى يحيى بن يمان عن سعيد بن عبد العزيز عن مكحول قال " :الأضحية واجبة ."وقال أبو حنيفة ومحمد وزفر " :الأضحية واجبة على أهل اليسار من أهل الأمصار والقرى المقيمين دون المسافرين، ولا أضحية على المسافر وإن كان موسرا، وحد اليسار في ذلك ما تجب فيه صدقة الفطر "وروى عن أبي يوسف مثل ذلك، وروى عنه أنه ليست بواجبة وهي سنة .وقال مالك بن أنس" :على الناس كلهم أضحية المسافر والمقيم، ومن تركها من غير عذر فبئس ما صنع ."وقال الثوري والشافعي " :ليست بواجبة ."وقال الثوري" :لا بأس بتركها ."وقال عبد الله بن الحسن : "يؤثر بها أباه أحب إلي من أن يضحي ."(أحكام القرآن للجصاص ، ج۳ص ۳۲۲، ۳۲۳،سورة الحج،مطلب في الأضحية)

(الأضحية واجبة على كل حر مسلم مقيم موسر في يوم الأضحى عن نفسه وعن ولده الصغار) أما الوجوب فقول أبي حنيفة ومحمد وزفر والحسن وإحدى الروايتين عن أبي يوسف رحمهم الله .
وعنه أنها سنة ، ذكره في الجوامع وهو قول الشافعي .
وذكر الطحاوي أن على قول أبي حنيفة واجبة ، وعلى قول أبي يوسف ومحمد سنة مؤكدة ، وهكذا ذكر بعض المشايخ الاختلاف(الهداية شرح البداية ، ج۴ص ۳۵۵،كتاب الأضحية)

وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي وُجُوبِ الْأُضْحِيَّةِ عَلَى الْمُوسِرِ فَقَالَ جُمْهُورُهُمْ هِيَ سُنَّةٌ فِي حَقِّهِ إِنْ تَرَكَهَا بِلَا عُذْرٍ لَمْ يَأْثَمْ وَلَمْ يَلْزَمْهُ الْقَضَاءُ وَمِمَّنْ قَالَ بِهَذَا أَبُو بكر الصديق وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَبِلَالٌ وَأَبُو مَسْعُودٍ الْبَدْرِيُّ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ وَعَلْقَمَةُ وَالْأَسْوَدُ وَعَطَاءٌ وَمَالِكٌ وَأَحْمَدُ وَأَبُو يُوسُفَ وَإِسْحَاقُ وَأَبُو ثَوْرٍ وَالْمُزَنِيُّ وبن الْمُنْذِرِ وَدَاوُدُ وَغَيْرُهُمْ وَقَالَ رَبِيعَةُ وَالْأَوْزَاعِيُّ وَأَبُو حَنِيفَةَ وَاللَّيْثُ هِيَ وَاجِبَةٌ عَلَى الْمُوسِرِ وَبِهِ قَالَ بَعْضُ الْمَالِكِيَّةِ وَقَالَ النَّخَعِيُّ وَاجِبَةٌ عَلَى الْمُوسِرِ إِلَّا الْحَاجَّ بِمِنًى وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ وَاجِبَةٌ عَلَى الْمُقِيمِ بِالْأَمْصَارِ وَالْمَشْهُورُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ إِنَّمَا يُوجِبُهَا عَلَى مُقِيمٍ يملك نصابا والله أعلم(شرح النووي ، ج۱۳ ص ۱۱۰ ،كِتَابُ الْأَضَاحِي ،بَابُ وَقْتِهَا)

۱؎ (قوله عملا لا اعتقادا) اعلم أن الفرض ما ثبت بدليل قطعي لا شبهة فيه كالإيمان والأركان الأربعة، وحكمه اللزوم علما :أي حصول العلم القطعي بثبوته وتصديقا بالقلب :أي لزوم اعتقاد حقيته وعملا بالبدن حتى يكفر جاحده ويفسق تاركه بلا عذر .والواجب ما ثبت بدليل فيه شبهة كصدقة الفطر والأضحية، وحكمه اللزوم عملا كالفرض لا علما على اليقين للشبهة، حتى لا يكفر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قربانی پر ایک اقتصادی شبہ اور اُس کا جواب

قربانی کے دنوں میں قربانی کا حکم پورا کرنے کے لئے مخصوص جانور کا ذبح کرنا ہی ضروری ہے، اور مخصوص جانور کو ذبح کئے بغیر رقم یا زندہ جانور یا کسی اور چیز کا صدقہ کرنا کافی نہیں، خواہ وہ صدقہ کتنا ہی قیمتی کیوں نہ ہو۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

جاحده ويفسق تاركه بلا تأويل كما هو مبسوط فى كتب الأصول .ثم إن الواجب على مراتب كما قال القدورى بعضها آكد من بعض .فوجوب سجدة التلاوة آكد من وجوب صدقة الفطر، ووجوبها آكد من وجوب الأضحية اهـ وذلك باعتبار تفاوت الأدلة فى القوة .وقد ذكر فى التلويح أن استعمال الفرض فيما ثبت بظني، والواجب فيما ثبت بقطعي شائع مستفيض كقولهم الوتر فرض ونحو ذلك ويسمى فرضا عمليا، وكقولهم الزكاة واجبة ونحوه، فلفظ الواجب يقع على ما هو فرض علما وعملا كصلاة الفجر، وعلى ظني هو فى قوة الفرض فى العمل كالوتر حتى يمنع تذكره صحة الفجر كتذكر العشاء، وعلى ظني هو دون الفرض فى العمل وفوق السنة كتعيين الفاتحة حتى لا تفسد الصلاة بتركها بل تجب سجدة السهو اهـ وتمام تحقيق ذلك بما لم يوجد مجموعة فى كتاب مذكور فى حاشيتنا على المنار بتوفيق الملك الوهاب(رد المحتار على الدر المختار، ج٦ ص ٣١٢، كتاب الأضحية)

وصدقة الفطر بالسنة ، ثم الأضحية لأن صدقة الفطر مجمع على وجوبها والأضحية مختلف فيها(الاختيار لتعليل المختار، ج٥ ص٧٣، كتاب الوصايا)

قال القدورى الواجب على مراتب بعضها آكد من بعض، ووجوب سجدة التلاوة آكد من وجوب صدقة الفطر وصدقة الفطر وجوبها آكد من وجوب الأضحية(تكملة البحر الرائق للطورى، ج٨ ص ٢، كتاب الاضحية)

وصدقة الفطر مقدمة على الأضحية، وإن كانت الأضحية أيضا واجبة عندنا لكن صدقة الفطر متفق على وجوبها، والأضحية وجوبها محل الاجتهاد فالمتفق على الوجوب أقوى(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج٧ ص٣٧٢، كتاب الوصايا)

قربانی کا وجوب عندالاحناف باقی تمام واجبات کے مقابلہ میں اخف ہے۔ کمافی الہدایہ وغیرھا اور باقی ائمہ کے یہاں تو وجوب کی تعبیر ہی نہیں ہے لہٰذا اداء اضحیہ میں اسہل کو اختیار کر کے اداء اضحیہ کا حکم لگانا زیادہ اقرب الی الفقہ ہے۔ جملہ مسائل اضحیہ میں اس کی رعایت رکھنا مناسب ہے۔۱۲ (مولانا مفتی) محمود (اشرف عثمانی صاحب) غفرلہٗ (دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴)

۱ (ومنها) أن لا يقوم غيرها مقامها حتى لو تصدق بعين الشاة أو قيمتها فى الوقت لا يجزيه عن الأضحية؛ لأن الوجوب تعلق بالإراقة والأصل أن الوجوب إذا تعلق بفعل معين أنه لا يقوم غيره

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بعض لوگ روحانیت سے غافل ہو کر یہ سمجھتے اور کہتے ہیں کہ قوم کا اتنا روپیہ جو تین دن میں جانوروں کے ذبح پر ہر سال خرچ ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی خاطر خواہ مفاد نظر نہیں آتا اگر یہی پیسہ رفاہی اور قومی مفادات پر لگایا جائے تو بہت فائدہ ہو؟

پہلی بات تو یہ ہے کہ قربانی کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم اور اہم عبادت ہے، جیسے حج کرنا، زکاۃ دینا، اور دوسری مالی عبادات۔

تو کیا ان عبادات کے بارے میں بھی یہی کہا جائے گا کہ یہ فضول خرچی اور مال کو بے جا خرچ کرنا ہے؟ اس طرح تو دین کا بہت بڑا حصہ اور بہت سے دینی احکام ہی کا اسلام سے تعلق ختم ہو جاتا ہے؟

پس جب شریعت میں قربانی کا حکم ہے تو اسے عقلی اعتراضوں اور ذہنی ڈھکوسلوں کا شکار بنانا کسی طرح درست نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ دنیا میں ہونے والی دوسری اور اصل فضول خرچیاں (جن کا شریعت نے حکم بھی نہیں دیا) ان لوگوں کو نظر نہیں آتیں جبکہ اصل میں تو ان کے ختم کرنے اور مٹانے کی ضرورت ہے۔

ملک کی کتنی بڑی تعداد ایسی ہے جو سگریٹ نوشی ، منشیات، کرکٹ، ہاکی اور دوسرے کھیل جوئے بازی، گھوڑ دوڑ، ناچ گانا، فحش پروگرام، انٹرنیٹ، ٹی وی،

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

مقامه كما فى الصلاة والصوم وغيرهما، بخلاف الزكاة فإن الواجب أداء جزء من النصاب، ولو أدى من مال آخر جاز؛ لأن الواجب هناك ليس جزءا من النصاب عند أصحابنا، بل الواجب مطلق المال وقد أدى، وعند بعضهم وإن كان الواجب أداء جزء من النصاب لكن من حيث إنه مال لا من حيث إنه جزء من النصاب؛ لأن مبنى وجوب الزكاة على التيسير، والتيسير فى الوجوب من حيث إنه مال لا من حيث إنه العين والصورة، وههنا الواجب فى الوقت إراقة الدم، شرعا غير معقول المعنى فيقتصر الوجوب على مورد الشرع، وبخلاف صدقة الفطر أنها تتأدى بالقيمة عندنا؛ لأن الواجب هناك معلول بمعنى الإغناء ؛ قال النبى -عليه الصلاة والسلام -أغنوهم عن المسألة فى مثل هذا اليوم والإغناء يحصل بأداء القيمة والله عز شأنه أعلم .(بدائع الصنائع ج۵ ص۶۶، ۶۷، كتاب التضحية، فصل فى أنواع كيفية الوجوب)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کیبل، وی۔ سی۔ آر، سینما، فضول تصویر سازی اور مووی بازی اور دوسرے فحش میڈیائی پروگرام، فحش اخبار ورسائل اور دیگر ناول اور ڈائجسٹ، بسنت، عید کارڈ، شادی کارڈ، گانوں اور دیگر غلط پروگراموں کی آڈیو ویڈیو کیسٹیں اور سی ڈیز، ویڈیو گیمز، آتش بازی، شادی بیاہ، مرگ وموت اور غمی خوشی کی رسومات، مختلف فیشن، غیر شرعی بیوٹی پارلر وغیرہ کی زد میں ہے۔

جن کو چھوڑے اور توبہ کیے بغیر دنیا وآخرت کی فلاح اور کامیابی ملنا مشکل ہے اور یہی پیسہ اگر قومی اور رفاہی مفادات پر خرچ کیا جائے تو بہت جلد ترقی حاصل کی جاسکتی ہے۔

اب اللہ کے حکم کے مطابق مال خرچ کرنے کے بارے میں سنیئے!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَیَقْدِرُ لَهٗ، وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهٗ، وَهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ (سورہ سباء آیت ۳۹)

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ بے شک میرا رب رزق کو کشادہ کردیتا ہے، اپنے بندوں میں سے، جس کے لئے چاہتا ہے، اور جس کے لئے چاہے تنگ کردیتا ہے، اور جو کوئی چیز بھی تم (اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق) خرچ کروگے، تو رب تعالیٰ ہی اُس کا (دنیا وآخرت میں) بدل عطا فرمائیں گے، اور وہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جو چھوٹی بڑی چیز خرچ کی جاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کا دنیا میں بھی بدل عطا فرماتے ہیں، اور آخرت میں بھی بدل عطا فرماتے ہیں۔ [1]

جیسا کہ ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] وقوله :(وَمَا أَنفَقْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُهُ) أی :مهما أنفقتم من شیء فیما أمركم به وأباحه لكم، فهو یخلفه علیكم فی الدنیا بالبدل، وفی الآخرة بالجزاء والثواب(تفسیر ا بن كثیر،تفسیر سُورة سَبأ، ج٦ ص ۵۲۴)

Idara Ghufran

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ، إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُوْلُ أَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُوْلُ الْآخَرُ اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن بھی ایسا نہیں ہوتا کہ جس میں بندے صبح کرتے ہوں، مگر دو فرشتے (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) نازل ہوتے ہیں، پھر ان میں سے ایک یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما، اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! روکنے (اور بخل کرنے) والے کا (مال) تلف (وضائع) فرما (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ : أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ أُنْفِقْ عَلَيْكَ (بخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے ابنِ آدم! تو (میرے حکم کے مطابق) خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا (ترجمہ ختم)

مذکورہ آیت اور احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو اشیائے صرف انسان اور حیوانات کے لئے پیدا فرمائی ہیں جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خرچ ہوتی رہتی ہیں ان کا بدل مِنْجانبِ اللہ پیدا ہوتا رہتا ہے۔

کائناتِ عالم کی تمام چیزوں میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ جس چیز کا خرچ زیادہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی پیداوار بھی بڑھا دیتے ہیں۔

اور جب ضرورت کم ہو جاتی ہے تو پیداوار بھی گھٹ جاتی ہے۔

---

[1] رقم الحديث ١٤٤٢، كتاب الزكاة، باب قول الله تعالى فأما من أعطى واتقى الخ، دارطوق النجاة، بيروت، واللفظ لهٗ، مسلم، رقم الحديث ١٠١٠.

[2] رقم الحديث ٥٣٥٢، كتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل، دارطوق النجاة، بيروت.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

آسمان سے پانی نازل ہوتا ہے انسان اور جانور اس کو بے دھڑک استعمال وخرچ کرتے ہیں۔

کھیتوں اور درختوں کو سیراب کرتے ہیں وہ پانی ختم نہیں ہوتا کہ دوسرا اس کی جگہ اور نازل ہو جاتا ہے۔

اسی طرح زمین سے کنواں کھود کر جو پانی نکالا جاتا ہے اس کو جتنا نکال کر خرچ کرتے ہیں اس کی جگہ دوسرا پانی قدرت کی طرف سے جمع ہو جاتا ہے اگر کوئی شخص کنویں کے پانی پر رحم کھا کر اس لئے پانی نکالنا چھوڑ دے کہ کہیں ختم نہ ہو جائے تو اس کے پانی آنے والے سوتے بند اور خشک ہو جائیں گے اور کنواں پانی نہ دے گا۔

انسان غذا کھا کر بظاہر ختم کر لیتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسری غذا مہیا کر دیتے ہیں، بدن کی نقل وحرکت اور محنت سے جو اجزاء تحلیل ہو جاتے ہیں ان کی جگہ دوسرے اجزاء ان کا متبادل بن جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عام عادت یہ ہے کہ بچہ بعد میں پیدا ہوتا ہے اور ماں کی چھاتی میں دودھ پہلے پیدا فرما دیتے ہیں۔

اور کیا یہ مثال سارے جہاں کے سامنے نہیں کہ اب سے پہلے کسی زمانے میں سارے سفر عموماً گھوڑوں پر طے کیے جاتے تھے اور ساری دنیا کی جنگیں صرف گھوڑوں کے ذریعے کی جاتی تھیں، فوج کے لئے لاتعداد گھوڑے پالے جاتے تھے، اور اب موجودہ دور میں جب گھوڑوں کی جگہ موٹروں اور ہوائی جہازوں نے لے لی تو کیا دنیا میں گھوڑے زیادہ اور سستے ہو گئے؟

جانوروں میں بکرے اور گائے کا سب سے زیادہ خرچ ہے کہ ان کو ذبح کر کے گوشت کھایا جاتا ہے، اور شرعی قربانیوں اور کفارات وجنایات میں عموماً حج وعمرہ کے موقع پر بکثرت ان کو ذبح کیا جاتا ہے، وہ جتنے زیادہ کام آتے ہیں اللہ تعالیٰ اتنی ہی زیادہ اِن کی پیداوار بڑھا دیتے ہیں جس کا ہر جگہ مشاہدہ ہوتا ہے، کہ حلال جانوروں (گائے، بکری، وغیرہ) کی تعداد ہر وقت

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

چھری کے نیچے رہنے کے باوجود دنیا میں زیادہ ہے، کتے بلی کی تعداد اتنی نہیں۔

حالانکہ کتے بلی کی نسل بظاہر زیادہ ہونی چاہئے کہ ان کے ایک ہی وقت میں چار پانچ بچے تک پیدا ہوتے ہیں، گائے کے ایک وقت میں عام طور سے ایک بچہ ہوتا ہے، گائے ہر وقت ذبح ہوتی رہتی ہے، کتے، بلی کو عام طور پر ذبح نہیں کیا جاتا۔

مگر اس کے باوجود یہ مشاہدہ ناقابلِ انکار ہے کہ دنیا میں گائے وغیرہ کی تعداد بہ نسبت کتے، بلی کے زیادہ ہے، جن ملکوں میں گائے وغیرہ کے ذبح پر پابندی ہے وہاں گائے کی پیداوار اسی نسبت سے کم ہے اور ان کی قیمت بھی زیادہ ہے۔

غرض انسان دنیا میں جو چیز (اللہ کے حکم کے مطابق) خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی عام عادت یہ ہے کہ اس کے قائم مقام اسی جیسی دوسری چیز پیدا اور عطا فرما دیتے ہیں۔

کبھی کسی کو سزا دینے کے لئے یا نعمت کی بے قدری وناشکری کی وجہ سے یا کسی دوسری تکوینی مصلحت سے اس کے خلاف ہوجانا اللہ تعالیٰ کے اس ضابطہ کے خلاف نہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ آج اگر وہ تمام لوگ جن پر قربانی واجب ہے قربانی انجام دینا شروع کر دیں تو پھر اللہ تعالیٰ اسی نسبت سے ان کی پیداوار بڑھا کر قیمت سَستی فرما دیں، لہٰذا قربانی پر اقتصادی شبہ کرنا درست نہیں، اور روحانیت کے علاوہ مشاہدہ کے بھی خلاف ہے (معارف القرآن ج ۷ بتغیر واضافہ)

d

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قربانی کے متعلق احکام

کیا قربانی حاجی یا حرم کے ساتھ خاص ہے؟

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ قربانی کا حکم حرم، منیٰ یا حاجی کے ساتھ خاص ہے اور اس کے علاوہ کسی دوسری جگہ یا دوسرے شخص کو قربانی کا حکم نہیں۔ جبکہ یہ سراسر کم علمی کی بات ہے کیونکہ جو قربانی حرم کے ساتھ خاص ہے، وہ عیدالاضحیٰ والی قربانی سے الگ ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جو قربانی حج کے نتیجہ میں ادا کی جایا کرتی ہے، اور وہ حرم کے ساتھ خاص ہوتی ہے، اور قربانی کے دِنوں میں حرم میں کی جایا کرتی ہے، اس کو قرآن وسنت کی زبان میں ''ہدی'' کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (سورۃ البقرۃ آیت ۱۹۶)

ترجمہ: تو جو کوئی فائدہ اٹھائے عمرہ کو ملا کر حج کے ساتھ تو اس پر ہے جو کچھ میسر ہو قربانی سے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی حج اور عمرہ کو ملائے، خواہ ایک احرام میں (جس کو حجِ قِران کہا جاتا ہے) یا ایک سفر میں (جس کو حجِ تمتع کہا جاتا ہے) اس کو قربانی کا حکم ہے، جو کہ ''ہدی'' کہلاتی ہے۔ [۱]

---

[۱] عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ مَالِكٍ ، قَالَ :تَمَتَّعْتُ فَأَتَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ ، فَقُلْتُ لَهُ :إِنِّي تَمَتَّعْتُ ، فَقَالَ :(مَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ) ، فَقُلْتُ :شَاةٌ ؟ فَقَالَ :شَاةٌ(مُصنف ابن أبی شیبة،فِيمَا اِسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْى،رقم الحديث ۱۲۹۲۳)

عَنِ الْقَاسِمِ ؛ أَنَّ عَائِشَةَ ، وَابْنَ عُمَرَ كَانَا يَقُولاَنِ :الْهَدْىُ مِنَ الإِبِلِ وَالْبَقَرُ(مُصنف ابن أبی شیبة،فِيمَا اِسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْى،رقم الحديث ۱۲۹۳۰)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور اس کو حرم کی حدود میں ذبح کرنے کا حکم ہے۔ [1]

اور ایک قربانی وہ ہوتی ہے، جو حج وعمرہ میں کسی غلطی کے سرزد ہوجانے کی وجہ سے لازم ہوا کرتی ہے، یہ بھی حرم کی حدود میں کی جایا کرتی ہے۔

---

[1] ''دمِ احصار'' کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کو بھی حرم کی حدود میں ذبح کرنا ضروری ہے۔

التمتع بالعمرة الى الحج يشتمل لغة من اتى بهما جميعا في عام واحد فى أشهر الحج سواء اتى بهما بإحرام واحد او بإحرامين كما أريد بقوله تعالى فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ -واطلاق التمتع على ما يقابل القران اصطلاح جديد للفقهاء -وما ذكرنا من الحديثين وغيرهما صريحة في انه صلى الله عليه وسلم اهل بهما جميعا(التفسير المظهرى، ج٦ص٣٠٧، تحت آيت ٢٩ من سورة الحج)

وأما القارن فحكمه حكم المتمتع فى وجوب الهدى عليه إن وجد، والصوم إن لم يجد، وإباحة الأكل من لحمه للغنى والفقير؛ لأنه فى معنى المتمتع فيما لأجله وجب الدم، وهو الجمع بين الحجة، والعمرة فى سفر واحد(بدائع الصنائع ،ج٢ ص١٧٤،كتاب الحج،فصل بيان ما يجب على المتمتع والقارن بسبب التمتع والقران)

وأما مكان هذا الدم فالحرم، لا يجوز فى غيره لقوله تعالى :(والهدى معكوفا أن يبلغ محله)ومحله الحرم، والمراد منه هدى المتعة لقوله تعالى :(فمن تمتع بالعمرة إلى الحج فما استيسر من الهدى) والهدى اسم لما يهدى إلى بيت الله الحرام أى يبعث، وينقل إليه.

وأما زمانه فأيام النحر حتى لو ذبح قبلها لم يجز؛ لأنه دم نسك عندنا فيتوقت بأيام النحر كالأضحية(بدائع الصنائع ،ج٢ ص١٧٤،كتاب الحج،فصل بيان ما يجب على المتمتع والقارن بسبب التمتع والقران)

وأما مكان ذبح الهدى فالحرم عندنا .وقال :الشافعى :له أن يذبح فى الموضع الذى أحصر فيه، احتج بما روى أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -نحر الهدى عام الحديبية، ولم يبلغنا أنه نحر فى الحرم؛ ولأن التحلل بالهدى ثبت رخصة وتيسيرا.

وذلك فى الذبح فى أى موضع كان ولنا قوله تعالى (ولا تحلقوا رء وسكم حتى يبلغ الهدى محله) ولو كان كل موضع محلا له لم يكن لذكر المحل فائدة، ولأنه عز وجل قال :(ثم محلها إلى البيت العتيق)أى :إلى البقعة التى فيها البيت .بخلاف قوله تعالى (وليطوفوا بالبيت العتيق)أن المراد منه نفس البيت؛ لأن هناك ذكر بالبيت وههنا ذكر إلى البيت(بدائع الصنائع ،ج٢ص١٧٩،كتاب الحج،فصل حكم الإحصار)

(لأنه) ش :أى لأن القران م :(فى معنى المتعة) ش :لأن كلاً منهما يقال فى سفرة واحدة والمتعة اسم بمعنى المتمتع م :(والهدى منصوص عليه فيها) ش :أى فى المتعة بقوله تعالى :(فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ)أى فعليه ما استيسر من الهدى فإذا كان الهدى واجباً على المتمتع بالنص، فكذلك يجب على القارن، لأنه فى معنى التمتع فى الجمع بين النسكين(البناية شرح الهداية، ج٤ص٢٩٣،كتاب الحج ،باب القران)

Idara Ghufran

جہاں تک عیدُ الاضحیٰ والی قربانی کا تعلق ہے، تو عیدالاضحیٰ والی قربانی کے لئے نہ تو حرم کی حدود ضروری ہیں، اور نہ ہی کسی کا حج وعمرہ کرنا شرط ہے، بلکہ اس کا ہر صاحبِ استطاعت مسلمان کو اپنی شرائط کے ساتھ ادا کرنے کا حکم ہے، خواہ وہ دنیا کے کسی بھی خطہ میں ہو۔ [1]

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام نے مدینہ منورہ میں کئی سال تک قربانی فرمائی، اور ظاہر ہے کہ مدینہ منورہ حرم کی حدود سے باہر ہے۔

پس حج والی قربانی جو حرم کے ساتھ خاص ہے، اس کو اور عیدالاضحیٰ کی قربانی کو ایک قرار دینا یا قربانی کو حاجی یا حرم کے ساتھ خاص سمجھنا غلط فہمی یا کم علمی یا پھر شرارت پر مبنی ہے۔

قربانی کے ایام اور اوقات سے متعلق احکام

شریعت کی طرف سے جانور کی قربانی کے عمل کو انجام دینے کے لئے مخصوص ایام واوقات مقرر ہیں، کہ انہی ایام واوقات میں مخصوص جانور ذبح کرنے سے قربانی کا عمل بنتا ہے۔

اسی وجہ سے شریعت کی طرف سے مقرر کردہ وقت کے داخل ہونے سے پہلے قربانی جائز نہیں، اور وقت گزرنے کے بعد بھی قربانی جائز نہیں۔

بلکہ وقت گزرنے کے بعد قربانی کا عمل صدقہ کی طرف تبدیل ہوجاتا ہے، اور قربانی کے

---

[1] قال الزيلعي واعلم أن الدماء على أربعة أوجه ما يختص بالزمان والمكان وهو دم القران ودم التطوع فى رواية القدورى ودم الإحصار عندهما وما يختص بالمكان دون الزمان وهو دم الجنايات ودم الإحصار عنده والتطوع فى رواية الأصل وما كان عكسه وهو دم الأضحية وما لا يختص بهما وهو دم النذور وعند الطرفين وعند أبى يوسف يتعين بالمكان(مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، ج ا ص ۳۱۰، كتاب الحج، باب الهدى)

اعلم إن الدماء على أربعة أوجه منه ما يختص بالزمان والمكان وهو دم المتعة والقران ودم التطوع فى رواية القدورى ودم الإحصار عندهما ، ومنه ما يختص بالمكان دون الزمان ، وهو دم الجنايات ، ودم الإحصار عنده ، والتطوع فى رواية الأصل ومنه ما يختص بالزمان دون المكان ، وهو الأضحية، ومنه ما لا يختص بالزمان ، ولا بالمكان ، وهو دم النذور عندهما وعند أبي يوسف دم النذور يتعين بالمكان(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج۲ص ۹۰، كتاب الحج، باب الهدى)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بجائے صدقہ بن جاتا ہے۔ ۱؎

۱؎ اوراس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قربانی کا وقت یعنی ایامِ نحر قربانی کے نفسِ وجوب کا سبب ہے، اور شرطِ ادا بھی ہے۔
اور جہاں تک شہر میں عید کی نماز ہونے کا تعلق ہے، تو یہ ایک اضافی شرطِ اداء ہے، جس طرح سے کہ قربانی کے جانور کا مانعِ اضحیہ عیب سے پاک وسالم ہونا شرطِ ادا ہے۔
پس جس طرح وقت داخل ہونے سے پہلے نماز پڑھنا درست نہیں، اور وقت گزرنے کے بعد نماز قضا ہو جاتی ہے، اسی طرح قربانی کے وقت کا بھی معاملہ ہے۔

وفی الشرع هی ذبح حیوان مخصوص بنیة القربة فی وقت مخصوص وهو یوم الأضحی وشرائطها الإسلام والیسار الذی یتعلق به صدقة الفطر فتجب علی الأنثی وسببها الوقت وهو أیام النحر ورکنها ذبح ما یجوز ذبحها وحکمها الخروج عن عهدة الواجب فی الدنیا والوصول إلی الثواب فی العقبی(مجمع الانهر، ج۲ص ۵۱۶، کتاب الاضحیة)

فصل وأما وقت الوجوب فأیام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت؛ لأن الواجبات المؤقتة لا تجب قبل أوقاتها کالصلاة والصوم ونحوهما، وأیام النحر ثلاثة :یوم الأضحی -وهو الیوم العاشر من ذی الحجة -والحادی عشر، والثانی عشر وذلک بعد طلوع الفجر من الیوم الأول إلی غروب الشمس من الثانی عشر، وقال الشافعی -رحمه الله تعالی :-أیام النحر أربعة أیام؛ العاشر من ذی الحجة والحادی عشر، والثانی عشر، والثالث عشر . والصحیح قولنا لما روی عن سیدنا عمر وسیدنا علی وابن عباس وابن سیدنا عمر وأنس بن مالک -رضی الله تعالی عنهم -أنهم قالوا :أیام النحر ثلاثة أولها أفضلها.

والظاهر أنهم سمعوا ذلک من رسول الله -صلی الله علیه وسلم -لأن أوقات العبادات والقربات لا تعرف إلا بالسمع فإذا طلع الفجر من الیوم الأول فقد دخل وقت الوجوب فتجب عند استجماع شرائط الوجوب، ثم لجواز الأداء بعد ذلک شرائط أخر نذکرها فی موضعها إن شاء الله تعالی فإن وجدت یجوز وإلا فلا، کما تجب الصلاة بدخول وقتها ثم إن وجدت شرائط جواز أدائها جازت وإلا فلا والله تعالی أعلم(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۵،ص ۶۵، کتاب التضحیة،فصل فی وقت وجوب الأضحیة)

وأما الذی یرجع إلی وقت التضحیة فهو أنها لا تجوز قبل دخول الوقت؛ لأن الوقت کما هو شرط الوجوب فهو شرط جواز إقامة الواجب کوقت الصلاة، فلا یجوز لأحد أن یضحی قبل طلوع الفجر الثانی من الیوم الأول من أیام النحر ویجوز بعد طلوعه سواء کان من أهل المصر أو من أهل القری، غیر أن للجواز فی حق أهل المصر شرطا زائدا وهو أن یکون بعد صلاة العید، لا یجوز تقدیمها علیه عندنا(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۵،ص ۷۳، کتاب التضحیة،فصل فی شرائط جواز إقامة الواجب فی الأضحیة)

قلنا الأضحیة غیر معقولة فلا تکون عبادة إلا فی وقت مخصوص بخلاف التصدق وأما جواز الأداء بعد یوم الفطر فلأنها قربة مالیة معقولة المعنی فلا تسقط بعد الوجوب إلا بالأداء کالزکاة وقال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سمیت جمہور فقہائے کرام (امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ وغیرہ) کے نزدیک قربانی کے تین دن ہیں، یعنی دس، گیارہ اور بارہ ذی الحجہ۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحسن بن زياد تسقط بمضي يوم الفطر لأنها قربة اختصت بيوم العيد فتسقط بمضيه كالأضحية تسقط بمضي أيام النحر قلنا هي قربة معقولة على ما بينا فلا تسقط بمضي الوقت كالزكاة بخلاف الأضحية لأن إراقة الدم غير معقول المعنى فلا تكون قربة إلا في وقتها(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ١، ص ٣١١، باب صدقة الفطر)

قال :(فإن مضت ولم يذبح، فإن كان فقيرا وقد اشتراها تصدق بها حية) ; لأنها غير واجبة على الفقير، فإذا اشتراها بنية الأضحية تعينت للوجوب، والإراقة إنما عرفت قربة في وقت معلوم وقد فات فيتصدق بعينها.

(وإن كان غنيا تصدق بثمنها اشتراها أو لا) لأنها واجبة عليه، فإذا فات وقت القربة في الأضحية تصدق بالثمن إخراجا له عن العهدة كما قلنا في الجمعة إذا فاتت تقضى الظهر والفدية عند العجز عن الصوم إخراجا له عن العهدة(الاختيار لتعليل المختار، ج٥ص ١٩، كتاب الاضحية)

وأما شروط صحتها فمنها السلامة من العيوب فلا تصح إذا كان فيها عيب من العيوب المفصلة في المذاهب........ومنها الوقت المخصوص فلا تصح إذا فعلت قبله أو بعده(الفقه على المذاهب الأربعة ،لعبد الرحمن الجزيرى،كتاب الحج ،مباحث الأضحية)

[1] اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قربانی کے چار دن ہیں، تین دن تو یہی جو ذکر کئے گئے، اور چوتھا دن تیرہ ذی الحجہ کا ہے، مگر یہ قول جمہور کے خلاف ہونے کے علاوہ دلائل کے لحاظ سے بھی کمزور ہے۔

(وعن نافع :أن ابن عمر قال :الأضحى) قال الطيبي :هذا جمع أضحاة وهي الأضحية، كأرطى وأرطاة أي :وقت الأضاحي .(يومان بعد يوم الأضحى) وهو اليوم الأول من أيام النحر، وبه أخذ أبو حنيفة، ومالك، وأحمد، وقالوا :ينتهي وقت الذبح بغروب ثاني أيام التشريق .وقال الشافعي: يمتد إلى غروب الشمس آخر أيام التشريق، والحديث بظاهره حجة عليه .قال ابن حجر :للخبر الصحيح :عرفة كلها موقف، وأيام منى كلها منحر، وفي المسألة عدة أحاديث أخر .منها خبر :في كل أيام التشريق ذبح .صححه ابن حبان، واعترضه النووي في موضع بأنه موقوف، وفي آخر بأنه مرسل، نعم إيصاله جاء من طرق ضعيفة .ومنها :خبر أيام التشريق كلها ذبح .إسناده ضعيف، وخبر :أيام منى أيام نحر .صححه أبو إسحاق المروزي، ونظر فيه البيهقي.

أقول :وعلى تقدير ثبوته يمكن حمل أيام التشريق وأيام منى على التغليب جمعا بين الأدلة .قال ابن حجر :والحاصل أن له طرقا يقوى بعضها بعضا ;فهو حسن يحتج به، وبذلك قال ابن عباس، وجبير بن مطعم، ونقل عن علي أيضا، وبه قال كثير من التابعين، فمن زعم تفرد الشافعي به فقد أخطأ، وقال جمع :ينتهي الذبح بانتهاء يوم النحر، وفي مرسل يحتج له على ما قاله البيهقي أنه يمتد إلى آخر الحجة(مرقاة المفاتيح، ج٣ص ١٠٨٨، باب في الاضحية)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور دلائل کے لحاظ سے جمہور فقہائے کرام کا قول راجح ہونے کے ساتھ ساتھ احتیاط پر بھی مبنی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثم أيام النحر ثلاثة يوم الأضحى وهو العاشر من ذى الحجة والحادى عشر والثانى عشر يجوز التضحية فى نهار هذه الأيام ولياليها بعد طلوع الفجر من اليوم الأولى إلى غروب الشمس من اليوم الثانى عشر غير أنه يكره الذبح بالليل وهذا عندنا،وعند الشافعى أربعة أيام وزاد اليوم الثالث عشر . والصحيح قولنا لما روى عن عمر وعلى وابن عباس وابن عمر وأنس رضى الله عنهم وغيرهم أنهم قالوا أيام النحر ثلاثة أفضلها أولها فإذا مضت هذه الأيام فقد فات الذبح فى حق من لم يذبح حتى لا يجوز له أن يذبح(تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج۳ص ۸۳،۸۴،كتاب الاضحية)

قال :(وتختص بأيام النحر، وهى ثلاثة :عاشر ذى الحجة وحادى عشره وثانى عشره، أفضلها أولها) لما روى عن عمر وعلى وابن عباس وابن عمر وأنس وأبى هريرة -رضى الله عنهم -أنهم قالوا :أيام النحر ثلاثة أفضلها أولها، وهذا لا يهتدى إليه العقل فكان طريقه السمع فكأنهم قالوه عن النبى -عليه الصلاة والسلام -، وأفضلها أولها لما رويناه، لكونه مسارعة إلى الخير والقربة، وأدناها آخرها لما فيه من التأخير عن فعل الخير، ويجوز ذبحها فى أيامها ولياليها لأن الأيام إذا ذكرت بلفظ الجمع ينتظم ما بإزائها من الليالى كما فى النذر لما عرف من قصة زكريا -عليه السلام (الاختيار لتعليل المختار، ج۵ص ۱۹، كتاب الاضحية)

قلت :أرأيت أيام النحر كم هى؟ قال :ثلاثة أيام، يوم النحر، ويومان بعده، وليس اليوم الرابع من أيام الذبح وإن كان الناس بمنى فإنه ليس من أيام الذبح(المدونة، ج ا ص ۵۵۰، كتاب الضحايا)

ثم شرع فى بيان عدة أيام النحر بقوله :(وأيام النحر) أى الذبح للضحية (ثلاثة) اليوم الأول وتالياه يجوز أن (يذبح فيها أو ينحر إلى غروب الشمس من آخرها) على قول مالك وجماعة من الصحابة والتابعين، ورد بقوله ثلاثة على الشافعى حيث قال :أيام النحر أربعة، وقولنا للضحية احترازا من الهدايا، وما فى حكمها فإن وقت ذبحها بعد رمى جمرة العقبة يوم العيد كما تقدم فى باب الحج(الفواكه الدوانى على رسالة ابن ابى زيد القيروانى المالكى، ج ا ص ۳۸۱، باب فى الضحايا والذبائح والعقيقة والصيد والختان)

قُلْتُ :كَم الأضحَى ، (ثلاثةَ أيامٍ) ؟ قَالَ :ثلاثةُ أيامٍ :يومُ النحرِ ويومان بعدَه .قَالَ إسحاقُ :كمَا قَالَ(مسائل الامام الاحمد بن حنبل وابن راهويه، تحت رقم المسألة ۲۸۳۶)

فصل :ووقت نحر الأضحية والهدى ثلاثة أيام :يوم النحر، ويومان بعده، نص عليه أحمد، وقال : هو عن غير واحد من أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم .-ورواه الأثرم، عن ابن عمر، وابن عباس.

وبه قال مالك، والثورى .ويروى عن على -رضى الله عنه -أنه قال :أيام النحر يوم الضحى، وثلاثة أيام بعده .وبه قال الحسن، وعطاء ، والأوزاعى، والشافعى، وابن المنذر .وقال ابن سيرين :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

آج کل بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ قربانی کے تین دن شریعت سے ثابت نہیں، حالانکہ ان لوگوں کی یہ بات صحیح نہیں۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اشارتاً اور حضرت عمر، حضرت ابنِ عمر، حضرت انس، حضرت ابنِ عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے صراحتاً قربانی کے تین دن ہونے کا ثبوت ہے۔ [1]

چنانچہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

نَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُومِ الْأَضَاحِيّ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، فَامْسِكُوْا مَا بَدَا لَكُمْ

(سنن نسائی) [2]

ترجمہ: میں نے تمہیں قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ روکے رکھنے سے منع فرمایا تھا، پس (اب) تم جتنے دن چاہو، روک کر رکھ سکتے ہو (ترجمہ ختم)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يوم واحد .وعن سعيد بن جبير، وجابر بن زيد :في الأمصار يوم واحد، وبمنى ثلاثة.
ولنا ، أن النبى -صلى الله عليه وسلم -نهى عن الأكل من النسك فوق ثلاث ، وغير جائز أن يكون الذبح مشروعا فى وقت يحرم فيه الأكل، ثم نسخ تحريم الأكل، وبقى وقت الذبح بحاله. ولأن اليوم الرابع لا يجب فيه الرمى، فلم يجز فيه الذبح، كالذى بعده، فأما الليالى المتخللة لأيام النحر، فظاهر كلام الخرقى أنه لا يجزء فيها ذبح الهدى والأضحية؛ لأن الله تعالى قال (ويذكروا اسم الله فى أيام معلومات على ما رزقهم من بهيمة الأنعام) . فذكر الأيام دون الليالى .وقال غيره من أصحابنا :يجوز ليلتى يومى التشريق الأولتين .وهو قول أكثر الفقهاء ؛ لأن هاتين الليلتين داخلتان فى مدة الذبح، فجاز الذبح فيهما كالأيام(المغنى لابنِ قدامة، ج۳ص ۳۸۴، ۳۸۵، باب صفة الحج،فصل وقت نحر الأضحية والهدى)

[1] فتكون أيام النحر ثلاثة؛ يوم العيد، ويومان بعده .وهذا قول عمر، وعلى، وابن عمر، وابن عباس، وأبى هريرة، وأنس .قال أحمد :أيام النحر ثلاثة، عن غير واحد من أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم .-وفى رواية، قال :خمسة من أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم .-ولم يذكر أنسا .وهو قول مالك، والثورى، وأبى حنيفة(المغنى لابنِ قدامة، ج۳ص ۴۵۳، كتاب الاضاحى،مسألة مضى من نهار يوم الأضحى مقدار صلاة العيد وخطبته فقد حل الذبح)

[2] رقم الحديث ۲۰۳۲، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور،مكتب المطبوعات الإسلامية - حلب.

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ نَهٰى عَنْ أَكْلِ لُحُوْمِ الضَّحَايَا بَعْدَ ثَلَاثٍ، ثُمَّ قَالَ بَعْدُ: كُلُوْا، وَتَزَوَّدُوْا، وَادَّخِرُوْا (مسلم) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے گوشت کو تین دن کے بعد کھانے سے منع فرمایا، پھر بعد میں ارشاد فرمایا کہ تم قربانی کے گوشت کو کھاؤ، اور آئندہ کے لئے جمع کرکے، اور ذخیرہ کرکے رکھو (ترجمہ ختم)

اس قسم کی احادیث اور دوسری سندوں سے بھی مروی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت روک کر رکھنے سے منع فرمایا تھا، مگر بعد میں روک کر رکھنے کی اجازت دے دی۔

پس اگر چوتھے دن بھی قربانی جائز ہوتی، تو صرف تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت روک کر رکھنے سے منع فرمانے کے کوئی معنیٰ نہیں تھے؟ بلکہ چار دن سے زیادہ قربانی کا گوشت روک کر رکھنے سے منع کیا جاتا۔

پھر بعد میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھ کر اس سے استفادہ کرنا تو شریعت کی طرف سے جائز قرار دے دیا گیا، اور پہلا حکم یعنی تین دن تک قربانی کا حکم برقرار رکھا گیا۔

متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی یہی منقول ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ١٩٧٢، كتاب الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان، باب بيان ما كان من النهى عن أكل لحوم الأضاحى بعد ثلاث الخ، دار إحياء التراث العربى -بيروت.

[2] فأيام النحر ثلاثة يوم العيد، ويومان بعده وهو قول عمر وابنه وروى وابن عباس وأبو هريرة وأنس أيضا عن على قال أحمد أيام النحر ثلاثة عن غير واحد من أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وفى رواية عن خمسة من أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم -؛ لأنه -صلى الله عليه وسلم -نهى عن ادخار لحوم الأضاحى فوق ثلاث ويستحيل أن يباح ذبحها فى وقت يحرم أكلها فيه ونسخ أحد الحكمين -وهو الادخار -لا يلزمه رفع الآخر وهو إجزاء الذبح فيما زاد على الثلاثة (كشاف القناع عن متن الاقناع، ج٣ص ٩، كتاب الحج، باب الهدى والأضاحى والعقيقة وما يتعلق بها)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

جس سے اس طرف اشارہ ہوگیا کہ قربانی تین دن تک جائز ہے، اور قربانی کے تین دن ہیں۔ لے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قَالَ أَحْمَدُ :أَيَّامُ النَّحْرِ ثَلَاثَةٌ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ؛ لِأَنَّهُ -عَلَيْهِ السَّلَامُ- نَهَى عَنِ ادِّخَارِ لُحُومِ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ ، وَيَسْتَحِيلُ أَنْ يَبَاحَ ذَبْحُهَا إِلَى وَقْتٍ يَحْرُمُ أَكْلُهَا فِيهِ، وَنَسْخُ أَحَدِ الْحُكْمَيْنِ لَا يَلْزَمُ مِنْهُ رَفْعُ الْآخَرِ(المبدع فی شرح المقنع، ج۳ص۲۵۸، باب الهدی والأضاحی،ما یجزء فی الهدی والأضحية)

قال الإمام أحمد :أيام النحر ثلاثة، عن خمسة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، أي : عمر وابنه وابن عباس وأبي هريرة وأنس .ولا مخالف لهم، إلا رواية عن علي، رضي الله عنه، ولأنه صلى الله عليه وسلم نهى عن ادخار لحوم الأضاحي فوق ثلاث متفق عليه .فلا يجوز الذبح في وقت لا يجوز الإدخار فيه(منارالسبيل فی شرح الدلیل، ج ا ص ۲۷۵، کتاب الحج، باب الاضحية، فصل في نحرالابل قائمة)

وقت الذبح عندنا ينتهي بمضي يومين من أيام التشريق ، فأيام النحر عندنا ثلاثة أيام يوم الأضحى ، ويومان بعده .لأن النبي صلى الله عليه وسلم قد ثبت عنه بلا ريب أنه نهى عن ادخار لحوم الأضاحي فوق ثلاث ، ويلزم منه تأقيت الذبح بثلاث ، ولا يجوز الذبح في وقت لا يجوز ادخار الأضحية إليه ، لا يقال :فقد ثبت نسخ ذلك ، لأنا نقول الحديث دل على حكمين ، المنع من الادخار فوق ثلاث ، وأن وقت الذبح ذلك ، ونسخ المنع من الادخار فوق ثلاث لا يلزم منه نسخ الحكم الآخر .

ثم إن هذا قول عمر وعلي وابن عمر وابن عباس ، وأبي هريرة وأنس رضي الله عنهم قال أحمد : أيام النحر ثلاثة عن غير واحد من أصحاب رسول الله .وفي رواية قال :خمسة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يذكر أنسا ولا مخالف لهم إلا رواية رويت عن علي رضي الله عنه(شرح الزركشي على مختصر الخرقي،لشمس الدين أبي عبد الله محمد بن عبد الله الزركشي، ج۷ص۳۸، ۳۹، كتاب الأضاحي)

لے ولنا: انه صلى الله عليه وسلم كان قد نهى عن ادخار لحوم الاضاحي فوق ثلاث متفق عليه، وهو حديث مشهور اخرجه الشيخان والجماعة بطرق عديدة عن جماعة من الصحابة ، وورد التصريح بان المراد بالثلاث يوم النحر ويومان بعده ، ففي حديث جابر: كنا لاناكل من لحوم بدننا فوقت ثلاث منى كما في "فتح الباري" وثلاث منه اولها يوم النحر، وهو يدل على كون التضحية مؤقتة بثلاثة ايام، ولو جازت الى آخر ايام التشريق او الى آخر الشهر لم يكن للنهي عن الادخار فوق ثلاث منى معنى، فكيف يجوز الذبح في وقت لايجوز ادخار الاضحية اليه؟ فان قيل: كان هذا النهي في عام واحد ثم اذن لهم في الادخار فليجز الاضحية كذلك، قلنا: قد اذن لهم في الادخار الى ماشاء وا فهل يقول ابن حزم بالاضحية كذلك الى ماشاء وا؟ كلا لن يقول بذلك احد له مسكة، فلابد من القول بان النهي عن الادخار فوق ثلاث منه دل على ان وقت التضحية ثلاثة ايام،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اور حضرت مجاہد، حضرت ماعز بن مالک یا مالک بن ماعز ثقفی سے روایت کرتے ہیں، کہ انہوں نے فرمایا کہ:

سَاقَ أَبِی هَدْيَيْنِ عَنْ نَفْسِهِ وَامْرَأَتِهِ وَابْنَتِهِ، فَأَضَلَّهُمَا بِذِی الْمَجَازِ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّحْرِ ذَكَرَ ذٰلِكَ لِعُمَرَ ، فَقَالَ : تَرَبَّصِ الْيَوْمَ وَغَدًا وَبَعْدَ غَدٍ ، فَإِنَّمَا النَّحْرُ فِی هٰذِهِ الثَّلَاثَةِ الْأَيَّامِ، فَإِنْ وَجَدْتَ هَدْيَيْكَ فَانْحَرْهُمَا جَمِيعًا ، فَإِنْ لَمْ تَجِدْهُمَا فَاشْتَرِ هَدْيَيْنِ فِی الْيَوْمِ الثَّالِثِ، فَانْحَرْهُمَا (مصنف ابنِ ابی شيبة) [1]

ترجمہ: میرے والد نے حج کی قربانی کے دو جانور لئے، اپنی جانب سے، اور اپنی اہلیہ اور بیٹی کی جانب سے، پھر وہ دونوں ذی المجاز مقام پر گم ہوگئے، پھر جب عیدالاضحیٰ کا دن ہوا، تو انہوں نے اس بات کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ آج اور کل اور پرسوں انتظار کریں، کیونکہ بس قربانی انہی تین دنوں میں ہے، پھر اگر آپ کو (ان تین دنوں کے اندر اندر) آپ کے یہ دونوں قربانی کے جانور مل جائیں، تو ان دونوں کو ذبح کردیں، اور اگر آپ کو نہ ملیں، تو آپ تیسرے دن دو قربانی کے جانور خرید لیں، اور ان کو ذبح کرلیں (ترجمہ ختم)

اس روایت کی سند درست ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واذنه فی الادخار لم يبطل توقيت الذبح بل توقيت الادخار فقط بدليل مامر من اقوال الصحابة ولامخالف لهم منهم ، وقال احمد :ايام النحر ثلاثة عن غير واحد من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ،كذافی المغنی(اعلاء السنن ج۱۷ ص۲۳۵، الاضحية يومان بعد يوم الاضحیٰ)

[1] رقم الحديث ۱۴۲۵۶ ، كتاب المناسك،باب فی الرجل يشتری البدنة فتضل فيشتری غيرها.

[2] البتہ بعض نے ماعز بن مالک یا مالک بن ماعز ثقفی کو مجہول قرار دیا ہے، مگر اولاً تو یہ خیر القرون سے تعلق رکھتے ہیں جن کی جہالت مضر نہیں؛ دوسرے حضرت مجاہد جیسے جلیل القدر تابعی ان سے روایت کررہے ہیں، جن کی مراسیل کو بھی کئی محدثین

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور حضرت نافع سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ، قَالَ الْأَضْحٰى يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْأَضْحٰى (مؤطا امام مالک) ل

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عیدالاضحیٰ کے دن کے بعد قربانی کے دو دن ہیں (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ ایک تو عیدالاضحیٰ کا دن قربانی کا ہے ہی، اور اس کے بعد قربانی کے مزید دو دن ہیں۔ اور اس طرح مجموعی طور پر قربانی کے تین دن ہیں۔

اور حضرت نافع سے ہی روایت ہے کہ:

سَأَلَ أَبُوْ سَلَمَةَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بَعْدَ النَّحْرِ بِيَوْمٍ فَقَالَ إِنِّيْ بَدَا لِيْ أَنْ أُضَحِّيَ . فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَنْ شَآءَ فَلْيُضَحِّ الْيَوْمَ ثُمَّ غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ (سنن البیهقی) ٢

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نے جید قرار دیا ہے، کیونکہ وہ ثقہ سے ہی روایت کرتے ہیں، اور ہر رطب و یابس کو روایت نہیں کرتے، تیسرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ بلکہ کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے، جس سے اس روایت کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔

وقد مر فی المقدمة ان مراسیل مجاهد جیاد، لکونه لایروی الا عن ثقة ،ولا یأخذ عن کل ضرب ، وایضا فالمجهول فی القرون الفاضلة لایضرنا (اعلاء السنن ج۱۷ ص ۲۳۲، باب ان الاضحیة یومان بعد یوم الاضحی)

ل رقم الحدیث ۱۷۷۴،کتاب الضحایا،باب أیام الأضحی، والضحیة عما فی بطن المرأة،مؤسسة زاید بن سلطان آل نهیان للأعمال الخیریة والإنسانیة -أبو ظبی -الإمارات،واللفظ لهٗ، سنن البیهقی، رقم الحدیث ۱۹۲۵۴،احکام القرآن للطحاوی،رقم الحدیث ۱۵۷۲،کتاب الحج والمناسک، تاویل قوله تعالیٰ واذکروالله فی ایام معدودات.

اسناده صحیح(التحجیل فی تخریج ما لم یخرج فی إرواء الغلیل،لعبد العزیز بن مرزوق الطّریفی ، کتاب الحج)

٢ رقم الحدیث ۱۹۲۵۳ ، کتاب الضحایا،باب من قال الأضحی یوم النحر ویومین بعده، دارالکتب العلمیة، بیروت.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: حضرت ابوسلمہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عیدالاضحیٰ کے ایک دن بعد سوال کیا کہ مجھے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ اب میں قربانی کروں، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جو چاہے آج قربانی کرے، پھر ان شاء اللہ کل قربانی کرے (ترجمہ ختم)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے یہ سوال عیدُ الاضحیٰ (یعنی دس ذی الحجہ) کے ایک دن بعد (یعنی گیارہ ذی الحجہ کو) کیا گیا تھا، جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ جو چاہے آج (یعنی گیارہ ذی الحجہ کو) قربانی کرے، اور جو چاہے کل (یعنی بارہ ذی الحجہ کو) قربانی کرے۔ آپ نے بارہ ذی الحجہ کے بعد قربانی کرنے کی اجازت نہیں دی، جس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے تین دن ہیں۔

اس روایت کی سند کے رجال ثقہ اور معتبر ہیں۔ [1]

---

[1] چنانچہ اس روایت کی سند یہ ہے:

أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ بْنُ بِشْرَانَ الْعَدْلُ بِبَغْدَادَ ,أنبأ إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدٍ الصَّفَّارُ، ثنا عَبْدُ الْكَرِيمِ بْنُ الْهَيْثَمِ، ثنا أَبُو الْيَمَانِ، أنبأ شُعَيْبٌ، قَالَ :قَالَ نَافِعٌ :سَأَلَ أَبُو سَلَمَةَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

اور اس کے رجال کا حال درجِ ذیل ہے۔

(۱)...... ابن بشران علی بن محمد بن عبد الله الأموی ،الشیخ، العالم، المعدل، المسند، أبو الحسین علی بن محمد بن عبد الله بن بشران بن محمد بن بشر الأموی، البغدادی.

ولد:سنة ثمان وعشرین وثلاث مائة .وسمع من:أبی جعفر بن البختری، وعلی بن محمد المصری، وإسماعيل الصفار، والحسین بن صفوان، وأحمد بن محمد بن جعفر الجوزی، وإسحاق بن أحمد الكاذی ، وعثمان بن السماک، وأبی بکر النجاد، وعدة.

روی شيئا كثيرا علی سداد وصدق وصحة رواية، كان عدلا وقورا .قال الخطيب: كان تام المروء ة، ظاهر الديانة، صدوقا ثبتا .قلت :حدث عنه :البيهقی، والخطيب، والحسن بن البناء ، وأبو الفضل عبد الله بن زكری الدقاق، وعلی بن عبد الواحد المنصوری، ونصر بن البطر، والرئيس أبو عبد الله الثقفی، والحسين بن أحمد بن عبد الرحمن العكبری، وأبو الفوارس طراد، وعاصم بن الحسن، وأحمد بن عبد العزيز بن شيبان، وآخرون(سيراعلام النبلاء ج۱۷ ص ۳۱۱،۳۱۲)

(۲)...... الصفار إسماعيل بن محمد بن إسماعيل،الإمام، النحوی، الأديب، مسند العراق، أبو علی إسماعيل بن محمد بن إسماعيل بن صالح البغدادی، الصفار، الملحی؛نسبة إلی الملح والنوادر.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ایک اور سند کے ساتھ حضرت نافع سے روایت ہے کہ:

سَأَلَ رَجُلٌ ابْنَ عُمَرَ بَعْدَ الْأَضْحٰى بِيَوْمٍ: أُضَحِّى الْيَوْمَ؟ قَالَ : نَعَمْ، وَغَدًا إِنْ شِئْتَ (احکام القرآن للطحاوی) ؎

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے عیدالاضحیٰ کے ایک دن بعد سوال کیا کہ کیا میں آج قربانی کرسکتا ہوں؟

تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بے شک، اور اگر آپ چاہیں تو کل بھی کرسکتے ہیں (ترجمہ ختم)

اس روایت کا مفہوم بھی پہلی روایت کے مطابق ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولد سنة سبع وأربعين ومائتين .وسمع من :الحسن بن عرفة أربعة وتسعين حديثا، ومن زكريا بن يحيى بن أسد، وسعدان بن نصر، ومحمد بن عبيد الله بن المنادى، وأحمد بن منصور الرمادى، وعبد الرحمن بن محمد كر بزان، وعدة .وصحب أبا العباس المبرد، وأكثر عنه.حدث عنه:الدارقطنى، وابن المظفر، وابن مندة، وأبو عمر بن مهدى، وعبيد الله بن محمد السقطى، وأبو الحسن بن رزقويه، وأبو الحسين بن بشران، ومحمد بن الحسين بن الفضل القطان، وعبد الله بن يحيى بن عبد الجبار السكرى، وأبو الحسين بن مخلد، وخلق سواهم.قال الدارقطنى :كان ثقة متعصبا للسنة(سيراعلام النبلاء ج۱۵ ص ۴۴۰، ۴۴۱)

(۳)...... الديرعاقولى عبد الكريم بن الهيثم بن زياد ،الإمام، الحافظ، الحجة، أبو يحيى عبد الكريم بن الهيثم بن زياد بن عمران الديرعاقولى، ثم البغدادى، القطان .ولد :بعد التسعين ومائة، وطوف، وكتب الكثير.سمع :أبا نعيم، وأبا اليمان الحمصى، وأبا بكر الحميدى، ومسلم بن إبراهيم، وسليمان بن حرب، وعلى بن عياش، وطبقتهم .حدث عنه :موسى بن هارون، ويحيى بن صاعد، وعثمان بن السماک، وأحمد بن كامل، وأبو سهل بن زياد، وآخرون .قال أحمد بن كامل القاضى: كتبنا عنه، وكان ثقة مأمونا .وقال الخطيب :كان الديرعاقولى ثقة ثبتا(سيراعلام النبلاء ج۱۳ ص ۳۳۵، ۳۳۶)

(۴، ۵، ۶)...... ابواليمان وشعيب بن ابى حمزة ونافع :فمن رجال البخارى.

قال البخارى فى موضع:

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، أَخْبَرَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِى حَمْزَةَ، قَالَ :نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِىَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ :حَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى حَجَّتِهِ(بخارى، رقم الحديث ۱۷۲۶)

؎ رقم الحديث ۱۵۷۳، كتاب الحج والمناسک، تاويل قوله تعالىٰ واذكروالله فى ايام معدودات،مركز البحوث الإسلامية التابع لوقف الديانة التركى ، استانبول.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور اس روایت کی سند بھی ثقہ راویوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے مستند ہے۔ ؎

؎ چنانچہ اس روایت کی سند یہ ہے:

وَمَا قَدْ حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ :حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيمٍ، قَالَ :حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ:

اور اس سند کے راویوں کا حال درجِ ذیل ہے۔

(۱)...... فهد بن سليمان بن يحيى :أحد مشايخ أبي جعفر الطحاوى الذين روى عنهم وكتب وحدث .ذكره أبو سعيد بن يونس فى تاريخ الغرباء الذين قدموا مصر، وقال :فهد بن سليمان بن يحيى، يكنى أبا محمد، كوفى قدم مصر قديمًا، وكان بدل فى البر وحدث بها عن الغرباء وأهل مصر، توفى بمصر فى صفر سنة خمس وسبعين ومائتين، وكان ثقة ثبتًا .قلت :وكذا نقل الحافظ أبو سليمان الربعى، عن أبى جعفر الطحاوى أنه توفى فى صفر سنة خمس وسبعين ومائتين (مغانى الاخيار ج۴ص۲۵)

فهد بن سليمان بن يحيى أبو محمد الكوفي النحاس نزيل مصر سمع بدمشق أبا مسهر وسليمان بن عبد الرحمن وسعيد بن المغيرة الصياد وعتبة ابن السكن ومحمد بن كثير المصيصى وموسى بن داود الضبى وأبا نعيم الفضل بن دكين والمعلى بن الوليد القعقاعي ويزيد بن عبد ربه ويحيى بن عبد الله البابلتي ومحمد بن سنان العوفي والمعلى بن أسد البصرى وعمر بن حفص بن غياث وأبا بكر بن أبي شيبة ومحمد بن سعيد بن الأصبهاني ....وكان ثقة ثبتا (تاريخ دمشق لابن عساكر ج۴۸ص ۴۵۹، ۴۶۰،ملخصاً، تحت ترجمة فهد بن سليمان)

(۲)......أبو نعيم الفضل بن دكين التيمى الطلحى (ع)الحافظ الكبير، شيخ الإسلام، الفضل بن عمرو بن حماد بن زهير بن درهم، التيمى، الطلحى، القرشى مولاهم، الكوفى، الملائى، الأحول، مولى آل طلحة بن عبيد الله............وكان من أئمة هذا الشأن وأثباتهم.حدث عنه :البخارى كثيرا، وهو من كبار مشيخته، وروى هو والجماعة عن رجل عنه............قال أبو زرعة الدمشقى :سمعت يحيى بن معين يقول :ما رأيت أحدا أثبت من رجلين :أبى نعيم، وعفان.قال أبو زرعة :وسمعت أحمد بن صالح يقول :ما رأيت محدثا أصدق من أبى نعيم.قال يعقوب الفسوى :أجمع أصحابنا أن أبا نعيم كان غاية فى الإتقان .وقال أبو حاتم :كان حافظا، متقنا، لم أر من المحدثين من يحفظ ويأتى بالحديث على لفظ واحد لا يغيره سوى قبيصة، وأبى نعيم فى حديث الثورى، وكان أبو نعيم يحفظ حديث الثورى حفظا جيدا -يعنى :الذى عنده عنه.قال :وهو ثلاثة آلاف وخمس مائة حديث، ويحفظ حديث مسعر، وهو خمس مائة حديث، وكان لا يلقن.قال أحمد بن منصور الرمادى :خرجت مع أحمد ويحيى إلى عبد الرزاق خادما لهما.قال :فلما عدنا إلى الكوفة قال يحيى بن معين :أريد أن أختبر أبا نعيم .فقال أحمد :لا ترد، فالرجل ثقة.(سير اعلام النبلاء ج۱۰ ص ۱۴۲تا۱۴۸ ،ملخصاً)

من التاسعة مات سنة ثمانى عشرة وقيل تسع عشرة وكان مولده سنة ثلاثين وهو من كبار شيوخ البخارى (تقريب التهذيب ج۲ص ۱۱)

(۳)...... شعبة ابن الحجاج ابن الورد العتكى مولاهم أبو بسطام الواسطى ثم البصرى ثقة حافظ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّهُ بَلَغَهُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، مِثْلُ ذٰلِكَ (مؤطا امام مالک) [۱]

ترجمہ: ان کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسی (یعنی حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی روایت) کے مثل روایت پہنچی ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

اَلنَّحْرُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ (احکام القرآن للطحاوی) [۲]

ترجمہ: قربانی کے تین دن ہیں (ترجمہ ختم)

اس روایت کی سند بھی معتبر ہے۔ [۳]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

متقن كان الثورى يقول هو أمير المؤمنين فى الحديث وهو أول من فتش بالعراق عن الرجال وذب عن السنة وكان عابدا من السابعة مات سنة ستين ع(تقريب التهذيب ج ا ص ۲۶۶)

(۴)...... أيوب ابن أبى تميمة كيسان السختيانى بفتح المهملة بعدها معجمة ثم مثناة ثم تحتانية وبعد الألف نون أبو بكر البصرى ثقة ثبت حجة من كبار الفقهاء العباد من الخامسة مات سنة إحدى وثلاثين ومائة وله خمس وستون ع(تقريب التهذيب ج ا ص ۱۱۷)

[۱] رقم الحديث ۱۷۷۵، كتاب الضحايا، باب الضحية فى بطن المرأة، مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان للأعمال الخيرية والإنسانية -أبو ظبى -الإمارات.

[۲] رقم الحديث ۱۵۶۹، كتاب الحج والمناسك، تاويل قوله تعالىٰ واذكروا الله فى ايام معدودات، مركز البحوث الإسلامية التابع لوقف الديانة التركى، استانبول.

[۳] چنانچہ اس روایت کی سند اور اس کے راویوں کا حال درج ذیل ہے:

قَدْ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي عِمْرَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ التَّيْمِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ حَجَّتِهِ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ:

(۱)...... ابن أبى عمران أحمد بن موسى البغدادى، الإمام، العلامة، شيخ الحنفية، أبو جعفر، أحمد بن أبى عمران -موسى بن عيسى البغدادى -الفقيه المحدث، الحافظ. ولد: فى حدود المائتين، وسكن مصر. وحدث عن: عاصم بن على، ومحمد بن عبد الله بن سماعة، وسعدويه الواسطى، وبشر بن الوليد الكندى، وجماعة. وتفقه على بشر، وابن سماعة، وأصحاب أبى يوسف، ومحمد. لازمه أبو جعفر الطحاوى، وتفقه به، وولى قضاء مصر مدة بعد بكار بن قتيبة، وكان من بحور العلم، يوصف بحفظ وذكاء مفرط. قال الإمام أبو عبد الله الصيمرى الحنفى: كان شيخ أصحابنا بمصر فى زمانه، أخذ عن أصحاب أبى يوسف. قلت: روى شيئا كثيرا من الحديث من حفظه. وتوفى: فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور ایک اور سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المحرم، سنة ثمانين ومائتين(سير اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۳۳۴،۳۳۵)

(۲)...... العيشي عبيد الله بن محمد بن حفص *(د، ت، س)الإمام، العلامة، الثقة، أبو عبد الرحمن عبيد الله بن محمد بن حفص بن عمر بن موسى بن عبيد الله بن معمر القرشي، التيمي، البصرى، الأخباري، الصادق، ويعرف :بابن عائشة، وبالعيشي؛ لأنه من ولد عائشة بنت طلحة بن عبيد الله .ولد :بعد الأربعين ومائة .وسمع :حماد بن سلمة، وجويرية بنت أسماء ، ومهدى بن ميمون، وأبا هلال الراسبي، ووهيب بن خالد، وأبا عوانة، وعبد الواحد بن زياد، وعبد العزيز بن مسلم، وهشام بن زياد، وابن المبارك .حدث عنه :أبو داود، وبواسطة الترمذى، والنسائي، وأحمد بن حنبل، وأبو زرعة، وابن أبي الدنيا، وعثمان بن خرزاذ، وإبراهيم الحربى، وأبو عبد الله البوشنجي، وأبو القاسم البغوى، وخلق كثير.قال أبو حاتم، وغيره :صدوق فى الحديث ، وكان عنده عن حماد بن سلمة تسعة آلاف حديث.وقال أبو داود :كان طلابا للحديث، عالما بالعربية وأيام الناس لولا ما أفسد نفسه، وهو صدوق.وقال .زكريا الساجي :قذف بالقدر، وكان بريئا منه، وكان من سادات أهل البصرة، غير مدافع، كريما، سخيا(سير اعلام النبلاء ج۱۰ ص ۵۶۴،۵۶۵)

قال أبو طالب، عن أحمد بن حنبل :صدوق في الحديث .وَقَال أبو حاتم :صدوق ثقة ، روى عنه أحمد بن حنبل وكان عنده عن حماد بن سلمة تسعة آلاف حديث ، وكان عنده رقائق وفصاحة وحسن خلق وسخاء .وَقَال أبو عُبَيد الآجرى ، عَن أبي داود :سمعت أبا سلمة ذكر ابن عائشة ، فقال :سمع علما كثيرا ولكنه أفسد نفسه .وَقَال :سمعت أبا داود يقول :كان ابن عائشة طلابا للحديث ، عالما بالعربية ، وأيام الناس لولا ما أفسد نفسه.قال :وسمعت أبا داود يقول :ابن عائشة صدوق في الحديث .وَقَال ابن خراش :صدوق.وذكره ابنُ حِبَّان في كتاب "الثقات، وَقَال :مستقيم الحديث .وَقَال زكريا بن يحيى الساجي :صدوق ، قذف بالقدر ، وكان بريئا منه سمعت محمد بن عائشة ابن أخي ابن عائشة يذكر ذلك ، وَقَال :إنما كان له خلق جميل ، وكان يتحبب إلى الناس ويحب المحامد فكان كل من جاء ه لقيه بالبشر ، وما كان مذهبه إلا إثبات القدر .قال الساجي :وكان شيخا من سادات البصرة غير مدافع عن ذلك ، وكان كريما سخيا(تهذيب الكمال ج۱۹ ص ۱۴۹، ۱۵۰)

(۳)...... خت م :حماد بن سلمة بن دينار البَصرِيّ، أبو سلمة بن أَبي صخرة مولى ربيعة بن مالك بن حنظلة من بني تميم ، ويُقال :مولى قريش ، ويُقال :مولى حميرى بن كرامة ، وهو ابن أخت حميد الطويل...........وَقَال إسحاق بن منصور، عن يحيى بن مَعِين :حماد بن سلمة ثقة.وَقَال عَباس الدُّورِيُّ ، عن يحيى بن مَعِين :حديثه في أول أمره وآخره واحد .وَقَال عنه أيضا :من خالف حماد بن سلمة في ثابت فالقول قول حماد .قيل :فسُلَيمان بن المغيرة عن ثابت قال :سُلَيمان ثبت ، وحماد أعلم الناس بثابت.وَقَال أبو بكر بن أبي خيثمة ، عن يحيى بن مَعِين :أثبت الناس في ثابت البناني حماد بن سلمة .وَقَال جعفر بن أَبي عثمان الطيالسي ، عن يحيى بن مَعِين من سمع من حماد بن سلمة الاصناف ففيها اختلاف ، ومن سمع من حماد بن سلمة نسخا فهو صحيح(تهذيب الكمال ج۷ص ۲۵۳ تا۲۶۳)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ، قَالَ : ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ : يَوْمُ الْأَضْحٰى، وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ، اِذْبَحْ فِيْ أَيِّهِنَّ شِئْتَ (تفسیر ابن أبی حاتم) [1]

ترجمہ: چند گنے چنے تین دن ہیں، ایک تو عیدالاضحیٰ کا دن، اور دو دن اس کے بعد، ان میں سے آپ جس میں چاہیں (قربانی کا جانور) ذبح کریں (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی قربانی کے تین دن ہیں۔ [2]

اور حضرت ہشام دستوائی، حضرت قتادہ سے، اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

اَلذِّبْحُ بَعْدَ الْعِيْدِ يَوْمَانِ (احکام القرآن للطحاوی) [3]

ترجمہ: ذبح (یعنی قربانی) کے عیدالاضحیٰ کے بعد دو دن ہیں (ترجمہ ختم)

اس روایت کی سند کے رجال بھی ثقہ ہیں۔ [4]

---

[1] رقم الحديث ۱۸۹۴، ج۲ ص ۳۶۰، تحت سورة البقرة، مكتبة نزار مصطفى الباز -المملكة العربية السعودية.

ابن ابی لیلیٰ حسن الحديث كما مر غيرمرة (اعلاء السنن ج۱۷ ص ۲۳۲، باب ان الاضحية يومان بعد يوم الاضحى)

والمنال بن عمر بن راشد :وثقه :يحيى بن معين، وغيره. وقال الدارقطني :صدوق. كما سيأتي ،فهو حسن الحديث.

[2] مالك عن نافع أن عبد الله بن عمر قال الأضحى يومان بعد يوم الأضحى ، مالك أنه بلغه عن علي بن أبي طالب مثل ذلك ، قال أبو عمر قول ابن عمر يومان بعد يوم الأضحى يريد بعد يوم النحر وهو العاشر من ذي الحجة ، والأضحى عنده ثلاثة أيام يوم النحر ويومان بعده وهي الأيام المعلومات عنده ، وهو قول علي -رضي الله عنه -(وبه) قال مالك وأصحابه وأبو يوسف (يعقوب بن إبراهيم القاضي)(الاستذكار لابن عبدالبر، باب الاضحية عما في بطن المرأة وذكر أيام الأضحى)

[3] كتاب الحج والمناسك، تاويل قوله تعالىٰ واذكروا الله في ايام معدودات، مركز البحوث الإسلامية التابع لوقف الديانة التركي ، استانبول.

[4] چنانچہ اس روایت کی سند اور اس کے راویوں کا حال درج ذیل ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خُزَيْمَةَ، قَالَ :حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْأَزْدِيُّ، قَالَ :حَدَّثَنَا هِشَامٌ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اور حضرت سعید بن ابی عروبہ، حضرت قتادہ سے، اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الدَّسْتَوَائِيُّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ:

(۱)...... محمد بن خزيمة بن راشد البصرى: عن الحجاج بن منهال، ومحمد بن إسماعيل، والمعلى بن أسد، وسعيد بن سليمان الواسطى، وعلى بن الجعد، وعبد الله بن رجاء، وغيرهم، وعنه الطحاوى، ذكره ابن حبان فى الطبقة الرابعة من الثقات، وقال: أبو عمر، سكن مصر، يروى عن محمد بن عبد الله الأنصارى وأهل العراق، حدثنا عنه أحمد بن الفضل بن حاتم بالأملة وغيره، مستقيم الحديث .ا.هـ .وقال الذهبى فى الميزان: ثقة .ا.هـ(مغانى الاخيار لبدرالدين العينى، تحت رقم الترجمة ۴۴۳)

(۲)...... مسلم بن إبراهيم أبو عمرو الأزدى *(ع)الإمام، الحافظ، الثقة، مسند البصرة، أبو عمرو الأزدى، الفراهيدى مولاهم، البصرى، القصاب............ روى: أحمد بن زهير، عن يحيى بن معين: ثقة، مأمون.وقال الفضل بن سهل الأعرج: كان يحيى بن معين يقدم مسلم بن إبراهيم على معاذ بن هشام، ويقول: لا أجعل رجلا لم يرو إلا عن أبيه، كرجل روى عن الناس.وقال أبو إسماعيل الترمذى: سمعت مسلم بن إبراهيم يقول: كتبت عن ثمان مائة شيخ، ما جزت الجسر.قال أبو داود: ما رحل مسلم إلى أحد، وكتب عن قريب من ألف شيخ، وهؤلاء أصحاب شيوخ: مسلم بن إبراهيم، وعبد الصمد، وإسحاق بن إدريس.وقال أيضا: كان مسلم يحفظ حديثه عن قرة، ويحفظ حديث هشام(سيراعلام النبلاء ج۱۰ ص۳۱۴تاص۳۱۵،ملخصاً)

(۳)...... هشام الدستوائى أبو بكر بن سنبر البصرى *(ع)هو الحافظ، الحجة، الإمام، الصادق، أبو بكر هشام بن أبى عبد الله سنبر البصرى، الربعى مولاهم............ محمد بن عمار بن الحارث الرازى: عن على بن الجعد، سمع شعبة يقول: كان هشام الدستوائى أحفظ منى عن قتادة.وقال ابن معين: قال شعبة:هشام أعلم بحديث قتادة منى، وأكثر مجالسة له منى .معلى بن منصور: سألت ابن علية عن حفاظ البصرة، فذكر هشاما الدستوائى .أبو هشام الرفاعى: عن وكيع، قال: حدثنا هشام الدستوائى، وكان ثبتا.وقال ابن معين: كان يحيى القطان إذا سمع الحديث من هشام الدستوائى، لا يبالى أن لا يسمعه من غيره .أبو حاتم: عن أبى غسان التسترى، سمعت أبا داود الطيالسى يقول: كان هشام الدستوائى أمير المؤمنين .وقال أبو حاتم: ما رأيت أبا نعيم يحث على أحد، إلا على هشام الدستوائى. قال أبو حاتم: وسألت أحمد بن حنبل عن الأوزاعى والدستوائى: أيهما أثبت فى يحيى بن أبى كثير؟فقال: الدستوائى، لا تسأل عنه أحدا، ما أرى الناس يروون عن أحد أثبت منه، مثله عسى، أما أثبت منه، فلا .صالح بن أحمد: قال أبى: أكثر من فى يحيى بن أبى كثير بالبصرة هشام الدستوائى .وقال على بن المدينى: هو ثبت.وقال أبو حاتم: سألت عليا: من أثبت أصحاب يحيى بن أبى كثير؟قال: هشام الدستوائى، ثم حسين المعلم، والأوزاعى، وحجاج الصواف، وأراه ذكر على بن المبارك(سيراعلام النبلاء ج۷ص۱۴۹، تا ص۱۵۱، ملخصاً)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اَلذِّبحُ بَعدَ النَّحرِ یَومَانِ (سنن البیهقی) ل

ترجمہ: ذبح کے یومُ النحر (یعنی عید الاضحیٰ) کے بعد دو دن ہیں (ترجمہ ختم)

اس روایت کے رجال بھی معتبر ہیں۔ ٢

ل رقم الحدیث ١٩٢٥٥، کتاب الضحایا، باب من قال الأضحى يوم النحر ويومين بعده، دار الکتب العلمیة، بیروت.

٢ چنانچہ اس روایت کی سند اور اس کے راویوں کا حال درج ذیل ہے۔

أَخبَرَنَا أَبُو نَصرِ بنُ قَتَادَةَ، أنبأ أَبُو عَمرِو بنُ نُجَيدٍ، أنبأ أَبُو مُسلِمٍ، ثنا عَبدُ الرَّحمَنِ بنُ حَمَّادٍ، ثنا سَعِيدُ بنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَن قَتَادَةَ، عَن أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنهُ قَالَ:

(١)......اس روایت کے پہلے راوی امام بیہقی کے شیخ ابونصر عمر بن عبدالعزیز بن قتادہ ہیں، جن سے امام بیہقی رحمہ اللہ کثرت سے احادیث روایت کرتے ہیں، اور امام بیہقی نے ان کی کئی احادیث کو صحیح قرار دیا ہے، چنانچہ ایک مقام پر ان کی حدیث کے متعلق امام بیہقی کا کلام درج ذیل ہے۔

أَخبَرَنَا أَبُو نَصرِ بنُ قَتَادَةَ، أنبأ أَبُو الحَسَنِ مُحَمَّدُ بنُ الحَسَنِ السَّرَّاجُ ,ثنا مُطَيَّنٌ، ثنا ابنُ نُمَيرٍ، ثنا عَبدَةُ بنُ سُلَيمَانَ، ح وَأَخبَرَنَا أَبُو نَصرِ بنُ قَتَادَةَ، ثنا أَبُو بَكرٍ مُحَمَّدُ بنُ مُحَمَّدِ بنِ دَاوُدَ السِّجزِيُّ إِملَاءً ,ثنا عَبدُ الرَّحمَنِ بنُ مُحَمَّدِ بنِ إِدرِيسَ الحَنظَلِيُّ، ثنا هَارُونُ بنُ إِسحَاقَ الهَمَذَانِيُّ، ثنا عَبدَةُ بنُ سُلَيمَانَ الكِلَابِيُّ، عَن سَعِيدِ بنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَن قَتَادَةَ، عَن عَزرَةَ، عَن سَعِيدِ بنِ جُبَيرٍ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ لَبَّيكَ عَن شُبرُمَةَ ,فَقَالَ " :مَن شُبرُمَةُ "فَذَكَرَ أَخًا لَهُ أَو قَرَابَةً ,قَالَ ": أَحَجَجتَ قَطُّ؟ "قَالَ :لَا ,قَالَ ": فَاجعَل هَذِهِ عَنكَ ثُمَّ حُجَّ عَن شُبرُمَةَ "هَذَا إِسنَادٌ صَحِيحٌ لَيسَ فِي هَذَا البَابِ أَصَحُّ مِنهُ (سنن البیهقی، رقم الحدیث ٨٦٧٥)

اور ایک مقام پر امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

أَخبَرَنَا أَبُو الحَسَنِ عَلِيُّ بنُ أَحمَدَ بنِ عَبدَانَ ,أنبأ أَحمَدُ بنُ عُبَيدٍ الصَّفَّارُ ,ثنا مُحَمَّدُ بنُ يَعقُوبَ الكَرَابِيسِيُّ ,ثنا مُحَمَّدُ بنُ أَبِي بَكرٍ ح وَأَخبَرَنَا أَبُو نَصرِ بنُ قَتَادَةَ ,وَأَبُو بَكرٍ مُحَمَّدُ بنُ إِبرَاهِيمَ الفَارِسِيُّ قَدِمَا عَلَينَا بَيهَقَ وَهُمَا صَحِيحٌ سَمَاعُهُمَا (سنن البیهقی، رقم الحدیث ٢١١١٥)

(٢)...... ابن نجید إسماعیل بن نجید بن أحمد السلمی ،الشیخ، الإمام، القدوة، المحدث، الربانی، شیخ نیسابور، أبو عمرو إسماعیل بن نجید ابن الحافظ أحمد بن یوسف بن خالد السلمی النیسابوری الصوفی کبیر الطائفة، ومسند خراسان(سیر اعلام النبلاء ج١٦ ص١٤٦)

(٣)...... الکجی أبو مسلم إبراهیم بن عبد الله. الشیخ، الإمام، الحافظ، المعمر، شیخ العصر، أبو مسلم إبراهیم بن عبد الله بن مسلم بن ماعز بن مهاجر البصری، الکجی، صاحب (السنن) ولد سنة نیف وتسعین ومئة...... وثقه :الدارقطنی، وغیره. وکان سریا نبیلا متمولا، عالما بالحدیث وطرقه،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور حضرت شعبہ، حضرت قتادہ سے، اور وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عالی الإسناد قدم بغداد وازدحموا علیه(سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص۴۲۳، ۴۲۴،ملخصاً)

أبو مسلم الکجی الحافظ المسند إبراهیم بن عبد الله بن مسلم بن ماعز بن کج البصری.
صاحب کتاب السنن .وثقه الشیوخ قال الدارقطنی :کان ثقة سریاً نبیلاً عالماً بالحدیث مدحه البحتری وقیل إنه لما حدث تصدق بعشرة آلاف(طبقات الحفاظ ج۱ ص۵۳)

أبو مسلم الکجی اسمه إبراهیم بن عبد الله من أهل البصرة یروی عن أبی عاصم وأبی الولید کتب عنه أصحابنا مات ببغداد بعد السبعین والمائتین(کتاب الثقات لابنِ حبان، ج۸ص ۸۹

(۴)...... خ ت :عبد الرحمن بن حماد بن شعیث ، ویُقال :ابن عمارة الشعیثی ، أبو سلمة العنبری البَصْرِیّ......قال أبو زُرْعَة :لا بأس به .وَقَال أبو حاتم :لیس بالقوی .وذکره ابنُ حِبَّان فِی کتاب "الثقات"وَقَال :شعیث من بلعنبر .قال أبو الحسین بن قانع ، وأبو القاسم عبد الرحمن بن أبی عَبد الله بن منده :مات سنة اثنتی عشرة ومئتین .زاد ابن منده :فی ذی الحجة.وروی له التِّرْمِذِیّ (تهذیب الکمال ج۱۷ ص۶۹،۷۰ ملخصاً)

"خ ت عبد الرحمن "بن حماد بن شعیب ویقال ابن عمارة الشعیثی أبو سلمة العنبری البصری روی عن ابن عون وعباد بن منصور وسعید بن أبی عروبة والثوری وکهمس بن الحسن وغیرهم وعنه البخاری وروی الترمذی عن محمد بن أحمد بن مدویة وعنه وأبو العباس العصفری ویعقوب بن سفیان وإبراهیم بن راشد الآدمی وأبو مسلم إبراهیم بن عبد الله الکشی وإسحاق بن سیار النصیبی ومحمد بن یونس الکدیمی وغیرهم قال أبو زرعة لا بأس به وقال أبو حاتم لیس بالقوی وذکره ابن حبان فی الثقات قال ابن نافع مات سنة اثنتی عشرة ومائتین وکذا أرخه أبو القاسم بن منده وزاد فی ذی الحجة قلت وقال الدارقطنی فی الجرح والتعدیل ثقة وفی الزهرة روی عنه البخاری ثلاثة أحادیث(تهذیب التهذیب ج۶ ص۱۶۴)

(۵)...... ابن أبی عروبة سعید بن أبی عروبة مهران العدوی .الإمام، الحافظ، عالم أهل البصرة، وأول من صنف السنن النبویة، أبو النضر بن مهران العدوی مولاهم، البصری...... وثقه :یحیی بن معین، والنسائی، وجماعة.

قال یزید بن زریع :سمعت سعید بن أبی عروبة یقول :من لم یسمع الاختلاف، فلا تعده عالما.
قال أحمد بن حنبل :لم یکن لسعید کتاب، إنما کان یحفظ ذلک کله .وقال یحیی بن معین :أثبت الناس فی قتادة :سعید، وهشام الدستوائی، وشعبة.قال أبو عوانة :لم یکن عندنا فی ذلک الزمان أحد أحفظ من سعید بن أبی عروبة(سیر اعلام النبلاء ج۶ ص۴۱۳،۴۱۴، ملخصاً)

وسعید بن ابی عروبة من رجال البخاری ومسلم.
قال البخاری فی موضع:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اَلْأَضْحٰى يَوْمَانِ بَعْدَهُ (احکام القرآن للطحاوی) ۱؎

ترجمہ: قربانی کے عیدالاضحیٰ کے بعد دو دن ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوہلال محمد بن سلیم راسبی، حضرت قتادہ سے، اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں کہ:

يُضَحّٰى بَعْدَ النَّحْرِ بِيَوْمَيْنِ (احکام القرآن للطحاوی) ۲؎

ترجمہ: عیدالاضحیٰ کے بعد دو دن تک قربانی کی جائے گی (ترجمہ ختم)

یہ روایت بھی پہلی روایات کے ساتھ مل کر حسن درجے میں داخل ہے۔ ۳؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا رَوْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَسَحَّرَا، فَلَمَّا فَرَغَا مِنْ سَحُورِهِمَا، قَامَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلاَةِ، فَصَلَّى، فَقُلْنَا لِأَنَسٍ: كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سَحُورِهِمَا وَدُخُولِهِمَا فِي الصَّلاَةِ؟ قَالَ: كَقَدْرِ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِينَ آيَةً (بخاری، رقم الحديث ۱۱۳۴)

وقال المسلم فی موضع:

وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَأَدْخُلُ الصَّلَاةَ أُرِيدُ إِطَالَتَهَا فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَأُخَفِّفُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ أُمِّهِ بِهِ (مسلم، رقم الحديث ۴۷۰)

۱؎ رقم الحديث ۱۵۷۶، کتاب الحج والمناسک، تاويل قوله تعالیٰ واذكروا الله فی ايام معدودات، مركز البحوث الإسلامية التابع لوقف الديانة التركی، استانبول.

۲؎ رقم الحديث ۱۵۷۴، کتاب الحج والمناسک، تاويل قوله تعالیٰ واذكروا الله فی ايام معدودات، مركز البحوث الإسلامية التابع لوقف الديانة التركی، استانبول.

۳؎ اور ابوہلال راسبی، حسن یا اس سے اعلیٰ درجے کے راوی ہیں۔

خت: محمد بن سليم، أبو هلال الراسبي.........قال عَمرو بن علي كان يحيى لا يحدث عنه، وكان عبد الرحمن يحدث عنه، وسمعت يزيد بن زريع يقول: عدلت عَن أبي بكر الهذلي وأبي هلال عمدا. وَقَال عثمان بن سَعِيد الدارمي: قلت ليحيى بن مَعِين: حماد بن سلمة أحب إليك في حديث قتادة أو أبو هلال؟ فقال: حماد أحب إلي، وأبو هلال صدوق. وَقَال مرة ليس به بأس، وليس بصاحب كتاب وَقَال عبد الرحمن بن أبي حاتم: أدخله البخاري في كتاب "الضعفاء"

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اور حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

اَلنَّحرُ یَومَانِ بَعدَ یَومِ النَّحرِ، وَأَفضَلُهَا یَومُ النَّحرِ (احکام القرآن للطحاوی) ل

ترجمہ: قربانی عیدالاضحیٰ کے بعد دو دن ہے، اور قربانی کا افضل دن عیدالاضحیٰ کا دن ہے (ترجمہ ختم)

اس روایت کی سند معتبر ہے، اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت دوسری سندوں کے ساتھ بھی مروی ہے۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وسمعت أبی یقول :یحول منه .وَقَال أبو عُبَید الآجری ، عَن أبی داود :أبو هلال ثقة ، ولم یکن له کتاب ، وأبو هلال فوق عِمران القطان .هکذا قال أبو داود .وَقَال النَّسَائی لیس بالقوی.قال البخاری قال محمد بن محبوب :مات فی ذی الحجة سنة سبع وستین ومئة.إستشهد به البخاری فی "الصحیح "، وروی له فی کتاب "القراء ة خلف الإمام "وغیره ، والباقون سوی مسلم(تهذیب الکمال، ج۲۵ص ۲۹۲ تاص ۲۹۶ ملخصاً)

وقال جمهورُ من یقبل المراسیل: تُقبَلُ روایةُ المدلس مطلقاً، حکاه الخطیب. وأما دعوی النووی فی "شرح المهذب"، تبعاً للبیهقی وابن عبدالبر: أنهم اتفقوا علی رد ماعنعنه المدلس، فمحمولةٌ علیٰ اتفاق من لایحتجُّ بالمرسَل (ظفرالامانی للکنوی، صفحه ۳۹۳)

قلت: فان کان المدلس من ثقات القرون الثلاثة یقبل تدلیسه کارساله مطلقا، وان کان ممن دون هؤلاء ففیه تفصیل قد مر عن قریب فتذکر، وفی تدریب الراوی وقال جمهور من یقبل المرسل یقبل (المدلس) مطلقا حکاه الخطیب. ونقل المصنف فی شرح المهذب الاتفاق علی رد ماعنعنه تبعاً للبیهقی وابن عبدالبر (وهو) محمول علی اتفاق من لا یحتج بالمرسل (قواعد فی علوم الحدیث، صفحه ۱۵۹)

ل رقم الحدیث ۱۵۷۱، کتاب الحج والمناسک، تاویل قوله تعالیٰ واذکروالله فی ایام معدودات، مرکز البحوث الإسلامیة التابع لوقف الدیانة الترکی ، استانبول.

۲ چنانچہ اس روایت کی سند اور اس کے راویوں کا حال درجِ ذیل ہے:

وَمَا قَد حَدَّثَنَا إِبرَاهِیمُ بنُ مَرزُوقٍ، قَالَ :حَدَّثَنَا وَهبُ بنُ جَرِیرٍ، قَالَ :حَدَّثَنَا شُعبَةُ، عَن مَیسَرَةَ بنِ حَبِیبٍ، عَنِ المِنهَالِ بنِ عَمرٍو، عَن سَعِیدِ بنِ جُبَیرٍ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، قَالَ " :

(۱)...... إبراهیم بن مرزوق بن دینار الأَمَوِی ، أبو إسحاق البَصرِیّ ، نزیل مصر ، مولی عثمان بن عفان......قال النَّسَائی :صالح.وَقَال فی موضع آخر :لا بأس به.وَقَال فی موضع آخر :لیس لی به

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند کے ساتھ یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

اَلْـأَضْحٰی ثَـلَاثَةُ أَيَّامٍ (احکام القرآن للطحاوی) ۱؎

ترجمہ: قربانی کے تین دن ہیں (ترجمہ ختم)

یہ روایت پہلی روایت کے مطابق ہے، اور سند کے لحاظ سے معتبر ہے۔ ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

علم .وَقَال الدَّارَقُطْنِيُّ :ثقة .إلا أنه كان يخطء ، فيقال له ، فلا يرجع .قال أبو سَعِيد بن يونس :مات يوم الخميس لاربع عشرة ليلة خلت من جمادى الآخرة سنة سبعين ومئتين(تهذيب الكمال ج۲ص۱۹۷ تا ۱۹۸ ،ملخصاً)

قال النسائى :صالح.وقال ابن يونس :كان ثقة، ثبتا(سيراعلام النبلاء ج۱۲ ص ۳۵۵)

(۲)...... وهب بن جرير بن حازم بن زيد أبو عبد الله الأزدى البصرى ثقة من التاسعة مات سنة ست ومائتين ع(تقريب التهذيب ج ا ص ۵۸۵)

(۳)...... بخ د ت س :ميسرة بن حبيب النهدى، أبو حازم الكوفى......قال عَبد الله بن أحمد بن حنبل :أملى على أبى ان أبا حازم ميسرة ثقة .وَقَال إسحاق بن منصور ، عن يحيى بن مَعِين :ثقة. وكذلك قال العجلى ، والنَّسائي .وَقَال أبو داود :معروف.وَقَال عبد الرحمن بن أَبي حاتم :سَأَلتُ أبي ، قلت :ميسرة ابن حبيب احب اليك أم حجاج بن أرطاة وابن أَبي ليلى ؟ فقال :ميسرة احب إلى على قلة ما ظهر من حديثه .قلت :فما قولك فيه ؟ قال :لا بأس به.وذكره ابنُ حِبَّان في كتاب "الثقات"روى له البخارى في "الأدب "، وابو داود ، والتِّرْمِذِيّ ، والنَّسائى(تهذيب الكمال ج۲۹ ص ۱۹۲،۱۹۳ ، ملخصاً)

(۴)...... المنهال بن عمرو أبو عمرو الأسدى مولاهم *(خ)الكوفى.يروى عن :أنس بن مالك، وزر بن حبيش، وعبد الرحمن بن أبى ليلى، وأبى عمر زاذان، وسعيد بن جبير .روى عنه :حجاج بن أرطاة، وزيد بن أبى أنيسة، ومنصور، وشعبة، والمسعودى، وسوار بن مصعب، وطائفة كبيرة. وقيل :إن سوارا إنما روى عن الأعمش، عنه، ثم إن شعبة ترك الرواية عنه؛ لكونه سمع آلة الطرب من بيته .وثقه :يحيى بن معين، وغيره .وقال الدارقطنى :صدوق.وقال ابن حزم :ليس بالقوى(سيراعلام النبلاء ج۵ ص ۱۸۴)

۱؎ رقم الحديث ۱۵۷۰ ،كتاب الحج والمناسك، تاويل قوله تعالىٰ واذكروالله فى ايام معدودات،مركز البحوث الإسلامية التابع لوقف الديانة التركى ، استانبول.

۲؎ چنانچہ اس روایت کی سند یہ ہے:

حَدَّثَنَا فَهْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ :حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ الْأَصْبَهَانِيِّ، قَالَ :حَدَّثَنَا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ مَيْسَرَةَ، عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

اور اس کے راویوں کا حال درج ذیل ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور امام بخاری رحمہ اللہ تاریخِ کبیر میں فرماتے ہیں کہ:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

(۱)...... فهد بن سليمان، ثقة ثبت، كمامر.

(۲)...... خ ت س :محمد بن سَعِيد بن سُلَيمان بن عَبد الله الكوفى ، أبو جعفر ابن الأصبهانى ، ولقبه حمدان ، وهو ابن أخى محمد بن سُلَيمان ابن الأصبهانى ، وابن ابن أخى عبد الرحمن بن عَبد الله بن الاصبهانى...... روى عنه......ويعقوب ابن شَيْبَة وَقَال :متقن.وَقَال النَّسَائى :ثقة.وذكره ابنُ حِبَّان فى كتاب "الثقات"قال البخارى ، وأبو داود :مات سنة عشرين ومئتين .وروى له التِّرْمِذِيّ ، والنَّسَائى فى "اليوم والليلة(تهذيب الكمال ج۲۵ ص ۲۷۲تا۲۷۴ ملخصاً)

(۳)......شریک بن عبداللہ کو ابنِ معین وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے، اور امام مسلم نے ان کو متابعت کے طور پر لیا ہے، اور امام بخاری نے تعلیقاً ان سے تخریج کی ہے، اور امام نسائی نے ان کے بارے میں لیس بہ بأس فرمایا ہے، اور متعدد حضرات نے ان کو سیئ الحفظ قرار دیا ہے۔

لیکن گزشتہ روایت اس کی مؤید ہے، اور اس روایت میں حضرت شعبہ ان کے متابع ہیں، اور اس قسم کی روایات کو محدثین نے قبول کیا، اور حسن قرار دیا ہے۔

شريک بن عبد الله أبو عبد الله النخعى.العلامة، الحافظ، القاضى، أبو عبد الله النخعى، أحد الأعلام، على لين ما فى حديثه .توقف بعض الأئمة عن الاحتجاج بمفاريده...... ليس بالمتين عندهم ......وقد وثقه :يحيى بن معين، وقال :هو أثبت من أبى الأحوص.قلت :مع أن أبا الأحوص من رجال (الصحيحين)، وما أخرجا لشريک سوى مسلم فى المتابعات قليلا.وخرج له :البخارى تعليقا.قال ابن المبارک :شريک أعلم بحديث بلده من الثورى .فذكر هذا لابن معين، فقال :ليس يقاس بسفيان أحد، لكن شريک أروى منه فى بعض المشايخ .وقال النسائى :ليس به بأس .وقال الجوزجانى :سىء الحفظ، مضطرب الحديث، مائل.قلت :فيه تشيع خفيف على قاعدة أهل بلده . وكان من كبار الفقهاء ، وبينه وبين الإمام أبى حنيفة وقائع .مولده :فى سنة خمس وتسعين...... قال عيسى بن يونس :ما رأيت أحدا أورع فى علمه من شريک .قال محمد بن معاوية النيسابورى : سمعت عبادا يقول :قدم علينا معمر وشريک واسط، فكان شريک أرجح عندنا منه.قال عباس : ذكرت لابن معين إسرائيل، وشريكا، فقال :ما فيهما إلا ثبت .وقال :شريک أثبت من أبى الأحوص، ثم سمعت ابن معين يقول :إسرائيل أثبت من شريک.وقال :كان يحيى القطان لا يحدث عن هذين(سير اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۲۰۰ تا ۲۰۴ ،ملخصاً)

وقال الترمذى:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ :حَدَّثَنَا شَرِيکُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ النَّخَعِيُّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :مَنْ زَرَعَ فِي أَرْضِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ فَلَيْسَ لَهُ مِنَ الزَّرْعِ شَيْءٌ وَلَهُ نَفَقَتُهُ :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي إِسْحَاقَ إِلَّا مِنْ هَذَا الوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ شَرِيکِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا الحَدِيثِ عِنْدَ

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

Idara Ghufran

حَرْبُ بْنُ نَاجِيَةَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ: اَلْأَضْحٰى ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ (التاريخ الكبير) ۱

ترجمہ: حرب بن ناجیہ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے سنا کہ قربانی کے تین دن ہیں (ترجمہ ختم)

اور علامہ ابنِ حزم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ:

اَلْأَضْحٰى ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ (المحلى بالآثار لابن حزم) ۲

ترجمہ: قربانی کے تین دن ہیں (ترجمہ ختم)

اور امام ابو یوسف، حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے، اور وہ حضرت حماد سے، اور وہ جلیل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بَعْضِ أَهْلِ الْعِلْمِ، وَهُوَ قَوْلُ أَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ وَسَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ، فَقَالَ: هُوَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَقَالَ: لَا أَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي إِسْحَاقَ، إِلَّا مِنْ رِوَايَةِ شَرِيكٍ قَالَ مُحَمَّدٌ، حَدَّثَنَا مَعْقِلُ بْنُ مَالِكٍ الْبَصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ الْأَصَمِّ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ (سنن الترمذی، رقم الحديث ۱۳۶۶)

(۴،۵)...... ميسرة بن حبيب النهدی، أبو حازم الكوفی ،ثقة ،كما مر. والمنهال بن عمرو أبو عمرو الأسدی .ثقة وصدوق .كمامر.

۱ ج۳ص۹۰، باب حرب ،دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد -الدكن.

۲ ج۶ ص۴۰،كتاب الاضاحى،مسألة التضحية ليلا ونهارا،دارالفكر، بيروت.

ابن ابی لیلیٰ حسن الحديث كما مر غيرمرة ......وهذا شاهد اثر جيد لماتقدم عن ابنِ عباس (اعلاء السنن ج۱۷ ص ۲۳۲، باب ان الاضحية يومان بعد يوم الاضحى)

أما أثر أبی هريرة :فأخرجه ابن حزم فی "المحلى"من طريق ابن أبی شيبة ثنا زيد بن الحُبَاب عن معاوية بن صالح ثنی أبو مريم سمعت أبا هريرة يقول :الأضحى ثلاثة أيام.

وإسناده حسن، أبو مريم الأنصاری ثقة قليل الحديث(التحجيل فی تخريج ما لم يخرج فی إرواء الغليل،لعبد العزيز بن مرزوق الطّريفی، كتاب الحج)

معاوية بن صالح من رجال مسلم ، والاربعة صدوق، وابومريم هو الانصاری، ويقال الحضرمی الشامی، صاحب القناديل ، روی عنه حريز بن عثمان ،وصفوان بن عمرو،وفرج بن فضالة، ويحيیٰ بن ابی عمرو الشيبانی، ومعاوية بن صالح ،قال احمد:ابومريم الذی روی عنه معاوية بن صالح معروف عندنا ، رأيت اهل حمص يحسنون الثناء عليه ،وقال العجلی ابومريم مولیٰ ابوهريرة ثقة، واخطأ ابن حزم فقال هو مجهول (اعلاء السنن ج۱۷ ص ۲۳۳، باب ان الاضحية يومان بعد يوم الاضحى)

Idara Ghufran

القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

اَلْأَضْحٰی ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ: يَوْمُ النَّحْرِ وَيَوْمَانِ بَعْدَهُ، وَأَيَّامُ التَّشْرِيقِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ (الآثار لابی یوسف، رقم الحديث ٣٠٦، باب فی الاضحیٰ، دارالكتب العلمية، بيروت)

ترجمہ: قربانی تین دن ہے، ایک عیدالاضحیٰ کا دن، اور دو دن اس کے بعد، اور ایامِ تشریق، عیدالاضحیٰ کے دن کے بعد تین دن ہیں (ترجمہ ختم)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ جلیل القدر تابعی ہیں۔ [1]

اور حضرت سلیمان بن موسیٰ فرماتے ہیں کہ:

اَلنَّحْرُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ فَقَالَ مَكْحُولٌ: صَدَقَ (سنن البيهقی) [2]

ترجمہ: قربانی کے تین دن ہیں، حضرت مکحول نے اس کی تصدیق فرمائی (ترجمہ ختم)

حضرت سلیمان بن موسیٰ شام کے جلیل القدر محدث اور فقیہ ہیں۔ [3]

---

[1] إبراهيم النخعی *(ع) الامام، الحافظ، فقيه العراق، أبوعمران، إبراهيم بن يزيد بن قيس ابن الاسود بن عمرو بن ربيعة بن ذهل بن سعد بن مالك بن النخع النخعی، اليمانی ثم الكوفی، أحد الاعلام، وهو ابن مليكة أخت الاسود بن يزيد (سير اعلام النبلاء ج۴ ص ۵۲۰)

قال أحمد بن عبد الله العجلی: لم يحدث عن أحد من أصحاب النبی صلی الله عليه وسلم وقد أدرك منهم جماعة، ورأى عائشة رؤيا، وكان مفتی أهل الكوفة هو والشعبی فی زمانهما، وكان رجلا صالحا فقيها متوقيا قليل التكلف، ومات وهو مختف من الحجاج. وقال أبو أسامة عن الأعمش: كان إبراهيم صيرفی الحديث. وقال جرير بن عبدالحميد عن إسماعيل بن أبی خالد: كان الشعبی وإبراهيم وأبو الضحی يجتمعون فی المسجد يتذاكرون الحديث، فإذا جاء هم شیء ليس عندهم فيه رواية رموا إبراهيم بأبصارهم. وقال عباس الدوری عن يحيى بن معين: مراسيل إبراهيم أحب إلی من مراسيل الشعبی. قال البخاری: .... وقال أبو نعيم: مات إبراهيم سنة ست وتسعين. وقال غيره: مات وهو ابن تسع وأربعين، وقيل: ابن ثمان وخمسين. روى له الجماعة. (تهذيب الكمال ج ۲ ص ۲۳۳)

[2] رقم الحديث ١٩٢٥٢، كتاب الضحايا، باب من قال الأضحى يوم النحر ويومين بعده، دارالكتب العلمية، بيروت.

[3] سُلَيْمَان بن موسى القرشی الأُمَوِی، أبو أيوب، ويقال: أبو الربيع، ويقال: أبو هشام، الدمشقی الاشدق، مولى آل أبی سفيان بن حرب، فيه أهل الشام فی زمانه......قال سَعِيد بن عبد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور حضرت مکحول بھی شام کے جلیل القدر تابعی اور فقیہ ہیں۔ لے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

العزيز: كان سُلَيمان بن موسى أعلم أهل الشام بعد مكحول .وَقَال سَعِيد أيضا: لو قيل لي: من أفضل الناس ؟ لاخذت بيد سُلَيمان بن موسى.وَقَال أيضا: كان عطاء بن أَبي رباح إذا جاء سُلَيمان بن موسى يقول: كفوا عن المسألة ، فقد جاء كم من يكفيكم المسألة.وَقَال أبو مسهر: قال لي سَعِيد بن عبد العزيز: ما رأيت أحسن مسألة منک بعد سُلَيمان بن موسى . قال سَعِيد: وَقَال سُلَيمان بن موسى: حسن المسألة نصف العلم.وَقَال سفيان بن عُيَيْنَة: لا نعلم مكحولا خلف بالشام مثل يزيد بن يزيد إلا ما ذكره ابن جُرَيْج من سُلَيمان بن موسى .وَقَال المطعم بن المقدام : سمعت عطاء بن أَبي رباح يقول: سيد شباب أهل الحجاز عَبد المَلِك بن جُرَيْج ، وسيد شباب أهل العراق الحجاج بن أرطاة ، وسيد شباب أهل الشام سُلَيمان بن موسى...... وَقَال أبو مسهر : كان أعلى أصحاب مكحول سُلَيمان بن موسى ومعه يزيد بن يزيد بن جابر .وَقَال عثمان بن سَعِيد الدارمي ، عن دحيم: وسُلَيمان بن موسى ثقة .وَقَال غيره ، عن دحيم: أوثق أصحاب مكحول سُلَيمان بن موسى...... وَقَال عثمان بن سَعِيد الدارمي: قلت ليحيى بن مَعِين: سُلَيمان بن موسى ما حاله في الزُّهْرِيّ ؟ فقال: ثقة.وَقَال أبو حاتم: محله الصدق ، وفي حديثه بعض الاضطراب ولا أعلم أحدًا من أصحاب مكحول أفقه منه ولا أثبت منه.وَقَال أيضا: أختار من أهل الشام بعد الزُّهْرِيّ، ومكحول للفقه سُلَيمان بن موسى .وقَال البُخارِيُّ: عنده مناكير.وَقَال النَّسَائي: أحد الفقهاء ، وليس بالقوى في الحديث.وَقَال في موضع آخر: في حديثه شيء.وَقَال أبو أحمد بن عدى: وسُلَيمان بن موسى فقيه راو . حدث عنه الثقات من الناس ، وهو أحد علماء أهل الشام ، وقد روى أحاديث ينفرد بها يرويها، لا يرويها غيره ، وهو عندى ثبت صدوق(تهذيب الكمال ج۱۲ ص ۹۲ تا ۹۷ ،ملخصاً)

لے مكحول الشامي أبو عبد الله ...... وذكره محمد بن سعد في الطبقة الثالثة من تابعي أهل الشام.وذكره أبو الحسن بن سميع في الطبقة الرابعة .... وَقَال إبراهيم بن عَبد الله بن العلاء بن زبر ، عَن أبيه ، عن الزُّهْرِيّ: العلماء أربعة: سَعِيد بن المُسَيَّب بالمدينة ، وعامر الشعبي بالكوفة ، والحسن بن أَبي الحسن بالبصرة ، ومكحول بالشام.وَقَال أبو مسهر عن سَعِيد بن عبد العزيز: كان سُلَيمان بن موسى يقول إذا جاء نا العلم من الحجاز عن الزُّهْرِيّ قبلناه ، وإذا جاء نا من العراق عن الحسن قبلناه ، وإذا جاء نا من الجزيرة عن ميمون بن مهران قبلناه ، وإذا جاء نا من الشام عن مكحول قبلناه. قال سَعِيد: وكان هؤلاء الأربعة علماء الناس في خلافة هشام.وَقَال هشام بن خالد: سمعت مروان بن محمد يحدث عن سَعِيد بن عبد العزيز قال: كان مكحول أفقه من الزُّهْرِيّ ، قال: مكحول أفقه أهل الشام.وَقَال ضمرة بن ربيعة عن عثمان بن عطاء: كان مكحول رجلا أعجميا لا يستطيع أن يقول قل ، يقول: كل ، فكل ما قال بالشام قبل منه قال الحافظ أبو بكر الخطيب: أراد عثمان أن مكحولا كان عندهم مع عجمة لسانه بحمل الإمامة وموضع الامانة يقبلون قوله ويعملون بخبره ، ولم يرد أنهم كانوا يحكون لفظه ، والله أعلم.قال أبو مسهر ، عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

محدثِ جلیل امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ قربانی کے تین دن کی مختلف روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

وَلَـمَّا لَمْ يُرْوَ لَنَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ شَـيْءٌ، وَلَـمْ يَـكُـنْ هٰـذَا الْـبَـابُ مِـمَّـا يُـوْجَدُ مِنْ جِهَةِ الْـإِسْتِخْرَاجِ وَالْإِسْتِـنْـبَـاطِ، وَإِنَّـمَـا يُوْجَدُ مِنْ جِهَةِ التَّوْقِيْفِ، وَكُنَّا قَدْ رُوِّيْنَا عَمَّنْ ذَكَرْنَا مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْبَابِ مَـا قَدْ ذَكَرْنَا مِنْ وَقْتِ النَّحْرِ فِيْهِ، وَأَنَّهُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، وَلَمْ نَجِدْ عَنْ أَحَدٍ مِّنْهُمْ فِيْ ذٰلِكَ خِلَافًا لِمَا قَالُوْهُ فِيْهِ، لِأَنَّا نَعْلَمُ أَنَّهُمْ لَمْ يَقُوْلُوْا ذٰلِكَ قِيَاسًا، وَلَا رَأْيًا، وَإِنَّمَا قَالُوْهُ، رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ، تَوْقِيْفًا (احکام القرآن للطحاوی) ؎۱

ترجمہ: اور جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس باب میں ہم تک کوئی (صریح) روایت نہیں پہنچی، اور یہ باب اُن چیزوں سے تعلق نہیں رکھتا کہ جن کو غور وفکر اور استنباط کرکے (خود سے) معلوم کیا جائے، بلکہ کسی نقل سے ہی معلوم کیا جاسکتا ہے، اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام سے اس باب میں جو روایات ذکر کیں، ان میں قربانی کا وقت تین دن ہے، اور ہم نے صحابۂ کرام میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سَعِيد بن عبد العزيز :لم يكن فى زمن مكحول أبصر بالفتيا منه .وَقَال محمد بن عَبد الله بن عمار الموصلى :مكحول إمام أهل الشام .وَقَال العجلى :تابعي ، ثقة.وَقَال ابن خراش :مكحول شامى صدوق ، وكان يرى القدر .وَقَال مروان بن محمد ، عن الأَوزاعِيّ :لم يبلغنا أن أحدًا من التابعين تكلم فى القدر إلا هذين الرجلين الحسن ، ومكحول فكشفنا عن ذلك فإذا هو باطل .وَقَال أبو حاتم :ما أعلم بالشام أفقه من مكحول ...... وكان فقهيا عالما رأى أبا أمامة الباهلى ، وأنس بن مالک ، وسمع واثلة بن الأسقع (تهذيب الكمال، جزء۲۸ ، صفحه ۴۶۴ تاصفحه ۴۷۳، ملخصاً)

؎۱ كتاب الحج والمناسک، تاويل قوله تعالىٰ واذكروا الله فى ايام معدودات ، مركز البحوث الإسلامية التابع لوقف الديانة التركى ، استانبول.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

سے اس (تین دن) کے خلاف کوئی روایت نہیں پائی کہ انہوں نے اس کے خلاف فرمایا ہو (یعنی ان تین دنوں کے قربانی کے دن ہونے کی نفی فرمائی ہو) اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے یہ بات قیاس اور اپنی رائے سے نہیں کہی، بلکہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کر کے ہی کہی ہے

(ترجمہ ختم)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ قربانی کے تین دن ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اشارتاً اور متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے صراحتاً صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے، جو کہ مرفوع احادیث کے حکم میں داخل ہے۔ [1]

اور اگرچہ بعض آثار میں قربانی کے چار دن ہونے کا ذکر ہے، لیکن اولاً تو وہ سند کے اعتبار سے کمزور ہیں، اور اس قابل نہیں کہ تین دن کے دلائل کا مقابلہ کر سکیں۔ [2]

---

[1] اقول الأثار نص فی الباب وھی فی حکم المرفوع لان مثل ھذا لایقال بالرأی (اعلاء السنن، جلد۱۷، صفحہ ۲۳۰، باب ان الاضحیۃ یومان بعد یوم الاضحیٰ)

[2] واحتج بما روی عن جبیر بن مطعم وابی ھریرۃ وابی سعید: ان ایام التشریق کلھا ذبح.
والجواب عنہ: ان ماروی عن ابی ھریرۃ وابی سعید ففی سندہ معاویۃ بن یحییٰ الصدفی وھو واہ، ومع ذلک فقد اضطرب فی الاسناد فقال تارۃ: عن الزھری، عن سعید بن المسیب عن ابی ھریرۃ، واخری،عن الزھری ، عن سعید، عن ابی سعید ، ورواہ ابن ابی حاتم فی العلل من طریق معاویہ، عن الزھری، عن سعید ، عن ابی سعید، وحکی ، عن ابیہ: انہ قال: ھوموضوع.
واما ماروی عن جبیر بن مطعم، فاختلف فیہ علی سلیمان بن موسیٰ، فاحمد یرویہ عن ابی المغیرۃ وابی الیمان، عن سعید بن عبدالعزیز، عن سلیمان بن موسیٰ، عن جبیر بن مطعم، والترمذی یرویہ عن عبدالملک بن عبدالعزیز، عن سعید بن عبدالعزیز، عن سلیمان بن موسیٰ، عن عبدالرحمن بن ابی حسین، عن جبیر بن مطعم، بزیادۃ عبدالرحمن بن ابی حسین، وھکذا یرویہ ابن حبان فی ”صحیحہ“ والبزار فی ”مسندہ“ والدارقطنی یرویہ عن سوید بن عبدالعزیز ، عند سعید بن عبدالعزیز، عن سلیمان بن موسیٰ، عن نافع بن جبیر، عن جبیر وعن ابی سعید حفص بن غیلان، عن سلمان بن موسیٰ، عن عمر وبن دینار عن جبیر، والطبرانی یرویہ عن حفص بن غیلان، عن سلیمان بن موسیٰ عن محمد بن المنکدر، عن جبیر بن مطعم، وصحح ابن حبان من بین ھذہ الطرق طریق ابن ابی حسین، وکذا صوبہ البزار ایضا، ولکن اعلہ بالانقطاع، وقال ابن ابی حسین: لم یلق جبیر بن مطعم، کذا فی ”الزیلعی“ ملخصا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

دوسرے چار دن والے آثار میں تین دن کا بھی ثبوت موجود ہے، اور ان سے قربانی کے تین دن ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔

لہٰذا قربانی کے تین دن ہونا صحیح سند کے ساتھ ثابت ہونے کے علاوہ احتیاط پر بھی مبنی ہوا۔

پھر قربانی کے تین دن ہونے پر اعتراض کے کیا معنٰی؟ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال ابن القيم فی "الهدی" ان حديث جبير بن مطعم منقطع لايثبت اصله، واجاب عنه الشوكانی فی "النيل" بان ابن حبان وصله وذكره فی "صحيحه" اهـ، ولم يدر ان يوصل ابن حبان وان زال الانقطاع الذی كان فی "مسند احمد" ابن سليمان وجبير ولكن لم يزل الانقطاع الذی بين ابن حسين وجبير الذی اعله به البزار فی "مسنده" فلايندفع جرح ابن القيم بهذا الجواب الذی هو غير صواب، فما روی عن جبير مع الاضطراب والانقطاع لايعارض ماروی عن ابن عمر بسند صحيح متصل ،فيكون الاخذ به اولی لاسيما اذاكان الاحتياط فی الاخذ بالاقل هذا، والله اعلم.

قال العبدالضعيف: عبدالرحمن بن ابی حسين لم يذكره احد فی الرواة فيما علمنا والحديث انما هو من رواية عبدالله بن عبدالرحمن بن ابی حسين عن جبير بن مطعم ولم يلقه قاله البزار، كما فی "التلخيص" وقال البزار ايضا: ورواه سويد بن عبدالعزيز فقال فيه: عن نافع بن جبير، عن ابيه وهو رجل ليس بالحافظ ولايحتج به اذا انفرد وحديث ابن ابی حسين هو الصواب مع انه لم يلق جبير بن مطعم، وانما ذكرنا هذا الحديث ، لانا لانحفظ عن رسول اللهﷺصلی الله عليه وسلم فی كل ايام التشريق ذبح الا فی هذا الحديث، فلذلک ذكرناه وبينا العلة فيه انتهیٰ. ورواه الطبرانی من طريق سويد، عن سعيد، عن سليمان بن موسیٰ، عن نافع بن جبير، عن ابيه بنحوه ليس فيه ايام التشريق، ورواه ايضا فی "مسند الشاميين" عن حفص بن غيلان، عن سليمان بن موسیٰ، عن محمد بن المنكدر، عن جبير بن مطعم مرفوعا كذلک(ليس فيه ايام التشريق) كذافی "الزيلعی"

وبالجملة:فهذه الزيادة لم تثبت ولم تصح ، وانما وردت فی طريق مرسلة او ضعيفة موصولة لايترک بها ماثبت عن جماعة من الصحابة: ان ايام النحر ثلاثة: يوم النحر ويومان بعده(اعلاء السنن، جلد۱۷، صفحه ۲۳۱،۲۳۲، باب ان الاضحية يومان بعد يوم الاضحیٰ)

[1] قال أبو بكر :قد ثبت عمن ذكرنا من الصحابة أنها ثلاثة واستفاض ذلک عنهم ، وغير جائز لمن بعدهم خلافهم ؛ إذ لم يرو عن أحد من نظرائهم خلافه فثبتت حجته .

وأيضا فإن سبيل تقدير أيام النحر التوقيف أو الاتفاق ؛ إذ لا سبيل إليها من طريق المقاييس ، فلما قال من ذكرنا قوله من الصحابة بالثلاثة صار ذلک توقيفا ، كما قلنا فی مقدار مدة الحيض وتقدير المهر ومقدار التشهد فی إكمال فرض الصلاة وما جری مجراها من المقادير التی طريق إثباتها التوقيف أو الاتفاق إذا قال به قائل من الصحابة ثبتت حجته وكان ذلک توقيفا .

وأيضا قد ثبت الفرق بين أيام النحر وأيام التشريق ؛ لأنه لو كانت أيام النحر أيام التشريق لما كان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

پس قربانی تین دن تک کرنا جائز ہے، یعنی دس ذی الحجہ سے لے کر بارہ ذی الحجہ کے سورج غروب ہونے تک۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بينهما فرق وكان ذكر أحد العددين ينوب عن الآخر، فلما وجدنا الرمى فى يوم النحر وأيام التشريق ووجدنا النحر فى يوم النحر، وقال قائلون :إلى آخر أيام التشريق، وقلنا نحن :يومان بعده، وجب أن نوجب فرقا بينهما، لإثبات فائدة كل واحد من اللفظين وهو أن يكون من أيام التشريق ما ليس من أيام النحر وهو آخر أيامها .واحتج من جعل النحر إلى آخر أيام التشريق بما روى سليمان بن موسى عن ابن أبى حسين عن جبير بن مطعم عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :(كل عرفات موقف وارتفعوا عن عرنة، وكل مزدلفة موقف وارتفعوا عن محسر، وكل فجاج مكة منحر وكل أيام التشريق ذبح) ، وهذا حديث قد ذكر عن أحمد بن حنبل أنه سئل عن هذا الحديث فقال :لم يسمعه ابن أبى حسين من جبير بن مطعم وأكثر روايته عن سهو .

وقد قيل إن أصله ما رواه مخرمة بن بكير بن عبد الله بن الأشج عن أبيه قال :سمعت أسامة بن زيد يقول :سمعت عبد الله بن أبى حسين يخبر عن عطاء بن أبى رباح وعطاء يسمع قال :سمعت جابر بن عبد الله يقول :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :(كل عرفة موقف وكل منى منحر وكل فجاج مكة طريق ومنحر) ، فهذا أصل الحديث، ولم يذكر فيه :(وكل أيام التشريق ذبح) ، ويشبه أن يكون الحديث الذى ذكر فيه هذا اللفظ إنما هو من كلام جبير بن مطعم أو من دونه ؛ لأنه لم يذكره .وأيضا لما ثبت أن النحر فيما يقع عليه اسم الأيام وكان أقل ما يتناوله اسم الأيام ثلاثة وجب أن يثبت الثلاثة، وما زاد لم تقم عليه الدلالة فلم يثبت(أحكام القرآن للجصاص، ج۳ص۳۰۶،سورة الحج،باب الأيام المعلومات،دار إحياء التراث العربى -بيروت)

ويذكروا اسم الله عند النحر فى أيام معلومات أى مخصوصات وهى أيام النحر كما ذهب إليه جماعة منهم أبو يوسف ومحمد عليهما الرحمة وعدتها ثلاثة أيام يوم العيد ويومان بعده عندنا وعند الثورى وسعيد بن جبير وسعيد بن المسيب لما روى عن عمر وعلى وابن عمر وابن عباس وأنس وأبى هريرة رضى الله تعالى عنهم أنهم قالوا :أيام النحر ثلاثة أفضلها أولها وقد قالوه سماعا لأن الرأى لا يهتدى إلى المقادير وفى الأخبار التى يعول عليها تعارض فأخذنا بالمتيقن وهو الأقل(روح المعانى -للألوسى،ج۹ص۱۳۸،سورة الحج)

ثم ذكر (عن ابن عباس قال الاضحى ثلاثة ايام بعد يوم النحر) - قلت -فى سنده طلحة بن عمرو الحضرمى ضعفه ابن معين وأبو زرعة والدارقطنى وقال احمد متروك ذكره الذهبى فى كتاب الضعفاء وقد ذكر الطحاوى فى احكام القرآن بسند جيد عن ابن عباس قال الاضحى يومان بعد يوم النحر)(قال (باب من قال الاضحى يوم النحر ويومين بعده) - قلت -لم يصح فى هذا الباب عن النبى صلى الله عليه و سلم شيء وقد ذكر البيهقى فى هذا الباب عن ثلاثة من الصحابة (أن ايام النحر ثلاثة) وقد تقدم فى الباب السابق انه روى عن ابن عباس ايضا وقال الطحاوى فى احكام

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کیونکہ شرعی اعتبار سے سورج غروب ہونے پر دن کا حکم ختم ہوجاتا ہے، جس طرح سے کہ شرعی اعتبار سے دن کا آغاز طلوعِ فجر سے ہوتا ہے۔

لہٰذا دس ذی الحجہ کو طلوعِ فجر سے قربانی کا وقت داخل ہوکر بارہ ذی الحجہ کے غروب تک جاری رہتا ہے، جس میں دس ذی الحجہ اور بارہ ذی الحجہ کے دنوں کے درمیان کی دو راتیں بھی داخل ہیں، وہ الگ بات ہے کہ رات میں قربانی کرنا بہتر نہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

القرآن لم يرو عن احد من الصحابة خلافهم فتعين اتباعهم إذ لا يوجد ذلك الا توقيفا وفى الاستذكار روى ذلك عن على وابن عباس وابن عمر ولم يختلف فيه عن أبى هريرة وأنس وهو الاصح عن ابن عمر وهو مذهب أبى حنيفة والثورى ومالك -وفى نوادر الفقهاء لابن بنت نعيم اجمع الفقهاء أن التضحية فى اليوم الثالث عشر غير جائزة الا الشافعى فانه اجازها فيه(الجوهر النقى لابن التركمانى ج۹ ص۲۹۶)

قال الإمام أحمد :أيام النحر ثلاثة، عن خمسة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، أى : عمر وابنه وابن عباس وأبى هريرة وأنس .ولا مخالف لهم، إلا رواية عن علي، رضى الله عنه، ولأنه صلى الله عليه وسلم نهى عن ادخار لحوم الأضاحى فوق ثلاث متفق عليه .فلا يجوز الذبح فى وقت لا يجوز الإدخار فيه(منار السبيل فى شرح الدليل، ج۱ ص۲۷۵، كتاب الحج، باب الاضحية، فصل فى نحر الابل قائمة)

قَوْلُهُ (إلَى آخِرِ يَوْمَيْنِ مِنْ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ) هَذَا الصَّحِيحُ مِنْ الْمَذْهَبِ وَعَلَيْهِ جَمَاهِيرُ الْأَصْحَابِ وَقَطَعَ بِهِ كَثِيرٌ مِنْهُمْ(الانصاف للمرداوى، ج۴ ص۸۶، باب الهدى والاضاحى)

قلنا: وهل يقدم خلاف التابعين فى اجماع الصحابة؟ فيه خلاف،فقيل: لايعتد بالتابعى فى اجماعهم مطلقا، وهو رواية عن الامام احمد، والذى عدوه قادحا وانما عدوه كذلك اذا كان من اجلة التابعين الذى زاحموا الصحابة فى الفتوىٰ، كعلقمة ومسروق وامثالها، كابن المسيب وسويد بن غفلة رضى الله عنهم، فهؤلاء من الطبقة الثانية،والذين سردت اسماؤهم ليسوا من هذه الطبقة ، بل بعضهم من الثالثة ، بعضهم من الرابعة، او الخامسة، فلايكون خلافهم قادحا، ولو سلمنا ان الاجماع مع مخالفة التابعى المجتهد ليس اجماعا فلا شك ان قول الصحابة حجة دون قول التابعين لمشاهدتهم التنزيل وصحبتهم للنبى صلى الله عليه وسلم فقولهم، فيما لايدرک بالرأى اقرب الى السماع من النبى صلى الله عليه وسلم بخلاف التابعين، فافهم، والبسط فى ”فواتح الرحموت“(اعلاء السنن ج۱۷ صفحه ۲۳۴، باب ان الاضحية يومان بعد يوم الاضحىٰ)

[1] ويجوز الذبح فى أيام النحر نهارها ولياليها؛ وهما ليلتان :ليلة اليوم الثانى وهى ليلة الحادى عشر، وليلة اليوم الثالث وهى ليلة الثانى عشر، ولا يدخل فيها ليلة الأضحى وهى ليلة العاشر من ذى الحجة لقول جماعة من الصحابة -رضى الله عنهم :-أيام النحر ثلاثة، وذكر الأيام يكون ذكر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

البتہ شہر اور قصبہ جات کہ جن مقامات میں عید کی نماز پڑھنا جائز اور واجب ہوتا ہے، ان مقامات میں جب تک عید کی نماز نہ ہو جائے، اس وقت تک قربانی کرنا جائز نہیں ہوتا۔

چنانچہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ، فَقَالَ: إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ مِنْ يَوْمِنَا هٰذَا أَنْ نُصَلِّيَ، ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ، فَمَنْ فَعَلَ هٰذَا فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ نَحَرَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ يُقَدِّمُهُ لِأَهْلِهِ، لَيْسَ مِنَ النُّسُكِ فِي شَيْءٍ (بخاری) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے یہ بات سنی کہ ہمارے اس عیدالاضحیٰ کے دن سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں، پھر ہم لوٹ کر قربانی کریں، پس جس نے اس طریقہ پر عمل کیا (یعنی عید کی نماز کے بعد قربانی کی) تو اس نے ہمارے طریقہ کے مطابق درست کام کیا، اور جس نے (عید کی نماز سے پہلے) قربانی کر دی، تو وہ ایک گوشت ہو گیا، جو اس نے اپنے گھر والوں کے لئے جلدی تیار کر دیا، اس کا قربانی سے تعلق نہیں (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

مَنْ ضَحّٰى قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَإِنَّمَا ذَبَحَ لِنَفْسِهِ، وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الليالى لغة، قال الله -عز شأنه -فى قصة زكريا -عليه الصلاة والسلام -(ثلاثة أيام إلا رمزا)وقال عز شأنه فى موضع آخر (ثلاث ليال سويا)والقصة قصة واحدة إلا أنه لم يدخل فيها الليلة العاشرة من ذى الحجة؛ لأنه استتبعها النهار الماضى وهو يوم عرفة؛ بدليل أن من أدركها فقد أدرك الحج، كما لو أدرك النهار وهو يوم عرفة فإذا جعلت تابعة للنهار الماضى لا تتبع النهار المستقبل فلا تدخل فى وقت التضحية وتدخل الليلتان بعدها، غير أنه يكره الذبح بالليل لا لأنه ليس بوقت للتضحية بل لمعنى آخر ذكرناه فى كتاب الذبائح، والله -عز شأنه -أعلم(بدائع الصنائع، ج۵ص ۷۴، ۷۵، كتاب التضحية،فصل فى شرائط جواز إقامة الواجب فى الأضحية)

[1] رقم الحديث ۵۵۶۰،كتاب الاضاحى، باب الذبح بعد الصلاة، دار طوق النجاة، بيروت .

Idara Ghufran

فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ، وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ (مسلم) [1]

ترجمہ: جس نے نماز سے پہلے قربانی کردی، تو اس نے اپنے (کھانے) کے لئے ذبح کردیا، اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا، تو اس کا قربانی کا عمل پورا ہو گیا، اور اس نے مسلمانوں کے طریقہ کے مطابق درست عمل کیا (ترجمہ ختم)

اور حضرت جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ، فَقَالَ: مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيُعِدْ مَكَانَهَا أُخْرىٰ، وَمَنْ لَّمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ (بخاری) [2]

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عیدالاضحیٰ کے دن حاضر ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ جس نے عید کی نماز سے پہلے (قربانی کا جانور) ذبح کردیا، تو اسے چاہئے کہ اس کی جگہ دوسری قربانی کرے، اور جس نے (عید کی نماز سے پہلے) ذبح نہیں کیا، تو اسے چاہئے کہ وہ (عید کی نماز کے بعد) ذبح کرے (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ: مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ (مسند احمد) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالاضحیٰ کے دن فرمایا کہ جس نے عید کی نماز سے پہلے ذبح کردیا، تو اسے چاہئے کہ وہ قربانی دوبارہ کرے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عویمر بن اشقر سے مروی ہے کہ:

أَنَّهُ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَعِدْ

---

[1] رقم الحديث ۱۹۶۱، كتاب الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان، باب وقتها، دار إحياء التراث العربى - بيروت.

[2] رقم الحديث ۵۵۶۲، كتاب الاضاحى، باب من ذبح قبل الصلاة اعاد، دار طوق النجاة، بيروت.

[3] رقم الحديث ۱۲۱۲۰، مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ، مسلم، رقم الحديث ۱۹۶۲.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

أُضْحِيَّتَکَ (سنن ابن ماجه) ۱

ترجمہ: انہوں نے عید کی نماز سے پہلے (قربانی کا جانور) ذبح کر دیا، پھر اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی قربانی دوبارہ کریں (ترجمہ ختم)

امام ترمذی رحمہ اللہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَجُنْدَبٍ، وَأَنَسٍ، وَعُوَيْمِرِ بْنِ أَشْقَرَ، وَابْنِ عُمَرَ، وَأَبِي زَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ: هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ الْعِلْمِ: أَنْ لَّا يُضَحّٰى بِالْمِصْرِ حَتّٰى يُصَلِّيَ الْإِمَامُ، وَقَدْ رَخَّصَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ لِأَهْلِ الْقُرٰى فِي الذَّبْحِ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ، وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ (سنن الترمذی) ۲

ترجمہ: اور اس باب میں حضرت جابر، اور حضرت جندب اور حضرت انس اور حضرت عویمر بن اشقر اور حضرت ابنِ عمر اور حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ عنہم کی

---

۱ رقم الحديث، ۳۱۵۳، كتاب الاضاحی، باب النهی عن ذبح الأضحية، قبل الصلاة، دار إحياء الكتب العربية، القاهرة.

قال الكنانی:

رجال إسناد حديثه ثقات إلا أنه منقطع عباد بن تميم له يسمع من عويمر بن أشقر رواه الإمام مالک فی الموطأ والإمام أحمد فی مسنده من طريق عويمر بن أشقر كما رواه ابن ماجة وابن أبی شيبة فی مسنده هكذا ورواه البيهقی فی الكبرى من طريق مالک عن يحيى بن سعيد به ورواه الإمام مالک فی الموطأ أيضا عن يحيى بن سعيد به ورواه أحمد بن منيع فی مسنده عن يزيد بن هارون وهشيم كلاهما عن يحيى بن سعيد بالإسناد والمتن وله شواهد فی الصحيحين وغيرهما من حديث جندب بن سفيان والبراء بن عازب وأنس وله شواهد أخر أعرضت عن ذكرها اختصارا (مصباح الزجاجة فی زوائد ابنِ ماجه، ج۳ص۲۲۸، ۲۲۹، باب النهی عن الأضحية قبل الصلاة)

۲ تحت رقم الحديث ۱۵۰۸، ابواب الاضاحی، باب ماجاء فی الذبح بعد الصلاة، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابی الحلبی -مصر.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

احادیث ہیں، اور یہ (یعنی حضرت براء رضی اللہ عنہ کی) حدیث حسن صحیح ہے، اوراس پر اکثر اہلِ علم کا عمل ہے کہ شہر میں اس وقت تک قربانی نہ کی جائے، جب تک کہ امام عید کی نماز نہ پڑھادے، اوراہلِ علم کی ایک جماعت نے گاؤں والوں کے لئے طلوعِ فجر کے بعد قربانی کی اجازت دی ہے، اور یہ ابنِ مبارک کا قول ہے (ترجمہ ختم)

جوقول ابنِ مبارک رحمہ اللہ کا امام ترمذی رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے، وہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور حنفیہ کا بھی ہے۔

چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَبِهٰذَا نَأْخُذُ، إِذَا كَانَ الرَّجُلُ فِيْ مِصْرٍ يُصَلَّى الْعِيدُ فِيْهِ، فَذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ الْإِمَامُ فَإِنَّمَا هِيَ شَاةُ لَحْمٍ، وَلَا يُجْزِءُ مِنَ الْأُضْحِيَّةِ، وَمَنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْ مِصْرٍ وَكَانَ فِيْ بَادِيَةٍ أَوْ نَحْوِهَا مِنَ الْقُرٰى النَّائِيَةِ عَنِ الْمِصْرِ فَإِذَا ذَبَحَ حِيْنَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ وَحِيْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ أَجْزَأَهُ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ (المؤطا للامام محمد) [1]

ترجمہ: ہم اسی حدیث پر عمل پیرا ہیں، جب آدمی ایسے شہر میں ہو، جس میں کہ عید کی نماز پڑھی جاتی ہے، پھر وہ امام کے نماز پڑھانے سے پہلے ذبح کردے، تو وہ بکری (یا جس جانور کو بھی ذبح کیا ہے) کا گوشت ہے، جو کہ قربانی کی طرف سے جائز نہیں ہوگا، اور جو شخص شہر میں نہ ہو، بلکہ شہر سے دور گاؤں، دیہات وغیرہ میں ہو، تو وہ طلوعِ فجر ہونے کے بعد اور سورج طلوع ہونے کے وقت ذبح کردے، تو اس کے لئے جائز ہے، اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے (ترجمہ ختم)

گاؤں، دیہات میں جہاں کہ عید کی نماز کا حکم نہیں ہے، وہاں طلوعِ فجر کے بعد قربانی جائز

---

[1] تحت رقم الحديث ٦٣٧، كتاب الضحايا، باب الرجل يذبح أضحيته قبل أن يغدويوم الأضحى، دار القلم، دمشق.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہونے کی وجہ یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنے سے منع فرمایا ہے، لہٰذا جب گاؤں میں عید کی نماز کا حکم ہی نہیں، تو وہاں اس شرط کا وجود ہی نہیں، پس وہاں قربانی کا وقت شروع ہونا کافی ہوگا، اور وہ عید الاضحیٰ کا دن ہے، اور دن کا آغاز طلوعِ فجر سے ہوجاتا ہے۔

احادیث وروایات کے بعد اب اس سلسلہ میں فقہائے کرام کے بیان کردہ چند مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر۱...... قربانی کے دنوں میں مخصوص جانور کا ذبح کرنا قربانی کا رکن ہے، اس لئے مخصوص جانور کے ذبح کرنے سے ہی قربانی ادا ہوتی ہے، زندہ جانور یا اس کی قیمت صدقہ کردینا کافی نہیں ہوتا۔

اسی طرح قربانی کا وقت داخل ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہوتا (کیونکہ قربانی کا وقت سببِ وجوب ہے) اور قربانی کا وقت گزرنے کے بعد قربانی کا عمل قضا ہوجاتا ہے اور وہ صدقہ سے تبدیل ہوجاتا ہے (کیونکہ قربانی کا وقت سببِ وجوب ہونے کے علاوہ شرطِ اداء بھی ہے) [1]

---

[1] الأضحية وهى فى الشرع اسم لحيوان مخصوص بسن مخصوص يذبح بنية القربة فى يوم مخصوص عند وجود شرائطها وسببها كذا فى التبيين وأما ركنها فذبح ما يجوز ذبحه فى الأضحية بنية الأضحية فى أيامها لأن ركن الشىء ما يقوم به ذلك الشىء والأضحية إنما تقوم بهذا الفعل فكان ركنا كذا فى النهاية(الفتاوى الهندية، ج۵ص ۲۹۱، كتاب الأضحية ،الباب الأول)

ومنها(اى من كيفية وجوب الأضحية) أنه لا يقوم غيرها مقامها فى الوقت حتى لو تصدق بعين الشاة أو قيمتها فى الوقت لا يجزئه عن الأضحية ......ومنها أنها تقضى إذا فاتت عن وقتها ثم قضاؤها قد يكون بالتصدق بعين الشاة حية وقد يكون بالتصدق بقيمة الشاة فإن كان قد أوجب التضحية على نفسه بشاة بعينها فلم يضحها حتى مضت أيام النحر فيتصدق بعينها حية سواء كان موسرا أو معسرا وكذا إذا اشترى شاة ليضحى بها فلم يضح حتى مضى الوقت (الفتاوى الهندية، ج۵ص ۲۹۳، ۲۹۴، كتاب الأضحية ،الباب الأول)

بخلاف الأضحية لأنها تكون قربة فى زمان مخصوص وأما التصدق بالمال فهو قربة فى الأماكن أجمع(غمز عيون البصائر شرح كتاب الأشباه والنظائر، ج۲ص ۱۶، كتاب الزكاة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۲......دس، گیارہ اور بارہ ذی الحجہ میں سے کسی بھی تاریخ میں قربانی کرنا جائز ہے۔ البتہ پہلا دن قربانی کے لئے سب سے بہتر ہے، پھر دوسرے دن کا درجہ ہے، پھر تیسرے دن کا۔

اس سے معلوم ہوا کہ گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کو بھی قربانی کرنا جائز ہے، اور پہلے دن (یعنی دس ذی الحجہ) کو ہی قربانی کرنا ضروری نہیں ہے۔

لہٰذا شریعت کی طرف سے دی ہوئی اس سہولت سے فائدہ اٹھانا چاہئے، اور پہلے ہی دن قربانی کو ضروری سمجھ کر اپنے آپ کو مشکلات میں نہیں ڈالنا چاہئے۔

پس اگر پہلے دن آسانی قربانی کا انتظام ہوسکے، تو بہتر ہے، ورنہ دوسرے، یا تیسرے دن

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما الذى يرجع إلى وقت التضحية فهو أنها لا تجوز قبل دخول الوقت؛ لأن الوقت كما هو شرط الوجوب فهو شرط جواز إقامة الواجب كوقت الصلاة، فلا يجوز لأحد أن يضحى قبل طلوع الفجر الثانى من اليوم الأول من أيام النحر ويجوز بعد طلوعه سواء كان من أهل المصر أو من أهل القرى، غير أن للجواز فى حق أهل المصر شرطا زائدا وهو أن يكون بعد صلاة العيد، لا يجوز تقديمها عليه عندنا(بدائع الصنائع ،ج۵ص۷۳، كتاب التضحية،فصل فى شرائط جواز إقامة الواجب فى الأضحية)

الأضحية إراقة الدم من النعم دون سائر الحيوان، والدليل على أنها الإراقة أنه لو تصدق بعين الحيوان لم يجز، والصدقة بلحمها بعد الذبح مستحب وليس بواجب حتى لو لم يتصدق به جاز قال فى الواقعات شراء الأضحية بعشرة دراهم خير من التصدق بألف درهم لأن القربة التى تحصل بإراقة الدم لا تحصل بالصدقة(الجوهرة النيرة، ج۲ص۱۸۶، كتاب الأضحية)

وفى الشرع هى ذبح حيوان مخصوص بنية القربة فى وقت مخصوص وهو يوم الأضحى وشرائطها الإسلام واليسار الذى يتعلق به صدقة الفطر فتجب على الأنثى وسببها الوقت وهو أيام النحر وركنها ذبح ما يجوز ذبحها وحكمها الخروج عن عهدة الواجب فى الدنيا والوصول إلى الثواب فى العقبى (مجمع الانهر، ج۲ص۵۱۶، كتاب الاضحية)

ولا نقول :الأضحية تسقط بل ينتقل الواجب إلى التصدق بالقيمة؛ لأن إراقة الدم لا تكون قربة إلا فى وقت مخصوص أو مكان مخصوص فأما التصدق بالمال قربة فى كل وقت(المبسوط للسرخسى، ج۳ص۱۰۰، كتاب الصوم، باب صدقة الفطر)

نقول إن الأضحية تسقط بمضى أيام النحر ولكن ينتقل الوجوب إلى التصدق بالقيمة لأن الإراقة لا تكون قربة إلا فى وقت مخصوص وأما التصدق بالمال فقربة فى كل وقت(الجوهرة النيرة، ج۱ص۱۳۵، كتاب الزكاة،باب صدقة الفطر)

Idara Ghufran

قربانی کر لینی چاہیئے۔ [1]

مسئلہ نمبر۳...... اگرچہ قربانی کا وقت دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر ہونے پر شروع ہوجاتا ہے، لیکن شہر اور قصبہ جات میں جہاں کہ عید کی نماز پڑھنا واجب ہو، وہاں عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں، بلکہ عید کی نماز کے بعد ہی قربانی کرنا جائز ہے (کیونکہ یہ شہر کے حق میں ایک اضافی شرطِ اداء ہے) اور بہتر یہ ہے کہ ان مقامات میں عید کا خطبہ ہوجانے کے بعد قربانی کی جائے۔ [2]

---

[1] والصحيح قولنا لما روى عن عمر وعلى وابن عباس وابن عمر وأنس رضى الله عنهم وغيرهم أنهم قالوا أيام النحر ثلاثة أفضلها أولها فإذا مضت هذه الأيام فقد فات الذبح فى حق من لم يذبح حتى لا يجوز له أن يذبح(تحفة الفقهاء، ج۳ص ۸۴ ،كتاب الأضحية)

وقت الأضحية ثلاثة أيام العاشر والحادى عشر والثانى عشر أولها أفضلها وآخرها أدونها ويجوز فى نهارها وليلها بعد طلوع الفجر من يوم النحر إلى غروب الشمس من اليوم الثانى عشر إلا أنه يكره الذبح فى الليل(الفتاوى الهندية، ج۵ص ۲۹۵، كتاب الأضحية،الباب الثالث فى وقت الأضحية)

(قوله أفضلها أولها) ثم الثانى ثم الثالث كما فى القهستانى عن السراجية(رد المحتار على الدر المختار، ج۶ص ۳۱۶،كتاب الأضحية)

[2] قال :(ويدخل وقتها بطلوع الفجر أول أيام النحر ، إلا أن أهل المصر لا يضحون قبل صلاة العيد) لقوله عليه الصلاة والسلام ' :من ذبح قبل الصلاة فليعد ذبيحته ، ومن ذبح بعد الصلاة فقد تم نسكه وأصاب سنة المسلمين 'وقال عليه الصلاة والسلام ' :إن أول نسكنا فى هذا اليوم الصلاة ثم الأضحية 'وهذا الشرط فى حق من تجب عليه الصلاة ؛ أما من لا تجب عليه وهم أهل السواد فيجوز ذبحه بعد طلوع الفجر ، وهذا لأن العبادة لا يختلف وقتها بالمصر وعدمه كسائر العبادات .أما شرطها يجوز أن يختلف ، ألا ترى أن الظهر يمنع من فعلها يوم الجمعة قبل صلاة الإمام ولا يمنع ذلك فى السواد كذا هذا (الاختيار لتعليل المختار،ج۵ص ۱۹ ،كتاب الأضحية)

قال -رحمه الله .:-(ولا يذبح مصرى قبل الصلاة وذبح غيره) يعنى لا يجوز لأهل المصر أن يذبحوا الأضحية قبل أن يصلوا صلاة العيد ويجوز لأهل القرى والبادية أن يذبحوا بعد صلاة الفجر قبل أن يصلى الإمام صلاة العيد والأصل فى ذلك قوله - :صلى الله عليه وسلم -من ذبح قبل صلاة الإمام فليعد ذبيحته ومن ذبح بعد صلاة الإمام فقد تم نسكه وأصاب سنة المسلمين قال صاحب النهاية هذا يشير إلى ما ذكر فى المبسوط حيث قال :لا يجزيه لعدم الشرط لا لعدم الوقت وقال -عليه الصلاة والسلام :-أول نسكنا فى هذا اليوم الصلاة، ثم الأضحية وهذا ظاهر فى حق من عليه الصلاة فبقى غيره على الأصل فيذبح بعد طلوع الفجر(تكملة البحر الرائق للطورى، ج۸،ص ۱۹۹ ،كتاب الأضحية)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۴...... جو مقامات شہر اور قصبہ میں داخل نہیں، بلکہ وہ عام دیہات اور جنگل کہلاتے ہیں، جہاں کہ عید کی نماز پڑھنا واجب اور جائز نہیں ہوتا، ایسے مقامات پر طلوعِ فجر (یعنی صبح صادق) ہونے کے بعد قربانی کرنا جائز ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ ایسے مقامات پر سورج طلوع ہونے سے پہلے قربانی نہ کی جائے، بلکہ سورج طلوع ہونے کے بعد ہی قربانی کی جائے۔ ۱؎

مسئلہ نمبر۵......شہر وقصبہ اور دیہات وجنگل کے سب لوگوں کی قربانی کی ادائیگی کے وقت کا اختتام بارہ ذی الحجہ کے سورج غروب ہونے پر ہوجاتا ہے، کیونکہ بارہ ذی الحجہ کا غروب ہونے پر شرعی اعتبار سے تیسرے دن کا اختتام ہوجاتا ہے۔

لہٰذا بارہ ذی الحجہ کے سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے قربانی کرلینی چاہئے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قوله وأول وقتها بعد الصلاة إلخ) فيه تسامح إذ التضحية لا يختلف وقتها بالمصرى وغيره بل شرطها، فأول وقتها فى حق المصرى والقروى طلوع الفجر إلا أنه شرط للمصرى تقديم الصلاة عليها فعدم الجواز لفقد الشرط لا لعدم الوقت كما فى المبسوط وأشير إليه فى الهداية وغيرها قهستانى، وكذا ذكر ابن الكمال فى منهيات شرحه أن هذا من المواضع التى أخطأ فيها تاج الشريعة ولم يتنبه له صدر الشريعة(رد المحتار على الدر المختار، ج٦ ص ٣١٨، كتاب الأضحية)

۱؎ اور منیٰ میں عیدالاضحیٰ کی قربانی طلوعِ فجر کے بعد جائز ہے، یا زوال کے بعد؟ اس میں دونوں قول ہیں (پہلا قول منیٰ کو قریہ میں داخل سمجھنے اور اس کی وجہ سے وہاں عید کی نماز درست نہ ہونے پر مبنی ہے، اور دوسرا قول حجاج سے بوجہ عذر عید کی نماز ساقط ہونے پر مبنی ہے)

مگر یہ اختلاف اس صورت میں ہے، جبکہ منیٰ کو مکہ شہر کا حصہ نہ قرار دیا جائے۔

اور اگر منیٰ کو مکہ شہر کا حصہ قرار دیا جائے (جیسا کہ ہمارے نزدیک راجح بھی یہی ہے) تو منیٰ میں عیدالاضحیٰ کی قربانی کا وقت مکہ شہر کی طرح ہوگا کہ شہر میں عید کی نماز کے بعد قربانی کرنا جائز ہوتا ہے، اس سے پہلے نہیں۔

(تنبيه)قال فى مبسوط السرخسى :ليس على أهل منى يوم النحر صلاة العيد لأنهم فى وقتها مشغولون بأداء المناسك، وتجوز لهم التضحية بعد انشقاق الفجر كما يجوز لأهل القرى اهـ.
ومن الظاهر أن أهل منى هم من بها من الحجاج وأهل مكة شرنبلالية أى أهل مكة المحرمين، ثم إن هذا صريح فى خلاف ما ذكره البيرى حيث قال :إن منى لا تجوز فيها الأضحية إلا بعد الزوال لأنها موضع تجوز فيه صلاة العيد إلا أنها سقطت عن الحاج ولم نر فى ذلك نقلا مع كثرة المراجعة، ولا صلاة العيد بمكة يوم النحر لأنا ومن أدركناه من المشايخ لم يصلها بمكة، والله أعلم ما السبب فى ذلك اهـ (رد المحتار على الدر المختار، ج٦ ص ٣١٨، كتاب الأضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور قربانی میں اصل عمل قربانی کے جانور کو شرعی طریقہ سے ذبح کرنا ہے، اس لئے اگر بارہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے قربانی کے جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کر دیا گیا، اگرچہ اس کی کھال نہ اتاری گئی ہو، اور گوشت پوست نہ بنایا گیا ہو، تب بھی قربانی کی ادائیگی درست ہو جائے گی۔ [1]

مسئلہ نمبر ۶ ...... دس ذی الحجہ، اور بارہ ذی الحجہ کے دن کے درمیان کی دو راتوں میں بھی قربانی کرنا درست ہے، کیونکہ یہ راتیں بھی آگے پیچھے قربانی کے دن ہونے کی وجہ سے قربانی کے وقت میں داخل ہیں۔

لیکن اندھیرے کی وجہ سے قربانی کے جانور کی رگیں نہ کٹنے، یا اپنا ہاتھ وغیرہ کٹ جانے، یا جانور کے آرام میں خلل کے اندیشہ سے رات میں ذبح کرنا بہتر نہیں، البتہ اگر کی جائے تو قربانی ہو جائے گی۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر آج کل انتظامی مشکلات کی وجہ سے رات کے وقت میں قربانی کی جائے، اور روشنی کا معقول انتظام بھی کر لیا جائے، تو رات کو قربانی کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ [2]

---

[1] ويجوز ذبحها فى أيامها ولياليها لأن الأيام إذا ذكرت بلفظ الجمع ينتظم ما بإزائها من الليالى كما فى النذر لما عرف من قصة زكريا -عليه السلام (الاختيار لتعليل المختار، ج۵ ص ۱۹، كتاب الاضحية)

[2] (وكره) تنزيها (الذبح ليلا) لاحتمال الغلط(الدرالمختار مع شرحه ردالمحتار، كتاب الاضحية)

(قوله تنزيها) بحث من المصنف حيث قال :قلت :الظاهر أن هذه الكراهة للتنزيه ومرجعها إلى خلاف الأولى إذ احتمال الغلط لا يصلح دليلا على كراهة التحريم اهـ .أقول :وهو مصرح به فى ذبائح البدائع (قوله ليلا) أى فى الليلتين المتوسطتين لا الأولى ولا الرابعة، إذ لا تصح فيهما الأضحية أصلا كما هو الظاهر ونبه عليه فى النهاية ومع هذا خفى على البعض (ردالمحتار، ج۶ ص ۳۲۰، كتاب الاضحية)

المستحب أن يكون الذبح بالنهار ويكره بالليل والأصل فيه ما روى عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أنه نهى عن الأضحى ليلا وعن الحصاد ليلا وهو كراهة تنزيه ومعنى الكراهة يحتمل أن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۷...... اگر شہر میں کئی جگہ عید کی نماز ہوتی ہے تو شہر میں قربانی صحیح ہونے کے لئے ایک جگہ عید کی نماز ہوجانا کافی ہے، نہ تو شہر میں سب جگہ عید کی نماز ہونا ضروری ہے، اور نہ ہی ہر قربانی کرنے والے کا خود عید کی نماز پڑھ کر قربانی کرنا ضروری ہے۔

پس اگر شہر میں سب سے پہلے عید کی نماز ہوجانے کے بعد کسی نے خود نماز پڑھنے سے پہلے قربانی کردی تو جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۸...... اگر کسی عذر کی وجہ سے شہر میں کسی بھی ایک جگہ پہلے دن عید الاضحیٰ کی نماز نہ پڑھی جاسکے تو قربانی کرنے میں اتنی دیر کی جائے کہ نماز کا وقت ختم ہوجائے یعنی زوال ہوجائے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یکون لوجوہ :أحدھا أن اللیل وقت أمن وسکون وراحۃ فإیصال الألم فی وقت الراحۃ یکون أشد، والثانی أنہ لا یأمن من أن یخطأ فیقطع یدہ ولھذا کرہ الحصاد باللیل، والثالث أن العروق المشروطۃ فی الذبح لا تتبین فی اللیل فربما لا یستوفی قطعھا(بدائع الصنائع، ج۵ص ۶۰، کتاب الذبائح والصیود،فصل فی بیان شرط حل الأکل فی الحیوان المأکول)

[1] اگر عید کی نماز کے بعد اور خطبہ سے فراغت سے پہلے قربانی کی جائے، تو قربانی ہوجائے گی، مگر بہتر نہیں، لیکن اگر امام کے سلام پھیرنے سے پہلے اور تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد قربانی کی جائے، تو ظاہر الروایۃ کے مطابق جائز نہیں، اور بعض نے جائز ہونے کے باوجود مکروہ قرار دیا ہے،وھو روایۃ عن ابی یوسف۔

وإن کان یصلی فی المصر فی موضعین بأن کان الإمام قد خلف من یصلی بضعفۃ الناس فی الجامع وخرج ھو بالآخرین إلی المصلی -وھو الجبانۃ -ذکر الکرخی -رحمہ اللہ -أنہ إذا صلی أھل أحد المسجدین أیھما کان جاز ذبح الأضاحی، وذکر فی الأصل إذا صلی أھل المسجد فالقیاس أن لا یجوز ذبح الأضحیۃ وفی الاستحسان یجوز(بدائع الصنائع ،ج۵ص ۷۳، کتاب التضحیۃ،فصل فی شرائط جواز إقامۃ الواجب فی الأضحیۃ)

(وأول وقتھا) (بعد الصلاۃ إن ذبح فی مصر) أی بعد أسبق صلاۃ عید، ولو قبل الخطبۃ لکن بعدھا أحب (الدر المختار، کتاب الأضحیۃ)

(قولہ بعد أسبق صلاۃ عید) ولو ضحی بعدما صلی أھل المسجد ولم یصل أھل الجبانۃ أجزأہ استحسانا لأنھا صلاۃ معتبرۃ، حتی لو اکتفوا بھا أجزأتھم، وکذا عکسہ ھدایۃ ولو ضحی بعدما قعد قدر التشھد فی ظاھر الروایۃ لا یجوز .وقال بعضھم یجوز ویکون مسیئا وھو روایۃ عن أبی یوسف خانیۃ (قولہ ولو قبل الخطبۃ) قال فی المنح وعن الحسن :لو ضحی قبل الفراغ من الخطبۃ فقد أساء (رد المحتار علی الدر المختار، ج۶ ص ۳۱۸، کتاب الأضحیۃ)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور ایسی صورت میں زوال ہونے کے بعد قربانی کی جائے۔ [1]

مسئلہ نمبر۹...... اگر عید کی نماز کے بعد کسی نے قربانی کر لی، اور پھر معلوم ہوا کہ عید کی نماز درست نہیں ہوئی تھی، مثلاً امام کا وضو نہ تھا، تو ایسی مجبوری کی صورت میں قربانی کو درست قرار دیا جائے گا، اور اس کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ [2]

مسئلہ نمبر۱۰......قربانی کے وقت کا ہونا کیونکہ قربانی کے ذمہ میں واجب ہونے کا سبب ہے (جس کو سببِ وجوب کہا جاتا ہے) اور اسی طرح قربانی کا وقت ہونا، اور شہر میں عید کی نماز کا ہونا قربانی کی ادائیگی کی شرط ہے، اس لئے قربانی کا وقت داخل ہونے سے پہلے

---

[1] اسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اگر عید کی نماز کسی عذر سے گیارہویں یا بارہویں تاریخ کو پڑھی جائے تو قربانی عید کی نماز سے پہلے بھی کی جاسکتی ہے۔

وبعد مضى وقتها لو لم يصلوا لعذر، ويجوز فى الغد وبعده قبل الصلاة لأن الصلاة فى الغد تقع قضاء لا أداء زيلعى وغيره (وبعد طلوع فجر يوم النحر إن ذبح فى غيره) وآخره قبيل غروب يوم الثالث(الدر المختار، كتاب الأضحية)

(قوله وبعد مضى وقتها) أى وقت الصلاة، وهو معطوف على قوله بعد الصلاة، ووقت الصلاة من الارتفاع إلى الزوال (قوله لعذر) أى غير الفتنة المذكورة بعد اهـ ط .أقول :ولم يذكر الزيلعى لفظ العذر مع أنه مخالف لما سيذكره الشارح عن الينابيع .وفى البدائع :وإن أخر الإمام صلاة العيد فلا ذبح حتى ينتصف النهار، فإن اشتغل الإمام فلم يصل أو ترك عمدا حتى زالت فقد حل الذبح بغير صلاة فى الأيام كلها لأنه بالزوال فات وقت الصلاة، وإنما يخرج الإمام فى اليوم الثانى والثالث على وجه القضاء والترتيب شرط فى الأداء لا فى القضاء كذا ذكر القدورى اهـ، وذكر نحوه الزيلعى عن المحيط، ونقل قبله عنه أيضا أنه لا تجزيهم فى اليوم الثانى قبل الزوال إلا إذا كانوا لا يرجون أن يصلى الإمام بهم(رد المحتار على الدر المختار، ج٦ص٣١٨، كتاب الأضحية)

[2] ولو صلى الإمام ثم تبين أنه صلى بغير طهارة تعاد الصلاة دون الأضحية ؛ لأن من العلماء من قال لا يعيد الصلاة إلا الإمام وحده فكان للاجتهاد فيه مساغا فجعلناه عذرا فى جواز التضحية تحريا للجواز وصيانة لأضاحيهم عن الفساد ، ولو وقعت فى البلد فتنة ، ولم يبق فيها وال ليصلى بهم العيد فضحوا بعد طلوع الفجر أجزأهم ؛ لأن البلدة صارت فى هذا الحكم كالسواد ، ولو شهدوا عند الإمام أنه يوم العيد فصلى ثم انكشف أنه يوم عرفة أجزأتهم الصلاة والتضحية ؛ لأنه لا يمكن التحرز عن مثل هذا الخطأ فيحكم بالجواز صيانة لجمع(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق،كتاب الأضحية)

(تبين أن الإمام صلى بغير طهارة) (تعاد الصلاة دون الأضحية) لأن من العلماء من قال :لا يعيد الصلاة إلا الإمام وحده فكان للاجتهاد فيه مساغا زيلعى .وفى المجتبى :إنما تعاد قبل التفرق لا بعده(الدرالمختار مع شرحه ردالمحتار، ج٦ص٣٠٩، كتاب الاضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کسی کی قربانی کرنا معتبر نہیں، جیسا کہ نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے نماز پڑھنا معتبر نہیں۔ [1]

اور قربانی کا اصل وقت دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر (یا صبح صادق) سے شروع ہوکر بارہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے پر ختم ہوتا ہے (اور شہر میں عید کی نماز کا ہونا ایک اضافی شرطِ ادا ہے، نہ کہ سببِ وجوب)

لہٰذا اگر کوئی شخص اپنی قربانی کسی دور دراز ایسے علاقے میں کرائے، کہ وہاں کے اوقات میں اور جہاں قربانی کرانے والا موجود ہے، وہاں کے اوقات میں غیر معمولی تفاوت وفرق ہو، مثلاً ایک مقام پر عیدالاضحیٰ کے دن کی طلوعِ فجر ہوجاتی ہے، اور دوسرے مقام پر اس وقت تک طلوعِ فجر نہیں ہوتی، تو ایسی صورت میں قربانی کی ادائیگی درست ہونے کے لئے ضروری ہوگا کہ قربانی کرانے والا (یعنی موکل) جہاں موجود ہے، وہاں قربانی کا وقت داخل ہو چکا ہو (یعنی دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر ہوچکی ہو) اور بارہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب نہ ہوا ہو، اور اسی طرح جہاں قربانی کی جارہی ہے، وہاں بھی قربانی کا وقت داخل ہو چکا ہو، اور ختم نہ

---

[1] أقول :وليس هذا أيضا بشيء ، لأن مراد المصنف هناك فوات أداء الاضحية بمضى الوقت لا سقوطها بالكلية فى حق المقيم أيضا، فإن الأداء وهو تسليم عين الثابت بالأمر يفوت بمضى الوقت فى الواجبات المؤقتة مطلقا، لأن الوقت شرط لأدائها على ما عرف فى أصول الفقه.

وأما القضاء وهو تسليم مثل الواجب بالأمر فلا يسقط بمضى الوقت، وإنما الفائت بمضيه شرط الوقت لا غير، وهذا أيضا مما عرف فى أصول الفقه، وقد تقرر فيه أيضا أن القضاء قد يكون بمثل معقول كالصلاة للصلاة، وقد يكون بمثل غير معقول كالفدية للصوم وثواب النفقة للحج، وعدوا الأضحية من القسم الثانى وقالوا :إن أداء ها فى وقتها بإراقة الدم وقضاء ها بعد مضى وقتها بالتصدق بعينها أو بقيمتها، فقول ذلک البعض ثم ظاهر قول المصنف وتفوت بمضى الوقت يدل على أن وجوبها ليس بالقدرة الممكنة غير مسلم، وقوله وإلا لم تسقط وكان عليه أن يضحى وإن لم يشتر شاة فى يوم النحر ليس بصحيح، إذ لم يقل أحد بسقوطها بعد وجوبها حتى يصح قوله وإلا لم تسقط، ولم يقل أحد بصحة أداء المؤقتات بعد مضى وقتها حتى يصح قوله وكان عليه أن يضحى وإن لم يشتر شاة فى يوم النحر فإن التضحية إراقة الدم، وهى إنما تقبل فى وقت الأداء لا بعده، وإنما الذى يلزم بعده قضاؤها وهو إنما يكون بالتصدق بعينها أو بقيمتها لا بغيره(فتح القدير، ج۹، ص۵۰۷، كتاب الأضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہوا ہو، اور اگر قربانی کے جانور والی جگہ کوئی شہر ہے، تو وہاں عید کی نماز بھی ہو چکی ہو (کیونکہ دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر سے قبل قربانی کا وقت سِرے سے داخل ہی نہیں ہوتا، اور بارہ ذی الحجہ کے غروب کے بعد قربانی کی ادائیگی کی شرط فوت ہو جاتی ہے، اور قربانی کا عمل صدقہ سے تبدیل ہو جاتا ہے)

مثلاً برطانیہ کا وقت ہندوپاکستان کے وقت سے تقریباً پانچ گھنٹے پیچھے ہے کہ جب ہندوپاکستان میں صبح چھ بج رہے ہوتے ہیں اس وقت برطانیہ میں رات کا تقریباً ایک بج رہا ہوتا ہے اب اگر ایک آدمی مثلاً برطانیہ میں ہے اور وہ اپنی قربانی کسی کو کہہ کر ہندوستان یا پاکستان میں کراتا ہے تو جب تک برطانیہ میں وہاں کے اعتبار سے دس ذی الحجہ کی صبح صادق نہ ہو جائے اس وقت تک اس کی قربانی پاکستان یا ہندوستان میں کرنا درست نہیں۔

اور اسی طرح مذکورہ صورت میں پاکستان یا ہندوستان میں بارہ تاریخ کا سورج غروب ہونے کے بعد قربانی کرنا درست نہیں، اگرچہ برطانیہ میں ابھی تک بارہ تاریخ کا سورج غروب نہ ہوا ہو۔

(اس مسئلہ کی دوسری صورت آگے قربانی کی قضاء میں اور اس کی تفصیل آگے تحقیقی مسائل میں ملاحظہ فرمائیں)

مسئلہ نمبر ۱۱...... قربانی کا وقت داخل ہونے کے بعد شہر وقصبہ میں قربانی صحیح ہونے کے لئے عید کی نماز کا ہونا بھی ایک اضافی شرطِ اداء ہے (اور اس کا تعلق اداء یعنی فعلِ ذبح سے ہے) جس کا حکم شہر وقصبہ کی حدود تک محدود ہے، جیسا کہ گزرا۔

لہٰذا اگر کوئی شخص اپنی قربانی کے جانور کو شہر کی حدود سے اتنا باہر لے جائے کہ جہاں پہنچ کر سفر کی نیت سے چلنے والے کو نماز کا قصر کرنا جائز ہو جاتا ہے، تو وہاں طلوعِ فجر کے بعد اور عید کی نماز سے پہلے جانور کی قربانی کرنا جائز ہے، کیونکہ اس مقام پر عید کی نماز کا حکم نہیں، لہٰذا وہاں عید کی نماز ہونے کی شرط پایا جانا ضروری نہیں، بلکہ دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر کا ہونا کافی ہے۔[1]

---

[1] و لو أخرج أضحيته من المصر وذبح قبل صلاة العيد قالوا إن أخرج من المصر مقدار ما يباح للمسافر قصر الصلاة فى ذلك المكان يجوز الذبح قبل صلاة العيد و إلا فلا (فتاوى قاضى خان، كتاب الأضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۲...... اگر کوئی شخص خود تو شہر میں ہے (خواہ وہ شہر میں رہتا ہو، یا گاؤں کا رہنے والا ہو، مگر اس وقت شہر میں موجود ہو) اور اس کی قربانی کا جانور شہر کی حدود سے باہر ایسے گاؤں، دیہات میں ہے، جہاں کہ عید کی نماز نہیں پڑھی جاتی (خواہ اس کی قربانی کا جانور پہلے سے گاؤں میں ہو، یا اس نے گاؤں میں بھیج دیا ہو) تو راجح یہ ہے کہ گاؤں، دیہات میں دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر (یعنی صبح صادق) کے بعد بھی اس جانور کی قربانی کرانا درست ہے، خواہ اُس شہر میں جہاں کہ قربانی کا مالک موجود ہے، عید کی نماز نہ ہوئی ہو، مگر وہاں دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر ہو چکی ہو۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۳...... اگر کوئی شخص شہر کی حدود سے باہر ایسے گاؤں، دیہات میں ہے، جہاں کہ

---

[1] و لو كانت الأضحية في السواد و صاحبها في المصر فأمر أهله بالتضحية فذبح الأهل قبل صلاة العيد يجوز عندنا و يعتبر مكان المذبوح لا مكان المالك و في صدقة الفطر يعتبر مكان المولى لا مكان العبيد في قول محمد و أبي يوسف الأول رحمهما الله تعالى فرجع أبو يوسف رحمه الله تعالى و قال يعتبر مكان العبيد (فتاوى قاضي خان، كتاب الأضحية)

(ثم المعتبر في ذلك) ش :أي في الذبح م :(مكان الأضحية حتى لو كانت في السواد والمضحي في المصر) ش :أي :وكان الذي يضحي في المصر م :(يجوز كما انشق الفجر) ش :لدخول الوقت(البناية شرح الهداية، ج ۱۲، ص ۲۴، كتاب الاضحية، وقت الاضحية)

م :(وحيلة المصري إذا أراد التعجيل أن يبعث بها) ش :أي بالأضحية م :(إلى خارج المصر فيضحي بها كما طلع الفجر) ش :لأن الاعتبار لمكان الأضحية كما مر .م :(هذا) ش :أشار إلى كون مكان الأضحية معتبرا .م :(لأنها) ش :أي الأضحية م :(تشبه الزكاة من حيث إنها تسقط بهلاك المال قبل مضي أيام النحر كالزكاة) ش :تسقط م :(بهلاك النصاب فيعتبر في الصرف) ش :أي صرف الواجب م :(مكان المحل) ش :أي محل الذبح م :(لا مكان الفاعل اعتبارا بها) ش :أي بالزكاة حيث يؤدى في موضع المال دون موضع صاحبه.

م :(بخلاف صدقة الفطر) ش :حيث يعتبر فيها مكان الفاعل وهو المؤدي م :(لأنها لا تسقط بهلاك المال بعدما طلع الفجر من يوم الفطر) ش :فحينئذ يعتبر مكان صاحب الذمة وهو المؤدي (ايضاً ص، ۲۵، كتاب الاضحية، وقت الاضحية)

قال القدوري :لو أن رجلاً من أهل السواد دخل المصر لصلاة الأضحى، وأمر أهله أن يضحوا عنه؛ جاز أن يذبحوا عنه بعد طلوع الفجر؛ قال محمد رحمه الله تعالىٰ :أنظر في هذا إلى موضع الذبح دون المذبوح عنه، ولو كان الرجل بالسواد، وأهله بالمصر لم يجز ذبح الأضحية عنه إلا بعد صلاة الإمام، وهكذا روى عن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ (المحيط البرهاني، ج۸ص ۴۶۴، كتاب الأضحية، الفصل الرابع فيما يتعلق بالمكان، والزمان)

Idara Ghufran

عید کی نماز نہیں پڑھی جاتی (خواہ وہ شخص گاؤں کا ہی رہنے والا ہو، یا شہر کا رہنے والا ہو، مگر اس وقت گاؤں میں موجود ہو) اور اس کی قربانی کا جانور شہر میں ہے (خواہ اس کی قربانی کا جانور پہلے سے شہر میں موجود ہو، یا اس نے شہر میں بھیج دیا ہو) تو اس جانور کی شہر میں عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں (لاعتبار مکان الاضحیة فی الاداء) [1]

مسئلہ نمبر ۱۴۱...... ایک شخص خود ایک شہر میں ہے اور وہ دوسرے شہر میں کسی کے ذریعہ سے اپنی قربانی کراتا ہے، تو جس شہر میں اس کی قربانی کی جائے گی، اس شہر میں عید کی نماز کا ہونا ضروری ہے، اور یہ خود جس شہر میں ہے، وہاں عید کی نماز کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ وہاں دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر یا صبح صادق کا ہونا کافی ہے (لاعتبار مکان الاضحیة فی الاداء)

چنانچہ اگر کوئی شخص خود تو پاکستان کے مغربی شہر کراچی میں ہے اور وہ پاکستان کے مشرقی شہر راولپنڈی میں اپنی قربانی کا جانور ذبح کراتا ہے، تو راولپنڈی میں عید کی نماز ہونا ضروری ہے، کراچی میں عید کی نماز کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ وہاں طلوعِ فجر یا صبح صادق کا ہوجانا کافی ہے۔ [2]

---

[1] فإن كانت الأضحية فى المصر و صاحبها فى السواد فوكل رجلا ليضحى فى المصر فذبح الوكيل قبل صلاة العيد عندنا لا يجوز (فتاوى قاضى خان، كتاب الأضحية)

(ولو كان على العكس) ش :وهو ما إذا كانت الأضحية فى المصر والمضحى فى السواد م :(لا يجوز إلا بعد الصلاة) ش :لعدم دخول الوقت قبل الصلاة، قال الكرخى فى "مختصره" :"إن كان رجل من أهل السواد، وسكنه فيه دخل المصر لصلاة الأضحى، وأمر أهله أن يضحوا عنه، فإنه يجوز أن يذبحوا عنه بعد طلوع الفجر(البناية شرح الهداية، ج ۱۲، ص ۲۴، كتاب الاضحية، وقت الاضحية)

[2] البتہ حسن بن زیاد کے نزدیک دونوں شہروں میں عید کی نماز کا ہونا ضروری ہے۔

وإنما يعتبر فى هذا مكان الشاة لا مكان من عليه، هكذا ذكر محمد -عليه الرحمة- فى النوادر وقال :إنما أنظر إلى محل الذبح ولا أنظر إلى موضع المذبوح عنه.

وهكذا روى الحسن عن أبى يوسف -رحمه الله- :يعتبر المكان الذى يكون فيه الذبح ولا يعتبر المكان الذى يكون فيه المذبوح عنه، وإنما كان كذلك؛ لأن الذبح هو القربة فيعتبر مكان فعلها لا مكان المفعول عنه.

وإن كان الرجل فى مصر وأهله فى مصر آخر فكتب إليهم أن يضحوا عنه روى عن أبى يوسف أنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۵...... قربانی کی نیت سے مالدار (یعنی صاحبِ نصاب) شخص نے جانور خریدا، اور قربانی کے دِنوں میں اس جانور کی قربانی نہیں کی، پھر اس کے بعد (یعنی قربانی کے دن گزرنے کے بعد) وہ شخص غریب ہوگیا (یعنی نصاب کا مالک نہیں رہا) تو اس سے قربانی

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اعتبر مكان الذبيحة فقال :ينبغي لهم أن لا يضحوا عنه حتى يصلى الإمام الذى فيه أهله، وإن ضحوا عنه قبل أن يصلى لم يجزه، وهو قول محمد -عليه الرحمة -وقال الحسن بن زياد :انتظرت الصلاتين جميعا وإن شكوا فى وقت صلاة المصر الآخر انتظرت به الزوال فعنده لا يذبحون عنه حتى يصلوا فى المصرين جميعا، وإن وقع لهم الشك فى وقت صلاة المصر الآخر لم يذبحوا حتى تزول الشمس فإذا زالت ذبحوا عنه.وجه قول الحسن أن فيما قلنا اعتبار الحالين حال الذبح وحال المذبوح عنه فكان أولى.ولأبى يوسف ومحمد رحمهما الله أن القربة فى الذبح، والقربات المؤقتة يعتبر وقتها فى حق فاعلها لا فى حق المفعول عنه(بدائع الصنائع، ج۵ص ۷۴،۷۵،كتاب التضحية، فصل فى شرائط جواز إقامة الواجب فى الأضحية)

وإن سافر رجل فأمر أهله وهم فى المصر أن يضحوا عنه، فإنه لا يجوز أن يذبحوا عنه إلا بعد صلاة الإمام وطلوع الفجر.

قال محمد :أنظر إلى موضع الذابح ولا أنظر إلى موضع المذبوح عنه، وروى ذلك عن ابن سماعه فى "نوادره"، وكذلك روى الحسن بن زياد عن أبى يوسف أنه قال :يعتبر المكان الذى يكون فيه الذبح، ولا يعتبر الموضع الذى يكون فيه المذبوح عنه.

وقال الحسن :إن كان الرجل فى المصر، وأهله فى آخر لم يذبحوا حتى يصلى فى المصرين جميعا، فإن ذبحوا قبل ذلك لم يجزه.

وقال محمد :يؤخر الذبح حتى يصلى فى المصر الذى فيه الذبيحة ولا ينتظر بذلك صلاة المصر الآخر، فإن صلى الإمام العيد ولم يخطب أجزء من الذبح، وقال محمد :إن أخر الإمام صلاة العيد فليس للرجل أن يذبح الأضحية حتى ينتصف النهار(البناية شرح الهداية، ج ۱۲ ، ص ۲۴، ۲۵، كتاب الاضحية، وقت الاضحية)

وروى عنهما أيضاً :أن الرجل إذا كان فى مصر، وأهله فى مصر آخر، فكتب إليهم أن يضحوا عنه، فإنه يعتبر مكان الذبيحة، ينبغى أن يضحوا بعد صلاة الإمام فى المصر الذى تذبح فيه، وروى عن أبى الحسن أنه قال :لا تجوز التضحية حتى يصلى فى المصرين جميعاً احتياطاً، وإذا أراد المصرى بأن يتعجل اللحم فى يوم الأضحيه ينبغى أن يأمر بإخراج الأضحية إلى بعض هذه الصور فيصح هناك قبل الصلاة، فيجوز اعتباراً لمكان الأضحية(المحيط البرهانى،ج۸ص ۴۶۴، كتاب الأضحية،الفصل الرابع فيما يتعلق بالمكان، والزمان)

و لو كان هو فى مصر وقت الأضحية و أهله فى مصر آخر فكتب إلى الأهل و أمرهم بالتضحية فى ظاهر الرواية يعتبر مكان الأضحية (فتاوى قاضيخان،كتاب الأضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

معاف نہیں ہوگی، البتہ قربانی کا وقت گزرنے کی وجہ سے اس پر اس جانور یا اس جانور کی قیمت کا صدقہ واجب ہوجائے گا۔ [۱]

تنبیہ: اگر قربانی کا وقت ختم ہوجائے، اور کوئی قربانی نہ کرسکے، تو اس کے احکام آگے ''قربانی کی قضا اور وقت ختم ہوجانے کے متعلق احکام'' کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

قربانی کا حکم عائد یا واجب ہونے کی شرائط اور متعلقہ احکام

قربانی کیونکہ عبادت ہے (اور عبادت صحیح ہونے کے لئے مسلمان ہونا ضروری ہے) اور قربانی مالی عبادت ہے (جس کے لئے مال پر ملکیت کا ہونا اور مالی استطاعت کا پایا جانا ضروری ہے) اور اس کے لئے مخصوص جانور کو ذبح کرنا ضروری ہے۔

اس لئے قربانی کا حکم ہر شخص پر عائد نہیں ہوتا، بلکہ اس کا حکم عائد ہونے کے لئے کچھ چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے (جن کو شرائطِ وجوب کہا جاتا ہے)

جن کا خلاصہ حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ جس مرد، یا عورت میں قربانی کے دنوں میں مندرجہ ذیل باتیں موجود ہوں اس پر قربانی کا حکم عائد ہوتا ہے۔

(۱)...... مسلمان ہونا (غیر مسلم قربانی کا مکلّف نہیں)

(۲)...... آزاد ہونا (غلام قربانی کا مکلّف نہیں)

(۳)...... نصاب کا مالک ہونا (غریب قربانی کا مکلّف نہیں)

---

[۱] إذا اشترى شاة للأضحية فى أول يوم النحر ولم يضح حتى مضت أيام النحر ثم افتقر كان عليه أن يتصدق بعينها ولا تسقط عنه الأضحية(رد المحتار على الدر المختار، ج۶ ص ۳۱۴، كتاب الأضحية) قلت وعلته تقرر الوجوب عليه بمضى الوقت. محمد رضوان

وهى واجبة بالقدرة الممكنة بدليل أن الموسر إذا اشترى شاة للأضحية فى أول يوم النحر ولم يضح حتى مضت أيام النحر ثم افتقر كان عليه أن يتصدق بعينها، أو بقيمتها ولا تسقط عنه الأضحية فلو كانت بالقدرة الميسرة لكان دوامها شرطا كما فى الزكاة والعشر والخراج حيث يسقط بهلاك النصاب والخارج، واصطلام الزرع آفة(تكملة البحر الرائق للطورى، ج۸ص۱۹۸، كتاب الاضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(۴)...... مقیم ہونا (مسافر قربانی کا مکلّف نہیں) ۱؎

۱؎ مسلمان ہونا شرائط وجوب کے علاوہ شرائطِ اداء میں سے بھی ہے، کیونکہ قربانی کی ادائیگی کے لئے نیتِ تقرب ضروری ہے، اوراس کے بغیروہ لحم محض ہے، اور کافر نیتِ تقرب کا اہل نہیں۔

وهي واجبة على كل مسلم حر مقيم موسر(المختار)

وإنما لم تجب على المسافر ;لأنها اختصت بأسباب شق على المسافر تحصيلها وتفوت بمضى الوقت فلم تجب كالجمعة، بخلاف الفطر والزكاة حيث لا تفوت بالوقت، ويجوز فيهما التأخير ودفع القيم وغير ذلك. وعن على -رضى الله عنه :-ليس على المسافر جمعة ولا أضحية، واختصاصها بالمسلم لأنها عبادة وقربة، وبالحر لأن العبد لا يملك شيئا وبالمقيم لما مر، ويستوى فيه المقيم بالأمصار والقرى والبوادى لأنه مقيم، وبالغنى لقوله -عليه الصلاة والسلام :- لا صدقة إلا عن ظهر غنى والمراد الغنى المشروط لوجوب صدقة الفطر(الاختيار لتعليل المختار، ج۵ص ۱۶،۱۷، كتاب الاضحية)

(على حر مسلم مقيم) بمصر أو قرية أو بادية عينى، فلا تجب على حاج مسافر؛ فأما أهل مكة فتلزمهم وإن حجوا، وقيل لا تلزم المحرم سراج (موسر) يسار الفطرة (الدر المختار مع شرحه ردالمحتار، ج۶ص ۳۱۵،كتاب الأضحية)

وأما شرائط الوجوب؛ فأما في النوعين الأولين(اى الذى يجب على الغنى والفقير) فشرائط أهلية النذر وقد ذكرناها فى كتاب النذر.

وأما فى النوع الثالث (اى الذى يجب على الغنى دون الفقير)فمنها الإسلام فلا تجب على الكافر لأنها قربة والكافر ليس من أهل القرب...... ومنها الحرية فلا تجب على العبد وإن كان مأذونا فى التجارة أو مكاتبا...... ومنها الإقامة فلا تجب على المسافر؛ لأنها لا تتأدى بكل مال ولا فى كل زمان بل بحيوان مخصوص فى وقت مخصوص ......ومنها الغنى لما روى عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أنه قال :من وجد سعة فليضح(بدائع الصنائع، ج۵ص ۶۳تا ۶۵، فصل فى شرائط وجوب فى الاضحية)

وأما شرائط الوجوب منها اليسار وهو ما يتعلق به وجوب صدقة الفطر دون ما يتعلق به وجوب الزكاة وأما البلوغ والعقل فليسا بشرط حتى لو كان للصغير مال يضحى عنه أبوه أو وصيه من ماله ولا يتصدق به ولا يضمنان عند أبى حنيفة وأبى يوسف رحمهما الله تعالى وإن تصدق بها ضمن كذا فى محيط السرخسى ومنها الإسلام فلا تجب على الكافر ولا يشترط الإسلام فى جميع الوقت من أوله إلى آخره حتى لو كان كافرا فى أول الوقت ثم أسلم فى آخره تجب عليه لأن وقت الوجوب منفصل عن أداء الواجب فيكفى فى وجوبها بقاء جزء من الوقت ومنها الحرية فلا تجب على العبد وإن كان مأذونا فى التجارة أو مكاتبا ولا يشترط أن يكون حرا من أول الوقت بل تكفى فيه الحرية فى آخر جزء من الوقت حتى لو عتق فى آخر الوقت وملك نصابا تجب عليه الأضحية ومنها الإقامة فلا تجب على المسافر (الفتاوى الهندية، ج۵ص ۲۹۲،كتاب الأضحية،الباب الأول)

(وإنما تجب) التضحية دون الأضحية لما تقرر من أن الوجوب من صفات الفعل إلا أن القدورى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱...... جس نابالغ بچے کی ملکیت میں نصاب کے بقدر مال ہو، اس پر قربانی کا حکم عائد ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے۔

دلائل کی رُو سے راجح یہ ہے کہ نابالغ قربانی کا مکلّف نہیں، نہ اس کے باپ کو اپنے مال میں سے نابالغ بچہ کی طرف سے قربانی کرنے کا حکم ہے، اور نہ ہی بچے کے مال میں سے ادا کرنے کا حکم ہے۔

البتہ اگر کوئی والد اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی اپنے مال میں سے نفلی قربانی کردے تو کوئی حرج نہیں، بلکہ بعض حضرات کے بقول مستحب ہے۔

اور اگر نابالغ کے مال میں سے قربانی کرے، تو اس قربانی کے گوشت کو نہ خود کھانا جائز ہے، اور نہ اس گوشت کا صدقہ کرنا جائز ہے (کیونکہ نابالغ کی ملکیت سے دوسرا فائدہ نہیں اٹھا سکتا) البتہ وہ نابالغ خود کھا سکتا ہے، اور جو گوشت ضرورت سے زائد ہو، اس کے عوض میں نابالغ بچے کے لئے کوئی باقی رہنے والی چیز مثلاً کپڑا وغیرہ خرید لیا جائے، اور نقدی کے عوض فروخت نہ کیا جائے (اس کی وجہ قربانی کے گوشت کے احکام میں آتی ہے) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومن تبعه قال :ذلک توسعة ومجاز والمراد بالوجوب الوجوب العملی لا الاعتقادی حتی لا یکفر جاحدها کما فی المنح (علی حر) فلا تجب علی العبد (مسلم) فلا تجب علی الکافر (مقیم) فلا تجب علی المسافر لقول علی -رضی الله تعالی عنه -لیس علی مسافر جمعة ولا أضحیة وعن مالک لا یشترط الإقامة ویستوی فیه المقیم بالمصر والقوی والبوادی (موسر) ؛ لأن العبادة لا تجب إلا علی القادر وهو الغنی دون الفقیر ومقداره ما تجب فیه صدقة الفطر(مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، ج۲ص۵۱۶، کتاب الأضحیة)

وأما الإسلام فهو شرط وجوب الصوم وسائر العبادات عندنا خلافا للشافعی،وهو شرط صحة الأداء بلا خلاف ،ولقب المسألة أن الکفار غیر مخاطبین بشرائع هی عبادات عندنا خلافا له(تحفة الفقهاء، ج ا ص ۳۵۰، کتاب الصوم)

[1] (عن نفسه لا عن طفله) علی الظاهر، بخلاف الفطرة............(ویضحی عن ولده الصغیر من ماله) صححه فی الهدایة (وقیل لا) صححه فی الکافی .قال :ولیس للأب أن یفعله من مال طفله، ورجحه ابن الشحنة.قلت :وهو المعتمد لما فی متن مواهب الرحمن من أنه أصح ما یفتی به .وعلله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۲......قربانی کا حکم لاگو ہونے کی جو شرائط ہیں، ان کا اعتبار قربانی کے دنوں میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی البرهان بأنه إن كان المقصود الإتلاف فالأب لا يملكه فی مال ولده كالعتق أو التصدق باللحم فمال الصبی لا يحتمل صدقة التطوع، وعزاه للمبسوط فليحفظ. ثم فرع على القول الأول بقوله (وأكل منه الطفل) وادخر له قدر حاجته (وما بقی يبدل بما ينتفع) الصغير (بعينه) كثوب وخف لا بما يستهلك كخبز ونحوه ابن كمال وكذا الجد والوصی(الدرالمختار)

(قوله لا عن طفله) أی من مال الأب ط (قوله على الظاهر) قال فی الخانية: فی ظاهر الرواية أنه يستحب ولا يجب، بخلاف صدقة الفطر. وروى الحسن عن أبی حنيفة يجب أن يضحی عن ولده وولد ولده الذی لا أب له، والفتوى على ظاهر الرواية اهـ (رد المحتار على الدر المختار، ج۶ ص ۳۱۵، كتاب الأضحية)

(قوله بما ينتفع بعينه) ظاهره أنه لا يجوز بيعه بدراهم ثم يشتری بها ما ذكر ط، ويفيده ما نذكره عن البدائع (قوله وكذا الجد والوصی) أی كالأب فی جميع ما ذكر(رد المحتار على الدر المختار، ج۶ ص ۳۱۶، كتاب الأضحية)

(قوله ومن مال طفل إلخ) حاصله أن الصحيح عدم وجوبها فی مال الطفل، ولا يجب على الأب فی حق طفله أن يضحی عنه من مال نفسه فی ظاهر الرواية كما مر مبسوطا(رد المحتار على الدر المختار، ج۶ ص ۳۳۵، كتاب الأضحية، فروع)

الأصح أنه لا يجب ذلك، وليس له أن يفعله من ماله؛ لأنه إن كان المقصود الإتلاف فالأب لا يملكه فی مال الولد كالعتق، وإن كان المقصود التصدق باللحم بعد إراقة الدم فذاك تطوع غير واجب ومال الصبی لا يحتمل صدقة التطوع(المبسوط للسرخسی، ج۱۲ ص ۱۲، ۱۳، كتاب الأضحية)

وقيل الأصح أنها لا تجب فی مال الصبی بالإجماع لأنها قربة فلا يخاطب بها، بخلاف صدقة الفطر على ما بينا، ولأن الواجب الإراقة والتصدق بها ليس بواجب، ولا يجوز ذلك فی مال الصبی لأنه لا يقدر على أكل جميعها عادة ولا يجوز بيعها فلا تجب. وذكر القدوری فی شرحه الصحيح أنها تجب ولا يتصدق بها لأنه تطوع، ولكن يأكل منها الصغير وعياله ويدخر له ما يمكنه ويبتاع له بالباقی، وما ينتفع بعينه كما يجوز للبالغ ذلك فی الجلد. والجد مع الحفدة كالأب عند عدمه (الاختيار لتعليل المختار، ج۵ ص ۱۷، كتاب الاضحية)

لكن إذا ضحى من مال الصغير لا يتصدق به لأن الواجب هو الإراقة فأما التصدق باللحم فتطوع ومال الصغير لا يحتمل التبرع فينبغی أن يطعم الصغير ويدخر له أو يستبدل لحومه بالأشياء التی ينتفع بها الصغير مع بقاء أعيانها كما فی جلد الأضحية(تحفة الفقهاء للسمرقندی، ج۳ ص ۸۲، كتاب الاضحية)

(وجه) ظاهر الرواية أن الأصل أن لا يجب على الإنسان شیء على غيره خصوصا فی القربات؛ لقول الله تعالى (وأن ليس للإنسان إلا ما سعى) وقوله جل شأنه (لها ما كسبت) ولهذا لم تجب عليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

یعنی دس ذی الحجہ کی صبح صادق سے بارہ ذی الحجہ کی شام کوسورج غروب ہونے تک ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۳...... قربانی کا حکم لاگو ہونے کی شرائط کا قربانی کے پورے وقت میں (دس ذی الحجہ کی تاریخ کی صبح سے بارہ تاریخ کے غروب تک) پایا جانا ضروری نہیں، بلکہ آخری وقت میں بھی اگر یہ شرائط پائی گئیں تو قربانی کا حکم ہے (لان سبب الوجوب ينتهي الى آخر الوقت) لہٰذا اگر بارہ ذی الحجہ کی شام میں سورج غروب ہونے سے ذرا پہلے کوئی صاحبِ نصاب کافر مسلمان ہوگیا یا مسافر مقیم ہوگیا، یا غریب نصاب کا مالک بن گیا یا صاحبِ نصاب بچہ بالغ ہوگیا تو ان کو قربانی کا حکم ہوگا، جبکہ دوسری شرائطِ وجوب بھی موجود ہوں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن عبده وعن ولده الكبير، إلا أن صدقة الفطر خصت عن النصوص فبقيت الأضحية على عمومها ولأن سبب الوجوب هناك رأس يمونه ويلي عليه وقد وجد في الولد الصغير وليس السبب الرأس ههنا؛ ألا ترى أنه يجب بدونه وكذا لا يجب بسبب العبد(بدائع الصنائع، ج۵ص۶۵، فصل في شرائط وجوب في الاضحية)

وقوله (عن نفسه) يتعلق بقوله تجب؛ لأنه أصل في الوجوب عليه (لا عن طفله) أي أولاده الصغار في ظاهر الرواية لكونها قربة محضة فلا تجب على الغير بسبب الغير (وقيل) أي في رواية الحسن عن الإمام (تجب عنه) أي عن الطفل (أيضا) أي كنفسه لكونها قربة مالية والطفل في معنى نفسه فيلحق به كما في صدقة الفطر (وقيل يضحي عنه) أي عن الطفل (أبوه أو وصيه من ماله) إن كان له مال (فيطعم) الطفل (منها ما أمكن) الإطعام بقدر الحاجة (ويستبدل بالباقي ما ينتفع به مع بقائه) كالثوب والخف فلا يستبدل بما ينتفع به بالاستهلاك كالخبز والإدام؛ لأن الواجب هو إراقة الدم فالتصدق باللحم تبرع وهو لا يجري في مال الصبي فينبغي أن يطعم الطفل ويدخر له ويستبدل الباقي بالأشياء التي ينتفع الطفل بها مع بقاء أعيانها اعتبارا بجلد الأضحية.

وفي الهداية وإن كان للصغير مال يضحى عنه أبوه أو وصيه من ماله عند الشيخين وقال محمد وزفر والشافعي من مال نفسه لا من مال الصغير فالخلاف في هذا كالخلاف في صدقة الفطر وقيل لا تجوز التضحية من ماله الصغير في قولهم جميعا لما قررناه قبيله والأصح أن يضحي من ماله يأكل منه ما أمكنه ويبتاع بما بقي ما ينتفع بعينه(مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر،ج۲ص۵۱۶، ۵۱۷،كتاب الأضحية)

[1] وأيام النحر ثلاثة :يوم الأضحى -وهو اليوم العاشر من ذي الحجة -والحادي عشر، والثاني عشر وذلك بعد طلوع الفجر من اليوم الأول إلى غروب الشمس من الثاني عشر......فإذا طلع الفجر من اليوم الأول فقد دخل وقت الوجوب فتجب عند استجماع شرائط الوجوب(بدائع الصنائع، ج۵ص۶۵، فصل في وقت وجوب الاضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ان سب باتوں میں مرد وعورت کا حکم برابر ہے۔

اگر تیسرے دن (یعنی بارہ ذی الحجہ کو) غروب سے پہلے وقت کم ہو، جس میں قربانی کرنا ممکن نہ ہو، یا کسی نے غفلت کی اور بارہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہوگیا، تو اب اس کی قربانی کا وقت نکلنے کی وجہ سے قربانی اس کے ذمہ بشکلِ صدقہ قضا ہوجائے گی، اور قربانی کے قابل ایک درمیانی درجہ کی بھیڑ یا بکری یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت صدقہ کرنی ہوگی۔ [1]

---

[1] ولو جاء يوم الاضحى ولامال له ثم استفاد مأتين فى ايام النحر فعليه الاضحية اذالم يكن عليه دين (الجوهرة النيرة ج ۲ ص ۱۸۷، ۱۸۸، كتاب الاضحية، وقت الاضحية)

(منها) أنها تجب فى وقتها وجوبا موسعا؛ ومعناه أنها تجب فى جملة الوقت غير عين كوجوب الصلاة فى وقتها ففى أى وقت ضحى من عليه الواجب كان مؤديا للواجب سواء كان فى أول الوقت أو وسطه أو آخره كالصلاة، والأصل أن ما وجب فى جزء من الوقت غير عين يتعين الجزء الذى أدى فيه الوجوب أو آخر الوقت كما فى الصلاة وهو الصحيح من الأقاويل على ما عرف فى أصول الفقه، وعلى هذا يخرج ما إذا لم يكن أهلا للوجوب فى أول الوقت ثم صار أهلا فى آخره بأن كان كافرا أو عبدا أو فقيرا أو مسافرا فى أول الوقت ثم أسلم أو أعتق أو أيسر أو أقام فى آخره أنه يجب عليه، ولو كان أهلا فى أوله ثم لم يبق أهلا فى آخره بأن ارتد أو أعسر أو سافر فى آخره لا يجب عليه(بدائع الصنائع ج۵ ص ۶۶، كتاب التضحية، فصل فى أنواع كيفية الوجوب)

ولا يشترط وجود الإسلام فى جميع الوقت من أوله إلى آخره؛ حتى لو كان كافرا فى أول الوقت ثم أسلم فى آخره تجب عليه؛ لأن وقت الوجوب يفضل عن أداء الواجب فيكفى فى وجوبها بقاء جزء من الوقت كالصلاة۔

ومنها الحرية فلا تجب على العبد......ولا يشترط أن يكون حرا من أول الوقت إلى آخره بل يكتفى بالحرية فى آخر جزء من الوقت حتى لو أعتق فى آخر الوقت وملك نصابا تجب عليه الأضحية لما قلنا فى شرط الإسلام۔

ومنها الإقامة فلا تجب على المسافر......ولا تشترط الإقامة فى جميع الوقت حتى لو كان مسافرا فى أول الوقت ثم أقام فى آخره تجب عليه؛ لما بينا فى شرط الحرية والإسلام......ومنها الغنى لما روى عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أنه قال :من وجد سعة فليضح شرط -عليه الصلاة والسلام -السعة وهى الغنى ولأنا أوجبناها بمطلق المال ومن الجائز أن يستغرق الواجب جميع ماله فيؤدى إلى الحرج فلا بد من اعتبار الغنى......ولا يشترط أن يكون غنيا فى جميع الوقت حتى لو كان فقيرا فى أول الوقت ثم أيسر فى آخره يجب عليه لما ذكرنا...... وجميع ما ذكرنا من الشروط يستوى فيها الرجل والمرأة؛ لأن الدلائل لا تفصل بينهما(بدائع الصنائع، ج۵ ص ۶۳، ۶۴، كتاب التضحية،فصل فى شرائط وجوب فى الأضحية)

ثم إنها تجب فى وقتها موسعا من غير تعيين جزء منه كوقت الصلاة وهو الصحيح من الأقاويل حتى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۴...... اگر قربانی کے پہلے وقت (مثلاً پہلے یا دوسرے دن) میں کسی میں قربانی کا حکم لاگو وعائد ہونے کی تمام شرائط موجود تھیں، مگر آخر وقت میں (یعنی تیسرے دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے) کوئی ایک شرط بھی باقی نہ رہی، جیسے مالدار غریب ہوگیا یا مقیم مسافر بن گیا، تو ایسی صورت میں قربانی کا حکم عائد نہیں رہے گا۔ [۱]

مسئلہ نمبر۵...... بعض فقہاء کے نزدیک قربانی کے معاملہ میں مقیم اور مسافر کا حکم برابر ہے، اور جس طرح مقیم کو قربانی کا حکم ہے، اسی طرح مسافر کو بھی حکم ہے۔

لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مسافر (جس کو نماز میں قصر کا حکم ہو) قربانی کا مکلّف نہیں، جس طرح سے کہ مسافر جمعہ وعیدین کی نماز کا مکلّف نہیں۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إذا صار أهلا فی آخره بأن أسلم أو أعتق أو أيسر أو أقام فی آخره يجب وبعكسه لا كما يذكره المصنف(حاشية الشرنبلالی علی الدرر الحكام شرح غرر الاحكام، ج ا ص ۲۶۵، كتاب الاضحية)

إذا صار أهلا للوجوب فی آخره، بأن أسلم أو أعتق أو أيسر أو أقام تلزمه، لا إن ارتد أو أعسر أو سافر فی آخره(رد المحتار علی الدر المختار، ج۶ ص ۳۱۶، كتاب الأضحية)

[۱] وفی الأجناس إن جاء يوم الأضحی وله مائتا درهم أو أكثر ولا مال له غيره فهلک ذلک لا يجب عليه الأضحية، وكذلک لو نقص عن المائتين، ولو جاء يوم الأضحی ولا مال له ثم استفاد مائتی درهم فعليه الأضحية(المحيط البرهانی، ج۸ص ۴۵۵، كتاب الاضحية، الفصل الأول فی بيان وجوب الأضحية ومن لا تجب عليه)

ولو انتقص فی أيام النحر بغير الزكاة سقطت عنه الأضحية لأن المؤدی لا يعد قائما حكما فيعد فقيرا(البحر الرائق، ج۸ص ۱۹۸، كتاب الاضحية)

وفی الهارونيات إن جاء يوم الأضحی وله مائتا درهم ولا مال له غيره فهلک لم تجب الأضحية عليه وكذا لو نقص عن المائتين ولو جاء يوم الأضحی ولا مال له ثم استفاد مائتی درهم ولا دين عليه وجبت عليه الأضحية الفقر والغنی والموت إنما يعتبر فی حق الأضحية آخر أيام التشريق وأيام النحر(لسان الحكام ج ا ص ۳۸۴، الفصل الثانی والعشرون من الفصول الثلاثين فی الصيد والذبائح والأضحية)

[۲] ثم قوله : من كان له سعة يدل علی اشتراط الغنی للوجوب، لان الفقير ليس بذی سعة للعبادات المالية شرعا، ثم هو يدل علی اشتراط الاقامة ايضا، لان المسافر جعله الشارع مصرفا للصدقات، ولو كان غنيا فی وطنه، فلايكون ذا سعة فی سفره، فلا يجب عليه العبادة المالية التی يطالب باقامتها فی الحال كالاضحية بخلاف الزكاة وصدقة الفطر فانه لايطالب بهما فی السفر،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

چنانچہ امام عبدالرزاق، حضرت سفیان ثوری سے، اور وہ حضرت حسن بن عمرو فقیمی تمیمی سے، اور وہ اپنے بھائی حضرت فضیل بن عمرو فقیمی سے، اور وہ جلیلُ القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَانُوا إِذَا شَهِدُوا ضَحُّوا وَإِذَا سَافَرُوا لَمْ يُضَحُّوا (مصنف عبد الرزاق)[1]

ترجمہ: صحابۂ کرام جب مقیم ہوتے تھے، تو قربانی کرتے تھے، اور جب مسافر ہوتے تھے، تو قربانی نہیں کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض اوقات جو سفر میں قربانی کرنا ثابت ہے، وہ حنفیہ کے نزدیک تبرعاً اور نفل کے طور پر ہے۔

قربانی کیونکہ مخصوص جانور کو ذبح کرکے ادا ہوتی ہے، اور مسافر کو قربانی کا مکلّف کرنے میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لانه ليس لهما وقت معين تفوتان بفواته بخلاف الاضحية ، فان قلت: قد يكون المسافر ممن لاتحل له الصدقة بان يكون معه مال فينبغي ان يجب عليه الاضحية،قلنا: لا، لان السفر مظنة الاحتياج، فلايؤمر باتلاف المال.

فان قلت: ينبغي ان يجب عليه الاضحية ولايؤمر بها في السفر، بل يجب عليه قضاء ها بعد الاقامة كما في الصوم.

قلنا : المقصود من الصوم هو الامساك، وذا يمكن بعد الاقامة ، ففي ايجابه فائدة ، بخلاف الاضحية فان المقصود هنا الاراقه على وجه التعبد، وذا لايمكن بعد الاقامة ،ففي ايجابه فائدة ، بخلاف الاضحية فان المقصود هنا الاراقة على وجه التعبد، وذا لايمكن بعد الاقامة، لان التعبد بالاراقة مقيد بزمان مخصوص ولايحصل ذلك الا على ذلك الزمان دون غيره فيكون فيه ايجاب التصدق فقط وهو غير مقصود، فلافائدة في الايجاب، بخلاف المقيم الذى وجب عليه الاضحية ولم يضح ، فانه وجب عليه التصدق على سبيل البدلية زجرا له على التهاون والتقصير ، ثم القضاء فرع للاداء ولما لم يجب الاداء لفوات شرطه، وهو الغنى غير المشوب بالاحتياج او مظنته لايجب القضاء ، هذا غاية السعى منا في تقرير الاستدلال على اشتراط الاقامة بوجوب الاضحية(اعلاء السنن ج۱۷ ص ۲۱۲، ۲۱۳، باب وجوب الاضحية)

فما قاله صاحب الهداية : ان الاداء يختص باسباب يشق على المسافر استحضارها الخ انما هو من تعليل النص لامن تعليل الحكم ، وتعليل النص ليس من القياس في شيئ ، فان القياس انما هو تعليل الحكم كما لايخفى على من له مسكة (اعلاء السنن ج۱۷ ص ۲۱۵، باب وجوب الاضحية)

[1] رقم الحديث ۸۱۴۴،كتاب المناسك، باب الضحايا،المكتب الإسلامى -بيروت.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حرج لازم آتا ہے، اور شریعت نے مسافر کے کئی احکام میں تخفیف ورعایت رکھی ہے، چنانچہ مسافر کی نماز کو قصر کیا گیا، مسافر کو فرض روزہ نہ رکھنے اور بعد میں قضا کرلینے کی گنجائش دی گئی، اور مسافر پر جمعہ اور عید کی نماز کو واجب نہیں کیا گیا، وغیرہ وغیرہ۔

اس لئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مسافر قربانی کا مکلّف نہیں۔ [1]

---

[1] هل يجب على المسافر أضحية؟ اختلفوا فيه . فقال الشافعي :هي سنة على جميع الناس وعلى الحاج بمنى وبه قال أبو ثور .وقال مالك :لا أضحية عليه ولا يؤمر بتركها إلا الحاج بمنى وذكر ابن المواز عن مالك أن من لم يحج من أهل مكة ومنى فليضح وحكى ابن بطال :أن مذهب ابن عمر أن الأضحية تلزم المسافر .قلت :قد مر أن ابن عمر قال :هي سنة ومعروف، نعم هو قول الأوزاعي والليث، وقال أبو حنيفة :لا تجب على المسافر أضحية، وعن النخعي :رخص للحاج والمسافر أن لا يضحي(عمدة القارى، ج ۲۱ ص ۱۴۶، كتاب الاضاحى،باب الأضحية للمسافر والنساء)

اتفق الفقهاء على أن المطالب بالأضحية هو المسلم الحر البالغ العاقل المقيم المستطيع، واختلفوا في مطالبة المسافر والصغير بها .أما المسافر :فقال الحنفية :ليس عليه أضحية؛ لأن أبا بكر وعمر كانا لايضحيان إذا كانا مسافرين .وقال علي :ليس على المسافر جمعة ولا أضحية ، ولأن أداء ها يختص بأسباب تشق على المسافر، وتفوت بمضي الوقت، فلا تجب عليه لدفع الحرج عنه، كالجمعة .وقال المالكية :تسن الأضحية لغير الحاج، لأن سنته الهدى ، وغير الحاج تسن له الضحية مطلقاً، حاضراً في بلده أو مسافراً .وقال الشافعية والحنابلة :تسن الأضحية لكل مسلم، مسافر أو حاج أو غيرهما، لأنه صلّى الله عليه وسلم ضحى في منى عن نسائه بالبقر رواه الشيخان. وبه يرد على القائل بأن الأضحية لا تسن للحاج بمنى، وإن الذي ينحره بها هدى، لا أضحية.

والخلاصة أن غير الحنفية يقولون :تسن الأضحية للمسافر وغيره، وعند الحنفية :ليس عليه أضحية.(الفقه الاسلامي وادلته، ج۴ص ۲۵۲، الباب الثانى الاضحية والعقيقة، المبحث الثانى فى شروط الاضحية، المطلب الثالث۔ شروط المكلف بالأضحية)

قال أصحابنا إن الأضحية واجبة على المقيمين من أهل الأمصار والقرى والبوادى من الأعراب والتركمان،وقال الشافعي سنة وهو إحدى الروايتين عن أبي يوسف،وأجمعوا أنها لا تجب على المسافرين،والصحيح قولنا لقوله تعالى (فصل لربك وانحر) قال أهل التفسير المراد منه صلاة العيد ونحر الأضحية والأمر للوجوب والنص ورد في حق المقيم لأن الخطاب للرسول عليه السلام وهو حكم لا يعرف بالقياس فلا يتعدى إلى المسافر كما في الجمعة والعيدين(تحفة الفقهاء ، ج۳ص ۹۱، كتاب الأضحية)

وإنما لا تجب على المسافر لأن أداء ها مختص بأسباب تشق على المسافر وتفوت بمضي الوقت فلا يجب عليه شيء لدفع الحرج عنه كالجمعة بخلاف الزكاة وصدقة الفطر لأنهما لا يفوتان بمضي الزمان فلا يخرج(تكملة البحر الرائق للطورى، ج۸ص۱۹۷، كتاب الأضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۶ ...... حنفیہ کے نزدیک مسافر پر اگرچہ قربانی واجب نہیں ہے، لیکن اگر وہ نفلی قربانی کرے، تو جائز ہے۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بعض اوقات سفر میں قربانی کرنا ثابت ہے، کمامرّ۔ [1]

مسئلہ نمبر۷ ...... جو شخص حج کر رہا ہو، اور وہ قربانی کے دنوں میں شرعاً مسافر ہو، تو اس پر حجِ قِران یا حجِ تمتع کی قربانی تو لازم ہے، لیکن وہ مسافر ہونے کی وجہ سے عیدالاضحیٰ کی قربانی کا مکلّف نہیں۔

البتہ اگر وہ قربانی کے دنوں میں شرعاً مقیم ہو، اور نصاب کا مالک بھی ہو، تو کیا وہ عیدالاضحیٰ کی قربانی کا بھی مکلّف ہے، یا نہیں؟ تو اس سلسلہ میں بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ حجاجِ کرام کے حج کے اعمال میں مشغول ہونے کی وجہ سے جس طرح ان سے عید کی نماز معاف کی گئی ہے، اسی طرح ان سے عیدالاضحیٰ کی قربانی بھی معاف ہے۔ [2]

---

[1] (قوله والإقامة) فالمسافر لا تجب عليه وإن تطوع بها أجزأته عنها وهذا إذا سافر قبل الشراء، فإن المشترى شاة لها ثم سافر ففى المنتقى أنه يبيعها ولا يضحى بها أى لا يجب عليه ذلک، وكذا روى عن محمد. ومن المشايخ من فصل فقال :إن كان موسرا لا يجب عليه وإلا ينبغى أن يجب عليه ولا تسقط بسفره، وإن سافر بعد دخول الوقت قالوا ينبغى أن يكون الجواب كذلک اهـ ط عن الهندية ومثله فى البدائع(رد المحتار على الدر المختار، ج۶ ص ۳۱۲، كتاب الأضحية)

[2] عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، قَالَ :كَانَ عُمَرُ يَحُجُّ فَلاَ يَذْبَحُ شَيْئًا حَتَّى يَرْجِعَ (مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۱۴۳۹۴، كتاب المناسک،باب من رخص للحاج ان لا يضحى وماجاء فى ذلک)

عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، قَالَ :كَانَ أَصْحَابُنَا يَحُجُّونَ وَمَعَهُمَ الأَوْرَاقُ وَالذَّهَبُ ، فَمَا يَذْبَحُونَ شَيْئًا ، وَكَانُوا يَتْرُكُونَهُ مَخَافَةَ أَنْ يَشْغَلَهُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنَ الْمَنَاسِكِ(ايضاً رقم الحديث ۱۴۳۹۶)

عَنْ حَمَّادِ بْنِ أَبِى الدَّرْدَاءِ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، قَالَ :مَا نُصَلِّى هَاهُنَا ، وَمَا يُضَحِّى يَوْمَ النَّحْرِ(ايضاً رقم الحديث ۱۴۳۹۸)

عَنْ وَبَرَةَ ؛ أَنَّ الأَسْوَدَ ، وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ كَانَا يَحُجَّانِ ، وَلاَ يُضَحِّيَانِ(ايضاً رقم الحديث ۱۴۳۹۹)

عَنْ بَيَانٍ ؛ أَنَّ عَلْقَمَةَ كَانَ يَحُجُّ ، وَلاَ يُضَحِّى(ايضاً رقم الحديث ۱۴۴۰۰)

عَنْ أَبِى الزَّعْرَاءِ ، عَنْ أَبِى الأَحْوَصِ ؛ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يُضَحِّى فِى الْحَجِّ ، فَلَمَّا كَانَ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ ، قَالَ :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور اکثر مشائخِ حنفیہ کے نزدیک اگر حج کرنے والا قربانی کے دنوں میں مقیم اور صاحبِ نصاب ہو، تو اس پر عیدالاضحیٰ کی قربانی بھی واجب ہے (اور یہ قربانی حجِ تمتع یا قِران کی قربانی سے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اشْتَرُوا بَقَرَةً فَقَدَّدُوهَا نَتَزَوَّدُهَا فِي سَفَرِنَا(ایضاً رقم الحديث ١٤٤٠١)

عَنْ وَبَرَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ شَيْخٍ مِنَ التَّيْمِ ، قَالَ :كُنَّا مَعَ سَعْدٍ بِمِنًى فَلَمْ يُضَحِّ ، ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى جِيرَانٍ لَهُ :أَطْعِمُونَا مِنْ أُضْحِيَّتِكُمْ(ایضاً رقم الحديث ١٤٤٠٢)

عَنْ كُلَيْبِ بْنِ وَائِلٍ ، عَنْ عَمِّهِ قَيْسٍ ، عَنْ سَعْدٍ ، بِنَحْوِهِ(ایضاً رقم الحديث ١٤٤٠٣)

عَنِ الشَّعْبِيِّ ، قَالَ :حَجَجْتُ ثَلاَثَ حِجَجٍ ، مَا أَهْرَقْتُ دَمًا(ایضاً رقم الحديث ١٤٤٠٤)

حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى ، عَنْ خَالِدٍ ؛ أَنَّهُ كَانَ يَكُونُ مَعَ سَالِمٍ فِي الْحَجِّ ، فَلاَ يُضَحِّي بِمِنًى (ایضاً رقم الحديث ١٤٤٠٥)

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ، عَنْ عَطَاءٍ ، وَمُجَاهِدٍ قَالاَ :قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :مَنْ حَجَّ فَأَهْدَى هَدْيًا ، رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ بِحَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ(ایضاً رقم الحديث ١٤٤٠٦)

(تنبيه)قال في مبسوط السرخسي :ليس على أهل منى يوم النحر صلاة العيد لأنهم في وقتها مشغولون بأداء المناسك، وتجوز لهم التضحية بعد انشقاق الفجر كما يجوز لأهل القرى اهـ.

ومن الظاهر أن أهل منى هم من بها من الحجاج وأهل مكة شرنبلالية أي أهل مكة المحرمين، ثم إن هذا صريح في خلاف ما ذكره البيري حيث قال :إن منى لا تجوز فيها الأضحية إلا بعد الزوال لأنها موضع تجوز فيه صلاة العيد إلا أنها سقطت عن الحاج ولم نر في ذلك نقلا مع كثرة المراجعة، ولا صلاة العيد بمكة يوم النحر لأنا ومن أدركناه من المشايخ لم يصلها بمكة، والله أعلم ما السبب في ذلك اهـ (رد المحتار على الدر المختار،ج٦ص٣١٨،كتاب الأضحية)

الأضحية غير واجبة على الحاج لا سيما المسافرين عندنا(مرقاة المفاتيح، ج٥ص١٨١٩،باب الهدى)

ولا على الحاج اذا كان محرماً وان كان من اهل مكة كذا في الخزانة ولعل وجهه انه يجب على الحاج دم قران او متمتع ويستحب لهم دم افراد فيسقط عنهم دم الاضحية تخفيفا عليهم كما سقط عنهم صلاة العيد اجماعاً وكذا صلاة الجمعة بمنىٰ عند بعضهم .قال السنجاري في منسكه: ولاتجب الاضحية على المسافر والحاج ،لان فيه الحاق المشقة بالمشقة ، وتجب على اهل مكة لعدم المشقة فيهم، ولعله اراد باهل مكة من لم يحج منهم ولايبعد انه اذا اراد عمومهم فقد قال الحدادي: واما اهل مكة فتجب عليهم وان كانوا حجوا،كذافي الكرخي،وذكر في الخجندي : انها لاتجب على الحاج اذا كان محرما وان كان من اهل مكة (مناسكِ ملاعلی قاری، ص ٣٩٦، ٣٩٧، فصل في احكام الدماء وشرائط جوازها)

قوله: كذافي "الخزانة" انه يوافقه ظاهر مافي "الاصل" للامام محمد رحمه الله ،نصه: قال ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم انه قال: الاضحى واجب على اهل الامصار ماخلا الحاج اهـ، وقال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

علیٰحدہ ہے، جیسا کہ گزرا) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الاسبيجابى فى شرحه على "مختصر الطحاوى" والاضحية انما تجب على البالغين العاقلين الاحرار المقيمين ، ولاتجب على المسافرين ، ولا على الحاج اذا كان محرما من اهل مكة اهـ حباب (ارشاد السارى على مناسك ملا على القارى، حواله بالا)

(مسألة)إذا ثبت ذلك فإن الأضحية على أهل الآفاق وجميع الناس قال ابن حبيب : صغيرهم وكبيرهم ذكورهم وإناثهم قال ابن المواز : الأحرار من أهل منى وغيرها والمقيم والمسافر فى ذلك سواء إلا الحاج خاصة فى ذلك بمنى فإنهم لا أضحية عليهم ووجه ذلك أنه قربة فى المال من غير الزكاة المفروضة فكانت عامة على من وجدها كزكاة الفطر وأما الحاج بمنى فليس عليهم أضاح قال ابن حبيب : وذبيحة الحاج هدى وليست بأضحية وليس وجوبه كوجوب الضحايا ووجه ذلك أن الحاج لما كان نسكه شعارا وهو التلبية كان نسكه بالذبح شعارا وهو التقليد والإشعار والأصل فى ذلك أن النبى -صلى الله عليه وسلم -قلد وأشعر ما ساقه فى حجه وعمرته وجعله هديا ولم يضح بشىء منه (المنتقىٰ شرح المؤطا، ج۳ص ۱۰۰ ، كتاب الضحايا)

[1] وذكر فى الأصل وقال :ولا تجب الأضحية على الحاج؛ وأراد بالحاج المسافر فأما أهل مكة فتجب عليهم الأضحية وإن حجوا؛ لما روى نافع عن ابن سيدنا عمر -رضى الله عنهما -أنه كان يخلف لمن لم يحج من أهله أثمان الضحايا ليضحوا عنه تطوعا ويحتمل أنه ليضحوا عن أنفسهم لا عنه فلا يثبت الوجوب مع الاحتمال(بدائع الصنائع، ج۵ص ۶۳، كتاب التضحية، فصل فى شرائط وجوب فى الأضحية)

ولا تجب على الحاج المسافر فأما أهل مكة فإنها تجب عليهم وإن حجوا، وفى الخجندى لا تجب على الحاج إذا كان محرما وإن كان من أهل مكة (الجوهرة النيرة، ج۲ص ۱۸۶،حكم الاضحية)

وذكر فى الأصل أنه لا تجب الأضحية على الحاج وأراد بالحاج المسافر، وأما أهل مكة فيجب عليهم الأضحية وإن حجوا كذا فى البدائع، وقال فى مبسوط السرخسى.

وفى الأصل قال هى واجبة على أهل الأمصار ما خلا الحاج وأراد بأهل الأمصار المقيمين وبالحاج المسافرين فأما أهل مكة فعليهم الأضحية وإن حجوا اهـ قلت فما نقله فى الجوهرة عن الخجندى أنه لا تجب على الحاج إذا كان محرما وإن كان من أهل مكة اهـ يحمل على إطلاق الأصل ويحمل كما حمله على المسافر اهـ(حاشية الشرنبلالى على درر الحكام شرح غرر الأحكام، ج ۱ ص ۲۶۵، كتاب الاضحية))

وفى الأصل ذكر عن إبراهيم قال هى واجبة على أهل الأمصار ما خلا الحاج وأراد بأهل الأمصار المقيمين وبالحاج المسافرين فأما أهل مكة فعليهم الأضحية وإن حجوا(المبسوط للسرخسى، ج۱۲ ص۱۸، كتاب الذبائح، باب الاضحية)

فلا تجب على حاج مسافر :فأما أهل مكة فتلزمهم وإن حجوا، وقيل لا تلزم المحرم.(الدرالمختار) (قوله فتلزمهم وإن حجوا) اقتصر عليه فى البدائع وذلك لأنهم مقيمون (قوله وقيل لا تلزم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۸......قربانی کے پہلے وقت (مثلاً پہلے دن) کسی شخص میں قربانی واجب ہونے کی شرائط موجود نہیں تھیں، مثلاً وہ شخص صاحبِ نصاب نہیں تھا، مگر اس نے کسی طرح انتظام کر کے قربانی کے قابل جانور کے ذریعہ سے نفلی قربانی کر دی تھی، پھر بارہ ذی الحجہ کے غروب ہونے سے پہلے اس شخص میں قربانی واجب ہونے کی شرائط پائی گئیں، مثلاً وہ شخص صاحبِ نصاب بن گیا، تو اس صورت میں اس کو دوبارہ قربانی کرنی ہوگی یا نہیں؟

اس میں اہلِ علم حضرات کا اختلاف ہے، بعض حضرات کے نزدیک اس کو دوبارہ قربانی کا حکم ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک پہلی قربانی کافی ہے، اور دلائل کے لحاظ سے یہی راجح ہے کہ پہلی قربانی ہی کافی ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

المحرم) وإن كان من أهل مكة جوهرة عن الخجندى، وحمله فى الشرنبلالية على المسافر وفيه نظر ظاهر (ردالمحتار، ج٦ص ٣١٥، كتاب الاضحية)

ويجب على القارن والمتمتع ط، وأما الأضحية فإن كان مسافرا فلا يجب عليه وإلا كالمكى فتجب كما فى البحر (ردالمحتار، ج٢ص ٥١٥، كتاب الحج)

وإنما يجب على القارن والمتمتع، وأما الأضحية فإن كان مسافرا فلا أضحية عليه، وإلا فعليه كالمكى وقد ثبت فى حديث جابر الطويل أنه -عليه السلام- ذبح بيده ثلاثا وستين بدنة وأمر عليا فذبح ما بقى وأشركه فى هديه ثم أمر من كل بدنة ببضعة فجعلت فى قدر فطبخت فأكلا من لحمها وشربا من مرقها ثم ركب إلى البيت فصلى بمكة الظهر قال ابن حبان والحكمة فى أنه -صلى الله عليه وسلم- نحر ثلاثا وستين بدنة أنه كان له يومئذ ثلاث وستون سنة فنحر لكل سنة بدنة (البحرالرائق، ج٢ص ٣٧١، ٣٧٢، كتاب الحج، باب الاحرام)

ولا تجب على المسافرين ولا على الحاج إذا كان محرما، وإن كان من أهل مكة، كذا فى شرح الطحاوى(الفتاوىٰ الهندية، ج٥ص ٢٩٣، كتاب الاضحية، الباب الاول)

ثم اعلم إن الدماء على أربعة أوجه منه ما يختص بالزمان والمكان وهو دم المتعة والقران ودم التطوع فى رواية القدورى ودم الإحصار عندهما ، ومنه ما يختص بالمكان دون الزمان ، وهو دم الجنايات ، ودم الإحصار عنده ، والتطوع فى رواية الأصل ومنه ما يختص بالزمان دون المكان ، وهو الأضحية ، ومنه ما لا يختص بالزمان ، ولا بالمكان ، وهو دم النذور عندهما وعند أبى يوسف دم النذور يتعين بالمكان (تبيين الحقائق، ج٢ص ٩٠، كتاب الحج، باب الهدى)

لأن الواجب دم التمتع وإلا الأضحية فليست بواجبة عليه؛ لأنه مسافر (البحر الرائق، ج٢ص٣٩٧، كتاب الحج، باب التمتع)

Idara Ghufran

اور اگر اللہ نے حیثیت دی ہے، تو اختلاف سے بچنے کے لئے دوبارہ قربانی کردے تو بہت اچھا ہے۔ [۱]

[۱] فقیر یا مسافر کے قربانی کردینے اور بعد میں ایامِ اضحیہ کے ختم ہونے سے پہلے غنی یا مقیم ہوجانے کی صورت میں قربانی کے اعادہ کے وجوب کے قول کی بنیاد اس پر ہے کہ پہلی قربانی تطوع واقع ہوئی ہے، لہٰذا وہ واجب کے قائم مقام نہیں ہوگی۔

لیکن کیونکہ اولاً تو تقررِ وجوب کے بعد قربانی واقع ہوئی ہے، کالمسافر اذا صام، دوسرے قربانی کا واجب یا تطوع ہونا اور مسافر کے لئے قربانی کا حکم ہونا نہ ہونا مجتہد فیہ مسئلہ ہے، جس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، جمہور فقہائے کرام قربانی کو سنت قرار دیتے ہیں، جو تطوع کے مفہوم میں داخل ہے، تیسرے کئی فقہائے کرام مقیم ومسافر کے حق میں یکساں قربانی کو مسنون قرار دیتے ہیں، چوتھے قربانی کے لئے غناء کا وہ درجہ جس کے حنفیہ قائل ہیں، وہ بھی مجتہد فیہ ہے، پانچویں حنفیہ کے نزدیک قربانی کے وجوب کا درجہ کئی دوسرے واجبات سے اہون ہے۔

ان وجوہات کی بناء پر عدمِ وجوبِ اعادہ اور پہلی قربانی کے کافی ہونے کا قول راجح معلوم ہوتا ہے، بالخصوص جبکہ متعدد متاخرین نے اس قول کو اختیار بھی کیا ہے، جن میں صدر الشہید وغیرہ داخل ہیں۔

اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ فقیر کے حج کرلینے کے بعد غنی ہونے کی صورت میں فقہائے کرام نے دوبارہ حج کے اعادے کا حکم نہیں فرمایا، بلکہ پہلے حج کو کافی قرار دیا ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ مال کی شرط وجوب لذاتہٖ نہیں ہے، بلکہ موضعِ اداء کے تمکن کے لئے ہے، اور ما نحن فیہ میں بھی مال قربانی کی ادائیگی کے تمکن کے لئے ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی جانور ہبہ کردے، تو اس سے بھی قربانی ادا ہوجاتی ہے، اگرچہ بعض جہات سے حج اور قربانی کے باب میں فرق ہو، مثلاً قربانی میں عین مال کا بذل واتلاف ہوتا ہے، اور حج میں بدنی ارکان سے ادائیگی ہوتی ہے، مگر دوسری تائیدات کے ہوتے ہوئے عدمِ وجوبِ اعادہ کے لئے اس کو مذکورہ فرق کے باوجود نظیر بنالینے کی گنجائش ہے۔

اور متن میں جو قربانی کے قابل جانور کی قید لگائی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر مثلاً فقیر نے عیب دار جانور کی قربانی کی، تو کیونکہ اس میں اداء کی وہ شرط ملحوظ نہیں، جو شریعت کی جانب سے مقرر کی گئی ہے، اس لئے اس صورت میں بعد میں مالدار ہوجانے کی صورت میں وجوب کا حکم راجح معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد رضوان۔

ولو اشترى الفقير وضحى ثم أيسر فى أيام النحر، قيل يعيد لأن العبرة لآخر الوقت، وقيل لا لأن الوجوب بطلوع الفجر أول الأيام(الاختيار لتعليل المختار، ج۵ص ۲۰، كتاب الاضحية)

ولو ضحى فى أول الوقت وهو فقير ثم أيسر فى آخر الوقت فعليه أن يعيد الأضحية عندنا، وقال بعض مشايخنا ليس عليه الإعادة.

والصحيح هو الأول؛ لأنه لما أيسر فى آخر الوقت تعين آخر الوقت للوجوب عليه وتبين أن ما أداه وهو فقير كان تطوعا فلا ينوب عن الواجب، وما روى عن الكرخى -رحمه الله- فى الصلاة المؤداة فى أول الوقت أنها نفل مانع من الوجوب فى آخر الوقت فاسد عرف فساده فى أصول الفقه (بدائع الصنائع، ج۵ص ۶۵، كتاب التضحية، فصل فى أنواع كيفية الوجوب)

ولو ضحى الفقير ثم أيسر فى آخره عليه الإعادة فى الصحيح لأنه تبين أن الأولى تطوع بدائع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۹......قربانی کی نیت سے مالدار یعنی صاحبِ نصاب مقیم شخص نے جانور خریدا، لیکن قربانی کے دن شروع ہونے سے پہلے ہی یا قربانی کے دنوں میں وہ مسافر ہوگیا، یا غریب ہوگیا، اور صاحبِ نصاب نہیں رہا، تو اب اس پر قربانی لازم نہیں رہی، اور اس کو یہ خریدا ہوا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ملخصا، لكن في البزازية وغيرها أن المتأخرين قالوا لا تلزمه الإعادة وبه نأخذ(ردالمحتار، ج۶ص ۳۱۶، كتاب الاضحية)

اشترى شاة للأضحية في أيام النحر وهو فقير، فضحى بها، ثم أيسر في أيام النحر؛ قال الشيخ الفقيه أبو محمد الحرميني :عليه أن يعيد، وغيره من المتأخرين قالوا :لا يعيد وبه نأخذ(المحيط البرهاني، ج۶ص ۱۰۱، كتاب الاضحية، الفصل التاسع في المتفرقات)

اشترى شاة للأضحية في أيام النحر وهو فقير وضحى بها ثم أيسر في أيام النحر قال الشيخ الفقيه أبو محمد الحرميني -رحمه الله تعالى :-عليه أن يعيد، وغيره من المتأخرين قالوا :لا يعيد وبه نأخذ(الفتاویٰ الهندية، ج۵ص ۳۸۱، كتاب الاضحية، الباب التاسع في المتفرقات)

ولو ضحى في أول الوقت وهو فقير، ثم أيسر في آخره عليه إعادتها هو الصحيح كما في العناية .وقال في الذخيرة من المتأخرين من قال لا يعيد قال الصدر الشهيد وبه نأخذ اهـ(حاشية الشرنبلالي على دررالحكام شرح غرر الاحكام، ج ۱ص ۲۶۵،۲۶۶، شرائط الاضحية)

وفي المحيط ولو اشترى الفقير شاة فضحى بها، ثم أيسر في آخر أيام النحر قيل عليه أن يعيدها وقيل لا(البحرالرائق، ج۸ص۱۹۷، كتاب الاضحية)

وفي الظهيرية اشترى شاة للأضحية وهو فقير فضحى بها، ثم أيسر في أيام النحر، قال بعضهم :عليه غيرها وقال بعضهم :ليس عليه غيرها وبه نأخذ، وفي العتابية وهو المختار(تكملة البحرالرائق للطوری ، ج۸ص ۲۰۳، كتاب الاضحية)

والأداء بعد تقرر سبب الوجوب جائز كالمسافر إذا صام في رمضان والرجل إذا صلى في أول الوقت جاز لوجود سبب الوجوب، وإن كان الوجوب متأخرا(المبسوط للسرخسی، ج۲ص۱۷۷، كتاب الزكاة، باب زكاة الابل)

الفقير إذا حج ماشيا ثم أيسر لا حج عليه هكذا في فتاوى قاضي خان(الفتاویٰ الهندية، ج ۱ص۲۱۷، كتاب المناسک، الباب الاول)

الفقير إذا حج، ثم استغنى حيث جاز ما أدى عن الفرض؛ لأن مالك المال ليس بشرط للوجوب إنما شرط الوجوب التمكن من الوصول إلى موضع الأداء ، ألا ترى أن المكي الذي هو في موضع الأداء لا يعتبر في حقه ملك المال، وفي حق الآفاقي لا يتقدر المال بالنصاب بل يختلف ذلك باختلاف قربه من موضع الأداء وبعده فعرفنا أن الشرط هو التمكن من الوصول إلى موضع الأداء فبأي طريق وصل الفقير إلى ذلك الموضع وجب الأداء فإنما حصل أداؤه بعد الوجوب فكان فرضا(المبسوط للسرخسی، ج۴ص ۱۵۰، كتاب المناسک، باب الحج عن الميت وغيره)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

جانور فروخت کرنا یا کسی دوسرے مصرف میں لانا درست ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۰...... بعض ظاہر بین سمجھتے ہیں کہ عورت پر کسی حال میں قربانی نہیں، جو غلط فہمی پر مبنی ہے۔

کیونکہ قربانی کی شرائط جس مرد وعورت میں پائی جائیں، اس کو قربانی کا حکم ہے۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا کہ:

یَا فَاطِمَۃُ، قُوْمِیْ إِلٰی أُضْحِیَّتِکِ فَاشْھَدِیْھَا (کشف الاستار عن زوائد البزار) [3]

’’اے فاطمہ! جاؤ، اپنی قربانی پر حاضری دو‘‘

اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ظاہر ہے کہ خاتون تھیں۔

مسئلہ نمبر۱۱...... صرف دل میں نیت کر لینے سے قربانی ذمہ میں لازم نہیں ہوتی، بلکہ قربانی کا حکم لاگو ہونے کی شرائط وہی ہیں جو پیچھے گزر چکیں۔

البتہ بعض صورتوں میں غریب پر بھی قربانی واجب ہو جاتی ہے، مثلاً قربانی کی منت مان لی، یا غریب نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ [4]

---

[1] موسر اشترى شاة للأضحية فى أول أيام النحر فلم يضح حتى افتقر قبل مضى أيام النحر أو أنفق حتى انتقص النصاب سقطت عنه الأضحية و إن افتقر بعد ما مضت أيام النحر كان عليه أن يتصدق بعينها أو بقيمتها و لا يسقط عنه الأضحية(فتاوى قاضى خان، كتاب الأضحية، ج ۳ص ۲۰۶)
فإن سافر قبل أيام النحر باعها وسقطت عنه الأضحية بالمسافرة (ايضاً صفحه ۲۰۷)
فإن اشترى شاة للأضحية ثم سافر ذكر فى المنتقى أن له بيعها ولا يضحى بها (بدائع الصنائع، ج۵، ص۶۳، كتاب التضحية، فصل فى شرائط وجوب فى الأضحية)

[2] وشرائطها الإسلام واليسار الذى يتعلق به صدقة الفطر فتجب على الأنثى (مجمع الانهر، ج۲ص ۵۱۶، كتاب الاضحية)

[3] رقم الحديث ۱۲۰۲، كتاب الاضاحى، باب فضل الاضحية، مؤسسة الرسالة، بيروت.

[4] اور ایک روایت غریب کے بنیتِ اضحیہ جانور خریدنے سے عدمِ وجوب کی بھی ہے۔
أجمع أصحابنا رحمهم الله :أن الشاة تصير واجبة الأضحية بالنذر بأن قال :لله على أن أضحى هذه الشاة، وأجمعوا على أنها لا تصير واجبة الأضحية بمجرد النية، بأن نوى أن يضحى هذه الشاة ولم يذكر بلسانه نيته، وهل تصير واجبة الأضحية بالشراء بنية الأضحية؛ قال :إن كان المشترى غنياً لا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۲...... بعض لوگوں میں مشہور ہے کہ اگر کوئی ایک مرتبہ قربانی کر دے تو پھر اس کے بعد اس کو سات سال تک مسلسل قربانی کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے، قربانی تو اس سال ہی واجب ہوگی جس سال کوئی صاحبِ نصاب ہو اور جس سال صاحبِ نصاب نہ ہو اس سال واجب نہیں ہوگی (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج۴ ص۱۸۴)

مسئلہ نمبر۱۳...... اگر کوئی عاقل، بالغ مسلمان قربانی کرنے کی نذر ومنت مان لے، تو اس پر بھی قربانی واجب ہو جاتی ہے، خواہ منت ماننے والا امیر ہو یا غریب۔

اور قربانی کی نذر یا منت ماننے کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

(۱)......غیر مشروط منت (۲)......مشروط منت

غیر مشروط منت: جسے عربی میں نذرِ مطلق کہا جاتا ہے وہ ہے کہ جس میں کسی کام کے ہونے کی شرط لگائے بغیر زبان سے الفاظ ادا کر کے قربانی کو اپنے اوپر لازم و واجب کیا جائے، مثلاً کوئی یہ الفاظ کہے کہ ''اللہ کے لئے مجھ پر قربانی لازم یا واجب ہے، تو اس طرح منت ماننے سے قربانی واجب ہو جاتی ہے۔

مشروط منت: جسے عربی میں نذرِ معلق کہا جاتا ہے، وہ ہے کہ جس میں مشروط طریقہ پر زبان سے الفاظ ادا کر کے قربانی کو اپنے اوپر لازم و واجب کیا جائے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تصير واجبة الأضحية باتفاق الروايات كلها؛ حتى لو باعها، واشترى أخرى، والثانية شر من الأولى جاز، ولا يجب عليه شيء .

وإن كان المشترى فقيراً ذكر شيخ الإسلام خواهر زاده فى شرح كتاب الأضحية أن فى ظاهر رواية أصحابنا تصير واجبة للأضحية.

وروى الزعفرانى عن أصحابنا :أنها لا تصير واجبة وإلى هذا أشار شمس الأئمة السرخسي رحمه الله فى شرحه ، وذكر شمس الأئمة الحلوانى فى شرحه :أن فى ظاهر رواية أصحابنا لا تصير واجبة الأضحية، وذكر الطحاوى فى مختصره :أنها تصير واجبة، وأما إذا صرح بلسانه وقت الشراء أنه اشتراها ليضحى بها، فقد ذكر شمس الأئمة الحلوانى أنها تصير واجبة(المحيط البرهانى، ج۸ص ۴۵۹،كتاب الأضحية،الفصل الثانى فى وجوب الأضحية بالنذر،الخ)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مثلاً کوئی یہ الفاظ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو مجھ پر قربانی ہے، تو اس طرح کی کسی شرط کے ساتھ نذر و منت کو اگر مشروط کیا ہو، اور وہ شرط پوری ہوجائے تو نذر و منت کے مطابق قربانی کرنا ضروری ہوجائے گا۔

پھر اگر نذر و منت مانتے وقت کسی جانور کو متعین نہیں کیا تھا، تو ایسے جانور کی قربانی ضروری ہوگی، کہ جس میں قربانی کی تمام شرائط موجود ہوں۔

اور اگر نذر و منت میں کسی خاص جانور کو متعین کرلیا تھا، مثلاً اس طرح کہا تھا کہ ''مجھ پر اِس جانور کی قربانی لازم ہے'' تو پھر اسی جانور کی قربانی واجب ہوجائے گی۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۴ ...... قربانی کی نذر و منت کے منعقد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ نذر و منت ماننے والے میں اس کی اہلیت موجود ہو، کہ وہ مسلمان اور عاقل بالغ ہو، اور مالدار ہونا ضروری نہیں۔

اور اسی طرح نذر و منت کے منعقد ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ زبان سے نذر و منت

---

[1] أما صفة التضحية فالتضحية نوعان :واجب وتطوع؛ والواجب منها أنواع :منها ما يجب على الغنى والفقير ومنها ما يجب على الفقير دون الغنى ومنها ما يجب على الغنى دون الفقير أما الذى يجب على الغنى والفقير فالمنذور به؛ بأن قال :لله على أن أضحى شاة أو بدنة أو هذه الشاة أو هذه البدنة أو قال :جعلت هذه الشاة ضحية أو أضحية وهو غنى أو فقير؛ لأن هذه قربة لله تعالى عز شأنه من جنسها إيجاب وهو هدى المتعة والقران والإحصار وفداء إسماعيل -عليه الصلاة والسلام -وقيل هذه القربة تلزم بالنذر كسائر القرب التى لله تعالى عز شأنه من جنسها إيجاب من الصلاة والصوم ونحوهما، والوجوب بسبب النذر يستوى فيه الفقير والغنى وإن كان الواجب يتعلق بالمال كالنذر بالحج أنه يصح من الغنى والفقير جميعا(بدائع الصنائع، ج۵ص ۶۱، ۶۲، كتاب التضحية)

(قوله ناذر لمعينة) قال فى البدائع :أما الذى يجب على الغنى والفقير فالمنذور به، بأن قال لله على أن أضحى شاة أو بدنة أو هذه الشاة أو البدنة، أو قال جعلت هذه الشاة أضحية لأنها قربة من جنسها إيجاب وهو هدى المتعة والقران والإحصار فتلزم بالنذر كسائر القرب والوجوب بالنذر يستوى فيه الغنى والفقير اهـ وقد استفيد منه أن الجعل المذكور نذر وأن النذر بالواجب صحيح . واستشكل بأن من شروط صحة النذر أن لا يكون واجبا قبله .وأجاب أبو السعود بأن الواجب التضحية مطلقا وصحة النذر بالنسبة المعينة اهـ وفيه نظر لما علمت من صحة النذر بغير معينة أيضا(ردالمحتار، ج۶ص ۳۲۰، كتاب الاضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کے الفاظ ادا کئے جائیں (مثلاً یہ کہ میرے اوپر اللہ تعالیٰ کے لئے ایک قربانی واجب ہے، یا اگر فلاں کام ہوجائے تو مجھ پر قربانی ہے) صرف دل میں نیت کر لینے یا زبان سے ایسے الفاظ کہہ دینے سے نذر ومنت منعقد نہیں ہوتی، کہ جو نذر ومنت پر دلالت نہ کرتے ہوں، بلکہ صرف ارادے کے اظہار یا صرف وعدے پر دلالت کرتے ہوں (مثلاً یہ کہ میرا اس سال قربانی کرنے کا ارادہ ہے، یا میں اس سال قربانی کروں گا) [1]

مسئلہ نمبر ۱۵...... اگر کسی نے صرف قربانی کی نذر ومنت مانی، اور کسی جانور کی تعیین نہیں کی، اور نہ ہی کسی خاص جانور کا نام لیا، تو قربانی کے قابل درمیانے درجے کی ایک بکری، دنبہ، بھیڑ وغیرہ کی قربانی واجب ہوگی۔

---

[1] وأما شرائط الوجوب؛ فأما فی النوعین الأولین (ای الذی یجب علی الغنی والفقیر)فشرائط أهلیة النذر وقد ذکرناها فی کتاب النذر (بدائع الصنائع، ج۵ص ۶۳، کتاب التضحیة،فصل فی شرائط وجوب فی الأضحیة)

الکلام فی هذا الکتاب فی الأصل فی ثلاثة مواضع :فی بیان رکن النذر، وفی بیان شرائط الرکن، وفی بیان حکم النذر أما الأول :فرکن النذر هو الصیغة الدالة علیه وهو قوله " :لله عز شأنه علی کذا، أو علی کذا، أو هذا هدی، أو صدقة، أو مالی صدقة، أو ما أملک صدقة، ونحو ذلک.

(فصل): وأما شرائط الرکن فأنواع :بعضها یتعلق بالناذر، وبعضها یتعلق بالمنذور به، وبعضها یتعلق بنفس الرکن .أما الذی یتعلق بالناذر فشرائط الأهلیة.:(منها) العقل.(ومنها) البلوغ، فلا یصح نذر المجنون والصبی الذی لا یعقل، لأن حکم النذر وجوب المنذور به، وهما لیسا من أهل الوجوب، وکذا الصبی العاقل؛ لأنه لیس من أهل وجوب الشرائع، ألا تری أنه لا یجب علیهما شیء من الشرائع بإیجاب الشرع ابتداء ؟ فکذا بالنذر، إذ الوجوب عند وجود الصیغة من الأهل فی المحل بإیجاب الله -تعالی- لا بإیجاب العبد، إذ لیس للعبد ولایة الإیجاب، وإنما الصیغة علم علی إیجاب الله -تعالی -.(ومنها) الإسلام فلا یصح نذر الکافر، حتی لو نذر ثم أسلم لا یلزمه الوفاء به، وهو ظاهر مذهب الشافعی -رحمه الله -؛ لأن کون المنذور به قربة شرط صحة النذر، وفعل الکافر لا یوصف بکونه قربة .(وأما) حریة الناذر فلیست من شرائط الصحة؛ فیصح نذر المملوک، ثم إن کان المنذور به من القرب الدینیة کالصلاة والصوم ونحوهما یجب علیه للحال، ولو کان من القرب المالیة کالإعتاق والإطعام ونحو ذلک یجب علیه بعد العتاق؛ لأنه لیس من أهل الملک للحال ولو قال :إن اشتریت هذه الشاة فهی هدی، أو إن اشتریت هذا العبد فهو حر، فعتق لم یلزمه حتی یضیفه إلی ما بعد العتق فی قیاس قول أبی حنیفة، وقد ذکرناه فی کتاب العتاق.(وأما) الطواعیة فلیست بشرط عندنا خلافا للشافعی -رحمه الله - کما فی الیمین، وکذا الجد والهزل والله -عز شأنه -أعلم(بدائع الصنائع، ج۵ص ۸۱،۸۲،کتاب النذر،بیان رکن النذر وشرائطه)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور اگر وہ پورے ایک بڑے جانور (اونٹ یا گائے) کی قربانی کردے، تو بھی جائز ہے۔[1]

مسئلہ نمبر ۱۶...... اگر قربانی کے دن شروع ہونے سے پہلے صاحبِ نصاب شخص نے قربانی کی نذر و منت مانی، یا غریب یعنی غیر صاحبِ نصاب شخص نے قربانی کے دن شروع ہونے سے پہلے قربانی کی نذر و منت مانی، پھر وہ قربانی کے دنوں میں مالدار یعنی صاحبِ نصاب ہوگیا، یا غریب نے قربانی کے دن شروع ہونے کے بعد قربانی کی نذر و منت مانی، پھر قربانی کے دن ختم ہونے سے پہلے وہ صاحبِ نصاب بن گیا، یا کسی صاحبِ نصاب شخص نے قربانی کے دنوں میں قربانی کی نذر و منت مانی، تو ان میں سے ہر ایک شخص پر دو قربانیاں واجب ہونگی، ایک نذر اور منت ماننے کی وجہ سے، اور دوسری مالدار یعنی صاحبِ نصاب ہونے کی وجہ سے۔

البتہ اگر کسی صاحبِ نصاب شخص نے قربانی کے دن شروع ہوجانے کے بعد قربانی کی نذر و منت کے الفاظ ادا کئے، اور اس کا مقصود شریعت کی طرف سے اپنے اوپر واجب شدہ قربانی کو ہی ذکر کرنے کا تھا، یا نذر و منت ماننے والا شخص قربانی کے دنوں میں صاحبِ نصاب نہیں ہے، تو پھر ایک ہی قربانی واجب ہوگی (پہلی صورت میں شرعی اور دوسری صورت میں نذر والی)[2]

---

[1] ولو نذر أن يضحى ولم يسم شيئا يقع على الشاة(مجمع الانهر ج۲ص۵۱۹، كتاب الاضحية)
نذر أن يضحى ولم يسم شيئا، عليه شاة ولا يأكل منها، وإن أكل عليه قيمتها، كذا فى الوجيز للكردرى.
قال لله على أن أضحى شاة فضحى بدنة أو بقرة جاز، كذا فى السراجية .والله أعلم(الفتاوىٰ الهندية، ج۵ص۲۹۵، كتاب الاضحية، الباب الثانى)
و عن محمد رحمه الله تعالى إذا نذر ذبح شاة لا يأكل منها الناذر فإن أكل كان عليه قيمته(فتاوىٰ قاضيخان، ج۳ص۲۱۲، كتاب الاضحية)

[2] ولو نذر أن يضحى بشاة -وذلك فى أيام النحر -وهو موسر فعليه أن يضحى بشاتين عندنا؛ شاة لأجل النذر وشاة بإيجاب الشرع ابتداء إلا إذا عنى به الإخبار عن الواجب عليه بإيجاب الشرع ابتداء فلا يلزمه إلا التضحية بشاة واحدة.
ومن المشايخ من قال لا يلزمه إلا التضحية بشاة واحدة؛ لأن هذه الصيغة حقيقتها للإخبار فيكون إخبارا عما وجب عليه بإيجاب الشرع فلا يلزمه التضحية بأخرى، ولنا أن هذه الصيغة فى عرف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۷...... اگر کسی نے ایک سے زیادہ قربانیوں کی نذر و منت مانی، تو اس پر اتنی ہی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الشرع جعلت إنشاء كصيغة الطلاق والعتاق لكنها تحتمل الإخبار فيصدق فى حكم بينه وبين ربه عز شأنه، ولو قال ذلك قبل أيام النحر يلزمه التضحية بشاتين بلا خلاف؛ لأن الصيغة لا تحتمل الإخبار عن الواجب إذ لا وجوب قبل الوقت، والإخبار عن الواجب -ولا واجب- يكون كذبا فتعين الإنشاء مرادا بها.

وكذلك لو قال ذلك وهو معسر ثم أيسر فى أيام النحر فعليه أن يضحى بشاتين؛ لأنه لم يكن وقت النذر أضحية واجبة عليه فلا يحتمل الإخبار فيحمل على الحقيقة الشرعية وهو الإنشاء فوجب عليه أضحية بنذره وأخرى بإيجاب الشرع ابتداء لوجود شرط الوجوب وهو الغنى(بدائع الصنائع، ج۵ص ۶۳، كتاب التضحية)

فى أضحية .البدائع :لو نذر أن يضحى شاة، وذلك فى أيام النحر، وهو موسر فعليه أن يضحى بشاتين عندنا شاة للنذر وشاة بإيجاب الشرع ابتداء إلا إذا عنى به الإخبار عن الواجب عليه، فلا يلزمه إلا واحدة، ولو قبل أيام النحر لزمه شاتان، بلا خلاف لأن الصيغة لا تحتمل الإخبار عن الواجب إذ لا وجوب قبل الوقت، وكذا لو كان معسرا ثم أيسر فى أيام النحر لزمه شاتان .اهـ.

والحاصل أن نذر الأضحية صحيح لكنه ينصرف إلى شاة أخرى غير الواجبة عليه ابتداء بإيجاب الشرع إلا إذا قصد الإخبار عن الواجب عليه، وكان فى أيامها ومثله ما لو نذر الحج لأن الأضحية والحج قد يكونان غير واجبين، بخلاف حجة الإسلام فإنها نفس الواجب عليه لأنها اسم لفريضة العمر كصوم رمضان وصلاة الظهر فلا يصح النذر بها بخلاف ما قد يكون تطوعا واجبا كالصلاة والصوم كما سنحققه فى الأضحية إن شاء الله تعالى(ردالمحتار، ج۳ص۷۳۷، كتاب الايمان)

واعلم أنه قال فى البدائع :ولو نذر أن يضحى شاة وذلك فى أيام النحر وهو موسر فعليه أن يضحى بشاتين عندنا شاة بالنذر وشاة بإيجاب الشرع ابتداء إلا إذا عنى به الإخبار عن الواجب عليه فلا يلزمه إلا واحدة، ولو قبل أيام النحر لزمه شاتان بلا خلاف لأن الصيغة لا تحتمل الإخبار عن الواجب إذ لا وجوب قبل الوقت.

وكذا لو كان معسرا ثم أيسر فى أيام النحر لزمه شاتان اهـ .ومقتضى هذا أن الموسر إذا نذر فى أيام النحر وقصد الإخبار لم يكن ذلك منه نذرا حقيقة وإن لزوم الشاة عليه بإيجاب الشرع .أما إذا أطلق ولم يقصد الإخبار أو كان قبل أيام النحر أو كان معسرا فأيسر فيها، فإنه وإن لزمته شاة أخرى بالنذر لكنها لم تكن واجبة قبل بل الواجبة غيرها فهو نذر حقيقة .وعلى كل فلم يوجد نذر حقيقى بواجب قبله فاتضح الحال وطاح الإشكال وسيأتى فى آخر الأضحية زيادة تحقيق لهذا البحث، ومقتضى ذلك أيضا أنه حيث قصد الإخبار له الأكل منها لأنها لم تلزم بالنذر(ردالمحتار، ج۶ص ۳۲۰، كتاب الاضحية)

قدمناه عن البدائع من أن الغنى لو نذر قبل أيام النحر أن يضحى شاة لزمه شاتان إحداهما بالنذر والأخرى بالغنى لعدم احتمال الصيغة الإخبار عن الواجب إذ لا وجوب قبل الوقت، وكذا لو نذر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

قربانیاں واجب ہوجائیں گی، جتنی قربانیوں کی اس نے نذرومنت مانی ہو۔ لے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهو فقير ثم استغنى(رد المحتار على الدر المختار، ج٦ص ٣٣٢، ٣٣٣، كتاب الأضحية)

وفى أضاحى الزعفرانى إن قال :لله على أن أضحى بشاة فى أيام النحر فإن كان موسرا فعليه أن يضحى بشاتين إلا أن يعين بالإيجاب ما يجب عليه فإن كان فقيرا فعليه شاة، وفى السراجية إذا قال لله على أن أضحى بشاة فضحى ببدنة، أو ببقرة جاز .اهـ.

وفى الشارح إذا نذر وأراد بها الواجب عليه لا يلزمه غيرها، وإن أراد الواجب بسبب الغنى يلزمه غيرها اهـ(تكملة البحرالرائق للطورى، ج٨ص ١٩٩، كتاب الاضحية)

لے نذر عشر أضحيات لزمه ثنتان لمجىء الأثر بها خانية، والأصح وجوب الكل لإيجابه ما لله من جنسه إيجاب شرح وهبانية.

قلت :ومفاده لزوم النذر بما ضمن جنسه واجب اعتقادى أو اصطلاحى قاله المصنف فليحفظ(الدر المختار)

(قوله والأصح وجوب الكل) كذا صححه فى الظهيرية .ونقل فى التتارخانية عن الصدر الشهيد أنه الظاهر وسيأتى فى النظم، فيلزمه أن يضحى بالعشر فى أيام النحر وبعدها يتصدق بها حية لو كانت معينة كما يؤخذ مما مر متنا .قال الشرنبلالى فى شرحه :وأقول فى صحة إلزامه بثنتين أو بعشر تأمل .والذى يظهر لى أنه مثل إلزامه على نفسه الظهر عشرا فلا يلزمه غير ما أوجبه تعالى، لأن نذر ذات الواجب وتعدده ليس صحيحا نعم نذر مثله كقوله نذرت ذبح عشر شياه وقت كذا يصح ويلغو ذكر الوقت، وتقدم فى الحج :لو قال لله تعالى على حجة الإسلام مرتين لا يلزمه شىء غير المشروع مع أن الحج نفلا مشروع ولكن لا يسمى حجة الإسلام، وكذلك الأضحية لم تشرع لازمة إلا واحدة فنذر تعددها إلزام غير المشروع وجوبا فلا يلزم فليتأمل اهـ .أقول وبالله تعالى التوفيق إن كتب المذهب طافحة بصحة النذر بالأضحية من الغنى والفقير، وقدمنا أن الغنى إذا قصد بالنذر الإخبار عن الواجب عليه وكان فى أيام النحر لزمه واحدة وإلا فثنتان.

ثم لا يخفى أن الأضحية اسم لشاة مثلا تذبح فى أيام النحر واجبة كانت أو تطوعا، فإذا نذر أضحية لم تنصرف إلى الواجبة عليه ما لم ينو بالنذر الإخبار، كما إذا قال لله على حجة، وعليه حجة الإسلام، قال الزيلعى :يلزمه أخرى إلا إذا عنى به الواجب عليه اهـ، فإذا نذر عشر أضحيات لم يحتمل الإخبار عن الواجب أصلا كما قدمناه عن البدائع من أن الغنى لو نذر قبل أيام النحر أن يضحى شاة لزمه شاتان إحداهما بالنذر والأخرى بالغنى لعدم احتمال الصيغة الإخبار عن الواجب إذ لا وجوب قبل الوقت، وكذا لو نذر وهو فقير ثم استغنى وهنا كذلك لعدم وجوب العشر فتلزمه العشر لأنها عبادة من جنسها واجب، بخلاف ما لو قال :لله على حجة الإسلام مرتين لأن حجة الإسلام اسم للفعل المخصوص على سبيل الفرضية فإذا قال مرة أو مرتين لا يلزمه لأن المرة لازمة قبل النذر والثانية لا يمكن جعلها حجة الإسلام التى هى فرض العمر، ومثله نذر رمضان مرة أو مرتين، فالفرق بين الأضحية التى تطلق على الواجب والتطوع كالصوم والصلاة والحج وبين حجة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۸...... اگر کسی نے قربانی کے بجائے جانور کے صدقہ کرنے کی نذر ومنت مانی، یا جانور کے ذبح کرنے کے ساتھ اس کے گوشت کو صدقہ کرنے کی بھی نذر ومنت مانی، تو یہ نذر ومنت قربانی کے بجائے صدقہ کی نذر ومنت کہلائے گی، اور جانور کو خاص قربانی کے دنوں میں ذبح کرنا، بلکہ دوسرے دنوں میں بھی ذبح کرنا ضروری نہیں ہوگا، اور زندہ جانور صدقہ کرنا، یا جانور کے بجائے اتنی مالیت کا صدقہ کرنا درست ہوجائے گا، اور اگر جانور کو ذبح کردیا، تو اس کا گوشت غریبوں کو صدقہ کرنا ضروری ہوگا، اور اس میں سے خود کھانا جائز نہیں ہوگا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الإسلام كصوم رمضان وصلاة الظهر أظهر من الشمس، وحيث علمت أن الأضحية اسم لما يذبح فى وقت مخصوص لم يكن فيها إلغاء الوقت، فإذا نذرها يلزم فعلها فيه وإلا لم يكن آتيا بالمنذور لأنها بعدها لا تسمى أضحية ولذا يتصدق بها حية إذا خرج وقتها كما قدمناه، بخلاف ما إذا نذر ذبح شاة فى وقت كذا يلغو ذكر الوقت لأنه وصف زائد على مسمى الشاة ولذا ألغى علماؤنا تعيين الزمان والمكان، بخلاف الأضحية فإن الوقت قد جعل جزء ا من مفهومها فلزم اعتباره، ونظير ذلك ما لو نذر هدى شاة فإنهم قالوا إنما يخرجه عن العهدة ذبحها فى الحرم والتصدق بها هناك مع أنهم قالوا لو نذر التصدق بدرهم على فقراء مكة له التصدق على غيرهم، وما ذاك إلا لكون الهدى اسما لما يهدى إلى مكة ويتصدق به فيها. فقد جعل المكان جزء ا من مفهومه كالزمان فى الأضحية فإذا تصدق به فى غير مكة لم يأت بما نذره، بخلاف ما لو نذر التصدق بالدرهم فيها فإن المكان لم يجعل جزء ا من مفهوم الدرهم فإن الدرهم درهم سواء تصدق به فى مكة أو غيرها بخلاف الهدى، فقد ظهر وجه تصحيح العشر ووجه لزوم ذبحها فى أيام النحر فاغتنم هذه الفائدة الجليلة، التى هى من نتائج فكرتى العليلة؛ فإنى لم أرها فى كتاب، والحمد لله الملك الوهاب(رد المحتار على الدر المختار، ج٦ص ٣٣٢، ٣٣٣، كتاب الأضحية)

[1] فى الحاوى :ذكر هشام فى نوادره عن محمدرحمه الله تعالىٰ :إذا نذر ذبح شاة لا يأكل منها الناذر، ولو أكل فعليه قيمة ما أكل(المحيط البرهانى، ج٩ص ٤٦٠، كتاب الاضحية ، الفصل الثانى)

(ولو قال إن برئت من مرضى هذا ذبحت شاة أو على شاة أذبحها فبرء لا يلزمه شىء)لأن الذبح ليس من جنسه فرض بل واجب كالأضحية (فلا يصح) (إلا إذا زاد وأتصدق بلحمها فيلزمه) لأن الصدقة من جنسها فرض وهى الزكاة فتح وبحر ففى متن الدرر تناقض منح.

(ولو قال لله على أن أذبح جزورا وأتصدق بلحمه فذبح مكانه سبع شياه جاز) كذا فى مجموع النوازل ووجهه لا يخفى(الدرالمختار مع شرحه ردالمحتار، ج٣ص ٧٣٩، ٧٤٠، كتاب الايمان)

(قوله لأن الذبح ليس من جنسه فرض إلخ) هذا التعليل لصاحب البحر، وينافيه ما فى الخانية قال :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور اگر جانور کے ذبح کرنے کی منت مانی ہو، اور اس کے گوشت کو صدقہ کرنے کی منت نہ مانی ہو، مگر نیت صدقہ کی ہی ہو (جیسا کہ آج کل ہمارے عرف ورواج میں بھی ایسا ہی ہے) تو اس کا حکم بھی صدقے والا ہی ہوگا (نہ کہ قربانی والا) جیسا کہ پہلے گزرا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إن برئت من مرضى هذا ذبحت شاة فبرء لا يلزمه شيء إلا أن يقول فلله على أن أذبح شاة اهـ :وهى عبارة متن الدرر وعللها فى شرحه بقوله لأن اللزوم لا يكون إلا بالنذر والدال عليه الثانى لا الأول اهـ.فأفاد أن عدم الصحة لكون الصيغة المذكورة لا تدل على النذر أى لأن قوله ذبحت شاة وعد لا نذر، ويؤيده ما فى البزازية لو قال إن سلم ولدى أصوم ما عشت فهذا وعد لكن فى البزازية أيضا إن عوفيت صمت كذا لم يجب ما لم يقل لله على وفى الاستحسان يجب ولو قال :إن فعلت كذا فأنا أحج ففعل يجب عليه الحج .اهـ.فعلم أن تعليل الدرر مبنى على القياس والاستحسان خلافه وينافيه أيضا قول المصنف على شاة أذبحها أو عبارة الفتح فعلى بالفاء فى جواب الشرط إذ لا شك أن هذا ليس وعدا ولا يقال إنما لم يلزمه شيء لعدم قوله لله على لأن المصرح به صحة النذر بقوله لله على حجة أو على حجة فيتعين حمل ما ذكره المصنف على القول بأنه لا بد أن يكون من جنسه فرض وحمل ما فى الخانية والدرر من صحة قوله لله على أن أذبح شاة على القول بأنه يكفى أن يكون من جنسه واجب، وسيأتى فى آخر الأضحية عن الخانية لو نذر عشر أضحيات لزمه ثنتان لمجيء الأمر بهما.

وفى شرح الوهبانية الأصح وجوب الكل لإيجابه ما لله من جنسه إيجاب، ونقل الشارح هناك عن المصنف أن مفاده لزوم النذر بما من جنسه واجب اعتقادى أو اصطلاحى اهـ ويؤيده أيضا ما قدمناه عن البدائع وبه يعلم أن الأصح أن المراد بالواجب ما يشمل الفرض والواجب الاصطلاحى لا خصوص الفرض فقط (قوله فتح وبحر) يوهم أنه فى الفتح ذكر هذا التعليل مع أن المذكور فيه عبارة المتن فقط وكذلك فى البحر معزيا إلى مجموع النوازل (قوله ففى متن الدرر تناقض) أى حيث صرح أولا بأنه يشترط فى النذر أن يكون له أصل فى الفروض ونص ثانيا على صحة النذر بقوله لله على أن أذبح شاة مع أن النذر ليس له أصل فى الفروض، بل فى الواجبات وأجاب ط :بأن مراده بالفرض ما يعم الواجب بأن يراد به اللازم فلا تناقض(ردالمحتار، ج۳ص ۷۴۰، كتاب الايمان)

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”قربانی سے مراد اگر مطلق ذبح ہے تب تو کسی زمان کی قید نہ ہوگی اور اگر تضحیہ (قربانی) مراد ہے تو ایامِ نحر (قربانی کے دنوں) کی قید ہوگی، اور نیز ذبح مراد لینے میں یہ بھی اختیار ہے خواہ ذبح کرکے تصدق (صدقہ) کرے یا بکری کی قیمت کا تصدق کردے اور بیچ ڈالنے کے بعد بھی دونوں اختیار ہیں خواہ دوسری بکری خرید کر ذبح وتصدق کرے، خواہ وہ قیمت تصدق کردے، اور اگر تضحیہ (قربانی) مراد لیا ہے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۹...... اگر کسی نے اپنے بیٹے یا بیٹی کو قربان یا ذبح کرنے کی نذرومنت مانی، تو اس پر اس نذرومنت کی وجہ سے (اولاد کے بجائے) قربانی کے دنوں میں ایک قربانی کے قابل جانور (بکری یا دنبے) کی قربانی واجب ہوجائے گی۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور پھر بیچ ڈالا تو اگر کسی خاص سال کی قید لگائی تھی تو اس کی قیمت کا تصدق کردے، اور اگر تضحیہ میں کسی سال کی قید نہ لگائی تھی تو ایامِ نحر میں اُس قیمت کی بکری خرید کر قربانی کرے، وکل ہذا ظاہر من القواعد" (امدادالفتاویٰ ج۲ص ۵۵۸، ۵۵۹)

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:

"فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ذبح کرنا غیرایامِ اضحیہ میں قربتِ مقصودہ نہیں، اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ منذور بہ کا قربتِ مقصودہ ہونا چاہیئے، پس اگر نذر بالذبح میں صرف ذبح سے پوری ہوجائے تو لازم آتا ہے کہ منذور بہ غیر قربتِ مقصودہ ہو وہو باطل، اس سے معلوم ہوا کہ تصدق کو لازم کیا جائے گا، تاکہ اس کے انضمام سے وہ قربتِ مقصودہ ہوجائے، اس قاعدہ سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ تصدق واجب ہوگا، نیز ناذر کا قصد اس نذر ذبح سے یقیناً تصدق کا ہوتا ہے، پس عرفاً نذر بالذبح کا لفظ مستعمل نذر مجموع الذبح والتصدق میں ہے، اور اس مجموع کے نذر میں فقہاء نے انعقادِ نذر کی تصریح کی ہے" (امدادالفتاویٰ ج۲ص ۵۵۷)

اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"اضحیہ کے سوا نذرِ ذبح سے نذرِ تصدقِ لحم مقصود ہے، ورنہ نفسِ ذبح کی نذر صحیح نہیں، اس لئے کہ اضحیہ کے سوا ذبحِ حیوانات عبادتِ مقصودہ نہیں، جب ذبح مقصود نہیں بلکہ تصدقِ لحم مقصود ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ ذبحِ حیوان واجب نہیں بلکہ اختیار ہے چاہے یہ بکرا ذبح کرکے گوشت صدقہ کرے یا بکرا زندہ صدقہ کردے یا اس کی قیمت صدقہ کرے یا قیمت کے برابر کوئی دوسری چیز" (احسن الفتاویٰ ج۵ص ۴۸۳، کتاب الایمان)

دوسرے موقع پر فرماتے ہیں کہ:

نذر ذبح میں فعلِ ذبح عبادت نہیں، اس لئے نذر ذبح تصدق لحم کو مستلزم ہے، ورنہ فعلِ عاقل کا ابطال لازم آتا ہے جو عقلاً وشرعاً کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ نذر ذبح میں نذر تصدق کا عرف ہے، اگر یہ عرف نہ بھی ہوتا تو بھی تصحیحِ فعلِ عاقل کے لئے عقلاً وشرعاً اس کو نذر تصدق قرار دیا جائے گا۔ غرضیکہ نذر ذبح کا نذر تصدق کو مستلزم ہونا تسلیم نہ کیا جائے تو یہ نذر ہی صحیح نہیں، اور استلزام تسلیم کرلیا جائے تو صحت نذر و وجوبِ تصدق دونوں اصولِ شرع کے مطابق ہیں (احسن الفتاویٰ ج۷ص ۵۲۷)

۱؎ عَنْ عَطَاءٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا " :إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ ابْنِي " فَأَمَرَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِكَبْشٍ وَقَالَ (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) "كَذَا وَجَدْتُهُ فِي هَذِهِ الرِّوَايَةِ(سنن البیھقی، رقم الحدیث ۲۰۰۸۱)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اور اگر کسی نے اپنی اولاد کو قربان یا ذبح کرنے کی نذر و منت مانی، اور اس کی ایک سے زیادہ اولاد ہے، تو ہر اولاد کے بدلے میں قربانی کے قابل ایک ایک جانور (بکری یا دنبے) کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولو قال: لله تعالى على أن أنحر ولدى أو أذبح ولدى يصح نذره ويلزمه الهدى وهو نحر البدنة أو ذبح الشاة، والأفضل هو الإبل ثم البقر ثم الشاة، وإنما ينحر أو يذبح فى أيام النحر سواء كان فى الحرم أو لا، وهذا استحسان وهو قول أبى حنيفة ومحمد رحمهما الله والقياس أن لا يصح نذره وهو قول أبى يوسف وزفر والشافعى -رحمهم الله-.

(وجه) القياس: أنه نذر بما هو معصية، والنذر بالمعاصى غير صحيح، ولهذا لم يصح بلفظ القتل.

(وجه) الاستحسان: قول النبى -عليه الصلاة والسلام-: من نذر أن يطيع الله فليطعه وقوله -عليه الصلاة والسلام- من نذر وسمى فعليه الوفاء بما سمى، والمراد من الحديثين النذر بما هو طاعة مقصودة وقربة مقصودة، وقد نذر بما هو طاعة مقصودة وقربة مقصودة؛ لأنه نذر بذبح الولد تقديرا بما هو خلف عنه وهو ذبح الشاة، فيصح النذر بذبح الولد على وجه يظهر أثر الوجوب فى الشاة التى هى خلف عنه، كالشيخ الفانى إذا نذر أن يصوم رجب أنه يصح نذره وتلزمه الفدية خلفا عن الصوم، ودليل ما قلنا الحديث وضرب من المعقول.

(أما) الحديث فقول النبى -عليه الصلاة والسلام-: أنا ابن الذبيحين أراد أول آبائه من العرب وهو سيدنا إسماعيل -عليه الصلاة والسلام- وآخر آبائه حقيقة وهو عبد الله بن عبد المطلب، سماهما -عليه الصلاة والسلام- ذبيحين ومعلوم أنهما ما كانا ذبيحين حقيقة فكانا ذبيحين تقديرا بطريق الخلافة لقيام الخلف مقام الأصل.

(وأما) المعقول فلأن المسلم إنما يقصد بنذره التقرب إلى الله تعالى، إلا أنه عجز عن التقرب بذبح الولد تحقيقا، فلم يكن ذلك مرادا من النذر، وهو قادر على ذبحه تقديرا بذبح الخلف وهو ذبح الشاة فكان هذا نذرا بذبح الولد تقديرا بذبح ما هو خلف عنه حقيقة، كالشيخ الفانى إذا نذر بالصوم وإنما لا يصح بلفظ القتل؛ لأن التعيين بالنذر وقع للواجب على سيدنا إبراهيم -عليه الصلاة والسلام- والواجب هناك بالإيجاب المضاف إلى ذبح الولد بقوله -تعالى عز شأنه-: (إنى أرى فى المنام أنى أذبحك) على أن هذا حكم ثبت استحسانا بالشرع، والشرع إنما ورد بلفظ الذبح لا بلفظ القتل، ولا يستقيم القياس؛ لأن لفظ القتل لا يستعمل فى تفويت الحياة على سبيل القربة، والذبح يستعمل فى ذلك.

ألا ترى أنه لو نذر بقتل شاة لا يلزمه، ولو نذر بذبحها لزمه.

ولو نذر بنحر نفسه لم يذكر فى ظاهر الروايات، وذكر فى نوادر هشام أنه على الاختلاف الذى ذكرنا، ولو نذر بنحر ولد ولده ذكر فى شرح الآثار أنه على الاختلاف.

ولو نذر بنحر والديه أو جده أو جدته -يصح نذره عند أبى حنيفة -رحمه الله-، وعند الباقين لا يصح. ولو نذر بذبح عبده: عند محمد -رحمه الله- يصح، وعند الباقين لا يصح، وإنما اختلف أبو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قربانی واجب ہو جائے گی۔ [1]

مسئلہ نمبر۲۰...... اگر کوئی شخص نہ تو صاحبِ نصاب ہے، اور نہ اس نے قربانی کی نذر و منت مانی، لیکن اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا، تو راجح یہ ہے کہ اس پر بھی اس جانور کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حنيفة ومحمد فيما بينهما مع اتفاقهما فى الولد لاختلافهما فى المعنى فى الولد، فالمعنى فى الولد عند أبى حنيفة -رحمه الله -هو أنه نذر بالتقرب إلى الله -تعالى -بذبح ما هو أعز الأشياء عنده، وهذا المعنى يوجد فى الوالدين ولا يوجد فى العبد، وعند محمد -رحمه الله -المعنى فى الولد أن النذر بذبحه تقرب إلى الله -تعالى -بما هو من مكاسبه، والولد فى معنى المملوک له شرعا، قال النبى -عليه الصلاة والسلام :-إن أطيب ما أكل الرجل من كسبه وإن ولده من كسبه، فعدى الحكم إلى المملوک حقيقة وهو العبد وإلى النفس وولد ولده لكونهما فى معنى المملوک له، ولم يعد إلى الوالدين لانعدام هذا المعنى، وعلى هذا القياس ينبغى أن يصح نذر الجد بذبح الحافد، وعند محمد لا يصح(بدائع الصنائع، ج۵ص ۸۵، كتاب النذر،بيان ركن النذر وشرائطه)

وإذا قال :لله على أن أنحر ولدى، أو أذبح ولدى لم يلزمه شىء فى القياس، وهو قول أبى يوسف والشافعى رحمهما الله تعالى وفى الاستحسان يلزمه ذبح شاة، وهو قول أبى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى لكنه إن ذكر بلفظ الهدى، فذلک يختص بالحرم، وفى سائر الألفاظ إما أن يذبحها فى الحرم أو فى أيام النحر(المبسوط للسرخسى،ج ۸،ص ۱۴۱، كتاب الأيمان)

من نذر بذبح ولد ففداؤه ذبح شاة وروى أن امرأة نذرت بذبح ولدها فى زمن مروان بن الحكم فجمع فقهاء الصحابة رضى الله عنهم وسألهم وفيهم ابن عمر فقال :إن الله تعالى أمر بالوفاء بالعهد فقالت أتأمرنى بقتل ولدى وإن الله حرم قتل النفس وسئل ابن عباس رضى الله عنهما عن هذه المسألة :فأفتى بذبح مائة بدنة ثم أتيا إلى مسروق وكان جالسا فى المسجد وقال للسائل سل ذلک الشيخ فسأله فقال :أرى عليک ذبح شاة فعاد إلى ابن عباس فقال له أرى عليک مثل ذلک وكأن غرض ابن عباس أن يعلم مذهب ابن مسعود من مسروق وعن القاسم بن محمد قال :كنت عند ابن عباس فجاء ته امرأة فقالت إنى نذرت أن أنحر ولدى فقال:لا تنحرى ولدک وكفرى عن يمينک فقال رجل عند ابن عباس لا وفاء لنذر فيه معصية الله فقال ابن عباس :قال :الله تعالى :فى الظهار ما سمعت وأوجب فيه ما ذكره فهؤلاء الصحابة مع اختلافهم فى موجب النذر كان اتفاقهم على صحة النذر فمن أنكر ذلک فقد خالف الإجماع(الغرة المنيفة فى تحقيق بعض مسائل الإمام أبى حنيفة ،لسراج الدين، أبو حفص الحنفى،ج ۱،۱۸۰، كتاب الأيمان)

[1] ومن قال لله على أن أنحر ولدى ففى القياس لا شىء عليه، وفى الاستحسان يلزمه شاة، ولو كان له أولاد لزمه مكان كل ولد شاة، وكذا إذا نذر ذبح عبده عند أبى حنيفة وعند محمد يلزمه الشاة فى الولد لا العبد، وعند أبى يوسف لا يلزمه فى واحد منهما(فتح القدير، ج ۳،ص ۳۷۸، كتاب الحج،باب الهدى،مسائل منثورة)

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قربانی واجب ہوجاتی ہے (لانہٗ بمنزلۃ النذر عرفاً وعادتاً، فھو النذر الحکمی) [1]

اور راجح یہ ہے کہ غریب نے خواہ قربانی کے دنوں میں جانور خریدا ہو، یا قربانی کے دن شروع ہونے سے پہلے خریدا ہو، دونوں کا حکم یکساں ہے۔

(اس مسئلہ کی تفصیل آگے تحقیقی مسائل کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں)

---

[1] اور ایک روایت یہ ہے کہ واجب نہیں ہوتی۔

أن الشـراء مـن الفقير بنية الأضحية بمنزلة النذر عرفا ، وعادة ؛ لأنا لا نجد في العرف فقيرا اشترى شيئـا لـلأضـحـية إلا ويـضـحـى بهـا لا مـحـالة فـكـان بهـا ملتـزمـا(تبيين الحقـائق شـرح كـنـز الدقائق، ج٦ ،ص٧، باب مايضحى به)

لأن الـوجـوب على الغنى بالشرع ابتداء لا بالشراء فلم تتعين به، وعلى الفقير بشرائه بنية الأضحية فتعينت(الهداية شرح البداية، ج٤ص ٣٥٩، كتاب الاضحية)

وأما الـذى يـجـب عـلـى الفقير دون الغنى فالمشترى للأضحية إذا كان المشترى فقيرا بأن اشترى فـقيـر شـاة ينوى أن يضحى بها، وقال الشافعي -رحـمـه الله :-لا تـجـب وهو قول الزعفرانى من أصـحـابنا وإن كان غنيا لا يجب عليه بالشراء شيء بالاتفاق (وجه) قول الشافعي -رحمه الله -إن الإيـجـاب مـن العبد يستدعى لفظا يدل على الوجوب، والشراء بنية الأضحية لا يدل على الوجوب فلا يكون إيجابا ولهذا لم يكن إيجابا من الغنى.

(ولنا) أن الشـراء للأضحية ممن لا أضحية عليه يجرى مجرى الإيجاب وهو النذر بالتضحية عرفا؛ لأنـه إذا اشتـرى للأضحية مع فقره فالظاهر أنه يضحى فيصير كأنه قال :جعلت هذه الشاة أضحية، بخلاف الغنى؛ لأن الأضحية واجبة عليه بإيجاب الشرع ابتداء فلا يكون شراؤه للأضحية إيجابا بل يـكـون قصدا إلى تفريغ ما فى ذمته ولو كان فى ملك إنسان شاة فنوى أن يضحى بها أو اشترى شاة ولـم يـنـو الأضـحية وقـت الشـراء ثم نوى بعد ذلك أن يضحى بها لا يجب عليه سواء كان غنيا أو فقيرا؛ لأن النية لم تقارن الشراء فلا تعتبر(بدائع الصنائع، ج٥ص ٦٢، كتاب التضحية)

مـن المشايخ من فصل بين الموسر والمعسر فقال :إن كان موسرا فالجواب كذلك لأنه ما أوجب بـهـذا الشـراء شيـئـا على نفسه وإنما قصد به إسقاط الواجب عن نفسه، فإذا سافر تبين أنه لا وجوب عليه فكان له أن يبيعها كما لو شرع فى العبادة على ظن أنها عليه ثم تبين أنها ليست عليه أنه لا يلزمه الإتـمـام، وإن كـان مـعـسـرا يـنبغى أن تجب عليه ولا تسقط عنه بالسفر؛ لأن هذا إيجاب من الفقير بـمـنـزلـة النذر فلا يسقط بالسفر؛ كما لو شرع فى التطوع أنه يلزمه الإتمام والقضاء بالإفساد، كذا هـهـنا وإن سافر بعد دخول الوقت قالوا :يـنبغى أن يكون الجواب كذلك لما ذكرنا(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج٦، ص ٦٤، كتاب التضحية، فصل فى شرائط وجوب فى الأضحية)

وأما الـذى يـجـب على الفقير دون الغنى فالمشترى للأضحية إذا كان المشترى فقيرا، بأن اشترى فـقيـر شـاة يـنـوى أن يـضـحـى بهـا، وإن كـان غـنـيـا لا تـجب عليه بشراء شيء (الفتاوى الهندية، ج٥ص ٢٩١، كتاب الأضحية، الباب الأول)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قربانی کا مالی نصاب اور اس کے متعلق احکام

مسئلہ نمبر ۱...... حنفیہ کے نزدیک قربانی واجب ہونے کا نصاب وہی ہے، جو نصاب صدقۂ فطر واجب ہونے کا ہے، پس جو مسلمان قربانی کے دنوں میں اتنا مالدار ہو کہ اس پر زکاۃ فرض ہو یا زکاۃ تو فرض نہ ہو، لیکن صدقۂ فطر والے نصاب کا مالک ہو، یعنی اس کی ملکیت میں ضروری سامان سے زائد کم از کم اتنا مال وسامان ہو، جس کی مجموعی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو، ایسے شخص کو قربانی کا حکم ہے۔

مسئلہ نمبر ۲...... قربانی کے حکم کے لئے ان پانچ قسم کی چیزوں کا اعتبار کیا جاتا ہے:

(۱)...... سونا (۲)...... چاندی (۳)...... روپیہ پیسہ (۴)...... تجارت کا مال

(۵)...... ضرورت سے زیادہ سامان۔

مسئلہ نمبر ۳...... درجِ ذیل چھ قسم کے افراد قربانی کے اعتبار سے صاحبِ نصاب کہلاتے ہیں۔

(۱)...... جس کی ملکیت میں کم از کم ساڑھے سات تولہ یا اس سے زیادہ صرف سونا ہو (خواہ ڈَلی کی شکل میں ہو، یا زیور کی شکل میں)

(۲)...... جس کی ملکیت میں کم از کم ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ صرف چاندی ہو (خواہ ڈَلی کی شکل میں ہو، یا زیور کی شکل میں) [۱]

(۳)...... جس کی ملکیت میں کم از کم ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی کی مالیت کے برابر صرف روپیہ پیسہ ہو (خواہ کسی بھی ملک کی کرنسی کی شکل میں ہو) [۲]

---

[۱] یاد رہے کہ سونا یا چاندی جبکہ منفرد ہوں، تو ان میں تقویم ومالیت کا اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ وزن کا اعتبار ہوتا ہے، کیونکہ شریعت کی طرف سے انفرادی طور پر ان دونوں کے مستقل نصاب وزن کے ساتھ منصوص ہیں، جن کی تقدیر میں عقل وقیاس کو دخل نہیں، اور جس طرح وجوبِ زکاۃ کے باب میں بحالتِ انفراد وزن کا اعتبار ہے، اسی طرح قربانی واجب ہونے میں بھی بحالتِ انفراد وزن کا اعتبار کیا جائے گا۔

[۲] یہی حکم ان چیزوں کا بھی ہے جو نقدی کے حکم میں ہوں جیسے دوسرے ملک کی کرنسی، ڈالر، چیک، پرائز بانڈ، وغیرہ (اگرچہ موجودہ دور کے عام پرائز بانڈ پر نفع کے نام سے ملنے والی رقم ناجائز ہے)۔ محمد رضوان

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(۴)......جس کی ملکیت میں کم از کم ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی کی مالیت کے برابر صرف تجارت کا مال ہو۔

(۵)......جس کی ملکیت میں کم از کم ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی کی مالیت کے برابر صرف ضرورت سے زیادہ کسی بھی قسم کی کوئی چیز ہو۔

(۶)......جس کی ملکیت میں اوپر ذکر کی ہوئی تھوڑی تھوڑی پانچوں چیزیں یا ان پانچ میں سے دو یا زیادہ چیزیں اتنی مالیت کی ہوں کہ ان سب کو جمع کیا جائے تو ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ چاندی کی مالیت بن جائے۔

خلاصہ یہ کہ جس مرد یا عورت کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا نقدی یا تجارت کا سامان یا ضرورت سے زیادہ سامان میں سے کوئی ایک چیز یا ان پانچوں یا ان میں سے بعض چیزوں کا مجموعہ ساڑھے سات تولہ سونے یا ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو ایسا شخص (خواہ مرد ہو یا عورت) قربانی کے نصاب کا مالک کہلاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۴......قربانی کے نصاب کی مالیت معلوم کرنے کے لئے عیدالاضحیٰ کے موقع پر ساڑھے سات تولہ سونے اور ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت صرافوں سے معلوم کی جاسکتی ہے، چونکہ سونے چاندی کی قیمت بدلتی رہتی ہے، اس لئے کسی ایک دن کی قیمت لکھ دینے سے غلط فہمی ہوگی۔

مسئلہ نمبر۵...... جو چیزیں نہ تو سونے کی شکل میں ہوں، اور نہ چاندی کی شکل میں ہوں، نہ روپیہ پیسہ کی شکل میں ہوں، اور نہ ہی تجارت کے مال کی شکل میں ہوں، بلکہ ان چاروں

---

[1] (قوله ولا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصابا من أى مال كان) سواء كان النصابناميا أو غير نام حتى لو كان له بيت لا يسكنه يساوى مائتى درهم لا يجوز صرف الزكاة إليه وهذا النصاب المعتبر فى وجوب الفطرة والأضحية قال فى المرغينانى إذا كان له خمس من الإبل قيمتها أقل من مائتى درهم يحل له الزكاة وتجب عليه ولهذا يظهر أن المعتبر نصاب النقد من أى مال كان بلغ نصابا من جنسه أو لم يبلغ وقوله إلى من يملك نصابا بشرط أن يكون النصاب فاضلا عن حوائجه الأصلية(الجوهرة النيرة، ج ۱ ص ۱۳۱ ، كتاب الزكاة، باب مصارف الزكاة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

چیزوں کے علاوہ ہوں، ان میں اعتبار حاجتِ اصلیہ یعنی بنیادی ضرورت میں استعمال ومشغول ہونے؛ نہ ہونے کا ہوگا۔

پس جو چیزیں کسی شخص کی حاجتِ اصلیہ اور بنیادی ضروریات میں استعمال ومشغول ہوں گی؛ ان کی مالیت کا حساب نہیں لگایا جائے گا، اور جو چیزیں حاجتِ اصلیہ سے زائد ہونگی؛ ان کی مالیت کا حساب لگایا جائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۶ ...... اگر نصاب کے برابر سونا؛ چاندی (خواہ زیور کی شکل میں ہو) اور اسی طرح کرنسی موجود تو ہے، مگر وہ آئندہ گھریلو یا کاروباری ضرورت کے استعمال میں خرچ کرنے (مثلاً گھر یا دوکان کا سودا سلف، یا مکان دوکان خریدنے، یا شادی بیاہ میں خرچ کرنے) کے لیے رکھی ہوئی ہے، تو بھی قربانی کا حکم ہوگا، کیونکہ صرف آئندہ ضرورت میں خرچ کرنے کی

---

[1] ثم قدر الحاجة ما ذكره الكرخي في مختصره فقال لا بأس بأن يعطى من الزكاة من له مسكن وما يتأثث به في منزله وخادم وفرس وسلاح وثياب البدن وكتب العلم إن كان من أهله فإن كان له فضل عن ذلك ما يبلغ قيمته مائتي درهم حرم عليه أخذ الصدقة لما روي عن الحسن البصري أنه قال كانوا يعطون الزكاة لمن يملك عشرة آلاف درهم من الفرس والسلاح والخدم والدار.
وقوله: كانوا، كناية عن أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم- وهذا؛ لأن هذه الأشياء من الحوائج اللازمة التي لا بد للإنسان منها فكان وجودها وعدمها سواء(بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۴۸،فصل شرائط ركن الزكاة)

فقہائے کرام نے حاجتِ اصلیہ کی جو قید لاکر اس کے ساتھ مختلف مثالیں ذکر فرمائی ہیں ان میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت وحاجت کی بنیاد مباح الاستعمال ہونے کے ساتھ ساتھ مشقت پر ہے اور مشقت ایک اضافی چیز ہے۔ اس لئے ضرورت وحاجت کی تعیین میں علاقہ، مقام، احوالِ زمانہ، لوگوں کی قوتِ برداشت وغیرہ کے لحاظ سے فرق واقع ہوسکتا ہے کسی دور میں وقت دیکھنے کے لئے موجودہ گھڑی ضرورت میں داخل نہیں تھی، ایک زمانے میں روشنی کے لئے معمولی چراغ کافی تھے مگر آج کے دور میں عموماً گھڑی، بلب اور بجلی ضرورت میں داخل ہوچکی ہے، کسی دور میں ہاتھ کے پنکھے گرمی میں ہوا حاصل کرنے کے لئے کافی سمجھے جاتے تھے مگر آج ان کے بجائے بجلی کے پنکھے ضرورت وحاجت میں داخل ہیں (اذا کان یستعمل) لہٰذا حوائج اصلیہ کا تعین ہر زمانہ، علاقہ اور افراد کے حالات کی روشنی میں ہوگا، لیکن چونکہ یہ ایک اجتہادی کام ہے اور حیثیات وحالات سے حکم مختلف ہوجاتا ہے اس لئے ہر شخص کی انفرادی حالت کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا۔
اس سلسلے میں مناسب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے حالات اور ضروریات کو سامنے رکھ کر کسی معتبر عالم سے حکم معلوم کرلیا کرے۔ محمد رضوان۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

نیت کر لینے سے سونا چاندی اور کرنسی، ضرورت و حاجت میں مشغول نہیں کہلاتیں۔

البتہ اپنے ذمہ جو کسی کا قرض و دَین ہو، اتنی مقدار کا انسان خود مالک نہیں، اس لئے اس قرض کے بقدر مال (نقدی، سونا، چاندی) کو نصاب میں شامل نہیں کیا جائے گا، جس کا آگے ذکر آتا ہے۔

تاہم اگر کسی شخص نے عیدالاضحیٰ کے دن طلوعِ فجر سے پہلے یا بارہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے اس مال کو اپنی ضروریات میں استعمال و خرچ کر لیا مثلاً گھر کا سودا سلف خرید لیا اور اب پیچھے مال قربانی کے نصاب کے برابر نہیں بچا، یا ادھار ضروریات کی چیزیں خرید لیں اور اس کے ذمہ اتنا قرض لازم ہو گیا کہ اگر اس کو ادا کیا جائے تو مال نصاب کے برابر نہیں بچتا، تو اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی (لانہ مشغول فی الدَّین) [1]

---

[1] بعض اہلِ علم نے آئندہ پیش آنے والے ضروری یا رواں اخراجات کو حاجاتِ اصلیہ میں مشغول قرار دیا ہے، مگر یہ بات فقہی اصول وقواعدِ احناف کی روشنی میں درست معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ فقہائے کرام کے بیان کردہ جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجتِ اصلیہ میں مشغول ہونے کا مطلب ان کے نزدیک یہ ہے کہ وہ مال خود مباح الاستعمال طریقہ پر حاجتِ اصلیہ میں استعمال و مشغول ہو، مثلاً رہائشی مکان، پہننے کے کپڑے، سواری کا جانور یا گاڑی اور گھریلو استعمال کا سامان وغیرہ کہ یہ چیزیں حاجاتِ اصلیہ میں خود یعنی ان کی ذات استعمال ہوتی ہے، برخلاف دراہم ودنانیر کے (روپیہ پیسہ بھی اسی حکم میں ہے) کہ یہ خود یعنی ان کی ذات کسی حاجتِ اصلیہ میں استعمال نہیں ہوتی کیونکہ نہ ان میں رہائش ہو سکتی ہے نہ انہیں بذات خود پہنا جا سکتا، نہ کھایا پیا جا سکتا ہے نہ ان پر سواری ہو سکتی ہے البتہ ان کو خرچ کر کے ان کے عوض ایسی چیزیں ضرور خریدی جا سکتی ہیں جو حاجاتِ اصلیہ میں استعمال ہوں، پس جب تک یہ چیزیں اپنی حالت پر برقرار ہوں خرچ نہ ہوں حاجتِ اصلیہ میں مشغول نہیں کہلائیں گی (ماخوذ از نوادرُ الفقہ جلد اول صفحہ ۳۸۳، بتغیر)

جہاں تک قرض ودَین کا تعلق ہے، تو اس کا انسان خود مالک نہیں، جیسا کہ گزرا۔

ثم الفضة مال الزكاة كيفما كانت مضروبة أو غير مضروبة أو تبرا أو حليا يحل استعمالها أو لا أمسكها للنفقة أو لا نوى التجارة أو لم ينو وكذلك حلية السيف واللجام والسرج والكواكب التي في المصاحف إذا كانت تخلص عند الإذابة(تحفة الفقهاء، ج ۱ ص ۲۶۴، کتاب الزکاۃ)

الاان الاعداد للتجارة فى الاثمان المطلقةمن الذهب والفضة ثابت بأصل الخلقة لانهالاتصلح للانتفاع باعيانها فى دفع الحوائج الاصلية فلاحاجة الى الاعداد من العبدللتجارة بالنية اذالنية للتعيين وهى متعينة للتجارة بأصل الخلقة فلا حاجة الى التعيين بالنية فتجب الزكاة فيهانوى التجارة أولم ينو أصلا أونوى النفقة وأمافيما سوى الأثمان من العروض فانما يكون الاعداد فيها للتجارة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۷...... فضول چیزیں جو اپنی ضرورت وحاجت کی نہ ہوں، بلکہ نمود ونمائش کی ہوں، اور اسی طرح وہ تمام چیزیں جو گھروں میں رکھی رہتی ہیں اور استعمال میں نہیں آتیں، وہ ضرورت سے زیادہ ہیں، اس لئے ان کی قیمت بھی حساب میں لگائی جائے گی۔

اسی طرح جو چیزیں استعمال کرنے، پرانی یا خراب ہوجانے کے بعد یا ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے ویسے ہی گھروں میں ایک طرف پڑی رہتی ہیں، اور ان کی عام طور پر ضرورت پیش نہیں آتی اور ان کی طرف مدتوں دھیان بھی نہیں جاتا (مثلاً فالتو مشینری، فرنیچر، غیر ضروری لباس وغیرہ، جو زیرِ استعمال نہ ہو) اس قسم کی تمام چیزیں غیر ضروری ہیں ان کی مالیت کو بھی حساب میں شمار کیا جائے گا، اور جو چیز بالکل ناکارہ ہوگئی ہو اور اس کی کچھ بھی مالیت نہ ہو اس کو شمار نہیں کیا جائے گا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بالنية لانها كماتصلح للتجارة تصلح للانتفاع باعيانها بل المقصود الاصلى منها ذلك فلابد من التعيين للتجارة وذلك بالنية (بدائع الصنائع ج ٢ ص ١١، فصل الشرائط التى ترجع الى المال)

(وحليهما) سواء كان للنساء أو لا أو قدر الحاجة أو فوقها أو يمسكها للتجارة أو للنفقة أو للتجمل أو لم ينو شيئا .وقال مالك :المباح الاستعمال لا زكاة فيه وهو أظهر القولين عن الشافعي؛ لأنه مبتذل ومباح فشابه ثياب البذلة ولنا أن السبب كونهما مال نام والنماء موجود وهو الإعداد للتجارة خلقة، والدليل هو المعتبر بخلاف الثياب وحلى المرأة معروف جمعه حلى بالضم والكسر ولا يدخل الجواهر واللؤلؤ وبخلافه فى بحث الإيمان (وآنيتهما) جمع إناء(مجمع الانهر، ج ا ص ٢٠٦، ٢٠٧، كتاب الزكاة، نصاب الفضة)

فإذا كان معه دراهم أمسكها بنية صرفها إلى حاجته الأصلية لا تجب الزكاة فيها إذا حال الحول، وهى عنده، لكن اعترضه فى البحر بقوله :ويخالفه ما فى المعراج فى فصل زكاة العروض أن الزكاة تجب فى النقد كيفما أمسكه للنماء أو للنفقة، وكذا فى البدائع فى بحث النماء التقديرى . اهـ.قلت :وأقره فى النهر والشرنبلالية وشرح المقدسى، وسيصرح به الشارح أيضا، ونحوه قوله فى السراج سواء أمسكه للتجارة أو غيرها، وكذا قوله فى التتارخانية نوى التجارة أولا......وكذا ما سيأتى فى الحج من أنه لو كان له مال، ويخاف العزوبة يلزمه الحج به إذا خرج أهل بلده قبل أن يتزوج، وكذا لو كان يحتاجه لشراء دار أو عبد فليتأمل، والله أعلم(ردالمحتار، ج٢ص ٢٦٢، ٢٦٣، كتاب الزكاة)

[1] والذى يظهر مما مر أن ما كان من أثاث المنزل وثياب البدن وأوانى الاستعمال مما لا بد لأمثالها منه فهو من الحاجة الأصلية وما زاد على ذلك من الحلى والأوانى والأمتعة التى يقصد بها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۸...... رہائشی مکان، پہننے؛ اوڑھنے کے کپڑے، کھانے پینے کے برتن، ضرورت کی سواری اور گھریلو ضرورت کا سامان؛ جو عام طور پر زیرِ استعمال رہتا ہے، مثلاً کپڑے، سلائی اور دھلائی مشین، فریج، ڈیپ فریزر وغیرہ۔

یہ ضرورت کے سامان میں داخل ہیں، اوران کی وجہ سے انسان شرعاً مالدار نہیں کہلاتا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الزينة إذا بلغ نصابا تصير به غنية، ثم رأيت فى التتارخانية فى باب صدقة الفطر :سئل الحسن بن على عمن لها جواهر ولآلى تلبسها فى الأعياد وتتزين بها للزوج وليست للتجارة هل عليها صدقة الفطر؟ قال :نعم إذا بلغت نصابا .وسئل عنها عمر الحافظ فقال لا يجب عليها شىء . اهـ(ردالمحتار، ج۲ ص۳۴۸، باب مصرف الزكاة والعشر)

ومحل الصدقات الفقراء وإنما يعتبر فى المسكن والكسوة وأثاث البيت مقدار الكفاية، بدليل ما روى هشام عن محمد أنه سئل عمن له فضل عن كسوته، أو عن متاع يده بنفسه ، أو فضل عن مسكنه قدر مائتى درهم،يعطى من الزكاة؟ قال :لا إذا كان مستغنياً عنه .يعنى عن فضل الكسوة والمتاع(المحيط البرهانى، ج۲ص۲۱۵،۲۱۶،كتاب الزكاة،الفصل الثامن)

الحلى مال فاضل عن الحاجة الأصلية إذ الإعداد للتجمل والتزين دليل الفضل عن الحاجة الأصلية فكان نعمة لحصول التنعم به فيلزمه شكرها بإخراج جزء منها للفقراء (بدائع الصنائع ، ج۲ص۱۷،كتاب الزكاة،فصل صفة نصاب الزكاة فى الفضة)

[1] عَنْ عِرَاكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ وَلَا عَبْدِهِ صَدَقَةٌ (مسند أحمد، رقم الحديث ۷۲۹۵)

فى حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

واذا كان للرجل دار وخادم ولا مال له غير ذلك فليس عليه صدقة الفطر؛ لأنه يحل له أخذ الصدقة؛ ولأنه محتاج فإن الدار تسترم والخادم يستنفق ولا بد له منهما فهما يزيدان فى حاجته ولا يغنيانه وقد بينا أن الصدقة لا تجب إلا على الغنى؛ لأن وجوبها للإغناء كما قال :أغنوهم ولا يخاطب بالإغناء من ليس يغنى فى نفسه(المبسوط للسرخسى، ج۳ص۱۱۱، باب صدقة الفطر)

وقوله (فاضلا عن مسكنه) قال فى النهاية :حتى لو كان له داران دار يسكنها وأخرى لا يسكنها ويؤاجرها أو لا يؤاجرها يعتبر قيمتها فى الغنى حتى لو كانت قيمتها مائتى درهم وجب عليه صدقة الفطر(العناية شرح الهداية،ج۲ص۲۸۱،۲۸۲،كتاب الزكاة،باب صدقة الفطر)

وفى هذه الآية دلالة على أن من له ثياب الكسوة ذات قيمة كثيرة لا تمنعه إعطاء الزكاة ، ؛ لأن الله تعالى قد أمرنا بإعطاء الزكاة من ظاهر حال مشبه لأحوال الأغنياء (احكام القرآن جصاص ، ج۱ ص۵۶۰، سورة البقرة)

وفى الاجناس رجل به زمانه اشترى حمارا يركبه ويسعى فى حوائجه وقيمته مائتا درهم ، فلا اضحية عليه (خلاصة الفتاوىٰ ج۴ص۳۱۰، كتاب الاضحية، الفصل الثانى فى نصاب الاضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اسی طرح آلاتِ صنعت وحرفت (مثلاً درزی کی سلائی مشینیں، ترکھان کی آری، قصاب کی چُھری، مزدور کی مزدوری کا سامان، صنعت وکارخانے کی مشینری وغیرہ) اور دوسرے وسائلِ رزق جن کے ذریعے کوئی شخص اپنی روزی کماتا ہے (مثلاً سبزی فروش وغیرہ کی ریڑھی) یہ بھی انسان کی حاجتِ اصلیہ میں داخل ہیں، اور ان کی وجہ سے بھی انسان مالدار شمار نہیں ہوتا۔ [1]

مسئلہ نمبر۹ ...... اگر کسی کے پاس ضرورت پوری کرنے کا سامان موجود ہے، لیکن اس نے بلاضرورت مزید کچھ سامان رکھ رکھا ہے، مثلاً ایک سواری سے ضرورت پوری ہوجاتی ہے، مگر اس نے زیادہ سواریاں رکھی ہوئی ہیں، یا ایک مکان سے ضرورت پوری ہوجاتی ہے، مگر اس نے ایک سے زیادہ مکان رکھے ہوئے ہیں، تو اس ضرورت سے زیادہ سامان کی مالیت کا مالدار ہونے میں اعتبار کیا جائے گا۔

البتہ اگر ان میں سے کچھ سامان تو اپنی ذاتی ضرورت کے استعمال میں آرہا ہے، اور کچھ سامان (گاڑی وغیرہ) یا جگہ کو کرایہ پر چلا کر اس سے اپنی روزی کا انتظام کررہا ہے، کہ اگر یہ انتظام نہ ہو، تو اس کے ضروری اخراجات متأثر ہوتے ہیں، تو پھر یہ سامان (گاڑی وغیرہ) اور جگہ بھی ضرورت میں داخل سمجھا جائے گا۔ [2]

---

[1] (قوله :وفارغ عن حاجته الأصلية) أشار إلى أنه معطوف على قوله عن دين (قوله وفسره ابن ملک) أى فسر المشغول بالحاجة الأصلية والأولى فسرها، وذلک حيث قال :وهى ما يدفع الهلاک عن الإنسان تحقيقا كالنفقة ودور السكنى وآلات الحرب والثياب المحتاج إليها لدفع الحر أو البرد أو تقديرا كالدين، فإن المديون محتاج إلى قضائه بما فى يده من النصاب دفعا عن نفسه الحبس الذى هو كالهلاک وكآلات الحرفة وأثاث المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لأهلها فإن الجهل عندهم كالهلاک (ردالمحتارعلى الدرالمختار، ج۲، ص۲۶۲، كتاب الزكاة، دارالفكر ،بيروت)

[2] (قوله فاضلا عن مسكنه وثيابه وفرسه وسلاحه وعبيده للخدمة) لأن هذه الأشياء مستحقة بالحوائج الأصلية والمستحق بها كالمعدوم وكذا كتب العلم إن كان من أهله ويعفى له فى كتب الفقه عن نسخة من كل مصنف لا غير، وفى الحديث عن نسختين ولو كان له دار واحدة يسكنها ويفضل عن سكناه منها ما يساوى نصابا وجبت عليه الفطرة وكذا فى الثياب والأثاث(الجوهرة النيرة، ج۱ص۱۳۲، ۱۳۳، باب صدقة الفطر)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۰...... جو غلہ (گندم، چاول، مکئی، آٹا، چینی وغیرہ) سال بھر کی کھانے پینے کی ضروریات کے لئے رکھا ہوا ہے، اور اس غلہ کی مالیت قربانی کے نصاب کی مالیت کے برابر (یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر) یا اس سے بھی زیادہ ہے؛ تو راجح یہ ہے کہ یہ غلہ حاجتِ اصلیہ میں داخل ہے، اور اس کی وجہ سے قربانی واجب نہیں۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الفرق بين الأهل وغيرهم في جواز أخذ الزكاة والمنع عنه، فمن كان من أهلها إذا كان محتاجا إليها للتدريس والحفظ والتصحيح فإنه لا يخرج بها عن الفقر، فله أخذ الزكاة إن كانت فقها أو حديثا أو تفسيرا ولم يفضل عن حاجته نسخ تساوى نصابا، كأن يكون عنده من كل تصنيف نسختان، وقيل ثلاث لأن النسختين يحتاج إليهما لتصحيح كل من الأخرى والمختار الأول :أى كون الزائد على الواحدة فاضلا عن الحاجة، وأما غير الأهل فإنهم يحرمون بالكتب من أخذ الزكاة لتعلق الحرمان بملك قدر نصاب غير محتاج إليه، وإن لم يكن ناميا .وأما كتب الطب والنحو والنجوم فمعتبرة في المنع مطلقا ونص في الخلاصة على أن كتب الأدب والمصحف الواحد ككتب الفقه، لكن اضطرب كلامه في كتب الأدب فصرح في باب صدقة الفطر بأنها كالتعبير والطب والنجوم. والذى يقتضيه النظر أن نسخة من النحو أو نسختين على الخلاف لا تعتبر من النصاب، وكذا من أصول الفقه، والكلام غير المخلوط بالآراء بل مقصور على تحقيق الحق من مذهب أهل السنة إلا أن لا يوجد غير المخلوط لأن هذه من الحوائج الأصلية أفاده في فتح القدير.

قلت :والذى يقتضيه النظر أيضا أنه إن أريد بالأدب الظرافة كما في القاموس وذلك ككتب الشعر والعروض والتاريخ ونحوه تمنع الأخذ، وإن أريد به آداب النفس كما في المغرب وهو المسمى بعلم الأخلاق كالإحياء للغزالى ونحوه فهو كالفقه لا يمنع، وإن كتب الطب لطبيب يحتاج إلى مطالعتها ومراجعتها لا تمنع لأنها من الحوائج الأصلية كآلات المحترفين، وإن الأهل إذا كان غير محتاج إليها فهو كغير الأهل كما يعلم مما مر، وكذا حافظ قرآن له مصحف لا يحتاجه لأن المناط هو الحاجة (قوله أو تزيد على نسختين) صوابه على نسخة لأن المختار هو كون الزائد على نسخة واحدة فاضلا عن الحاجة كما قدمناه عن الفتح :ومثله في النهر(رد المحتار على الدر المختار، ج٢ص ٢٦٥، كتاب الزكاة)

ل ويحل لمن له دور وحوانيت تساوى نصبا، وهو محتاج لغلتها لنفقته ونفقة عياله على خلاف فيه ولمن عنده طعام سنة تساوى نصابا لعياله على ما هو الظاهر بخلاف قضاء الدين فإنه يجب عليه بيع قوته إلا قوت يومه كما في القنية من الحبس(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج٢ص٢٦٣، كتاب الزكاة،باب مصرف الزكاة)

وذكر في الفتاوى فيمن له حوانيت ودور للغلة لكن غلتها لا تكفيه وعياله أنه فقير ويحل له أخذ الصدقة عند محمد، وعند أبى يوسف لا يحل وكذا لو له كرم لا تكفيه غلته؛ ولو عنده طعام للقوت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۱۱...... اگر کسی نے تجارت (یعنی فروخت کرنے) کی نیت سے (نہ کہ کھانے کی نیت سے) غلہ خرید کر رکھا ہوا ہے، تو اس کو قربانی کے نصاب میں شامل کیا جائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۲...... قربانی کے نصاب میں سونے، چاندی، تجارت کے سامان اور غیر ضروری چیزوں کی جو قیمت لگائی جاتی ہے وہ قیمتِ فروخت کے اعتبار سے ہوگی (اور جس قیمت

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

يساوى مائتى درهم، فإن كان كفاية شهر يحل أو كفاية سنة، قيل لا تحل، وقيل يحل؛ لأنه يستحق الصرف إلى الكفاية فيلحق بالعدم، وقد ادخر -عليه الصلاة والسلام- لنسائه قوت سنة، ولو له كسوة الشتاء وهو لا يحتاج إليها في الصيف يحل ذكر هذه الجملة في الفتاوى .اهـ.

وظاهر تعليله للقول الثاني في مسألة الطعام اعتماده.وفي التتارخانية عن التهذيب أنه الصحيح وفيها عن الصغرى له دار يسكنها لكن تزيد على حاجته بأن لا يسكن الكل يحل له أخذ الصدقة في الصحيح وفيها سئل محمد عمن له أرض يزرعها أو حانوت يستغلها أو دار غلتها ثلاث آلاف ولا تكفي لنفقته ونفقة عياله سنة؟ يحل له أخذ الزكاة وإن كانت قيمتها تبلغ ألوفا وعليه الفتوى وعندهما لا يحل اهـ (ردالمحتار، ج ۲ ص ۳۴۸، كتاب الزكاة، باب مصرف الزكاة والعشر)

وذكر في الفتاوىٰ فيمن لهٗ حوانيت ودور الغلة لكن غلتها لاتكفيه ولعياله انهٗ فقير ويحل لهٗ اخذ الصدقة عند محمد وزفر وعند ابي يوسف لايحل وعلىٰ هٰذا اذا كان لهٗ ارض وكرم لكن غلتهٗ لاتكفيه ولعياله ولو كان عنده طعام للقوت يساوى مأتى درهم فان كان كفاية شهر تحل له الصدقة وان كان كفاية سنة قال بعضهم لاتحل وقال بعضهم تحل لان ذالك مستحق الصرف الى الكفاية والمستحق ملحق بالعدم (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۴۸، واما فصل الذى يرجع الى المؤدى اليه)

اور امداد الفتاویٰ میں ہے کہ:

اگر اس کا غلہ سال بھر کے خرچ سے بمقدارِ نصاب نہیں بچتا تو مانعِ اخذِ زکوٰۃ وموجبِ فطرو اضحیہ نہیں (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۳۰)

اور یہ حکم مالِ غیر نامی کا ہے، جیسا کہ غلہ کے الفاظ سے ظاہر ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۲۴) لہٰذا بعض حضرات نے اس جزئیہ سے سال بھر کی ضروریات میں خرچ ہونے کے لئے رکھے ہوئے نصاب کے برابر مالِ نامی کو جو وجوبِ صدقۂ فطر واضحیہ کے لئے مانع سمجھا ہے؛ یہ غلط فہمی پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ مسئلہ نمبر ۱۱ میں بھی ہے۔

[1] وفي الأجناس :وإن كان خبازا عنده حنطة قيمتها مائتا درهم يتجر به، أو ملح قيمتها مائتا درهم، أو قصار عنده صابون أو أشنان قيمتها مائتا درهم فعليه الأضحية(المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج۸ ص ۴۵۶، كتاب الأضحية،الفصل الأول في بيان وجوب الأضحية ومن لا تجب)

وان كان خبازا عنده حنطة قيمتها مائتا درهم او ملح قيمته مائتا درهم او قصار عنده اشنان او صابون قيمته مائتا درهم فعليه الاضحية (خلاصة الفتاوىٰ ج ۴ ص ۳۱۰، كتاب الاضحية، الفصل الثاني في نصاب الاضحية)

Idara Ghufran

پر کوئی چیز خریدی گئی تھی، اس کا اعتبار نہ ہوگا) چنانچہ فالتو، پرانی اور خراب چیزیں جو گھروں میں رکھی رہتی ہیں، ان کی اس قیمت کا اعتبار ہوگا کہ اگر ان کو فروخت کیا جائے تو کیا قیمت حاصل ہوگی؟ اور قربانی میں اُس مالیت و قیمت کا اعتبار ہوگا جو قربانی کے دنوں میں اُن چیزوں کی ہو۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۳...... جس قرض کے ملنے کی توقع و امید ہو، اس کو نقدی میں شمار کیا جائے گا خواہ وہ نقدی کی صورت میں کسی کو دیا ہو یا کوئی چیز فروخت کی ہو اور قیمت وصول کرنا باقی ہو سب کو شامل کر کے حساب کیا جائے گا۔ [2]

---

[1] وذكر محمد رحمه الله فى الرقيات أنه يقوم فى البلد الذى حال الحول على المتاع بما يتعارفه أهل ذلك البلد نقداً فيما بينهم، يعنى غالب نقد ذلك البلد، ولا ينظر إلى موضع الشراء ، ولا إلى موضع المالك وقت حولان الحول؛ لأن هذا مال وجب تقويمه، فيقوّم بغالب نقد البلد كما فى ضمان المتلفات إلا أنه يعتبر نقد البلد الذى حال الحول فيه على المال؛ لأن الزكاة تصرف إلى فقراء البلدة التى فيها المال بالتقويم ،فنقد ذلك البلد أنفع فى حق الفقراء من حيث الرواج، فيجب اعتباره(المحيط البرهانى، ج۲ص ۱۶۳، ۱۶۴، كتاب الزكاة، الفصل الثالث)

[2] حدثنا يزيد ، عن هشام ، عن الحسن ، قال : إذا حضر الشهر الذى وقت الرجل أن يؤدى فيه زكاته أدى كل مال له ، وكل ما ابتاع من التجارة ، وكل دين إلا ما كان منه ضمارا لا يرجوه(الاموال للقاسم بن سلام،رقم الحديث ۸۹۲)

(و) اعلم أن الديون عند الإمام ثلاثة :قوى، ومتوسط، وضعيف؛ (فتجب) زكاتها إذا تم نصابا وحال الحول، لكن لا فورا بل (عند قبض أربعين درهما من الدين) القوى كقرض (وبدل مال تجارة) فكلما قبض أربعين درهما يلزمه درهم (و) عند قبض (مائتين منه لغيرها) أى من بدل مال لغير تجارة وهو المتوسط كثمن سائمة وعبيد خدمة ونحوهما مما هو مشغول بحوائجه الأصلية كطعام وشراب وأملاك ،ويعتبر ما مضى من الحول قبل القبض فى الأصح(الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال)

(قوله :عند الإمام) وعندهما الديون كلها سواء تجب زكاتها، ويؤدى متى قبض شيئا قليلا أو كثيرا إلا دين الكتابة والسعاية والدية فى رواية بحر(ردالمحتار، ج۲ص ۳۰۵، كتاب الزكاة، باب زكاة المال)

وسئل على أيضا لو كان لرجل دين على مقر هل تحل له الزكاة؟ فقيل له :هل عليه أضحية؟ قال : لا؛ لأن ماله مستقرض لم يصل إليه وسئل أيضا عن رجل له ديون مؤجلة، أو غير مؤجلة على رجل وهو مقر حتى جاء يوم النحر وليس فى يده شيء وعليه شراء الأضحية هل عليه أن يستقرض ويشترى أضحية؟فقال :لا قيل له :هل يجب على رب الدين أن يسأل المديون إذا غلب على ظنه أنه لو سأله أعطاه ثمن الأضحية، وإن كان مؤجلا؟قال :نعم(البحرالرائق، ج۸ص ۲۰۳، كتاب الاضحية،أجرة الجزار هل تأخذ من الأضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۴...... اگر کوئی مقروض یا مدیون ہے تو پانچ قسم کے مالوں (سونے، چاندی، تجارت کا مال، نقدی اور ضرورت سے زیادہ سامان) کی قیمت لگائے، پھر اس سے قرض و دَین کو علیٰحدہ کرے، قرض و دَین نکالنے کے بعد اگر مال نصاب کے برابر ہے تو یہ قربانی کے نصاب کا مالک ہے ورنہ نہیں۔ [۱]

ملحوظ رہے کہ جو رقم کسی سے نقد کی شکل میں قرض لی ہو، اور اس کو ادا کرنا باقی ہو، وہ قرض کہلاتی ہے، اور مثلاً جو چیز کسی سے خریدی، اور اس کی قیمت ادا کرنا باقی ہے، تو وہ دَین کہلاتی ہے، مگر اس کی قیمت بھی قرض کا حکم رکھتی ہے، اور قرض کی طرح اس کی قیمت بھی قربانی کے نصاب سے مستثنیٰ ہوتی ہے۔ [۲]

ملازم اور نوکر کی وہ تنخواہ جو قربانی کے دنوں میں اپنے ذمے واجب ولازم ہو چکی ہے، وہ قرض کا حکم رکھتی ہے۔

اسی طرح قربانی کے دنوں میں مکان، دکان کا کرایہ جو ذمہ میں لازم ہو چکا وہ بھی قرض کا حکم رکھتا ہے۔

اور اسی طرح غیر سرکاری اور پرائیویٹ واجبات کی طرح سرکاری و نیم سرکاری واجبات مثلاً فون، بجلی، گیس وغیرہ کے یوٹیلٹی بلز جو قربانی کے دنوں میں اپنے ذمہ واجب ولازم ہو چکے ہیں، اگرچہ ابھی ادا نہ کئے ہوں، وہ بھی قرض کا حکم رکھتے ہیں۔

---

[۱] عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ ، قَالَ : سَمِعْتُ عُثْمَانَ يَقُولُ : هَذَا شَهْرُ زَكَاتِكُمْ ، فَمَنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَلْيَقْضِهِ ، وَزَكُّوا بَقِيَّةَ أَمْوَالِكُمْ(مصنف ابن أبی شيبة، رقم الحديث ۱۰۶۵۸)

قال البوصيرى:

رواه مسدد موقوفًا بسند صحيح(اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة،للبوصيرى،باب لا زكاة فى مال حتى يحول عليه الحول ولا على من عليه دين حتى يقضى عنه وما جاء فى العمال وتعجيل الصدقة)

[۲] والقرض هو أن يقرض الدراهم والدنانير أو شيئا مثليا يأخذ مثله فى ثانى الحال، والدين هو أن يبيع له شيئا إلى أجل معلوم مدة معلومة كذا فى التتارخانية(الفتاوى الهندية،ج۵ص۳۶۶،كتاب الكراهية،الباب السابع والعشرون فى القرض والدين)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس قسم کی رقوم بھی قربانی کے نصاب سے مستثنیٰ ہیں۔ ۱

قرض خواہوں یا اہلِ حقوق کے حقوق ضائع کر کے قربانی کرنا اچھی بات نہیں، اگر کسی کا حق ضائع کئے بغیر قربانی کرے اور مقصود اللہ کی رضا ہو، نہ کہ فخر و دکھلاوا تو حرج نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۵...... اگر کسی کی ملکیت میں نصاب کے برابر مال ہے، مگر وہ اپنے قبضے میں نہیں ہے، اور قربانی کے دن شروع ہو گئے، اور اس مال تک رسائی ممکن نہیں، تو اگر اپنے پاس موجود ضرورت سے زیادہ سامان بیچ کر قربانی کر سکتا ہو، تو قربانی کا حکم ہے۔

اور اگر اتنی مقدار میں ضرورت سے زیادہ سامان نہ ہو، تو قربانی کا حکم نہیں ہے۔ ۲

---

۱ وقد عللوا سقوط الزكاة بالدين بأن المديون محتاج إلى هذا المال حاجة أصلية لأن قضاء الدين من الحوائج الأصلية والمال المحتاج إليه حاجة أصلية لا يكون مال الزكاة (ردالمحتار، ج۲ص ۲۶۱، كتاب الزكاة)

۲ له مال كثير غائب فى يد مضاربه أو شريكه ومعه من الحجرين أو متاع البيت ما يضحى به تلزم، وتمام الفروع فى البزازية وغيرها(رد المحتار على الدر المختار، ج۶ص ۳۱۲، كتاب الأضحية)

ولو كان عليه دين بحيث لو صرف فيه نقص نصابه لا تجب، وكذا لو كان له مال غائب لا يصل إليه فى أيامه(الفتاوىٰ الهندية، ج۵ص ۲۹۲، كتاب الاضحية، الباب الاول)

ولو كان عليه دين بحيث لو صرف إليه بعض نصابه ينقص نصابه لا تجب لأن الدين يمنع وجوب الزكاة فلأن يمنع وجوب الأضحية أولى؛ لأن الزكاة فرض والأضحية واجبة والفرض فوق الواجب.

وكذا لو كان له مال غائب لا يصل إليه فى أيام النحر لأنه فقير وقت غيبة المال حتى تحل له الصدقة بخلاف الزكاة فإنها تجب عليه؛ لأن جميع العمر وقت الزكاة وهذه قربة موقتة فيعتبر الغنى فى وقتها(بدائع الصنائع ، ج۵ص ۶۴، كتاب التضحية،فصل فى شرائط وجوب فى الأضحية)

ومن كان غائبا عن ماله فى أيام الأضحية فهو فقير(تكملة البحرالرائق للطورى، ج۸ص ۱۹۹، كتاب الاضحية)

وسئل على أيضا لو كان لرجل دين على مقر هل تحل له الزكاة؟ فقيل له :هل عليه أضحية؟ قال : لا؛ لأن ماله مستقرض لم يصل إليه وسئل أيضا عن رجل له ديون مؤجلة، أو غير مؤجلة على رجل وهو مقر حتى جاء يوم النحر وليس فى يده شىء وعليه شراء الأضحية هل عليه أن يستقرض ويشترى أضحية؟

فقال :لا قيل له :هل يجب على رب الدين أن يسأل المديون إذا غلب على ظنه أنه لو سأله أعطاه ثمن الأضحية، وإن كان مؤجلا؟ (تكملة البحرالرائق للطورى ، ج۸ص ۲۰۳، كتاب الاضحية،أجرة الجزار هل تأخذ من الأضحية)

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۱۶/...... بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ زکاۃ اور قربانی کا نصاب ایک ہی ہے اور ہم پر چونکہ زکاۃ فرض نہیں، لہٰذا ہم پر قربانی کا حکم بھی عائد ولاگو نہیں، حالانکہ دونوں کے نصاب میں فرق ہے۔

زکاۃ صرف چار قسم کی چیزوں پر لازم ہوتی ہے:

(الف) سونا (ب) چاندی (ج) روپیہ پیسہ (د) تجارت کا سامان۔

اور قربانی میں ان چار چیزوں کے علاوہ ضرورت سے زیادہ چیزوں کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔

پس قربانی کے دنوں میں جس شخص کے پاس زکاۃ والا نصاب ہو اس کو قربانی کا حکم ہے اور اگر کسی شخص کے پاس زکاۃ والا نصاب نہ ہو لیکن ضرورت سے زیادہ مال یا سامان ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر ہو اس کو بھی قربانی کا حکم ہے اگرچہ اس پر زکاۃ فرض نہیں

مسئلہ نمبر ۱۷/...... عام طور پر یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ جب تک ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی نہ ہو تو اس پر کسی حال میں قربانی نہیں۔

حالانکہ وزن کا اعتبار اس صورت میں ہے کہ جب کسی کی ملکیت میں صرف سونا یا صرف چاندی ہو، تجارت کا سامان ذرا سا بھی نہ ہو، نقدی ایک پیسہ بھی نہ ہو، اور ضرورت سے زیادہ کوئی چیز نہ ہو (اور آج کل بہت سے لوگوں کے پاس کچھ نہ کچھ نقدی اور فالتو سامان ہوتا ہی ہے) اور اگر کسی مرد یا عورت کی ملکیت میں دو یا زیادہ طرح کی چیزیں ہوں تو ہر ایک کا علیحدہ نصاب پورا ہونا ضروری نہیں، بلکہ اس صورت میں سب کی مالیت (ویلیو) ملا کر دیکھی جائے گی، اگر سب کی مالیت ملا کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ ہو جائے تو قربانی کا حکم ہے۔

چنانچہ خواتین کے پاس کئی کئی تولے سونا ہوتا ہے، کچھ نہ کچھ نقدی بھی ضرور ہوتی ہے ضرورت سے زیادہ اور فالتو سامان کے ڈھیر لگے ہوتے ہیں، مگر وہ نہ زکاۃ ادا کرتی ہیں، نہ قربانی، اس غلط فہمی کی اصلاح ہونی چاہئے۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۸...... بعض خواتین میں قربانی کا حکم ہونے کی شرائط موجود ہوتی ہیں، مگر اس کے باوجود یہ سمجھتی ہیں کہ ہماری قربانی ہمارے شوہروں کے ذمہ لازم ہے اور اگر ان کے شوہر ادا نہ کریں تو وہ خود بھی ادا نہیں کرتیں جب کہ عورت کے مال اور زیورات وغیرہ کی وجہ سے قربانی ان کے شوہروں پر لازم نہیں، بلکہ ان کو خود اپنے مال میں سے کرنے کا حکم ہے، خواہ اس کے لئے زیور وغیرہ کیوں نہ بیچنا پڑے۔

البتہ اگر کسی عورت کا شوہر اپنی رقم سے اس کی طرف سے قربانی کردے تو جائز ہے (جبکہ بیوی کی طرف سے صراحتاً یا دلالۃً اجازت ہو)

مسئلہ نمبر ۱۹...... بعض جگہ گھر کا سربراہ ایک قربانی کرلے تو اسے سب افرادِ خانہ کی طرف سے کافی سمجھا جاتا ہے۔

حالانکہ سربراہ کے علاوہ گھر کا کوئی اور فرد یا افراد نصاب اور قربانی کا حکم عائد ہونے کی شرائط کے مالک ہوں تو ان کو الگ سے اپنی اپنی قربانی کا حکم ہے۔

ہاں اگر اولاد اپنی سب کمائی مالکانہ طور پر والد یا سربراہ کو دے دیتی ہے اور اولاد و ماتحت کی ملکیت میں اور کوئی مال اور ضرورت سے زیادہ سامان نصاب کے برابر نہیں ہے، تو قربانی صرف والد و سرپرست ہی پر ہے، اولاد و ماتحت پر نہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۰...... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ زندگی میں ایک شخص کی طرف سے ایک دفعہ قربانی ہوجائے تو پھر قربانی کرنے کا حکم نہیں رہتا، یہ بھی غلط ہے۔

قربانی کا ہر سال نصاب والے شخص کو حکم ہے، جبکہ ہر سال قربانی کے دنوں میں اس شخص کے اندر قربانی کی شرائط موجود ہوں جس طرح زکاۃ اور صدقۂ فطر ہر سال واجب ہوتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۱...... بعض لوگوں کے یہاں دستور ہے کہ باری باری قربانی کرتے رہتے ہیں کبھی اپنی طرف سے قربانی کرلی کبھی بیوی کی طرف سے کردی کبھی لڑکے کی طرف سے کبھی لڑکی کی طرف سے، کبھی والد یا کسی اور کی طرف سے کردی۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حالانکہ سب یا جو لوگ بھی الگ الگ نصاب کے مالک ہوں تو ہر ایک کو علیٰحدہ علیٰحدہ قربانی کا حکم ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۲...... قربانی کا حکم لاگو ہونے کے لئے مرد یا عورت کا شادی شدہ ہونا ضروری نہیں کنوارے بالغ لڑکے، بالغ لڑکی، بیوہ عورت کو بھی قربانی کا حکم ہے، جبکہ نصاب کے مالک ہوں۔

مسئلہ نمبر ۲۳...... قربانی کا حکم لاگو ہونے کے لئے کسی شخص کا برسرروزگار ہونا بھی ضروری نہیں، اگر کوئی شخص نصاب کا مالک ہے تو اس کو قربانی کا حکم ہے اگر چہ وہ برسرِ روزگار نہ ہو۔ اسی طرح قربانی کا حکم عائد ہونے کے لئے کسی کا صحت مند و توانا ہونا بھی ضروری نہیں۔ بیمار اور معذور مگر عاقل بالغ صاحبِ نصاب پر بھی قربانی کا حکم عائد ہوتا ہے۔

قربانی کے جانوروں سے متعلق احکام

قربانی کیونکہ مخصوص دِنوں کی مخصوص عبادت ہے، اس لئے ہر حلال جانور کے ذریعہ سے قربانی ادا نہیں ہوسکتی، بلکہ اس کے لئے مخصوص جانور متعین ہیں، جن کی قرآن وسنت میں تفصیل آئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ (سورۃ الزمر، آیت ٦)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تمہارے لئے چوپاؤں میں سے آٹھ جوڑیوں کو (ترجمہ ختم)

اور ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَّفَرْشًا كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ مِّنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ

Idara Ghufran

وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ (سورۃ انعام آیت ۱۴۲، ۱۴۳)

ترجمہ: اور (اللہ تعالیٰ نے) چوپایوں میں بوجھ اٹھانے والے (اونٹ، بیل) بھی پیدا کیے اور زمین سے لگے ہوئے (بکری، دنبہ، بھیڑ وغیرہ) بھی (پس) اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (یہ بڑے چھوٹے چارپائے) آٹھ جوڑے (ہیں) دو (دو) بھیڑوں میں سے اور دو (دو) بکریوں میں سے (یعنی ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ) (ترجمہ ختم)

اور مذکورہ آیت کے بعد اگلی آیت میں ارشاد ہے کہ:

وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ (سورۃ انعام آیت ۱۴۴)

ترجمہ: اور دو (دو) اونٹوں میں سے اور دو (دو) گایوں میں سے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مذکورہ آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ:

اَلْأَزْوَاجُ الثَّمَانِيَةُ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالضَّأْنِ وَالْمَعْزِ (السنن الکبریٰ للبیھقی، رقم الحدیث ۱۹۰۸۳)

ترجمہ: آٹھ جوڑے، اونٹ سے اور گائے سے، اور بھیڑ و دنبے سے اور بکرے سے ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوجعفر محمد بن علی سے مروی ہے کہ:

أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ عَلِيًّا عَنِ الْهَدْيِ مِمَّا هُوَ فَقَالَ: مِنَ الثَّمَانِيَةِ الْأَزْوَاجِ: فَكَأَنَّ الرَّجُلَ شَكَّ. قَالَ عَلِيٌّ: تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ: فَسَمِعْتَ اللّٰهَ يَقُولُ يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ قَالَ وَسَمِعْتَهُ يَقُولُ لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ...وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَّفَرْشًا قَالَ: فَسَمِعْتَهُ يَقُولُ: مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْإِبِلِ

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اثْنَيْنِ(تفسیر ابن ابی حاتم) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قربانی کے جانور کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کون سا ہوتا ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ آٹھ جوڑوں میں سے ہوتا ہے، مگر اس آدمی کو اس میں کچھ شک ہوا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا آپ قرآن مجید پڑھتے ہیں؟ اس نے کہا کہ بے شک پڑھتا ہوں، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ ” يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ“ اے ایمان والو! اپنے معاہدات کو پورا کرو، تمہارے لئے مخصوص چوپائے حلال کردیئے گئے ہیں، اور فرمایا کہ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ ” لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ “ تاکہ جو چوپائے اللہ نے ان کو دیئے ہیں (ان کے ذبح کرنے کے وقت) ان پر اللہ کا نام لیں ”وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا “ اور (اللہ تعالیٰ نے) چوپایوں میں بوجھ اٹھانے والے (اونٹ، بیل) بھی پیدا کئے اور زمین سے لگے ہوئے (بکری، دنبہ، بھیڑ وغیرہ) بھی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے کیا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ ”دو (جوڑے) بھیڑوں میں سے اور دو گایوں میں سے، اور دو بکریوں میں سے، اور دو اونٹوں میں سے“ (ترجمہ ختم)

اور بہت سے حضرات نے قرآن مجید میں مذکور ”بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ“ سے اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ مراد لئے ہیں۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٦٨٠٧، سورة المائدة، مكتبة نزار مصطفى الباز -المملكة العربية السعودية.

[2] قال الشَّافِعِي رحمه الله :وقد قال الله تعالى: (أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ) الآية. فلا أعلم مخالفاً أنه عنى :الإبل والبقر والغنم والضأن ،وهى الأزواج الثمانية(تفسير الامام الشافعي، ج٢ص ٨٣٠، تحت سورة الانعام)

فالمستأنس منه لا يحل أكله من البهائم سوى الأنعام وهو الإبل والبقر والغنم لقوله تعالى (أحلت لكم بهيمة الأنعام) واسم الأنعام خاص فيما ذكرنا عند أهل اللغة(تحفة الفقهاء، ج٣ص ٦٤، كتاب الذبائح)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور حضرت ابو جمرہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ الْمُتْعَةِ، فَأَمَرَنِی بِهَا، وَسَأَلْتُهُ عَنِ الْهَدْیِ، فَقَالَ: فِیْهَا جَزُوْرٌ أَوْ بَقَرَةٌ أَوْ شَاةٌ أَوْ شِرْکٌ فِی دَمٍ (بخاری) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے حجِ تمتع کی قربانی کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے مجھے اس کو کرنے کا حکم فرمایا، اور میں نے قربانی کے جانور کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ اونٹ ہے، یا گائے ہے، یا بکری ہے، یا قربانی کے (بڑے) جانور میں شرکت ہے (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ ان مذکورہ جانوروں کی قربانی جائز ہے، اور اس روایت میں بھیڑ کا ذکر اس لئے نہیں کہ وہ بکری میں داخل ہے۔ [2]

پس خلاصہ یہ کہ جانوروں میں آٹھ قسم کی جوڑیوں سے عیدالاضحیٰ کی قربانی کرنا درست ہے، اوران ہی جانوروں سے حج وعمرہ میں دَم ادا کیا جاسکتا ہے، اوران ہی جانوروں کے ذریعہ سے عقیقہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

ان آٹھ جوڑیوں کی تفصیل یہ ہے:

(۱)......اونٹ (۲)......اونٹنی (۳)......گائے (۴)...... بیل (بھینس

---

[1] رقم الحدیث ۱۶۸۸، کتاب الحج، باب فمن تمتع بالعمرة إلى الحج فما استیسر من الهدی، دارطوق النجاة، بیروت.

[2] اور شرکت سے مراد بڑے جانور، اونٹ، گائے میں شرکت ہے، نہ کہ بکری میں شرکت، جس کی تفصیل الگ مقام پر ذکر کردی گئی ہے۔

روی عن ابن عمر وأنس أنه یجزء فی المتعة والقران شرک فی دم .وروی عن عطاء وطاوس والحسن مثله، وهو قول أبی حنیفة، والثوری، والأوزاعی، والشافعی، وأحمد، وإسحاق، وأبی ثور، ولا تجزء عندهم البدنة أو البقرة عن أکثر من سبعة علی حدیث جابر، ولا تجزء عندهم الشاة عن أکثر من واحد (شرح صحیح البخاری۔ لابن بطال، ج۴ص ۳۷۲، کتاب الحج، باب فمن تمتع بالعمرة إلى الحج فما استیسر من الهدی فمن)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور بھینسا، گائے اور بیل کے حکم میں ہے)(۵)...... دنبہ(۶)...... دنبی (بھیڑ، دنبہ کے حکم میں ہے)(۷)...... بکرا(۸)...... بکری۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی انہی جانوروں کی قربانی ثابت ہے، اور ان کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی (نہ کہ صرف ذبح) کرنا کسی معتبر سند سے ثابت نہیں۔

پس ان جانوروں میں سے ہر ایک نر و مادہ جانور کی قربانی درست ہے۔ ان کے علاوہ کسی دوسرے جانور کی قربانی درست نہیں، اگرچہ وہ جانور حلال اور کتنا زیادہ قیمتی اور گوشت کتنا ہی لذیذ ہو یا گھر میں پالا ہوا ہو۔

لہٰذا نیل گائے، ہرن، گھوڑے، خرگوش، مرغ، بطخ، انڈے وغیرہ کی قربانی صحیح نہیں۔ ل

ل والذی یضحی به بإجماع من المسلمین الأزواج الثمانیة وهی الضأن والمعز والإبل والبقر (التمهید لما فی المؤطا، ج۲۳ص ۱۸۸، باب الیاء، تحت ترجمة یحییٰ بن سعید الانصاری، الحدیث العشرون)

وأما محل إقامة الواجب فهذا الفصل یشتمل علی بیان جنس المحل الذی یقام منه الواجب ونوعه وجنسه وسنه وقدره وصفته؛ أما جنسه فهو أن یكون من الأجناس الثلاثة الغنم أو الإبل أو البقر، ویدخل فی كل جنس نوعه والذكر والأنثی منه والخصی والفحل لانطلاق اسم الجنس علی ذلک، والمعز نوع من الغنم، والجاموس نوع من البقر بدلیل أنه یضم ذلک إلی الغنم والبقر فی باب الزكاة ولا یجوز فی الأضاحی شیء من الوحش؛ لأن وجوبها عرف بالشرع والشرع لم یرد بالإیجاب إلا فی المستأنس (بدائع الصنائع، ج۵ص ۶۹، كتاب التضحیة)

الأضحیة تجوز من أربع من الحیوان الضأن والمعز والبقر والإبل ذكورها وإناثها وكذلک الجاموس لأنه نوع من البقر الأهلی ......ولا یجوز البقر الوحشی (فتاوی قاضی خان، ج ۳، ص ۲۰۸، كتاب الأضحیة، فصل فیما یجوز فی الضحایا وما لا یجوز)

قال (والأضحیة من الإبل والبقر والغنم) لأنها عرفت شرعا ولم تنقل التضحیة بغیرها من النبی علیه الصلاة والسلام ولا من الصحابة رضی الله عنهم (الهدایة، ج۴ص ۳۵۹، كتاب الأضحیة)

قال -رحمه الله :-(والأضحیة من الإبل والبقر والغنم) لأن جواز التضحیة بهذه الأشیاء عرفت شرعا بالنص علی خلاف القیاس فیقتصر علی ما ورد وتجوز بالجاموس لأنه نوع من البقر بخلاف بقر الوحش حیث لا تجوز الأضحیة به لأن جوازها عرف بالشرع، وفی البقر الأهلی دون الوحشی (البحر الرائق، ج۸ص ۲۰۱، كتاب الاضحیة)

(أما جنسه) فهو أن یكون من الأجناس الثلاثة :الغنم أو الإبل أو البقر، ویدخل فی كل جنس نوعه، والذكر والأنثی منه والخصی والفحل لانطلاق اسم الجنس علی ذلک، والمعز نوع من الغنم والجاموس نوع من البقر، ولا یجوز فی الأضاحی شیء من الوحشی (الفتاویٰ الهندیة، ج۵ص ۲۹۷، كتاب الاضحیة، الباب الخامس) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ا...... مرغی کی قربانی جائز نہیں، اوراس میں مجوسیوں کے ساتھ مشابہت ہے، البتہ مرغی کا صدقہ جائز ہے، اور وہ قربانی سے الگ چیز ہے۔

اسی طرح گھوڑے کی قربانی بھی جائز نہیں۔

بعض لوگ آج کل گھوڑے اور مرغی کی قربانی کو جائز قرار دیتے ہیں، یہ درست نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ (قوله والجاموس) نوع من البقر، وكذا المعز نوع من الغنم بدليل ضمها فی الزكاة بدائع (رد المحتار على الدر المختار، ج٦ ص ٣٢٢، كتاب الأضحية)

(قوله :والجاموس كالبقر) والبقر الوحشى ملحق بغير الجنس كالحمار الوحشى حتى لو آلف لا يلتحق بالأهلى حكما بدليل حل أكله فكذا البقر الوحشى ..... واسم البقر لا يتناوله عند الإطلاق فكان القول به شرعا بلا كتاب ، ولا سنة ، ولا قياس صحيح ولهذا لا يجزى فی الأضحية والهدى ، وليس من بهيمة الأنعام فصار كالظباء بل أولى فإن الظبية تسمى عنزا ، ولا تسمى بقر الوحش بقرا بغير إضافة (حاشية الشلبى على تبيين الحقائق، ج ا ص ٢٦٣، كتاب الزكاة، باب صدقة السوائم)

[1] وفی الذخيرة من كتاب الحظر والإباحة التضحية بالديک أو الدجاج فی أيام الأضحية ممن لا أضحية عليه لعسرته بطريق التشبيه بالمضحين مكروه؛ لأن هذا من رسوم المجوس اهـ .(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج٢ ص١٧٧ ،باب العيدين)

واغرب ابن حزم فقال: والاضحية جائزة بكل حيوان يؤكل لحمه من ذى اربع او طائر كالفرس والابل وبقر الوحش والديک وسائر الطير والحيوان الحلال اكل واحتج بحديث ابى هريرة فی المهجر الى الجمعة وفيه: ثم مثل من يهدى دجاجة ثم كمثل من يهدى عصفور ، ثم كمثل من يهدى بيضة، قال: ففيه جواز هدى دجاجة وعصفور وتقريب بيضة، والاضحية تقريب بلاشک اهـ

قلت: فما وجه تخصيصک الاضحية بالحيوان ولم لم تقل بجواز التضحية بيضة وهل هذا الا اعمال بعض الحديث واهمال بعض؟ وايضا: يلزمک القول باجزاء الدجاجة والعصفور والفرس ونحوها فی هدايا الحج لورود الحديث بلفظ الهدى، واصله فيما يهدى الى الحرم وانت لاتقول به بل صرحت بان الهدى الواجب على المتمع رأس من الغنم او من البقر او شرک فی بقرة او ناقة : لقوله تعالى "فما استيسر من الهدى" يقع على الشاة والبقرة والبدنة،لماروى البخارى عن ابن عباس سئل عن المتعة فامر بها، وسئل عن الهدى فقال: جزور او بقرة او شاة او شرک فی دم فكان عليک ان ترد قول ابن عباس بقول النبى صلى الله عليه وسلم فی حديث المهجر وتقول بان اسم الهدى يقع على الدجاجة والعصفور والبيضة ايضا، والا فانت متناقض متلاعب، والحق ان الاهداء فيه مفسر بالتصدق دون اراقة الدم بدليل ذكر البيضة فيه ، وبدليل مارواه مالک ، عن سمى ، عن ابى صالح السلمان ، عن ابى هريرة بلفظ: فكانما قرب بدنة ثم كانما قرب بقرة الى ان قال : ثم كانما قرب دجاجة ثم كانما قرب بيضة ، والتقريب التصدق بالمال تقربا الى الله عزوجل ، واما قول: ان الاضحية تقريب بلاشک فنعم ولكنها مقيدة باراقة الدم كالهدى، فان قلت باجزاء كل حيوان فی الاضحية لزمک القول بمثله فی الهدى سوا، من ادعى الفرق فعليه البيان (اعلاء السنن ج١٧ ص٢٠٧، ٢٠٨ ،كتاب الاضاحى، باب ان البدنة عن سبعة بقرة كانت او بعيرا والشاة عن واحد)

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۲...... ہر جانور اپنی ماں کے تابع ہے یعنی اس کی ماں جس جنس سے تعلق رکھتی ہے، اس سے پیدا ہونے والا بچہ ماں کی جنس کا حکم رکھتا ہے، خواہ وہ بچہ صورت وشکل میں کسی اور جانور کے مشابہ ہو اور اگرچہ ماں کسی اور جنس کے نر سے حاملہ ہوئی ہو، مثلاً کسی بکری نے ہرنی کی شکل کا بچہ جنا تو وہ بچہ بکری کی جنس شمار ہوگا اور اس کی قربانی جائز ہوگی۔ [1]

اسی طرح بیرونی ممالک سے درآمد گائے کی ایک قسم چھوٹے قد کی اور باریک ٹانگوں والی ہوتی ہے، بعض لوگ اسے خنزیر کے مشابہ بتاتے ہیں۔

اس کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اس قسم کی جو باتیں اس گائے کے بارے میں مشہور ہیں اول تو وہ یقینی اور تحقیقی درجہ کی نہیں اور بغیر تحقیق اس قسم کا حکم لگانا درست نہیں۔

دوسرے اس جنس کی ماں اصلی گائے ہے۔

لہٰذا ماں کے تابع ہو کر یہ گائے بھی حلال شمار ہوگی اور اس کی قربانی جائز ہوگی۔

مسئلہ نمبر۳...... بھینس کے نر یعنی کٹے (بھینسے) کی قربانی جائز ہے۔

بہت سے لوگ اس کی قربانی کو ناجائز یا خلافِ سنت سمجھتے ہیں، اور اس کے مقابلہ میں گائے کی

---

[1] مختلف جانور آپس میں اختلاط کرتے رہتے ہیں، اور مادہ جانور کس جانور کے نطفہ سے حاملہ ہوئی ہے؟ اس کا پتہ چلانا بہت مشکل ہے بر خلاف ماں کے کہ اس کا پتہ چلانا مشکل نہیں، اس کا پیدائش سے آسانی پتہ چلایا جاسکتا ہے۔

فإن كان متولدا من الوحشي والإنسي فالعبرة بالأم فإن كانت أهلية يجوز وإلا فلا حتى إن البقرة الأهلية إذا نزا عليها ثور وحشي فولدت ولدا فإنه يجوز أن يضحى به، وإن كانت البقرة وحشية والثور أهليا لم يجز؛ لأن الأصل في الولد الأم؛ لأنه ينفصل عن الأم وهو حيوان متقوم تتعلق به الأحكام وليس ينفصل من الأب إلا ماء مهين لا حظر له ولا يتعلق به حكم ولهذا يتبع الولد الأم في الرق والحرية، إلا أنه يضاف إلى الأب في بني آدم تشريفا للولد وصيانة له عن الضياع وإلا فالأصل أن يكون مضافا إلى الأم .وقيل إذا نزا ظبي على شاة أهلية فإن ولدت شاة تجوز التضحية بها وإن ولدت ظبيا لا تجوز، وقيل إن ولدت الرمكة من حمار وحشي حمارا لا يؤكل، وإن ولدت فرسا فحكمه حكم الفرس، وإن ضحى بظبية وحشية ألفت أو ببقرة وحشية ألفت لم يجز؛ لأنها وحشية في الأصل والجوهر فلا يبطل حكم الأصل بعارض نادر والله عز شأنه الموفق(بدائع الصنائع، ج۵ص ۶۹،ص ۷۰، كتاب التضحية، فصل في محل إقامة الواجب في الأضحية)

والذي تولد من الأهلي والوحشي إن كانت الأم أهلية جاز (فتاوى قاضي خان، ج ۳،ص ۲۰۸،كتاب الأضحية،فصل فيما يجوز في الضحايا وما لا يجوز)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قربانی کو ہی ضروری ولازم سمجھتے ہیں، یہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔ ۱

جبکہ احادیث کی رو سے طبّی طور پر گائے کا گوشت مُضِر اور اس کا دودھ اور گھی فائدہ مند ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

عَلَيْكُمْ بِأَلْبَانِ الْبَقَرِ وَسُمْنَانِهَا، وَإِيَّاكُمْ وَلُحُومَهَا فَإِنَّ أَلْبَانَهَا وَسُمْنَانَهَا دَوَاءٌ وَشِفَاءٌ وَلُحُومَهَا دَآءٌ (مستدرک حاکم) ۲

ترجمہ: تم گائے کا دودھ اور اس کا گھی استعمال کیا کرو، اور اس کے گوشت سے بچا کرو، کیونکہ اس کا دودھ اور گھی دوا اور شفا ہے، اور اس کا گوشت بیماری ہے (ترجمہ ختم)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ دیگر سندوں سے

---

۱ عَنِ الْحَسَنِ ، أَنَّهُ كَانَ يقول :الجواميس بمنزلة البقر (مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۱۰۸۴۸، باب فی الجواميس تعد فی الصدقة)

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، كَتَبَ أَنْ تُؤْخَذَ، صَدَقَةُ الْجَوَامِيسِ كَمَا تُؤْخَذُ صَدَقَةُ الْبَقَرِ (الأموال لابن زنجويه، رقم الحديث ۱۴۹۳، باب صدقة الجواميس)

أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ رُزَيْقٍ، قَالَ :سُئِلَ عَطَاءٌ الْخُرَاسَانِيُّ عَنْ صَدَقَةِ الْجَوَامِيسِ، فَقَالَ :هِيَ بِمَنْزِلَةِ الْبَقَرِ (الأموال لابن زنجويه، رقم الحديث ۱۴۹۴، باب صدقة الجواميس)

ويدخل فی البقر الجاموس لأنه من جنسه(الهداية شرح بداية المبتدی، ج۴،ص ۷۵)

(ويدخل فی البقرة والجاموس؛ لأنه من جنسه) ش :كما فی الزكاة فإنه يؤخذ من نصاب الجاموس ما يؤخذ من نصاب البقر، وقال فی "خلاصة الفتاوی ":"والجاموس يجوز فی الهدايا والضحايا استحسانا(البناية شرح الهداية،ج ۱۲،ص ۴۸، كتاب الأضحية)

الأضحية تجوز من أربع من الحيوان الضأن والمعز والبقر والإبل ذكورها وإناثها وكذلك الجاموس لأنه نوع من البقر الأهلی (فتاوی قاضی خان، كتاب الأضحية ،فصل فيما يجوز فی الضحايا وما لا يجوز)

والبقر جنس، وأنواعه الجاموس، والعراب، والدراسة، وهی التی يحمل عليها(البناية شرح الهداية، ج۳،ص ۳۲۴،باب صدقة السوائم)

۲ رقم الحديث ۸۲۳۲، كتاب الطب، دارالكتب العلمية، بيروت.

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ وقال الذهبی التلخيص:سيف وهاه ابن حبان.

قلت وله شاهد كما سيأتی.

Idara Ghufran

بھی یہ حدیث مروی ہے۔ [1]

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَلْبَانَهَا أَوْ لَبَنَهَا شِفَاءٌ، وَسَمْنَهَا دَوَآءٌ، وَلَحْمَهَا أَوْ لُحُوْمَهَا دَاءٌ (شعب الایمان للبیهقی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گائے کا دودھ شفاء ہے، اور اس کا گھی دوا ہے، اور اس کا گوشت بیماری ہے (ترجمہ ختم)

---

[1] چنانچہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ دَوَاءً، فَعَلَيْكُمْ بِأَلْبَانِ الْبَقَرِ، فَإِنَّهَا تَرِمُّ مِنْ كُلِّ الشَّجَرِ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۶۰۷۵، کتاب الطب، واللفظ لہٗ، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث ۶۸۳۴، المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۹۱۶۳، ورقم الحدیث ۹۷۸۸، مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث ۱۷۱۶۴، شرح معانی الآثار، رقم الحدیث ۷۱۶۷، شعب الایمان للبیهقی، رقم الحدیث ۵۵۵۵، مسند الطیالسی، رقم الحدیث ۳۶۶، مسند ابی حنیفة بروایة ابی نعیم، ص ۲۱۲، باب القاف، وبروایة الحصکفی، رقم الحدیث ۶۴ تا ۶۶، الآثار لابی یوسف، رقم الحدیث ۱۰۴۶)

قال شعیب الارنؤوط:

إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غير حميد بن زنجويه، وهو ثقة روى له أبو داود والنسائي محمد بن يوسف: هو الفريابي، وسفيان: هو الثوري، وقيس بن مسلم: هو الجدلي الكوفي (حاشية صحيح ابنِ حبان)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِأَلْبَانِ الْبَقَرِ فَإِنَّهَا تَرِمُّ مِنْ كُلِّ شَجَرٍ، وَهُوَ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَآءٍ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۸۲۲۴، کتاب الطب)

قال الحاکم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ. وقال الذهبی فی التلخیص: صحیح.

اور اس قسم کی حدیث حضرت طارق بن شہاب سے بھی مروی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ شِفَاءً، فَعَلَيْكُمْ بِأَلْبَانِ الْبَقَرِ، فَإِنَّهَا تَرُمُّ مِنْ كُلِّ الشَّجَرِ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۸۸۳۱، واللفظ لہٗ، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث ۶۸۳۵، المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۹۱۶۴)

[2] رقم الحدیث ۵۵۵۵ "باء"، مکتبة الرشد للنشر والتوزیع بالریاض.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اسی قسم کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ ۱؎

اور آج کل کے ڈاکٹر اور اطباء بھی گائے کے گوشت کو مضر اور کئی بیماریوں کا سبب قرار دیتے ہیں۔

جبکہ طبی لحاظ سے کٹّے (بھینسے) کا گوشت خصوصاً جبکہ جوان ہو، لذیذ ہونے کے ساتھ ساتھ صحت کے لیے فائدہ مند ہے۔ ۲؎

۱؎ عَنْ مُلَيْكَةَ بِنْتِ عَمْرٍو الزَّيْدِيَّةِ، مِنْ وَلَدِ زَيْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ قَالَتْ " :اشْتَكَيْتُ وَجَعًا فِي حَلْقِي، فَأَتَيْتُهَا فَوَصَفَتْ لِي سَمْنَ بَقَرَةٍ، قَالَتْ :إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ :أَلْبَانُهَا شِفَاءٌ، وَسَمْنُهَا دَوَاءٌ، وَلُحُومُهَا دَاءٌ"(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۷۹، سنن البيهقي، رقم الحديث ۱۹۵۷۲ ،معرفة الصحابة لابي نعيم، رقم الحديث ۷۸۵۰، مراسيل ابي داوٗد، رقم الحديث ۴۲۶)

قال الهيثمي:رواه الطبراني، والمرأة لم تسم، وبقية رجاله ثقات . وقد تقدم حديث أبي موسى في باب التداوي في أول الكتاب(مجمع الزوائد ج۵ص ۹۰)

وقال السخاوي:ورجاله ثقات، لكن الرواية عن مليكة لم تسم، وقد وصفها الراوي عنها زهير ابن معاوية أحد الحفاظ بالصدق، وأنها امرأته، وذكر أبي داود له في مراسيله لتوقفه في صحبة مليكة ظنا، وقد جزم بصحبتها جماعة، وله شواهد منها عن ابن مسعود (المقاصد الحسنة، ج ۱ ص ۵۲۸، تحت رقم الحديث ۸۵۴)

على أنا زهير عن امرأته وذكر أنها صدوقة أنها سمعت مليكة بنت عمرو وذكر أنها ردت الغنم على أهلها في إمرة عمر بن الخطاب رضي الله عنه أنها وصفت لها من وجع بها سمن بقر وقالت إن رسول الله ﷺ قال ألبانها شفاء وسمنها دواء ولحمها داء (مسند ابن الجعد،رقم الحديث ۲۲۵۸)

۲؎ ماہرینِ فن کی تحقیق کی رُو سے گائے اور بھینس کے 100 گرام پکے ہوئے گوشت میں چکنائی (Fats) حرارے (Calories) اور کولیسٹرول (Cholesterol) کے اجزاء کا موازنہ درج ذیل ہے:

نام حیوان	Fats کی مقدار	Calories کی مقدار	Cholesterol کی مقدار
گائے (Beef)	10.15	219	86
بھینس (Bison)	2.42	143	82

(LIVESTRONG.COM)

اس تقابل سے معلوم ہوا کہ بھینس کے گوشت کے مقابلہ میں گائے کے گوشت میں چکنائی، حرارے اور کولیسٹرول کی مقدار زیادہ ہے۔ اور آج کل کی معاشرتی زندگی میں جسمانی مشقت وریاضت اور نقل وحرکت کی کمی کی وجہ سے گائے کے گوشت سے جسم میں زیادہ فضلات جمع ہو کر مختلف بیماریوں کا سبب ہوتے ہیں، نیز گائے کا دودھ بھینس کے دودھ کے مقابلہ میں ہلکا اور بھینس کا دودھ گائے کے دودھ کے مقابلہ میں ثقیل اور بھاری اور زیادہ چکنائی والا ہوتا ہے، اس لئے گائے کا دودھ زیادہ مفید ہے۔

لحم البقر بارد يابس عسر الانهضام بطيء الانحدار يولد دما سوداويا لا يصلح إلا لأهل الكد والتعب الشديد ويورث إدمانه الأمراض السوداوية كالبهق والجرب والقوباء والجذام وداء الفيل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مگر لوگ اپنی کم علمی کی وجہ سے کٹے کی قربانی اور اس کے گوشت سے محروم ہیں؛ اور اسی کے نتیجے میں بھینس کے نرینہ بچوں کو آج کل ہمارے علاقوں میں شیر خوارگی کی حالت میں ذبح کر دیا جاتا ہے، جس کا گوشت طبّی لحاظ سے مُضر بھی ہوتا ہے۔ ل

مسئلہ نمبر۴...... افضل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے حیثیت دی ہو تو قربانی کا جانور خوب صحت مند، خوبصورت اور بڑی جسامت کا ہو، بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ ہو، بڑائی اور دِکھلاوا پیشِ نظر نہ ہو۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والسرطان والوسواس وحمى الربع وكثير من الأورام وهذا لمن لم يعتده أو لم يدفع ضرره بالفلفل والثوم والدارصيني والزنجبيل ونحوه وذكره أقل برودة وأنثاه أقل يبسا(زادالمعاد لابن القيم، حرف اللام، لحم، لحم البقر)

وأما لحوم البقر فيتولد منها دم غليظ متين جداً وليس بلزج جداً وهو أصلح لمن يديم الكد والتعب ولا تصلح إدامته لغيرهم(الجامع لمفردات الأدوية والأغذية،لابن البيطار، حرف الباء)

ل ہمارے ملک میں اکثر تعداد ان لوگوں کی ہے جو گائے اور بیل (جسے ویڑھا، یا ویڑہی کہتے ہیں) کی قربانی کرتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں بھینس اور کٹے کی قربانی کو اہمیت نہیں دیتے بلکہ بعض لاعلم لوگ تو اس کی قربانی کو جائز ہی نہیں سمجھتے، چنانچہ بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ ان جانوروں کی کھال سیاہ ہوتی ہے اور سیاہ چیز کوئی مبارک اور نیک فال کی نشانی اور قربانی کے قابل چیز نہیں۔

قیامِ پاکستان سے پہلے ہندوؤں کی طرف سے گائے کے ذبح کرنے پر پابندی تھی اور آج بھی ہندوستان کے کئی علاقوں میں گائے کا ذبح کرنا جرم ہے (کیونکہ ہندو قوم گائے کی پوجا کرتی ہے اور اس کو اپنا معبود ومسجود سمجھتی ہے) قیامِ پاکستان کے بعد ہندوؤں کی اس پابندی کی مخالفت کی گئی اور اس کی ضرورت بھی تھی، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے مقابلہ میں بھینس اور کٹے کی قربانی کو بالکل ہی ترک کر دیا جائے یا اس کو ممنوع سمجھا جانے لگے، ہمارے علاقوں میں بھینس کے بچہ پیدا ہونے کے ساتھ ہی نر ہونے کی صورت میں ذبح کر دیا جاتا ہے اور قصاب عام طور پر اس کا کچا گوشت فروخت کر دیتے ہیں (جو کہ خود صحت کے لئے مضر ثابت ہوا ہے) یا پھر سانڈ بنانے کی غرض سے ایک آدھ نر بچہ زندہ رکھ لیا جاتا ہے۔ جبکہ طبی نقطۂ نظر اور مشاہدہ سے گائے، بیل کے مقابلہ میں بھینس اور کٹے کا گوشت مفید ولذیذ ثابت ہوا ہے اور اس کے مقابلہ میں گائے کا گوشت صحت کے لئے مضر ثابت ہوا ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ بھینس اور کٹے کی قربانی کو غلط یا معیوب سمجھنے کے تأثر کو ختم کیا جائے اور بھینس اور کٹے کی قربانی کو بھی رواج دیا جائے، خاص طور پر جبکہ آج مہنگائی کے دور میں گائے بیل کے مقابلہ میں کٹے کم قیمت پر دستیاب ہو جاتے ہیں، اس کی ضرورت زیادہ ہے۔

۲ حَدَّثَنِي أَبُو الْأَسْوَدِ السُّلَمِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: كُنْتُ سَابِعَ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرِهِ فَأَدْرَكَنَا الْأَضْحَى فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَمَعَ كُلُّ رَجُلٍ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۵...... چھوٹے جانوروں میں افضل جانور، سینگوں والا اور سفید وسیاہ دونوں قسم کے بالوں والا خصی مینڈھا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۶ ...... جب ایک چھوٹا جانور (بکری، دنبہ وغیرہ) اور بڑے جانور کا ساتواں حصہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

مِنَّا دِرْهَمًا فَاشْتَرَيْنَا أُضْحِيَّةً بِسَبْعَةِ دَرَاهِمَ وَقُلْنَا :يَا رَسُولَ اللَّهِ، لَقَدْ غَلِينَا بِهَا فَقَالَ :إِنَّ أَفْضَلَ الضَّحَايَا أَغْلَاهَا وَأَسْمَنُهَا قَالَ :ثُمَّ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ رَجُلٌ بِرِجْلٍ وَرَجُلٌ بِرِجْلٍ، وَرَجُلٌ بِيَدٍ وَرَجُلٌ بِيَدٍ، وَرَجُلٌ بِقَرْنٍ وَرَجُلٌ بِقَرْنٍ، وَذَبَحَ السَّابِعُ وَكَبَّرُوا عَلَيْهَا جَمِيعًا(مستدرک حاکم، رقم الحديث ۷۵۶۱)

(وأما) الذى يرجع إلى الأضحية فالمستحب أن يكون أسمنها وأحسنها وأعظمها لأنها مطية الآخرة قال -عليه الصلاة والسلام -عظموا ضحاياكم فإنها على الصراط مطاياكم ومهما كانت المطية أعظم وأسمن كانت على الجواز على الصراط أقدر(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج۵ص ۸۰، كتاب التضحية،فصل في بيان ما يستحب قبل التضحية وبعدها وما يكره)

[1] كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ضَحّٰى اِشْتَرٰى كَبْشَيْنِ عَظِيْمَيْنِ، سَمِيْنَيْنِ أَقْرَنَيْنِ ، أَمْلَحَيْنِ مَوْجُوْئَيْنِ قَالَ: فَيَذْبَحُ أَحَدَهُمَا عَنْ أُمَّتِهٖ مِمَّنْ أَقَرَّ بِالتَّوْحِيْدِ، وَشَهِدَ لَهٗ بِالْبَلَاغِ، وَيَذْبَحُ الْآخَرَ عَنْ مُحَمَّدٍ، وَآلِ مُحَمَّدٍ(مسند احمد، رقم الحديث ۲۵۸۴۳، مؤسسة الرسالة، بيروت ،واللفظ لهٗ،سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۳۱۲۲، عن عائشة)

فى حاشية مسند احمد:صحيح لغيره.

عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ :قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :خَيْرُ الْأُضْحِيَّةِ الْكَبْشُ، وَخَيْرُ الْكَفَنِ الْحُلَّةُ :هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَعُفَيْرُ بْنُ مَعْدَانَ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ(سنن الترمذى، رقم الحديث ۱۵۱۷)

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :خَيْرُ الضَّحِيَّةِ الْكَبْشُ الْأَقْرَنُ وَخَيْرُ الْكَفَنِ الْحُلَّةُ(مستدرک حاکم، رقم الحديث ۷۵۵۱،واللفظ لهٗ، مسند الشاميين للطبرانى، رقم الحديث ۲۲۵۲)

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ" وقال الذهبى فى التلخيص: صحيح

وأفضل الشاء أن يكون كبشا أملح أقرن موجوء ا؛ لما روى جابر -رضى الله عنه -أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -ضحى بكبشين أملحين أقرنين موجوء ين عظيمين سمينين والأقرن :العظيم القرن، والأملح :الأبيض.

وروى -عليه الصلاة والسلام -أنه قال دم العفراء يعدل عند الله مثل دم السوداوين وإن أحسن اللون عند الله البياض، والله خلق الجنة بيضاء والموجوء :قيل هو مدقوق الخصيتين، وقيل :هو الخصى، كذا روى عن أبى حنيفة -رحمه الله -فإنه روى عنه أنه سئل عن التضحية بالخصى فقال : ما زاد فى لحمه أنفع مما ذهب من خصيتيه(بدائع الصنائع، ج۵ص ۸۰،كتاب التضحية،فصل فى بيان ما يستحب قبل التضحية وبعدها وما يكره)

Idara Ghufran

قیمت اور گوشت کے اعتبار سے برابر ہوں، تو چھوٹے جانور کی قربانی کرنا افضل ہے، ورنہ جو قیمت اور گوشت کے اعتبار سے زیادہ ہو، اس کی قربانی افضل ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۷...... ایک شخص کا ایک قربانی کے بڑے جانور (اونٹ، گائے) کی قربانی کرنا چھ چھوٹے قربانی کے جانوروں (بکری، دنبے، مینڈھے) کی قربانی کرنے سے افضل ہے،

---

[1] الشاة أفضل من سبع البقرة إذا استويا فی القيمة واللحم(الدر المختار، كتاب الأضحية)

(قوله أفضل من سبع البقرة إلخ) وكذا من تمام البقرة .قال في التتارخانية، وفي العتابية :وكان الأستاذ يقول بأن الشاة العظيمة السمينة تساوی البقرة قيمة ولحما أفضل من البقرة لأن جميع الشاة تقع فرضا بلا خلاف .واختلفوا فی البقرة .قال بعض العلماء :يقع سبعها فرضا والباقی تطوع اهـ (قوله إذا استويا إلخ) فإن كان سبع البقرة أكثر لحما فهو أفضل، والأصل فی هذا إذا استويا فی اللحم والقيمة فأطيبهما لحما أفضل، وإذا اختلفا فيهما فالفاضل أولی تتارخانية(رد المحتار علی الدر المختار، ج٦ ص ٣٢٢، كتاب الأضحية)

واختلف المشايخ رحمهم الله تعالی أن البدنة أفضل أو الشاة الواحدة قال بعضهم إذا كانت قيمة الشاة أكثر من قيمة البدنة فالشاة أفضل لأن الشاة كلها تكون فرضا والبدنة سبعها يكون فرضا والباقی يكون نفلا وما كان كلها فرضا كان أفضل وقال الشيخ الإمام الجليل أبو بكر محمد بن الفضل رحمه الله تعالی البدنة تكون أفضل لأنها أكثر لحما من الشاة وما قالوا بأن البدنة يكون بعضها نفلا فليس كذلک بل إذا ذبحت عن واحد كان كلها فرضا *و شبه هذا بالقراء ة في الصلاة و لو اقتصر علی ما تجوز به الصلاة جازت و لو زاد عليها يكون الكل فرضا *و قال الشيخ الإمام أبو حفص الكبير رحمه الله تعالی إذا كانت قيمة الشاة و البدنة سواء كانت الشاة أفضل لأنها أكثر لحما *و الشاة أفضل من سبع البقرة إذا استويا فی القيمة و اللحم لأن لحم الشاة أطيب * فإن كان سبع البقرة أكثر لحما فسبع البقرة أفضل (فتاوی قاضی خان، كتاب الأضحية)

اختلف المشايخ أن البدنة أفضل أم الشاة الواحدة قال بعضهم :إن كانت قيمة الشاه أكثر من قيمة البدنة فالشاة أفضل؛ لأن الشاة كلها فرض والبدنة سبعها فرض، والباقي يكون فضلا قال الشيخ الإمام أبو بكر محمد بن الفضل البدنة أفضل؛ لأنها أكثر لحما من الشاة وما قالوا :إن البدنة يكون بعضها نفلا فليس كذلک بل إذا نحرت عن واحد كان كلها فرضا، وشبهه بالقراء ة فی الصلاة لو اقتصر علی ما تجوز به الصلاة جاز، ولو زاد عليه يكون الكل فرضا، قال الشيخ الإمام أبو حفص الكبير إذا كان قيمة الشاة والبدنة سواء كانت الشاة أفضل؛ لأن لحمها أطيب، كذا فی الظهيرية.

والشاة أفضل من سبع البقرة إذا استويا فی القيمة واللحم؛ لأن لحم الشاة أطيب، وإن كان سبع البقرة أكثر لحما فسبع البقرة أفضل، والحاصل فی هذا أنهما إذا استويا فی اللحم والقيمة فأطيبهما لحما أفضل، وإذا اختلفا فی اللحم والقيمة فالفاضل أولی، فالفحل الذی يساوی عشرين أفضل من خصی بخمسة عشر، وإن استويا فی القيمة، والفحل أكثر لحما فالفحل أفضل(الفتاوی الهندية، ج٥ ص ٢٩٩، كتاب الأضحية،الباب الخامس فی بيان محل إقامة الواجب)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور سات چھوٹے جانوروں (بکری، دنبے، مینڈھے) کی قربانی کرنا ایک بڑے جانور (اونٹ، گائے) کی قربانی سے افضل ہے۔ ۱؎

مسئلہ نمبر۸...... بہتر یہ ہے کہ قربانی سے چند دن پہلے جانور کو گھر میں رکھ کر خوب کھلائے پلائے اور خاطر مدارات کرے۔ ۲؎

لیکن اس کے گلے اور پیروں وغیرہ میں بلاضرورت گھنٹیاں گھنگرو نہ پہنائے، اسی طرح فضول نمود ونمائش میں پیسہ خرچ نہ کرے۔ ۳؎

۱؎ و البقرة أفضل من ست شياه إذا استويا و سبع شياه أفضل من البقرة (فتاوى قاضى خان، كتاب الأضحية)

۲؎ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ :سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ بْنَ سَهْلٍ، قَالَ :كُنَّا نُسَمِّنُ الْأُضْحِيَّةَ بِالْمَدِينَةِ، وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ يُسَمِّنُونَ(بخارى، كِتَابُ الْأَضَاحِي، بَابٌ فِي أُضْحِيَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ، وَيُذْكَرُ سَمِينَيْنِ)

فيستحب أن يربط الأضحية قبل أيام النحر بأيام لما فيه من الاستعداد للقربة وإظهار الرغبة فيها فيكون له فيه أجر وثواب وأن يقلدها ويجللها اعتبارا بالهدايا، والجامع أن ذلك يشعر بتعظيمها قال الله تعالى (ذلك ومن يعظم شعائر الله فإنها من تقوى القلوب(بدائع الصنائع ، ج۵ص۷۸، كتاب التضحية، فصل فى بيان ما يستحب قبل التضحية وبعدها وما يكره)

۳؎ اختلف العلماء فى كراهية تعليق الجرس على الدواب، فمنهم من قال بكراهيته فى الأسفار كلها، الغزو وغيره فى ذلك سواء ، وهذا القائل يقول بكراهيته فى الحضر، كما يقول بكراهيته فى السفر، ويقول أيضاً بكراهية اتخاذ الجلاجل فى رجل الصغير، والمعنى فى ذلك :أن الشيطان يستأنس ويتلهى بصوته، كما يستأنس ويتلهى بصوت المزامير، وقال محمد فى السير الكبير : إنما يكره اتخاذ الجرس للغزاة فى دار الحرب، وهو المذهب عند علمائنا لأن تعليق الجرس على الدواب إنما يكره فى دار الحرب؛ لأن العدو يشعر بمكان المسلمين، فإن كان بالمسلمين قلة يتبادرون إليهم فيقتلونهم، فإن كان بهم كثرة، والكفار يتحرزون عنهم ويتحصنون، فعلى هذا قالوا : إذا كان الركب فى المفازة فى دار الإسلام ويخافون من اللصوص يكره لهم تعليق الجرس على الدواب أيضاً حتى لا يشعر اللصوص، فلا يستعدون لقتلهم وأخذ أموالهم، والذى ذكرنا فى الجواب فى الجرس، فهو الجواب فى الجلاجل، قال محمد رحمه الله فى السيرالكبير :فأما اذا كان فى دار الإسلام فيه منفعة لصاحب الراحلة فلا بأس به، قال :وفى الجرس منافع جمة ،منها إذا ضلّ واحد من القافلة يلتحق بها بصوت الجرس، ومنها أن صوت الجرس يبعد هوام الليل عن القافلة كالذئب وغيره، ومنها أن صوت الجرس يريد فى نشاط الدواب، وهو نظير الحدو، فإنه جوّز؛ لأنه يزيد فى نشاط الدواب(المحيط البرهانى، ج۸ص۱۲۵،۱۲۶، كتاب الاستحسان والكراهية،الفصل الثانى والثلاثون فى المتفرقات)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۹...... قربانی کے جانور کی تصویر اتارنا، مارنا پیٹنا، کھانے پینے، گرمی سردی کا خیال نہ رکھنا یا کسی بھی قسم کی تکلیف پہنچانا گناہ ہے، اسی طرح اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے خواہ مخواہ لوگوں کو دکھلاتے پھرنا بھی گناہ کی بات ہے۔

البتہ اخلاص کے ساتھ قربانی کے جانور کی خاطر تواضع کے لئے چہل قدمی کرانا اور گھمانا پھرانا جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۰...... جو جانور خریدے بغیر کسی اور جائز طریقہ سے اپنی ملکیت میں آ گیا، مثلاً کسی دوسرے شخص نے اپنی خوشی سے ہدیہ کر دیا، یا اپنی طرف سے تبرعاً اس کی قیمت ادا کر دی، اور جانور کو اس کے حوالہ کر دیا، تو بھی اس جانور کی قربانی جائز ہے، خود جانور خریدنا یا قیمت اپنی

---

[1] وقال ابو حنيفة لا يجوز ركوبها ولا الحمل عليها ولا شرب لبنها الا لضرورة لانه لمّا جعلها كلها لله تعالى فلا ينبغى ان يصرف منها شيئا لمنفعة نفسه وهذا المعنى يقتضى المنع مطلقا سواء كان به ضرورة اولا -ويؤيده قوله تعالى وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعائِرَ اللَّهِ فَإِنَّها مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ولا شك ان الركوب والحمل ينافى التعظيم والاستمسان لكن لما ثبت بالأحاديث جواز الركوب قلنا بالجواز فى حالة الضرورة حملا للاحاديث المذكورة على تلك الحالة كيلا يلزم ترك العمل بالسنة ويدل على اشتراط الضرورة ما روى الطحاوى بسندين عن حميد الطويل عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم راى رجلا يسوق بدنة وقد جهد قال اركبها قال يا رسول الله انها بدنة قال اركبها وفى رواية قال اركبها وان كانت -وروى ايضا عن ابن عمر انه كان يقول فى الرجل إذا ساق بدنة فاعيى ركبها وما أنتم بمستن سنة هى اهدى من سنة محمّد صلى الله عليه وسلم وروى مسلم عن ابى الزبير قال سمعت جابر بن عبد الله يسئل عن ركوب البدن قال سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول اركبها بالمعروف إذا الجأت إليها حتى تجد ظهرا -والمراد بالمنافع فى الاية عندنا دفع الضرورة عند الإلجاء (التفسير المظهرى، ج٦ص ٣٢٠، تحت آيت ٣٣ من سورة الحج)

قال :(ولا يركب الهدى إلا عند الضرورة) لأن فى ركوبها استهانة بها، وتعظيمها واجب .قال تعالى :(ومن يعظم شعائر الله فإنها من تقوى القلوب)والتقوى واجب فيكون التعظيم واجبا وحالة الضرورة مستثناة لما روى أنه -عليه الصلاة والسلام - رأى رجلا يسوق بدنة فقال " :اركبها ويلك "قال :يا رسول الله، إنها بدنة، قال " : اركبها ويلك قالوا :كان مجهودا فأمره بالركوب للضرورة.

(فإن نقصت بركوبه ضمنه وتصدق به) لأنه بدل جزئها، وكذلك إذا نقصت من الحمل عليها لما بينا(الاحتيار لتعليل المختار، ج ١ ص ١٧٤، باب الهدى)

Idara Ghufran

جیب سے ادا کرنا ضروری نہیں۔ ۱؎

مسئلہ نمبر۱۱...... اگر کسی نے مالک سے ادھار قیمت پر جانور خرید لیا، اور اس کی قیمت بعد میں

۱؎ ولو وهب لرجل شاة فضحى بها الموهوب له أجزأته عن الأضحية لأنه ملكها بالهبة والقبض فصار كما لو ملكها بالشراء، .... فلو أنه ضحى بها ثم أراد الواهب أن يرجع في هبته فعند أبي يوسف -رحمه الله- ليس له ذلك بناء على أن الأضحية بمنزلة الوقف عنده فإذا ذبحها الموهوب له عن أضحيته أو أوجبها أضحية لا يملك الرجوع فيها؛ كما لو أعتق الموهوب له العبد أنه ينقطع حق الواهب عن الرجوع، كذا ههنا.

وعند محمد -عليه الرحمة- له ذلك لأن الذبح نقصان والنقصان لا يمنع الرجوع، ولا يجب على المضحي أن يتصدق بشيء لأن الشاة لم تكن مضمونة عليه فصار في الحكم بمنزلة ابتداء الهبة، ولو وهبها أو استهلكها لا شيء عليه (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج ۵، ص ۷۷ كتاب التضحية، فصل في شرائط جواز إقامة الواجب في الأضحية)

فنقول إذا وهب شاة لرجل فضحى الموهوب له بها لم يكن للواهب أن يرجع فيها في قول أبي يوسف وقال محمد له أن يرجع فيها ويجزيه الأضحية وقال أبو حنيفة مع أبي يوسف رحمهما الله.

وجه قول محمد -رحمه الله- أن ملك الموهوب له لم يزل عن العين والذبح نقصان فيها فلا يمنع الرجوع فيما بقي كشاة القصاب، وهذا؛ لأن القربة لم تقع بعين الشاة بل بالإراقة بدليل أن ما أديت به القربة لا يجوز أن يبقى على ملكه والمذبوح باق على ملكه يأكله ويضمن له مستهلكه ويورث عنه ويبيعه فيجوز إلا أنه يتصدق بثمنه وذلك لا يدل على عدم الملك فإن الأملاك الخبيثة سبيلها التصدق بها مع قيام الملك وإذا ثبت أن أداء القربة لم يقع إلا بالإراقة بقي الحكم فيما وراء الدم على ما لو ذبح لا للأضحية والرجوع فيها لا يغير حكم الإراقة؛ لأن الفائت لا يعمل فيه الفسخ ونظيره وهب شاتين فضحى بأحديهما وأكلها ثم رجع في الأخرى أو ذبح شاة الهبة وباع جلدها ورجع الواهب فيما بقي لا يبطل البيع.

ولأبي يوسف -رحمه الله- أن القربة كما يتأدى بالدم يتأدى بأجزاء الشاة بدليل أن سلامتها معتبرة للجواز ابتداء وبعد الذبح لو باع شيئا منها يتصدق بثمنه لمكان أنه بقي قربة فيجب صرفه إلى حيث لا يبطل به حق الله عز وجل ولو لم يتعلق معنى القربة بما بقي لبقي على حكم سائر الأغنام فتأدى القربة بإراقة الدم وبإبطال حق التمول من الباقي فلذلك لم يبطل أصل الملك؛ لأن القربة لم تتأد به وإذا كان كذلك لم يصح الرجوع؛ لأنه يبطل ما أدى من القربة بالعين ألا ترى أنه يصير بعد الرجوع مالا يتمول كسائر الأموال كذا في الأسرار.

فمحمد -رحمه الله- عد سقوط التمول نقصا فيه لا باعتبار ظهور معنى القربة فيه ونحن اعتبرناه أثر القربة(كشف الأسرار، ج ۱۵۵، ۱۵۶، باب الامر، القضاء نوعان)

رجل وهب لرجل شاة فضحى بها الموهوب له أو ذبحها لمتعة أو جزاء صيد ثم رجع الواهب في الهبة جازت الاضحية و المتعة *وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى لا يصح رجوع الواهب فيها و في ظاهر الرواية صح رجوعه (فتاوى قاضيخان، كتاب الأضحية، ج۳ ص ۲۱۳)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ادا کرنا طے ہوا، تو اس جانور کی قربانی جائز ہے، قیمت بعد میں بھی ادا کی جاسکتی ہے، لیکن بلاضرورت ادھار کرنا اچھا نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۲...... اگر کوئی شخص مالدار یعنی نصاب کا مالک نہیں تھا لیکن اس نے قربانی کی نیت سے جانور خریدلیا، خواہ ابھی قربانی کے دن بھی شروع نہ ہوئے ہوں، تو راجح یہ ہے کہ اس پر بعینہٖ اس جانور کی قربانی لازم ہوجائے گی، اور اس کو اس جانور کا بدلنا بھی جائز نہیں ہوگا۔ [2]

---

[1] لا بأس فی البیع والشراء نسیئة؛ لأن شراء النبی كان بالثمن المؤجل. خامسا -لا بأس من الاستدانة؛ لأن الشراء نسیئة استدانة ومع ذلک اللائق بالإنسان الإسراع بإیفاء دینه حتی لا یدركه الموت فیموت مدینا(درر الحكام فی شرح مجلة الاحكام، ج۲ ص ۶۲، الكتاب الخامس فی الرهن)

[2] حتی الامکان فقہ کے نصوص میں غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ راجح روایت کے مطابق غریب کے قربانی کا جانور خرید لینے سے مطلقاً اس جانور کی قربانی لازم ہوجاتی ہے، خواہ قربانی کے دنوں میں خریدا ہو یا پہلے (تفصیل آگے تحقیق مسائل کے ذیل میں آتی ہے)

اور ایک روایت کے مطابق غریب کے قربانی کی نیت سے جانور خریدنے سے اس کی قربانی لازم نہ ہوگی۔

لأن الشراء من الفقیر بنیة الأضحیة بمنزلة النذر عرفا، وعادة؛ لأنا لا نجد فی العرف فقیرا اشتری شیئا للأضحیة إلا ویضحی بها لا محالة فكان بها ملتزما(تبیین الحقائق شرح كنز الدقائق، ج۶، ص۷، باب مایضحی به)

لأن الوجوب علی الغنی بالشرع ابتداء لا بالشراء فلم تتعین به، وعلی الفقیر بشرائه بنیة الأضحیة فتعینت(الهدایة شرح البدایة، ج۴ص ۳۵۹، كتاب الاضحیة)

وأما الذی یجب علی الفقیر دون الغنی فالمشتری للأضحیة إذا كان المشتری فقیرا بأن اشتری فقیر شاة ینوی أن یضحی بها ....(ولنا) أن الشراء للأضحیة ممن لا أضحیة علیه یجری مجری الإیجاب وهو النذر بالتضحیة عرفا؛ لأنه إذا اشتری للأضحیة مع فقره فالظاهر أنه یضحی فیصیر كأنه قال :جعلت هذه الشاة أضحیة، بخلاف الغنی؛ لأن الأضحیة واجبة علیه بإیجاب الشرع ابتداء فلا یكون شراؤه للأضحیة إیجابا بل یكون قصدا إلی تفریغ ما فی ذمته(بدائع الصنائع، ج۵ص ۶۲، كتاب التضحیة،فصل فی شرائط وجوب فی الأضحیة)

من المشایخ من فصل بین الموسر والمعسر فقال :إن كان موسرا فالجواب كذلک لأنه ما أوجب بهذا الشراء شیئا علی نفسه وإنما قصد به إسقاط الواجب عن نفسه، فإذا سافر تبین أنه لا وجوب علیه فكان له أن یبیعها كما لو شرع فی العبادة علی ظن أنها علیه ثم تبین أنها لیست علیه أنه لا یلزمه الإتمام، وإن كان معسرا ینبغی أن تجب علیه ولا تسقط عنه بالسفر؛ لأن هذا إیجاب من الفقیر بمنزلة النذر فلا یسقط بالسفر؛ كما لو شرع فی التطوع أنه یلزمه الإتمام والقضاء بالإفساد، كذا ههنا وإن سافر بعد دخول الوقت قالوا :ینبغی أن یكون الجواب كذلک لما ذكرنا(بدائع الصنائع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور جو شخص مالدار یعنی صاحبِ نصاب ہو، اگر وہ قربانی کی نیت سے جانور خریدے، تو بہت سے حضرات کے نزدیک صاحبِ نصاب شخص کے جانور خریدنے سے اس کے حق میں یہ جانور متعین نہیں ہوتا، لہٰذا اس جانور کا اس کو بدلنا جائز ہوتا ہے، خواہ دوسرا جانور کم قیمت کا ہو، یا زیادہ قیمت کا۔ [1]

البتہ بعض حضرات کے نزدیک صاحبِ نصاب شخص کے خریدنے سے بھی جانور قربانی کے لئے متعین ہوجاتا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی ترتیب الشرائع، ج۶، ص ۶۴، کتاب التضحیة، فصل فی شرائط وجوب فی الأضحیة)

وأما الذی یجب علی الفقیر دون الغنی فالمشتری للأضحیة إذا کان المشتری فقیرا، بأن اشتری فقیر شاة ینوی أن یضحی بها، وإن کان غنیا لا تجب علیه بشراء شیء (الفتاوی الهندیة، ج۵ص ۲۹۱، کتاب الأضحیة، الباب الأول)

[1] (قوله لوجوبها علیه بذلک) أی بالشراء وهذا ظاهر الروایة لأن شراء ہ لها یجری مجری الإیجاب وهو النذر بالتضحیة عرفا کما فی البدائع (رد المحتار علی الدر المختار، ج۶ص ۳۲۱، کتاب الأضحیة)

وفی تقریرات الرافعی (قوله وهذا ظاهر الروایة) وفی خزانة الاکمل انه المختار ... ولواشتراها الغنی بنیتهالم تتعین باتفاق الروایات کما فی الخلاصة ...فان المنقول فی الغنی عدم التعین باتفاق الروایات اه (تقریرات رافعی ملخصاً مشموله ردالمحتار ج ۶ ص ۳۰۴)

واصل هذا انه لو نذر فی الاضحیة بان قال لله علی ان اضحی بهذا الشاة یجب علیه بالاجماع ، واجمعوا انه لایصیر واجبة بمجرد النیة بان نوی ان یضحی بهذا الشاة ولم یذکر بلسانه شیئا ، وبالشراء بنیة الاضحیة ان کان المشتری غنیالایجب علیه باتفاق الروایات حتی لوباعها واشتری بثمنهااخری والثانیة دون الاولی جازولایجب علیه شیء(خلاصة الفتاویٰ ج۴ص ۳۱۸، کتاب الاضحیة)

لکن ینبغی أن یکون هذا التفصیل محمولا علی الفقیر لأن الغنی لا تجب علیه بالشراء بدلیل ما ذکره فی أضحیة البدائع عن الأصل، من أنه لو اشتری بقرة لیضحی بها عن نفسه فأشرک فیها یجزئهم والأحسن فعل ذلک قبل الشراء قال :وهذا :أی قوله یجزئهم محمول علی الغنی لأنها لم تتعین، أما الفقیر فلا یجوز أن یشرک فیها لأنه أوجبها علی نفسه بالشراء للأضحیة فتعینت اهـ . لکن سوی فی الخانیة فی مسألة الأضحیة بین الغنی والفقیر فتأمل(ردالمحتار، ج۲ص ۶۱۵، کتاب الحج، باب الهدی)

[2] المعسر إذا اشتری شاة لیضحی بها فلم یضح حتی مضی الوقت؛ لأن الشراء للأضحیة من الفقیر کالنذر بالتضحیة وأما الموسر إذا اشتری شاة للأضحیة فکذلک الجواب، ومن المشایخ من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ صاحبِ نصاب شخص کو بھی قربانی کے لئے خرید شدہ جانور کو بلاضرورت بدلنا مناسب نہیں۔

لیکن اگر اس کو فروخت کر کے اتنی ہی قیمت کا یا اس سے زیادہ قیمت کا جانور خرید لے تو خیر، اور اگر کم قیمت کا جانور خریدے، تو اضافی رقم کو صدقہ کر دینا چاہئے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال هذا الجواب في المعسر؛ لأن الشاة المشتراة للأضحية من المعسر تتعين للأضحية؛ فأما من الموسر فلا تتعين بدليل أنه يجوز له التضحية بشاة أخرى في الوقت مع بقاء الأولى وتسقط عنه الأضحية، والصحيح أنها تتعين من الموسر أيضا بلا خلاف بين أصحابنا، فإن محمدا -رحمه الله- ذكر عقيب جواب المسألة، وهذا قول أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله وقولنا.

(ووجهه) أن نية التعيين قارنت الفعل وهو الشراء فأوجبت تعيين المشترى للأضحية، إلا أن تعيينه للأضحية لا يمنع جواز التضحية بغيرها كتعيين النصاب لأداء الزكاة منه لا يمنع جواز الأداء بغيره وتسقط عنه الزكاة، وهذا لأن المتعين لا يزاحمه غيره، فإذا ضحى بغيره أو أدى الزكاة من غير النصاب لم يبق الأول متعينا، فكانت الشاة متعينة للتضحية ما لم يضح بغيرها كالزكاة(بدائع الصنائع، ج۵ص۶۸، كتاب التضحية، فصل في انواع كيفة الوجوب)

ولا يخفى أن الأضحية تصير واجبة بالنذر فلو قال كلاما نفسيا :لله على أن يضحى بهذه الشاة ولم يذكر بلسانه شيئا فاشترى شاة بنية الأضحية إن كان المشترى غنيا لا تصير واجبة باتفاق الروايات فله أن يبيعها ويشترى غيرها، وإن كان فقيرا ذكر شيخ الإسلام خواهر زاده في ظاهر الرواية تصير واجبة بنفس الشراء وروى الزعفراني عن أصحابنا لا تصير واجبة وأشار إليه شمس الأئمة السرخسي في شرحه، وإليه مال شمس الأئمة الحلواني في شرحه وقال :إنه ظاهر الرواية ولو صرح بلسانه -والمسألة بحالها -تصير واجبة بشراء نية الأضحية إن كان المشترى فقيرا(تكملة البحرالرائق للطورى، ج۸ص۱۹۹، كتاب الاضحية)

[1] قال (وإذا اشترى أضحية، ثم باعها فاشترى مثلها فلا بأس بذلك)لأن بنفس الشراء لا تتعين الأضحية قبل أن يوجبها، وبعد الإيجاب يجوز بيعها في قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله ويكره، وفي قول أبي يوسف -رحمه الله -لا يجوز لتعلق حق الله تعالى بعينها، ولكنهما يقولان تعلق حق الله تعالى بها لا يزيل ملكه عنها، ولا يعجزه عن تسليمها وجواز البيع باعتبار الملك والقدرة على التسليم ألا ترى أنا نجوز بيع مال الزكاة لهذا.

والأصل فيه ما روى أن النبي -عليه الصلاة والسلام -دفع دينارا إلى حكيم بن حزام -رضي الله عنه -ليشترى له شاة للأضحية فاشترى شاة، ثم باعها بدينارين، ثم اشترى شاة بدينار وجاء بالشاة والدينار إلى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فأخبره بذلك .فقال -صلى الله عليه وسلم -بارك الله في صفقتك أما الشاة فضح بها وأما الدينار فتصدق به فقد جوز رسول الله -صلى الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور احادیث وآثار کی رُو سے احتیاط بھی اسی میں ہے، کہ خواہ غریب ہو یا امیر، ایک مرتبہ جانور خریدنے کے بعد بلاضرورت اس کو تبدیل نہ کرے، اور اسی کی قربانی کرے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عليه وسلم -بيعه بعد ما اشتراها للأضحية، وإن كانت الثانية شرا من الأولى، وقد كان أوجب الأولى فتصدق بالفضل فيما بين القيمتين أما جواز الثانية عن الأضحية فلاستجماع شرائط الجواز وأما التصدق فإنه لما أوجب الأولى فقد جعل ذلك القدر من ماله لله تعالى فلا يكون له أن يستفضل شيئا منه لنفسه فيتصدق بفضل القيمة كما أمر رسول الله -صلى الله عليه وسلم -حكيم بن حزام -رضى الله عنه -بالتصدق بالدينار.

ومن أصحابنا -رحمهم الله -من قال هذا إذا كان فقيرا أما إذا كان غنيا ممن يجب عليه الأضحية فليس عليه أن يتصدق بفضل القيمة؛ لأن فى حق الغنى الوجوب عليه بإيجاب الشرع فلا يتعين بتعيينه فى هذا المحل ألا ترى أنها لو هلكت بقيت الأضحية عليه .فإذا كان ما يضحى به محلا صالحا لم يلزمه شيء آخر وأما الفقير فليس عليه أضحية شرعا، وإنما لزمه بالتزامه فى هذا المحل بعينه؛ ولهذا لو هلكت لم يلزمه شيء آخر .فإذا استفضل لنفسه شيئا مما التزمه كان عليه أن يتصدق به.

قال الشيخ الإمام والأصح عندى أن الجواب فيهما سواء ؛ لأن الأضحية، وإن كانت واجبة على الغنى فى ذمته فهو متمكن من تعيين الواجب فى محل فيتعين بتعيينه فى هذا المحل من حيث قدر المالية؛ لأنه تعيين مقيد، وإن كان لا يتعين من حيث فراغ الذمة(المبسوط للسرخسى، ج ١٢ ص ١٣، كتاب الأضحية)

ل عَنْ عُرْوَةَ :أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ دِينَارًا يَشْتَرِى لَهُ بِهِ شَاةً، فَاشْتَرَى لَهُ بِهِ شَاتَيْنِ، فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِينَارٍ، وَجَاءَهُ بِدِينَارٍ وَشَاةٍ، فَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فِى بَيْعِهِ، وَكَانَ لَوِ اشْتَرَى التُّرَابَ لَرَبِحَ فِيهِ ، (بخارى، رقم الحديث ٣٦٤٢، مصنف ابن ابى شيبة، رقم الحديث ٣٧٤٤٦)

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ يَشْتَرِى لَهُ أُضْحِيَّةً بِدِينَارٍ، فَاشْتَرَى أُضْحِيَّةً، فَأُرْبِحَ فِيهَا دِينَارًا، فَاشْتَرَى أُخْرَى مَكَانَهَا، فَجَاءَ بِالأُضْحِيَّةِ وَالدِّينَارِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ :ضَحِّ بِالشَّاةِ، وَتَصَدَّقْ بِالدِّينَارِ (سنن الترمذى، رقم الحديث ١٢٥٧، واللفظ لهٗ، المعجم الكبير للطبرانى ،رقم الحديث ٣١٣٣، ورقم الحديث ٣١٣٤)

قال الترمذى :حَدِيثُ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هَذَا الوَجْهِ، وَحَبِيبُ بْنُ أَبِى ثَابِتٍ لَمْ يَسْمَعْ عِنْدِى مِنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ.

قال العينى:ورواه أبو داود أيضا عن محمد بن كثير .ولما أخرج الترمذى الحديثين لم يسكت عنهما، بل قال :وحبيب بن ثابت لم يسمع عندى من حكيم بن حزام، وأبو لبيد اسمه لمازة، وفى إسناد أبى داود مبهم .وقيل :حديث حكيم لا يصح لأنه إما منقطع أو فى إسناده مجهول .قلت: الانقطاع فى إسناد الترمذى والمجهول فى إسناد أبى داود، وقال ابن العربى :حديث عروة صحيح .وأما الإبهام الذى فى إسناد أبى داود فإنه روى عن شبيب عن فرقدة حدثنى الحى عن عروة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اگرچہ گنجائش اس کی بھی ہے کہ صاحبِ نصاب شخص کے لئے قربانی کا جانور خریدنے کے بعد

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

البارقی الحدیث .وقال الخطابی :یعنی الحی حدثوہ وما کان سبیلہ ہذا من الرواۃ لم تقم بہ الحجۃ، ووقع فی روایۃ الکرخی عن شبیب عن فرقدۃ یسمعہ من قومہ عن عروۃ البارقی، وروی أیضا من حدیث سفیان عن شبیب بن فرقدۃ قال :أخبرنا الحسن عن عروۃ البارقی الحدیث، وہذا الإسناد ما فیہ إبہام وہو صحیح کما قالہ ابن العربی(البنایۃ شرح الہدایۃ، ج۸ص ۳۱۴، کتاب البیوع، فصل فی بیع الفضولی)

عَنِ ابْنِ أَبِی مُلَیْکَۃَ ، وَعَطَاءٍ ؛ أَنَّ عَائِشَۃَ اشْتَرَتْ بَدَنَۃً فَأَضَلَّتْهَا ، فَاشْتَرَتْ مَکَانَهَا ، ثُمَّ وَجَدَتْهَا ، فَنَحَرَتْهُمَا جَمِیعًا ، ثُمَّ قَالَتْ :کَانَ فِی عِلْمِ اللهِ أَنْ أَنْحَرَهُمَا جَمِیعًا .وَذَلِکَ فِی التَّطَوُّعِ(مصنف ابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث ۱۴۶۵۴، کتاب المناسک،باب فِی الرَّجُلِ یَشْتَرِی الْبَدَنَۃَ ، فَتَضِلُّ فَیَشْتَرِی غَیْرَهَا)

عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِیهِ ؛ أَنَّ عَائِشَۃَ نَحَرَتْهُمَا جَمِیعًا (ایضاً، رقم الحدیث ۱۴۶۵۵)

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ ، عَنْ أَبِیهِ ، عَنْ عَائِشَۃَ ؛ أَنَّهَا أَهْدَتْ بَدَنَتَیْنِ فَأَضَلَّتْهُمَا ، فَأَهْدَی لَهَا ابْنُ الزُّبَیْرِ بَدَنَتَیْنِ فَنَحَرَتْهُمَا ، ثُمَّ وَجَدَتِ الْبَدَنَتَیْنِ فَنَحَرَتْهُمَا(ایضاً، رقم الحدیث ۱۴۶۵۹)

عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ مَاعِزِ بْنِ مَالِکٍ ، أَوْ مَالِکِ بْنِ مَاعِزٍ الثَّقَفِیِّ ، قَالَ :سَاقَ أَبِی هَدْیَیْنِ عَنْ نَفْسِهِ وَامْرَأَتِهِ وَابْنَتِهِ ، فَأَضَلَّهُمَا بِذِی الْمَجَازِ ، فَلَمَّا کَانَ یَوْمُ النَّحْرِ ذَکَرَ ذَلِکَ لِعُمَرَ ، فَقَالَ :تَرَبَّصِ الْیَوْمَ وَغَدًا وَبَعْدَ غَدٍ ، فَإِنَّمَا النَّحْرُ فِی هَذِهِ الثَّلاَثَۃِ الأَیَّامِ ، فَإِنْ وَجَدْتَ هَدْیَیْکَ فَانْحَرْهُمَا جَمِیعًا ، فَإِنْ لَمْ تَجِدْهُمَا فَاشْتَرِ هَدْیَیْنِ فِی الْیَوْمِ الثَّالِثِ ، فَانْحَرْهُمَا وَلاَ تُحِلَّ مِنْکَ حَرَامًا حَتَّی تَنْحَرَهُمَا ، أَوْ هَدْیَیْنِ آخَرَیْنِ ، فَإِنْ نَحَرْتَ الْهَدْیَیْنِ اللَّذَیْنِ اشْتَرَیْتَ وَوَجَدْتَ الْهَدْیَیْنِ الضَّالَّیْنِ بَعْدُ فَانْحَرْهُمَا(ایضاً، رقم الحدیث ۱۴۶۵۶)

عَنْ أَبِی الْخُصَیْبِ الْقَیْسِیِّ ؛ أَنَّهُ أَهْدَی عَنْ أُمِّهِ بَدَنَۃً فَأَضَلَّهَا ، فَاشْتَرَی مَکَانَهَا أُخْرَی ، فَقَلَّدَهَا ، ثُمَّ وَجَدَ الأُولَی ، فَسَأَلَ ابْنَ عُمَرَ ؟ فَقَالَ :انْحَرْهُمَا جَمِیعًا(ایضاً، رقم الحدیث ۱۴۶۵۷)

عَنْ قَتَادَۃَ ، عَنْ أَبِی طَالِبٍ الْحَجَّامِ ، وَکَانَ ثِقَۃً ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ، قَالَ :یَنْحَرُهُمَا جَمِیعًا(ایضاً، رقم الحدیث ۱۴۶۵۸)

عَنْ أَیُّوبَ ، عَنْ عَلِیِّ بْنِ نَافِعٍ ، قَالَ :سُقْتُ بَدَنَۃً فَأَضَلَلْتُهَا ، فَاشْتَرَیْتُ أُخْرَی فَنَحَرْتُهَا ، ثُمَّ وَجَدْتُ الأُولَی ، فَسَأَلْتُ عُرْوَۃَ بْنَ الزُّبَیْرِ ؟ فَقَالَ :انْحَرْهُمَا ، وَسَأَلْتُ عِکْرِمَۃَ ؟ فَقَالَ :نَاقَۃٌ مِنْ إِبِلِکَ(ایضاً، رقم الحدیث ۱۴۶۶۰)

عَنْ حَجَّاجٍ ، عَنْ أَبِی بَکْرِ بْنِ أَبِی الْجَهْمِ ، قَالَ :سَأَلْتُ عَنْهُ قَبِیصَۃَ بْنَ ذُؤَیْبٍ ؟ فَقَالَ :انْحَرْهُمَا جَمِیعًا(ایضاً، رقم الحدیث ۱۴۶۶۲)

عَنْ کَثِیرِ بْنِ شِنْظِیرٍ ، عَنْ عَطَاءٍ ، قَالَ :إِذَا کَانَتِ الأُولَی تَطَوُّعًا نَحَرَهُمَا جَمِیعًا ، وَإِذَا کَانَتْ وَاجِبَۃً صَنَعَ بِالأُخْرَی مَا شَاءَ(ایضاً، رقم الحدیث ۱۴۶۶۳)

عَنِ الْحَسَنِ ، وَعَطَاءٍ ؛ أَنَّهُمَا قَالاَ فِی رَجُلٍ أَضَلَّ بَدَنَتَہُ تَطَوُّعًا ، فَاشْتَرَی أُخْرَی ، قَالاَ :إِنْ کَانَ قَلَّدَ الَّذِی اشْتَرَی نَحَرَهُمَا ، وَإِنْ کَانَ لَمْ یُقَلِّدْهَا بَاعَهَا إِنْ شَاءَ(ایضاً، رقم الحدیث ۱۴۶۶۴)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تبدیل کرنا اور اس سے کم قیمت کا لینا جائز ہے، مگر احتیاط وافضلیت اسی میں ہے کہ جب تک کوئی عذر نہ ہو، تو اس کو تبدیل نہ کرے، اور اگر تبدیل کرے، تو اس سے کم قیمت کا نہ خریدے، اور اگر کم قیمت کا خرید لے، تو اضافی رقم کو صدقہ کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ نمبر ۱۳...... اگر غریب (یعنی غیر صاحبِ نصاب) شخص نے قربانی کے لئے جانور خرید لیا، لیکن وہ اس جانور کی قربانی کرنے سے پہلے فوت ہوگیا، یا یہ جانور چوری ہوگیا، تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۱۴...... اگر غریب (یعنی غیر صاحبِ نصاب) شخص نے قربانی کا جانور صحیح سالم خریدا، اور پھر اس میں ایسا عیب پیدا ہوگیا کہ جس کی وجہ سے قربانی جائز نہیں، مثلاً اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی، تو غریب کو اسی جانور کی قربانی کرنا جائز ہے۔ [۲]

مسئلہ نمبر ۱۵...... اگر غریب (یعنی غیر صاحبِ نصاب) شخص نے قربانی کے لئے جانور خریدا نہیں، بلکہ اس کا پالتو تھا مثلاً اپنے یہاں پیدا ہوا تھا یا اس کو کسی نے ہبہ کیا تھا، پھر بعد میں اس کی قربانی کی نیت کرلی، یا یہ جانور کسی سے خریدا تھا، مگر خریدتے وقت قربانی کی نیت نہیں

---

[۱] الشراء من الفقير للأضحية بمنزلة النذر فإذا هلكت فقد هلك محل إقامة الواجب فيسقط عنه وليس عليه شيء آخر بإيجاب الشرع ابتداء لفقد شرط الوجوب وهو اليسار(بدائع الصنائع، ج۵ص ٦٦ ، كتاب التضحية، فصل فى انواع كيفة الوجوب)

[۲] بلکہ اگر غریب نے ابتداءً ہی قربانی کی نیت سے عیب دار جانور خریدا ہو، تب بھی فقہی تصریحات کے مطابق اُس غریب کو اِس عیب دار جانور کی قربانی کرنا جائز ہے۔

فأما إذا كان معسرا اشتراها للأضحية أو أوجبها بعينها ثم اعترضت آفة مانعة عن الجواز يجوز له أن يضحى بها لأنها معينة فى حقه ففوات بعضها كفوات كلها حتى لا يجب عليه شيء لكونها معنية حتى لو أوجب الفقير أضحية بغير عينها فاشترى صحيحة ثم تعيبت قبل الذبح بعيب مانع فضحى لا يسقط عنه الواجب لما قلنا(تحفة الفقهاء ، ج۳ص ٨٦،٨٧، كتاب الأضحية)

ثم كل عيب يمنع الأضحية ففى حق الموسر يستوى أن يشتريها كذلك أو يشتريها وهى سليمة فصارت معيبة بذلك العيب لا تجوز على كل حال، وفى حق المعسر تجوز على كل حال، كذا فى المحيط(الفتاوى الهندية، ج۵ص ٢٩٩، كتاب الأضحية،الباب الخامس فى بيان محل إقامة الواجب)

وكذا لو كانت معيبة وقت الشراء جاز ذبحها لما ذكرنا أنه ليس بواجب عليه(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج٦ص٧، كتاب الأضحية)

Idara Ghufran

تھی، اگرچہ خریدنے کے بعد قربانی کی نیت کرلی ہو، تو اس پر قربانی واجب نہیں ہوئی۔
اور اس صورت میں اگر قربانی کے دن گزر گئے اور اس نے قربانی نہیں کی یا وہ جانور گم یا چوری ہوگیا یا مرگیا تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۶...... جانور گھر کا پالتو ہو یا خریدنے کے بعد قربانی کی نیت کی ہو، تو یہ جانور قربانی کے لئے متعین نہیں ہوتا، اس لئے اس کا بدلنا امیر اور غریب (یعنی صاحبِ نصاب اور غیر صاحبِ نصاب) دونوں کو جائز ہے خواہ دوسرا جانور پہلے سے کم قیمت کا ہو یا زیادہ کا۔
ایسا جانور اگر گم یا چوری ہوجائے یا مرجائے تو امیر (یعنی صاحبِ نصاب) پر دوسری قربانی لازم ہے (خواہ وہ اس سے کم قیمت کی ہو یا زیادہ کی) اور غریب (یعنی غیر صاحبِ نصاب) پر کچھ بھی لازم نہیں خواہ چوری یا گم شدہ جانور بعد میں مل بھی جائے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۱۷...... قربانی کی نیت سے خریدا ہوا جانور ہلاک ہوجائے یا چوری ہوجائے یا گم ہوجائے اور نہ ملے تو مالدار یعنی نصاب والے شخص پر دوسرے جانور کی قربانی واجب ہے خواہ وہ جانور پہلے جانور سے کم قیمت ہی کا ہو اور غریب پر یعنی جو نصاب والا نہیں دوسرے جانور

---

[1] ولو كان فى ملك إنسان شاة فنوى أن يضحى بها أو اشترى شاة ولم ينو الأضحية وقت الشراء ثم نوى بعد ذلك أن يضحى بها لا يجب عليه سواء كان غنيا أو فقيرا؛ لأن النية لم تقارن الشراء فلا تعتبر(بدائع الصنائع، ج۵ ص ۶۲، كتاب التضحية، صفة التضحية)
ولو ملك إنسان شاة فنوى أن يضحى بها، أو اشترى شاة ولم ينو الأضحية وقت الشراء ثم نوى بعد ذلك أن يضحى بها لا تجب عليه سواء كان غنيا أو فقيرا(الفتاوى الهندية، ج۵ ص ۲۹۱، كتاب الأضحية، الباب الأول)
(قوله شراها لها) فلو كانت فى ملكه فنوى أن يضحى بها أو اشتراها ولم ينو الأضحية وقت الشراء ثم نوى بعد ذلك لا يجب، لأن النية لم تقارن الشراء فلا تعتبر بدائع(رد المحتار على الدر المختار، ج۶ ص ۳۲۱، كتاب الأضحية)

[2] إذا اشترى شاة بغير نية الأضحية، ثم نوى الأضحية بعد الشراء لم يذكر هذا فى ظاهر الرواية، وروى الحسن عن أبى حنيفة -رحمه الله تعالى- أنها لا تصير أضحية حتى لو باعها يجوز بيعها وبه نأخذ(الفتاوى الهندية، ج۵ ص ۲۹۴، كتاب الأضحية، الباب الثانى)
و أما إذا اشترى شاة بغير نية الأضحية ثم نوى الأضحية بعد الشراء لم يذكر هذا فى ظاهر الرواية و روى الحسن عن أبى حنيفة رحمه الله تعالى أنه لا تصير أضحية لو باعها يجوز بيعها و به نأخذ(فتاوى قاضى خان، كتاب الأضحية)

Idara Ghufran

کی قربانی واجب نہیں، پھر اگر قربانی کے دن گزرنے کے بعد وہ جانور مل گیا تو غریب پر اس جانور کا زندہ صدقہ کرنا واجب ہے اور امیر پر واجب نہیں، جبکہ امیر شخص نے قربانی کے دنوں میں دوسرا جانور خرید کر قربانی کر دی ہو۔ [1]

---

[1] اور یہ سب حکم اس مشہور روایت کے مطابق ہے، جس کی رُو سے فقیر کا شراء موجب ہے، اور غنی کا شراء موجب نہیں۔ چنانچہ امداد الفتاویٰ میں ہے کہ:

''اس بار کی وجہ خود اس غریب کا دوسرا جانور خرید کر لینا ہے، اگر یہ دوسرا جانور نہ خریدتا تو اس کے ذمہ کچھ بھی نہ تھا، پھر اگر پہلا بھی مل جاتا تو اس کے ذمہ وہی ایک رہتا کہ وہ بھی خریدنے ہی سے واجب ہوا تھا، سو جب اس نے دوسرا خرید لیا وہ بھی واجب ہو گیا اور امیر آدمی پر خود شرع سے قربانی واجب ہے گو نہ خریدے تب بھی خریدنا واجب ہے اور یہ واجب ایک ہے۔ پس خواہ یہ کتنے ہی خریدے وہ ایک ہی واجب رہے گا، اور اگر پہلا نہ ملتا تو دوسرا خریدنا واجب ہوتا اور غریب آدمی جتنے خریدتا جائے گا سب واجب ہوتے جائیں گے'' (امداد الفتاویٰ ج۳ ص۵٦٦)

اور احسن الفتاویٰ میں ہے کہ:

راجح یہ ہے کہ فقیر پر دونوں کا ذبح کرنا واجب ہے۔ فقیر پر وجوب کے یہ دونوں قول اس روایت پر مبنی ہیں، جس میں شراء الفقیر بنیۃ الاضحیۃ کو موجب قرار دیا گیا ہے، دوسری روایت عدمِ وجوب کی بھی ہے، یہ دونوں روایتیں ظاہر الروایۃ ہیں، ورواية الوجوب احوط واشهر والثانية اوسع وايسر (احسن الفتاویٰ، ج۷ ص۵۰۵)

شراء الفقیر بنیۃ الاضحیۃ کے موجب تضحیہ ہونے میں اختلاف ہے، وجوب وعدمِ وجوب دونوں قول ہیں، اور دونوں ظاہر الروایہ ہیں، والاول احوط واشهر واوفق لقاعدة ''الاحتياط فی باب العبادات واجب'' والثانی اوسع وايسر واوفق لقاعدة ''ان النذر لا ينعقد حتى يتلفظ بصيغة الالتزام والايجاب (احسن الفتاویٰ، ج۷ ص۵۳۰)

مگر صاحبِ عنایہ نے عدمِ وجوب کی روایت کو نادرُ الروایۃ قرار دیا ہے۔ محمد رضوان

فی الدر: ضلت اوسرقت فاشترىٰ اخرىٰ ثم وجدها فالافضل ذبحهما وان ذبح الاولىٰ جاز وكذاالثانية لوقيمتها كالاولىٰ اواكثروان قل ضمن الزائد ويتصدق به بلافرق بين غنى وفقير وقال بعضهم ان وجبت عن يساركفكذالجواب وان عن اعسار ذبحهماينابيع (وفى الشامية)قوله ثم وجدها اى الضالة اوالمسروقة بمعنى وصلت الى يده وهذا اذا وجدفى ايام النحر.(قوله وقال بعضهم الخ) اقتصرعليه فى البدائع وقال السائحانى وبه جزم الشمنى كماسيذكره الشارح وهوالموافق للقواعد اه وفى البدائع ولولم يذبح الثانية حتى مضت ايام النحر ثم وجدالاولىٰ عليه أن يتصدق بافضلهما ولايذبح (ردالمحتار ج ٦ ص ٣٢٣كذا فى ص ٣٢٦، حواله)

اشترى شاتين للأضحية، فضاعت إحداهما، فضحى بالثانية، ثم وجدها فى أيام النحر، أو بعد أيام النحر، فلا شيء عليه؛ سواء كانت هى أرفع من التى ضحى بها أو دون منها، ولو اشترى شاة للاضحية ،ثم اشترىٰ أخرى للأضحية، ثم ضاعت الأولى، فضحى بالثانية، ثم وجد الأولى، فإن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

البتہ اگر دوسرا جانور خرید لیا اور پھر اتفاق سے قربانی کے دنوں میں ہی وہ پہلا جانور بھی مل گیا تو اگر اس پر قربانی واجب تھی یعنی یہ صاحبِ نصاب شخص تھا تو ایک ہی جانور کی قربانی اس پر واجب ہے (دونوں میں سے خواہ کسی کی قربانی کردے اور اگر پہلے جانور کے ملنے سے پہلے ہی دوسرے کی قربانی کردی ہو تب بھی ٹھیک ہے لیکن اس میں اتنی تفصیل ہے کہ اگر پہلے جانور کی قربانی کرے تب تو خیر اور اگر دوسرے جانور کی قربانی کرے تو دیکھنا چاہئے کہ وہ قیمت میں پہلے جانور سے کم تو نہیں اگر کم ہے تو جتنے دام کم ہوں اتنے دام غریبوں کو صدقہ کرنا بہتر ہے، اور دونوں ہی کو ذبح کردے تو بہتر ہے)

اور اگر اس پر قربانی واجب نہیں تھی یعنی وہ صاحبِ نصاب نہیں تھا تو دونوں جانوروں کی قربانی اس پر واجب ہوگی (یہ تفصیل قربانی کی نیت سے خریدے ہوئے جانور کے بارے میں تھی) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كانت مثل الثانية أو دون فلا شيء عليه، وإن كان أفضل تصدق بفضل ما بينهما في مسائل الخوميني (المحيط البرهاني، ج٨ص ٤٨١، كتاب الاضحية، الفصل التاسع في المتفرقات)

وقوله (وعلى الفقير ذبحهما) لأن الوجوب عليه بالشراء وقد تعدد، وهذا الذي ذكره من الأصل يوافق ما ذكره شيخ الإسلام -رحمه الله- أن المشتري إذا كان موسرا لا تصير واجبة بالشراء بنية الأضحية باتفاق الروايات، وإن كان معسرا ففي ظاهر الرواية عن أصحابنا -رحمهم الله- تجب. وروى الزعفراني عن أصحابنا أنها لا تجب وهو رواية النوادر (العناية شرح الهداية، ج ٩ ص ٥١٦، كتاب الأضحية)

وإن كان المشتري فقيراً ذكر شيخ الإسلام خواهر زاده رحمه الله تعالى في شرح كتاب الأضحية أن في ظاهر الرواية أصحابنا تصير واجبة للأضحية. وروى الزعفراني عن أصحابنا: أنها لا تصير واجبة وإلى هذا أشار شمس الأئمة السرخسي في شرحه، وذكر شمس الأئمة الحلواني أن في ظاهر رواية أصحابنا لا تصير واجبة الأضحية (المحيط البرهاني، ج٨ص ٤٥٩، كتاب الأضحية، الفصل الثاني في وجوب الأضحية بالنذر، وما هو في معناه)

[1] وعلى هذا يخرج ما إذا اشترى شاة للأضحية وهو موسر، ثم إنها ماتت أو سرقت أو ضلت في أيام النحر أنه يجب عليه أن يضحي بشاة أخرى؛ لأن الوجوب في جملة الوقت والمشتري لم يتعين للوجوب والوقت باق -وهو من أهل الوجوب- فيجب. إلا إذا كان عينها بالنذر بأن قال لله تعالى على أن أضحي بهذه الشاة -وهو موسر أو معسر- فهلكت أو ضاعت أنه تسقط عنه التضحية بسبب النذر؛ لأن المنذور به معين لإقامة الواجب فيسقط الواجب بهلاكه؛ كالزكاة تسقط بهلاك النصاب عندنا غير أنه إن كان الناذر موسرا تلزمه شاة أخرى بإيجاب الشرع ابتداء لا بالنذر.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۸......قربانی کے لئے خرید شدہ جانور کا دودھ، اُون وغیرہ استعمال میں نہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وإن كان معسرا فاشترى شاة للأضحية فهلكت في أيام النحر أو ضاعت سقطت عنه وليس عليه شيء آخر لما ذكرنا أن الشراء من الفقير للأضحية بمنزلة النذر فإذا هلكت فقد هلك محل إقامة الواجب فيسقط عنه وليس عليه شيء آخر بإيجاب الشرع ابتداء لفقد شرط الوجوب وهو اليسار.

ولو اشترى الموسر شاة للأضحية فضلت فاشترى شاة أخرى ليضحي بها ثم وجد الأولى في الوقت فالأفضل أن يضحي بهما؛ فإن ضحى بالأولى أجزأه ولا تلزمه التضحية بالأخرى ولا شيء عليه غير ذلك؛ سواء كانت قيمة الأولى أكثر من الثانية أو أقل، والأصل فيه ما روى عن سيدتنا عائشة -رضي الله عنها- أنها ساقت هديا فضاع فاشترت مكانه آخر ثم وجدت الأول فنحرتهما ثم قالت: "الأول كان يجزء عني" فثبت الجواز بقولها والفضيلة بفعلها -رضي الله عنها-.

ولأن الواجب في ذمته ليس إلا التضحية بشاة واحدة وقد ضحى، وإن ضحى بالثانية أجزأه وسقطت عنه الأضحية وليس عليه أن يضحي بالأولى؛ لأن التضحية بها لم تجب بالشراء بل كانت الأضحية واجبة في ذمته بمطلق الشاة فإذا ضحى بالثانية فقد أدى الواجب بها، بخلاف المتنفل بالأضحية إذا ضحى بالثانية أنه يلزمه التضحية بالأولى أيضا؛ لأنه لما اشتراها للأضحية فقد وجب عليه التضحية بالأولى أيضا بعينها فلا يسقط بالثانية بخلاف الموسر فإنه لا يجب عليه التضحية بالشاة المشتراة بعينها وإنما الواجب في ذمته -وقد أداه بالثانية- فلا تجب عليه التضحية بالأولى.

وسواء كانت الثانية مثل الأولى في القيمة أو فوقها أو دونها لما قلنا، غير أنها إن كانت دونها في القيمة يجب عليه أن يتصدق بفضل ما بين القيمتين؛ لأنه بقيت له هذه الزيادة سالمة من الأضحية فصار كاللبن ونحوه ولو لم يتصدق بشيء ولكنه ضحى بالأولى أيضا -وهو في أيام النحر- أجزأه وسقطت عنه الصدقة؛ لأن الصدقة إنما تجب خلفا عن فوات شيء من شاة الأضحية فإذا أدى الأصل في وقته سقط عنه الخلف وأما على قول أبي يوسف -رحمه الله- فإنه لا تجزيه التضحية إلا بالأولى؛ لأنه يجعل الأضحية كالوقف ولو لم يذبح الثانية حتى مضت أيام النحر ثم وجد الأولى ذكر الحسن بن زياد في الأضاحي أن عليه أن يتصدق بأفضلهما ولا يذبح وذكر فيها أنه قول زفر وأبي يوسف والحسن بن زياد -رحمهم الله-؛ لأنه لم يجب عليه في آخر الوقت إلا التضحية بشاة، فإذا خرج الوقت تحول الواجب من الإراقة إلى التصدق بالعين(بدائع الصنائع ، ج٥ص٦٦، كتاب التضحية،فصل في أنواع كيفية الوجوب)

اگر کسی غیر صاحبِ نصاب نے قربانی کا جانور خریدا، یا صاحبِ نصاب نے قربانی کا جانور خریدا، مگر اس جانور کے خریدنے سے اس کا مال کم ہو گیا، اور وہ صاحبِ نصاب نہیں رہا، پھر ایامِ اضحیہ میں یہ جانور چوری ہو گیا، تو دونوں قسم کے اشخاص پر کچھ بھی واجب نہیں۔

ولو اشترى شاة للأضحية وهو معسر أو كان موسرا فانتقص نصابه بشراء الشاة ثم ضلت فلا شيء عليه ولا يجب عليه شيء آخر؛ أما الموسر فلفوات شرط الوجوب وقت الوجوب وأما المعسر فلهلاك محل إقامة الواجب فلا يلزمه شيء آخر .(بدائع الصنائع ج٥ص٦٦، كتاب التضحية، فصل في أنواع كيفية الوجوب)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

لایا جائے، اس پر سواری نہ کی جائے اور اس کو کرایہ پر نہ دیا جائے۔

غرضیکہ اس سے کوئی نفع حاصل نہ کیا جائے ایسے جانور کے تھنوں میں اگر دودھ ہو، تو ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مار کر خشک کر دینا چاہیے۔

اگر خشک نہ ہو اور جانور کو تکلیف ہو رہی ہو تو نکال کر صدقہ کر دینا چاہئے اور جتنا اس سے نفع حاصل کر لیا ہو اتنی مالیت کا صدقہ کر دینا چاہئے۔ [1]

---

[1] اور بعض مشائخ نے یہ حکم غریب کے قربانی کی نیت سے خرید کردہ جانور تک محدود رکھا ہے، اور صاحبِ نصاب شخص کے لئے قربانی کی نیت سے خرید کردہ جانور سے انتفاع کو جائز قرار دیا ہے، لانہ لم یتعین للاضحیۃ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ولو اشترى شاة للأضحية فيكره أن يحلبها أو يجز صوفها فينتفع به لأنه عينها للقربة فلا يحل له الانتفاع بجزء من أجزائها قبل إقامة القربة فيها، كما لا يحل له الانتفاع بلحمها إذا ذبحها قبل وقتها ولأن الحلب والجز يوجب نقصا فيها وهو ممنوع عن إدخال النقص فى الأضحية، ومن المشايخ من قال هذا فى الشاة المنذور بها بعينها من المعسر أو الموسر أو الشاة المشتراة للأضحية من المعسر فأما المشتراة من الموسر للأضحية فلا بأس أن يحلبها ويجز صوفها؛ لأن فى الأول تعينت الشاة لوجوب التضحية بها بدليل أنه لا تقوم التضحية بغيرها مقامها وإذا تعينت لوجوب التضحية بها بتعيينه لا يجوز له الرجوع فى جزء منها، وفى الثانى لم تتعين للوجوب بل الواجب فى ذمته وإنما يسقط بها ما فى ذمته بدليل أن غيرها يقوم مقامها فكانت جائزة الذبح لا واجبة الذبح، والجواب على نحو ما ذكرنا فيما تقدم أن المشتراة للأضحية متعينة للقربة إلى أن يقام غيرها مقامها فلا يحل الانتفاع بها ما دامت متعينة ولهذا لا يحل له لحمها إذا ذبحها قبل وقتها، فإن كان فى ضرعها لبن -وهو يخاف عليها إن لم يحلبها- نضح ضرعها بالماء البارد حتى يتقلص اللبن لأنه لا سبيل إلى الحلب ولا وجه لإبقائها كذلك لأنه يخاف عليها الهلاك فيتضرر به فتعين نضح الضرع بالماء البارد لينقطع اللبن فيندفع الضرر فإن حلب تصدق باللبن لأنه جزء من شاة متعينة للقربة ما أقيمت فيها القربة فكان الواجب هو التصدق به، كما لو ذبحت قبل الوقت فعليه أن يتصدق بمثله لأنه من ذوات الأمثال، وإن تصدق بقيمته جاز لأن القيمة تقوم مقام العين، وكذلك الجواب فى الصوف والشعر والوبر (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج۵، ص۷۸، كتاب التضحية، فصل فى بيان ما يستحب قبل التضحية وبعدها وما يكره)

ويكره له ركوب الأضحية واستعمالها والحمل عليها، فإن فعل فلا شىء عليه إلا أن يكون نقصها ذلك فعليه أن يتصدق بنقصانها، ولو آجرها صاحبها ليحمل عليها قال بعض المشايخ: ينبغى أن يغرم ما نقصها الحمل فإنه ذكر فى المنتقى فى رجل أهدى ناقة ثم آجرها ثم حمل عليها فإن صاحبها يغرم ما نقصها ذلك ويتصدق بالكراء كذا ههنا (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج۵، ص۷۹، كتاب التضحية، فصل فى بيان ما يستحب قبل التضحية وبعدها وما يكره)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

البتہ اگر جانور باہر خود چل پھر کر چارہ نہیں کھاتا، بلکہ مالک اس کو چارہ خود کھلاتا ہے، خواہ خرید کر یا خریدے بغیر کہیں سے کاٹ کر لاتا ہے (جیسا کہ آج کل شہروں میں ہوتا ہے) تو ایک روایت کے مطابق اس کا دودھ، اون، گوبر وغیرہ کا اپنے استعمال میں لانا جائز ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولو اشترى شاة للأضحية يكره أن يحلبها أو يجز صوفها فينتفع به؛ لأنه عينها للقربة فلا يحل له الانتفاع بجزء من أجزائها قبل إقامة القربة بها، كما لا يحل له الانتفاع بلحمها إذا ذبحها قبل وقتها، ومن المشايخ من قال :هذا فى الشاة المنذور بها بعينها من المعسر والموسر، وفى الشاة المشتراة للأضحية من المعسر فأما المشتراة من الموسر للأضحية فلا بأس أن يحلبها ويجز صوفها، كذا فى البدائع .والصحيح أن الموسر والمعسر فى حلبها وجز صوفها سواء هكذا فى الغياثية .ولو حلب اللبن من الأضحية قبل الذبح أو جز صوفها يتصدق به، ولا ينتفع به، كذا فى الظهيرية .وإذا ذبحها فى وقتها جاز له أن يحلب لبنها ويجز صوفها وينتفع به؛ لأن القربة أقيمت بالذبح، والانتفاع بعد إقامة القربة مطلق كالأكل، كذا فى المحيط.

وإن كان فى ضرعها لبن ويخاف ينضح ضرعها بالماء البارد، فإن تقلص وإلا حلب وتصدق، ويكره ركوبها واستعمالها كما فى الهدى، فإن فعل فنقصها فعليه التصدق بما نقص، وإن آجرها تصدق بأجرها، ولو اشترى بقرة حلوبة وأوجبها أضحية فاكتسب مالا من لبنها يتصدق بمثل ما اكتسب ويتصدق بروثها(الفتاوىٰ الهندية، ج٥ص ٣٠٠، ٣٠١، كتاب الاضحية،الباب السادس فى بيان ما يستحب فى الأضحية والانتفاع بها)

(وكره) (جز صوفها قبل الذبح) لينتفع به، فإن جزه تصدق به، ولا يركبها ولا يحمل عليها شيئا ولا يؤجرها فإن فعل تصدق بالأجرة حاوى الفتاوى لأنه التزم إقامة القربة بجميع أجزائها (بخلاف ما بعده) لحصول المقصود مجتبى.(ويكره) (الانتفاع بلبنها قبله) كما فى الصوف، ومنهم من أجازهما للغنى لوجوبهما فى الذمة فلا تتعين زيلعى(الدرالمختار، كتاب الاضحية)

(قوله فإن جزه تصدق به إلى قوله حاوى الفتاوى) يوجد فى بعض النسخ :وقوله فإن فعل تصدق بالأجرة :أى فيما لو آجرها، وأما إذا ركبها أو حمل عليها تصدق بما نقصته كما فى الخلاصة . وفى الدر المنتقى عن الظهيرية :وعمل الجلد جرابا وأجره لم يجز وعليه التصدق بالأجرة (قوله لأنه التزم إقامة القربة بجميع أجزائها) فيه أن القربة تتأدى بالإراقة فهى تقوم بها لا بغيرها فكيف يكره منح، ويأتى دفعه قريبا(قوله ويكره الانتفاع بلبنها) فإن كانت التضحية قريبة ينضح ضرعها بالماء البارد وإلا حلبه وتصدق به كما فى الكفاية (قوله لوجوبها فى الذمة فلا تتعين) والجواب أن المشتراة للأضحية متعينة للقربة إلى أن يقام غيرها مقامها فلا يحل له الانتفاع بها ما دامت متعينة ولهذا لا يحل له لحمها إذا ذبحها قبل وقتها بدائع، ويأتى قريبا أنه يكره أن يبدل بها غيرها فيفيد التعين أيضا، وبه اندفع ما مر عن المنح فتدبر(ردالمحتار، ج٦ص ٣٢٩، كتاب الاضحية)

م :(قال :ويكره أن يجز صوف أضحيته وينتفع به قبل أن يذبحها) ش :هذا من مسائل "الأصل "

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

لہٰذا بوقتِ ضرورت مثلاً چارہ کی قیمت میں دشواری ہونے کی صورت میں اس پر عمل کی گنجائش ہے۔ [1]

اسی طرح اگر جانور گھر کا پالتو ہو، یا جانور خریدا ہو، مگر خریدتے وقت قربانی کی نیت نہ ہو، اگرچہ بعد میں قربانی کی نیت کر لی ہو تو بھی بعض حضرات کے نزدیک اس کا دودھ اور اون

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذكره تفريعا على مسألة القدورى :وعن أحمد :إن كان الجز أنفع لها بأن كان فى الربيع لا يكره . م :(لأنه التزم إقامة القربة بجميع أجزائها بخلاف ما بعد الذبح؛ لأنه أقيمت القربة بها) ش :أى بالأضحية م :(كما فى الهدى) ش :أى كما لا ينبغى، أن يجز الصوف فى الهدى لكونه قربة مع أجزائه. م :(ويكره أن يحلب لبنها) ش :أى لبن الأضحية م :(فينتفع به كما فى الصوف) ش: بالنصب أى لأن ينتفع به أى باللبن .وقال الشافعي وأحمد :إن كان الحلب يضر بها أو ينقص لحمها، لم يكن له حلبه وإلا فله حلبه، والانتفاع باللبن، وعندنا إذا كان يضر بها لا يحلبها ولكن يرش على الضرع بالماء، وقالوا :هذا إذا كان يقرب من أيام النحر، أما إذا كان بالبعد منها لا يفيد الرش بل يحلبها ويتصدق باللبن، ثم هذه الكراهة فى الحلب وجز الصوف فى التى عينها العرق، أما فى غيرها لا .وقال القدورى فى "شرحه" :"من أصحابنا من قال :هذا فى التى أوجبها وليست واجبة، مثل المعسر إذا اشترى أو الموسر إذا اشترى ثانية؛ لأن الإيجاب يتعين فيها، فلم يجز الرجوع فى جزء منها، أما الموسر إذا عين أضحيته فلا بأس أن يحلبها أو يجزها؛ لأن الوجوب لم يتعين فيها وإنما هو فى ذمته ويسقط بالذبح ما يثبت فى الذمة. فإذا كان عند الذبح بصفة الجواز فكأنه ابتدأ شراء ها على هذه الصفة، فأما إذا ذبحها فى وقتها جاز له أن يحلب لبنها فيأكله ويجز صوفها فينتفع بها فى الوجهين؛ لأن القربة تعينت فيها بالذبح فجاز الانتفاع بلبنها وصوفها كما يجوز بلحمها. وقال الكرخي فى "مختصره" :"ولا ينبغى أن يحلبها قبل الذبح وإن فعل تصدق باللبن(البناية شرح الهداية، ج١٢ ص٥٦، ٥٧، كتاب الأضحية)

واذا اشترى بقرا او بعيرا واوجبه اضحية يكره له ركوبه واستعماله ، فان فعل ذلك ونقصه تصدق بما نقصه ، وان آجره تصدق باجره (خلاصة الفتاوىٰ ج٤ص ٣٢٢، كتاب الاضحية)

واختلف المشائخ رحمه الله فى قوله فاوجبها اضحية ، قال بعضهم اوجبها بلسانه بعد الشراء ، فيقول لله على ان اضحى بهذه الشاة ، وقال بعضهم اراد به انه اشتراها بنية الاضحية ، وقوله اوجبها اى بذلك الشراء ،قال وظاهر المذهب هذا (خلاصة الفتاوىٰ ج٤ص ٣١٩، كتاب الاضحية)

[1] فإن كان يعلفها فما اكتسب من لبنها أو انتفع من روثها فهو له، ولا يتصدق بشىء ، كذا فى محيط السرخسى(الفتاوى الهندية، ج٥ص ٣٠١،كتاب الأضحية،الباب السادس فى بيان ما يستحب فى الأضحية والانتفاع بها)

ويتصدق باللبن وما اصاب من لبنها تصدق بمثله او قيمته ، وكذا الاوبار ، الا ان يعلفها بقدرها (خلاصة الفتاوىٰ ج٤ص ٣٢١، كتاب الاضحية)

Idara Ghufran

وغیرہ کا استعمال میں لانا، اور اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے۔ ۱؎

مسئلہ نمبر ۱۹...... اگر ذبح کرنے کے بعد اون کاٹی جائے تو اسے اپنے استعمال میں لانا جائز ہے، اسے بیچ کر قیمت استعمال میں لانا صحیح نہیں، اگر بیچ دی تو قیمت صدقہ کر دینی چاہئے (جیسا کہ کھال کا حکم ہے، جو آگے کھال کے احکام میں آتا ہے) ۲؎

مسئلہ نمبر ۲۰...... اگر خریدار اور فروخت کنندہ زندہ جانور کو وزن کر کے خرید وفروخت پر راضی

۱؎ چنانچہ احسن الفتاویٰ میں ہے کہ:

مندرجہ ذیل صورتوں میں قربانی کے جانور کا دودھ استعمال میں لانا اور اس سے نفع حاصل کرنا بلا کراہت جائز ہے: (۱)...... جانور گھر کا پالتو ہو (۲)...... جانور خریدا ہو، مگر خریدتے وقت قربانی کی نیت نہ ہو (۳)...... قربانی کی نیت سے خریدا ہو، مگر اس کی گزر باہر چرنے پر نہ ہو، بلکہ گھر میں چارہ کھاتا ہو۔

اگر قربانی کی نیت سے خریدا ہو، اور باہر چر کر گزر کرتا ہو، تو اس کے دودھ کے بارے میں اختلاف ہے، جواز وعدمِ جواز دونوں ظاہر الروایۃ ہیں ''والاول اوسع والیسر والثانی احوط واشہر، وفی قول یجوز للغنی لاللفقیر''

قول عدمِ جواز کے مطابق اس کا دودھ استعمال میں لانا مکروہ ہے، اگر دودھ نکال لیا، تو اس کا صدقہ کرنا واجب ہے، ایسے جانور کا دودھ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مار کر خشک کر دینا چاہئے، اگر خشک نہ ہو، اور جانور کو تکلیف ہو، تو نکال کر صدقہ کر دیا جائے، قربانی کے جانور کے گوبر کا بھی یہی حکم ہے، کہ اگر جانور باہر چرنے پر گزر کرتا ہے، تو گوبر استعمال میں لانا جائز نہیں، ورنہ جائز ہے (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۴۷۸)

اگر جانور گھر کا پالتو ہو، یا خریدتے وقت قربانی کی نیت نہ کی ہو، تو اس کی اون استعمال میں لانا جائز ہے، جو جانور قربانی کی نیت سے خریدا ہو، اس کی اون کے جوازِ استعمال میں اختلاف ہے، علی التفصیل الذی حررنا فی جواب السوال السابق، قول عدمِ جواز کے مطابق ذبح کرنے سے پہلے اون کاٹنا جائز نہیں، اگر کاٹ لی، تو صدقہ کرنا واجب ہے، البتہ ذبح کے بعد کاٹ کر اپنے کام میں لا سکتا ہے، یا بیچ کر قیمت صدقہ کر دے، قیمت اپنے کام میں لانا جائز نہیں (ایضاً ص ۴۸۰)

جانور گھر کا پالتو ہونے اور خریدتے وقت قربانی کی نیت نہ ہونے کی صورت میں اس کے دودھ اور اون کے استعمال کے جواز کا مندرجہ بالا حکم ان عبارات پر مبنی ہے، جن کی رو سے مذکورہ صورتوں میں جانور قربانی کے لئے متعین نہیں ہوتا، کیونکہ جب وہ قربانی کے لئے متعین نہیں ہوا، تو اس سے مذکورہ طریقوں پر انتفاع کرنا عام جانور سے انتفاع کرنے کے مترادف ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس روایت کے مطابق بنیتِ اضحیہ خریدنے سے وہ جانور قربانی کے لئے متعین نہیں ہوتا، اس کی رو سے غنی کو انتفاع جائز ہونا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد رضوان۔

۲؎ فأما إذا ذبحها فی وقتها جاز له أن يحلب لبنها فيأكله ويجز صوفها فينتفع بها فی الوجهين؛ لأن القربة تعينت فيها بالذبح فجاز الانتفاع بلبنها وصوفها كما يجوز بلحمها (البناية شرح الهداية، ج ۱۲ ص ۵۷، كتاب الأضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہوں، تو زندہ جانور کو وزن کر کے رقم کے ذریعے خریدنا اور فروخت کرنا دونوں جائز ہیں، جبکہ متعین جانور کی فی کلو وغیرہ کے حساب سے قیمت طے کرلی گئی ہو، اور جانور کا وزن کرنے کے بعد اس کی مجموعی قیمت بھی متعین کرلی گئی ہو۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۱...... کسی کا جانور چوری کر کے اس کی قربانی کی تو اس طرح چوری کر کے قربانی

---

[1] بعض فقہائے کرام نے زندہ جانور کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کے سانس لینے سے وزن کم زیادہ ہوسکتا ہے، اور زندہ حیوان وزن کر کے خرید وفروخت کرنے کی عادت ورواج بھی نہیں ہے۔

ويجوز بيع اللحم بالحيوان عند أبي حنيفة رحمه الله وأبي يوسف رحمه الله وقال محمد إذا باعه بلحم من جنسه لا يجوز إلا إذا كان اللحم المفرز أكثر ليكون اللحم بمقابلة ما فيه من اللحم والباقي بمقابلة السقط إذ لو لم يكن كذلك يتحقق الربا من حيث زيادة السقط او من حيث زيادة اللحم فصار كالخل بالسمسم ولهما أنه باع الموزون بما ليس بموزون لأن الحيوان لا يوزن عادة ولا يمكن معرفة ثقله بالوزن لأنه يخفف نفسه مرة بصلابته ويثقل أخرى بخلاف تلك المسألة لأن الوزن فى الحال يعرف قدر الدهن إذا ميز بينه وبين الثجير ويوزن الثجير(الهداية شرح بداية المبتدى، ج۳ص ۶۴، كتاب البيوع، فصل فيما يكره)

جس سے بعض حضرات نے یہ سمجھ لیا کہ زندہ جانور کی کسی حال میں وزن کر کے بیع جائز نہیں، حالانکہ اولاً تو فقہاء نے یہ مسئلہ بابِ ربا میں ذکر فرمایا ہے، جس میں احتمالِ ربا کی وجہ سے بھی ممانعت ہوجاتی ہے، دوسرے اس کا مقصد بھی یہ بتلانا ہے کہ زندہ جانور بذاتِ خود موزونی چیز نہیں ہے۔

جہاں تک زندہ جانور کی رقم کے ساتھ خرید وفروخت کا تعلق ہے، تو عرف ورواج کی صورت میں یہ جائز ہے، اور سانس لینے سے وزن میں معتدبہ فرق نہیں آتا، لہٰذا یہ جہالتِ یسیرہ ہے، جو مفضی الی المنازعت نہیں، نیز زندہ جانور کی وزن کے ساتھ بیع کے عرفِ عام ہوجانے کی وجہ سے اس میں نزاع کا احتمال نہیں رہتا، علاوہ ازیں جانور کا وزن کرنا ایک اندازہ کے لئے ہوتا ہے، اور وزن کے بعد بیع اصل جانور کی غیر موزونی ہونے کی حیثیت سے ہی منعقد ہوتی ہے۔

لہٰذا اس کو ناجائز نہیں قرار دیا جائے گا، بالخصوص جبکہ عرف ورواج بھی ہو (کذا فی احسن الفتاویٰ ج۶ص۴۹۷، کتاب البیوع)

فاما الغرر بمعنى جهالة المبيع فربما يحتمل اذا كان يسيرا دعت الحاجة اليه، ولم يكن مفضيا الى المنازعة فى العرف............ قال العبدالضعيف عفا الله عنه: ويخرج على هذا كثير من المسائل فى عصرنا، فقد جرت العادة فى بعض الفنادق الكبيرة انهم يضعون انواعا من الاطعمة فى قدور كبيرة، ويخيرون المشترى فى اكل ما شاء بقدر ماشاء، وياخذون ثمنا واحدا معينا من كل احد، فالقياس ان لايجوز البيع لجهالة الاطعمة المبيعة وقدرها، ولكنه يجوز لان الجهالة يسيرة غير مفضية الى النزاع، وقد جرى بها العرف والتعامل(تكملة فتح الملهم، ج ا ص ۳۲۰، باب بطلان بيع الحصاة والبيع الذى فيه غرر)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کرنے والے کی قربانی ادا نہیں ہوگی۔ ۱؎

قربانی کی مقدار اور شرکت سے متعلق احکام

ایک فرد کے حق میں قربانی کی مقدار کم از کم ایک پوری بکری، دنبہ، بھیڑ یا پھر اونٹ، گائے وغیرہ کا ساتواں حصہ ہے۔

احادیث وروایات میں اس کی تفصیل آئی ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَلَّتِ الْإِبِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَهُمْ، أَنْ يَّنْحَرُوْا الْبَقَرَ (سنن ابنِ ماجه) ۲؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اونٹوں کی قلت ہوگئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو گائے کی قربانی کرنے کا حکم فرمایا (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے معاملہ میں اونٹ اور گائے کا حکم برابر ہے۔

۱؎ قال فی البدائع :غصب شاة فضحى بها عن نفسه لا تجزئه لعدم الملك ولا عن صاحبها لعدم الإذن (ردالمحتار، ج٦ ص ٣٣١، كتاب الاضحية)

وعلى هذا يخرج ما إذا غصب شاة إنسان فضحى بها عن صاحبها من غير إذنه وإجازته أنه لا يجوز (بدائع الصنائع، ج٥ ص٧٣، كتاب التضحية، فصل فى شرائط جواز إقامة الواجب فى الأضحية)

وَفِی الْمُنْتَقى لَو غصب أضْحِية غَيره وذبحها عَن نَفسه وَضمن الْقيمَة لصَاحِبهَا أَجزَأَهُ مَا صنع لِأَنَّهُ ملكهَا بسابق الْغَصْب،وَفِی نظم الزندوستى خَمْسَة أَشْيَاء إِذا أَخذهَا من ملك الْغَيْر تجوز بهَا الْأُضْحِية وَضمن قيمتهَا أَولهَا غصب شَاة وضحى بهَا وَالثَّانِی لَو سرق شَاة وضحى بهَا وَالثَّالِث لَو غصب من وَلَده الصَّغِير أَو الْكَبِير وَالرَّابِع لَو غصب من عَبده الْمَأْذُون الْمَدْيُون دينا مُسْتَغْرقا وَالْخَامِس الشِّرَاء الْفَاسِد قَالَ وَسِتَّة لَا تجوز أَولهَا الْمُودع إِذا ضحى بِشَاة الْوَدِيعَة وَالْمُسْتَعِير والمستبضع وَالْمُرْتَهن وَالْوَكِيل بشرَاء الشَّاة وَالْوَكِيل بِحِفْظ مَاله إِذا ضحى بِشَاة مُوكله وَالسَّادِسَة الزَّوْج وَالزَّوْجَة إِذا ضحى كل بِشَاة صَاحبه بِغَيْر إِذْنه وَالْأُضْحِيَّة تدخل فِی ضَمَانه بِالذبْحِ وَلَو لم يَتَقَدَّم ملكه على وَقت الْمُبَاشرَة(لسان الحكام فى معرفة الأحكام، ج ا ص٣٨٧)

۲؎ رقم الحديث ٣١٣٤، كتاب الاضاحى، باب عن، كم تجزء البدنة والبقرة، دار إحياء الكتب العربية، القاهرة.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَحَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ(مسلم) [1]

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ کے سال میں ایک اونٹ کو سات افراد کی طرف سے اور ایک گائے کو سات افراد کی طرف سے ذبح کیا (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَأَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَشْتَرِكَ فِي الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ، كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِي بَدَنَةٍ (مسلم) [2]

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ہم میں سات سات افراد اونٹ اور گائے میں شریک ہوں (ترجمہ ختم)

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

اشْتَرَكْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ؛ كُلُّ سَبْعَةٍ فِي بَدَنَةٍ، فَقَالَ لَهُ إِنْسَانٌ : أَرَأَيْتَ الْبَقَرَةَ يَشْتَرِكُ فِيهَا مَنْ يَشْتَرِكُ فِي الْجَزُوْرِ؟ قَالَ: مَا هِيَ إِلَّا مِنَ الْبُدْنِ(مستخرج أبي عوانة) [3]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج اور عمرہ میں سات افراد ایک

---

[1] رقم الحديث ۱۳۱۸، كتاب الحج، باب الاشتراك في الهدى وإجزاء البقرة والبدنة كل منهما عن سبعة، دار إحياء التراث العربي -بيروت، واللفظ لهٗ، ترمذی، رقم الحديث ۱۵۰۲، ابوداؤد، رقم الحديث ۲۸۰۹.

[2] رقم الحديث ۱۲۱۳، كتاب الحج، باب بيان وجوه الإحرام، وأنه يجوز إفراد الحج والتمتع والقران، دار إحياء التراث العربي -بيروت.

[3] رقم الحديث، ۳۲۶۹، كتاب الحج، باب ذكر الخبر الموجب على المنفسخ حجه الهدى، وإجازته البدنة فيه عن سبعة الخ، دار المعرفة، بيروت، واللفظ لهٗ، مسلم، رقم الحديث ۱۳۱۸.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بڑے جانور میں شریک ہوئے، ایک آدمی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ کیا گائے میں اتنے ہی لوگ شریک ہونگے، جتنے اونٹ میں شریک ہوتے ہیں؟ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گائے بھی (اونٹ کی طرح) بڑے جانوروں میں شامل ہے (ترجمہ ختم)

اور ابوداؤد کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اَلْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْجَزُوْرُ عَنْ سَبْعَةٍ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گائے سات افراد کی طرف سے ہوتی ہے، اور اونٹ بھی سات افراد کی طرف سے ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ اونٹ اور گائے کی قربانی میں سات افراد شریک ہوسکتے ہیں۔

جمہور فقہائے کرام کا یہی قول ہے۔

چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ، وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، وَابْنِ الْمُبَارَكِ، وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَدَ، وَإِسْحَاقَ وقَالَ إِسْحَاقُ : يُجْزِءُ أَيْضًا الْبَعِيْرُ عَنْ عَشَرَةٍ وَاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ (ترمذی) [2]

---

[1] رقم الحديث ٢٨٠٨، كتاب الضحايا، باب فى البقر والجزور عن كم تجزء؟المكتبة العصرية، بيروت.

[2] تحت رقم الحديث ١٥٠٢، ابواب الاضاحى، باب ما جاء فى الاشتراك فى الأضحية،شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور اسی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام اور ان کے علاوہ کا عمل ہے، اور یہی سفیان ثوری، ابنِ مبارک، امام شافعی، امام احمد اور حضرت اسحاق کا قول ہے، اور حضرت اسحاق نے یہ بھی فرمایا کہ اونٹ دس کی طرف سے بھی جائز ہے، اور انہوں نے ابنِ عباس کی حدیث سے دلیل پکڑی ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَلْبَسَ أَجْوَدَ مَا نَجِدُ، وَأَنْ نَتَطَيَّبَ بِأَجْوَدِ مَا نَجِدُ، وَأَنْ نُضَحِّيَ بِأَسْمَنِ مَا نَجِدُ، وَالْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْجَزُوْرُ عَنْ سَبْعَةٍ، وَأَنْ نُظْهِرَ التَّكْبِيْرَ، وَعَلَيْنَا السَّكِيْنَةُ وَالْوَقَارُ (شعب الإيمان للبيهقي) [1]

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم فرمایا کہ ہم اپنی حیثیت کے

---

[1] رقم الحديث ٣٤٤٢، فِي لَيْلَةِ الْعِيدَيْنِ وَيَوْمِهِمَا، مكتبة الرشد للنشر والتوزيع بالرياض، واللفظ لهٗ، فضائل الاوقات للبيهقى، رقم الحديث ٢٠٩، المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ٢٧٥٦، مستدرک حاكم، رقم الحديث ٧٥٦٠.

قال الحاكم: لَوْلَا جَهَالَةُ إِسْحَاقَ بْنِ بُزُرْجٍ لَحَكَمْتُ لِلْحَدِيثِ بِالصِّحَّةِ.

وقال ابن الملقن:

قلت لَيْسَ بِمَجْهُول فقد ضعفه الْأَزْدِيّ وَوَثَّقَهُ ابْن حبَان (تحفة المحتاج إلى أدلة المنهاج لابن الملقن، ج ١ ص ٥٤٤، باب صلاة العيدين)

وقال ابن حجر:

إسحاق بن بزرج شيخ لليث بن سعد :له حديث فى التجمل للعيد .ضعفه الأزدى انتهى .وزاد ابن يونس :أنه طوسى مولى أم حبيبة وأنه روى عنه أيضاً ابن لهيعة .وقال الأزدى :وى عن الحسن بن على " :أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نلبس أحسن ما نجد . "وذكر فى الطيب والأضحية يجب أن نظهر التكبير وعلينا الوقار . وهو عن أبى صالح كاتب الليث .وقد ذكره ابن حبان فى الثقات وقال :يروى عن أبى سعيد والحسن بن على .وذكره ابن أبى حاتم بروايته عن الحسن ورواية الليث عنه فلم يذكر فيه جرحاً .وأخرج الحاكم حديثه فى مستدركه وقال :لولا جهالة إسحاق لحكمت بصحته انتهى كلامه (لسان الميزان، لابن حجر العسقلانى، ج، ١ ص ١٤٧)

Idara Ghufran

مطابق اچھا لباس پہنیں، اور اپنی حیثیت کے مطابق اچھی خوشبو لگائیں، اور اپنی حیثیت کے مطابق موٹی تازی قربانی کریں، گائے (بھینس) سات افراد کی طرف سے، اور اونٹ سات افراد کی طرف سے، اور یہ کہ ہم تکبیر کہیں، اور ہم سکینہ اور وقار (یعنی سنجیدگی) کو لازم پکڑیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ يُشْرِكُ بَيْنَ سَبْعَةٍ مِّنْ أَصْحَابِهِ فِي الْبَدَنَةِ (المعجم الأوسط للطبراني) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ کے سال میں دیکھا کہ اپنے صحابۂ کرام میں سے سات افراد کو بڑے جانور میں شریک فرما رہے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: اَلْجَزُوْرُ عَنْ سَبْعَةٍ (شرح معانی الآثار) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹ سات افراد کی طرف سے ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرَكَ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ الْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ (مسند أحمد، رقم الحديث ۲۳۴۴۶، مؤسسة الرسالة، بيروت) [3]

---

[1] رقم الحديث ۲۰۲۴، دارالحرمين، القاهرة.
قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، وفيه معاوية بن يحيى الصدفي، وهو ضعيف (مجمع الزوائد، باب الاشتراك في الهدى، ۵۳۸۹)
قلت: ولهٗ شواهد كثيرة.

[2] رقم الحديث ۲۲۱۸، كتاب الصيد والذبائح والأضاحي، باب البدنة عن كم تجزء في الضحايا والهدايا، عالم الكتب، بيروت.

[3] قال الهيثمي: رواه أحمد، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، ج۳ص۲۲۶)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے درمیان گائے میں سات افراد کو شریک فرمایا (ترجمہ ختم)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَلْبَقَرَۃُ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْجَزُوْرُ عَنْ سَبْعَةٍ فِي الْأَضَاحِيِّ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۱۰۰۲۶، مکتبة ابن تیمیة، القاھرة) [1]

ترجمہ: قربانی میں گائے سات افراد کی طرف سے، اور اونٹ سات افراد کی طرف سے ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

اَلْبَدَنَةُ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَۃُ عَنْ سَبْعَةٍ (شرح معانی الآثار) [2]

ترجمہ: اونٹ سات افراد کی طرف سے، اور گائے سات افراد کی طرف سے ہوتی ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْتَرِكُوْنَ سَبْعَةً فِي الْبَدَنَةِ مِنَ الْإِبِلِ وَالسَّبْعَةُ فِي الْبَدَنَةِ مِنَ الْبَقَرِ (شرح معانی الآثار) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام اونٹ کی قربانی میں سات افراد اور گائے کی قربانی میں سات افراد شریک ہوا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

---

[1] قال الھیثمی:
رواہ الطبرانی فی الثلاثة، وفیہ حفص بن جمیع، وھو ضعیف (مجمع الزوائد ج۴ ص۲۰)
قلتُ ولهٗ شواھد کثیرة.

[2] رقم الحدیث ۲۲۱۹، کتاب الصید والذبائح والأضاحی، باب البدنة, عن کم تجزء فی الضحایا والھدایا، عالم الکتب، بیروت.

[3] رقم الحدیث ۲۲۲۰، کتاب الصید والذبائح والأضاحی، باب البدنة, عن کم تجزء فی الضحایا والھدایا، عالم الکتب، بیروت.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ : إِنَّ عَلَيَّ بَدَنَةً، وَأَنَا مُوسِرٌ بِهَا، وَلَا أَجِدُهَا، فَأَشْتَرِيَهَا فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبْتَاعَ، سَبْعَ شِيَاهٍ، فَيَذْبَحَهُنَّ (سنن ابنِ ماجه) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ میرے اوپر ایک بڑا جانور (اونٹ یا گائے) واجب ہو چکا ہے، اور میں مالدار ہوں، لیکن مجھے بڑا جانور نہیں مل رہا کہ میں اسے خریدوں، تو ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم فرمایا کہ وہ سات بکریاں خرید لیں، اور ان کو ذبح کر دیں (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

سَأَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : إِنَّ عَلَيَّ نَاقَةً وَقَدْ غَرُبَتْ عَنِّي، فَقَالَ: اشْتَرِ سَبْعًا مِّنَ الْغَنَمِ (شرح معانی الآثار) [2]

ترجمہ: ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے اوپر ایک

---

[1] رقم الحديث ٣١٣٦، كتاب الاضاحى، باب عن، كم تجزء البدنة و البقرة، دار إحياء الكتب العربية، القاهرة.

قال الشوكانى:

وأخرج أحمد وابن ماجه عن ابن عباس (أن النبى صلى الله عليه و سلم أتاه رجل فقال انّ على بدنه وأنا موسر ولا أجدها فأشتريها فأمرة النبى صلى الله عليه و سلم أن يبتاع سبع شياه فيذبهن)ورجاله رجال الصحيح ولا يعارض هذا الحديث حديث ابن عباس عند أحمد والنسائى وابن ماجه والترمذى وحسنه قال : كنا فى سفرة فحضر الأضحى فذبحنا البقرة عن سبعة والبعير عن عشرة "وكذلك لا يعارضه ما فى الصحيحين من حديث أبى رافع بن خديج أنه صلى الله عليه وسلم قسم فعدل عشرا من الغنم ببعير" لأن تعديل البدنة بسبع شياه هو فى الهدى وتعديلها بعشر هو فى الأضحية والقسمة وقد ذهب الجمهور إلى أن عدل البدنة فى الهدى سبع شياه(الدرارى المضية شرح الدرر البهية ،للشوكانى، ج٢ ص ٢٠٠ ،كتاب الحج،فصل فى بيان أفضل أنواع الهدى)

[2] رقم الحديث ٦٢٢١، كتاب الصيد والذبائح والأضاحى، باب البدنة , عن كم تجزء فى الضحايا والهدايا، عالم الكتب، بيروت.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اونٹنی لازم ہوچکی ہے، لیکن وہ مجھے میسر نہیں ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ سات بکریاں خرید لیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت عمرو بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَجُلاً نَذَرَ أَنْ يَّنْحَرَ بَدَنَةً ، فَأَتىٰ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيّ ، فَقَالَ : الْبُدْنُ مِنَ الْإِبِلِ ، وَلا تُنْحَرُ إِلَّا بِمَكَّةَ، إِلَّا إِنْ نَوىٰ مَنْحَرًا فَحَيْثُ نَوىٰ ، فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَسَبْعٌ مِّنَ الْغَنَمِ ، قَالَ : وَسَأَلْتُ سَالِمًا فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ. قَالَ : وَسَأَلْتُ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ، فَقَالَ : مِثْلَ ذٰلِكَ، إِلَّا اَنَّهُ قَالَ : فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَعَشَرَةٌ مِّنَ الْغَنَمِ ، قَالَ : وَسَأَلْتُ خَارِجَةَ بْنَ زَيْدٍ وَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَالَ الْقَوْمُ ، فَقَالَ : مَا أَدْرَكْتُ أَصْحَابَنَا يَعُدُّوْنَهَا إِلَّا سَبْعًا مِّنَ الْغَنَمِ (مصنف ابن أبي شيبة) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نے بُدنہ (یعنی اونٹ) کی قربانی کرنے کی منت مانی، پھر وہ حضرت عبداللہ بن محمد بن علی کے پاس آیا، تو انہوں نے فرمایا کہ بُدنہ، اونٹ سے ہوگا، اور مکہ ہی میں ذبح کریں گے (جبکہ آپ کی نیت مکہ میں ذبح کرنے کی ہو) مگر یہ کہ آپ نے عام مقام پر ذبح کرنے کی نیت کی ہو، تو پھر وہ نیت کے مطابق عام جگہ بھی ذبح کرسکتے ہیں، پھر اگر آپ کو اونٹ نہ ملے، تو سات بکریاں ذبح کرلیں، اور میں نے حضرت سالم سے اس کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے بھی یہی فرمایا، اور میں نے حضرت سعید بن مسیّب سے سوال کیا، تو انہوں نے بھی یہی فرمایا، مگر انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اگر اونٹ نہ ملے، تو دس بکریاں ذبح کریں، اور میں نے حضرت خارجہ بن زید (بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ) سے سوال کیا، اور لوگوں کے اس کے بارے میں قول کا ذکر کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ

[1] رقم الحديث ۱۲۷۷۹، كتاب الأيمان والنذور والكفارات، باب الرجل يجعل عليه بدنة.

Idara Ghufran

ہم نے اپنے اصحاب کو اونٹ کو سات بکریوں کے برابر ہی شمار کرتے ہوئے پایا ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ایک اونٹ کو سات بکریوں کے برابر شمار کرتے تھے، اور اونٹ میں سات قربانی کے حصے درست ہیں، اس سے زیادہ نہیں، جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک بکری (یا دنبہ وبھیڑ) کی قربانی ایک سے زیادہ افراد کی طرف سے جائز نہیں۔

اور بعض روایات میں جو بکری کے مقابلہ میں اونٹ میں دس افراد کے شریک ہونے کا ذکر ہے، تو وہ شرکت قربانی کے بجائے ملکیت میں شرکت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت میں اونٹ اور بکری کو مذکورہ تفصیل کے ساتھ تقسیم فرمایا، اور انہوں نے اپنی اسی ملکیت کے پیشِ نظر وہ اونٹ گوشت حاصل کرنے کی خاطر ذبح کیا تھا؛ یہ ذبح کرنا بطورِ قربانی کے نہیں تھا کہ جس سے اونٹ میں دس افراد کی شرکت کا شبہ ہو۔

اور اس کی صحیح احادیث میں تصریح پائی جاتی ہے۔ [1]

---

[1] عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ :كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْعَلُ فِي قَسْمِ الْغَنَائِمِ عَشْرًا مِنَ الشَّاءِ بِبَعِيرٍ (سنن نسائی، رقم الحديث ۴۳۹۱)

عَنْ عَبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ :كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَجْعَلُ فِي قَسْمِ الْغَنَائِمِ عَشْرًا مِنَ الشَّاءِ بِبَعِيرٍ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۴۸۲۱، ذِكْرُ مَا يَعْدِلُ الْبَعِيرُ، فِي قَسْمِ الْغَنَائِمِ مِنَ الشَّاءِ)

قال شعيب الانؤط:

إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير أحمد بن عبد الله بن الحكم، فمن رجال مسلم .غُندر :لقب محمد بن جعفر (حاشية صحيح ابن حبان، حواله بالا)

عَنْ عِكْرِمَةَ ,عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ,قَالَ " :كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرِنَا فَحَضَرْنَا النَّحْرَ فَاشْتَرَكْنَا فِي الْجَزُورِ عَشَرَةٌ وَالْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ "كَذَا رُوِيَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَحَدِيثُ أَبِي الزُّبَيْرِ ,عَنْ جَابِرٍ أَصَحُّ مِنْ ذَلِكَ وَقَدْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَةَ وَشَهِدَ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

احادیث وروایات کے بعد اب چند متعلقہ مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر۱......قربانی کی کم از کم مقدار ایک چھوٹا جانور (بھیڑ، بکری) یا بڑے جانور (اونٹ،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وَأَخْبَرَنَا بِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُمْ بِاشْتَرَاكِ سَبْعَةٍ فِي بَدَنَةٍ فَهُوَ أَوْلَى بِالْقَبُولِ وَبِاللهِ التَّوْفِيقُ, وَقَدْ رُوِيَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ, عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ, عَنْ جَابِرٍ, قَالَ: "نَحَرْنَا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ سَبْعِينَ بَدَنَةً الْبَدَنَةُ عَنْ عَشَرَةٍ" وَلَا أَحْسَبُهُ إِلَّا وَهْمًا فَقَدْ رَوَاهُ الْفِرْيَابِيُّ, عَنِ الثَّوْرِيِّ وَقَالَ: الْبَدَنَةُ عَنْ سَبْعَةٍ, وَكَذَلِكَ قَالَهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَابْنُ جُرَيْجٍ وَزُهَيْرُ بْنُ مُعَاوِيَةَ وَغَيْرُهُمْ, عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ, عَنْ جَابِرٍ, قَالُوا: الْبَدَنَةُ عَنْ سَبْعَةٍ وَكَذَلِكَ قَالَهُ عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ, عَنْ جَابِرٍ, وَرَجَّحَ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ رِوَايَتَهُمْ لَمَّا خَرَّجَهَا دُونَ رِوَايَةِ غَيْرِهِمْ وَأَمَّا حَدِيثُ الزُّهْرِيِّ, عَنْ عُرْوَةَ فَإِنَّ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ بْنِ يَسَارٍ تَفَرَّدَ بِذِكْرِ الْبَدَنَةِ عَنْ عَشَرَةٍ فِيهِ, وَحَدِيثُ عِكْرِمَةَ يَتَفَرَّدُ بِهِ الْحُسَيْنُ بْنُ وَاقِدٍ, عَنْ عِلْبَاءَ بْنِ أَحْمَرَ, وَحَدِيثُ جَابِرٍ أَصَحُّ مِنْ جَمِيعِ ذَلِكَ وَأَخْبَرَ بِاشْتِرَاكِهِمْ فِيهَا فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ وَبِالْحُدَيْبِيَةِ بِأَمْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ أَوْلَى بِالْقَبُولِ وَبِاللهِ التَّوْفِيقُ(السنن الكبرى للبيهقي، رقم الحديث ١٠٢٠٣ ،بَابُ الِاشْتِرَاكِ فِي الْهَدْيِ)

أَفَلَا تَرَى أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ إِنَّمَا عَدَلَهَا بِسَبْعٍ مِنَ الْغَنَمِ, مِمَّا يُجْزِءُ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ عَنْ رَجُلٍ, وَلَمْ يَعْدِلْهَا بِعَشْرٍ مِنَ الْغَنَمِ. فَدَلَّ ذَلِكَ عَلَى تَصْحِيحِ مَا رَوَى جَابِرٌ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي ذَلِكَ, لَا مَا رَوَى الْمِسْوَرُ, فَهَذَا وَجْهُ هَذَا الْبَابِ مِنْ طَرِيقِ الْآثَارِ. وَأَمَّا وَجْهُ ذَلِكَ مِنْ طَرِيقِ النَّظَرِ, فَإِنَّا قَدْ رَأَيْنَاهُمْ قَدْ أَجْمَعُوا أَنَّ الْبَقَرَةَ لَا تُجْزِءُ فِي الْأُضْحِيَّةِ, عَنْ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعَةٍ وَهِيَ مِنَ الْبُدْنِ بِاتِّفَاقِهِمْ. فَالنَّظَرُ عَلَى ذَلِكَ أَنْ تَكُونَ النَّاقَةُ مِثْلَهَا, وَلَا تُجْزِءُ عَنْ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعَةٍ. فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: إِنَّ النَّاقَةَ وَإِنْ كَانَتْ بَدَنَةً كَمَا أَنَّ الْبَقَرَةَ بَدَنَةٌ, فَإِنَّ النَّاقَةَ أَعْلَى مِنَ الْبَقَرَةِ فِي السَّمَانَةِ وَالرِّفْعَةِ. قِيلَ لَهُ: إِنَّهَا وَإِنْ كَانَتْ كَمَا ذَكَرْتَ, فَإِنَّ ذَلِكَ غَيْرُ وَاجِبٍ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا حُجَّةٌ. أَلَا تَرَى أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا الْبَقَرَةَ الْوُسْطَى, تُجْزِءُ عَنْ سَبْعَةٍ وَكَذَلِكَ مَا هُوَ دُونَهَا, وَمَا هُوَ أَرْفَعُ مِنْهَا. وَكَذَلِكَ النَّاقَةُ تُجْزِءُ عَنْ سَبْعَةٍ, أَوْ عَنْ عَشْرَةٍ, رَفِيعَةً كَانَتْ أَوْ دُونَ ذَلِكَ. فَلَمْ يَكُنِ السِّمَنُ وَالرِّفْعَةُ, مِمَّا يُمَيَّزُ بِهِ بَعْضُ الْبَقَرِ عَنْ بَعْضٍ, وَلَا بَعْضُ الْإِبِلِ عَنْ بَعْضٍ, فِيمَا تُجْزِءُ فِي الْهَدْيِ وَالْأَضَاحِيِّ. بَلْ كَانَ حُكْمُ ذَلِكَ كُلِّهِ حُكْمًا وَاحِدًا يُجْزِءُ عَنْ عَدَدٍ وَاحِدٍ. فَلَمَّا كَانَ مَا ذَكَرْنَا كَذَلِكَ, وَكَانَتِ الْإِبِلُ وَالْبَقَرُ بُدْنًا كُلَّهَا, ثَبَتَ أَنَّ حُكْمَهَا حُكْمٌ وَاحِدٌ, وَأَنَّ بَعْضَهَا لَا يُجْزِءُ أَكْثَرَ مِمَّا يُجْزِءُ عَنْهُ الْبَعْضُ الْبَاقِي, وَإِنْ زَادَ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ فِي السِّمَنِ وَالرِّفْعَةِ. فَلَمَّا كَانَتِ الْبَقَرَةُ لَا تُجْزِءُ عَنْ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعَةٍ, كَانَتِ النَّاقَةُ أَيْضًا كَذَلِكَ فِي النَّظَرِ لَا تُجْزِءُ عَنْ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعَةٍ, قِيَاسًا وَنَظَرًا, عَلَى مَا ذَكَرْنَاهُ. وَهَذَا قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ, وَأَبِي يُوسُفَ, وَمُحَمَّدٍ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ.(شرح معاني الآثار، ج۴ص ١٧٥ ،كِتَابُ الصَّيْدِ وَالذَّبَائِحِ وَالْأَضَاحِي،بَابُ الْبَدَنَةِ, عَنْ كَمْ تُجْزِءُ فِي الضَّحَايَا وَالْهَدَايَا)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

گائے، بھینس) کا ساتواں حصہ ہے۔ ۱؎

مسئلہ نمبر۲...... ایک چھوٹے جانور (بکرا بکری، دنبہ، دنبی، بھیڑ، مینڈھے) کو صرف ایک شخص ہی اپنی طرف سے قربان کرسکتا ہے، البتہ اگر ایک شخص اپنی طرف سے کئی افراد کو ایصالِ ثواب کرے تو جائز ہے، جیسا کہ مستقل باب کے تحت آتا ہے۔ ۲؎

مسئلہ نمبر۳...... اگر صاحبِ نصاب شخص نے خاص اپنی طرف سے ایک سے زیادہ جانور کی قربانیاں کیں، یا خاص اپنی طرف سے ایک بڑے جانور کو قربان کیا، تو راجح یہ ہے کہ مجموعی طور پر یہ واجب قربانی کہلائے گی۔ ۳؎

۱؎ یجب أن یعلم أن الشاة لا تجزء إلا عن واحد، وإن کانت عظیمة، والبقر والبعیر یجزی عن سبعة إذا کانوا یریدون به وجه الله تعالی، والتقدیر بالسبع یمنع الزیادة، ولا یمنع النقصان، کذا فی الخلاصة(الفتاوىٰ الهندیة، ج۵ص ۳۰۴، کتاب الاضحیة،الباب الثامن)

۲؎ وأما قدره فلا یجوز الشاة والمعز إلا عن واحد وإن کانت عظیمة سمینة تساوی شاتین مما یجوز أن یضحی بهما؛ لأن القیاس فی الإبل والبقر أن لا یجوز فیهما الاشتراک؛ لأن القربة فی هذا الباب إراقة الدم وأنها لا تحتمل التجزئة؛ لأنها ذبح واحد وإنما عرفنا جواز ذلک بالخبر فبقی الأمر فی الغنم علی أصل القیاس .فإن قیل :ألیس أنه روی أن رسول الله -صلی الله علیه وسلم - ضحی بکبشین أملحین أحدهما عن نفسه والآخر عمن لا یذبح من أمته فکیف ضحی بشاة واحدة عن أمته؟ -علیه الصلاة والسلام .-(فالجواب) أنه -علیه الصلاة والسلام- إنما فعل ذلک لأجل الثواب؛ وهو أنه جعل ثواب تضحیته بشاة واحدة لأمته لا للإجزاء وسقوط التعبد عنهم ولا یجوز بعیر واحد ولا بقرة واحدة عن أکثر من سبعة ویجوز ذلک عن سبعة أو أقل من ذلک، وهذا قول عامة العلماء .وقال مالک -رحمه الله :-یجزی ذلک عن أهل بیت واحد -وإن زادوا علی سبعة -ولا یجزی عن أهل بیتین -وإن کانوا أقل من سبعة -والصحیح قول العامة؛ لما روی عن رسول الله -صلی الله علیه وسلم -البدنة تجزی عن سبعة والبقرة تجزی عن سبعة وعن جابر -رضی الله عنه -قال :نحرنا مع رسول الله -صلی الله علیه وسلم -البدنة عن سبعة والبقرة عن سبعة من غیر فصل بین أهل بیت وبیتین ولأن القیاس یأبی جوازها عن أکثر من واحد لما ذکرنا أن القربة فی الذبح وأنه فعل واحد لا یتجزأ؛ لکنا ترکنا القیاس بالخبر المقتضی للجواز عن سبعة مطلقا فیعمل بالقیاس فیما وراءه؛ لأن البقرة بمنزلة سبع شیاه ثم جازت التضحیة بسبع شیاه عن سبعة سواء کانوا من أهل بیت أو بیتین فکذا البقرة(بدائع الصنائع ،ج۵ص ۷۰،کتاب التضحیة،فصل فی محل إقامة الواجب فی الأضحیة)

۳؎ فی النوازل :رجل ضحی بشاتین قال محمد بن سلمة :لا یکون الأضحیة إلا بواحدة، وقال غیره من المشایخ :تکون الأضحیة بهما، وبه أخذ الصدر الشهید فی واقعاته ، وروی الحسن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور یہ حکم اس وقت ہے، جبکہ ایک جانور یا ایک حصہ سے زائد میں کوئی دوسری (مثلاً ایصالِ ثواب وغیرہ کی) نیت نہ کرے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن أبي حنيفة لا بأس بالأضحية بالشاة والشاتين، وقد صح أن رسول الله عليه السلام كان يضحى كل سنة بشاتين، وضحى عام الحديبية بمائة بدنة(المحيط البرهانى، ج٨ص ۴۸۱، كتاب الاضحية،الفصل التاسع فى المتفرقات)

وعن محمد بن سلمة لو ضحى بشاتين لا تكون الأضحية إلا واحدة وفى المحيط :الأصح أن تكون الأضحية بهما وعن الحسن عن أبى حنيفة لا بأس بالأضحية بالشاة أو بالشاتين قال الفقيه وبه نأخذ(تكملة البحر الرائق للطورى، ج٨ص ۱۹۹، كتاب الاضحية)

ولو ضحى بشاتين فالأصح أن تكون الأضحية بهما، فإنه روى الحسن عن أبي حنيفة -رحمه الله تعالى :-أنه لا بأس فى الأضحية بالشاة والشاتين هكذا فى محيط السرخسى .وفى النوازل رجل ضحى بشاتين قال محمد بن سلمة لا تكون الأضحية إلا بواحدة، وقال غيره من المشايخ :تكون الأضحية بهما، وبه أخذ الصدر الشهيد فى واقعاته، روى الحسن عن أبي حنيفة -رحمه الله تعالى -لا بأس بالأضحية بالشاة(الفتاوىٰ الهندية، ج۵ص ۲۹۴، كتاب الاضحية، الباب الثانى)

غنى ضحى شاتين كانت الزيادة على الواحدة تطوعا عند عامة العلماء و قال بعضهم الزيادة على الوحدة تكون لحما و لا تصير أضحية تطوعا......و لو أن رجلا موسرا أو امرأة موسرة ضحى بدنة عن نفسه خاصة كان الكل أضحية واجبة عند عامة العلماء و عليه الفتوى و قد ذكرنا(فتاوى قاضى خان، ج ۳،ص ۲۰۹،كتاب الأضحية)

۱ اور اگر کوئی دوسری نیت کرے، مثلاً ایک بکری یا ایک حصہ کو واجب قربانی کے طور پر، اور دوسری بکری یا دوسرے حصہ کو دمِ شکر، یا دمِ جنایت یا اپنی اولاد کے عقیقہ یا کسی کو ایصالِ ثواب کرنے کے طور پر، تو الگ بکری میں تو نیت کے درست ہونے میں کوئی شبہ نہیں، البتہ ایک جانور میں دوسرے حصہ سے دمِ شکر، یا دمِ جنایت یا اپنی اولاد کے عقیقہ یا ایصالِ ثواب کی نیت کرنے کی کتبِ فقہ میں صراحت نہیں ملتی، لیکن بظاہر جواز معلوم ہوتا ہے، کیونکہ عقیقہ تو اولاد کی جانب سے ہے، جیسا کہ کوئی صاحبِ نصاب شخص اپنی قربانی کے علاوہ تبرعاً اپنی اولاد کی طرف سے بھی قربانی کردے، تو وہ فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔

(عن نفسه لا عن طفله) على الظاهر، بخلاف الفطرة......(ويضحى عن ولده الصغير من ماله) صححه فى الهداية (وقيل لا) صححه فى الكافى .قال :وليس للأب أن يفعله من مال طفله، ورجحه ابن الشحنة.قلت :وهو المعتمد لما فى متن مواهب الرحمن من أنه أصح ما يفتى به .وعلله فى البرهان بأنه إن كان المقصود الإتلاف فالأب لا يملكه فى مال ولده كالعتق أو التصدق باللحم فمال الصبى لا يحتمل صدقة التطوع، وعزاه للمبسوط فليحفظ.ثم فرع على القول الأول بقوله (وأكل منه الطفل) وادخر له قدر حاجته (وما بقى يبدل بما ينتفع) الصغير (بعينه) كثوب وخف لا بما يستهلك كخبز ونحوه ابن كمال وكذا الجد والوصى(الدرالمختار)

(قوله لا عن طفله) أى من مال الأب ط (قوله على الظاهر) قال فى الخانية :فى ظاهر الرواية أنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۴...... ایک بڑے جانور (اونٹ، گائے، بھینس) میں سات افراد سے زیادہ مثلاً

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ يستحب ولا يجب، بخلاف صدقة الفطر .وروى الحسن عن أبي حنيفة يجب أن يضحي عن ولده وولد ولده الذي لا أب له، والفتوى على ظاهر الرواية اهـ (رد المحتار على الدر المختار، ج٦ ص ٣١٥، كتاب الأضحية)

(قوله بما ينتفع بعينه) ظاهره أنه لا يجوز بيعه بدراهم ثم يشترى بها ما ذكر ط، ويفيده ما نذكره عن البدائع (قوله وكذا الجد والوصي) أي كالأب في جميع ما ذكر (رد المحتار على الدر المختار، ج٦ ص ٣١٦، كتاب الأضحية)

ان عبارات میں مذکورہ مسئلہ میں اس کی صراحت ہے کہ والد، جد یا وصی کا اپنے مال میں سے ولدِ صغیر کی جانب سے قربانی کرنا درست بلکہ مستحب ہے، اور صغیر کے مال میں سے کرنے کی صورت میں اس کے گوشت کا استعمال جائز نہیں۔

والد، جد اور وصی کو کیونکہ صغیر پر ولایت حاصل ہوتی ہے، والولایۃ کالنیابۃ۔

الولاية إما أن تكون أصلية :بأن يتولى الشخص عقداً أوتصرفاً لنفسه، بأن يكون كامل أهلية الأداء (بالغاً عاقلاً راشداً) ، أو نيابية :بأن يتولى الشخص أمور غيره .والولاية النيابية أو النيابة الشرعية عن الغير :إما أن تكون اختيارية أو إجبارية : الاختيارية :هي الوكالة أي تفويض التصرف والحفظ إلى الغيرعلى ماسيأتي .والإجبارية :هي تفويض الشرع أو القضاء التصرف لمصلحة القاصر، كولاية الأب أو الجد أو الوصي على الصغير، وولاية القاضي على القاصر .فمصدر ولاية الأب أو الجد أو القاضي هو الشرع .ومصدر ولاية الوصي إما اختيار الأب أو الجد، أو تعيين القاضي (الفقه الاسلامي وادلتة، ج٤، ص ٢٩٥، أنواع الولاية)

اور دوسرے حصے سے دمِ شکر وغیرہ کی نیت کرنا ایسا ہی ہے، جیسا کہ کوئی دوسرا شخص اس نیت سے شریک ہو، یا کسی دوسرے جانور میں ایسی نیت کرے''والابل والبقر في درجة سبع شياه'' البتہ بعض حضرات ایک شخص کے ایک جانور میں مختلف جہات کی نیت کرنے سے اختلاف کرتے ہیں، مگر قربانی کو وہ بھی درست قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ احسن الفتاویٰ میں ہے کہ:

> اپنی واجب قربانی کے ساتھ عقیقہ یا ایصالِ ثواب کے لئے نفل حصہ رکھنے پر اس بحث کا کوئی خاص اثر نہیں پڑتا، اس لئے کہ عقیقہ واجب نہیں، ہوا یا نہ ہوا، اور ایصالِ ثواب واجب قربانی کا بھی کیا جاسکتا ہے، لہٰذا ایصالِ ثواب کا مقصد بہر صورت حاصل ہے، البتہ اضحیہ کے ساتھ دمِ شکر یا دمِ جنایت جمع کرنے پر یہ بحث مؤثر ہوسکتی ہے۔ چونکہ بدون نیت تعدد بھی ایک مرجوح قول تعدد کا ہے، پھر معاصرین کا فتویٰ بھی اعتبار نیتِ تعدد ہے، علاوہ ازیں اس میں ابتلاءِ عام ہے، اور قولِ عدمِ جواز میں حرجِ عظیم ہے، لہٰذا ایک گائے میں شخصِ واحد کی طرف سے اضحیہ، دمِ شکر اور دمِ جنایت جمع کرنے کے جواز کا قول انسب واوسع ہے (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۵۴۹، کتاب الاضحیہ والعقیقہ)

مگر فقہاء نے جہاتِ متعددہ کے بجائے ایک جہت کی نیت سے شرکت کو افضل ومستحب قرار دیا ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ جب تک عذر نہ ہو ایک جانور میں مختلف جہات کی نیت سے شمولیت نہ کرے، بلکہ دوسری جہت سے دوسرے جانور میں شرکت کرے۔

ولكن الأفضل أن تكون الشركة في نوع واحد (تحفة الفقهاء، ج٣ ص ٨٥، كتاب الأضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

آٹھ یا زیادہ کی شرکت جائز نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر۵...... اگر قربانی کے بڑے جانور (اونٹ، گائے، بھینس) میں افراد تو سات سے زیادہ شریک نہیں ہیں، مگر کسی شریک کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہے، مثلاً سات میں سے پانچ افراد نے پورا پورا ایک ایک حصہ رکھا اور ایک نے ڈیڑھ حصہ رکھا اور ساتویں شخص کا صرف آدھا حصہ ہے، تو بھی جائز نہیں۔ [2]

مسئلہ نمبر۶...... اگر پانچ افراد برابر سرابر طریقہ پر ایک بڑے جانور (یعنی اونٹ یا گائے) میں شریک ہوئے، پھر ان میں سے چار افراد نے اپنے ساتھ ایک اور شخص کو اس جانور (اونٹ یا گائے) کے حصہ میں برابر کا شریک کرلیا، تو ان سب کی قربانی جائز ہوجائے گی، کیونکہ مذکورہ صورت میں چار افراد کے کسی ایک شخص کو اپنے ساتھ مذکورہ طریقہ پر شریک کرنے سے کسی ایک شریک کا بھی حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں بنتا۔

---

[1] والأصل فی جواز الشركة ما روى جابر قال :نحرنا مع رسول الله -عليه الصلاة والسلام - البدنة عن سبعة والبقرة عن سبعة ، وتجزء عن أقل من سبعة بطريق الأولى، ولا تجزء عن أكثر ;لأن القياس أن لا تجزء إلا عن واحد لأنه إراقة واحدة، إلا أنا تركنا القياس بما روينا وأنه مقيد بالسبعة فلا يزاد عليه(الاختيار لتعليل المختار، ج۵ص۱۸، كتاب الاضحية)

ولا يجوز بعير واحد ولا بقرة واحدة عن أكثر من سبعة ويجوز ذلک عن سبعة أو أقل من ذلک، وهذا قول عامة العلماء (بدائع الصنائع، ج۵ص ۷۰، كتاب التضحية، فصل فی محل إقامة الواجب فی الأضحية)

ولو اشترک ثمانية فی سبع بقرات لم يجزهم؛ لأن كل بقرة بينهم على ثمانية أسهم فيكون لكل واحد منهم أنقص من السبع، وكذلک إذا كانوا عشرة أو أكثر فهو على هذا(بدائع الصنائع، ج۵ص ۷۱، كتاب التضحية، فصل فی محل إقامة الواجب فی الأضحية)

[2] ولو لأحدهم أقل من سبع لم يجز عن أحد(الدرالمختار، كتاب الاضحية)

(قوله ولو لأحدهم) أی أحد السبعة المعلومين من قوله أو سبع بدنة، لأن المراد أنها تجزى عن سبعة بنية القربة من كل منهم ولو اختلفت جهات القربة كما يأتی(قوله لم يجز عن أحد) من الجواز أو من الإجزاء والثانی أنسب بما بعده(ردالمحتار، ج۶ص۳۱۵، كتاب الاضحية)

وفی الأضاحی للزعفرانی :لو اشترک ثلاثة نفر فی بقرة على أن يدفع أحدهم أربع دنانير، والآخر ثلاثة دنانير، والآخر دينار، واشتروا بها بقرة على أن تكون البقرة بينهم على قدر رأس مالهم، وضحوا بها لم يجز ؛ لأن نصيب أحدهم أقل من السبع (المحيط البرهانی فی الفقه النعمانی، ج۸ص۴۷۸، كتاب الأضحية،الفصل الثامن فيما يتعلق بالشركة فی الضحايا)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور اگر چھ افراد کسی ایک بڑے جانور (اونٹ یا گائے) میں شریک ہوئے، پھر ان میں سے پانچ افراد نے ایک شخص کو اپنے ساتھ اس جانور (اونٹ یا گائے) کے حصہ میں برابر کا شریک کرلیا، اور چھٹے آدمی نے شریک نہیں کیا، تو کسی کی بھی قربانی جائز نہیں ہوگی، کیونکہ اس صورت میں بعد میں شریک ہونے اور شریک کرنے والوں کا حصہ ساتویں حصہ سے کم بن جاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۷...... اگر کسی جانور (اونٹ، گائے، بھینس) میں ایسے شخص نے قربانی کا حصہ خریدا، کہ جس پر قربانی واجب نہیں تھی، اور پھر ذبح سے پہلے اس نے اپنا اس جانور کا حصہ کسی اور کو فروخت کردیا، تو اگرچہ اس کو ایسا کرنا جائز نہیں تھا، تاہم اس کی بیع معتبر ہوجائے گی (لانہٗ مالک لھا) اور ایسا کرنے کی صورت میں دوسرے شرکاء کی قربانی بھی درست ہوجائے گی، اور اس غریب کے ذمہ اس کے مثل دوسری قربانی اور قربانی کے دن گزرنے کے بعد اس کی قیمت کا صدقہ واجب ہوگا۔

یہی حکم اس صورت میں بھی ہے، جبکہ کسی غریب نے قربانی کی نیت سے جانور خرید رکھا تھا، مگر ذبح سے پہلے اس کو فروخت کردیا، تو اگرچہ اس کو ایسا کرنا جائز نہیں، مگر اس کے اس جانور کو فروخت کرنے کا عمل معتبر ہوجائے گا، اور اس غریب پر بھی اس جانور کے مثل دوسرے جانور کی قربانی اور قربانی کے دن گزرنے کے بعد اس کی قیمت کا صدقہ واجب ہوگا، اور جس نے غریب سے اس جانور کو خریدا، وہ اس کا مالک ہوجائے گا۔

اور مالک ہونے کے بعد وہ اگر اِس جانور کی قربانی کرے، تو اس کی قربانی بھی درست

---

[1] ولو اشترک خمسة فی بقرة فأشرک أربعة منهم رجلا فی البقرة تجوز الأضحية عنهم لأن الشركاء أربعة لكل واحد منهم خمسة فتصير الأربعة عشرين وقد جعلوا من أنصبائهم أربعة، والأربعة من عشرين أكثر من السبع ولو كانوا ستة فأشرک خمسة واحدا وأبى الواحد لم تجز أضحيتهم لأن نصيبه أقل من السبع لأن أصل حسابه ستة وثلاثون كل واحد ستة فيكون للخمسة ثلاثون وقد جعلوها ستة لكل واحد خمسة، وخمسة من ستة وثلاثين أقل من السبع كذا فی المحيط(تكملة البحر الرائق للطورى، ج۸ص ۲۰۲، كتاب الأضحية،الأضحية من الإبل والبقر والغنم)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہوجائے گی۔ ؎

؎ اور بعض اردو فتاویٰ میں جوغریب کے اپنے حصہ کوفروخت کردینے کی صورت میں دیگر شرکاء کی قربانی کو غیر درست قرار دیا گیا ہے (کمافی کفایت المفتی، جلد۸، صفحہ۱۹۲)

وہ راجح معلوم نہیں ہوسکا، کیونکہ بے شک روایتِ مشہورہ کی رُو سے شراءُ الفقیر بنیۃ الاضحیہ کے بعد فقیر کو اس کی بیع کرنا ممنوع اورناجائز ضرور ہے، لیکن کیونکہ وہ مالک ہے، اس لئے اس کی بیع کا تصرف معتبر کہلائے گا۔

رہا بعض کا یہ شبہ کہ جب گناہ اورناجائز ہے، تو بیع کیسے صحیح ہوجائے گی؟

سو یہ محض عامیانہ شبہ ہے، جس شخص کو فقہ سے کوئی مناسبت ہے، وہ ایسا شبہ نہیں کرسکتا، کیونکہ فقہ میں سینکڑوں نظائر اس کے موجود ہیں، کہ باوجود فعل ناجائز ہونے کے عقد منعقد ودرست ہوجاتا ہے (کذافی: جواہر الفقہ ج۶ ص۳۳۶، ۳۳۷، طبع جدید: نومبر 2010ء، مکتبہ دارالعلوم کراچی)

علاوہ ازیں شراءُ الفقیر بنیۃ الاضحیہ کے بارے میں ایک روایت عدمِ وجوب کی بھی ہے، جوکہ اگرچہ راجح یا مشہور نہ ہو، لیکن مذکورہ صورت میں جبکہ دیگر شرکاء کا کوئی قصور بھی نہیں، دیگر شرکاء کی قربانی کو درست قرار دینے کی خاطر اس روایت کو لے لینے کی گنجائش ہے۔

إذا اشترى شاة للأضحية ثم باعها حيث يلزمه التصدق بقيمتها لأن شراء ه إياها للأضحية قد صح لوجود الملك فيجب عليه(بدائع الصنائع، ج۵ ص ۷۶، كتاب التضحية، فصل في شرائط جواز إقامة الواجب في الأضحية)

إذا اشترى بدنة لمتعة مثلا ثم أشرك فيها ستة بعدما أوجبها لنفسه خاصة لا يسعه، لأنه لما أوجبها صار الكل واجبا بعضها بإيجاب الشرع وبعضها بإيجابه، فإن فعل فعليه أن يتصدق بالثمن(رد المحتار على الدر المختار، ج۶ ص۳۱۷، كتاب الأضحية)

والفقير إذا اشترى سبع شياه بنية الأضحية، وباع شاة منها، فإنه يشترى شاة مثلها، ويذبحها ما دام الوقت باقياً، وإن مضى الوقت؛ يتصدق بقيمتهن؛ كذا ههنا(المحيط البرهاني ، ج ۸ص۴۷۷، كتاب الأضحية،الفصل الثامن فيما يتعلق بالشركة في الضحايا)

قال (وإذا اشترى أضحية، ثم باعها فاشترى مثلها فلا بأس بذلك)لأن بنفس الشراء لا تتعين الأضحية قبل أن يوجبها(المبسوط للسرخسي، ج۱۲ ص۱۳، كتاب الاضحية)

وتجب على الفقير بالشراء بنية التضحية عندنا) ش :خلافا للشافعي وأحمد، واعلم أن الشاة تتعين للأضحية بأن نذر أن يضحى بها أو نوى عند الشراء وأن يضحى بها، وكان المشترى فقيرا . هذا ظاهر الرواية. وروى الزعفراني عن أصحابنا :أن التضحية بعينها لا تجب إلا بالنذر ولا تجب التضحية بعينها بنية الشرى للأضحية، وإن كان المشترى فقيرا، وهو القياس، وهو قول الشافعي. لأن القرب يلزم بأحد الأمرين :إما بالشروع أو بالنية، لم يوجد بالشراء مع نية الأضحية لا هذا ولا ذاك فلا يلزمه كما لو اشترى مالا بنية التصدق، أو عبدا بنية العتق(البناية شرح الهداية، ج۱۲ ص۳۱، كتاب الاضحية)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۸...... اگر کسی جانور میں سات سے کم افراد شریک ہیں، اور کسی شریک کے دو حصے ہیں، تو وہ اپنا ایک حصہ کسی دوسرے کو (خواہ وہ اجنبی ہو یا اس جانور میں پہلے سے شریک ہو) قربانی کرنے کے لئے فروخت کردے، تو اس طرح قربانی جائز ہو جائے گی۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أجمع أصحابنا رحمهم الله :أن الشاة تصير واجبة الأضحية بالنذر بأن قال :لله تعالىٰ على أن أضحى هذه الشاة، وأجمعوا على أنها لا تصير واجبة الأضحية بمجرد النية، بأن نوى أن يضحى هذه الشاة ولم يذكر بلسانه شيئا، وهل تصير واجبة الأضحية بالشراء بنية الأضحية؟ قال :إن كان المشترى غنياً لا تصير واجبة الأضحية باتفاق الروايات كلها؛ حتى لو باعها، واشترى أخرى، والثانية شر من الأولى جاز، ولا يجب عليه شيء . وإن كان المشترى فقيراً ذكر شيخ الإسلام خواهر زاده رحمه الله تعالىٰ فى شرح كتاب الأضحية أن فى ظاهر رواية أصحابنا تصير واجبة للأضحية . وروى الزعفرانى عن أصحابنا :أنها لا تصير واجبة وإلى هذا أشار شمس الأئمة السرخسى فى شرحه ، وذكر شمس الأئمة الحلوانى فى شرحه :أن فى ظاهر رواية أصحابنا لا تصير واجبة الأضحية، وذكر الطحاوى فى مختصره :أنها تصير واجبة، وأما إذا صرح بلسانه وقت الشراء أنه اشتراها ليضحى بها، فقد ذكر شمس الأئمة الحلوانى أنها تصير واجبة (المحيط البرهانى، ج۸ص ۴۵۹، كتاب الاضحية، الفصل الثانى فى وجوب الأضحية بالنذر، وما هو فى معناه)

وإن كان فقيرا ذكر شيخ الإسلام خواهر زاده فى ظاهر الرواية تصير واجبة بنفس الشراء وروى الزعفرانى عن أصحابنا لا تصير واجبة وأشار إليه شمس الأئمة السرخسى فى شرحه، وإليه مال شمس الأئمة الحلوانى فى شرحه وقال :إنه ظاهر الرواية ولو صرح بلسانه -والمسألة بحالها - تصير واجبة بشراء نية الأضحية إن كان المشترى فقيرا (تكملة البحر الرائق للطورى ، ج۸ص ۱۹۹ ، كتاب الاضحية)

وهذا الذى ذكره من الأصل يوافق ما ذكره شيخ الإسلام -رحمه الله -أن المشترى إذا كان موسرا لا تصير واجبة بالشراء بنية الأضحية باتفاق الروايات، وإن كان معسرا ففى ظاهر الرواية عن أصحابنا -رحمهم الله -تجب .وروى الزعفرانى عن أصحابنا أنها لا تجب وهو رواية النوادر (العناية شرح الهداية، ج۹ص ۵۱۶، كتاب الاضحية)

فلو قال كلاما نفسيا :لله على أن يضحى بهذه الشاة ولم يذكر بلسانه شيئا فاشترى شاة بنية الأضحية إن كان المشترى غنيا لا تصير واجبة باتفاق الروايات فله أن يبيعها ويشترى غيرها، وإن كان فقيرا ذكر شيخ الإسلام خواهر زاده فى ظاهر الرواية تصير واجبة بنفس الشراء وروى الزعفرانى عن أصحابنا لا تصير واجبة وأشار إليه شمس الأئمة السرخسى فى شرحه، وإليه مال شمس الأئمة الحلوانى فى شرحه وقال :إنه ظاهر الرواية ولو صرح بلسانه -والمسألة بحالها - تصير واجبة بشراء نية الأضحية إن كان المشترى فقيرا (تكملة البحر الرائق للطورى، ج۸ص ۱۹۹ ، كتاب الاضحية)

Idara Ghufran

اور اگر کسی شریک کا ایک حصہ تھا، اور وہ اپنا حصہ کسی اور کو یا اپنے شرکاء میں سے کسی کو قربانی کے لئے فروخت کردے، تو بھی قربانی جائز ہوجائے گی۔

وہ الگ بات ہے کہ غریب (یعنی جو نصاب کا مالک نہ ہو) اُسے قربانی کی نیت سے ایک یا زیادہ حصے خریدنے کے بعد اُن کو فروخت کرنا گناہ ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ [1]

مسئلہ نمبر۹...... اگر کسی اونٹ، گائے، بھینس میں سات سے کم افراد شریک ہیں، اور وہ باقی ماندہ حصہ کسی اور شخص کو فروخت کریں، یا اپنے میں سے کسی شریک کو فروخت کریں، اور پھر وہ اس جانور کی قربانی کریں، تو بھی قربانی درست ہوجائے گی۔ [2]

مسئلہ نمبر۱۰...... اگر ایک بڑے جانور میں شریک افراد سات سے کم ہوں (مثلاً دو، تین، چار، پانچ یا چھ افراد) اور بعض کا حصہ ساتویں حصہ سے زیادہ ہو لیکن کسی بھی شریک کا حصہ ایک بٹہ سات حصے سے کم نہ ہو تو کوئی حرج نہیں، بلکہ سب کی قربانی جائز ہوجائے گی۔

جیسے ایک جانور میں صرف دو افراد برابر کے شریک ہیں، اور دونوں افراد کے ساڑھے تین، ساڑھے تین حصے ہیں، یا تین افراد برابر کے شریک ہیں، اور تینوں افراد کے دو اور ایک بٹہ

---

[1] يَصِحُّ بَيْعُ الْحِصَّةِ الْمَعْلُومَةِ الشَّائِعَةِ بِدُونِ إذْنِ الشَّرِيكِ سَوَاءٌ كَانَ الْمَشَاعُ قَابِلًا لِلْقِسْمَةِ أَوْ غَيْرَ قَابِلٍ عَقَارًا أَوْ مَنْقُولًا لِأَنَّهُ كَمَا سَيُذْكَرُ فِي الْمَادَّةِ ١١٩٢ لِكُلٍّ أَنْ يَتَصَرَّفَ فِي مِلْكِهِ كَمَا يَشَاءُ وَهَذَا الْبَيْعُ مِنْ جُمْلَةِ التَّصَرُّفَاتِ وَعَلَى هَذَا كَمَا يَحِقُّ لِأَحَدِ الشَّرِيكَيْنِ أَنْ يَبِيعَ الْعَرْصَةَ الْمُشْتَرَكَةَ مِنْ شَرِيكِهِ فَكَذَلِكَ يَحِقُّ لَهُ أَنْ يَبِيعَ حِصَّتَهُ مِنْ الْأَجْنَبِيِّ بِدُونِ إذْنٍ مِنْ شَرِيكِهِ وَكَمَا أَنَّ لِمَنْ يَمْلِكُ حِصَّةً فِي دَارٍ مُشْتَرَكَةٍ أَنْ يَبِيعَ حِصَّتَهُ فِي تِلْكَ الدَّارِ مَعَ عَرْصَتِهَا لِشَرِيكِهِ فَلَهُ أَنْ يَبِيعَ هَذِهِ الْحِصَّةَ مِنْ الْأَجْنَبِيِّ وَلِشَرِيكِهِ حَقُّ الشُّفْعَةِ (درر الحكام فى شرح مجلة الأحكام، لعلى حيدر، ج ١، ص ١٨٩، كتاب البيوع، المادة: بَيْعُ الْحِصَّةِ الْمَعْلُومَةِ الشَّائِعَةِ بِدُونِ إذْنِ الشَّرِيكِ)

[2] لكل شريك فى شركة الملك أن يبيع نصيبه لشريكه، أو يخرجه إليه عن ملكه على أى نحو، ولو بوصية، إلا أن المشترك لا يوهب دون قسمة، ما لم يكن غير قابل لها. وسيأتى استثناء حالة الضرر. هكذا قرره الحنفية. وهو فى الجملة محل وفاق -إلا أن هبة المشاع سائغة عند جماهير أهل العلم بإطلاق : كما قرره المالكية والشافعية والحنابلة.

والحنفية على أن هبة المشاع لا تجوز -بمعنى عدم إثبات ملك ناجز -فالهبة صحيحة، ولكن يتوقف الملك على الإفراز ثم التسليم .

ذهب الحنفية والشافعية إلى أن للشريك أن يبيع نصيبه لغير شريكه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٦، ص٢٣، أحكام شركة الملك)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تین ایک بٹہ تین حصے ہیں، یا سب افراد برابر کے تو شریک نہیں ہیں بلکہ کمی زیادتی کے ساتھ شریک ہیں لیکن کسی ایک شریک کا بھی حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں، مثلاً چھ افراد اس طرح شریک ہیں کہ ان میں سے چار افراد کا پورا پورا ایک ایک حصہ اور دو افراد کا ڈیڑھ ڈیڑھ حصہ ہے، تو جائز ہے، کیونکہ مذکورہ صورتوں میں کسی ایک شریک کا حصہ بھی ساتویں حصہ سے کم نہیں ہے، بلکہ زیادہ ہے، یا بعض کا پورا ایک ایک حصہ اور بعض کا ایک سے زیادہ ہے۔ [1]

---

[1] یہاں بعض لوگوں کو یہ شبہ پیش آیا کرتا ہے کہ اگر کسی شریک کا حصہ ایک حصہ سے زیادہ بن جائے مثلاً ایک اور آدھا تو کیونکہ یہ آدھا حصہ ہو گیا ہے لہٰذا قربانی جائز نہ ہونا چاہئے۔

لیکن کیونکہ ایک حصہ سے کم ہونا اس وقت مضر ہے جبکہ مستقل طور پر یعنی سرے سے ہی ایک حصہ سے کم ہو اور جب ایک حصہ مستقل ہو تو اس کے بعد نفلی درجہ میں اضافی طور پر تبعاً وضمناً ایک حصہ سے کم ہونا مضر نہیں، اس لئے مذکورہ شبہ درست نہیں، لیکن اس اضافی حصۂ مکسورہ میں کوئی دوسری مستقل نیت کرنا خلافِ احتیاط ہے، کما سیجیٔ۔

وتجوز البدنة بين اثنين نصفين ;لأنه لما جاز ثلاثة أسباع فلأن يجوز ثلاثة ونصف أولى، ولو كان لأحدهم أقل من السبع لا يجزئه(الاختيار لتعليل المختار، ج٥ص١٨، كتاب الاضحية)

ولا شك في جواز بدنة أو بقرة عن أقل من سبعة بأن اشترك اثنان أو ثلاثة أو أربعة أو خمسة أو ستة في بدنة أو بقرة؛ لأنه لما جاز السبع فالزيادة أولى، وسواء اتفقت الأنصباء في القدر أو اختلفت؛ بأن يكون لأحدهم النصف وللآخر الثلث ولآخر السدس بعد أن لا ينقص عن السبع ولو اشترك سبعة في خمس بقرات أو في أكثر فذبحوها أجزأهم؛ لأن لكل واحد منهم في كل بقرة سبعها، ولو ضحوا ببقرة واحدة أجزأهم فالأكثر أولى (بدائع الصنائع، ج٥ص٧١، كتاب التضحية، فصل في محل إقامة الواجب في الأضحية)

والتقدير بالسبع يمنع الزيادة ولايمنع النقصان كذا في الخلاصة (الفتاویٰ الهندية، ج ٥ ص ٣٠٤، كتاب الاضحية الباب الثامن)

وفي اضاحي الزعفراني ولوكانت البدنةاوالبقرة بين اثنين فضحيابهااختلف المشايخ فيه والمختار انه يجوز ونصف السبع تبع فلا يصير لحما قال الصدرالشهيد رحمه الله تعالىٰ وهذا اختيار الامام الوالد وهواختيارالفقيه أبي الليث رحمه الله تعالىٰ كذا في الخلاصة وان دفع أحدهم ثلاثة دنانير ونصفاوالاخرديناريـن ونصفاوالاخرديناراجازت عنهم لان اقل النصيب هوالسبع وكذلك لواشترك خمسة دفع احدهم دينارين والثاني دينارين ونصفاوالثالث ثلاثة دنانير والرابع كذلك والخامس ثلاثة دنانيرونصفاجازت عنهم لان اقل النصيب هوالسبع كذا في محيط السرخسي (الفتاویٰ الهندية، ج ٥ ص ٣٠٥، كتاب الاضحية، الباب الثامن)

وفي الأضاحي للزعفراني :لو اشترك ثلاثة نفر في بقرة على أن يدفع أحدهم أربع دنانير، والآخر ثلاثة دنانير، والآخر دينار، واشتروا بها بقرة على أن تكون البقرة بينهم على قدر رأس مالهم،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۱...... قربانی کے جانور میں سب شریکوں کا ثواب کی نیت سے قربانی کرنا ضروری ہے اگر شریکوں میں سے کسی ایک شریک کی بھی نیت ثواب کی نہ ہو بلکہ صرف گوشت کھانے یا تجارت یعنی گوشت کو فروخت کر کے نفع کمانے کی نیت ہو تو کسی شریک کی قربانی بھی درست نہیں ہوگی۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۲...... ایک بڑے جانور میں سب حصہ داروں کی نیت واجب قربانی کی ہو یا نفل قربانی کی ہو یا بعض کی نفلی اور بعض کی واجب قربانی کی نیت ہو یا بعض کی قربانی کی نیت ہو اور بعض کی عقیقہ کی یا حجِ تمتع وغیرہ کی نیت ہو، ہر طرح جائز ہے، کیونکہ یہ تمام کام ثواب کے ہیں۔

البتہ بہتر یہ ہے کہ ایک بڑے جانور میں سب افراد ایک ہی قسم کی قربانی کی نیت سے شریک

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

فضحوا بها لم يجز ؛ لأن نصيب أحدهم أقل من السبع، وإن كانت بقرة أو البدنة بين اثنين، فضحيا بها؛ اختلف المشايخ رحمهم الله تعالىٰ فيه؛ قال بعضم :لا يجزئهما؛ لأن لكل واحد منهما ثلاثة أسباع ونصف سبع ،ونصف السبع لا يجوز فى الأضحية، فإذا لم يجز النصف لم يجز الباقى، وقال بعضهم :يجوز، وبه أخذ الفقيه أبو الليث، والصدر الشهيد برهان الأئمة، وهكذا ذكر الشيخ الفقيه محمد الحرمينى فى مسائله .وصورة ما ذكره الفقيه الحرمينى :إذا اشترک ثلاثة نفر فى بقرة على أن يدفع أحدهم ثلاثة دنانير ونصفاً، وآخر دينارين ونصفاً، وآخر دينارا، فاشتروا بها بقرة على أن تكون البقرة بينهم على قدر رأس مالهم، وضحوا بها جازت الأضحية عنهم، لأحدهم ثلاثة اسباع ونصف سبع ،ولاحدهم سبعان ونصف سبع، ولاحدهم سبع، ووجه ذلک :أن نصف السبع، وإن لم تكن أضحية، فهى قربة تبعاً للأضحية، فلا يصير لحماً(المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى، ج۸ص ۴۷۸، كتاب الأضحية،الفصل الثامن فيما يتعلق بالشركة فى الضحايا)

[1] فأما إذا كان أحد الشركاء أراد بالذبح اللحم لا التقرب أو كان أحدهم ذميا لم يقع عن الأضحية لأنها مما لا يتجزأ فإذا لم يكن البعض قربة بطل الكل(تحفة الفقهاء، ج۳ص ۸۵ ، كتاب الأضحية)

(وإن) (كان شريک الستة نصرانيا أو مريدا اللحم) (لم يجز عن واحد) منهم لأن الإراقة لا تتجزأ هداية لما مر(الدر المختار، كتاب الاضحية)

(قوله لأن الإراقة لا تتجزأ إلى قوله ينابيع) وجد على هامش نسخة الشارح بخطه وسقط من بعض النسخ (قوله لما مر) أى من أن بعضها لم يقع قربة(ردالمحتار، ج۶ص ۳۲۶،۳۲۷، كتاب الاضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہوں۔ ل

ل اور اگر کوئی ولیمہ کی نیت سے قربانی کے جانور میں حصہ ڈالے، تو امام ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ سے اس بارے میں کچھ منقول نہیں، بعد کے مشائخ نے دیگر جہات پر قیاس کر کے اجازت دی ہے۔

چنانچہ امداد الاحکام میں ہے کہ:

گو ولیمہ بدون اراقتِ دم کے ادا ہو جاتا ہے، مگر حدیث اولم ولو بشاۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ اراقتِ دم ولیمہ میں بھی مسنون ہے، پس جو درجہ عقیقہ کا ہے، وہی ولیمہ کا ہے (امداد الاحکام، جلد ۴، صفحہ ۲۸۴)

لیکن کیونکہ اضحیہ، عقیقہ، دمِ شکر و دمِ جنایت، ان سب میں اراقتِ دَم مقصود ہوتا ہے، اگرچہ بعض میں اراقتِ دم کے ساتھ صدقہ کا بھی حکم ہوتا ہے۔

برخلاف ولیمہ کے کہ ولیمہ میں اراقتِ دَم کے بجائے "لحم" کے مقصود ہونے کا شبہ ہے، اور امام صاحب اور صاحبین رحمہم اللہ سے اس کی تصریح بھی منقول نہیں، اور اولم ولو بشاۃ میں محدثین کی تصریح کے مطابق شاۃ کا لفظ اتفاقی ہے، اس لئے گو مشائخ کے نزدیک جائز ہے، مگر بندہ کو اس سے احتراز کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی بنیتِ تصدق "لحم" حاصل کر کے صدقہ کرنے کے لئے قربانی کے بڑے جانور میں شرکت کرے، تو اس سے بھی احتراز بہتر معلوم ہوتا ہے۔

بالخصوص جبکہ مختلف جہات کی شرکت کو مکروہ اور خلافِ افضل بھی قرار دیا گیا ہے۔

ولكن إنما يجوز بشرط أن يكون قصدهم من التضحية التقرب إلى الله تعالى سواء كان من نوع واحد كما إذا كانوا شركاء في الأضحية أو في الهدى أو من أنواع مختلفة بأن كان نوى أحدهم الأضحية والآخر الهدى والآخر دم الكفارة ونحو ذلك ولكن الأفضل أن تكون الشركة في نوع واحد،فأما إذا كان أحد الشركاء أراد بالذبح اللحم لا التقرب أو كان أحدهم ذميا لم يقع عن الأضحية لأنها مما لا يتجزأ فإذا لم يكن البعض قربة بطل الكل(تحفة الفقهاء، ج۳ص ۸۵ ،كتاب الأضحية)

ولو أرادوا القربة؛ الأضحية أو غيرها من القرب أجزأهم سواء كانت القربة واجبة أو تطوعا أو وجبت على البعض دون البعض، وسواء اتفقت جهات القربة أو اختلفت بأن أراد بعضهم الأضحية وبعضهم جزاء الصيد وبعضهم هدى الإحصار وبعضهم كفارة شيء أصابه في إحرامه وبعضهم هدى التطوع وبعضهم دم المتعة والقران وهذا قول أصحابنا الثلاثة ...... الجهات -وإن اختلفت صورة -فهي في المعنى واحد؛ لأن المقصود من الكل التقرب إلى الله -عز شأنه -وكذلك إن أراد بعضهم العقيقة عن ولد ولد له من قبل؛ لأن ذلك جهة التقرب إلى الله تعالى -عز شأنه - بالشكر على ما أنعم عليه من الولد، كذا ذكر محمد -رحمه الله -في نوادر الضحايا ولم يذكر ما إذا أراد أحدهم الوليمة -وهي ضيافة التزويج -وينبغي أن يجوز؛ لأنها إنما تقام شكرا لله تعالى - عز شأنه -على نعمة النكاح وقد وردت السنة بذلك عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أنه قال أولم ولو بشاة فإذا قصد بها الشكر أو إقامة السنة فقد أراد بها التقرب إلى الله -عز شأنه -

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۳......بہتر یہ ہے کہ قربانی کے جانور کو تمام حصے دار مل کر خریدیں یا پھر ایک یا بعض حصے دار دوسرے حصے داروں کی اجازت حاصل کر کے (یعنی ان کے وکیل ونمائندے بن کر) خریدیں، تاکہ جانور کی خریداری میں ابتداء سے ہی شرکت واقع ہو جائے۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۴......قربانی کا بڑا جانور خریدتے وقت اگر دوسروں کو بھی شریک کرنے کا ارادہ تھا یا یہ خیال تھا کہ اگر کوئی اور مل گیا تو اس کو بھی شریک کرلونگا یا جانور اس کا پہلے سے پالتو تھا یا خریدا کسی اور غرض سے تھا یا کسی نے اس کو ہدیہ کیا تھا، اور بعد میں قربانی کی نیت کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وروی عن أبی حنیفة -رحمه الله- کره الاشتراک عند اختلاف الجهة وروی عنه أنه قال: لو کان هذا من نوع واحد لکان أحب إلی، وهکذا قال أبو یوسف -رحمه الله(بدائع الصنائع، ج۵ص ۷۲، کتاب التضحیة، فصل فی شرائط جواز إقامة الواجب فی الأضحیة)

وشمل ما لو کانت القربة واجبة علی الکل أو البعض اتفقت جهاتها أو لا: کأضحیة وإحصار وجزاء صید وحلق ومتعة وقران خلافا لزفر، لأن المقصود من الکل القربة، وکذا لو أراد بعضهم العقیقة عن ولد قد ولد له من قبل لأن ذلک جهة التقرب بالشکر علی نعمة الولد ذکره محمد ولم یذکر الولیمة. وینبغی أن تجوز لأنها تقام شکرا لله تعالی علی نعمة النکاح ووردت بها السنة، فإذا قصد بها الشکر أو إقامة السنة فقد أراد القربة. وروی عن أبی حنیفة أنه کره الاشتراک عند اختلاف الجهة، وأنه قال لو کان من نوع واحد کان أحب إلی، وهکذا قال أبو یوسف بدائع(رد المحتار علی الدر المختار. ج۶ص ۳۲۶، کتاب الأضحیة)

(أولم) أی اتخذ ولیمة (ولو بشاة) مبالغة فی القلة فلو تقلیلیة لا امتناعیة فلا حد لأقلها ولا لأکثرها ونقل القاضی الإجماع علی أنه لا حد لقدره المجزء والخطاب لعبد الرحمن بن عوف الذی تزوج والأمر للندب عند الجمهور وصرفه عن الوجوب خبر هل علی غیرها أی الزکاة قال: لا إلا أن تطوع وخبر لیس فی المال حق سوی الزکاة ولأنها لو وجبت لوجبت الشاة ولا قائل به < .تنبیه > قال أبو حیان: هذه الواو لعطف حال علی حال محذوفة یتضمنها السابق تقدیره أولم علی کل حال ولو بشاة ولا تجیء هذه الحال إلا منبهة علی ما کان یتوهم أنه لیس مندرجا تحت عموم الحال المحذوفة (فیض القدیر للمناوی، تحت حدیث رقم ۲۸۰۰)

[1] (ولو شری بدنة للأضحیة ثم أشرک فیها ستة جاز استحسانا) وفی القیاس لا یجوز وهو قول زفر وروایة عن الإمام لأنه أعدها للقربة فلا یجوز بیعها
وجه الاستحسان أنه قد یجد بقرة سمینة ولا یجد الشریک وقت الشراء فمست الحاجة إلی هذا (والاشتراک قبل الشراء أحب) إذ به یبعد عن الخلاف ویسلم عن الرجوع فی القربة وروی عن الإمام کراهة الاشتراک بعده(مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، ج۲ص ۵۱۸، کتاب الأضحیة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تو ان سب صورتوں میں دوسروں کو شریک کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

لیکن اگر جانور خریدتے وقت صرف اپنی طرف سے پورا جانور ذبح کرنے کا ارادہ تھا تو اگر اس شخص پر قربانی واجب تھی (یعنی یہ شخص صاحبِ نصاب تھا) تو دوسروں کو شریک کرنا مکروہ ہے، اور شریک کرنے کی صورت میں بہتر ہے کہ جتنے حصے دوسروں کو دیئے ہیں، اتنے حصے دوسرے جانور میں قربانی کرے، اور قربانی کے دن گزر گئے تو اتنی قیمت صدقہ کرے۔

اور اگر اس پر قربانی واجب نہیں تھی (یعنی یہ شخص صاحبِ نصاب نہیں تھا) تو دوسروں کو شریک کرنا جائز نہیں، اور اگر وہ اس کے باوجود دوسروں کو شریک کرے گا، تو دوسرے شریکوں کی قربانی درست ہو جائے گی مگر اس غریب پر واجب ہے کہ جتنے حصے دوسروں کو دیئے ہیں، اتنے اور اتنی ہی مالیت کے حصے کسی دوسرے جانور میں سے قربانی کرے، اگر قربانی کے دن باقی ہوں۔ ورنہ اتنے حصوں کی مالیت کے حساب سے قیمت غریبوں کو صدقہ کرے۔ [1]

[1] اور دوسرے جانور میں سے اتنے حصے کرنے کی صورت میں اگر ان کی مالیت پہلے جانور کے حصوں کے مقابلہ میں کم تھی تو کمی کی مقدار کے برابر صدقہ بھی کرے۔

ومن فروع الابدال والبيع ان يشرك فيها غيره (اعلاء السنن ج۱۷ ص ۲۷۹، باب افضلية مباشرة التضحية بنفسه وجواز الاستنابة والاستعانة)

ولو اشترى بقرة يريد أن يضحى، ثم اشترك فيها معه ستة أجزأه استحسانا والقياس لا يجزء وهو قول زفر لأنه أعدها قربة فيمتنع بيعها، وجه الاستحسان أنه قد يجد بقرة سمينة وقد لا يظفر بالشركاء وقت الشراء فيشتريها، ثم يطلب الشركاء ولو لم يجز ذلك لحرجوا وهو مدفوع شرعا والأحسن أن يفعل ذلك قبل الشراء وعن الإمام مثل قول زفر (تكملة البحر الرائق للطورى، ج۸ص۱۹۸، كتاب الأضحية)

ولو اشترى بقرة يريد أن يضحى بها، ثم أشرك فيها ستة يكره ويجزيهم؛ لأنه بمنزلة سبع شياه حكما، إلا أن يريد حين اشتراها أن يشركهم فيها فلا يكره، وإن فعل ذلك قبل أن يشتريها كان أحسن، وهذا إذا كان موسرا، وإن كان فقيرا معسرا فقد أوجب بالشراء فلا يجوز أن يشرك فيها، وكذا لو أشرك فيها ستة بعد ما أوجبها لنفسه لم يسعه؛ لأنه أوجبها كلها لله تعالى، وإن أشرك جاز، ويضمن ستة أسباعها، وقيل فى الغنى :إنه يتصدق بالثمن(الفتاوى الهندية، ج۵ص۳۰۴، كتاب الأضحية،الباب الثامن فيما يتعلق بالشركة فى الضحايا)

قال فى الفتح عن الأصل والمبسوط :فإن اشترى بدنة لمتعة مثلا ثم اشرك فيها ستة بعد ما أوجبها لنفسه خاصة لا يسعه لأنه لما أوجبها صار الكل واجبا بعضها بإيجاب الشرع وبعضها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۵...... اگر چند افراد کی طرف سے مشترکہ طور پر (مِلے جُلے) کئی جانور خریدے گئے لیکن ہر ایک کے نام کا علیحدہ علیحدہ جانور متعین نہیں کیا گیا اور اسی طرح ہر ایک کی طرف سے ایک ایک جانور کی قربانی کردی گئی، تب بھی سب کی قربانی درست ہوجائے گی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بإيجابه؛ فإن فعل فعليه أن يتصدق بالثمن وإن نوى أن يشرك فيها ستة أجزأته لأنه ما أوجب الكل على نفسه بالشراء ، فإن لم يكن له نية عند الشراء ولكن لم يوجبها حتى شرك الستة جاز: والأفضل أن يكون ابتداء الشراء منهم أو من أحدهم بأمر الباقين حتى تثبت الشركة فى الابتداء . اهـ.وقوله لأنه ما أوجب الكل على نفسه بالشراء إلخ يدل على أن معنى إيجابها لنفسه أن يشتريها لنفسه أو ينوى بعده القربة، ومثله قوله فى شرح اللباب أى بتعيين النية وتخصيصها له .إذا عرفت ذلک فالصور ستة :إما أن يشتريها لنفسه خاصة، أو يشتريها بلا نية ثم يعينها لنفسه، أو يشتريها بلا نية ولم يعينها لنفسه، أو يشتريها بنية الشركة أو يشتريها مع ستة، أو يشتريها وحده بأمرهم، فقول الشارح شريت لقربة لا يصلح على إطلاقه بل هو خاص بما عدا الصورتين الأوليين، لكن ينبغى أن يكون هذا التفصيل محمولا على الفقير لأن الغنى لا تجب عليه بالشراء بدليل ما ذكره فى أضحية البدائع عن الأصل، من أنه لو اشترى بقرة ليضحى بها عن نفسه فأشرک فيها يجزئهم والأحسن فعل ذلک قبل الشراء قال :وهذا :أى قوله يجزئهم محمول على الغنى لأنها لم تتعين، أما الفقير فلا يجوز أن يشرک فيها لأنه أوجبها على نفسه بالشراء للأضحية فتعينت اهـ .لكن سوى فى الخانية فى مسألة الأضحية بين الغنى والفقير فتأمل(رد المحتار على الدر المختار، ج۲،ص۶۱۵،كتاب الحج،باب الهدى)

(وصح) (اشتراک ستة فى بدنة شريت لأضحية) أى إن نوى وقت الشراء الاشتراک صح استحسانا وإلا لا (استحسانا وذا) أى الاشتراک (قبل الشراء أحب(الدر المختار)

(قوله فى بدنة شريت لأضحية) أى ليضحى بها عن نفسه هداية وغيرها، وهذا محمول على الغنى لأنها لم تتعين لوجوب الاضحية بها ومع ذلک يكره لما فيه من خلف الوعد .وقد قالوا إنه ينبغى له أن يتصدق بالثمن وإن لم يذكره محمد نصا، فأما الفقير فلا يجوز له أن يشرک فيها لأنه أوجبها على نفسه بالشراء للأضحية فتعينت للوجوب بدائع وغاية البيان لكن فى الخانية سوى بين الغنى والفقير ثم حكى التفصيل عن بعضهم تأمل(قوله أى إن نوى وقت الشراء الاشتراک صح استحسانا وإلا لا) كذا فى بعض النسخ، والواجب إسقاطه كما فى بعض النسخ، لأن موضوع المسألة الاستحسانية أن يشتريها ليضحى بها عن نفسه كما فى الهداية والخانية وغيرهما، ولذا قال المصنف بعد قوله استحسانا وذا قبل الشراء أحب .وفى الهداية :والأحسن أن يفعل ذلک قبل الشراء ليكون أبعد عن الخلاف وعن صورة الرجوع فى القربة اهـ .وفى الخانية :ولو لم ينو عند الشراء ثم أشركهم فقد كرهه أبو حنيفة.أقول :وقدمنا فى باب الهدى عن فتح القدير معزوا إلى الأصل والمبسوط :إذا اشترى بدنة لمتعة مثلا ثم أشرک فيها ستة بعدما أوجبها لنفسه خاصة لا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

البتہ بہتر یہ ہے کہ ہر جانور ہر ایک کے نام سے مخصوص کیا جاوے کہ یہ فلانے کی طرف سے ہے اور وہ فلانے کی طرف سے ہے اور وہ فلانے کی طرف سے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۶...... اگر دس افراد نے ایک آدمی سے دس بکریاں اس طرح خریدیں کہ فروخت کرنے والے نے یہ کہا کہ میں نے یہ دس بکریاں تم کو فروخت کیں، ہر بکری مثلاً دس ہزار کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يسعه، لأنه لما أوجبها صار الكل واجبا بعضها بإيجاب الشرع وبعضها بإيجابه، فإن فعل فعليه أن يتصدق بالثمن، وإن نوى أن يشرك فيها ستة أجزائه لأنه ما أوجب الكل على نفسه بالشراء ، فإن لم يكن له نية عند الشراء ولكن لم يوجبها حتى شرك الستة جاز .والأفضل أن يكون ابتداء الشراء منهم أو من أحدهم بأمر الباقين حتى تثبت الشركة في الابتداء اهـ ولعله محمول على الفقير أو على أنه أوجبها بالنذر، أو يفرق بين الهدى والأضحية تأمل(رد المحتار على الدر المختار، ج٦ص ٣١٧، كتاب الأضحية)

[1] في أضاحي الزعفراني :اشترى سبعة نفر سبع شياه بينهم أن يضحوا بها بينهم، ولم يسم لكل واحد منهم شاة بعينها فضحوا بها كذلك ،فالقياس :أن لا يجوز.

وفي الاستحسان :يجوز؛ فقوله اشترى سبعة نفر سبع شياه بينهم؛ يحتمل كل شاة بينهم، ويحتمل شراء سبع شياه على أن يكون لكل واحد منهم شاة، ولكن لا بعينها، فإن كان المراد هو الثاني، فما ذكر من الجواب باتفاق الروايات؛ لأن كل واحد منهم يصير مضحياً بشاة كاملة، وإن كان المراد هو الأول فما ذكر من الجواب على إحدى الروايتين، فإن الغنم إذا كانت بين رجلين ضحيا بها ذكر في بعض المواضع :أنه لا يجوز.

وفي النوازل :شاتان بين رجلين ذبحاها عن نسكهما جاز، وهكذا ذكر القدوري رحمه الله تعالىٰ في آخر كتابه(المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج٨ص ٤٨٠، كتاب الأضحية،الفصل الثامن فيما يتعلق بالشركة في الضحايا)

ولو اشترى عشرة عشر أغنام بينهم فضحى كل واحد واحدة جاز.....وفي الأضاحي للزعفراني اشترى سبعة نفر سبع شياه بينهم ولم يسم لكل واحد منهم شاة بعينها فضحوا بها كذلك فالقياس أن لا يجوز، وفي الاستحسان يجوز، فقوله اشترى سبعة نفر سبع شياه بينهم يحتمل شراء كل شاة بينهم ويحتمل شراء شياه على أن يكون لكل واحد شاة ولكن لا بعينها، فإن كان المراد هو الثاني فما ذكر في الجواب باتفاق الروايات؛ لأن كل واحد منهم يصير مضحيا شاة كاملة، وإن كان المراد هو الأول فما ذكر من الجواب على إحدى الروايتين، فإن الغنم إذا كانت بين رجلين ضحيا بها ذكر في بعض المواضع أنه لا يجوز، كذا في المحيط.

شاتان بين رجلين ذبحاهما عن نسكيهما أجزأهما، بخلاف العبدين بين اثنين أعتقاهما عن كفارتيهما لا يجوز(الفتاوى الهندية، ج٥ص ٣٠٦، كتاب الأضحية،الباب الثامن فيما يتعلق بالشركة في الضحايا)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہے، خریداروں نے ان بکریوں کو مذکورہ قیمت پر خریدلیا، تو یہ دس بکریاں ان دس افراد کے درمیان مشترک ہوجائیں گی، پھر اگر ان میں سے ہرایک نے کوئی سی بھی ایک ایک بکری کو لے کر اپنی طرف سے قربانی کردی، تو ہرایک کی قربانی جائز ہوجائے گی۔

اور اگر ان میں سے کوئی بکری ایسی عیب دار نکلی کہ جس کی قربانی جائز نہیں، اور کوئی بھی شریک ان میں سے اس عیب دار بکری کو اپنے لئے لینے پر راضی نہ ہوا، تو نو بکریوں کی دس افراد کی طرف سے قربانی کرنا جائز نہیں ہوگا، تا آنکہ یہ اس ایک بکری کے بارے میں شرعی طریقہ پر معاملہ صاف کرکے اپنے میں سے ایک فرد کو الگ نہ کردیں، پھر نو افراد کی جانب سے نو بکریوں کی قربانی درست ہوجائے گی۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۷...... جو شخص قربانی کے لئے جانور متعین کرکے یا کسی جانور میں حصہ لے کر فوت ہوگیا ہو (اور ابھی قربانی نہیں کی گئی تھی) تو اب اگر اس کے سب وارث بالغ ہوں، اور وہ سب میت کی طرف سے قربانی کی اجازت دیں، تو ان کی اجازت سے قربانی جائز ہے، اور وارثوں کے، میت کی طرف سے اجازت دینے کی صورت میں یہ قربانی میت کی طرف سے کہلائے گی، اور اگر ایک وارث بھی اجازت نہ دے گا، تو اس جانور کی قربانی جائز نہ ہوگی۔

کیونکہ اب وہ جانور یا حصہ متوفّٰی کے سب وارثوں کی بطور میراث کے مشترکہ ملکیت ہے اور اگر اس کے وارثوں میں کوئی فرد نابالغ بھی ہے تو اب اس جانور کی قربانی نہ کی جائے، کیونکہ نابالغ کی اجازت معتبر نہیں ہے۔ [2]

---

[1] عشرة نفر اشتروا من رجل عشر شياه جملة فقال البائع بعت هذه العشرة لكم كل شاة بعشرة دراهم قالوا اشترينا فصارت العشرة مشتركة بينهم فأخذ كل واحد منهم شاة و ضحى عن نفسه جاز *فإن ظهر منها شاة عوراء فأنكر كل أحد من الشركاء أن تكون العوراء له لا تجوز تضحيتهم لأن تسع شياه عن عشرة نفر لا تجوز لأنه منقوص كل أضحية فى التسع(فتاوى قاضى خان، كتاب الأضحية)

[2] وذكر فى الأصل إذا اشترك سبعة فى بدنة فمات أحدهم قبل الذبح فرضى ورثته أن يذبح عن الميت جاز استحسانا والقياس أن لا يجوز (بدائع الصنائع، ج۵ص ۷۲، كتاب التضحية، فصل فى شرائط جواز إقامة الواجب فى الأضحية)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۱۸...... اگر قربانی کے بڑے جانور (اونٹ یا گائے) میں چند لوگ اس طرح شریک ہوئے کہ کچھ لوگوں نے گزشتہ سال کی قضا قربانی کی نیت سے حصہ لیا، اور بعض نے اس موجودہ سال کی واجب قربانی کی نیت سے حصہ لیا، تو اس جانور کی قربانی درست ہوجائے گی، لیکن قضا کی نیت سے شامل ہونے والوں کی یہ قربانی نفل بن جائے گی، اوران کی گزشتہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(وإن) (مات أحد السبعة) المشتركين فى البدنة (وقال الورثة اذبحوا عنه وعنكم) (صح) عن الكل استحسانا لقصد القربة من الكل، ولو ذبحوها بلا إذن الورثة لم يجزهم لأن بعضها لم يقع قربة(الدرالمختار، كتاب الاضحية)

(قوله وقال الورثة) أى الكبار منهم نهاية (قوله لقصد القربة من الكل) هذا وجه الاستحسان .... (قوله لأن بعضها لم يقع قربة) فكذا الكل لعدم التجزؤ كما يأتى(ردالمحتار، ج٦ ص ٣٢٦، كتاب الاضحية)

وإذا اشترى سبعة بقرة ليضحوا بها فمات أحد السبعة وقالت الورثة وهم كبار :اذبحوها عنه وعنكم جاز استحسانا، ولو ذبح الباقون بغير إذن الورثة لا يجزئهم؛ لأنه لم يقع بعضها قربة لعدم الإذن منهم فلم يقع الكل قربة ضرورة عدم التجزى كذا فى الكافى(الفتاوىٰ الهندية، ج٥ ص ٣٠٥، كتاب الاضحية، الباب الثامن)

رجل اشترى أضحية وأوجبها على نفسه بلسانه ثم مات قبل أن يضحى بها كان ميراثا عنه فى قول أبى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى(فتاوىٰ قاضيخان، ج٣ص ٢٠٧، كتاب الاضحية)

امدادالمفتین میں ہے کہ:

> قربانی کے جانور کا کوئی حصہ خریدنے کے بعد خریدنے والا مرگیا تو یہ ایک بین بین صورت ہے، نہ تو ملک میت ہے اور نہ ہنوز ملکِ ورثہ اس میں مکمل ہے، بلکہ ایک شئ موقوف کی طرح ہے، کہ اگر ورثہ اجازت دے دیں تو منجانب میت قربانی ہوجائے اور اجازت نہ دیں تو وہ اس کی قیمت شرکاء سے لے کر ترکہ میں شامل کرکے تقسیم کرسکتے ہیں، اس کی ایک نظیر وصیت للوارث یا وصیت بازید من الثلث ہے، کہ ورثہ کی اجازت پر موقوف ہے کہ میت کا تصرف اگر اس میں پوری طرح نافذ ہوتا تو اجازت ورثہ کی ضرورت کیا تھی، اور اگر ورثہ کی ملک تام ہوتی تو پھر الا باذن الورثہ کا استثناء بظاہر مناسب نہیں تھا بلکہ یہ ہوتا کہ ورثہ اس کے مالک ہیں، وہ چاہیں کریں، اگر دیں تو وہ ہبہ مبتدیہ ہوگا نہ دیں تو ان کو اختیار ہے، الغرض حدیث میں اس کو بعنوان استثناء تعبیر کرنے سے ظاہر یہ ہے کہ ورثہ کی اجازت اس جگہ بالکل ہبہ مستقلہ نہیں۔
>
> خلاصہ یہ کہ حصہ اضحیہ اگرچہ اجازت ورثہ پر موقوف ہے وہ اجازت نہ دیں تو ترکہ میں شامل ہوجائے گا، لیکن جب وہ اجازت دے دیں، تو یہ تصرف میت ہی کا نافذ ہوگا، اور یہ عمل اسی کی طرف منسوب ہوگا، مثل وصیت زائد عن الثلث کے کہ بعد اجازت ورثہ کے میت کا ہی تصرف ہوکر وصیت ہی کی حیثیت سے نافذ ہوتی ہے،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

واجب قربانی ادانہیں ہوگی، بلکہ ان کو گزشتہ قربانی کی قضا پوری کرنے کے لئے قربانی کے قابل درمیانی درجہ کی بکری یا دنبہ، یا بھیڑ یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہوگا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ورثہ کا صدقہ یا ہبہ نہیں کہلاتی، اور اس صورت میں سبع بقرۃ کا تجزیہ نہ ہوا، واللہ اعلم ۲/ جمادی الثانی ۶۷ھ

(امداد المفتین ص ۹۵۸ تا ۹۶۰، کتاب الاضحیۃ والعقیقۃ والختان)

اور ورثہ کی طرف سے ''اذبحوا عنه'' کے جملہ میں ''عنه'' کا لفظ بھی اس معنیٰ کی تائید کرتا ہے، کہ یہ تصرف واضحیہ میت کی طرف سے واقع ہو رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر ایک سے زیادہ ورثاء اس سُبُعِ بقرۃ (بقرہ کے ساتویں حصہ) میں اپنی قربانی کی نیت کریں تو پھر یہ صورت جائز نہ ہوگی، کیونکہ اس صورت میں یہ عمل میت کی طرف سے واقع نہ ہوگا، بلکہ ان ورثاء کی طرف سے واقع ہوگا، اور ان کی اپنی ملکیت میں تصرف کہلائے گا، اور اس صورت میں سبعِ بقرۃ کی ذابحین کی طرف سے تجزی لازم آئے گی، جو کہ جائز نہیں ہے۔

اور اسی سے مذکورہ جزئیہ میں استحسان کی وجہ بھی معلوم ہوگئی، کہ وہ اذنِ ورثہ کی وجہ سے قربت بنا ہے۔ محمد رضوان

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ ''حصولُ الخیر بالتضحیۃ عن الغیر یعنی غیر کی طرف سے قربانی کی تحقیق)

[1] وإن نوى بعض الشركاء التطوع وبعضهم يريد الأضحية للعام الذي صار دينا عليه وبعضهم الأضحية الواجبة عن عامه ذلك جاز الكل، وتكون عن الواجب عمن نوى الواجب عن عامه ذلك، وتكون تطوعا عمن نوى القضاء عن العام الماضي، ولا تكون عن قضائه بل يتصدق بقيمة شاة وسط لما مضى، كذا في فتاوى قاضي خان(الفتاویٰ الهندية، ج۵ ص ۳۰۵، كتاب الاضحية، الباب الثامن)

ملحوظ رہے کہ قاضی خان کی ایک روایت کے مطابق اگر ایک شخص نے اس سال کی قربانی کی نیت سے حصہ لیا، اور باقی لوگوں نے گزشتہ سال کی قضاء قربانی کی نیت کی، تو اس سال کی ادا قربانی کرنے والے کی قربانی تو درست ہو جائے گی، اور باقی لوگوں کی قضاء قربانی کی نیت درست نہیں ہوگی، بلکہ یہ ان کی نفلی قربانی بن جائے گی، اور پورے جانور کے گوشت کا صدقہ کرنا واجب ہو جائے گا، کیونکہ واجب قربانی والے کا حصہ اس جانور میں شائع ہے۔

اسی روایت کو علامہ شامی رحمہ اللہ نے بھی خانیہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

سبعة اشتروا بقرة للأضحية فنوى أحدهم الأضحية عن نفسه لهذه السنة و نوى أصحابه الأضحية عن السنة الماضية قالوا تجوز الأضحية عن هذا الواحد و نية أصحابه للسنة الماضية باطلة و صاروا متطوعين و وجبت الصدقة عليهم بلحمها و على الواحد أيضا لأن نصيبه شائع......و إن نوى بعض الشركاء التطوع و بعضهم يريد الأضحية للعام الماضي الذي صار دينا عليه و بعضهم الأضحية الواجبة عن عامه ذلك جاز عن الكل و يكون الواجب عمن نوى الواجب عن عامه ذلك و يكون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۹...... اگر کسی بڑے جانور (اونٹ، گائے وغیرہ) کی چند لوگ مشترک طور پر قربانی کریں، اور ان میں ایک حصہ کسی نابالغ بچے کا ہو، جس کی طرف سے اس کا والد قربانی کر رہا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تطوعا عمن نوى القضاء عن العام الماضى و لا يجوز عن قضائه بل يتصدق بقيمة شاة وسط لما مضى(فتاوى قاضى خان، ج ۳، ص ۲۰۹، كتاب الأضحية)

قد علم أن الشرط قصد القربة من الكل، وشمل ما لو كان أحدهم مريدا للأضحية عن عامه وأصحابه عن الماضى تجوز الأضحية عنه ونية أصحابه باطلة وصاروا متطوعين، وعليهم التصدق بلحمها وعلى الواحد أيضا لأن نصيبه شائع كما فى الخانية، وظاهره عدم جواز الأكل منها تأمل (ردالمحتار ج ۶ ص ۳۲۶، كتاب الاضحية)

مگر اس میں یہ شبہ ہے کہ جب ادا کی نیت کرنے والے کی قربانی کو درست اور قضا کی نیت کرنے والوں کی قربانی کو تطوع قرار دیا جا رہا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ قربانی لحمِ محض نہیں بنی، اور نہ ہی قضا کی نیت سے شامل ہونے والوں کی قضا کی نیت معتبر ہوئی، پھر اس قربانی کے سارے گوشت کو واجب التصدق قرار دینے کے کوئی معنیٰ نہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ واجب قربانی والے کا حصہ اس میں شائع ہے، تو اولاً تو یہ بات اس وقت معتبر ہے، جبکہ بنیتِ قضا شامل ہونے والوں کی نیت کو مؤثر مان کر اس کے گوشت کو قضا کی غرض سے واجب التصدق قرار دیا جائے، مگر یہ بات اس لئے معتبر معلوم نہیں ہوتی کہ متن کے مسئلہ والی روایت میں قضا کی نیت والوں کی قربانی کو تطوع قرار دینے کے ساتھ ساتھ قیمتِ شاۃ کے تصدق کا الگ سے حکم بیان کیا گیا ہے، جو کہ معقول معلوم ہوتا ہے۔

اور ثانیاً اگر قربانی کے جانور میں کوئی ایسا شخص شریک ہو، جس کے ذمہ میں گوشت کا تصدق بھی واجب ہو، جیسے دمِ جنایت وکفارہ، تو ایسے شخص کو اضحیہ کے ساتھ شمولیت کو جائز قرار دیا گیا ہے، اور پورے گوشت کو واجب التصدق قرار نہیں دیا گیا، حالانکہ وہاں بھی یہ تاویل کی جاسکتی ہے کہ دوسروں کا حصہ شائع ہے، اس لئے سب پر تصدق واجب ہے۔

ولكن إنما يجوز بشرط أن يكون قصدهم من التضحية التقرب إلى الله تعالى سواء كان من نوع واحد كما إذا كانوا شركاء فى الأضحية أو فى الهدى أو من أنواع مختلفة بأن كان نوى أحدهم الأضحية والآخر الهدى والآخر دم الكفارة ونحو ذلك ولكن الأفضل أن تكون الشركة فى نوع واحد(تحفة الفقهاء، ج ۳ ص ۸۵، كتاب الأضحية)

اس لئے راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ سنینِ ماضیہ کی نیت کرنے والوں کی نیت کو معتبر نہ مانا جائے، اور ان کے حصہ کی قربانی کو اراقۃِ دَم کے اعتبار سے تطوع قرار دیا جائے، تاکہ باقی شرکاء کی قربانی درست ہو جائے، جس میں اس سال کی واجب یا تطوع کی نیت کرنے والے سب داخل ہیں، اور اس قربانی کے گوشت کو عام قربانی کا حکم دیا جائے، اور ذمہ میں قضا قربانی والوں پر قیمتِ شاۃ واجب ہو۔

البتہ اگر سنینِ ماضیہ کی نیت کرنے والے یہ لوگ اپنے حصہ کے گوشت کو اپنی واجب قربانی کی طرف سے تصدق کریں، تو اس تصدق کو معتبر قرار دیا جانا چاہئے، اور قیمتِ شاۃ میں سے جتنی مقدار کی کمی ہو، اس کا بھی تصدق واجب ہونا چاہئے، جیسا کہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہو، تو سب کی قربانی درست ہوجائے گی۔ [1]

مسئلہ نمبر۲۰...... اگر ایک بڑے جانور میں کئی افراد شریک ہوں تو ہر شریک کا مسلمان ہونا قربانی صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے اگر کوئی ایک شریک بھی غیر مسلم ہو (خواہ اہلِ کتاب ہی ہو) تو کسی ایک شریک کی قربانی بھی صحیح نہ ہوگی۔ [2]

مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ تمام ضروریاتِ دین پر ایمان رکھتا ہو، کسی امرِ ضروری

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

غنی شخص اگر ایامِ اضحیہ میں قربانی نہ کرے، تو اس پر ایامِ اضحیہ کے بعد قیمتِ شاۃ کا تصدق واجب ہے، چاہے وہ نقدی کی شکل میں ادا کرے، یا کسی اور جنس سے، اور اگر وہ جانور ذبح کردے، تو اس سے اس کا وجوب ادا نہیں ہوتا، کیونکہ اس کے ذمہ اس وقت اراقۃِ دَم کے بجائے شاۃ یا قیمتِ شاۃ کا تصدق واجب ہے، اور اگر غنی ایامِ اضحیہ کے بعد جانور ذبح کرکے اس کا گوشت صدقہ کرے، تو قیمتِ شاۃ کے مقابلہ میں جتنی قیمت کم ہو، اس کا تصدق بھی واجب ہوتا ہے۔

(و) تصدق (بقيمتها غنى شراها أولا) لتعلقها بذمته بشرائها أولا، فالمراد بالقيمة قيمة شاة تجزى فيها(الدرالمختار مع شرحه ردالمحتار، ج٦ ص ٣٢٠، ٣٢١، كتاب الاضحية)

اور یہاں پر کیونکہ دوسرے کی واجب یا تطوع قربانی کے ضمن میں قضا کی نیت والوں کو متطوع قرار دیا جارہا ہے، اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اگر کوئی ابتداء سے ہی تطوع کی نیت سے قربانی کرے، تو اس قربانی کا گوشت کسی دوسرے مالی واجب کی ادائیگی میں تصدق کرنا جائز ہو۔

يغتفر فى التوابع ما لا يغتفر فى غيرها وقريب منها يغتفر فى الشىء ضمنا ما لا يغتفر فيه قصدا (الاشباه والنظائر، ج ١، ص ١٢٠)

[1] سبعة اشتركوا فى تضحية البقرة و معهم صبى ضحى عنه أبوه أو معتوه ضحى عنه وليه أو أم ولد مسلمة ضحى عنها مولاها جاز عن الكل(فتاوىٰ قاضيخان، ج٣ ص ٢١٠، كتاب الاضحية)

[2] ولو اشترك سبعة فى بدنة و واحد منهم مشرك كان الكل لحما(فتاوى قاضى خان، ج ٣، ص ٢٠٩، كتاب الأضحية)

(وإن) (كان شريك الستة نصرانيا أو مريدا اللحم) (لم يجز عن واحد) منهم لأن الإراقة لا تتجزأ هداية لما مر(الدر المختار مع شرحه رد المحتار، ج٦ ص ٣٢٦، كتاب الأضحية)

وإن كان كل واحد منهم صبيا أو كان شريك السبع من يريد اللحم أو كان نصرانيا ونحو ذلك لا يجوز للآخرين أيضا كذا فى السراجية.

ولو كان أحد الشركاء ذميا كتابيا أو غير كتابى وهو يريد اللحم أو يريد القربة فى دينه لم يجزئهم عندنا؛ لأن الكافر لا يتحقق منه القربة، فكانت نيته ملحقة بالعدم، فكأن يريد اللحم والمسلم لو أراد اللحم لا يجوز عندنا، وكذلك إذا كان أحدهم عبدا أو مدبرا ويريد أضحية، كذا فى البدائع (الفتاوىٰ الهندية، ج٥ ص ٣٠٤، كتاب الاضحية، الباب الثامن)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کا منکر نہ ہو مثلاً عقیدۂ ختمِ نبوت کا منکر وغیرہ، اسی طرح ہر وہ شخص جو دین کے کسی ایسے حکم کا انکار کرتا ہو جس کا ثبوت قطعی اور یقینی ہو اور اس کا دینی حکم ہونا ہر عام وخاص کو معلوم ہو۔

اور اگر کوئی جماعت یا فرد ایسا ہو کہ جس کا کفر، شرک قطعی ویقینی اور بدیہی نہ ہو اور تاویل وغیرہ کی وجہ سے اس پر حتمی کفر یا شرک کا فتویٰ نہ لگایا گیا ہو، تو اگرچہ تاویل کی وجہ سے دوسروں کی قربانی کو درست قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن احتیاط اس میں ہے کہ اس کو بھی قربانی میں شامل نہ کیا جائے بلکہ کوشش کی جائے کہ قربانی جیسی اہم اور عظیم الشان عبادت میں تمام شریک صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہوں۔

مسئلہ نمبر ۲۱...... عام طور پر اس کا خیال نہیں رکھا جاتا کہ سب شریک حلال روپیہ سے قربانی کرنے والے ہوں، بلاامتیاز ہر ایک کو شریک کرلیا جاتا ہے۔

اس طریقہ سے بچنے کی ضرورت ہے۔

پھر اگر حرام آمدنی والے شخص نے کسی جانور کی قربانی میں شرکت کی، تو اگر اس کا مال حلال اور حرام دونوں قسم کا مخلوط ہے، اور اس میں حلال کی مقدار غالب اور زیادہ ہے، تو غالب اور اکثر آمدنی کا اعتبار کرتے ہوئے سب شرکاء کی قربانی درست ہوجائے گی۔

اور اگر حرام کی مقدار غالب اور زیادہ ہے، یا تمام مال حرام ہے، تو پھر بعض علماء کے نزدیک کسی کی بھی قربانی درست نہیں ہوگی (کمافی احسن الفتاویٰ ج ۷، ص ۵۰۳)

اور بعض علماء کے نزدیک اگر مالِ حرام سے قربانی کے جانور میں شرکت کرنے والے نے مالِ حرام سے رقم ادا کرنے کی زبان سے تصریح نہیں کی، تو دیگر شرکاء کی قربانی درست ہوجائے گی[1]

بہرحال احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اگر پہلے سے کسی کے بارے میں معلوم ہوجائے کہ وہ کُل

---

[1] وإن كانا مما لا يتعين فعلى أربعة أوجه فإن أشار إليها ونقدها فكذلك يتصدق (وإن أشار إليها ونقد غيرها أو) أشار (إلى غيرها) ونقدها (أو أطلق) ولم يشر (ونقدها لا) يتصدق في الصور الثلاث عند الكرخي قيل (وبه يفتى) والمختار أنه لا يحل مطلقا كذا في الملتقى ولو بعد الضمان هو الصحيح كما في فتاوى النوازل واختار بعضهم الفتوى على قول الكرخي في زماننا لكثرة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

یا غالب مالِ حرام سے قربانی کے جانور میں شرکت کررہا ہے، تو اس کو اپنے ساتھ قربانی کے جانور میں شریک نہ کیا جائے۔

اور اگر کسی نے شریک کرلیا ہو، اور اس نے شریک ہوتے وقت مالِ حرام سے شرکت کی تصریح نہ کی ہو (جیسا کہ عام طور پر تصریح نہیں کی جاتی) تو دیگر شرکاء کی قربانی درست قرار دے دی جائے گی۔

اور جس کی آمدنی کے بارے میں کچھ علم نہ ہو، اس سے تحقیق کرنا ضروری نہیں۔

قربانی کے جانوروں کی عُمروں سے متعلق احکام

جہاں ایک طرف شریعت کی طرف سے قربانی کے لئے مخصوص جانور مقرر کئے گئے ہیں، اسی کے ساتھ اُن جانوروں کی مخصوص عمریں بھی مقرر کی گئی ہے، جن کا احادیث وروایات میں ذکر ملتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْبَحُوْا إِلَّا مُسِنَّةً ، إِلَّا أَنْ تَعْسُرَ عَلَيْكُمْ، فَتَذْبَحُوْا جَذَعَةً مِّنَ الضَّأْنِ (مسند أحمد) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحرام وهذا كله على قولهما .وعند أبي يوسف لا يتصدق بشيء منه كما لو اختلف الجنس ذكره الزيلعي فليحفظ (الدرالمختار مع شرحه ردالمحتار، ج٦ص ١٨٩، ١٩٠، كتاب الغصب)

قال فخر الإسلام :لأن ظاهر هذه العبارة يدل على أنه أراد بها إذا أشار إليها ونقد منها، أما إذا أشار إليها ونقد من غيرها أو نقد منها وأشار إلى غيرها أو أطلق إطلاقا ونقد منها يطيب له، وهذه أربعة أوجه، ففي واحد منها لا يطيب، وفي الباقي يطيب .وذكر في المبسوط وجها آخر لا يطيب فيه أيضا، وهو أنه إذا دفع إلى البائع تلك الدراهم أولا ثم اشترى منه بتلك الدراهم .وهذا التفصيل في الجواب قول الكرخي -رحمه الله -، لأن الإشارة إذا كانت لا تفيد التعيين كان وجودها وعدمها سواء ، فلا بد أن يتأكد بالنقد ليتحقق الخبث .قالوا :والفتوى اليوم على قوله لكثرة الحرام دفعا للحرج عن الناس(العناية شرح الهداية، ج٩ص ٣٣١، كتاب الغصب)

[1] رقم الحديث ١٤٣٤٨ ،مؤسسة الرسالة، بيروت ، واللفظ لهٗ، مسلم، رقم الحديث ١٩٦٣ .

في حاشية مسند احمد:إسناده على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبي الزبير فمن رجال مسلم.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم (قربانی میں) صرف مُسِنَّہ (جانور ہی) قربان کرو، الا یہ کہ تم پر یہ دشوار ہوجائے، تو تم دنبہ کے جذعہ کی قربانی کرلو (ترجمہ ختم)

اور قبیلۂ مزینہ کے ایک صحابی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ الْجَذَعَ يُوَفِّي مِمَّا يُوَفِّي مِنْهُ الثَّنِيُّ (سنن نسائی) [1]

ترجمہ: (دنبے کا) جذع اس چیز کی کفایت کردیتا ہے، جس کی ثنی کفایت کرتا ہے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

إِنَّ الْجَذَعَةَ تُجْزِءُ مَا تُجْزِءُ مِنْهُ الثَّنِيَّةُ (سنن نسائی) [2]

ترجمہ: (دنبے کا) جذعہ اس چیز کی کفایت کردیتا ہے، جس کی ثنیہ کفایت کردیتا ہے (ترجمہ ختم)

اکثر فقہائے کرام کے نزدیک "مُسِنَّہ" اور "ثنی" یا "ثنیہ" سے بڑی عمر کا جانور مراد ہے، اونٹ کم از کم پانچ سال کا، گائے بھینس دو سال کی، اور بکرا ایک سال کا۔

اور "جذعہ" سے مراد ایک سال سے کم اور چھ ماہ یا اس سے زیادہ عمر کا دنبہ ہے۔

اور اگر دشوار نہ ہو، تو پورے ایک سال کا دنبہ ہی افضل ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ۴۳۸۳، كتاب الضحايا، باب المسنة والجذعة، مكتب المطبوعات الاسلامية، حلب.

[2] رقم الحديث ۴۳۸۴، كتاب الضحايا، باب المسنة والجذعة، مكتب المطبوعات الاسلامية، حلب.

[3] البتہ بعض اہلِ لغت نے "مسنہ" کو سن یعنی دانت سے ماخوذ اور "ثنیہ" کو دو دانت سے ماخوذ قرار دیا ہے، اور پختہ دو دانت ہوجانے کو مذکورہ عمر کی تکمیل کی علامت قرار دیا ہے کہ اونٹ کے پانچ سالہ اور گائے بھینس کے دو سالہ اور بکرے کے ایک سالہ ہونے کی علامت پختہ دو دانتوں کا مکمل نکل آنا ہے، البتہ بعض اوقات آب وہوا، غذا اور نسل کے فرق کی وجہ سے ان دانتوں کے نکلنے میں عمر کی کمی بیشی بھی ممکن ہے (جس کی تفصیل آگے آتی ہے)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ضَحّٰی خَالِیْ أَبُوْ بُرْدَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تِلْکَ شَاةُ لَحْمٍ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ عِنْدِیْ جَذَعَةً مِّنَ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

(لا تذبحوا إلا مسنة) : وهى الكبيرة بالسن، فمن الإبل التى تمت لها خمس سنين ودخلت فى السادسة، ومن البقر التى تمت لها سنتان ودخلت فى الثالثة، ومن الضأن والمعز ما تمت لها سنة، كذا قاله ابن الملك .(إلا أن يعسر) أى :يصعب .(عليكم) أى :ذبحها، بأن لا تجدوها قاله ابن الملك .والظاهر أى :يعسر عليكم أداء ثمنها .قال ابن الملك :قوله :(إلا أن يعسر) بهذا قال بعض الفقهاء :الجذعة لا تجزء فى الأضحية إذا كان قادرا على مسنة، ومن قال بجوازه حمل الحديث على الاستحباب اهـ .وهو المعتمد فى المذهب . ويؤيده حديث نعمت الأضحية الجذعة من الضأن وروى أحمد وغيره :ضحوا بالجذعة من الضأن فإنه جائز .(فذبحوا جذعة) : بفتحتين. (من الضأن) : بالهمز ويبدل ويحرك خلاف المعز من الغنم، وهو ما يكون قبل السنة قاله ابن الملك، لكن يقيد بأنها تكون بنت ستة أشهر تشبه ما لها سنة لعظم جثتها .وفى النهاية :الجذع من أسنان الدواب، وهو ما يكون منها شابا فهو من الإبل ما دخل فى المسنة، ومن البقر ما دخل فى الثانية، ومن الضأن ما تمت له سنة، وقيل :أقل منها، وفى شرح السنة :اتفقوا على أنه لا يجوز من الإبل والبقر إلا الثنى، وهو من الإبل ما استكمل خمس سنين، ومن البقر والمعز ما استكمل سنتين وطعن فى الثالثة، وأما الجذع من الضأن فاختلفوا فيه، فذهب أكثر أهل العلم من الصحابة ومن بعدهم إلى جوازه، غير أن بعضهم يشترط أن يكون عظيما، وقال الزهرى :لا يجوز من الضأن إلا الثنى فصاعدا كالإبل والبقر، والأول أصح لما ورد :نعمت الأضحية الجذعة من الضأن اهـ.

لكن قوله :المعز ما استكمل سنتين مخصوص بمذهب الشافعى، ففى التعبير بالاتفاق تخالف .قال فى الأزهار :النهى فى قوله :لا تذبحوا للحرمة فى الإجزاء ، وللتنزيه فى العدول إلى الأدنى، وهو المقصود فى الحديث بدليل .(إلا أن يعسر عليكم) والعسر قد يكون لغلاء ثمنها، وقد يكون لفقدها وعزتها، ومعنى الحديث الحمل والحث على الأكمل والأفضل، وهو الإبل، ثم البقر، ثم الضأن، وليس المراد الترتيب والشرط .وقال بعض الشارحين :المراد بالمسنة هنا البقرة فقط، وليس كذلك ولا مخصص لها، ذكره السيد (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۳ص ۱۰۷۹، كتاب الصلاة،باب فى الأضحية)

وأما حديث عاصم بن كليب عن أبيه عن النبى أنه قال إن الجذع يوفى مما يوفى منه الثنى فهذا إنما هو فى الضأن بدليل حديث البراء وغيره فى قصة أبى بردة بن نيار أن رسول الله قال له فى العناق وهى من المعز أنها لن تجزىء عن أحد بعدك،وأما الأضحية بالجذع من الضأن فمجتمع عليها عند جماعة الفقهاء (التمهيد لما فى المؤطا، ج۲۳ص ۱۸۸ ، باب الياء، تحت ترجمة يحيىٰ بن سعيد الانصارى، الحديث العشرون)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

الْمَعْزِ، فَقَالَ ضَحِّ بِهَا، وَلَا تَصْلُحُ لِغَيْرِكَ ، ثُمَّ قَالَ :مَنْ ضَحّٰى قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَإِنَّمَا ذَبَحَ لِنَفْسِهِ، وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ، وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ (مسلم) [۱]

ترجمہ: میرے ماموں ابو بردہ نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کردی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بکری کا گوشت ہے (کیونکہ عید کی نماز سے پہلے قربانی جائز نہیں) پھر انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے پاس بکرے کا جذعہ (یعنی ایک سال سے کم کا بکرا) ہے، تو رسول اللہ نے فرمایا کہ آپ اس کو ذبح کرلیں، اور آپ کے علاوہ کسی کے لئے (بکرے کا جذعہ) جائز نہیں، پھر رسول اللہ نے فرمایا کہ جس نے عید کی نماز سے پہلے قربانی کرلی، تو اس نے اپنے آپ (یعنی اپنے کھانے) کے لئے ذبح کیا، اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا تو اس کی (قربانی کا) نسک مکمل ہوگیا، اور اس نے مسلمانوں کے طریقہ کے مطابق درست کام کیا (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ ''جذعہ'' یعنی ایک سال سے کم عمر بکری یا بکرے کی قربانی جائز نہیں، البتہ ایک سال سے کم عمر کے دنبے کی قربانی جائز ہے۔ [۲]

چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَقَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلْمِ أَنْ لَا يُجْزِءَ الْجَذَعُ مِنَ الْمَعْزِ، وَقَالُوْا : إِنَّمَا يُجْزِءُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ (سنن الترمذی) [۳]

---

[۱] رقم الحديث ۱۹۶۱، كتاب الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان، باب وقتها، دار إحياء التراث العربی -بيروت.

[۲] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو ایک سال سے کم عمر بکرے کی قربانی کی بطور وحی اجازت دیدی، ممکن ہے کہ اس سے پہلے شریعت کی طرف سے یہ حکم نہ آیا ہو یا ان صحابی تک یہ حکم نہ پہنچا ہو، پھر بعد میں کسی کے لیے بھی بکرے کے جذعہ کی نفی فرمادی گئی۔

[۳] تحت رقم الحديث ۱۵۰۸، ابواب الاضاحی، باب ماجاء فی الذبح بعد الصلاة، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابی الحلبی -مصر.

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: اور اہلِ علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جذع (یعنی ایک سال سے کم عمر) بکرے کی قربانی جائز نہیں، اوران کا کہنا ہے کہ بس جذع (یعنی ایک سال سے کم عمر کے) دنبے کی ہی قربانی جائز ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت اِم بلال رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ " :ضَحُّوا بِالْجَذَعِ مِنَ الضَّأْنِ فَإِنَّهُ جَائِزٌ " (مسند احمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دنبہ کے جذع (یعنی ایک سال سے کم عمر دنبہ) کی قربانی کرلو، کیونکہ وہ جائز ہے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

ضَحَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَذَعٍ مِّنَ الضَّأْنِ (سنن النسائی) [2]

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جذع (یعنی ایک سال سے کم عمر کے) دنبے کی قربانی کی (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : نِعْمَ الْأُضْحِيَّةُ الْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ ، قَالَ: فَانْتَهَبَهُ النَّاسُ (سنن الترمذی) [3]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ دنبے

---

[1] رقم الحديث ۲۷۰۷۲، مؤسسة الرسالة، بيروت.
فی حاشية مسند احمد: حسن لغيره.

[2] رقم الحديث ۴۳۸۲، كتاب الضحايا، باب المسنة والجذعة، مكتب المطبوعات الاسلامية، حلب.

[3] رقم الحديث ۱۴۹۹، ابواب الاضاحی، باب ماجاء فی الجذع من الضأن فی الاضاحی، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابی الحلبی - مصر.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کے جذع (یعنی ایک سال سے کم عمر دنبہ) کی قربانی بہت اچھی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر لوگوں کو اس بات کا علم ہوا (ترجمہ ختم)

اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ، أَنَّ الْجَذَعَ مِنَ الضَّأْنِ يُجْزِءُ فِي الْأُضْحِيَّةِ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام اور آپ کے علاوہ اہلِ علم کا اسی پر عمل ہے کہ دنبے کے جذع کی قربانی جائز ہے (ترجمہ ختم)

اور امام ترمذی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

قَالَ وَكِيعٌ : اَلْجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ يَكُونُ ابْنَ سِتَّةٍ أَوْ سَبْعَةِ أَشْهُرٍ (سنن الترمذی) [2]

ترجمہ: حضرت وکیع نے فرمایا کہ دنبہ کا جذع چھ، یا سات مہینے کا ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ دنبہ کا جذعہ چھ یا سات مہینے کا ہوتا ہے۔ [3]

---

[1] تحت رقم الحديث ۱۴۹۹، ابواب الاضاحى، باب ماجاء فى الجذع من الضأن فى الاضاحى، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى - مصر.

[2] تحت رقم الحديث ۱۵۰۰، ابواب الاضاحى، باب ماجاء فى الجذع من الضأن فى الاضاحى، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى - مصر.

[3] فقہائے احناف کا یہی قول ہے۔

ثم بعد الاتفاق على هذا القدر اختلفوا فى تقدير الجذع والثنى على اقوال والمعتمد عندنا ـ معشر الحنفية ـ ان الجذع من الضأن ابن ستة أشهر، والثنى منها ومن المعز ماتم له سنة ودخل فى الثانية، ومن البقر ماتم له سنتان، ودخل فى الثالثة ومن الابل ماتم له خمس سنين ودخل فى السادسة.

لايقال: ان تفسير الجذع من الضأن مخالف لماعليه أهل اللغة؛ لأن الجذع من الشاة عندهم ماتم له سنة، والثنى ماتم له سنتان، لأنا نقول: من قال ذلک من الفقهاء لم يقل بالرأى والقياس؛ لأنه لا دخل فيه للقياس ولا بالنص؛ لأنه ليس فيه نص بل قال ذلک

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور دنبہ کے حکم میں بھیڑ بھی شامل ہے۔

چنانچہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ضَحّٰی بِکَبْشَیْنِ جَذَعَیْنِ خِصِیَّیْنِ -أَوْ قَالَ: مَوْجُوْءَ یْنِ(مسند ابنِ ابی شیبة) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خصی جذعوں (یعنی ایک سال سے کم عمر کے) مینڈھوں کی قربانی فرمائی (ترجمہ ختم)

اس حدیث کی سند کو اگرچہ بعض نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن اس کی وجہ سے اس مسئلہ پر کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح احادیث میں ''الجَذَعُ مِنَ الضَّأْنِ'' کے الفاظ کے ساتھ ایک سال سے کم عمر دنبے کی قربانی کا جائز ہونا ثابت ہے۔

اور ''ضأن'' اسمِ جنس ہے، جس میں دنبے کے ساتھ بھیڑ بھی داخل ہے۔

قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے بکرے کے مقابلہ میں ضأن کو الگ قسم کر کے بیان فرمایا ہے، جس میں دنبہ اور بھیڑ دونوں داخل ہیں۔

اس کے علاوہ اہلِ لغت نے ''ضأن'' اون والے جانور کو کہا ہے، جس میں دنبہ اور بھیڑ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بالاطلاع على اللغه، وان لم نطلع على مأخذهم كمالم نطلع على مأخذ من فسر الجذع بماتم له سنة والثنى بما تم له سنتان فلما قال الفقهاء ماقالوا من حيث اللغة لامن حيث الفقه صار الاختلاف لغويا دون اللغوى والشرعى كما يوهمه عبارات بعض الكتب۔ كالهداية والبناية؛ لأنه قال فى "الهداية": والجذع من الضأن ماتمت له ستة أشهر فى مذهب الفقهاء.

وقال فى شرحه (البناية) : قيد به؛ لأن عند أهل اللغة الجذع من الشاة ماتمت له سنة وطعنت فى الثانية اه. وهذا ظاهر فى أن ماقال الفقهاء معنى شرعى، وماقال أهل اللغة معنى لغوى، وهو خلاف الواقع بل كلاهما معنى لغوى، كماعرفت، فافهم (اعلاء السنن، ج۱۷، ص ۲۴۲، باب مايجوز فى الضحايا من السن)

۱؎ رقم الحديث ۴۱ ۱، ج ۱ ص ۵۱، دارالوطن، الرياض، واللفظ لهٗ، مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۷۱۳.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

یا مینڈھا دونوں داخل ہیں، اور بکرا داخل نہیں ہے۔ ۱؎

مذکورہ احادیث وروایات کے بعد اب اس سلسلہ میں چند مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر۱...... قربانی درست ہونے کے لئے اونٹ، اونٹنی کی عمر کم از کم پانچ سال، گائے، بیل، بھینس، بھینسے کی عمر کم از کم دوسال اور بکرا، بکری کی عمر کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے۔ ۲؎

۱؎ ثَمانِيَةَ أَزْواجٍ بدل من حمولة وفرشا او مفعول كلوا ولا تتبعوا معترض بينهما او حال من ما بمعنى مختلفة او متعددة والزوج ما معه اخر من جنسه يزاوجه وقد يقال لمجموعهما والمراد الاول مِنَ الضَّأْنِ اسم جنس وهى ذات الصوف من الغنم وجمعه ضئين او الضان جمع ضائن والأنثى ضائنة وجمعها ضوائن اثْنَيْنِ زوجين اثنين الذكر والأنثى اعنى الكبش(التفسير المظهرى، ج۳ص۲۹۷، تحت آيت ۱۴۴ من سورة الانعام)

والضأن اسم جنس يتناوَل الْكَبْش والنعجة (النافع الكبير لمن يطالع الجامع الصغير، ج ۱ ص ۱۴۹، كتاب الْحَج، باب فى تقليد البدن)

الضأن جمع ضائن ينتظم الكبش والنعجة(مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، ج ۱ ص ۲۰۰، كتاب الزكاة، فصل زكاة الغنم)

وأما قيد الألية فى الضأن ابن ستة فقيد اتفاقى ذكره بعض المصنفين(العرف الشذى شرح سنن الترمذى، ج۳ص ۱۶۵، ابواب الاضاحى، باب ما جاء فى الجذع من الضأن فى الأضاحى)

اور جواہر الفقہ میں ہے کہ:

> عباراتِ مرقومہ بالا سے واضح ہوگیا کہ ''ضَأن'' کے معنیٰ میں فقہاء اور اہلِ لغت میں کوئی اختلاف نہیں، بلکہ مفسرین، محدثین، فقہاء، اہلِ لغت، عامۃً اس پر متفق ہیں کہ ''ضَأن'' مطلقاً ذوات الصوف (اون والی) کو کہا جاتا ہے، خواہ ذواتِ الیہ ہوں، جس کو اردو میں دُنبہ کہتے ہیں، یا غیر ذواتِ الیہ ہوں، جس کو بھیڑ، یا مینڈھا کہا جاتا ہے...... صدر الشریعہ نے جو شرح وقایہ میں ''فالضأن ماتكون لها الية'' فرمایا، یا علامہ شامی نے بحوالہ ''منح الغفار'' ''الضأن ماله الية'' فرمایا، یہ تفسیر ''ببعض اقسام توسعاً'' کی گئی ہے، اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں ہے، کہ جو ذوات الالیہ نہ ہوں، وہ ''ضَأن'' میں داخل نہیں، اور یہی عبارات شرح وقایہ وشامی کی بعض علمائے عصر کے لئے اشتباہ کی سبب ہوگئیں (جواہر الفقہ ج۶ص۳۴۹، ۳۵۰ ملخصاً، رسالہ ''تحفۃ الاخوان فی تحقیق معنی الضأن'' کتاب الاضحیۃ، طبع جدید نومبر 2010ء، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی)

۲؎ وفى شرح السنة: اتفقوا على أنه لا يجوز من الإبل والبقر إلا الثنى، وهو من الإبل ما استكمل خمس سنين، ومن البقر والمعز ما استكمل سنتين وطعن فى الثالثة، وأما الجذع من الضأن فاختلفوا فيه، فذهب أكثر أهل العلم من الصحابة ومن بعدهم إلى جوازه، غير أن بعضهم يشترط أن يكون عظيما، وقال الزهرى: لا يجوز من الضأن إلا الثنى فصاعدا كالإبل والبقر، والأول أصح لما ورد: نعمت الأضحية الجذعة من الضأن اهـ. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۲...... دنبہ اگر کم از کم چھ ماہ یا اس سے زیادہ کا ہو اور اس قدر صحت مند، موٹا تازہ ہو کہ دیکھنے میں پورے سال کا معلوم ہوتا ہو جس کی پہچان یہ ہے کہ اگر سال بھر عمر کے عام دنبوں میں چھوڑ دیا جائے تو دیکھنے والا ان میں عمر کا فرق نہ کر سکے تو سال سے کم عمر ہونے کے باوجود اس کی قربانی جائز ہے، اور اگر چھ ماہ سے کم عمر ہو تو کسی صورت میں قربانی درست نہیں، خواہ بظاہر کتنا ہی موٹا اور صحت مند ہو۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لکن قوله :المعز ما استکمل سنتین مخصوص بمذهب الشافعی، ففی التعبیر بالاتفاق تخالف(مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، ج۳ص ۱۰۷۹ ،باب فی الأضحیة)

وأما بیان ما یجوز فی الأضحیة وما لا یجوز وما یکره وذلک أنواع منها أنه لا یجوز فی الضحایا والهدایا إلا الثنی من الإبل والبقر والغنم والجذع من الضأن خاصة إذا کان عظیما

ثم الثنی من الإبل عند الفقهاء ابن خمس سنین ومن البقر ابن سنتین ومن الغنم ابن سنة والجذع من الإبل ابن أربع سنین ومن البقر ابن سنة ومن الغنم ابن ستة أشهر هکذا حکی القدوری

وذکر الزعفرانی فی الأضاحی وقال الجذع ابن سبعة أشهر أو ثمانیة فأما ابن ستة أشهر فهو حمل(تحفة الفقهاء ،ج۳ص ۸۴،کتاب الأضحیة)

ویشترط الکامل فلا یجوز الناقص سواء کان النقصان من حیث السن أو من حیث الذات فلا یجوز من الإبل والبقر والمعز إلا الثنی *والثنی من الإبل ما أتی علیه خمس سنین وطعن فی السنة السادسة یقال له سدیس وبازل عام *والثنی من البقر ما أتی علیه سنتان وطعن فی الثالثة *والثنی من الغنم والمعز ما تمت له سنة وطعن فی الثانیة *ویجوز من الإبل والبقر والمعز الثنیان(فتاوی قاضی خان، ج ۳،ص ۲۰۸،کتاب الأضحیة،فصل فیما یجوز فی الضحایا وما لا یجوز)

[1] (وإنما یجزء فیها) أی فی الأضحیة (الجذع من الضأن) الجذع شاة تمت لها ستة أشهر عند الفقهاء إذا کانت عظیمة لقوله -علیه الصلاة والسلام -لا تذبحوا إلا مسنة إلا أن یعسر علیکم فتذبحوا جذعة من الضأن وعند أهل اللغة ما تمت له سنة وذکر الزعفرانی أنه ابن سبعة أشهر وعن الزهری من المعز لسنة ومن الضأن لثمانیة أشهر(مجمع الانهر، ج۲ ص ۵۱۹، کتاب الاضحیة)

قال -رحمه الله : -(وجاز الثنی من الکل والجذع من الضأن) لقوله -علیه الصلاة والسلام -لا تذبحوا إلا مسنة إلا أن یعسر علیکم فتذبحوا جذعة من الضأن رواه البخاری ، ومسلم ، وأحمد وجماعة ، وقال -علیه الصلاة والسلام : -یجوز الجذع من الضأن أضحیة رواه أحمد وابن ماجه ، وقالوا هذا إذا کان الجذع عظیما بحیث لو خلط بالثنیات یشتبه علی الناظر من بعد ، والجذع من الضأن ما تمت له ستة أشهر عند الفقهاء ، وذکر الزعفرانی أنه ابن سبعة أشهر والثنی من الضأن والمعز ابن سنة ، ومن البقر ابن سنتین ، ومن الإبل ابن خمس سنین ، وفی المغرب الجذع من البهائم قبل الثنی لا أنه من الإبل قبل السنة الخامسة ، ومن البقر والشاة فی السنة الثانیة ، ومن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور بھیڑ یا مینڈھے کا حکم دنبے کی طرح ہے، لہٰذا جو حکم دنبے کا ذکر کیا گیا، وہی بھیڑ کا بھی ہے۔ [1]

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا ضروری ہے کہ ایک سال سے کم عمر ہونے کے بارے میں اس طرح کی گنجائش بکری، بکرے میں نہیں، جس کی تفصیل پیچھے ذکر کی جا چکی ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الخيل في الرابعة ، وعن الزهري الجذع من المعز لسنة ، ومن الضأن لثمانية أشهر(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق،ج٦ص٧،كتاب الأضحية)

قال (ويجزء من ذلك كله الثني فصاعدا .إلا الضأن فإن الجذع منه يجزء) لقوله عليه الصلاة والسلام (ضحوا بالثنايا إلا أن يعسر على أحدكم فليذبح الجذع من الضأن) وقال عليه الصلاة والسلام (نعمت الأضحية الجذع من الضأن) قالوا :وهذا إذا كانت عظيمة بحيث لو خلطت بالثنيان يشتبه على الناظر من بعيد .

والجذع من الضأن ما تمت له ستة أشهر في مذهب الفقهاء ، وذكر الزعفراني أنه ابن سبعة أشهر(فتح القدير،ج٤ص٣٥٩،كتاب الأضحية)

ولا يجوز الجذعان إلا الجذع العظيم من الضأن وهو عند الفقهاء الذي أتى عليه أكثر السنة ستة أشهر وشيء من الشهر السابع فيجوز إذا كان عظيما سمينا بحيث لو رآه إنسان يحسبه ثنيا(فتاوى قاضي خان،ج٣،ص٢٠٨،كتاب الأضحية،فصل فيما يجوز في الضحايا وما لا يجوز)

[1] ثَمانِيَةَ أَزْواجٍ بدل من حمولة وفرشا او مفعول كلوا ولا تتبعوا معترض بينهما او حال من ما بمعنى مختلفة أو متعددة والزوج ما معه اخر من جنسه يزاوجه وقد يقال لمجموعهما والمراد الاول مِنَ الضَّأْنِ اسم جنس وهي ذات الصوف من الغنم وجمعه ضئين او الضان جمع ضائن والأنثى ضائنة وجمعها ضوائن اثْنَيْنِ زوجين اثنين الذكر والأنثى اعنى الكبش(التفسير المظهرى،ج٣ص٢٩٧، تحت آيت ١٤٣ من سورة الانعام)

والضأن اسْم جنس يتَنَاوَل الْكَبْش والنعجة(النافع الكبير لمن يطالع الجامع الصغير،ج١ص١٤٩،كتاب الْحَج،باب في تقليد البدن)

الضأن جمع ضائن ينتظم الكبش والنعجة(مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر،ج١ص٢٠٠،كتاب الزكاة،فصل زكاة الغنم)

وأما قيد الألية في الضأن ابن ستة فقيد اتفاقي ذكره بعض المصنفين(العرف الشذى شرح سنن الترمذى،ج٣ص١٦٥، ابواب الاضاحى ،باب ما جاء في الجذع من الضأن في الأضاحى)

[2] ولا يجوز الجذع من المعز في الضحايا وإنما يجوز منها الثني وهو بعد دخوله في السنة الثانية(عمدة القارى شرح صحيح البخارى،ج٢١ص١٥١،كتاب الأضاحى،باب في أضحية النبي صلى الله عليه وسلم بكبشين أقرنين ويذكر سمينين)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۳۳...... قربانی کے جانور کی عمر کا پورا ہونا چاند کی تاریخ کے اعتبار سے ہے، نہ کہ انگریزی یا کسی اور سال وتاریخ کے اعتبار سے، لہٰذا اگر کسی جانور کی عمر چاند کی تاریخ کے اعتبار سے پوری ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اگرچہ انگریزی وغیرہ تاریخ کے اعتبار سے پوری نہ ہو۔
چنانچہ جو بکرا، بکری، عیدالاضحیٰ کے دن پیدا ہوا، اس کی قربانی اگلے عیدالاضحیٰ کے دن اس کے پیدا ہونے کے وقت کے بعد جائز ہے۔
اور اگر چاند کے اعتبار سے مذکورہ عمر سے کم ہو، اگرچہ ایک دن ہی کم ہو، تو قربانی جائز نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولا يجزء ما دون الثنى إلا الجذع من الضأن(المختار للفتوى مع شرحه الاختيار لتعليل المختار، ج ا ص ١٧٣، باب الهدى)

(ويجزء فيها ما يجزء فى الهدى) وهو الثنى من الكل ، وهو من الغنم ما له سنة ، ومن البقر سنتان ، ومن الإبل خمس سنين ؛ ولا يجوز الجذع من الإبل والبقر والمعز(الاختيار لتعليل المختار، ج۵ ص ۱۸، كتاب الأضحية)

[1] يَسْئَلُونَکَ عَنِ الْأَهِلَّةِ نزلت فى معاذ بن جبل وثعلبة بن غنم الانصاريين قالا يا رسول الله ما بال الهلال يبدو دقيقا ثم يزيد حتى يمتلى نورا ثم يعود دقيقا كما بدا لا يكون على حال واحد -كذا ذكر البغوى -وأخرجه ابو نعيم وابن عساكر فى تاريخ دمشق من طريق السدى الصغير عن ابن عباس -واخرج ابن ابى حاتم من طريق العوفى عنه قال سال الناس عن الاهلة فنزلت -واخرج ابن ابى حاتم عن ابى العالية قال -بلغنا انهم قالوا يا رسول الله لم خلقت الاهلة فنزلت قُلْ هِىَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ -ان كان السؤال عن الحكمة فى اختلاف حال القمر وتبدل امره فقد طابق الجواب السؤال حيث امر الله سبحانه بان يجيب بان الحكمة الظاهرة فى ذلک ان يكون معالم للناس يوقتون بها أمورهم ومعالم للعبادات الموقتة كالحج والصوم وغير ذلک يعرف بها أوقاتها(التفسير المظهرى، ج ا ص ۲۱۰، تحت آيت ۱۸۹ من سورة البقرة)

وهى أن يكون معالم للناس يوقتون بها أمورهم الدنيوية ويعلمون أوقات زروعهم ومتاجرهم ومعالم للعبادات الموقتة يعرف بها أوقاتها كالصيام والإفطار وخصوصا الحج، فإن الوقت مراعى فيه أداء وقضاء (روح المعانى، ج ا ص۴٦٧، تحت آيت ۱۸۹ من سورة البقرة)

عن قتاده قوله": يَسألُونک عن الأهلة قُلْ هىَ مواقيت للناس "، قال قتادة :سألوا نبىَّ الله صلى الله عليه وسلم عن ذلک :لم جُعلت هذه الأهلة؟ فأنزل الله فيها ما تَسمعون ":هى مَواقيتُ للناس"، فجعلها لصوم المسلمين ولإفطارهم، ولمناسكهم وحجّهم، ولعدة نسائهم وَمحلّ دَينهم فى أشياء ، والله أعلم بما يُصلح خلقه(تفسير طبرى، تحت آيت ۱۸۹ من سورة البقرة، رقم الحديث ۳۰٦۷)

عن الربيع، قال :ذكر لنا أنهم قالوا للنبى صلى الله عليه وسلم :لم خُلقت الأهلة؟ فأنزل الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۴:...... جس جانور کی عمر اس سے زیادہ ہو جس کا ذکر کیا گیا یعنی اونٹ، اونٹنی پانچ سال سے زیادہ، گائے بیل، بھینس بھینسا دو سال سے زیادہ، بکرا بکری وغیرہ ایک سال سے زیادہ، اور موٹا تازہ دنبہ (بھیڑ، یا مینڈھا) چھ ماہ یا اس سے زیادہ، تو اس کی قربانی جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۵...... بعض لوگ جانور کا صرف دوندا ہونا ہی اصل سمجھتے ہیں، حالانکہ اصل دارومدار عمر کے پورا ہونے پر ہے، لہٰذا اگر گزشتہ تفصیل کے مطابق جانور کی عمر پوری ہوگئی ہو تو پھر اس کے بعد عمر کے متعلق کسی دوسری علامت (مثلاً دوندا وغیرہ ہونے) کی ضرورت نہیں پس اگر کسی کے اپنا پالتو جانور ہو، یا اپنے سامنے پیدا ہوا ہو، یا کسی اور معتبر ذریعہ سے معلوم ہو کہ عمر پوری ہے تو اس جانور کی قربانی جائز ہے، خواہ دوندا بھی نہ ہو (بعض اوقات

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تعالی ":یسألونک عن الأهلة قل هی مواقیتُ للناس والحج "جعلها الله مواقیتَ لصوم المسلمین وإفطارهم ولحجهم ومناسکهم وعدّة نسائهم وَحلّ دیونهم (ایضاً،رقم الحدیث ۳۰۶۸)

عن قتادة فی قوله ":مواقیتُ للناس والحج "قال :هی مواقیت للناس فی حجهم وصومهم وفطرهم ونُسکهم (ایضاً،رقم الحدیث ۳۰۶۹)

عن ابن جریج، قال :قال الناس :لم خلقت الأهلة؟ فنزلت ":یسألونک عن الأهلة قُل هی مواقیت للناس " لصَومهم وإفطارهم وَحجهم وَمَناسکهم -قال :قال ابن عباس :ووقتَ حجهم، وعدة نسائهم، وَحلّ دَینهم(ایضاً،رقم الحدیث ۳۰۷۰)

عن السدی":یسألونک عن الأهلة قلُ هی مواقیت للناس "فهی مواقیت الطلاق والحیض والحج (ایضاً،رقم الحدیث ۳۰۷۱)

عن الضحاک ":یسألونک عن الأهلة قل هی مواقیت للناس "، یعنی :حَلّ دینهم، ووقت حجهم، وعدة نسائهم(ایضاً،رقم الحدیث ۳۰۷۲)

عن ابن عباس، قال :سأل الناسُ رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الأهلة، فنزلت هذه الآیة":یسألونک عن الأهلة قل هی مواقیت للناس "یعلمون بها حَلّ دینهم، وعدة نسائهم، ووقت حجهم(ایضاً،رقم الحدیث ۳۰۷۳)

[1] وتقدیر هذه الأسنان بما قلنا لمنع النقصان لا لمنع الزیادة؛ حتی لو ضحی بأقل من ذلک سنا لا یجوز ولو ضحی بأکثر من ذلک سنا یجوز ویکون أفضل(بدائع الصنائع ،ج۵ص۷۰، کتاب التضحیة،فصل فی محل إقامة الواجب فی الأضحیة)

وتقدیر هذه الأسنان بما قلنا یمنع النقصان، ولا یمنع الزیادة، حتی لو ضحی بأقل من ذلک شیئا لا یجوز، ولو ضحی بأکثر من ذلک شیئا یجوز ویکون أفضل(الفتاویٰ الهندیة، ج۵ص۲۹۷، کتاب الاضحیة، الباب الخامس)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

عمر پوری ہونے سے پہلے بھی جانور دوندا ہوسکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ عمر پوری ہونے پر بھی دوندانہ ہوا ہو، آب وہوا، غذاء اور نسل وغیرہ کے فرق سے دوندا ہونے کی تقدیم وتاخیر ممکن ہے) اور دوندا ہونا بذاتِ خود معیار نہیں بلکہ صرف ایک پہچان کے درجہ میں ہے، اور جب کسی معتبر ذریعہ سے عمر کی تصدیق نہ ہوسکے، تو دو سامنے والے پختہ دانتوں کے مکمل طور پر نکل آنے کو عمر پوری ہونے کی علامت قرار دیا جانا بھی درست ہے۔ [1]

(اس مسئلہ کی تفصیل آگے تحقیقی مسائل کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں)

مسئلہ نمبر ۷ ...... اگر جانوروں کے فروخت کرنے والا عمر پوری بتاتا ہے اور ظاہری حالات میں اس کے بیان کی تکذیب نہیں ہوتی، تو اس پر اعتماد کرنا جائز ہے (جواھر الفقہ ج ۶ ص ۲۷۲، کتاب الاضحیۃ، طبع جدید نومبر 2010ء، مطبوعہ: مکتبہ دار العلوم کراچی)

قربانی کے جانوروں کے عیوب سے متعلق احکام

قربانی کا جانور کیونکہ اللہ تعالیٰ کی خاص بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے، اس لیے افضل وبہتر یہ ہے کہ قربانی کا جانور ہر قسم کے عیبوں سے پاک اور صحیح سالم ہو۔

لیکن کیونکہ تمام جانوروں کا ہر قسم کے عیب سے پاک صاف ہونا مشکل ومتعذر ہے، اس لیے شریعت نے تنگی اور حرج کو دُور کرنے کے لیے ہلکے اور تھوڑے بہت عیبوں کو برداشت کیا ہے، اور اُن کے پائے جانے کی صورت میں قربانی کی ادائیگی کو درست قرار دیا ہے۔

---

[1] قربانی کے جانوروں میں حکم کا مدار عمرِ خاص پر ہے، مگر چونکہ اس عمرِ خاص میں اکثر پختہ دو دانت بھی نکل آتے ہیں اس لئے بعض حضرات نے پختہ دانتوں کے نکلنے سے تفسیر کردی ہے، اور بہت سے اہلِ لغت نے فقہاء کی اختیار کردہ تفسیر کو بھی ذکر کیا ہے اور عمرِ خاص سے تفسیر کی ہے۔

بہر حال پختہ دو دانتوں کے نکلنے پر مدارِ حکم نہیں ہے، لیکن چونکہ اکثر ان عمروں میں دانتوں کے نکلنے کی عادت ہے، اس لئے دانتوں کا بطور علامت بھی ذکر کردیا جاتا ہے۔

والسن هي المعروفة، والمراد بها هنا ذات سن إطلاقا للبعض على الكل أو سمى بها صاحبها كما سمي المسنة من النوق بالناب؛ لأن السن مما يستدل به على عمر الدواب(البحر الرائق، ج ۲ ص ۲۳۸، كتاب الزكاة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور جو عیب زیادہ ظاہر اور فاحش ہوں، اُن کے پائے جانے کی صورت میں قربانی کو جائز قرار نہیں دیا۔

متفرق احادیث و روایات میں ان کا ذکر پایا جاتا ہے، جن کی روشنی میں فقہائے کرام نے مسائل اخذ کیے ہیں۔

پہلے اس سلسلے میں چند احادیث و روایات ملاحظہ فرمائیں، جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ احادیث و روایات سے فقہائے کرام کے مستنبط و اخذ کیے ہوئے مسائل کا ذکر کیا جائے گا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَرْبَعٌ لَا يُضَحّٰى بِهِنَّ : اَلْعَوْرَاءُ الْبَيِّنُ عَوَرُهَا، وَالْمَرِيْضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا، وَالْعَرْجَاءُ، الْبَيِّنُ ظَلَعُهَا،وَالْعَجْفَاءُ الَّتِيْ لَا تُنْقِيْ، فَقَالُوْا لِلْبَرَاءِ : فَإِنَّمَا نَكْرَهُ النَّقْصَ فِي السِّنِّ وَالْأُذُنِ وَالذَّنَبِ، قَالَ : فَاكْرَهُوْا مَا شِئْتُمْ، وَلَا تُحَرِّمُوْا عَلَى النَّاسِ (صحیح ابن حبان) [1]

ترجمہ: چار قسم کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں، ایک ایسا کانا جانور، جس کا کانا پن واضح و ظاہر ہو، اور دوسرا ایسا بیمار جس کی بیماری واضح و ظاہر ہو، اور تیسرے ایسا لنگڑا جانور، جس کا لنگڑا پن واضح و ظاہر ہو، اور چوتھے ایسا دبلا اور کمزور جانور کہ جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو (کیونکہ یہ بھی بیماری ظاہر ہونے کی علامت ہے)

اس پر لوگوں نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ہم تو دانت میں اور کان میں اور دُم میں نقص ہونے کو مکروہ سمجھتے ہیں، تو حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جسے چاہو مکروہ سمجھو، لیکن لوگوں پر حرام قرار نہ دو (ترجمہ ختم)

اس حدیث کی سند صحیح ہے، اور اس حدیث میں مذکورہ چیزوں کا بعض دوسری حدیثوں میں بھی

---

[1] رقم الحدیث ۵۹۱۹ ، کتاب الاضحیة، مؤسسة الرسالة، بیروت، واللفظ لهٗ، سنن ابن ماجه، رقم الحدیث ۳۱۴۴، ترمذی، رقم الحدیث ۱۴۹۷ ،ابوداؤد، رقم الحدیث ۲۸۰۲؛ مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۱۷۱۸.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

متفرق انداز میں ذکر آیا ہے۔ [1]

اور اسی وجہ سے فقہائے کرام نے قربانی کے جانور کے اندر پائے جانے والے عیبوں کے بارے میں اس حدیث کو بنیاد قرار دیا ہے، اور بعض دوسرے عیبوں کو اس حدیث میں پائے جانے والے عیبوں پر قیاس کیا ہے۔ [2]

چنانچہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَبِهٰذَا نَأْخُذُ .فَأَمَّا الْعَرْجَاءُ فَإِذَا مَشَتْ عَلٰى رِجْلِهَا فَهِيَ تُجْزِءُ وَإِنْ كَانَتْ لَا تَمْشِيْ لَمْ تُجْزِءْ وَأَمَّا الْعَوْرَاءُ فَإِنْ كَانَ بَقِيَ مِنَ الْبَصَرِ الْأَكْثَرُ مِنْ نِصْفِ الْبَصَرِ أَجْزَأَتْ وَإِنْ ذَهَبَ النِّصْفُ فَصَاعِدًا لَمْ تُجْزِءْ وَأَمَّا الْمَرِيْضَةُ الَّتِيْ فَسَدَتْ لِمَرَضِهَا وَالْعَجْفَاءُ الَّتِيْ لَا تُنْقِيْ فَإِنَّهُمَا لَا يُجْزِئَانِ (موطأ امام محمد) [3]

---

[1] قال الحاكم:

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ لِقِلَّةِ رِوَايَاتِ سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَقَدْ أَظْهَرَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ فَضَائِلَهُ وَإِتْقَانَهُ وَلِهَذَا الْحَدِيثِ شَوَاهِدُ مُتَفَرِّقَةٌ بِأَسَانِيدَ صَحِيحَةٍ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهَا.

وقال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح، رجاله رجال الشيخين غير سليمان بن عبد الرحمن -وهو ابن عيسى البصري -وعبيد بن فيروز، فقد روى لهما أصحاب السنن، وهما ثقتان (حاشيه صحيح ابن حبان)

[2] وأجمع العلماء على جواز التضحية بالأجم الذى لم يخلق له قرنان واختلفوا فى مكسورة القرن فجوزه الشافعي وأبو حنيفة والجمهور سواء كان يدمى أم لا وكرهه مالك إذا كان يدمى وجعله عيبا وأجمعوا على استحباب استحسانها واختيار أكملها وأجمعوا على أن العيوب الأربعة المذكورة فى حديث البراء وهو المرض والعجف والعور والعرج البين لاتجزى التضحية بها وكذا ماكان فى معناها أو أقبح كالعمى وقطع الرجل وشبهه وحديث البراء هذا لم يخرجه البخارى ومسلم فى صحيحهما ولكنه صحيح رواه أبوداود والترمذى والنسائى وغيرهم من أصحاب السنن بأسانيد صحيحة وحسنة قال أحمد بن حنبل ما أحسنه من حديث وقال الترمذى حديث حسن صحيح والله أعلم(شرح النووى،ج۱۳ ص ۱۲۰ ،كتاب الأضاحى،باب استحباب الضحية وذبحها مباشرة بلا توكيل والتسمية والتكبير)

[3] ج۲ ص۵۸۷،تحت رقم الحديث ۶۳۲ ، كتاب الضحايا،باب ما يكره من الضحايا، دارالقلم،بيروت.

Idara Ghufran

ترجمہ: اور اسی حدیث کو ہم لیتے ہیں، پس جہاں تک لنگڑے جانور کا تعلق ہے تو وہ اگر اپنے پاؤں پر چلے تو جائز ہے، اور اگر وہ اپنے پاؤں پر نہ چلے تو جائز نہیں، اور رہا کانے جانور کا معاملہ تو اگر اُس کی آدھی سے زیادہ بینائی باقی ہو، تو جائز ہے، اور اگر آدھی یا اس سے زیادہ بینائی جاتی رہی ہو تو جائز نہیں؛ اور ایسا بیمار جانور جو اپنی بیماری کی وجہ سے فاسد ہو چکا ہو، اور ایسا کمزور جانور کہ جس (کی ہڈیوں) میں گودا نہ ہو، تو یہ بھی جائز نہیں (ترجمہ ختم)

حضرت سعید بن مسیّب سے بھی نصف یا اس سے زائد کان کٹے ہوئے جانور کی قربانی کا ناجائز ہونا مروی ہے۔ [1]

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تھوڑا بہت عیب عام طور پر جانوروں میں پایا جاتا ہے، اس لیے تھوڑے بہت عیب کو معاف قرار دیا گیا، اور جو عیب زیادہ ظاہر اور فاحش ہو، اُس سے منع کیا گیا، جس

---

[1] اقول: ماورد فی حدیث علی انه صلی الله علیه وسلم نهی ان یضحی بعضباء الاذن والقرن فتفصیله: ان العضب فی الاذن ان یکون النصف، فما فوقه مقطوعا، کمارواه شعبة، عن قتادة، عن سعید بن المسیب ویرجع الیه ماروی هشام عن قتاده انه قال: قلت لسعید بن المسیب: ماالاعضب؟ قال: النصف فما فوقه ان یقال معنی قول: مالاعضب ای ماعضب الاذن جمعا بین الروایات وارجاعا للمجمل الی المفسر، والعضب فی القرن: ان یکون مستأصلا من اصله بدلیل ان علیا رضی اللہ عنه افتی السائل لجواز مکسورة القرن مطلقا من غیر تفصیل.

ویحمل ذلک علی مابقی اصله بدلیل ماروی عتبة بن عبدالسلمی ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن المستأصلة التی استؤصل قرنها من اصله، فدل جمیع ذلک علی ان العضب فی القرن فی حدیث علی الاستئمال من الاصل لاماهو الاذن وبهذا تجتمع الادلة ولایحتاج الی ماقال الطحاوی: ان النهی عن عضباء القرن منسوخ، فتحصل من ذلک جواز التضحیة بما قطع اقل نصف اذنها، ومکسورة القرن غیر مستاصلتها، وعدم جواز ما قطع النصف من اذنها، او اکثر من ذلک، وما استؤصل قرنها من اصله، هذا هو وجه المسألة، وما قاله فقهاؤنا فی مکسور القرن: ان القرن لیس بمقصود لجواز الاضحیة بالابل مع انها لاقرن بها غیر تام، لان هذا الدلیل جاء فی مستأصلة القرن مع انهم لایقولون لجواز التضحیة بها، فالصحیح ان المتمسک به فی المسألة هو النصوص لاالقیاس ، والقیاس انما یصح فی الجماء فقط، فتدبر، والنهی عن المقابلة والمدابرة والشرقاء والخرقاء محمول علی الکراهة بدلیل جواز التضحیة بما قطع اقل من نصف اذنها، وباقی الکلام ظاهر لایحتاج الی الشرح وحکم الذنب والالیة هو حکم الاذن (اعلاء السنن، ج۱۷، صفحه ۲۳۷، ۲۳۸، باب مالایجوز التضحیة بها ویکره)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کا بعض دیگر احادیث وروایات میں بھی ذکر پایا جاتا ہے، اور آدھے سے کم عیب قلیل اور کم شمار ہوتا ہے، جو ظاہر وفاحش نہیں کہلاتا۔ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَ، وَالْأُذُنَ (سنن ابن ماجه) [2]

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ ہم (قربانی کے جانور کی) آنکھ اور کان کو دیکھ لیا کریں (ترجمہ ختم)

اور حضرت حجیہ بن عدی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

اَلْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ، قُلْتُ : فَإِنْ وَلَدَتْ؟ قَالَ : اِذْبَحْ وَلَدَهَا مَعَهَا، قُلْتُ : فَالْعَرْجَاءُ، قَالَ : إِذَا بَلَغَتِ الْمَنْسِكَ، قُلْتُ : فَمَكْسُورَةُ الْقَرْنِ، قَالَ : لَا بَأْسَ أُمِرْنَا، أَوْ أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنَيْنِ وَالْأُذُنَيْنِ (ترمذی) [3]

ترجمہ: گائے سات افراد کی طرف سے ہوتی ہے، میں نے کہا کہ اس کے اگر بچہ پیدا ہو جائے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بچے کو بھی اس کے ساتھ ذبح کر دو، میں نے کہا کہ لنگڑے جانور کا کیا حکم ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ

---

[1] ودليل ذلک فی النص ان العيب الخفيف معفو عنه فی الاضاحی، ولذا قيده صلی الله عليه وسلم بالبين فالقليل منه غير بين، ولايخفی ان ما دون النصف قليل عرفا، وهذا هو قول ابی يوسف ومحمد رجع ابوحنيفة اليه،وكان يحدده اولا بالثلث والبسط فی "ردالمحتار" (اعلاء السنن ج۱۷ ص ۲۴۰، ۲۴۱، باب مالايجوز التضحية بها ومايكره)

[2] رقم الحديث ۳۱۴۳، كتاب الاضاحی، باب مايكره ان يضحی به ، دار إحياء الكتب العربية، القاهرة.

(حكم الألبانی)حسن صحيح(تعليق ابنِ ماجه)

[3] رقم الحديث ۱۵۰۳ ، ابواب الاضاحی، باب فی الضحية بعضباء القرن والأذن،شركة مكتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی -مصر.

قال الترمذی :هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ :وَقَدْ رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّورِيُّ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

عنہ نے فرمایا کہ جو (خود سے چل کر) اپنی قربان گاہ تک پہنچ جائے (تو جائز ہے)
میں نے کہا کہ سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کا کیا حکم ہے؟ تو فرمایا کہ کوئی حرج نہیں،
ہمیں حکم دیا گیا، یا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم آنکھوں
اور کانوں کو اچھی طرح دیکھ لیا کریں (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی جائز ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُضَحّٰى بِالْمُقَابَلَةِ وَالْمُدَابَرَةِ أَوْ شَرْقَاءَ أَوْ خَرْقَاءَ أَوْ جَدْعَاءَ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے سے کان کٹے ہوئے، اور پیچھے سے کان کٹے ہوئے جانور کی، اور لمبائی اور چوڑائی کی طرف سے کان پھٹے ہوئے جانور کی اور ناک کٹے ہوئے جانور کی قربانی سے منع فرمایا (ترجمہ ختم)

اس سے پہلے حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کان میں اور دُم میں نقص والے جانور کی قربانی کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

دونوں قسم کی احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے اور جمع و تطبیق کرتے ہوئے فقہائے کرام نے فرمایا کہ کان اور دُم وغیرہ میں اگر عیب ظاہر اور فاحش ہو، تو جائز نہیں، ورنہ جائز ہے، اگرچہ بہتر نہیں، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۷۵۳۱، کتاب الاضاحی، دارالکتب العلمیة، بیروت.
قال الحاکم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ "
وقال الذهبی فی التلخیص: صحیح.

[2] قال -رحمه الله : -(ومقطوع أكثر الأذن أو الذنب أو العين أو الألية) لقول علي -رضي الله عنه -أمرنا رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أن نستشرف العين والأذن ، وأن لا نضحي بمقابلة ، ولا مدابرة ولا شرقاء ، ولا خرقاء رواه أبو داود والنسائي وغيرهما وصححه الترمذي المقابلة قطع من مقدم أذنها والمدابرة قطع من مؤخر أذنها والشرقاء أن يكون الخرق في أذنها طولا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَجُوْزُ فِي الْبُدْنِ الْعَوْرَاءُ، وَلَا الْعَجْفَاءُ، وَلَا الْجَرْبَاءُ، وَلَا الْمُصْطَلِمَةُ أَطْبَاؤُهَا (المعجم الأوسط للطبراني) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی کے جانور میں (واضح اور فاحش) کانا اور بالکل لاغر اور خارشی جانور اور جس کے تھن کٹے ہوئے ہوں، وہ جائز نہیں (ترجمہ ختم)

خارشی جانور سے ایسا جانور مراد ہے کہ جس کا مرض ظاہر وفاحش ہو، یعنی جو اس مرض کی وجہ سے بہت دُبلا اور کمزور ہو گیا ہو، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

حضرت عتبہ بن عبد سلمی سے روایت ہے کہ:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ خَمْسٍ: عَنِ الْمُوْصِلَةِ، وَالْمُصْفَرَّةِ، وَالْبَخْقَاءِ، وَالْمُشَيَّعَةِ، وَالْكَسْرَاءِ، قَالَ: وَالْمُوْصِلَةُ الْمُسْتَأْصَلَةُ قَرْنُهَا، وَالْمُصْفَرَّةُ الْمُسْتَأْصَلَةُ أُذُنُهَا، وَالْبَخْقَاءُ الْبَيِّنُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والخرقاء أن يكون عرضا، وإن بقى أكثر الأذن جاز، وكذا أكثر الذنب؛ لأن للأكثر حكم الكل بقاء وذهابا، وهذا؛ لأن العيب اليسير لا يمكن التحرز عنه فجعل عفوا(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ٦ ص ٦، كتاب الأضحية)

وفى البدائع: وتجزى الشرقاء مشقوقة الأذن طولا والخرقاء: مثقوبة الأذن، والمقابلة ما قطع من مقدم أذنها شيء وترك معلقا؛ والمدابرة: ما فعل ذلك بمؤخر الأذن من الشاة، والنهى الوارد محمول على الندب، وفى الخرقاء على الكثير على الاختلاف فى حد الكثير على ما بينا اهـ(رد المحتار على الدر المختار، ج ٦ ص ٣٢٥، كتاب الأضحية)

[1] رقم الحديث ٣٥٧٨، دارالحرمين، القاهرة، واللفظ لهٗ؛ المعجم الكبير، رقم الحديث ١٠٩٢٨.

قال الهيثمى:

والأطباء -بالمهملة-: الضروع .أى المقطوعة ضروعها. وفيه على بن عاصم بن صهيب، وفيه ضعف، وقد وثق(مجمع الزوائد ج ٤ ص ١٩)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

عَوَرُهَا، وَالْمُشَيَّعَةُ الْمَهْزُولَةُ أَوِ الْمَرِيضَةُ الَّتِي لَا تَتْبَعُ الْغَنَمَ

(مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۱۷۲۲، کتاب الصوم، دارالکتب العلمیة، بیروت)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پانچ قسم کے جانوروں کی قربانی سے: ایک موصلہ سے، دوسرے مصفرہ سے، تیسرے بخقاء سے، اور چوتھے مشیعہ سے، اور پانچویں کسراء سے۔

فرمایا کہ موصلہ وہ ہے کہ جس کے سینگ جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں، اور مصفرہ وہ ہے کہ جس کے کان کاٹ دیے گئے ہوں، اور بخقاء وہ ہے کہ جس کا کانا پن واضح ہو، اور مشیعہ اتنا کمزور وبیمار جانور ہے کہ جو ریوڑ کے دوسرے جانوروں کے پیچھے نہ چل سکے (ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُصْفَرَّةِ، وَالْمُسْتَأْصَلَةِ، وَالْبَخْقَاءِ وَالْمُشَيَّعَةِ، وَكُسْرَاءَ، وَالْمُصْفَرَّةُ : الَّتِي تُسْتَأْصَلُ أُذُنُهَا حَتّٰى يَبْدُوَ سِمَاخُهَا " وَالْمُسْتَأْصَلَةُ: الَّتِي اسْتُؤْصِلَ قَرْنُهَا مِنْ أَصْلِهِ، وَالْبَخْقَاءُ : الَّتِي تُبْخَقُ عَيْنُهَا، وَالْمُشَيَّعَةُ : الَّتِي لَا تَتْبَعُ الْغَنَمَ عَجَفًا وَضَعْفًا، وَالْكَسْرَاءُ: الْكَسِيرَةُ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا مصفرہ سے، اور مستأصلہ سے، اور بخقاء سے، اور مشیعہ سے، اور کسراء سے۔ اور مصفرہ وہ ہے کہ جس کے کان کاٹ دیے گئے ہوں، یہاں تک کہ اُن کا (اندرونی) سوراخ نظر آنے لگے، اور مستأصلہ وہ ہے کہ جس کے سینگ جڑ سے نکل گئے ہوں، اور بخقاء وہ ہے کہ جس کی آنکھ پھوڑ دی گئی ہو (یا اُس کی آنکھ میں بینائی نہ ہو)، اور مشیعہ وہ ہے کہ جو ریوڑ

[1] رقم الحدیث ۲۸۰۳، کتاب الضحایا، باب مایکرہ من الضحایا، المکتبة العصریة، بیروت.
وھٰذہ الاحادیث مؤیدة بعضھا ببعض فلا یضر الضعف فی الاسناد منفردة.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کے پیچھے کمزوری اور ضعف کی وجہ سے نہ چل سکے، اور کسراء، لاغر جانور ہے (جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو) (ترجمہ ختم)

اس سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی کو جائز قرار دیا گیا ہے، اور اس حدیث میں جڑ سے نکلے ہوئے سینگ والے جانور کی قربانی کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، جس سے فقہائے کرام کے نزدیک سینگ کا اس طرح جڑ سے اُکھڑنا ہے، کہ اس کی میخ یا مینگ (جس پر سینگ اُگتا ہے) بھی ختم ہوگئی ہو۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ضَحّٰى اشْتَرٰى كَبْشَيْنِ عَظِيْمَيْنِ، سَمِيْنَيْنِ أَقْرَنَيْنِ ، أَمْلَحَيْنِ مَوْجُوْئَيْنِ (مسند احمد) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی فرماتے تو دو بڑے موٹے تازے سینگوں والے اور سیاہ وسفید بالوں والے خصی مینڈھے خریدتے (ترجمہ ختم)

اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ذَبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الذِّبْحِ كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مُوْجَأَيْنِ (سنن أبی داود) [3]

---

[1] وما قاله فقهاؤنا فی مكسور القرن: ان القرن ليس بمقصود لجواز الاضحية بالابل مع انها لاقرن بها غيرا تام، لان هذا الدليل جاء فی مستأصلة القرن مع انهم لايقولون لجواز التضحية بها، فالصحيح ان المتمسک به فی المسألة هو النصوص لاالقياس ، والقياس انما يصح فی الجماء فقط، فتدبر، والنهی عن المقابلة والمدابرة والشرقاء والخرقاء محمول على الكراهة بدليل جواز التضحية بما قطع اقل من نصف اذنها، وباقی الكلام ظاهر لايحتاج الى الشرح وحكم الذنب والالية هو حكم الاذن (اعلاء السنن، ج۱۷، ص ۲۳۷، ۲۳۸، باب مالايجوز التضحية بها ويكره)

[2] رقم الحديث ۲۵۸۴۳، مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ؛ سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۳۱۲۲.
فی حاشية مسند احمد: صحيح لغيره.

[3] رقم الحديث ۲۷۹۵، كتاب الضحايا، باب مايستحب من الضحايا، المكتبة العصرية، بيروت، واللفظ لهٗ؛ مسند ابی يعلیٰ، رقم الحديث ۱۷۹۲.
قال الهيثمی: رواه أبو يعلى، وإسناده حسن. ولجابر حديث رواه أبو داود باختصار (مجمع الزوائد، ج۴ص ۲۲، باب أضحية رسول الله صلى الله عليه وسلم)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن دو سینگوں والے اور سیاہ وسفید بالوں والے خصی مینڈھے ذبح کیے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

ضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِکَبْشَیْنِ جَذَعَیْنِ خَصِیَّیْنِ

(مسند احمد، رقم الحدیث ۲۱۷۱۴، مؤسسة الرسالة، بیروت)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو جذعہ (یعنی ایک سال سے کم عمر) خصی مینڈھوں کی قربانی کی (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابورافع سے روایت ہے کہ:

ضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِکَبْشَیْنِ أَمْلَحَیْنِ مَوْجِیَّیْنِ خَصِیَّیْنِ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۳۸۶۰، موسسة الرسالة بیروت)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سینگوں والے اور سیاہ وسفید بالوں والے خصی مینڈھوں کی قربانی کی (ترجمہ ختم)

ان احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ شریعت کی نظر میں قربانی کے جانور کا خصی ہونا عیب نہیں، اور خصی جانور کی قربانی جائز ہے۔

احادیث وروایات کے بعد اب اس قسم کی احادیث وروایات کی روشنی میں فقہائے کرام کے بیان کردہ چند مسائل کو ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱...... جانور کی جس چیز کو شریعت نے قربانی کے بارے میں عیب قرار نہیں دیا، وہ تو عیب میں داخل نہیں، اور فاحش وظاہر عیب کہ جس کی وجہ سے جانور کی منفعت یا جمال مکمل طریقے پر فوت ہو جائے، ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں، اور جو عیب اس سے کمتر درجے کا ہو،

---

[1] قال الهيثمي:
رواه أحمد، وإسناده حسن (مجمع الزوائد، ج۴ ص ۲۱، باب أضحية رسول الله صلى الله عليه وسلم)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس کی وجہ سے جانور کی قربانی ناجائز تو نہیں ہوتی، لیکن قربانی کے لئے اخلاص کے ساتھ ساتھ اچھے سے اچھا اور عمدہ سے عمدہ جانور منتخب کرنا چاہیے اور افضل یہ ہے کہ قربانی کا جانور ہر قسم کے عیب اور نقص سے خالی ہو تا کہ اللہ تعالیٰ کی خاص بارگاہ میں اچھی اور عمدہ بے عیب چیز پیش کی جاسکے۔ [1]

مسئلہ نمبر۲...... خصی جانور کی قربانی جائز ہے، کیونکہ قربانی کے جانور کا خصی ہونا شریعت کی نظر میں نہ صرف یہ کہ ایسا عیب نہیں کہ جس کی وجہ سے قربانی ناجائز ہو؛ بلکہ خصی جانور کی قربانی افضل ہے، کیونکہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصی جانور کی قربانی کی ہے، نیز جانور کے خصی ہونے سے اس کے گوشت میں نقص وعیب پیدا ہونے کے بجائے افادیت ولذت پیدا ہوتی ہے؛ اور اسی وجہ سے جمہور فقہائے کرام اس پر متفق ہیں کہ خصی جانور کی قربانی درست ہے۔ [2]

---

[1] وما جاز مع العيب فهو مع الكراهة وإنما المستحب هو السليمة عن العيوب الظاهرة(تحفة الفقهاء، ج۳ص ۸۵، كتاب الأضحية)

وأما الذى يرجع إلى محل التضحية فنوعان :أحدهما :سلامة المحل عن العيوب الفاحشة (بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج۵ ص ۷۵، كتاب التضحية،فصل فى شرائط جواز إقامة الواجب فى الأضحية)

وَمِنْ الْمَشَايِخِ مَنْ يَذْكُرُ لِهَذَا الْفَصْلِ أَصْلًا وَيَقُولُ :كُلُّ عَيْبٍ يُزِيلُ الْمَنْفَعَةَ عَلَى الْكَمَالِ أَوْ الْجَمَالِ عَلَى الْكَمَالِ يَمْنَعُ الْأُضْحِيَّةَ، وَمَا لَا يَكُونُ بِهَذِهِ الصِّفَةِ لَا يَمْنَعُ (الفتاوىٰ الهندية، ج۵، ص ۲۹۹، كتاب الاضحية، الباب الخامس)

[2] اور خصی، خواہ کسی بھی طرح کیا گیا ہو، خواہ خصیتین نکال کر، یا مسل کر، یا چڑھا کر، بہر صورت جائز ہے(کذافی امداد الفتاویٰ ج۳ص۵۴۹)

(فصل) ويجزء الخصى لان النبى صلى الله عليه وسلم ضحى بكبشين موجوءين والوجأ رض الخصيتن وما قطعت خصيتاه أو سلتا فى معناه، ولان الخصى اذهاب عضو غير مستطاب يطيب اللحم بذهابه ويسمن قال الشعبى ما زاد فى لحمه وشحمه اكثر مما ذهب منه، وبهذا قال الحسن وعطاء والشعبى والنخعى ومالك والشافعى وأبو ثور وأصحاب الرأى ولا نعلم فيه خلافا(المغنى،لابن قدامة، ج۹ ص ۴۴۲، كتاب الاضاحى،فصل يجزء الخصى فى الأضحية)

وشذ ابن كج فحكى فى الخصى قولين وجعل المنع هو قول الجديد وهذا ضعيف منابذ للحديث الصحيح (فان قيل) فقد فات منه الخصيتان وهما مأكولتان (قلنا) ليستا مأكولتين فى العادة بخلاف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی جانور کے قدرتی طور پر خصیتین (فوطے) نہ ہوں، تو اس کی قربانی بھی جائز ہے، **لانہٗ کالخصی.**

مسئلہ نمبر۳...... ایسا بیمار اور عیب دار جانور کہ جس کی بیماری وعیب ظاہر وفاحش ہو، اس کی قربانی جائز نہیں، البتہ جس کی بیماری وعیب ظاہر وفاحش نہ ہو، اُس کی قربانی جائز ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر۴...... اس قدر لنگڑا جانور جو چلنے سے اس قدر قاصر ہو کہ خود چل کر قربان گاہ تک بھی نہ پہنچ سکے، یعنی چلتے وقت ایک پاؤں بالکل زمین پر نہیں رکھتا، اس کی قربانی جائز نہیں، کیونکہ یہ فاحش وظاہر عیب ہے؛ البتہ جو چلنے پر قادر ہو، یعنی چوتھا پاؤں بھی زمین پر رکھتا ہو اور چلنے میں اس سے کچھ سہارا اور مدد لیتا ہو خواہ لنگڑا کر چلتا ہو، تو اس کی قربانی جائز ہے، کیونکہ یہ فاحش وظاہر عیب نہیں۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الاذن ولان ذلک ینجبر بالسمن الذی یتجدد فیہ بالاخصاء فانہ انما جاء فی الحدیث أنہ ضحی بموجوبین وھما المرضوضان (المجموع شرح المھذب، ج۸ص ۴۰۲، باب الاضحیۃ)

فی شرح السنۃ :کرہ بعض أھل العلم الموجوء ۃ لنقصان العضو، والأصح أنہ غیر مکروہ ;لأن الخصاء یزید اللحم طیبا ;ولأن ذلک العضو لا یؤکل(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳ص ۱۰۸۲ ،باب فی الأضحیۃ)

وکذلک الخصی جاز وعن أبی حنیفۃ إنہ أحب إلی لأنہ أطیب لحما(تحفۃ الفقھاء، ج۳ص ۸۶ ، کتاب الأضحیۃ)

[۱] ولا المریضۃ البین مرضھا(المحیط البرھانی، ج۸ص۴۶۷، کتاب الأضحیۃ،الفصل الخامس فی بیان ما یجوز فی الضحایا وما لا یجوز، وفی بیان المستحب، والأفضل منھا)

قولہ :والمریضۃ البینۃ مرضھا أی التی یبین أثر المرض علیھا؛ لأن ذلک ینقص لحمھا .وبہ قال أحمد فی الأصح(البنایۃ شرح الھدایۃ، ج۱۲ ص ۳۴، کتاب الأضحیۃ)

والمریضۃ البین مرضھا(بدائع الصنائع، ج۵ص ۷۲، کتاب التضحیۃ، فصل فی شرائط جواز إقامۃ الواجب فی الأضحیۃ)

[۲] والعرجاء ان کانت یمشی بثلاث قوایم ویجاف الرابعۃ من الارض لایجوز، وان کانت تضع الرابعۃ علی الارض وتستعین بھا الا انھا یتمایل مع ذلک وتضعھا وضعاً خفیفاً یجوز (خلاصۃ الفتاویٰ، ج۴، ص ۳۲۱، کتاب الاضحیۃ، الفصل الخامس فی العیوب)

والعرجاء البین عرجھا وھی التی لا تقدر تمشی برجلھا إلی المنسک(بدائع الصنائع، ج۵ص ۷۵،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۵......جس جانور کا ایک پاؤں کٹ گیا ہو، اس کی قربانی جائز نہیں، کیونکہ ایسا جانور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كتاب التضحية،فصل فى شرائط جواز إقامة الواجب فى الأضحية)

والعرجاء إن كانت تمشى بثلاث قوائم وتجافى الرابعة عن الأرض لا تجوز وإن كانت تضع الرابعة على الأرض وتستعين بها الا أنها تتمايل مع ذلك وتضعها وضعا خفيفا تجوز (لسان الحكام فى معرفة الأحكام، ج ا ص ۳۸۸، الفصل الثانى والعشرون من الفصول الثلاثين فى الصيد والذبائح والأضحية)

(قوله والعرجاء) أى التى لا يمكنها المشى برجلها العرجاء إنما تمشى بثلاث قوائم، حتى لو كانت تضع الرابعة على الأرض وتستعين بها جاز عناية(رد المحتار على الدر المختار، ج۶ ص ۳۲۳، كتاب الأضحية)

والعرجاء البين عرجها :هى ما لا يمكنها المشى برجلها العرجاء وإنما تمشى بثلاث قوائم حتى لو كانت تضع الرابعة على الأرض وتستعين بها جاز(العناية شرح الهداية، ج۹ ص ۵۱۴، ۵۱۵، كتاب الأضحية)

والعرجاء إذا كانت تمشى فلا بأس بها، وإذا كانت لا تقوم، ولا تمشى لا يجوز وهو المراد من العرجاء البين عرجها المذكور فى الحديث.

قال مشايخنا :إذا كانت تمشى بثلاث قوائم، وتجافى الرابع عن الأرض لا يجوز، وإذا كانت تضع الرابع على الأرض تستعين بها لا أنه يتمايل مع ذلك وتضعه وضعاً خفيفاً يجوز، وأما إذا كانت تدفع دفعاً، أو تحمل الى المنسك أن يجوز(المحيط البرهانى، ج۸ ص ۴۶۶، كتاب الأضحية،الفصل الخامس فى بيان ما يجوز فى الضحايا وما لا يجوزالخ)

قال -رحمه الله :-(لا بالعمياء والعوراء والعجفاء والعرجاء) أى التى لا تمشى إلى المنسك أى إلى المذبح لما روى عن البراء بن عازب أنه -عليه الصلاة والسلام -قال أربع لا تجوز فى الأضاحى؛ العوراء البين عورها والمريضة البين مرضها والعجفاء البين ضلعها والكسيرة التى لا تنقى رواه أبو داود والنسائى وجماعة أخر وصححه الترمذى، وفى الحاوى قال مشايخنا :العرجاء التى تمشى بثلاثة قوائم وتجافى الرابع عن الأرض لا تجوز الأضحية بها، وإن كانت تضع الرابع على الأرض وتستعين به إلا أنها تتمايل مع ذلك وتضعه وضعا خفيفا يجوز، وإن كانت ترفعه رفعا، أو تحمل المنكسر لا تجوز(تكملة البحر الرائق للطورى ، ج۸ ص ۲۰۱، كتاب الأضحية)

فأما العرجاء إذا كانت تمشى فلا بأس به ؛ لأنه -عليه الصلاة والسلام -سئل عن العرجاء فقال إذا كانت تبلغ فلا بأس به .فإذا كانت لا تقوم، ولا تمشى لا يجوز؛ لأن ذلك يؤثر فى لحمها فإنها لا تعلف إلا ما حولها .وإذا كانت تمشى فهى تذهب إلى العلف فلا يؤثر فى لحمها(المبسوط للسرخسى ، ج۱۲ ص ۱۶، كتاب الذبائح،باب الأضحية)

(قوله ولا) (العرجاء) التى لا تمشى إلى المنسك بكسر السين وهو المذبح فإن كان عرجها لا يمنعها عن المشى جاز(الجوهرة النيرة، ج ا ص ۱۸۱، كتاب الحج،باب الهدى)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بھی پاؤں کٹے ہوئے ہونے کی وجہ سے اس سے کلی طور پر فائدہ اُٹھانے اور چلنے سے قاصر ہوتا ہے، اور اس کا عیب ظاہر وفاحش شمار کیا جاتا ہے۔ ۱؎

مسئلہ نمبر ۶...... ایسا کانا جانور جس کا کانا پن ظاہر وفاحش ہو، اس کی قربانی جائز نہیں، کیونکہ یہ فاحش وظاہر عیب ہے، البتہ جس جانور کا کانا پن پوری طرح واضح نہ ہو، اس کی قربانی جائز ہے، کیونکہ یہ فاحش وظاہر عیب نہیں۔ ۲؎

مسئلہ نمبر ۷...... ایسا لاغر اور دبلا جانور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو، اور سوکھ کر بالکل ڈھانچہ نکل آیا ہو، اس کی قربانی جائز نہیں، کیونکہ ایسی صورت میں اس کا عیب فاحش وظاہر ہے، البتہ جس کی ہڈیوں میں کچھ گودا ہو، اس کی قربانی جائز ہے، کیونکہ یہ فاحش وظاہر عیب نہیں۔ ۳؎

۱؎ وفی الخزانة لا يجوز مقطوع إحدى القوائم الأربع، كذا فی التتارخانية (الفتاوى الهندية، ج۵ص ۲۹۹، كتاب الأضحية، الباب الخامس فی بيان محل إقامة الواجب)

۲؎ وأما الذی يرجع إلى محل التضحية فنوعان :أحدهما :سلامة المحل عن العيوب الفاحشة؛ فلا تجوز العمياء ولا العوراء البين عورها (بدائع الصنائع ،ج۵ص ۷۵، كتاب التضحية، فصل فی شرائط جواز إقامة الواجب فی الأضحية)

۳؎ والعجفاء التی لا تنقی وهی المهزولة التی لا نقی لها وهو المخ (بدائع الصنائع ، ج۵ص ۷۵، كتاب التضحية، فصل فی شرائط جواز إقامة الواجب فی الأضحية)

لا يجوز إذا ذهب مخ عظمها *و إن كانت مهزولة فيها بعض الشحم جاز مروى ذلك عن محمد رحمه الله تعالى *فإن كانت مهزولة عند الشراء فسمنت بعد الشراء جاز (فتاوى قاضی خان، كتاب الأضحية)

والعجفاء :التی لا تنقی :هی التی ليس لها نقی :أی مخ من شدة العجف (العناية شرح الهداية، ج۹ص ۵۱۵، كتاب الأضحية)

ولا تجزیء العجفاء التی لا تنقی (المحيط البرهانی، ج۸ص ۴۶۷، كتاب الأضحية، الفصل الخامس فی بيان ما يجوز فی الضحايا وما لا يجوز، وفی بيان المستحب، والأفضل منها)

(ولا العجفاء) ش :أی المهزولة، من عجف يعجف من باب علم يعلم (البناية شرح الهداية، ج۱۲ ص ۳۳، كتاب الأضحية)

وقد قيدت العجفاء :بأنها لا تنقی :أی ما يكون عجفها إلى حد لا يكون فی عظامها نقی أی مخ. (شرح الوقاية، كتاب الأضحية)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر۸...... ایسا خارشی جانور کہ جس کی خارش اس طرح سے ظاہر و فاحش ہو کہ وہ اس کی وجہ سے بہت دبلا اور کمزور ہو گیا ہو، اس کی قربانی جائز نہیں؛ کیونکہ ایسی صورت میں یہ عیب ظاہر و فاحش ہے۔

البتہ جو خارشی جانور فربہ یعنی موٹا تازہ ہو اس کی قربانی جائز ہے، کیونکہ ایسی صورت میں خارش کی بیماری اس کی جلد تک محدود ہوتی ہے، اور ظاہر و فاحش عیب شمار نہیں ہوتی۔ [1]

مسئلہ نمبر۹...... جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں (جیسا کہ اونٹ) یا جس جانور کے پیدائشی طور پر بہت چھوٹے سینگ ہوں، یا جس جانور کے سینگ ٹوٹ گئے ہوں، مگر جڑ سے نہ اکھڑے ہوں، اس کی قربانی جائز ہے؛ البتہ جس جانور کا ایک یا دونوں سینگ جڑ سے اس طرح اکھڑ جائیں کہ اندر کی مینگ اور گودا بھی ختم ہو جائے (جس پر سینگ اُگتے ہیں) تو اس کی قربانی جائز نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولا تجزء العجفاء التي لا تنقى للنهى الذى روينا، ولأن هذا عيب فاحش أثر فى لحمها ويستوى إن اشتراها كذلك، أو صارت عنده كذلك وهو موسر؛ لأن الواجب فى ذمته بصفة الكمال فلا يتأدى بالناقص. فأما إذا كان معسرا أجزأه؛ لأنه لا واجب فى ذمته بل يثبت الحق فى العين فيتأدى بالعين على أى صفة كانت، وذلك مروى عن على -رضى الله عنها(المبسوط للسرخسي،ج۱۲ص۱۶،كتاب الذبائح،باب الأضحية)

أخرجه أصحاب السنن الأربع، ومالك فى الموطأ من حديث البراء بن عازب قال: قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: أربع لا يجوز فى الضحايا: العوراء البين عورها، والمريضة البين مرضها، والعرجاء البين ظلعها، والكسيرة التى لا تنقى. بمثناة فوقية مضمومة، فنون ساكنة، فقاف مكسورة، أى بلغ بها العجف إلى حد لا يكون فى عظامها نقى أى مخ(شرح النقاية،لعلى بن سلطان محمد القارى،كتاب الأضحية)

فإن كانت مهزولة فيها بعض الشحم جاز يروى ذلك عن محمد -رحمه الله تعالى-، ولو كانت مهزولة عند الشراء فسمنت بعد الشراء جاز، كذا فى فتاوى قاضى خان .(الفتاوى الهندية، ج۵ص۲۹۸،كتاب الأضحية،الباب الخامس فى بيان محل إقامة الواجب)

[1] وتجوز الجرباء إذا كانت سمينة فإن كانت مهزولة لا تجوز(بدائع الصنائع ، ج۵ص۷۶،كتاب التضحية،فصل فى شرائط جواز إقامة الواجب فى الأضحية)

وتجوز الجرباء إذا كانت سمينة، فإن كانت مهزولة لا تجوز (الفتاوى الهندية،ج۵ص۲۹۸،كتاب الأضحية،الباب الخامس فى بيان محل إقامة الواجب)

Idara Ghufran

کیونکہ بعض جانوروں کی نسلوں میں سینگ پیدا ہی نہیں ہوتے، یا پیدائشی طور پر بہت چھوٹے سینگ ہوتے ہیں، اور یہ عیب شمار نہیں ہوتا، اور جس جانور کے سینگ ٹوٹ جائیں، تو مینگ یا مِیخ موجود ہونے کی صورت میں اس پر دوبارہ سینگ اُگ آتے ہیں، اس لیے یہ ظاہر وفاحش عیب نہیں، اور مینگ یا مِیخ ختم ہوجانے کی صورت میں دوبارہ سینگ نہیں اُگتے، اس لیے یہ ظاہر وفاحش عیب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۰...... اونٹنی، گائے اور بھینس کے عادتاً چار تھن ہوتے ہیں، اور بکری وبھیڑ وغیرہ کے عادتاً دو تھن ہوتے ہیں۔

---

[1] قال (ولا بأس بأن يضحى بالجماء وبمكسور القرن) أما الجماء فلأن ما فات منها غير مقصود؛ لأن الأضحية من الإبل أفضل، ولا قرن له .وإذا ثبت جواز الجماء فمكسور القرن أولى، وقد روى فى ذلك عن عمار بن ياسر -رضى الله تعالى عنه (المبسوط للسرخسى، ج١٢ ص١١، كتاب الذبائح، باب الاضحية)

قوله :(ويجوز أن يضحى بالجماء) وهى التى لا قرن لها خلقة وتسمى الجلحاء أيضا وكذلك القضماء وهى التى انكسر غلاف قرنها(الجوهرة النيرة، ج٢ ص١٨٩، كتاب الأضحية)

وكذا مكسورة القرن تجزى لما روى أن سيدنا عليا -رضى الله عنه -سئل عن القرن فقال :لا يضرك أمرنا رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أن نستشرف العين والأذن وروى أن رجلا من همذان جاء إلى سيدنا على -رضى الله عنه -فقال :يا أمير المؤمنين البقرة عن كم؟ قال :عن سبعة ثم قال :مكسورة القرن؟ قال :لا ضير ثم قال :عرجاء ؟ فقال :إذا بلغت المنسك، ثم قال سيدنا على -كرم الله وجهه :-أمرنا رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أن نستشرف العين والأذن .

فإن بلغ الكسر المشاش لا تجزيه، والمشاش :رء وس العظام مثل الركبتين والمرفقين(بدائع الصنائع، ج٥ص٧٦، كتاب التضحية، فصل فى شرائط جواز إقامة الواجب فى الأضحية)

ويجوز بالجماء التى لا قرن لها، وكذا مكسورة القرن، كذا فى الكافى .وإن بلغ الكسر المشاش لا يجزيه، والمشاش رء وس العظام مثل الركبتين والمرفقين، كذا فى البدائع(الفتاوى الهندية، ج٥ص٢٩٧، كتاب الأضحية، الباب الخامس فى بيان محل إقامة الواجب)

(قوله ويضحى بالجماء) هى التى لا قرن لها خلقة وكذا العظماء التى ذهب بعض قرنها بالكسر أو غيره، فإن بلغ الكسر إلى المخ لم يجز قهستانى، وفى البدائع إن بلغ الكسر المشاش لا يجزء والمشاش رء وس العظام مثل الركبتين والمرفقين اهـ (رد المحتار على الدر المختار، ج٦ ص٣٢٣، كتاب الأضحية)

والتى لا قرن لها من الأصل تجوز فإن انقطع أو انكسر بعض قرنها تجوز إلا إذا بلغ المخ (لسان الحكام فى معرفة الحكام، ج١ ص٣٨٧، الفصل الثانى والعشرون من الفصول الثلاثين فى الصيد والذبائح والاضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس لیے جس جانور کے تمام تھن پوری طرح کٹے ہوئے ہوں یا تمام تھنوں کی اوپر کی گھنڈیاں (یعنی تھن کا سر، جن سے دودھ برآمد ہوتا ہے) کٹی ہوئی ہوں، ایسے جانور کی قربانی درست نہیں، کیونکہ یہ ظاہر وفاحش عیب ہے۔

اسی طرح جس اونٹنی یا گائے، بھینس کے دو یا اس سے زیادہ تھن یا اُن کی گھنڈیاں کٹی ہوئی ہوں، یا بکری وبھیڑ وغیرہ کا ایک تھن یا اُس کی گھنڈی کٹی ہوئی ہو، تو اُس کی قربانی جائز نہیں، کیونکہ یہ عیب بھی ظاہر وفاحش ہے۔

یہی حکم اونٹنی، گائے اور بھینس کے دو تھنوں کے اور بکری اور بھیڑ کے ایک تھن کے بیماری کی وجہ سے اس طرح سوکھ جانے کا ہے کہ ان میں دودھ نہ اُترتا ہو کہ ان کی قربانی بھی جائز نہیں۔

البتہ اگر تمام تھن یا اونٹنی گائے اور بھینس کے تین تھن موجود ہوں، اور بغیر کسی بیماری کے دودھ نہ اترتا ہو تو قربانی جائز ہے، اور اسی طرح اگر تھنوں میں دودھ تو اترتا ہو، مگر پہلے کے مقابلہ میں دودھ کی مقدار کم ہوگئی ہو، تو ایسے جانور کی قربانی بھی جائز ہے، کیونکہ یہ ظاہر وفاحش عیب نہیں، اور آب وہوا؛ اور غذا وعمر وغیرہ کے ساتھ مختلف ہونے والی کیفیت ہے۔ [1]

---

[1] (قوله ولا المصرمة أطباؤها) مصرمة كمعظمة، من الصرم :وهو القطع، والأطباء بالطاء المهملة جمع طبى بالكسر والضم :حلمات الضرع التى من خف وظلف وحافر وسبع قاموس، وما رأيناه فى عدة نسخ بالظاء المعجمة تحريف.

(قوله وهى إلخ) فسرها الزيلعى بالتى لا تستطيع أن ترضع فصيلها، وهو تفسير بلازم المعنى؛ لما فى القاموس :هى ناقة يقطع أطباؤها ليبس الإحليل فلا يخرج اللبن ليكون أقوى لها، وقد يكون من انقطاع اللبن بأن يصيب ضرعها شىء فيكون فينقطع لبنها اهـ .وفى الخلاصة :مقطوعة رء وس ضروعها لا تجوز، فإن ذهب من واحدة أقل من النصف فعلى ما ذكرنا من الخلاف فى العين والأذن .وفى الشاة والمعز إذا لم يكن لهما إحدى حلمتيهما خلقة أو ذهبت بآفة وبقيت واحدة لم يجز، وفى الإبل والبقر إن ذهبت واحدة يجوز أو اثنتان لا اهـ وذكر فيها جواز التى لا ينزل لها لبن من غير علة .وفى التتارخانية والشطور لا تجزء، وهى من الشاة ما قطع اللبن عن إحدى ضرعيها، ومن الإبل والبقر ما قطع من ضرعيها لأن لكل واحد منهما أربع أضرع(رد المحتار على الدر المختار، ج٦ ص ۳۲۴،۳۲۵، كتاب الأضحية)

والتى لاينزل لها لبن من غير علة والتى لها ولد يجوز ...... ومقطوعة رء وس ضروعها لا يجوز، فإن ذهب من واحدة أقل من النصف فعلى ما ذكرنا من الخلاف في العين والأذن .وفى الشاة والمعز إذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۱...... بھینگے جانور کی قربانی جائز ہے، کیونکہ صرف بھینگا ہونا کوئی ظاہر و فاحش عیب نہیں۔ ۱؎

مسئلہ نمبر ۱۲...... جو جانور بالکل اندھا ہو اور اس کو نظر نہ آتا ہو اس کی قربانی جائز نہیں، اسی طرح جس جانور کی ایک آنکھ نہ ہو یا ایک آنکھ سے بالکل نظر نہ آتا ہو، اُس قربانی بھی جائز نہیں، کیونکہ یہ ظاہر و فاحش عیب ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

لم يكن لهما أحد حلمتيها خلقة أو ذهبت بآفة وبقيت واحد لم يجز، وفى الإبل والبقر إن ذهبت واحدة يجوز وان ذهبت اثنان لا يجوز، والله اعلم (خلاصة الفتاوىٰ، ج۴، ص ۳۲۱، كتاب الاضحية، الفصل الخامس فى العيوب)

ومقطوعة رء وس ضروعها لا تجوز، فإن ذهب من واحد أقل من النصف فعلى ما ذكرنا من الخلاف فى العين والأذن، وفى الشاة والمعز إذا لم تكن لهماإحدى حلمتيها خلقة أو ذهبت بآفة وبقيت واحدة لم تجز، وفى الإبل والبقر إن ذهبت واحدة تجوز، وإن ذهبت اثنتان لا تجوز، كذا فى الخلاصة......والشطور لا تجزء وهى من الشاة ما انقطع اللبن عن إحدى ضرعيها، ومن الإبل والبقر ما انقطع اللبن من ضرعيهما؛ لأن لكل واحد منهما أربع أضرع، كذا فى التتارخانية(الفتاوى الهندية، ج۵ص۲۹۸، ۲۹۹، كتاب الأضحية،الباب الخامس فى بيان محل إقامة الواجب)

ومقطوعة رؤوس ضروعها وإن ذهب من واحد أقل من النصف فعلى ما ذكرنا من الخلاف فى العين والأذن وفى الشاة والمعز إذا لم يكن لها إحدى حلمتيها خلقة أو ذهبت بآفة وبقيت أخرى لم تجز وفى الإبل والبقر إن ذهبت واحدة يجوز وإن ذهب اثنتان لا يجوز والله أعلم(لسان الحكام فى معرفة الأحكام(لسان الحكام فى معرفة الحكام، ج ۱ ص۳۸۸، الفصل الثانى والعشرون من الفصول الثلاثين فى الصيد والذبائح والاضحية)

ولا الحذاء وهى مقطوعة الضرع ولا المصرمة وهى التى لا تستطيع أن ترضع فصيلها ولا الجداء وهى التى يبس ضرعها كذا فى التبيين ولا تجزى الجدعاء وهى مقطوعة الأطباء وهى رء وس ضرعها فإن بقى أكثرها جاز كذا فى منية المفتى (حاشية الشرنبلالى على درر الحكام، ج ۱ ص ۲۷۰، كتاب الأضحية،ما يصح للأضحية)

۱؎ وتجوز الحولاء :ما فى عينها حول(رد المحتار على الدر المختار،ج۶ ص۳۲۵،كتاب الأضحية)

والحولاء تجزء وهى التى فى عينها حول، وكذا المجزوزة وهى التى جز صوفها، كذا فى فتاوى قاضى خان(الفتاوى الهندية، ج۵ص۲۹۸،كتاب الأضحية،الباب الخامس فى بيان محل إقامة الواجب)

وفى الخانية :وكذا الحولاء التى فى عينها حول(تكملة البحر الرائق للطور، ج۸ص۲۰۱،كتاب الأضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اگر کسی جانور کی بینائی متأثر ہوگئی ہو، اور اس کو کم نظر آتا ہو، تو اگر آدھی یا اس سے کم بینائی باقی رہ گئی ہو تو قربانی جائز نہیں، کیونکہ اس صورت میں عیب ظاہر وفاحش ہے، اور اگر بینائی نصف سے کم متأثر ہو تو اس جانور کی قربانی جائز ہے، کیونکہ یہ ظاہر وفاحش عیب نہیں۔ ل

مسئلہ نمبر ۱۳...... جس جانور کے پیدائشی طور پر ایک یا دونوں کان نہ ہوں، یا کان کا نصف یا اس سے زائد حصہ کٹا یا چِرا ہوا ہو اس کی قربانی جائز نہیں (کیونکہ یہ ظاہر وفاحش عیب ہے)

ل اگر ایک آنکھ کی بینائی نصف یا اس سے زائد متاثر ہوگئی ہو، تو بھی اکثر حنفی فقہائے کرام کے نزدیک ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں، اور بینائی کی مقدار کو پہچاننے کا بعض فقہائے کرام نے یہ طریقہ بیان فرمایا ہے کہ جانور کو کچھ وقت بھوکا رکھ کر پہلے عیب دار آنکھ پر کچھ باندھ کر دور سے چارہ دکھاتے ہوئے قریب لائیں، جہاں سے جانور کو نظر آجائے، وہاں نشان کردیں، پھر صحیح آنکھ کو باندھ کر یہی عمل دہرائیں، پھر دونوں کے فاصلوں کی نسبت معلوم کریں، اگر فرق نصف یا اس سے زائد ہے، تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ نصف یا اس سے زائد بینائی متأثر ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ولا تـجزئ العمياء ولا العوراء ،و هي ذاهبة إحدى العينين بكماله(المحيط البرهاني، ج ٨ص ٤٦٦، كتـاب الأضـحية،الفصل الخامس في بيان ما يجوز في الضحايا وما لا يجوز، وفي بيان المستحب، والأفضل منها)

و لا تـجوز المنفسخة العين وهي التي غارت عينها اهـ.(تكملة البحر الرائق للطور، ج٨ص ٢٠١، كتاب الأضحية)

(قال :ولا يـضـحى بالعمياء) ش :أي قـال الـقـدوري، وقال داود الأصفهاني :يـجوز العمياء لأن الشـرع ورد فـي الـعوراء ولم يرد في العمياء والقياس عندى ليس بحجة، وقالت العامة :الشرع لم يـجـوز العوراء والعمياء عور وزيادة فيكون النص الوارد في العوراء ، وأراد في العمياء بدلالة النص كـمـا في قوله سبحانه وتعالى :(فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ). م :(والعوراء) ش :وهي الذاهبة إحدى العينين (البناية شرح الهداية، ج ١٢، ص٣٣، كتاب الاضحية، مالا يجزء في الأضحية، التضحية بالعمياء)

ثـم مـعـرفة مـقـدار الذاهب والباقي متيسر في غير العين ، وفي العين قالوا يشد عينها المعيبة بعد أن جـاعـت ثـم يـقـرب الـعـلف إليها قليلا قليلا فإذا رأته في موضع علم ذلک الموضع ثم يشد عينها الـصـحـيـحة ، ويقرب العلف إليها شيئا فشيئا حتى إذا رأته من مكان علم عليه ثم ينظر ما بينهما من التـفـاوت فـإن كـان نـصـفـا أو ثلثا أو غير ذلک فالذاهب هو ذلک القدر (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق،ج ٦ ص ٦ كتاب الأضحية)

ثم معرفة المقدار في غير العين متيسر، وفي العين قالوا :تشـد العين المعيبة بعد أن لا تعتلف الشاة يوما أو يومين ثم يقرب العلف إليها قليلا قليلا، فإذا رأته من موضع أعلم على ذلک المكان ثم تشد عينها الصحيحة وقرب إليها العلف قليلا قليلا حتى إذا رأته من مكان أعلم عليه .ثم ينظر إلى تفاوت مـا بيـنـهـمـا، فإن كان ثلثا فالذاهب الثلث، وإن كان نصفا فالنصف(فتح القدير،ج ٩،ص ٥١٥، كتاب الأضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

البتہ جس جانور کا کان نصف سے کم کٹا یا چرا ہوا ہو یا جس جانور کے کان تو ہوں، مگر قدرتی طور پر چھوٹے چھوٹے ہوں، تو اس کی قربانی جائز ہے (کیونکہ یہ ظاہر و فاحش عیب نہیں)

اگر تھوڑے تھوڑے دونوں کان کٹے یا چرے ہوئے ہوں، اور کسی ایک کٹے یا چرے ہوئے کان کی مقدار تو باقی ماندہ کان کے حصہ کے نصف سے کم ہو، لیکن دونوں کانوں کی کٹی ہوئی مقدار کا مجموعہ دونوں کانوں کی باقی ماندہ مقدار کے نصف کے برابر یا اس سے زیادہ ہو، تو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی قربانی نہ کی جائے، اگر کسی نے کردی تو امید ہے کہ ادا ہو جائے گی۔ [1]

---

[1] اور ایک روایت کے مطابق کسی جانور کے پیدائشی طور پر کان نہ ہونے کی صورت میں اس کی قربانی جائز ہے۔

ولا التی لیس لها أذنان، أو إحدی الأذنين، ولا مقطوعة الألية، وإن كانت صغيرة الأذن جاز، وروى أسيد بن عمرو عن محمد؛ ما لم يخلق لها أذنان يجوز، وفى الضحايا للحسن بن زياد؛ قال أبو حنيفة :جاز إذا خلقت بلا أذنين، وفى زيادات نوادر هشام قال أبو حنيفة :إذا كان لها أذنان صغيران يجوز بعد أن يسمى أذناً(المحيط البرهانی، ج ۸ ص ۴۶۶، كتاب الأضحية،الفصل الخامس فی بيان ما يجوز فی الضحايا وما لا يجوز، وفی بيان المستحب، والأفضل منها)

وإن بقی أكثر الأذن جاز وكذا أكثر الذنب لأن للأكثر حكم الكل بقاء وذهابا وهذا لأن العيب اليسير لا يمكن التحرز عنه فجعل عفوا(تكملة البحر الرائق للطوری، ج۸ص ۲۰۱، كتاب الأضحية)

وإنما قيد الذهاب بالأكثر لأنه أن يبقى الأكثر من العين والأذن والذنب ونحوها جاز؛ لأن للأكثر حكم الكل بقاء وذهابا .وفی المنح واختاره أبو الليث وعليه الفتوى (مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر، ج۲ص ۵۲۰، كتاب الأضحية)

(والسكاء) التی لا أذن لها خلقة فلو لها أذن صغيرة خلقة أجزأت زيلعی (الدرالمختار)

(قوله التی لا أذن لها خلقة) قال فی البدائع :ولا تجوز مقطوعة إحدی الأذنين بكمالها والتی لها أذن واحدة خلقة اهـ (قوله فلو لها أذن صغيرة خلقة أجزأت) وهذه تسمى صمعاء بمهملتين كما فی القاموس(ردالمحتار، ج۶ ص ۳۲۴، كتاب الاضحية)

والتی لا أذن لها فی الخلقة .وسئل محمد -رحمه الله -عن ذلك فقال :أيكون ذلك فإن كان لا يجزی ويجزی السكاء وهی صغيرة الأذن، ولا يجوز مقطوعة إحدی الأذنين بكمالها، والتی لها أذن واحدة خلقة(بدائع الصنائع، ج۵ص ۷۵، كتاب التضحية،فصل فی شرائط جواز إقامة الواجب فی الأضحية)

الشاة إذا لم يكن لها أذن ولا ذنب خلقة.قال محمد :لا يكون هذا ولو كان لا يجوز، وذكر فی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۴:...... جس گائے، بھیڑ، بکری کے پیدائشی طور پر دم نہ ہو، یا جس جانور کی دم یا دنبہ کی چکتی آدھی یا اس سے زیادہ مقدار میں کٹی ہوئی ہو، اس کی قربانی جائز نہیں (کیونکہ یہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأصل عن أبی حنیفة أنه یجوز خانیة (رد المحتار علی الدر المختار، ج٦ص٣٢٥، کتاب الأضحیة)

وفی البزازیة: وهل تجمع الخروق فی أذنی الأضحیة؟ اختلفوا فیه. قلت: وقدم الشارح فی باب المسح علی الخفین أنه ینبغی الجمع احتیاطا (ردالمحتار، ج٦ص٣٢٤، کتاب الاضحیة)

وفی الخلاصة أیضا والخرق فی أذنی الأضحیة هل یجمع اختلف المشایخ فیه(البحرالرائق، ج١ص١٨٦، کتاب الطهارة، باب المسح علی الخفین)

ولا یجمع ما ذهب من الأذنین علی ما قال أبو علی الرازی وقال ابن سماعة إنه یجمع(مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، ج٢ص٥٢٠، کتاب الأضحیة)

وسئل عمرو بن الحافظ عن الأضحیة إذا کان الذاهب من کل واحدة من الأذنین السدس هل یجمع حتی یکون مانعا علی قول أبی حنیفة -رحمه الله تعالی- قیاسا علی النجاسات فی البدن أم لا یجمع کما فی الخروق فی الخفین؟ قال: لا یجمع(الفتاوی الهندیة، ج٥، ص٢٩٨، کتاب الأضحیة، الباب الخامس فی بیان محل إقامة الواجب)

ملحوظ رہے کہ کان، دم، چکتی وغیرہ کے متعلق جہاں متن میں نصف یا اس سے زائد حصے کی قید لگا کر حکم بیان کیا گیا ہے، یہ ایک روایت کے مطابق ہے، جو صاحبین کا قول ہے، اور بعض حضرات نے اسی کی طرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا رجوع قرار دیا ہے، اور اس میں عوام کے لئے سہولت ہے، اور بعض حضرات کا فتویٰ بھی اس کے مطابق ہے، اور بندہ کا اب رجحان بعض وجوہ کی بناء پر اسی وسعت والی روایت کی طرف ہے، جبکہ امام صاحب رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق تہائی یا اس سے زیادہ کان، دُم وغیرہ کٹے ہوئے جانور کی قربانی جائز نہیں، اور اس سے کم کٹے ہوئے ہونے کی صورت میں جائز ہے، اور یہ روایت احتیاط پر مبنی ہے، اور بہت سے اکابر فقہاء نے بربنائے احتیاط اسی کو اختیار کیا ہے، اور بندہ نے بھی بعض تحریرات میں پہلے اسی کو اختیار کیا تھا۔ محمد رضوان

(ومقطوع أکثر الأذن أو الذنب أو العین) أی التی ذهب أکثر نور عینها فأطلق القطع علی الذهاب مجازا، وإنما یعرف بتقریب العلف (أو) أکثر (الألیة) لأن للأکثر حکم الکل بقاء وذهابا فیکفی بقاء الأکثر، وعلیه الفتوی مجتبی(الدر المختار)

(قوله ومقطوع أکثر الأذن إلخ) فی البدائع: لو ذهب بعض الأذن أو الألیة أو الذنب أو العین. ذکر فی الجامع الصغیر إن کان کثیرا یمنع، وإن یسیرا لا یمنع. واختلف أصحابنا فی الفاصل بین القلیل والکثیر؟ فعن أبی حنیفة أربع روایات. روی محمد عنه فی الأصل والجامع الصغیر أن المانع ذهاب أکثر من الثلث، وعنه أنه الثلث، وعنه أنه الربع، وعنه أن یکون الذاهب أقل من الباقی أو مثله اهـ بالمعنی والأولی هی ظاهر الروایة، وصححها فی الخانیة حیث قال: والصحیح أنه الثلث، وما دونه قلیل، وما زاد علیه کثیر وعلیه الفتوی اهـ ومشی علیها فی مختصر الوقایة والإصلاح. والرابعة هی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ظاہر وفاحش عیب ہے) اور جس جانور کی دم پیدائشی طور پر بہت چھوٹی ہو یا آدھے سے کم حصہ کٹا ہوا ہو، یا کسی دنبہ کی دم بالکل نہ ہو لیکن چکتی ہو، تو اس کی قربانی جائز ہے (کیونکہ یہ ظاہر وفاحش عیب نہیں، اور دنبہ کی چکتی دم کے قائم مقام ہے)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قولهما قال فی الهداية .وقالا :إذا بقی الأكثر من النصف أجزأه، وهو اختيار الفقيه أبی الليث، وقال أبو يوسف :أخبرت بقولی أبا حنيفة فقال قولی هو قولک، قيل هو رجوع منه إلی قول أبی يوسف، وقيل معناه قولی قريب من قولک.

وفی كون النصف مانعا روايتان عنهما اهـ .وفی البزازية :وظاهر مذهبهما أن النصف كثير اهـ .وفی غاية البيان :ووجه الرواية الرابعة وهی قولهما وإليها رجع الإمام أن الكثير من كل شیء أكثره، وفی النصف تعارض الجانبان اهـ أی فقال بعدم الجواز احتياطا بدائع، وبه ظهر أن ما فی المتن كالهداية والكنز والملتقی هو الرابعة، وعليها الفتوی كما يذكره الشارح عن المجتبی، وكأنهم اختاروها لأن المتبادر من قول الإمام السابق هو الرجوع عما هو ظاهر الرواية عنه إلی قولهما والله تعالی أعلم (ردُّ المحتار ج ۶ ص ۳۲۳، ۳۲۴، كتاب الأضحية)

قال -رحمه الله :-(ومقطوعة أكثر الآذان، أو الذنب، أو العين، أو الألية) لقول علی -رضی الله تعالی عنه -أمرنا رسول الله -صلی الله عليه وسلم -أن نستشرف العين والأذن وأن لا نضحی بمقابلة ولا مدابرة ولا شرقاء ولا خرقاء رواه أبو داود والنسائی وغيرهما وصححه الترمذی المقابلة قطع من مقدم ذنبها والمدابرة قطع من مؤخر أذنها، والشرقاء أن يكون الخرق فی أذنها طويلا والخرقاء أن يكون عرضا، وإن بقی أكثر الأذن جاز وكذا أكثر الذنب لأن للأكثر حكم الكل بقاء وذهابا وهذا لأن العيب اليسير لا يمكن التحرز عنه فجعل عفوا.

وعن أبی حنيفة -رحمه الله تعالی -أن الثلث إذا ذهب وبقی الثلثان يجوز، وإن ذهب أكثر من الثلث لا يجوز لأن الثلث تنفذ فيه الوصية من غير إجازة الورثة فاعتبر قليلا وفيما زاد لا ينفذ إلا برضاهم فاعتبر كثيرا ويروی عنه الربع؛ لأنه يحكی حكاية الكل وقال أبو يوسف ومحمد إذا بقی أكثر من النصف أجزأه اعتبارا للحقيقة وهو اختيار أبی الليث قال أبو يوسف :أخبرت بقولی أبا حنيفة فقال :قولی هو قولک قيل :هو رجوع إلی قول أبی يوسف وقيل معناه :قولی قريب من قولک، وفی كون النصف مانعا روايتان عنهما وتأويل ما روينا إذا كان بعض الآذان مقطوعا علی اختلاف الروايتان لأن مجرد الرد الشق من غير ذهاب شیء من الأذن لا يمنع(تكملة البحر الرائق، ج۸ص ۲۰۱، كتاب الأضحية)

فإن أصحابنا رحمهم الله يختلفون فی ذلک .فأما أبو حنيفة, رحمة الله عليه فروی عنه: المقطوع من ذلک, إذا كان ربع ذلک العضو فصاعدا, لم يصح بما قطع ذلک منه, وإن كان أقل من الربع, ضحی به .وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله :إذا كان المقطوع من ذلک, هو النصف فصاعدا, فلا يضحی بما إذا قطع ذلک منه .وإن كان أقل من النصف, فلا بأس أن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ملحوظ رہے کہ دنبہ کی چکتی کے نیچے ایک چھوٹی سی دُم لگی رہتی ہے، اس دُم کا اعتبار نہیں؛ یہ دُم اگر پوری کٹی ہوئی ہوتو قربانی جائز ہے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یضحی بها .إلا أن أبا یوسف رحمه الله ذکر أنه ذکر هذا القول لأبی حنیفة فقال له :قولی مثل قولک .فثبت بذلک رجوع أبی حنیفة :رحمة الله علیه ,عن قوله الذی قد کان قاله ,إلی ما حدثه به أبو یوسف .وقد وافق ذلک من قولهم ,ما روینا عن سعید بن المسیب فی هذا الباب (شرح معانی الآثار، ج۴ص ۱۷۰، کتاب الصید والذبائح والاضاحی، باب العیوب التی لایجوز الهدایا والضحایا اذا کانت بها)

ل فی البدائع :لو ذهب بعض الأذن أو الألیة أو الذنب أو العین .ذکر فی الجامع الصغیر إن کان کثیرا یمنع، وإن یسیرا لا یمنع (رد المحتار ج ۶ ص ۳۲۳،کتاب الأضحیة)

قال -رحمه الله :-(ومقطوعة أکثر الآذان، أو الذنب، أو العین، أو الألیة) لقول علی -رضی الله تعالی عنه -أمرنا رسول الله -صلی الله علیه وسلم -أن نستشرف العین والأذن وأن لا نضحی بمقابلة ولا مدابرة ولا شرقاء ولا خرقاء رواه أبو داود والنسائی وغیرهما وصححه الترمذی المقابلة قطع من مقدم ذنبها والمدابرة قطع من مؤخر أذنها، والشرقاء أن یکون الخرق فی أذنها طویلا والخرقاء أن یکون عرضا، وإن بقی أکثر الأذن جاز وکذا أکثر الذنب لأن للأکثر حکم الکل بقاء وذهابا وهذا لأن العیب الیسیر لا یمکن التحرز عنه فجعل عفوا(تکملة البحر الرائق ، ج۸ص ۲۰۱،کتاب الأضحیة)

(أو أکثر الذنب) ؛ لأنه عضو کامل مقصود فصار کالأذن (أو) أکثر (الألیة) وإنما قید الذهاب بالأکثر لأنه أن یبقی الأکثر من العین والأذن والذنب ونحوها جاز؛ لأن للأکثر حکم الکل بقاء وذهابا .وفی المنح واختاره أبو اللیث وعلیه الفتوی (مجمع الأنهر فی شرح ملتقی الأبحر، ج۲ص ۵۲۰،کتاب الأضحیة)

ولا التی لا ألیة لها خلقة مجتبی(الدر المختار)

(قوله ولا التی لا ألیة لها خلقة) الشاة إذا لم یکن لها أذن ولا ذنب خلقة.قال محمد :لا یکون هذا ولو کان لا یجوز، وذکر فی الأصل عن أبی حنیفة أنه یجوز خانیة ثم قال :وإن کان لها ألیة صغیرة مثل الذنب خلقة جاز أما علی قول أبی حنیفة فظاهر لأن عنده لو لم یکن لها أذن أصلا ولا ألیة جاز، وأما علی قول محمد صغیرة الأذنین جائزة، وإن لم یکن لها ألیة ولا أذن خلقة لا یجوز(رد المحتار علی الدر المختار، ج۶ص ۳۲۵،کتاب الأضحیة)

و الشاة إذا لم یکن لها أذن و لا ذنب خلقة یجوز قال محمد رحمه الله تعالی لا یکون هذا و لو کان لا یجوز *و ذکر فی الأصل عن أبی حنیفة رحمه الله تعالی أنه یجوز.......و إن کان لها ألیة صغیرة مثل الذنب خلقة جاز أما علی قول أبی حنیفة رحمه الله تعالی فظاهر لأن عنده لو لم یکن لها أذن و لا ألیة أصلا جاز فصغیرة الأذنین أولی و أما علی قول محمد رحمه الله تعالی صغیرة الأذنین

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۵...... جس جانور کی ناک کٹی ہوئی ہو، اس کی قربانی جائز نہیں (کیونکہ یہ ظاہر وفاحش عیب ہے) اور اگر ناک میں رسی وغیرہ ڈالنے کے لئے سوراخ کرلیا گیا ہو، تو اس کی قربانی جائز ہے، کیونکہ یہ کوئی ظاہر وفاحش عیب بلکہ عیب ہی نہیں۔ [۱]

مسئلہ نمبر۱۶...... جس گائے، بھینس اور بکری کی نصف یا اس سے زیادہ زبان کٹی ہوئی ہو، اس کی قربانی جائز نہیں، اور نصف سے کم مقدار میں کٹی ہوئی ہو، تو جائز ہے۔

البتہ بعض حضرات کے نزدیک بکری کی زبان اگر نصف یا اس سے زائد مقدار میں کٹی ہوئی ہو، لیکن وہ چارہ بآسانی کھاسکتی ہو، تو اس کی قربانی جائز ہے۔ لیکن خلافِ احتیاط ہے۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

جائزة *و إن لم يكن لها إلية و لا أذن خلقة لا يجوز و إن كانت صغيرة الأذنين جاز (فتاوى قاضى خان، كتاب الأضحية)

وفى الأجناس وإن كانت الشاة لها ألية صغيرة خلقت بشبه الذنب تجوز، وإن لم تكن لها ألية خلقت كذلك قال محمد -رحمه الله تعالى :-لا تجوز، كذا فى الخلاصة(الفتاوى الهندية، ج۵ص۲۹۷، كتاب الأضحية،الباب الخامس فى بيان محل إقامة الواجب)

[۱] ولا تجزء الجدعاء وهى مقطوعة الأنف، كذا فى الظهيرية .(الفتاوى الهندية، ج۵ص ۲۹۸، كتاب الأضحية،الباب الخامس فى بيان محل إقامة الواجب)

ولا الجدعاء :مقطوعة الأنف(الدر المختار مع شرحه ردالمحتار، ج۶ص ۳۲۴، كتاب الأضحية)

[۲] اور گائے اور بکری میں فرق کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ گائے، بھینس چارہ زبان سے اور بکری دانتوں سے کھاتی ہے۔

والتى لا لسان لها فى الغنم خلاصة :أى لا البقر لأنه يأخذ العلف باللسان والشاة بالسن كما فى القهستانى عن المنية، وقيل إن انقطع من اللسان أكثر من الثلث لا يجوز .أقول :وهو الذى يظهر قياسا على الأذن والذنب بل أولى لأنه يقصد بالأكل، وقد يخل قطعه بالعلف تأمل (رد المحتار على الدر المختار، ۶ص ۳۲۵، كتاب الأضحية)

وفى اليتيمة كتبت إلى أبى الحسن على المرغينانى، ولو كانت الشاة مقطوعة اللسان هل تجوز التضحية بها؟ .فقال :نعم إن كان لا يخل بالاعتلاف، وإن كان يخل به لا تجوز التضحية بها، كذا فى التتارخانية .وقطع اللسان فى الثور يمنع، وفى الشاة اختلاف، كذا فى القنية.والتى لا لسان لها فى الغنم تجوز، وفى البقر لا، كذا فى الخلاصة(الفتاوىٰ الهندية، ج۵ص ۲۹۸، كتاب الاضحية، الباب الخامس)

التى لا أسنان لها إن كانت تعلف لا تجوز فى ظاهر الأصول وعن أبى يوسف رحمه الله تعالى إن بقى من الاسنان ما تعتلف به يجوز وفى الأجناس لا يجوز مطلقا والتى لا لسان لها فى الغنم يجوز وفى البقر لا(لسان الحكام، ص۳۸۷، الفصل الثانى والعشرون من الفصول الثلاثين فى الصيد والذبائح و الأضحية)

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۱۷...... جس جانور کے دانت (پیدائشی طور پر) بالکل نہ ہوں یا سارے یا اکثر دانت گر جانے یا گِھس جانے کی وجہ سے وہ چارہ کھانے پر قادر نہ ہو (اور کسی غیر عادی طریقہ پر اس کو خوراک فراہم کرنی پڑتی ہو) تو اس کی قربانی جائز نہیں، البتہ جس جانور کے کچھ دانت نہ ہوں، مگر وہ چارہ کھا سکتا ہو، تو اس کی قربانی جائز ہے۔ ۱

---

۱ اور اس کی وجہ فقہائے کرام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ دانت خود مقصود نہیں، بلکہ ان سے مقصود چارہ کھانا ہے، لہٰذا فقہائے کرام نے مقصود کے فوت ہونے نہ ہونے پر نظر فرما کر حکم بیان فرمایا۔

وأما الهتماء وهي التي لا أسنان لها فإن كانت ترعى وتعتلف جازت وإلا فلا، وذكر في المنتقى عن أبي حنيفة -رحمه الله- أنه إن كان لا يمنعها عن الاعتلاف تجزيه وإن كان يمنعها عن الاعتلاف إلا أن يصب في جوفها صبا لم تجزه، وقال أبو يوسف في قول لا تجزى سواء اعتلفت أو لم تعتلف، وفي قول إن ذهب أكثر أسنانها لا تجزى كما قال في الأذن والألية والذنب، وفي قول إن بقي من أسنانها قدر ما تعتلف تجزى وإلا فلا (بدائع الصنائع، ج۵ ص۷۵، كتاب التضحية، فصل في شرائط جواز إقامة الواجب في الأضحية)

قال: ولا يجوز بالهتماء التي لا أسنان لها، وإن كانت لا تعتلف، وإن كانت تعتلف جاز وهو الصحيح (تكملة البحر الرائق للطورى، ج۸ ص۲۰۱، كتاب الأضحية)

والهتماء لا تجوز، وهي التي لا أسنان لها، وعن أبي يوسف -رحمه الله- أنه يعتبر في الأسنان الكثرة والقلة كالأذن والذنب، وعنه أنه إن بقي ما يمكن الاعتلاف به أجزأه لحصول المقصود (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج۶ ص۶، كتاب الأضحية)

وأما الهتماء وهي التي لا أسنان لها، فإن كانت ترعى وتعتلف جازت وإلا فلا، كذا في البدائع. وهو الصحيح، كذا في محيط السرخسي (الفتاوى الهندية، ج۵ ص۲۹۸، كتاب الأضحية، الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب)

م: (وأما الهتماء وهي التي لا أسنان لها فعن أبي يوسف -رَحِمَهُ اللَّهُ-: أنه يعتبر في الأسنان الكثرة والقلة) ش: وهو من اللحم وهو كسر الثنايا من أصلها يقال: ضربه ضربة هشم، فإذا ألقى مقدم أسنانه، وإنما اعتبر أبو يوسف الكثرة والقلة في هذه الرواية؛ لأن الأسنان عضو كالأذن فيعتبر فيه بقاء الأكثر.

م: (وعنه) ش: أي وعن أبي يوسف م: (إن بقي ما يمكن الاعتلاف به أجزأه لحصول المقصود) ش: لأن المقصود من الأسنان الأكل بها فاعتبر بقاء المقصود دون غيره. قال القدوري في " شرحه ": "من أصحابنا لأن الهتماء التي يكسر أطراف أسنانها واعتبر أبو يوسف فيها أن تعتلف؛ لأن الأسنان باقية وإنما نقصت، فإذا لم يؤثر في الأكل لم يمنع وإذا كانت متعلقة الأسنان فاعتبر بقاء الأكثر (البناية شرح الهداية، ج۱۲ ص۴۲، كتاب الأضحية)

وأما الهتماء فكان أبو يوسف -رحمه الله- يقول أولا لا يجوز أن يضحى بها، وإن كانت تعتلف، ثم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۸...... جس جانور کو جنون کا مرض اس حد تک ہوگیا ہو کہ وہ اس کی وجہ سے بطورِ خود چارہ بھی نہ کھا سکے، اس کی قربانی جائز نہیں، کیونکہ یہ ظاہر و فاحش عیب ہے، جو اس کی ہلاکت کا باعث ہے، البتہ جس کا جنون اس حد تک نہ پہنچا ہو، اور وہ خود سے چارہ کھانے پر قادر ہو، تو اس کی قربانی جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں اس کا جنون اس کی کامل منفعت کو فوت نہیں کرتا، اور فاحش نہیں کہلاتا۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۱۹...... خنثیٰ جانور جس میں نر و مادہ دونوں کی علامات پائی جائیں، اس کا گوشت کیونکہ عام طور پر گلتا نہیں، اس لئے اس کی قربانی کو علماء نے جائز قرار نہیں دیا، لیکن اگر کسی نے قربانی کر لی، اور اس کا گوشت گل گیا، تو اس کی قربانی کو درست قرار دیا جائے گا۔

اور اگر کسی جانور کے نر یا مادہ ہونے کی علامت کچھ مغلوب ہو، تو اس کی قربانی کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں، کیونکہ یہ خنثیٰ جانور میں داخل نہیں، بلکہ نر و مادہ ہونے کی جو علامت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رجع .وقال يجوز إذا كانت تعتلف؛ لأنه وقع عنده في أن يضحى بها؛ لأن الهتماء ليس لها أسنان، ثم علم بعد ذلك أن الهتماء مكسورة بعض الأسنان .فإذا كانت تعتلف فالباقي من الأسنان أكثر من الذاهب، وذلك لا يمنع الجواز عنده، ثم قال والتي لا أسنان لها بمنزلة التي لا أذن لها فكل واحد منهما مقصود في البدن بل السن في الأنعام أقرب إلى المقصود من الأذن؛ لأنها تعتلف بالأسنان(المبسوط للسرخسي ، ج١٢ ص١٧ ، كتاب الذبائح،باب الأضحية)

و التي لا أسنان لها و هي تعتلف أو لا تعتلف لا يجوز *و إن بقي لها بعض الأسنان إن بقي من الأسنان قدر ما تعتلف جاز و إلا فلا(فتاوى قاضي خان،كتاب الأضحية)

والارجح عندى ما اختاره فى البدائع من قول ابى حنيفة ،والله اعلم (اعلاء السنن ج١٧ ص٢٥٣، باب جواز التضحية بالثولاء والهتماء والثرماء)

[۱] وتجوز الثولاء وهي المجنونة إلا إذا كان ذلك يمنعها عن الرعي والاعتلاف فلا تجوز لأنه يفضي إلى هلاكها فكان عيبا فاحشا(بدائع الصنائع،ج٥ ص٧٥،كتاب التضحية،فصل في شرائط جواز إقامة الواجب في الأضحية)

قال -رحمه الله :-(والتولاء) وهي المجنونة لأنه لا يخل بالمقصود إذا كانت تعتلف فإن كانت سمينة ولم يتلف جلدها جاز لأنه لا يخل بالمقصود(تكملة البحر الرائق ،ج٨ص٢٠١،كتاب الأضحية)

وتجوز الثولاء وهي المجنونة إلا إذا كان ذلك يمنع الرعي والاعتلاف فلا تجوز(الفتاوى الهندية،ج٥ص٢٩٨،كتاب الأضحية،الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب)

Idara Ghufran

غالب ہے، اسی کا حکم رکھتا ہے۔ ۱

مسئلہ نمبر ۲۰...... جو نَر جانور زیادہ عمر کی وجہ سے جُفتی پر قادر نہ ہو یا جو مادہ جانور زیادہ عمر کی وجہ سے بچے جننے سے عاجز ہو، اس کی قربانی جائز ہے، کیونکہ یہ عیب نہیں اور عمر کا تقاضا ہے۔ ۲

---

۱ ولا بالخنثى لأن لحمها لا ينضج شرح وهبانية، وتمامه فيه(الدر المختار)

(قوله لأن لحمها لا ينضج) من باب سمع .وبهذا التعليل اندفع ما أورده ابن وهبان من أنها لا تخلو إما أن تكون ذكرا أو أنثى، وعلى كل تجوز(ردالمحتار ص ۳۲۵ ج ۶، كتاب الأضحية)

لا تجوز التضحية بالشاة الخنثى؛ لأن لحمها لا ينضج(الفتاوىٰ الهندية، ج۵ص ۲۹۹، كتاب الاضحية،الباب الخامس فى بيان محل إقامة الواجب)

فرع ولا يضحى بالخنثى ؛ لأنه لا يمكن إنضاج لحمها هكذا كان يحكى والدى عن الشيخ ظهير الدين المرغيناني ، ومن المشايخ من يذكر فى هذا الفصل أصلا ، ويقول كل عيب يزيل المنفعة على الكمال أو الجمال على الكمال يمنع ، وما لا يكون بهذه الصفة لا يمنع ١.هـ ظهيرية(حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، ج۶ص ۷ ، كتاب الاضحية)

امدادالفتاویٰ میں ہے کہ:

اس تقریر سے دو امر مستفاد ہوئے، ایک یہ کہ لان لحمہا الخ علت ہے، حکمت نہیں، اور ظاہر ہے کہ علت کے ارتفاع سے حکم مرتفع ہوجاتا ہے، پس جب گوشت اچھی طرح پک گیا، تو قربانی کو صحیح کہا جاوے گا، دوسرا امر یہ مستفاد ہوا کہ خنثیٰ سے مراد خنثیٰ مشکل ہے، مطلق خنثیٰ نہیں، کما یدل علیہ قولہ لاتخلو اما ان تکون ذکرا او انثی، ورنہ ظاہر ہے کہ غیر مشکل کا ذکر یا انثیٰ ہونا متعین ہے (امدادالفتاویٰ ج ۳ ص ۵۷۱، ۵۷۲، کتاب الذبائح والاضحیۃ والعقیقۃ وغیرہا)

اوراحسن الفتاویٰ میں ہے کہ:

خنثیٰ کی قربانی کے عدمِ جواز کی وجہ حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس کا گوشت گلتا نہیں، اس سے ثابت ہوا کہ اگر گوشت گلنے کا عیب نہ ہوتا، تو خنثیٰ کی قربانی جائز ہوتی (احسن الفتاویٰ، ج ۷ ص ۵۲۲)

اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کسی نے قربانی میں خنثیٰ جانور ذبح کردیا اور اس کا گوشت گل گیا تو قربانی کو صحیح کہا جاوے گا۔لیکن اگر نہ گلا تو قربانی ضائع ہوجائے گی اس لئے احتیاط بہرحال یہی ہے کہ پہلے سے کسی جانور کے خنثیٰ معلوم ہونے کی صورت میں ایسا جانور ذبح نہ کیا جاوے۔واللہ اعلم۔محمد رضوان۔

قربانی کا وجوب عندالاحناف باقی تمام واجبات کے مقابلہ میں اخف ہے۔کمافی الہدایہ وغیرھا اور باقی ائمہ کے یہاں تو وجوب کی تعبیر ہی نہیں ہے لہٰذا اداء اضحیہ میں اسہل کو اختیار کر کے اداء اضحیہ کا حکم لگانا زیادہ اقرب الی الفقہ ہے۔جملہ مسائل اضحیہ میں اس کی رعایت رکھنا مناسب ہے۔۱۲(مولانا مفتی) محمود (اشرف عثمانی صاحب) غفرلہٗ (دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴)

۲ تجوز التضحية بالمجبوب العاجز عن الجماع، والتي بها سعال، والعاجزة عن الولادة لكبر سنها، والتي لها كي(ردالمحتار، ج۶ص ۳۲۵، كتاب الاضحية)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس کا تقاضا یہ ہے کہ بانجھ جانور کی قربانی بھی جائز ہے (امداد الفتاویٰ ج۳ ص۵۵۹) ؎۱

مسئلہ نمبر۲۱......جس نر جانور کا عضوِ تناسل کٹا ہوا ہو اور اس وجہ سے وہ جماع کرنے پر قادر نہ ہو، اس کی قربانی جائز ہے "لانهٔ کالخصی" ؎۲

مسئلہ نمبر۲۲......جلّالہ جانور: یعنی جس کی عادت اس حد تک نجاست اور گندگی کھانے کی ہو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والمجبوب العاجز عن الجماع والتی فیها سعال والعاجزة عن الولادة لکبر سنها والتی بها کی والتی لا ینزل لها لبن من غیر علة والتی لها ولد تجوز(لسان الحکام ص۳۸۸، الفصل الثانی والعشرون من الفصول الثلاثین فی الصید والذبائح والأضحیة)

ویجوز المجبوب العاجز عن الجماع، والتی بها السعال، والعاجزة عن الولادة لکبر سنها، والتی بها کی، والتی لا ینزل لها لبن من غیر علة، والتی لها ولد(الفتاوی الهندیة، ج۵ص۲۹۷، کتاب الأضحیة، الباب الخامس فی بیان محل إقامة الواجب)

؎۱ اور احسن الفتاویٰ میں ہے کہ:

بانجھ جانور کی قربانی کے عدمِ جواز کی کوئی وجہ نہیں، اور نہ ہی ایسا کوئی جزئیہ نظر سے گزرا ہے، بلکہ وجوہِ ذیل کی بناء پر اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

۱......: بانجھ جانور کے گوشت میں کوئی نقص نہیں، بلکہ نسبتاً اس کا گوشت بہتر ہوتا ہے، اس لئے اس کی قربانی افضل ہونا چاہئے، کما قالوا فی الخصی۔

۲......: خصی جانور کی قوتِ تولید بالکل ختم ہونے کے باوجود اس کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے، قیاساً علیہ بانجھ کی قربانی بھی جائز بلکہ افضل ہونا چاہئے، دونوں میں عدمِ قوتِ تولید کا عیب موجود ہے۔

۳......: کبر سنی کی وجہ سے قوتِ تولید نہ رہی ہو، تو اس کی قربانی جائز ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ تحت (قوله ولا تاکل غیرها) بعنوان (تتمة) تجوز التضحیة بالمجبوب العاجز عن الجماع والتی بها سعال والعاجزة عن الولادة لکبر سنها(ردالمحتار ج۵ص۲۰۷)

۴......: خنثیٰ کی قربانی کے عدمِ جواز کی وجہ حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس کا گوشت گلتا نہیں، اس سے ثابت ہوا کہ اگر گوشت گلنے کا عیب نہ ہوتا، تو خنثیٰ کی قربانی جائز ہوتی، اور خنثیٰ کی بنسبت بانجھ پن اہون ہے، اس لئے اس کی قربانی بطریقِ اولیٰ جائز ہوگی۔

۵......: اصل اباحت ہے، لہٰذا جب تک عدمِ جواز کا کوئی صریح جزئیہ نہ ملے، اباحت کا حکم لگایا جائے گا (احسن الفتاویٰ، ج۷ص۵۲۱،۵۲۲)

؎۲ ویجوز المجبوب العاجز عن الجماع(الفتاوی الهندیة، ج۵ص۲۹۷، کتاب الأضحیة، الباب الخامس فی بیان محل إقامة الواجب)

تجوز التضحیة بالمجبوب العاجز عن الجماع(ردالمحتار، ج۶، ص۳۲۵، کتاب الاضحیة)

Idara Ghufran

کہ نجاست کھانے کی وجہ سے اس کے گوشت میں بدبو پیدا ہوگئی ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں، البتہ چند دن باندھ کر چارہ کھلایا جائے کہ اس کے گوشت سے یہ بدبو ختم ہو جائے تو پھر جائز ہے، اور اگر نجاست کھانے کی وجہ سے گوشت میں بدبو پیدا نہ ہوئی ہو تو پھر چند دن چارہ کھلائے بغیر بھی اس کی قربانی کرنا جائز ہے۔ ؎۱

مسئلہ نمبر ۲۳...... اگر نَر اور مادہ جانور دونوں قیمت میں برابر ہوں، تو نَر جانور کے مقابلہ میں مادہ جانور کی قربانی افضل ہے، کیونکہ مادہ کا گوشت نر کے مقابلہ میں زیادہ لذیذ ہوتا ہے، ورنہ جس کی قیمت زیادہ ہو، اس کی قربانی افضل ہوگی۔ ؎۲

؎۱ (و)لا (الجلالة) التی تأکل العذرة ولا تأکل غیرها (الدر المختار، کتاب الأضحیة)

(قوله ولا الجلالة إلخ) أی قبل الحبس. قال فی الخانیة: فإن کانت إبلا تمسک أربعین یوما حتی یطیب لحمها والبقر عشرین وللغنم عشرة (قوله ولا تأکل غیرها) أفاد أنها إذا کانت تخلط تجزی ط. (رد المحتار علی الدر المختار، ج۶ ص ۳۲۵، کتاب الأضحیة)

(قوله التی تأکل العذرة) أی فقط حتی أنتن لحمها قال فی شرح الوهبانیة: وفی المنتقی: الجلالة المکروهة التی إذا قربت وجدت منها رائحة فلا تؤکل ولا یشرب لبنها. ولا یعمل علیها وتلک حالها ویکره بیعها وهبتها وتلک حالها، وذکر البقالی أن عرقها نجس اهـ وقدمناه فی الذبائح (رد المحتار علی الدر المختار، ج۶ ص ۳۴۰، کتاب الحظر والإباحة)

و لا تجوز الجلالة و هی التی تأکل العذرة و لا تأکل غیرها فإن کانت الجلالة ابلا تمسک أربعین یوما حتی یطیب لحمها و البقر تمسک عشرین یوما و الغنم عشرة أیام و الدجاجة ثلاثة أیام * و العصفور یوما (فتاوی قاضی خان، کتاب الأضحیة)

تحبس الجلالة ثلاثة أیام. وعن محمد لم یوقت أبو حنیفة فیه وقتا وقال: تحبس حتی تطیب والجلالة: التی تأکل العذرة، فإن خلطت فلیست بجلالة، ولذلک قالوا: الدجاجة لا تکون جلالة لأنها تخلط. وقال محمد: إذا أنتن وتغیر ووجد منه رائحة منتنة فهی جلالة لا یشرب لبنها ولا یؤکل لحمها ویجوز بیعها وهبتها، وإذا حبست زالت الکراهة لأن ما فی جوفها یزول وهو الموجب للتغیر والنتن، ولم یوقت أبو حنیفة لأنه إذا توقف علی زوال النتن وجب اعتبار هذا المعنی، وفی روایة أبی یوسف قدره بثلاثة أیام اعتبارا للغالب من حالها، وقد روی: أن النبی -علیه الصلاة والسلام- کان یحبس الدجاج ثلاثة أیام ثم یأکله وهذا علی طریق التنزه فیجوز أن یکون روایة التقدیر بالثلاثة بناء علی هذا الحدیث (الاختیار لتعلیل المختار، ج۵ ص ۱۶، کتاب الذبائح)

؎۲ والأنثی من المعز أفضل من التیس إذا استویا قیمة، والأنثی من الإبل والبقر أفضل حاوی. وفی الوهبانیة أن الأنثی أفضل من الذکر إذا استویا قیمة، والله أعلم. ولدت الأضحیة ولدا قبل الذبح یذبح الولد معها (الدر المختار، کتاب الأضحیة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بعض لوگ مادہ جانور کی اس لئے قربانی نہیں کرتے کہ شاید گابھن (یعنی حاملہ) ہو۔
اس سلسلے میں سمجھ لینا چاہئے کہ ہر مادہ جانور کے بارے میں اپنی طرف سے بغیر دلیل کے یہ اصول بنا لینا غلط ہے کہ ہر مادہ گابھن (وحاملہ) ہوتی ہے اور اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ گابھن (وحاملہ) ہوگی تب بھی قربانی بلا کراہت جائز ہے اور اس میں کوئی گناہ نہیں۔
اور اگر قربانی کے وقت پیٹ سے زندہ بچہ برآمد ہو، تو اسے بھی ذبح کردیا جائے گا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قوله إذا استويا إلخ) فإن كان سبع البقرة أكثر لحما فهو أفضل، والأصل في هذا إذا استويا في اللحم والقيمة فأطيبهما لحما أفضل، وإذا اختلفا فيهما فالفاضل أولى تتارخانية (قوله أفضل من النعجة) هي الأنثى من الضأن قاموس (قوله إذا استويا فيهما) فإن كانت النعجة أكثر قيمة أو لحما فهي أفضل ذخيرة ط (قوله والأنثى من المعز أفضل) مخالف لما في الخانية وغيرها .وقال ط: مشى ابن وهبان على أن الذكر في الضأن والمعز أفضل لكنه مقيد بما إذا كان موجوءا، أي مرضوض الأنثيين :أي مدقوقهما.
قال العلامة عبد البر :ومفهومه أنه إذا لم يكن موجوءا لا يكون أفضل (قوله وفي الوهبانية إلخ) تقييد للإطلاق بالاستواء أي :أن الأنثى من الإبل والبقر أفضل إذا استويا .قال في التتارخانية لأن لحمها أطيب اهـ وهو الموافق للأصل المار(رد المحتار على الدر المختار، ج٦ ص ٣٢٢، كتاب الأضحية)

[1] حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خُزَيْمَةَ، قَالَ :ثنا حَجَّاجٌ، قَالَ :ثنا حَمَّادٌ، قَالَ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ, عَنْ حُجَيَّةَ بْنِ عَدِيٍّ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ تَمَّامٍ ,وَمَالِكِ بْنِ حُوَيْرِثٍ فِيمَا يَحْسِبُ سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ أَنَّ رَجُلًا، اشْتَرَى بَقَرَةً أُضْحِيَّةً فَنَتَجَهَا ,فَسَأَلَ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ :هَلْ لَا أُبْدِلُ مَكَانَهَا أُخْرَى ؟ فَقَالَ " :لَا ,وَلَكِنِ اذْبَحْهَا وَوَلَدَهَا يَوْمَ النَّحْرِ ,عَنْ سَبْعَةٍ " (شرح معاني الآثار، رقم الحديث ٦٢٣١، ج٤، ص١٧٨، كِتَابُ الصَّيْدِ وَالذَّبَائِحِ وَالْأَضَاحِي، بَابُ الشَّاةِ ,عَنْ كَمْ تُجْزِءُ أَنْ يُضَحَّى بِهَا ؟)

قال في الخجندي :إذا ولدت الأضحية فذبح الولد يوم الأضحى بعد الأم أجزأه ويكون حكمه كحكم أمه وإن ذبحه قبل ذبحها لا يحل أكله ويتصدق به(الجوهرة النيرة، ج٢ ص ١٨٩، كتاب الاضحية، وقت الاضحية)
قال -رحمه الله :-(ولم يذك جنين بذكاة أمه) يعني لا يصير الجنين مذكى بذكاة أمه حتى لا يحل أكله بذكاتها وهذا عند الإمام وزفر والحسن رحمهما الله تعالى وقال أبو يوسف ومحمد وجماعة أخرى إذا تم خلقه حل أكله بذكاتها لقوله -عليه الصلاة والسلام -ذكاة الجنين ذكاة أمه ولقوله -عليه الصلاة والسلام -لما قيل له :إنا ننحر الناقة ونذبح الشاة، وفي بطنها الجنين أنلقيه أم نأكله قال :كله إن شئت فإن ذكاته ذكاة أمه ولأنه جزء من أمه حقيقة لكونه متصلا بها حكما حتى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

البتہ جس جانور کی ولادت کا زمانہ بالکل قریب ہو اس کی قربانی مناسب نہیں، اگرچہ قربانی میں پھر بھی کوئی خرابی نہیں آتی۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۴...... جانور خریدنے کے بعد پتہ چلا کہ ایسا عیب دار ہے کہ جس کی قربانی صحیح نہیں ہوتی، یا خریدا صحیح تھا مگر ذبح کے لئے لانے سے پہلے وہ ایسا عیب دار ہو گیا کہ جو قربانی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یدخل فی الأحکام الواردة علی الأم من البیع والھبة والعتق وللإمام قوله تعالی إن الله حرم المیتة وھو اسم لحیوان مات من غیر ذکاة والجنین مات حتف أنفه فیحرم بالکتاب ویکرہ ذبح الشاة إذا تقارب ولادتھا لأنه یضیع ما فی بطنھا(تکملة البحر الرائق للطوری، ج۸ص۱۹۵، کتاب الذبائح)

[1] (تنبیه) یکرہ ذبح الشاة الحامل إذا کانت مشرفة علی الولادة کما فی منیة المفتی (حاشیة الشرنبلالی علی درر الحکام شرح غرر الاحکام، ج ۱ ص ۲۷۰، کتاب الاضحیة)

لکن فی الکفایة إن تقاربت الولادة یکرہ ذبحھا، وھذا الفرع لقول الإمام(رد المحتار علی الدر المختار، ج۶ ص۳۰۴، کتاب الذبائح)

وفی النوازل أیضاً :رجل له شاة حامل، فأراد ذبحھا، فإن تقاربت الولادة یکرہ ذبحھا؛ لأنه یضیع ما فی بطنھا من غیر زیادة فائدة؛ لأنه تقاربت الولادة، وھذا التفریع إنما یتأتی علی قول أبی حنیفة(المحیط البرھانی،ج۸ص۴۴۵،کتاب الصید،الفصل الثانی عشر فی المتفرقات)

رجل لَهُ شَاة حَامِل أَرَادَ ذَبحهَا إِن تقاربت الْولادَة یکرہ ذَبحهَا وَهَذَا عِنْد أبی حنیفَة رَحمَه الله بِنَاء علی أَن الْجَنِین لَا یذکی بِذَکَاة الْأُم عِنْده(لسان الحکام فی معرفة الأحکام،ج ۱ ص ۳۸۳،کتاب الذَّبَائِح،الْفَصْل الأول)

وعن أبی القاسم الصفار أنه کرہ ذبح الشاة الحامل إِذَا کانت مشرفة علی الولادة(نصاب الاحتساب،الْبَابُ العاشر فی الاحتساب فی الأکل والشرب والتداوی)

قال :(وإذا کان فی بطن المذبوح جنین میت لم یؤکل) وقالا :إذا تم خلقه أکل وإلا فلا، لقوله -علیه الصلاة والسلام :-ذکاة الجنین ذکاة أمه ، ولأنه جزء الأم متصل بھا یتغذی بغذائھا ویتنفس بتنفسھا ویدخل فی بیعھا ویعتق بإعتاقھا، فیتذکی بذکاتھا کسائر أجزائھا .ولأبی حنیفة أنه حیوان بانفرادہ حتی یتصور حیاته بعد موتھا فیفرد بالذکاة، ولھذا یعتق بإعتاق مفرد، وتجب فیه الغرة وتصح الوصیة به وله دونھا، ولأنه حیوان دموی لم یخرج دمه فصار کالمنخنقة ;لأن بذکاة الأم لا یخرج دمه بخلاف الصید ;لأن الجرح موجب لخروج الدم، ولأنه احتمل موته بذبح الأم واحتمل قبله فلا یحل بالشک، والحدیث روی بالنصب بنزع الخافض فدل علی تساویھما فی الذکاة لقوله -تعالی :-(ینظرون إلیک نظر المغشی علیه من الموت)وعلی روایة الرفع احتمل التشبیه أیضا کقوله تعالی :(وجنة عرضھا السماوات والأرض)فیحمل علیه توفیقا، ولھذا کرہ أبو حنیفة ذبح الشاة الحامل التی قربت ولادتھا لما فیه من إضاعة الولد، وعندھما لا یکرہ لأنه یؤکل عندھما(الاختیار لتعلیل المختار، ج۵ ص۱۳، کتاب الذبائح)

Idara Ghufran

کے لئے مانع ہے، تو مالدار (یعنی صاحبِ نصاب) پر ضروری ہے کہ وہ دوسرے بے عیب جانور کی قربانی کرے۔

اور غریب (یعنی غیر صاحبِ نصاب) کے لیے تبدیل کرنا ضروری نہیں، وہ اسی عیب دار جانور کی قربانی کرسکتا ہے، مگر بسہولت ہوسکے تو دوسرے جانور کی قربانی کرے۔

البتہ اگر غریب نے زبان سے نذر ومنت مان کر قربانی اپنے اوپر واجب کی تھی تو اس پر دوسرے بے عیب جانور کی قربانی واجب ہے، اور اگر خاص اسی جانور کی متعین طور پر قربانی کی منت مانی ہوئی تھی، تو اس عیب دار جانور کی قربانی جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۵...... جانور کو ذبح کے لئے لایا گیا اور گراتے یا ذبح کرتے ہوئے کوئی ایسا عیب پیدا ہوگیا کہ جس کی وجہ سے قربانی جائز نہیں ہوتی مثلاً اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی یا گائے ہاتھ سے

---

[1] ولو اشترى سليمة للأضحية أو أوجب على نفسه ذبح شاة بعينها ثم ظهر بها عيب يمنع عن الجواز يوم النحر فإنه لا يجوز لأن العبرة لوقت الذبح لكن إذا اعترضت آفة عند الذبح بإصابة السكين عينها ونحو ذلك فلا بأس به لأنه من ضرورات الذبح وهذا في حق الموسر لأنه وجب عليه أضحية كاملة بإيجاب الله تعالى

فأما إذا كان معسرا اشتراها للأضحية أو أوجبها بعينها ثم اعترضت آفة مانعة عن الجواز يجوز له أن يضحي بها لأنها معينة في حقه ففوات بعضها كفوات كلها حتى لا يجب عليه شيء لكونها معنية حتى لو أوجب الفقير أضحية بغير عينها فاشترى صحيحة ثم تعيبت قبل الذبح بعيب مانع فضحى لا يسقط عنه الواجب لما قلنا(تحفة الفقهاء، ج۳ص ۸۶،۸۷، كتاب الأضحية)

ولا كذلك الفقير ؛ لأنها لا يجب عليه ، وإنما تعينت بالشراء في حقه حتى لو أوجب الفقير أضحية على نفسه بغير عينها فاشترى أضحية صحيحة ثم تعيبت عنده فضحى بها لا يسقط عنه الواجب ؛ لأنه وجب عليه أضحية كاملة بالنية من غير تعيين كالموسر ، وكذا لو كانت معيبة وقت الشراء جاز ذبحها لما ذكرنا أنه ليس بواجب عليه (تبيين الحقائق، ج٦ص٧، كتاب الاضحية)

ثم كل عيب يمنع الأضحية ففي حق الموسر يستوى أن يشتريها كذلك أو يشتريها وهي سليمة فصارت معيبة بذلك العيب لا تجوز على كل حال، وفي حق المعسر تجوز على كل حال، كذا في المحيط(الفتاوىٰ الهندية، ج۵ص ۲۹۹، كتاب الاضحية، الباب الخامس)

اگرچہ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ عیب دار جانور کی قربانی جائز نہ ہوتی، اور اس کو اراقۃِ دَم کے بجائے تصدق قرار دیا جاتا، اور غنی کے لئے اس کا گوشت حلال نہ ہوتا، کیونکہ اس میں صحتِ اداء کی شرط نہیں پائی گئی۔

مگر استحساناً اس لئے جائز قرار دیا گیا کہ عیب سے پاک ہونے کی شرط ایجاب من الشرع ہے، اور نذرِ معین اور شراءُ الفقیر بنیۃ الاضحیہ میں ایجاب من العبد ہے، جس میں ایجاب من الشرع کی شرط ملحوظ نہ ہوگی۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

چھوٹ گئی اور اسی دوران اس کی کسی جگہ ٹکرا کر آنکھ وغیرہ پھوٹ گئی، پھر اسے پکڑ کر ذبح کر دیا گیا تو قربانی درست ہوگئی۔

اگر ذبح کرتے ہوئے چھری ہاتھ سے چھوٹ کر ناک وغیرہ ضائع کر دے تو بھی یہی حکم ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۶...... بعض لوگ اپنی من پسند کے خوبصورت اور موٹے تازے جانور کی قربانی کو اتنا اہم اور ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر ان کی پسند کا جانور نہ ملے یا اس کی رقم کا انتظام نہ ہو تو پھر قربانی ہی نہیں کرتے، جو کہ غلط طرزِ عمل ہے۔

مستحب چیز کی خاطر اصل واجب کو چھوڑ دینا کوئی عقل مندی کا تقاضا نہیں ہے، مستحب عمل کا درجہ واجب کی ادائیگی کے بعد ہے۔

---

[1] ثم اعلم ان مقتضى اطلاقه قوله صلى الله عليه وسلم فى حديث البراء : اربع لاتجوز فى الاضاحى العوراء البين عورها الى اخره، ان الاضحية لو تعيبت عنده لم يجز ان يضحى بها مطلقا ولكنا روينا عن على ابن ابى طالب من طريق ابى اسحاق، عن هبيرة بن مريم قال : قال على: اذا اشتريت الاضحية سليمة فاصابها عندك عوار او عرج فبلغت المنسك فضح بها.

ومن طريق الحارث عن على: انه سئل رجل اشترى اضحية فاعورت عنده، قال :يضحى بها، وهو قول حماد بن ابى سليمان والحسن وابراهيم، كما فى "المحلى" فحملنا قول على من طريق هبيرة على العيب الخفيف الذى لايمنع بدليل قوله فى العرج : فبلغت المنسك فلو كان التعييب عنده لايمنع مطلقا لم يكن لهذا القيد معنى وقوله:من طريق الحارث محمول على ما اذا تعيبت بالعيب المانع عند الذبح لاقبله، كما لو قدم اضحية فاضطربت فى المكان الذى يذبحها فيه فانكسرت رجلها ثم ذبحها على مكانها اجزاه ، وكذلك اذا انقلبت الشفرة فاصابت عينهافذهبت ، والقياس ان لايجوز ، لان هذا مما لايمكن الاحتراز عنه، لان الشاة تضطرب ، فتلحقها العيوب من اضطرابها، كذافى البدائع (اعلاء السنن ج۱۷ ص ۲۴۰، ۲۴۱، باب مالايجوز التضحية بها ومايكره)

لكن إذا اعترضت آفة عند الذبح بإصابة السكين عينها ونحو ذلك فلا بأس به لأنه من ضرورات الذبح (تحفة الفقهاء ،ج۳ ص ۸۶، كتاب الأضحية)

وفى الهداية ولو أضجعها فاضطربت فانكسر رجلها فذبحها أجزأه استحسانا عندنا خلافا لزفر والشافعي لأن حالة الذبح ومقدماته ملحق الذبح فكأنه حصل به اعتبارا أو حكما وكذا لو تعيبت فى هذه الحالة فانفلتت ثم أخذت من فوره وكذا بعد فوره عند محمد خلافا لأبى يوسف لأنه حصل بمقدمات الذبح(مجمع الانهر، ج۲ ص ۵۲۰، كتاب الاضحية)

ولو قدم أضحية ليذبحها فاضطربت فى المكان الذى يذبحها فيه فانكسرت رجلها، ثم ذبحها على مكانها أجزأه(الفتاوىٰ الهندية، ج۵ ص ۲۹۹، كتاب الاضحية، الباب الخامس)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۷......بعض لوگ جانور کی خوبصورتی یا موٹے تازے بڑے جانور (مثلاً اونٹ وغیرہ) کا انتخاب لوگوں کی نمود ونمائش اور اپنا نام اونچا کرنے کے لئے کرتے ہیں اور اس کے لئے بھاری رقم خرچ کرتے ہیں، پھر اس کی خوب شہرت کی جاتی ہے اور سارے علاقہ کو دکھلایا اور بتلایا جاتا ہے اور بعض اوقات اخباروں تک میں اس کی خبر اور تصویر شائع کی جاتی ہے۔

لیکن ان لوگوں کو دین کے اس سے اہم فرائض اور احکام کی توفیق نہیں ہوتی۔

ظاہر ہے کہ جب اصلی غرض اپنا نام اونچا کرنا اور نمود ونمائش ہو تو پھر ایسے عمل کے مقبول ہونے کی کیا توقع کی جاسکتی ہے؟ [1]

دوسرے کی طرف سے قربانی کے متعلق احکام

دوسرے کی طرف سے قربانی یا دوسرے کے لئے قربانی کرنے کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ قربانی کسی اور شخص کی ہو، اور اس کی قربانی کے جانور کی خریداری یا ذبح کا عمل کوئی دوسرا شخص انجام دے رہا ہو، یا اس میں کسی طرح کی اعانت کر رہا ہو۔

اور دوسرے یہ کہ قربانی تو کرنے والے ہی کی ملکیت ہو، لیکن وہ اس قربانی کے ذریعہ سے دوسرے کو ثواب پہنچانا چاہتا ہو۔

پہلی صورت نیابت، وکالت اور اعانت کی کہلاتی ہے، اور دوسری صورت ایصالِ ثواب کی کہلاتی ہے۔ [2]

---

[1] قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:
لَنْ یَنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَاؤُھَا وَلٰکِنْ یَنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ (سورۃ الحج، آیت ۳۷)

[2] قولہ: تقبل من محمد وآل محمد استدل بہ النووی رحمہ اللہ علی جواز التضحیۃ الرجل عنہ وعن أہل بیتہ واشتراکہم معہ فی الثواب. قال: (وہو مذہبنا ومذہب الجمہور، وکرہہ الثوری وأبو حنیفۃ وأصحابہ)

قال العبد الضعیف عفااللہ عنہ: الاشتراک علی معنیین: الأول ان تقع الأضحیۃ عن واحد ثم یہب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

آ گے ان دونوں صورتوں سے متعلق ترتیب وار کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

(۱)......قربانی میں نیابت، وکالت اوراعانت کے احکام

جس طرح اپنی طرف سے خود قربانی کرنا جائز ہے، اسی طرح دوسرے کی طرف سے اس کا نائب (ونمائندہ اور وکیل) بن کر قربانی کرنا یا دوسرے کی قربانی میں اعانت وتعاون کرنا بھی جائز ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المضحی ثوابها الیٰ غیره. والثانی: أن یکون الاشتراک فی ملک الشاة وتقع الأضحیة عن أکثر من واحد. فإن کان النووی رحمه الله أراد المعنی الأول. فما نقله من خلاف أبی حنیفة فی ذالک غیر صحیح، لانه رحمه الله لایکره لرجل أن یهب ثواب اضحیته إلی الآخرین بالغا عددهم مابلغ، وعلیه یحمل حدیث الباب، وإن أراد المعنی الثانی، فإنه لا یقول به الشافعیة أیضاً.

وتفصیل المسألة ان الشاة الواحدة لاتجزئ إلا عن واحد عند أبی حنیفة والشافعی، نعم یجوز له أن یشرک من شاء فی أجر التضحیة بطریق هبة الثواب (تکملة فتح الملهم، المجلد الثالث، صفحه ۵۶۴، کتاب الأضاحی، مسألة اشتراک أهل البیت فی شاة واحدة)

[۱] (ومنها) أنه تجزء فیها النیابة فیجوز للإنسان أن یضحی بنفسه وبغیره بإذنه؛ لأنها قربة تتعلق بالمال فتجزء فیها النیابة کأداء الزکاة وصدقة الفطر؛ ولأن کل أحد لا یقدر علی مباشرة الذبح بنفسه خصوصا النساء، فلو لم تجز الاستنابة لأدی إلی الحرج، وسواء کان المأذون مسلما أو کتابیا، حتی لو أمر مسلم کتابیا أن یذبح أضحیته یجزیه؛ لأن الکتابی من أهل الذکاة إلا أنه یکره؛ لأن التضحیة قربة والکافر لیس من أهل القربة لنفسه فتکره إنابته فی إقامة القربة لغیره(بدائع الصنائع، ج۵ص۶۷، کتاب التضحیة،فصل فی أنواع کیفیة الوجوب)

ومنها(ای من کیفیة وجوب الأضحیة) أنه تجری فیها النیابة فیجوز للإنسان أن یضحی بنفسه أو بغیره بإذنه لأنها قربة تتعلق بالمال فتجری فیها النیابة سواء کان المأذون مسلما أو کتابیا (الفتاوی الهندیة،ج۵ ص۲۹۴،کتاب الأضحیة،الباب الأول)

والوکالة فی الاصطلاح :عرفها الحنفیة بأنها :إقامة الغیر مقام نفسه ترفها أو عجزا فی تصرف جائز معلوم. والصلة بین النیابة والوکالة أن النیابة أعم من الوکالة (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۴۲، ص ۲۶، مادة الوکالة)

والولایة النیابیة أو النیابة الشرعیة عن الغیر :إما أن تکون اختیاریة أو إجباریة ،الاختیاریة :هی الوکالة أی تفویض التصرف والحفظ إلی الغیرعلی ماسیأتی .والإجباریة :هی تفویض الشرع أو القضاء التصرف لمصلحة القاصر، کولایة الأب أو الجد أو الوصی علی الصغیر، وولایة القاضی علی القاصر .فمصدر ولایة الأب أو الجد أو القاضی هو الشرع .ومصدر ولایة الوصی إما اختیار الأب أو الجد، أو تعیین القاضی .والولایة النیابیة الإجباریة :إما أن یکون ولایة علی النفس أو ولایة علی المال (الفقه الاسلامی وادلته، ج۴، ص ۲۹۵، انواع الولایة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

پہلے اس سلسلہ میں چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں، اس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ چند متعلقہ مسائل ذکر کئے جائیں گے۔

حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ دِيْنَارًا يَشْتَرِيْ لَهُ بِهِ شَاةً، فَاشْتَرٰى لَهُ بِهِ شَاتَيْنِ، فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِيْنَارٍ، وَجَاءَهُ بِدِيْنَارٍ وَشَاةٍ، فَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فِيْ بَيْعِهِ، وَكَانَ لَوِ اشْتَرَى التُّرَابَ لَرَبِحَ فِيْهِ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن (یعنی عروہ بارقی) کو ایک دینار دیا، تاکہ وہ (بطورِ وکیل) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے (قربانی کی) ایک بکری خریدیں، تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس ایک دینار کی دو بکریاں خرید لیں، پھر ان میں سے ایک بکری کو ایک دینار کے بدلے میں فروخت کر دیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دینار اور بکری کو لے کر حاضر ہوئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے خرید وفروخت میں برکت کی دعا فرمائی، جس کے بعد حضرت عروہ اگر مٹی بھی خرید لیتے تھے، تو اس میں بھی انہیں نفع ہوتا تھا (ترجمہ ختم)

اور حضرت حکیم بن حزام سے مروی ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ يَشْتَرِيْ لَهُ أُضْحِيَّةً بِدِيْنَارٍ، فَاشْتَرَاهَا ثُمَّ بَاعَهَا بِدِيْنَارَيْنِ، فَاشْتَرٰى شَاةً بِدِيْنَارٍ وَجَاءَ بِدِيْنَارٍ، فَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَرَكَةِ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَّتَصَدَّقَ بِالدِّيْنَارِ (المعجم الكبير للطبرانی) [2]

---

[1] رقم الحدیث ۳۶۴۲، کتاب المناقب، دارطوق النجاۃ، بیروت، واللفظ لہٗ، مصنف ابنِ ابی شیبۃ، رقم الحدیث ۳۷۴۴۶۔

[2] رقم الحدیث ۳۱۳۳، مکتبۃ ابنِ تیمیۃ، القاھرۃ، ورقم الحدیث ۳۱۳۴، واللفظ لہٗ، سنن ترمذی رقم الحدیث ۱۲۵۷۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لئے ایک دینار کی قربانی کا جانور خریدنے کے لئے (وکیل بنا کر) بھیجا، تو انہوں نے قربانی کا جانور خریدلیا، پھر اس کو دو دینار میں فروخت کر دیا، پھر ایک دینار کی بکری خرید لی، اور (بکری اور) ایک دینار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی، اور ان کو ایک دینار کے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا (ترجمہ ختم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اپنے لئے قربانی کا جانور خریدنے کے لئے کسی دوسرے کو وکیل ونمائندہ بنانا جائز ہے۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

وَالَّذِیْ أَتٰی بِهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِائَةً، فَنَحَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِیَدِهٖ ثَلَاثَةً وَّسِتِّیْنَ، ثُمَّ أَعْطٰی عَلِیًّا فَنَحَرَ مَا غَبَرَ، وَأَشْرَكَهٗ فِیْ هَدْیِهٖ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سو قربانی کے جانور حاصل کئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے تریسٹھ جانوروں کو ذبح فرمایا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو باقی جانوروں کو ذبح کرنے کا حکم فرمایا، اور ان کو اپنی قربانی میں شریک فرمایا (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ اپنی قربانی کے جانور کو کسی دوسرے سے ذبح کرانا جائز ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک شخص کا ایک سے زیادہ تعداد میں قربانی کے جانور یا حصے کرنا بھی جائز ہے۔

---

[1] رقم الحدیث ۱۴۴۴۰، مؤسسة الرسالة، بیروت.

فی حاشیة مسند احمد: إسناده صحیح علی شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشیخین غیر جعفر -وهو ابن محمد بن علی-، فمن رجال مسلم. یحیی: هو ابن سعید القطان.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَضْجَعَ أُضْحِيَّتَهُ لِيَذْبَحَهَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلرَّجُلِ أَعِنِّيْ عَلٰى ضَحِيَّتِيْ فَأَعَانَهُ (مسند أحمد، رقم الحديث ۲۳۱۶۸، مؤسسة الرسالة، بيروت) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کا جانور ذبح کرنے کے لئے لٹایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کہا کہ میری قربانی پر اعانت (ومدد) کیجئے، تو اس آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی میں اعانت (ومدد) کی (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کا جانور ذبح کرنے میں دوسرے سے تعاون ومدد حاصل کرنا جائز ہے، اور دوسرے سے ذبح کرانا بھی درست ہے۔ [2]

احادیث وروایات کے بعد اب اس سلسلہ میں فقہائے کرام کے بیان کردہ چند مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر۱...... اپنی قربانی کی خریداری یا ذبح کے لئے دوسرے کو نائب ووکیل بنانا اور دوسرے سے اعانت ومدد حاصل کرنا جائز ہے (جیسا کہ مذکورہ احادیث وروایات سے معلوم ہوا)

---

[1] فی حاشية مسند احمد:

إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غير صحابيه. هاشم: هو ابن القاسم الليثي، والليث: هو ابن سعد، وأبو الخير: هو مرثد بن عبد الله اليزني المصري.

وأخرجه أحمد بن منيع في "مسنده" كما في "إتحاف الخيرة" (۴۴۹۲) "عن أبي النضر هاشم بن القاسم، بهذا الإسناد. وأخرجه مطولاً الحارث بن أبي أسامة في "مسنده" كما في "إتحاف الخيرة" (۴۴۹۳) "عن يونس بن محمد، عن الليث، به. وأورد فيه قصة.

[2] ذبح اضحية غيره من باب الاعانة، لانه كما يعجز المرء عن امساك الاضحية بنفسه، ويحتاج الى المعين فى الامساك، كذلك يعجز عن مباشرة الذبح بسبب من الاسباب، فكما اجيز الاعانة فى الامساك نظرا الى العجز، كذلك يجاز الاعانة فى الذبح نظرا اليه (اعلاء السنن ج۱۷ ص ۲۷۲، باب افضلية مباشرة التضحية بنفسه وجواز الاستنابة والاستعانة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۲...... دوسرے کو اپنی قربانی کا نائب ووکیل بنانا کبھی صراحتاً ہوتا ہے، اور کبھی دلالتاً۔
صراحتاً سے مراد یہ ہے کہ واضح طور پر کسی دوسرے کو اپنی قربانی کرنے کا باضابطہ نمائندہ بنایا ہو، اور دلالتاً سے مراد یہ ہے کہ باضابطہ وضاحت کر کے تو کسی کو نمائندہ نہ بنایا ہو، لیکن حالات وقرائن سے دوسرے کے لئے نیابت واجازت ثابت ہو۔

مثلاً کسی دوسرے شخص کی طرف سے قربانی کرنے کا معمول ہے، اس صورت میں دوسرے کی طرف سے قربانی کرنا دلالۃً اجازت سے سمجھا جائے گا، یا قربانی کے لئے جانور خرید لیا تھا، پھر اس کو ذبح کرنے کے لئے لٹا دیا، اور کسی دوسرے شخص نے مالک کی اجازت کے بغیر اس کو ذبح کر دیا، تو یہ ذبح کرنا درست ہو جائے گا، کیونکہ اس میں دلالتاً اجازت پائی جاتی ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۳...... اگر ایک شخص کو کسی نے اپنی قربانی کا جانور خریدنے کا وکیل بنایا، تو اس وکیل کو خریدوانے والے (یعنی موکل) کی رضامندی کے بغیر اس کے لئے خریدے ہوئے جانور کی قربانی کرنا جائز نہیں، لیکن اگر وکیل نے قربانی کر دی، تو خریدنے والے (یعنی موکل) کی قربانی درست ہو جائے گی، اِلّا یہ کہ خریدنے والا (یعنی موکل) اس وکیل سے اس کا تاوان طلب کرے، تو پھر خریدنے والے (یعنی موکل) کی قربانی درست نہیں ہوگی۔ [2]

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص اگر دوسرے کو قربانی کا جانور خریدنے اور ذبح کرنے کا وکیل

---

[1] ولو ضحى عن أولاده الكبار وزوجته لا يجوز إلا بإذنهم .وعن الثاني أنه يجوز استحسانا بلا إذنهم بزازية .قال في الذخيرة :ولعله ذهب إلى أن العادة إذا جرت من الأب في كل سنة صار كالإذن منهم، فإن كان على هذا الوجه فما استحسنه أبو يوسف مستحسن (رد المحتار على الدر المختار، ج٦ص ٣١٥، كتاب الأضحية)

وسواء كان الإذن نصا أو دلالة؛ حتى لو اشترى شاة للأضحية فجاء يوم النحر فأضجعها وشد قوائمها فجاء إنسان وذبحها من غير أمره أجزأه استحسانا، والقياس أنه لا يجوز وأن يضمن الذابح قيمتها، وهو قول زفر -رحمه الله(بدائع الصنائع ،ج۵ص٦٧، كتاب التضحية،فصل فى أنواع كيفية الوجوب)

[2] وليس للوكيل أن يضحي ما وكل بشرائه بغير أمر موكله؛ ذكره أبو يوسف -رحمه الله - في الإملاء .فإن ضحى جاز استحسانا؛ لأنه أعانه على ذلك فوجد الإذن منه دلالة إلا أن يختار أن يضمنه فلا يجزى عنه(بدائع الصنائع ،ج۵،ص٦٧، كتاب التضحية،فصل فى أنواع كيفية الوجوب)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بنادے، اور وہ وکیل اُس کے لئے جانور خریدنے کے بعد قربانی کرے، تو جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۴...... اگر کوئی جانور ایک شخص کی ملکیت اور قبضہ میں ہے، اور اس نے یہ جانور پہلے سے دوسرے شخص کی طرف سے صراحتاً یا دلالۃً وکیل بن کر نہیں خریدا، پھر اس جانور کے مالک کو وہ دوسرا شخص یہ کہے کہ آپ اس پورے جانور یا اس کے اتنے حصوں کی میری طرف سے اتنے پیسوں میں قربانی کردو، جس کو جانور کا مالک قبول کرلے، اور جانور اس کی طرف سے قربانی میں ذبح کردے۔

تو اس صورت میں یہ معاملہ، خرید وفروخت اور وکالت کا کہلائے گا، اور یہ دوسرے کی قربانی کا وکیل بن جائے گا، اور اس کے قربانی کرنے سے دوسرے شخص کی قربانی درست ہوجائے گی، اور اُس دوسرے شخص پر اُس جانور کی قیمت واجب ہوجائے گی، خواہ قیمت پہلے ادا کردی ہو، یا بعد میں ادا کردے، دونوں صورتوں میں اس کی قربانی درست ہوجائے گی۔ [۱]

---

[۱] جوحکم مندرجہ بالا صورت میں پورے جانور کو دوسرے کی طرف سے ذبح کرنے کا ہے، وہی حکم جانور کے کسی حصے کا بھی ہے۔

کیونکہ مشاع کی بیع جائز ہے، بخلاف ہبہ کے، کما سیجيء۔

(بعد قبضه) فلو قبله لم يعتق بعتقه بل بعتق البائع بأمره، وكذا لو أمره بطحن الحنطة أو ذبح الشاة فيصير المشترى قابضا اقتضاء (الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۵، ص ۹۲، باب البيع الفاسد)

(قوله فلو قبله لم يعتق بعتقه) تخصيصه التفريع على العتق يوهم أن قوله بعد قبضه متعلق بقوله أو أعتقه فقط وليس كذلك، فكان الأظهر أن يقول فلو قبله لم تنفذ تصرفاته المذكورة إلا إذا أعتقه البائع بأمر المشترى (قوله وكذا لو أمره إلخ) وفى جامع الفصولين: ولو برا فخلطه البائع بطعام المشترى بأمره قبل قبضه صار قابضا وعليه مثله بحر (قوله فيصير المشترى قابضا اقتضاء) ما يقدر لتصحيح الكلام كأعتق عبدك عنى بألف فإنه يقتضى سبق البيع ليصح العتق عن الآمر، وهنا كذلك، فإن صحة تصرف البائع عن المشترى تقتضى أن يقدر القبض سابقا عليه ولهذا قال فى المنح عن الفصول العمادية، وإنما كان كذلك؛ لأنه لما أمر البائع بالعتق فقط طلب أن يسلطه على القبض، وإذا أعتق البائع بأمره صار المشترى قابضا قبضا سابقا عليه اهـ فافهم (ردالمحتار، ج۵، ص ۹۲، ۹۳ باب البيع الفاسد)

(قولهٗ بامره) اى المشترى (قولهٗ وكذا لو أمره بطحن الحنطة الخ) فان المشترى بالامر يكون قابضاً حكماً فذكر ذلك مع مسئلة الاعتاق لاتفاقهما فى القبض الحكمى (قولهٗ اقتضاءً) الاولىٰ ان يكون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۵......اگر کسی شخص کی ملکیت میں پہلے سے بڑا جانور (اونٹ، گائے، بھینس) موجود ہے، اور اُس نے اُس جانور کو پہلے سے دوسرے کا صراحتاً یا دلالۃً وکیل بن کر نہیں خریدا، پھر یہ شخص اس جانور میں دوسرے کی طرف سے واجب قربانی کا حصہ اس کو ہبہ کر کے (نہ کہ بیچ کر) کرنا چاہتا ہے، تو اس صورت میں ذبح سے پہلے اس جانور پر دوسرے کو قبضہ دینا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حکماً، لان الاقتضاء لایظهر هنا (حاشية الطحطاوی علی الدرالمختار ج۳، ص ۸۰)

ولو قال :أعتق عبدک عنی بألف درهم فأعتق، فإنه يعتق عن الآمر ويلزمه المال عن الآمر استحساناً (المحيط البرهانی، ج۴، ص۸۸، کتاب العتاق، الفصل الحادی عشر فی المتفرقات)

قال لآخر :أعتق عبدک عنی بألف فأعتق فإنه يصير الأمر مستوياً منه أولاً ثم موكلاً إياه بالعتق تصحيحاً للأمر، حتی لا يلغو (المحيط البرهانی، ج۶، ص ۵۲۰، کتاب البيع، الفصل الثانی عشر: فی البيع بشرط الخيار)

قال لآخر :أعتق عبدک عنی علی الألف درهم .فقال :أعتقت اقتضی بيعاً؛ لأنه شرط صحته (المحيط البرهانی، ج۷، ص ۵۸۰، کتاب الاجارات، الفصل السابع والعشرون)

قولهٔ أعتق عبدک عنی بألف درهم فقال أعتقت يثبت الملک مقتضی للعتق سابقا عليه ضرورة صحة العتق عنه (تبيين الحقائق، ج۳، ص ۲۳۲، کتاب السرقة، فصل فی كيفية القطع وإثباته)

وقوله :(أعتق طلب التمليک منه) تقديره أعتق عبدک الذی هو لک فی الحال عند بيعک لی إياه بطريق الوكالة عنی، فيكون أمرا بإعتاق عبد الآمر عنه .وقوله :أعتقت يكون بمعنی قوله :بعته منک وأعتقته عنک (العناية شرح الهداية، ج۳، ص ۴۱۰، کتاب النکاح، باب نكاح الرقيق)

وإذا أمر المشتری البائع بطحن الحنطة فطحن صار قابضا والدقاق للمشتری كذا فی الخانية(البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج۵،ص ۳۳۲،کتاب البيع)

(تتمة)جميع ما مر إنما هو فی تصرف المشتری فی المبيع قبل قبضه، فلو تصرف فيه البائع قبل قبضه، فإما بأمر المشتری أو لا، فلو بأمره كأن أمره أن يهبه من فلان أو يؤجره ففعل وسلم صح وصار المشتری قابضا، وكذا لو أعار البائع أو وهب أو رهن فأجاز المشتری(رد المحتار علی الدر المختار،ج۵،ص ۱۴۹، باب المرابحة والتولية، مطلب فی تصرف البائع فی المبيع قبل القبض)

لو أتلف المشتری المبيع فی يد البائع صار قابضاً للمبيع، وتقرر عليه الثمن؛ لأن التخلية تمكين من التصرف فی المبيع والإتلاف تصرف فيه حقيقة.

والتعييب مثل الإتلاف :وهو أن يحدث المشتری فی المبيع عيباً، كأن يقطع يده أو يشج رأسه، أو أن ينقص منه شيئاً.

وكذا لو أمر المشتری البائع بالإتلاف ففعل، أو أمره بطحن الحنطة فطحن ، لأن فعل البائع بأمر المشتری بمنزلة فعل المشتری بنفسه(الفقه الإسلامی وأدلته، ج۵، ص۷۵، مادة الاتلاف)

هبة المشاع لا تجوز وبيع المشاع جائز(تكملة البحر الرائق للطوری،ج۸،ص ۲۴،کتاب الإجارة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ضروری نہیں، البتہ اُس دوسرے کی طرف سے اجازت کا ہونا ضروری ہے، جب دوسرا شخص اس کو اپنی طرف سے قربانی کرنے کی اجازت دیدے، تو اس حصہ کو ہبہ کرنے والا شخص دوسرے کی قربانی کا وکیل بن جائے گا، اور اس کا دوسرے کی طرف سے قربانی کرنا درست ومعتبر ہوجائے گا، اور دوسرے شخص پر اس حصہ کی قیمت بھی واجب نہ ہوگی (لانها هبة مشاع لايحتمل القسمة فلا يتوقف على القبض، ولكن الايجاب والقبول ركن الهبة) [1]

[1] اور یہاں بیع وہبہ میں یہ فرق ہے کہ بیع میں دوسرے پر قیمت واجب ہوتی ہے، اور ہبہ میں دوسرے پر قیمت واجب نہیں ہوتی، بلکہ وہ بغیر کسی معاوضہ کے عطیہ وہدیہ کہلاتا ہے۔

ولو ضحى ببدنة عن نفسه وعرسه وأولاده ليس هذا فى ظاهر الرواية وقال الحسن بن زياد فى كتاب الأضحية :إن كان أولاده صغارا جاز عنه وعنهم جميعا فى قول أبى حنيفة وأبى يوسف -رحمهما الله تعالى -، وإن كانوا كبارا إن فعل بأمرهم جاز عن الكل فى قول أبى حنيفة وأبى يوسف رحمهما الله تعالى، وإن فعل بغير أمرهم أو بغير أمر بعضهم لا تجوز عنه ولا عنهم فى قولهم جميعا؛ لأن نصيب من لم يأمر صار لحما فصار الكل لحما، وفى قول الحسن بن زياد إذا ضحى ببدنة عن نفسه وعن خمسة من أولاده الصغار وعن أم ولده بأمرها أو بغير أمرها لا تجوز عنه ولا عنهم، قال أبو القاسم -رحمه الله تعالى :-تجوز عن نفسه، كذا فى فتاوى قاضى خان(الفتاوىٰ الهندية، ج۵ص۳۰۲، كتاب الاضحية،الباب السابع فى التضحية عن الغير، وفى التضحية بشاة الغير عن نفسه)

و لو ضحى غنى بدنة عن نفسه و عن ستة من أولاده ليس هذا فى ظاهر الرواية *و قال الحسن بن زياد رحمه الله تعالى فى كتاب الأضحية له إن كان أولاده صغارا جاز عنه وعنهم جميعا فى قول أبى حنيفة و أبى يوسف رحمهما الله تعالى و إن كانوا كبارا إن فعل بأمرهم جاز عن الكل فى قول أبى حنيفة و أبى يوسف رحمهما الله تعالى و إن فعل بغير أمرهم أو بغير أمر بعضهم لا يجوز لا عنه و لا عنهم فى قولهم جميعا لأن نصيب من لم يأمر صار لحما فكان الكل لحما(فتاوىٰ قاضيخان، ج۳ص۲۰۹، كتاب الاضحية)

وفى أضاحى الزعفرانى لو ضحى ببقرة عن نفسه وعن ستة من أولاده إن كانوا صغارا جاز وأجزأهم وفى الكبار بأمرهم جاز وبغير أمرهم لا يجوز هذا ما يسر الله نقله من الخلاصة والله الموفق(لسان الحكام ج ۱ ص۳۸۹،الفصل الثانى والعشرون من الفصول الثلاثين فى الصيد والذبائح والأضحية)

ولو ضحى عن أولاده الكبار وزوجته لا يجوز إلا بإذنهم .وعن الثانى أنه يجوز استحسانا بلا إذنهم بزازية .قال فى الذخيرة :ولعله ذهب إلى أن العادة إذا جرت من الأب فى كل سنة صار كالإذن منهم، فإن كان على هذا الوجه فما استحسنه أبو يوسف مستحسن (رد المحتار على الدر المختار، ج۶ ص۳۱۵،كتاب الأضحية)

وظاهره التعارض بين رواية الشاة وبين رواية البدنة ، فالوجه عندى ان البدنة يجوز الهبة فيها مشاعا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اور اگر دوسرے کی طرف سے اجازت حاصل نہیں کی گئی، تو اس صورت میں دوسرے کی قربانی کا واجب ادا نہیں ہوگا، البتہ راجح یہ ہے کہ قربانی کرنے والے سمیت اس جانور میں دوسرے شرکاء کی قربانی درست ہوجائے گی۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بقبض الواهب عنهم بامرهم والامر بالذبح امر بالقبض وبقبضه عن الصغار بلا امرهم فاجاز الشيخان تضحيتها عنهم ثم من لم يجوز ابطلها بعضهم واوقعها بعضهم عن الذابح بخلاف الشاة حيث لم يصح ههنا مشاعا لكونها محلا للقسمة وبقيد عدم الصحة هذه بكونها عن الكبار فافهم (امدادالفتاویٰ ج۳ص ۵۹۹، کتاب الذبائح والاضحیة)

وأما ركن الهبة فهو الإيجاب والقبول فالإيجاب قوله وهبت هذا الشيء منك أو جعلته لك أو هذا لك أو نحلته لك (تحفة الفقهاء، ج۳ص ۱۶۰، كتاب الهبة)

أما ركن الهبة فهو الإيجاب من الواهب فأما القبول من الموهوب له فليس بركن استحسانا والقياس أن يكون ركنا وهو قول زفر (بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، ض ۶، ص ۱۱۵، كتاب الهبة)

(وتصح هبة مشاع لا يحتمل القسمة) أي ليس من شأنه أن يقسم بمعنى لا يبقى منتفعا به بعد القسمة أصلا كعبد ودابة ولا يبقى منتفعا به بعد القسمة من جنس الانتفاع الذى كان قبل القسمة كالبيت الصغير والحمام (مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر، ج۲ ص ۳۵۶، كتاب الهبة)

ل اس صورت میں بہت سے حضرات دوسروں کی قربانی کے درست ہونے کے قائل نہیں، مگر دلیل کے لحاظ سے دوسروں کی قربانی کا درست ہونا راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب دوسرے کا وکیل بننا معتبر نہ ہوا، اور یہ حصہ دوسرے کی ملکیت نہ ہوا، تو حسبِ سابق واہب کی ملکیت رہا، تو اس حصے کی قربانی واہب کی طرف سے درست ہوئی، جب واہب کی درست ہوئی تو بقیہ شرکاء کی بھی درست ہونی چاہئے، بلکہ جن حضرات کے نزدیک واجب کا ایصالِ ثواب بھی جائز ہے، اور عمل کرتے وقت غیر کے لئے نیت کرنے کی صورت میں بھی ایصالِ ثواب ہوجاتا ہے، ان کے نزدیک اپنی واجب قربانی کے ساتھ ساتھ دوسرے کے لئے ایصالِ ثواب بھی معتبر ہوجائے گا، اور دوسرے کے لئے نیابت ووکالت کی نیت لغو ہوجائے گی۔ كمافى الحج عن الغير يقع عن الفاعل اذا فعل بغير امر الغير، وفى هذه المسئلة اذا لم يعتبر اذن الغير فهو يكون بغير الامر۔

و لو ضحى غنى بدنة عن نفسه و عن ستة من أولاده ليس هذا فى ظاهر الرواية * و قال الحسن بن زياد رحمه الله تعالى فى كتاب الأضحية له إن كان أولاده صغارا جاز عنه وعنهم جميعا فى قول أبى حنيفة و أبى يوسف رحمهما الله تعالى و إن كانوا كبارا إن فعل بأمرهم جاز عن الكل فى قول أبى حنيفة و أبى يوسف رحمهما الله تعالى و إن فعل بغير أمرهم أو بغير أمر بعضهم لا يجوز لا عنه و لا عنهم فى قولهم جميعا لأن نصيب من لم يأمر صار لحما فكان الكل لحما و فى قول الحسن بن زياد رحمه الله تعالى إذا ضحى بدنة عن نفسه و عن خمسة من أولاده الصغار و عن أم ولده بأمرها أو بغير أمرها لا يجوز لا عنه و لا عنهم و قال أبو القاسم رحمه الله تعالى يجوز عن نفسه (فتاویٰ قاضیخان، كتاب الاضحية)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور اگر مذکورہ صورت میں کوئی شخص پورا جانور (اونٹ، گائے، بکری، دنبہ، بھیڑ، مینڈھا) دوسرے کی طرف سے واجب قربانی میں اس کو ہبہ کر کے (نہ کہ بیچ کر) کرنا چاہتا ہے، تو پھر اس کا لحاظ کرنا چاہئے کہ وہ دوسرا شخص یا تو خود جانور پر قبضہ کر کے اُس کو اپنی طرف سے ذبح

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قوله وعن ميت) أى لو ضحى عن ميت وارثه بأمره ألزمه بالتصدق بها وعدم الأكل منها، وإن تبرع بها عنه له الأكل لأنه يقع على ملك الذابح والثواب للميت، ولهذا لو كان على الذابح واحدة سقطت عنه أضحيته كما فى الأجناس. قال الشرنبلالى: لكن فى سقوط الأضحية عنه تأمل اهـ. أقول: صرح فى فتح القدير فى الحج عن الغير بلا أمر أنه يقع عن الفاعل فيسقط به الفرض عنه وللآخر الثواب فراجعه(ردالمحتار، ج٦ ص٣٣٥،كتاب الاضحية)

وتعليل المسألة يفيد وقوع الحج عن الفاعل، فيسقط به الفرض عنه وإن جعل ثوابه لغيره.....فهذا صريح فى أن النية لم تقع لهما وأن الأعمال وقعت له فله جعل ثوابها لمن شاء بعد الأداء ، فيمكن ادعاء سقوط الفرض عن الفاعل بذلك كما حررناه فى مسألة الحج عن الآمرين، وبه يعلم جواز جعل الإنسان ثواب فرضه لغيره كما ذكرناه أول الباب (ردالمحتار، ج٢ ص٦٠٩، ٦١٠، كتاب الحج، باب الحج عن الغير)

وتعليل المسألة بأنه متبرع بجعل ثواب عمله لأحدهما يفيد وقوع الحج عن الفاعل فيسقط به الفرض عنه، وإن جعل ثوابه لغيره قال فى الفتح: ومبناه على أن نيته لهما تلغو بسبب أنه غير مأمور من قبلهما أو أحدهما فهو معتبر فتقع الأعمال عنه ألبتة، وإنما يجعل لهما الثواب(منحة الخالق على هامش البحر الرائق،ج٣ ،ص ٧٣ كتاب الحج،باب الحج عن الغير)

ومن حج عن غيره بغير أمره لا يكون حاجا عنه بل يكون جاعلا ثواب حجه له(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق،ج٢،ص٨٦،كتاب الحج،باب الحج عن الغير)

لو حج عنه غيره بغير أمره، إلا أنا قلنا: لو حج الوارث عنه أو أحج سقط عنه استحسانا لحديث الخثعمية. ولما روى أن رجلا قال: يا رسول الله، إن أمى ماتت ولم تحج أفأحج عنها؟ قال ": نعم(الاختيار لتعليل المختار،ج١،ص١٧٢،كتاب الحج،باب الحج عن الغير)

ومنها :الأمر بالحج فلا يجوز حج الغير عنه بغير أمره؛ لأن جوازه بطريق النيابة عنه، والنيابة لا تثبت إلا بالأمر إلا الوارث يحج عن مورثه بغير أمره، فإنه يجوز إن شاء الله تعالى بالنص، ولوجود الأمر هناك دلالة على ما نذكر -إن شاء الله تعالى(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع،ج٢،ص٢١٣،كتاب الحج)

امدادالفتاویٰ میں ہے کہ:

”خلاصہ یہ ہے کہ اضحیہ واجبہ میں چونکہ دوسرے کے ذمہ سے ادائے واجب کا قصد ہوتا ہے وہ تو بدون اس کی اجازت کے درست نہیں، البتہ اپنے متعلقین کی طرف سے بدون اس کی اجازت کے بھی درست ہے، جبکہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کرے، یا جانور کا مالک پہلے اس جانور کو اس دوسرے شخص کے حوالہ کردے، یا اس (ہبہ کئے جانے والے شخص) کی طرف سے مقرر کردہ کسی شخص کو اس جانور پر قبضہ دیدے، اگر اتنا بھی نہ ہوسکے تو کم از کم جانور ذبح کرنے والے کسی شخص (قصاب وغیرہ) کو ہی وہ دوسرا شخص اپنی طرف سے اُس قربانی کے جانور پر قبضہ کرکے ذبح کرنے کا وکیل بنادے۔

اور اگر نہ تو اُس دوسرے (ہبہ حاصل کرنے والے) شخص نے مالک سے اس جانور کا خود قبضہ حاصل کیا، اور نہ کسی اور کو اپنے لئے قبضے کا وکیل بنا کر قبضہ حاصل کیا، اور اسی طرح اس کو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ان کی طرف سے قربانی کرنے کی عادت ہو اور اگر قربانی کرنے کی عادت نہ ہو تو ان کی طرف سے بھی قربانی صحیح نہ ہوگی، رہا یہ کہ ذابح کی طرف سے بھی ہوجائے گی یا نہیں تو حسن بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت یہ ہے کہ ذابح کی طرف سے صحیح نہ ہوگی اور ابوالقاسم صفار کا قول یہ ہے کہ ذابح کی طرف سے صحیح ہوجائے گی، ہمارے نزدیک یہی راجح ہے، کیونکہ حج عن الغیر میں تصریح ہے کہ غیر کی طرف سے بلاامر کے حج کیا جائے تو وہ اس شخص کی طرف سے یعنی حج کرنے والے کی طرف سے ہوجائے گا اور غیر کو ثواب ملے گا۔ اور اگر دوسرے کی طرف سے تبرعاً تطوعاً بلااذن کے قربانی کی جائے تو وہ مطلقاً درست ہے خواہ اس کی طرف سے قربانی کی عادت ہو یا نہ ہو اور اس کو عادت کی اطلاع ہو یا نہ ہو، کیونکہ تبرعاً عن الغیر میں قربانی ذابح کی ملک پر ہوتی ہے دوسرے کو محض ثواب پہنچتا ہے قربانی اس کی ملک پر نہیں ہوتی۔

والحی والمیت فی ذلک سواء واللہ تعالیٰ اعلم" کتبہٗ ظفر احمد عفاعنہ بامرہ سیدہ حکیم الامت دام مجدھم، ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ (امدادالفتاویٰ، ج۳ص۶۱۰)

اور احسن الفتاویٰ میں ہے کہ:

اس صورت میں دوسرے شرکاء کی قربانی صحیح ہوجائے گی یا نہیں؟ روایتِ ثانیہ میں عدمِ جواز کی تصریح ہے، روایتِ رابعہ جواز کو مقتضی ہے، درایۃً بھی جواز معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ جب نامزد کردہ حصہ کا بھی ذابح ہی مالک ہے، تو اس کی قربانی صحیح نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

امدادالفتاویٰ میں حضرت مولانا ظفر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواز کا فتویٰ درج ہے، آپ نے روایتِ ثانیہ کے مسئلہ کو اختلافی قرار دے کر ابوالقاسم کے قولِ جواز کو ترجیح دی ہے۔

بندہ کے خیال میں آپ سے اس میں تسامح ہوا ہے، اس لئے کہ روایتِ ثانیہ میں دو مسئلے مذکور ہیں، ابوالقاسم کا قول مسئلہ ثانیہ سے متعلق ہے، اور زیرِ بحث مسئلہ اولیٰ ہے، جس میں کوئی اختلاف نہیں، بلکہ فی قولھم جمیعا کی تصریح موجود ہے (احسن الفتاویٰ، ج۷ص ۵۴۱، ۵۴۲)

پس مذکورہ صورت میں دوسرے شرکاء کی قربانی کو جائز قرار دیا جائے گا، لیکن قربانی کرنے سے پہلے اس طریقہ سے منع کرنا ہی مناسب ہے۔ محمد رضوان۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

سابقہ مالک نے ذبح کردیا، تو اس سے دوسرے کی واجب قربانی ادا نہیں ہوگی (لان هبة المشاع التي يحتمل القسمة لايتم قبل القبض ولم يوجد القبض) [1]

[1] رجل ضحى بشاة نفسه عن غيره لا يجوز ذلك سواء كان بأمره أو بغير أمره لأن لا وجه لتصحيح الأضحية عن الآمر بدون ملك الآمر و الملك للآمر لا يثبت إلا بالقبض و لم يوجد القبض لا من الآمر و لا من نائبه (فتاوى قاضى خان، ج ٣، ص ٢١٠، كتاب الأضحية)

ذكر في فتاوى أبي الليث -رحمه الله تعالى- إذا ضحى بشاة نفسه عن غيره بأمر ذلك الغير أو بغير أمره لا تجوز؛ لأنه لا يمكن تجويز التضحية عن الغير إلا بإثبات الملك لذلك الغير في الشاة، ولن يثبت الملك له في الشاة إلا بالقبض، ولم يوجد قبض الآمر هاهنا لا بنفسه ولا بنائبه، كذا في الذخيرة (الفتاوىٰ الهندية، ج٥ ص ٣٠٢، كتاب الاضحية، الباب السابع في التضحية عن الغير، وفي التضحية بشاة الغير عن نفسه)

وفي النوازل لو ضحى بشاة نفسه على غيره بأمره أو بغير أمره لا يجوز بخلاف العتق عن غيره فإنه لو أعتق عبده عن كفارة رجل بأمره يجوز (لسان الحكام ج ١ ص ٣٨٩، الفصل الثاني والعشرون من الفصول الثلاثين في الصيد والذبائح والأضحية)

مذکورہ عبارات میں جو قربانی کے عدمِ جواز کا حکم مذکور ہے، وہ غیر کی طرف سے ہے، نہ کہ ذابح کی طرف سے، لہٰذا راجح یہ ہے کہ یہ قربانی ذابح کی طرف سے واقع ہوگی، نیز دوسرے کی طرف سے قربانی نہ ہونے کا حکم بطور بیع نہیں ہے، بلکہ بطور ہبہ ہے۔

کیونکہ ان عبارات میں قیمت وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں، اور جن عبارات میں قیمت کا ذکر ہے، اُن کا جواز پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی قیمت کا ذکر کیے بغیر مالک کو غلام آزاد کرنے کا حکم کرے، تو وہ دوسرے کی طرف سے آزاد نہیں ہوتا، اس لیے کہ وہ ہبہ ہے، اور ایسی چیز کے ہبہ میں جو تقسیم کا احتمال رکھتی ہو، حنفیہ کے نزدیک قبضہ شرط ہے، بخلاف مالکیہ کے اور حنابلہ کی ایک روایت کے۔

(فمنها) : ملك الرقبة حتى لو أعتق إنسان عبده عن كفارة الغير لا يجوز وإن أجاز ذلك الغير؛ لأن الإعتاق وقع عنه فلا توقف على غيره، وكذا لو قال لغيره أعتق عبدك عن كفارتي، فأعتق لم يجز عن كفارته وعتق العبد، ولو قال أعتق عبدك على ألف درهم عن كفارة يميني، فأعتقه أجزأه عند أصحابنا الثلاثة؛ لأن العتق يقع عن الآخر (بدائع الصنائع، ج٥، ص١٠٧، كتاب الكفارات، فصل في شرط جواز كل نوع)

ونظير هذا ما قال أبو حنيفة فيمن قال لغيره: أعتق عبدك عني بغير شيء لا يثبت الهبة بطريق الاقتضاء؛ لأن القبض شرط لها، وإنه فعل فلا يمكن إثباتها بطريق الاقتضاء إلا إذا سقط اعتبار القبض شرطاً للهبة ولم يسقط، وإن كان ثبوت الهبة مقتضى غيره وهو الإعتاق عن الأمر كذا ههنا (المحيط البرهاني، ج٦، ص ٣٢٥، كتاب البيع، الفصل السادس: فيما يجوز وما لا يجوز بيعه)

نظير هذا ما قال أبو حنيفة ومحمد فيمن قال لغيره: أعتق عبدك عني بغير شيء لا تثبت الهبة بطريق الاقتضاء إلا إذا سقط اعتبار القبض؛ (لأن القبض) شرط للهبة ولم يسقط (المحيط البرهاني، ج٧، ص ١٣٢، كتاب البيع، الفصل الثالث والعشرون)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

پس مذکورہ صورت میں یعنی جبکہ قربانی کے جانور کا مالک اپنا جانور دوسرے کو ہبہ کرکے اس کی قربانی کرنا چاہتا ہے، صحیح طریقہ یہ ہے کہ جانور خریدنے سے پہلے دوسرے کی طرف سے اجازت حاصل کرکے بطورِ وکیل ہونے کے جانور خریدے، اور قیمت تبرعاً خود دیدے۔

اور اگر جانور خریدنے سے پہلے ایسا نہیں کیا گیا، تو پھر جانور کے ذبح کرنے سے پہلے پہلے دوسرا شخص (یعنی جس کی طرف سے اس جانور کی بطورِ ہبہ قربانی مقصود ہے) خود اس جانور پر قبضہ کرلے، یا خود جانور پر قبضہ حاصل کرکے اس کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے، یا ہبہ کرنے والے کے علاوہ کسی دوسرے ذبح کرنے والے کو اپنی طرف سے اس جانور کا مالکانہ قبضہ حاصل کرکے ذبح کرنے کا وکیل بنادے (کذا فی: امدادالفتاویٰ ج۳ص ۵۹۸، کتاب الذبائح والاضحیۃ)[1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وتصح هبة مشاع لا يحتمل القسمة، كمامر. محمد رضوان

الإيجاب والقبول ركن من أركان الهبة باتفاق الفقهاء .أما القبض فلا بد منه لثبوت الملك، وذلك عند الحنفية والشافعية؛ لأن الملك لو ثبت بدونه للزم المتبرع شيء لم يلتزمه، وهو التسلم، فلا تملك بالعقد بل بالقبض، لما روى عن عائشة رضى الله عنها زوج النبى صلى الله عليه وسلم أنها قالت :إن أبا بكر الصديق كان نحلها جاد عشرين وسقا من ماله بالغابة .فلما حضرته الوفاة قال " :والله، يا بنية ما من الناس أحد أحب إلي غنى بعدى منك، ولا أعز على فقرا بعدى منك، وإني كنت نحلتك جاد عشرين وسقا، فلو كنت جددتيه واحتزتيه كان لك، وإنما هو اليوم مال وارث وما ذهب إليه الحنفية والشافعية هو رأى بعض الحنابلة .قال المجد بن تيمية في شرح الهداية :الملك فى الموهوب لا يثبت بدون القبض، وكذا صرح ابن عقيل الحنبلى :أن القبض ركن من أركان الهبة كالإيجاب فى غيرها، وكلام الخرقى يدل عليه.والرأى الآخر للحنابلة: أن الهبة تملك بالعقد، فيصح التصرف من الموهوب له فيها قبل القبض، كذا فى المنتهى وشرحه، وهو الذى قدمه فى الإنصاف .وعلى رأى الحنفية والشافعية، ومن رأى رأيهم من الحنابلة :يجوز الرجوع فيها قبل القبض؛ لأن عقد الهبة لم يتم .ولكنه عند من يرى ذلك من الحنابلة يكون مع الكراهة، خروجا من خلاف من قال :إن الهبة تلزم بالعقد.وعند المالكية :تملك الهبة بالقبول على المشهور، وللمتهب طلبها من الواهب إن امتنع ولو عند حاكم، ليجبره على تمكين الوهوب له منها .لكن قال ابن عبد السلام :القبول والحيازة معتبران فى الهبة، إلا أن القبول ركن والحيازة شرط .أى فى تمامها، فإن عدم لم تلزم، وإن كانت صحيحة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۲، ص ۱۷۱، ۱۷۲، مادة الهبة)

[1] يجوز للواهب أن يوكل بالتسليم وللموهوب له أن يوكل بالقبض وكذلك الصدقة (الفتاوىٰ الهندية، ج۳، ص ۴۰۰، كتاب الوكالة، فصل فى التوكيل بالهبة)

قلت: ولما ارتفعت علة عدم الصحة وهى عدم القبض حيث وجد القبض بالنائب ارتفع حكم عدم الصحة كما هو ظاهر (امدادالفتاویٰ ج۳ص ۵۹۸، كتاب الذبائح والاضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور یہ حکم دوسرے کی طرف سے واجب قربانی کا ہے، اور نفل قربانی، جس کا مقصود دوسرے کو ایصالِ ثواب ہوتا ہے، وہ دوسرے کی اجازت کے بغیر بھی کرنا درست ہوجاتی ہے، جس کی تفصیل آگے ایصالِ ثواب کی قربانی کے بیان میں آتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۶...... اگر کوئی اپنی بیوی یا بالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرے، تو جانور خریدنے سے پہلے ان سے اجازت لے لینا چاہئے۔

اور اگر کسی شخص کا اپنی بیوی یا بالغ اولاد یا کسی اور کی طرف سے قربانی کرنے کا معمول اور عادت ہے، اور بیوی کو شوہر کے اور بالغ اولاد کو والد کے بارے میں یہ معلوم ہے کہ وہ ان کی طرف سے قربانی کیا کرتا ہے، تو ایسی صورت میں دلالتاً اجازت کی وجہ سے شوہر یا والد کو جانور کے خریدنے سے پہلے بیوی یا بالغ اولاد کی طرف سے وکیل سمجھا جائے گا، اس لئے اُن کی طرف سے (بطور بیع اور بطور ہبہ دونوں طریقوں سے) قربانی کو درست قرار دیا جائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۷...... والد کے ذمہ اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں، لیکن اگر کوئی اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے اپنے مال میں سے تبرعاً قربانی کرے، تو جائز ہے۔ [2]

---

[1] اگر بعد میں قیمت وصول کرلی تو وکیل بالشراء ہونا ظاہر ہے، ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ دوسرے کے لئے خرید کر بطور تبرع قیمت خود ادا کردی ہے۔

ولو ضحى عن أولاده الكبار وزوجته لا يجوز إلا بإذنهم .وعن الثاني أنه يجوز استحسانا بلا إذنهم بزازية .قال في الذخيرة :ولعله ذهب إلى أن العادة إذا جرت من الأب في كل سنة صار كالإذن منهم، فإن كان على هذا الوجه فما استحسنه أبو يوسف مستحسن (رد المحتار على الدر المختار، ج۶ ص ۳۱۵، كتاب الأضحية)

[2] وليس على الرجل أن يضحي عن أولاده الكبار وامرأته إلا بإذنه (الفتاویٰ الهندية، ج۵ ص ۲۹۳، كتاب الاضحية، الباب الاول)

ولا يضحى عن الصبی فی ظاهر الرواية وكذا الأب لا يضحى عن الصغير من مال الصغير فإن ضحى من مال نفسه يكون متبرعاً (فتاوی قاضی خان، ج۲، ص ۱۴۸، كتاب الاضحية)

الولاية إما أن تكون أصلية :بأن يتولى الشخص عقداً أوتصرفاً لنفسه، بأن يكون كامل أهلية الأداء (بالغاً عاقلاً راشداً) ، أو نيابية :بأن يتولى الشخص أمور غيره.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۸...... اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے لئے قربانی کا جانور خریدنے کا وکیل ونمائندہ بنایا، پھر اس وکیل نے آگے کسی اور شخص کو اس کی طرف سے جانور خریدنے کا وکیل اور نمائندہ بنادیا، تو اگر مالک کی طرف سے اس طرح آگے وکیل بنانے کی اجازت ہو، تو وکیل کا آگے کسی دوسرے کو وکیل بنانا جائز ہے، ورنہ جائز نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۹...... جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو قربانی کا جانور خریدنے کا وکیل بنائے، تو وکیل بنانے والے کو چاہئے کہ وہ جانور کی جنس، صفت اور قیمت وغیرہ ہر چیز کی نشاندہی کردے، اور کسی قسم کا ابہام نہ چھوڑے، تاکہ وکیل کو مالک کی منشاء کے مطابق جانور کی خریداری کرنے میں سہولت حاصل ہو، اور بعد میں اختلاف وانتشار کی نوبت نہ آئے۔

اور اگر دوسرے کو مبہم ومجہول اور گول مول طریقہ سے جانور کی خریداری کرنے کا وکیل بنائے، تو بعض صورتوں میں وکیل بنانا درست ومعتبر نہیں ہوتا، اور بعض صورتوں میں وکیل بنانا درست ومعتبر ہوجاتا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والولاية النيابية أو النيابة الشرعية عن الغير :إما أن تكون اختيارية أو إجبارية:
الاختيارية :هى الوكالة أى تفويض التصرف والحفظ إلى الغيرعلى ماسيأتى.
والإجبارية :هى تفويض الشرع أو القضاء التصرف لمصلحة القاصر، كولاية الأب أو الجد أو الوصى على الصغير، وولاية القاضى على القاصر .فمصدر ولاية الأب أو الجد أو القاضى هو الشرع .ومصدر ولاية الوصى إما اختيار الأب أو الجد، أو تعيين القاضى (الفقه الاسلامى وادلته ، ج۴، ص۴۹۵، أنواع الولاية)

[1] رجل وكل غيره بشراء أضحية فوكل الوكيل غيره ثم و ثم فاشترى الآخر يكون موقوفا على إجازة الأول إن أجاز جاز و إلا فلا (فتاوى قاضى خان، كتاب الأضحية، ج۳ص۲۱۳)
فلو وكل غيره بشرائها فوكل الوكيل غيره ثم وثم فاشترى الأخير يكون موقوفا على إجازة الأول، إن أجاز جاز وإلا فلا بحر عن الخانية(رد المحتار على الدر المختار، ج۵، ص۵۲۷، كتاب الوكالة)

[2] (فصل فى الشراء) (قال :ومن وكل رجلا بشراء شىء فلا بد من تسمية جنسه وصفته أو جنسه ومبلغ ثمنه) ليصير الفعل الموكل به معلوما فيمكنه الائتمار(الهداية شرح بداية المبتدى ، ج۳ص۱۳۹، كتاب الوكالة،باب الوكالة بالبيع والشراء فصل فى الشراء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۱۰...... اگر کسی نے دوسرے کو مخصوص رنگ کے جانور کے خریدنے کا وکیل ونمائندہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الجهالة ثلاثة أنواع :فاحشة، ويسيرة، وبينهما .فالأولى جهالة الجنس كالتوكيل بشراء ثوب أو دابة فإنه لا يصح وإن سمى الثمن، لأنه لا يمكن الوكيل امتثال ما وكله به لتفاوته تفاوتا فاحشا .والثانية جهالة النوع والصفة كالحمار والفرس وقفيز حنطة وثوب هروى، فإنه يصح وإن لم يقدر الثمن؛ لأن الوكيل يقدر على تحصيل مقصوده وتتعين الصفة بحال الموكل، واختلاف الصفة لا يوجب اختلاف المقصود، فصار كأنه وكله بشراء ثوب هروى بأى صفة كان وبالثمن المعتاد، وقد صح أن النبى -صلى الله عليه وسلم -وكل حكيم بن حزام بشراء شاة للأضحية .والثالثة التوكيل بشراء عبد أو جارية أو دار إن سمى الثمن صح وإلا فلا، لأن الجمال منفعة مقصودة من بنى آدم، ويختلف فى ذلك الهندى والتركى، فإذا سمى الثمن ألحقناه بمجهول النوع، وإن لم يسم ألحقناه بجهالة الجنس؛ لأن بالتسمية يصير معلوم النوع عادة، فإن ثمن كل نوع معلوم عادة .قال :(ومن وكل رجلا بشراء شيء ينبغى أن يذكر صفته وجنسه أو مبلغ ثمنه) لأن بذلك يصير معلوما فيقدر الوكيل عليه .(إلا أن يقول له :ابتع لى ما رأيت) لأنه فوض الأمر إلى رأيه، فأى شيء اشترى كان مؤتمرا(الاختيار لتعليل المختار، ج۲ص۱۵۹، كتاب الوكالة،ما يضيفه الموكل إلى نفسه وإلى الموكل ومتى ترجع الحقوق إليهما)

(قول المصنف أمره بشراء ثوب هروى إلخ) قال فى الكفاية :الأصل أن الجهالة ثلاثة أنواع :فاحشة وهى جهالة الجنس كالتوكيل بشراء الثوب والدابة والرقيق وهى تمنع صحة الوكالة وإن بين الثمن ويسيرة وهى جهالة النوع كالتوكيل بشراء الحمار والبغل والفرس والثوب الهروى والمروى فإنها لا تمنع صحة الوكالة وإن لم يبين الثمن ومتوسطة وهى بين الجنس والنوع كالتوكيل بشراء عبد وشراء أمة أو دار فإن بين الثمن أو النوع تصح وتلحق بجهالة النوع وإن لم يبين الثمن أو النوع لا تصح وتلحق بجهالة الجنس لأنه يمنع الامتثال(منحة الخالق على هامش البحرالرائق، ج۷ص۱۵۳، كتاب الوكالة،باب الوكالة بالبيع والشراء)

(والأصل فيه أن الجهالة اليسيرة تتحمل فى الوكالة كجهالة الوصف استحسانا) هذا بيان لحكم الجهالة اليسيرة ، وإنما قيد بالاستحسان ؛ لأن القياس أن لا تتحمل الجهالة فى الوكالة وإن قلت بناء على أن التوكيل بالبيع والشراء معتبر بنفس البيع أو الشراء ؛ ألا يرى أنا نجعل الوكيل كالمشترى لنفسه ثم كالبائع من الموكل فلا يجوز إلا ببيان وصف المعقود عليه .وجه الاستحسان ما ذكره قوله (لأن مبنى التوكيل على التوسعة ؛ لأنه استعانة وفى اعتبار هذا الشرط) يعنى اشتراط بيان الوصف أو اشتراط عدم الجهالة اليسيرة (بعض الحرج وهو مدفوع) شرعا بالنص(فتح القدير، ج۸ص۳۰،كتاب الوكالة،باب الوكالة فى البيع والشراء)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بنایا، مگر اس وکیل ونمائندے نے اس کے لئے کسی دوسرے رنگ کا جانور خرید لیا، تو اس جانور کی خریداری درست ہے، اور یہ جانور خریدوانے والے (یعنی موکل) پر لازم ہو جائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۱...... اگر ایک شخص نے دوسرے کو گائے خریدنے کا وکیل بنایا، تو وکیل کو اس کی رضا مندی حاصل کئے بغیر اس کے لئے بکری یا مینڈھا خریدنا جائز نہیں، اسی طرح اگر بکری یا مینڈھے کے خریدنے کا وکیل بنایا، تو وکیل کو اس کے لئے اس کی رضا مندی کے بغیر اونٹ، گائے خریدنا جائز نہیں، اور اس طرح اگر مینڈھا خریدنے کا وکیل بنایا، تو وکیل کو اس کی رضامندی کے بغیر اس کے لئے بھیڑ کا خریدنا جائز نہیں، اگر وکیل نے اس شخص کی رضامندی کے بغیر کوئی دوسرا جانور خرید لیا، تو وہ خریدوانے والے (یعنی موکل) پر لازم نہیں ہوگا، بلکہ اس کا وکیل خود ذمہ دار ہوگا۔ [2]

مسئلہ نمبر ۱۲...... اگر ایک شخص نے دوسرے کو سینگوں والا مینڈھا خریدنے کا وکیل بنایا، تو وکیل کو اس کی رضامندی کے بغیر، بے سینگوں والا مینڈھا خریدنا جائز نہیں، اگر وکیل نے اس شخص کی رضامندی کے بغیر، اس کے لئے بے سینگوں والا مینڈھا خرید لیا، تو وہ خریدوانے والے (یعنی موکل) پر لازم نہیں ہوگا، بلکہ وکیل خود اس کا ذمہ دار ہوگا۔ [3]

---

[1] و ان وكله بأن يشترى له بقرة سوداء للأضحية فاشترى بيضاء أو حمراء لزم الآمر (فتاوى قاضى خان، كتاب الأضحية، ج۳ص ۲۱۴)

ولو وكله بأن يشترى له بقرة سوداء للأضحية فاشترى بلقاء وهى التى اجتمع فيها السواد والبياض لزم الآمر (الفتاوى الهندية، ج۵، ص ۳۰۶، كتاب الأضحية، الباب التاسع فى المتفرقات)

[2] الوكيل بشراء الكبش لا يملك شراء النعجة، حتى لو اشترى لا يملك الموكل، وكذا لو وكله بشراء عناق فاشترى جديا كذا فى البدائع (الفتاوى الهندية، ج۳، ص۵۷۷، كتاب الوكالة، الباب الثانى فى التوكيل بالشراء)

الوكيل بشراء الكبش لا يملك شراء النعجة حتى لو اشترى لا يلزم الموكل؛ لأن الكبش اسم للذكر، والنعجة اسم للأنثى، وكذا لو وكله بشراء عناق، فاشترى جديا، أو شراء فرس، أو برذون، فاشترى رمكة، لا يجوز على الموكل (بدائع الصنائع، ج٦ ص ۳۲، كتاب الوكالة، فصل فى بيان حكم التوكيل)

[3] وإن وكله بأن يشترى له كبشا أقرن أعين للأضحية فاشترى كبشا أجم ليس أعين لا يلزم الآمر؛ لأن هذا مما يرغب فيه الناس للأضحية فخالف ما أمر به (الفتاوى الهندية، ج۵، ص۳۰۶،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۳...... اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک سال کی عمر کا مینڈھا یا دنبہ خریدنے کا وکیل بنایا، تو وکیل کو اس کی رضامندی کے بغیر، اس سے کم عمر کا دنبہ یا مینڈھا خریدنا جائز نہیں، اور اگر وکیل نے اس شخص کی رضامندی کے بغیر، اس سے کم عمر کا دنبہ یا مینڈھا خرید لیا، تو وہ خریدوانے والے (یعنی موکل) پر لازم نہیں ہوگا، بلکہ اس کا وکیل خود ذمہ دار ہوگا۔ [۱]

مسئلہ نمبر۱۴...... اگر ایک شخص نے دوسرے کو مادہ گائے یا مادہ بکری خریدنے کا وکیل بنایا، اور وکیل نے اس کے لئے مادہ کے بجائے نَر جانور خرید لیا، تو یہ خریدوانے والے (یعنی موکل) کی مرضی پر موقوف ہے، اگر وہ راضی ہو، تو ٹھیک ہے، ورنہ اس پر یہ جانور لازم نہیں ہوگا۔

البتہ اگر دوسرے کو وکیل بناتے وقت مادہ یا نَر کی قید نہیں لگائی تھی، تو ایسی صورت میں نَر و مادہ میں سے جونسا جانور بھی وکیل اس کے لئے خریدے گا، وہ خریدوانے والے (یعنی موکل) پر لازم ہوجائے گا۔ [۲]

مسئلہ نمبر۱۵...... اگر کسی شخص نے دوسرے کو اپنے لئے قربانی کا جانور خریدنے کا وکیلِ عام بنا دیا ہو، بایں طور کہ وہ اس کے لئے جس طرح کا اور جونسا جانور چاہے، خریدے، اس کو ہر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كتاب الأضحية، الباب التاسع فى المتفرقات)

وفي الذخيرة وكله أن يشترى له كبشا أقرن أعين للأضحية فاشترى كبشا ليس بأقرن ولا أعين لم يلزم الآمر اهـ(تكملة البحرالرائق للطورى ، ج۸ص ۲۰۴، كتاب الكراهية)

و إن وكله بأن يشترى كبشا أقرن أعين للأضحية فاشترى كبشا ليس بأعين و لا أقرن لا يلزم الآمر (فتاوىٰ قاضيخان، كتاب الاضحية)

[۱] و إن وكله أن يشترى له الثنى من الضأن للأضحية فاشترى جذعا من الضأن لا يلزم الآمر و كذا لو أمره أن يشترى له الضأن للأضحية و لم يقل الثنى فاشترى جذعا من الضأن لا يلزم الآمر(فتاوى قاضى خان، ج۳ص ۲۱۴، كتاب الأضحية)

[۲] و إن وكله بأن يشترى له بقرة أنثى فاشترى ذكرا لا يلزم الآمر و كذا الشاة *و إن قال بقرة و لم يقل أنثى فاشترى ذكرا لزم الآمر(فتاوى قاضى خان، كتاب الأضحية، ج۳ص ۲۱۴)

و لو وكله بأن يشترى له شاة للأضحية فاشترى عنزا تجزى فى الأضحية جاز لأن الشاة اسم جنس يتناول الضأن و المعز، و لو وكله أن يشترى معزا فاشترى شاة من الضأن لا يلزم الآمر(فتاوى قاضى خان، ج۳ص ۲۱۴، كتاب الأضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

طرح کا اختیار ہے، تو یہ وکیلِ عام کہلائے گا، اور ایسی صورت میں وکیل کو ہر طرح کے قربانی کے قابل جانور کا خریدنا جائز ہوجائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۶...... اگر کسی کو دوسرے نے قربانی کا جانور خریدنے کا وکیل بنایا ہو، تو وکیل کو یہ جائز نہیں کہ وہ اپنا مملوکہ جانور اُس کے لئے خریدے۔

البتہ اگر دوسرا اسے وکیل بنانے کے بجائے خود اس سے جانور خریدنا چاہے، تو اُس کو خریدنا

---

[1] وبيان ذلك أن التوكيل بالشراء نوعان :عام وخاص فالعام :أن يقول له :اشتر لی ما شئت، أو ما رأيت، أو أی ثوب شئت، أو أی دار شئت، أو ما تيسر لک من الثياب، ومن الدواب، ويصح مع الجهالة الفاحشة من غير بيان النوع والصفة والثمن لأنه فوض الرأی إليه فيصح مع الجهالة الفاحشة كالبضاعة، والمضاربة.

والخاص :أن يقول :اشتر لی ثوبا أو حيوانا أو دابة أو جوهرا أو عبدا أو جارية أو فرسا أو بغلا، أو حمارا أو شاة والأصل فيه أن الجهالة إن كانت كثيرة تمنع صحة التوكيل، وإن كانت قليلة لا تمنع وهذا استحسان .والقياس أن يمنع قليلها وكثيرها(بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، ج۶، ص۲۳، كتاب الوكالة)

(إلا أن يوكله وكالة عامة فيقول :ابتع لی ما رأيت) ؛ لأنه فوض الأمر إلى رأيه ، فأی شیء يشتريه يكون ممتثلا .والأصل فيه أن الجهالة اليسيرة تتحمل فی الوكالة كجهالة الوصف استحسانا ، لأن مبنی التوكيل على التوسعة ؛ لأنه استعانة .وفی اعتبار هذا الشرط بعض الحرج وهو مدفوع(الهداية شرح بداية المبتدی، ج۳ص ۱۳۹، كتاب الوكالة،باب الوكالة بالبيع والشراء فصل فی الشراء)

(إلا أن يوكله) ش :هذا استثناء من قوله "فلا بد من تسمية جنسه" يعنی إذا وكله م :(وكالة عامة فيقول ابتع لی ما رأيت) ش:فلا يحتاج إلى ذكر الجنس وغيره م :(لأنه) ش :أی لأن الموكل م : (فوض الأمر إلى رأيه) ش :أی إلى رأی الوكيل م :(فأی شیء يشتريه يكون ممتثلاً) ش :لأمر الموكل، وفيه خلاف لأحمد -رَحِمَهُ اللَّهُ- فإنه يقول :لا تصح هذه الوكالة العامة(البناية شرح الهداية، ج۹ ص ۲۳۵، ۲۳۶، كتاب الوكالة،باب الوكالة بالبيع والشراء فصل فی الشراء)

قوله (إلا أن يوكله وكالة عامة فيقول له ابتع لی ما رأيت) ؛ لأنه فوض الأمر إلى رأيه فأی شیء يشتريه يكون ممتثلا كما إذا قال له اشتر لی أی ثوب شئت أو أی دابة أردت أو ما تيسر عليك منها فإنه يصح ويصير حكمه حكم البضاعة والمضاربة(الجوهرة النيرة، ج۱، ص ۳۰۱، كتاب الوكالة)

(إلا أن يوكله وكالة عامة) استثناء من قوله فلا بد من تسمية جنسه وصفته أو جنسه ومبلغ ثمنه : يعنی إذا وكله وكالة عامة (فيقول ابتع لی ما رأيت) فلا يحتاج إلى ذكر شیء منها (لأنه) أی الموكل فی هذه الصورة (فوض الأمر إلى رأيه) أی إلى رأی الوكيل (فأی شیء يشتريه يكون ممتثلا) لأمر الموكل فيقع عنه(فتح القدير، ج۸ص ۲۹، كتاب الوكالة،باب الوكالة فی البيع والشراء)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۷...... اگر ایک شخص نے دوسرے کو اپنے لئے قربانی کا جانور خریدنے کا وکیل بنایا، تو وکیل کو موکل کی رضامندی کے بغیر یہ جائز نہیں کہ دوسرے کی طرف سے اس جانور کو ہنکانے اور لانے کے لئے کسی کو اجرت ادا کرے۔ [2]

البتہ اگر موکل اس پر راضی ہو، خواہ صراحتاً یا دلالتاً، تو پھر اجرت کا ادا کرنا جائز ہے۔

جیسا کہ آج کل کے دور میں جانور خریدنے کی صورت میں گاڑی وغیرہ سے لاد کر لانے کے

---

[1] لَيُسَ لِلُوَكِيلِ بِالشِّرَاءِ أَنْ يَشْتَرِىَ مَالَهُ لِمُوَكِّلِهِ، يَعْنِى لَوُ اشْتَرَى الُوَكِيلُ بِالشِّرَاءِ مَالَ نَفُسِهِ لِمُوَكِّلِهِ لَا يَصِحُّ شِرَاؤُهُ، وَلَوُ قَالَ :لَهُ :اشْتَرِ مَالَ نَفُسِک لِى؛ لِأَنَّ الشَّخُصَ الُوَاحِدَ لَيُسَ لَهُ أَنُ يَتَوَلَّى طَرَفَىِ الُعَقُدِ انُظُرُ شَرُحَ الُمَادَّةِ ١٦٧ (درر الحكام فى شرح مجلة الأحكام، لعلى حيدر، ج۳، ص ۵۹۹، كتاب الوكالة)

لَيُسَ لِلُوَكِيلِ بِالشِّرَاءِ أَنُ يَشُتَرِىَ لِمُوَكِّلِهِ مَالَ نَفُسِهِ أَوُ الُمَالَ الَّذِى بَاعَهُ مُوَكِّلُهُ أَوَمَالَ الَّذِينَ لَا تُقُبَلُ شَهَادَتُهُمُ لَهُ أَوُ مَالَ مُوَكِّلِهِ الُمَغُصُوبَ (درر الحكام فى شرح مجلة الأحكام، لعلى حيدر، ج۳، ص ٦۵۲، خُلَاصَةُ الُبَابِ الثَّالِثِ فِى أَحُكَامُ الُوَكَالَةِ)

الوكيل بالشراء لا يملك الشراء من نفسه؛ لأن الحقوق فى باب الشراء ترجع إلى الوكيل، فيؤدى إلى الإحالة :وهو أن يكون الشخص الواحد فى زمان واحد مسلما ومتسلما مطالبا ومطالبا؛ ولأنه متهم فى الشراء من نفسه.

ولو أمره الموكل بذلك لا يصح، لما ذكرنا وكذلك لو اشترى من ولده الصغير؛ لأن ذلك شراء من نفسه.

وكذلك لو اشترى من عبده الذى لا دين عليه، أو مكاتبه.

وكذا الوكيل بالشراء لا يملك الشراء من أبيه، وجده، وولده، وولد ولده، وزوجته، وكل من لا تقبل شهادته له عند أبى حنيفة.

وعندهما يجوز إذا اشترى بمثل القيمة، أو بأقل، أو بزيادة يتغابن فى مثلها(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج ٦، ص ۳۱، كتاب الوكالة، فصل فى بيان حكم التوكيل)

[2] لو استأجر الوكيل بشراء الأضحية من يقودها بدرهم لم يلزم الآمر ظهيرية اهـ ط (رد المحتار على الدر المختار، ج٦، ص ۳۳۵، كتاب الأضحية)

وإن وكله بأن يشترى شاة للأضحية فاشترى الوكيل واستأجر إنسانا حتى قادها بدرهم لم يلزم الآمر، كذا فى الظهيرية(الفتاوى الهندية، ج۵، ص ۳۰٦، كتاب الأضحية، الباب التاسع فى المتفرقات)

و لو وكل إنسانا بأن يشترى له شاة للأضحية فاشترى الوكيل شاة و استأجر إنسانا بدرهم يقودها لا يلزم الأجر الآمر(فتاوى قاضى خان، ج۳ ص ۲۱۴، كتاب الأضحية)

Idara Ghufran

کرایہ کا معاملہ ہے کہ اس کی ادائیگی خریدوانے والے (یعنی موکل) کے ذمہ ہوگی۔ ل

مسئلہ نمبر ۱۸...... اگر ایک سے زیادہ افراد نے کسی ایک شخص کو الگ الگ قربانی کا جانور خریدنے کا وکیل بنایا، تو وکیل قربانی کا جانور خریدتے وقت جس کے لئے جونسا جانور خریدنے کی نیت کرے گا، وہ اُسی کے لئے کہلائے گا۔ ۲

مسئلہ نمبر ۱۹...... اگر کسی شخص نے دوسرے کو قربانی کا جانور خریدنے کا وکیل بنایا، مگر کسی خاص جانور کی تعیین نہیں کی، تو ایسی صورت میں وکیل جب کوئی جانور خریدوانے والے (یعنی مؤکل) کی نیت سے خریدے گا، تو وہی جانور خریدوانے والے کے لئے خریدنا کہلائے گا، اور اگر وکیل نے اپنے لئے خریدا تو وہ وکیل کا ہی کہلائے گا۔ ۳

ل اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آج کل اجتماعی قربانی کرنے والے بعض لوگ جو قربانی کے جانور اور اُس پر آنے والے واقعی اخراجات سے بچ جانے والی رقم کو شرکاء کی اجازت کے بغیر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں، ایسا کرنا جائز نہیں۔

ہاں اگر مالکان خوشدلی سے بچ جانے والی رقم کے بارے میں تصرُّف کی اجازت دیں، تو اُن کی اجازت کے مطابق اُس میں تصرف کرنا جائز ہے۔

۲ لَوْ وَكَّلَ شَخْصَانِ كُلٌّ مِنْهُمَا عَلَى حِدَةٍ أَحَدًا عَلَى أَنْ يَشْتَرِيَ شَيْئًا فَلِأَيِّهِمَا قَصَدَ الْوَكِيلُ وَأَرَادَ عِنْدَ اشْتِرَائِهِ ذَلِكَ الشَّيْءَ يَكُونُ لَهُ (مجلة الأحكام العدلية، ج ا ، ص ۲۸۹، كتاب الوكالة، الْبَابُ الثَّالِثُ، الْفَصْلُ الْأَوَّلُ)

لَوْ وَكَّلَ شَخْصَانِ كُلٌّ مِنْهُمَا عَلَى حِدَةٍ أَحَدًا بِشِرَاءِ شَيْءٍ غَيْرِ مُعَيَّنٍ فَلِأَيِّهِمَا قَصَدَ الْوَكِيلُ وَأَرَادَ عِنْدَ اشْتِرَائِهِ فَيَكُونُ قَدْ اشْتَرَى لَهُ؛ لِأَنَّ الْحُكْمَ فِي شَيْءٍ يَكُونُ بِحَسَبِ الْمَقْصِدِ مِنْهُ. وَذَكَرَ الشَّيْءَ هُنَا مُنَكَّرًا إشَارَةً إلَى أَنَّهُ غَيْرُ مُعَيَّنٍ. أَمَّا إذَا كَانَ ذَلِكَ الشَّيْءُ مُعَيَّنًا فَقَدْ ذَكَرَ حُكْمَهُ فِي شَرْحِ الْمَادَّةِ، ۱۴۸۵ (درر الحكام فى شرح مجلة الأحكام، لعلى حيدر، ج۳، ص۵۹۹)

۳ (وأما) الوكيل بشراء شيء بغير عينه إذا اشترى يكون مشتريا لنفسه، إلا أن ينويه للموكل. وجملة الكلام فيه: أنه إذا قال: اشتريته لنفسي، وصدقه الموكل، فالمشترى له، وإذا قال الموكل: اشتريته لي وصدقه الوكيل، فالمشترى للموكل؛ لأن الوكيل بشراء شيء بغير عينه يملك الشراء لنفسه، كما يملك للموكل، فاحتمل شراؤه لنفسه، واحتمل شراؤه لموكله، فيحكم فيه التصديق، فيحمل على أحد الوجهين بتصادقهما.

ولو اختلفا فقال الوكيل: اشتريته لنفسي، وقال الموكل: بل اشتريته لي، يحكم فيه الثمن، فإن أدى الوكيل الثمن من دراهم نفسه.

فالمشترى له، وإن أداه من دراهم موكله؛ فالمشترى لموكله؛ لأن الظاهر نقد الثمن من مال من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۲۰...... اگر ایک شخص نے دوسرے کو قربانی کے لئے جانور خریدنے کا وکیل بنایا، تو وکیل کے حق میں یہ وکالت موجودہ قربانی کے دنوں کے لئے مخصوص ہوگی۔

اگر وکیل نے اس سال قربانی کے دنوں کے بجائے اگلے سال اس کے لئے قربانی کا جانور خریدا، تو اس کا وکیل خود ذمہ دار ہوگا۔ ۱؎

مسئلہ نمبر۲۱...... چند لوگوں نے اپنے اپنے الگ الگ جانور خریدے، پھر بعد میں وہ آپس میں خلط ملط ہوگئے، اور الگ الگ جانوروں کی پہچان وامتیاز نہیں رہا، کہ کون سا جانور کس کی ملکیت ہے؟ تو ایسی صورت میں مناسب یہ ہے کہ ان جانوروں کے مالکان میں سے ہر ایک دوسرے کو اپنی قربانی کے ذبح کرنے کا وکیل بنادے، یا سب مل کر کسی اور شخص کو اپنی قربانی کے ذبح کرنے کا وکیل بنادیں، اس طرح سب کی قربانی درست ہوجائے گی۔ ۲؎

مسئلہ نمبر۲۲...... اگر مثلاً چار افراد نے اپنے لئے قربانی کے چار جانور خریدے، جو

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

يشترى له، فكان الظاهر شاهدا للثمن، فكان صادقا فى حكمه.(وأما) إذا لم تحضره النية وقت الشراء ، واتفقا عليه يحكم فيه الثمن أيضا عند أبى يوسف.وعند محمد يكون الشراء للوكيل.
(وجه) قول محمد أن الأصل أن يكون الإنسان متصرفا لنفسه لا لغيره، فكان الظاهر شاهدا للوكيل فكان المشترى له .(وجه) قول أبى يوسف :أن أمور المسلمين محمولة على الصلاح والسداد ما أمكن وذلک فى تحكيم الثمن على ما مر والله -تعالى -أعلم.الوكيل بالشراء لا يملک الشراء من نفسه؛ لأن الحقوق فى باب الشراء ترجع إلى الوكيل، فيؤدى إلى الإحالة :وهو أن يكون الشخص الواحد فى زمان واحد مسلما ومتسلما مطالبا ومطالبا؛ ولأنه متهم فى الشراء من نفسه.
ولو أمره الموكل بذلک لا يصح، لما ذكرنا وكذلک لو اشترى من ولده الصغير؛ لأن ذلک شراء من نفسه(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع،ج٦،ص ٣١،كتاب الوكالة،فصل فى بيان حكم التوكيل)

۱؎ (والأضحية بزمان الحاجة) متعلق بيتقيد :أى يتقيد التوكيل بشراء هذه الأمور بزمان الحاجة فيتقيد التوكيل بشراء الفحم بأيام البرد، وبشراء الجمد بأيام الصيف، وبشراء الأضحية بأيام النحر أو قبلها، كل ذلک من تلک السنة، حتى لو اشترى ذلک فى السنة الثانية لم يلزم الآمر (فتح القدير،ج٨،ص٧٧،كتاب الوكالة،فصل فى الوكالة البيع)

۲؎ إن اشترى ثلاثة نفر ثلاث شياه ثم أشكل عليهم عند الذبح قال الشيخ الإمام هذا رحمه الله تعالى ينبغى أن يوكل كل واحد أصحابه بالذبح حتى لو ذبح شاة نفسه جاز *و لو ذبح عنه غيره بأمره جاز أيضا (فتاوى قاضى خان،كتاب الأضحية،ج٣ص٢١٣)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ظاہری جسم وغیرہ میں یکساں تھے، پھر انہوں نے ان کو کسی ایک جگہ بند کردیا، بعد میں ان میں سے ایک جانور مرا ہوا پایا گیا، جس کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہو پا رہا کہ وہ مرنے والا جانور کس کی ملکیت ہے، تو باقی ماندہ اِن تین جانوروں کو فروخت کردیا جائے گا، اور ان کے عوض میں دوسرے چار جانور خریدے جائیں گے، پھر ہر ایک ان میں سے اپنے دوسرے ساتھی کو ان میں سے ہر ایک جانور کو ذبح کرنے کا وکیل بنا دے، اور گوشت کے استعمال کی بھی اجازت دے دے، اس طرح سب کی طرف سے قربانی ہوجائے گی۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۳...... اگر دو آدمیوں نے غلطی سے ایک دوسرے کے قربانیوں کے جانوروں کو ذبح کردیا، تو دونوں کی قربانیاں درست ہوجائیں گی، پھر بعد میں چاہیئے کہ اپنے اپنے جانوروں کے گوشت کو لے لیں۔ [2]

---

[1] وفی مجموع النوازل أربعة نفر اشترى كل واحد منهم شاة ولبنها وسمنها واحد فحبسوها فى بيت فلما أصبحوا وجدوا واحدة منها ميتة ولا يدرى لمن هى، فإنها تباع هذه الأغنام جملة ويشترى بقيمتها أربع شياه لكل واحد منهم شاة، ثم يؤكل كل واحد منهم صاحبه بذبح كل واحدة منها ويحلل كل واحد منهم صاحبه لتجوز عن الأضحية اهـ(تكملة البحر الرائق للطورى، ج۸ص۲۰۳، كتاب الاضحية،أجرة الجزار هل تأخذ من الأضحية)

[2] (ولو)(غلط اثنان وذبح كل شاة صاحبه) يعنى عن نفسه على ما دل عليه قوله غلط أو لم يغلطا فيكون كل واحد وكيلا عن الآخر دلالة هداية قاله ابن الكمال، وظاهر كلام صدر الشريعة وغيره وقوعه عن صاحبه(الدر المختار)

قال -رحمه الله : -(ولو غلطا ، وذبح كل أضحية صاحبه صح ، ولا يضمنان) ، وهذا استحسان والقياس أن لا تجوز الأضحية ، ويضمن كل واحد منهما لصاحبه ، وهو قول زفر -رحمه الله -؛ لأنه متعد بالذبح بغير أمره فيضمن كما إذا ذبح شاة اشتراها القصاب ، والتضحية قربة فلا تتأدى بنية غيره .وجه الاستحسان أنها تعينت للذبح لتعينها للأضحية حتى وجب عليه أن يضحى بها بعينها فى أيام النحر ، ويكره أن يبدل بها غيرها فصار المالك مستعينا بمن يكون أهلا للذبح فصار مأذونا له دلالة ؛ لأنها تفوت بمضى هذه الأيام ، ويخاف أن يعجز عن إقامتها لعارض يعتريه فصار كما إذا ذبح شاة شد القصاب رجلها ، وكيف لا يأذن له ، وفيه مسارعة إلى الخير ، وتحقيق ما عينه ، ولا يبالى بفوات مباشرته وشهوده لحصول ما هو أعظم من ذلك ، وهو ما بيناه فيصير إذنا دلالة ، وهو كالصريح ، ومن هذا الجنس مسائل استحسانية لأصحابنا ذكرناها فى الإحرام عن الغير ثم إذا جاز ذلك عنهما يأخذ كل واحد منهما أضحيته إن كانت باقية ، ولا يضمنه ؛ لأنه وكيله فإن كان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۲۴...... اگر ایک شخص نے کسی دوسرے کی قربانی کا جانور اس کی اجازت کے بغیر اپنی طرف سے نیت کر کے قربانی کے دنوں میں ذبح کر دیا، تو اگر مالک نے ذبح کرنے والے پر اس کی قیمت کا ضمان وتاوان ڈالا، تو اس کی قربانی ذبح کرنے والے کی طرف سے واقع ہوگی، نہ کہ مالک کی طرف سے۔

اور اگر مالک نے ذبح کرنے والے پر اس کا ضمان وتاوان نہیں ڈالا، بلکہ مذبوحہ جانور کو حاصل کر لیا، تو پھر اس کی قربانی مالک کی طرف سے درست ہو جائے گی۔ [1]

اور اگر اُس دوسرے نے اس جانور کو اپنی طرف سے نیت کر کے ذبح نہیں کیا، یا مالک ہی کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كل واحد منهما أكل ما ذبحه يحلل كل واحد منهما صاحبه فيجزئه ؛ لأنه لو أطعمه الكل في الابتداء يجوز ، وإن كان غنيا فكذا له أن يحلله في الانتهاء ، وإن تشاحا كان لكل واحد منهما أن يضمن صاحبه قيمة لحمه ثم يتصدق بتلك القيمة ؛ لأنه بدل عن اللحم فصار كما لو باع أضحيته ، وهذا ؛ لأن التضحية لما وقعت عن المالك كان اللحم له(تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق،ج٦ ص ٢،كتاب الأضحية)

(ولو غلط اثنان فذبح كل شاة الآخر صح ولا ضمان) استحسانا ولا يصح قياسا ويضمن كل واحد منهما لصاحبه لما مر قبيله (ويتحالان) يعني يأخذ كل واحد منهما أضحيته إن كانت باقية ولا يضمنه؛ لأنه وكيله إن كانت مأكولة يحلل كل واحد منهما صاحبه ويجريهم؛ لأنه لو أطعمه الكل في الابتداء يجوز وإن كان غنيا فكذا له أن يحل له في الانتهاء (وإن تشاحا) أي تنازعا بأن أضحيتي أعظم وأسمن ولم يرضيا (ضمن كل) واحد منهما (صاحبه قيمة لحمه) ؛ لأن التضحية لما وقعت لصاحبه كان اللحم له ومن أتلف لحم أضحية غيره ضمنه (وتصدق بها) أي بتلك القيمة؛ لأنه بدل لحم الأضحية(مجمع الانهر ج٢ص ٥٢٢، كتاب الاضحية)

[1] رجل ذبح أضحية غيره عن نفسه بغير أمره، فإن ضمنه المالك قيمتها يجوز عن الذابح دون المالك؛ لأنه ظهر أن الإراقة حصلت على ملكه، وإن أخذها مذبوحة تجزء عن المالك؛ لأنه قد نواها فليس يضره ذبح غيره لها، كذا في محيط السرخسي.(الفتاوى الهندية،ج٥،ص ٣٠٢،كتاب الأضحية،الباب السابع في التضحية عن الغير وفي التضحية بشاة الغير عن نفسه)

قلت :وفي أوائل القاعدة الأولى من الأشباه :لو شراها بنية الأضحية فذبحها غيره بلا إذنه، فإن أخذها مذبوحة ولم يضمنه أجزأته، وإن ضمنه لا تجزئه، وهذا إذا ذبحها عن نفسه .أما إذا ذبحها عن مالكها فلا ضمان(الدر المختار مع شرحه ردالمحتار، ج٦ ص ٣٠٠، كتاب الاضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

لئے ذبح کیا، تو پھر یہ قربانی مالک کی طرف سے واقع ہوگی۔ ؎۱

مسئلہ نمبر ۲۵...... اگر کسی شخص نے قصاب یا کسی دوسرے شخص کو اپنی قربانی ذبح کرنے کا کہا، اور ذبح کرنے والے نے اس جانور کو اپنی قربانی کی نیت سے ذبح کر دیا، تو اس جانور کی قربانی اصل مالک کی طرف سے واقع ہوگی، نہ کہ ذبح کرنے والے کی طرف سے۔ ؎۲

مسئلہ نمبر ۲۶...... جس بڑے جانور میں چند لوگ شریک ہوں، تو قربانی کے موقع پر کسی ایک شریک کے بھی اس جانور کو ذبح کرنے سے سب کی قربانی درست ہو جائے گی۔ ؎۳

مسئلہ نمبر ۲۷...... اگر ایک شخص نے قربانی کے جانور کو (زبان سے منت مان کر، یا غریب نے قربانی کی نیت سے جانور خرید کر) متعین کر لیا تھا، اور پھر قربانی کرنے اور قربانی کے دن گزرنے سے پہلے وہ شخص فوت ہو گیا، تو اس کے وارثوں پر لازم ہوگا کہ وہ فوت شدہ شخص کی طرف سے اس جانور کو قربان کر دیں۔ ؎۴

؎۱ المسألة الخامسة :إذا ذبح أضحية غيره بغير أمره إن ذبح فى غير أيام التضحية لا يجوز ويضمن الذابح وإن كان الذبح فى أيام الأضحية يجوز ولا يضمن؛ لأن الإذن ثابت فى هذه المسائل دلالة والدلالة يجب اعتبارها ما لم يوجد الصريح بخلافه كذا فى الذخيرة(الفتاوىٰ الهندية، ج۵ص ۱۲۹ ، كتاب الغصب، الباب الثامن)

المسألة الخامسة :إذا ذبح أضحية غيره بغير إذنه؛ إذا ذبح بغير أيام الأضحية لا يجوز، ويضمن الذابح، وإن ذبح فى أيام الأضحية يجوز، ولا يضمن الذابح؛ لأن الإذن ثبت دلالة فى هذه المسائل، والدلالة يجب اعتبارها ما لم يوجد الصريح بخلاف هذه الجملة ذكرها الشيخ الإمام الأجل شيخ الإسلام رحمه الله فى باب ما لا يجزىء فى الأضحية(المحيط البرهانى ج۸ص ۲۲۱، كتاب الغصب،الفصل الثالث)

؎۲ رجل دعا قصابا ليضحى عنه فضحى القصاب عن نفسه فهى عن الآمر(فتاوى قاضى خان، ج ۳، ص ۲۱۳،كتاب الأضحية)

؎۳ وأى الشركاء فيها نحرها يوم النحر أجزأهم؛ لأن كل واحد يستعين بشركائه فى نحرها فى وقته دلالة فيجعل ذلك بمنزلة الأمر به إفصاحا(المبسوط ،لشمس الأئمة السرخسى، ج۴،ص ۱۴۵، كتاب المناسك)

وأى الشركاء نحرها يوم النحر أجزأ الكل(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۳،ص ۷۶،كتاب الحج،باب الهدى)

؎۴ رجل اشترى أضحية ثم مات إن كان الميت أوجبها على نفسه بلسانه يجبر الورثة على أن يضحوا عنه(فتاوى قاضى خان، ج ۳،ص ۲۱۰،كتاب الأضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۲۸...... اگر قربانی کا جانور وکیل کے پاس ہلاک یا چوری ہوجائے، یا چھوٹ کر بھاگ جائے، یا عیب دار ہوجائے (مثلاً ٹانگ ٹوٹ جائے، یا آنکھ پھوٹ جائے)، تو اگر وکیل نے اس جانور کی حفاظت ونگرانی میں کوتاہی نہیں کی، تو وکیل پر کوئی تاوان نہیں آئے گا، اور اگر وکیل نے حفاظت ونگرانی میں کوتاہی کی، تو مالک کو وکیل سے اس کی قیمت کا تاوان حاصل کرنا جائز ہوگا، کیونکہ وکیل کے پاس موکل کا مال امانت ہوتا ہے۔[1]

(۲)......دوسرے کو قربانی کا ایصالِ ثواب کرنے کے احکام

جب کوئی شخص اپنے مال میں سے دوسرے (زندہ یا فوت شدہ مسلمان) کو ثواب پہنچانے (یعنی ایصالِ ثواب) کی نیت سے قربانی کرتا ہے، تو وہ قربانی دراصل قربانی کرنے والے کی طرف سے واقع ہوتی ہے، اور دوسرے کو صرف ثواب پہنچایا جاتا ہے، اسی لئے جن کو ثواب پہنچایا جائے، ان کی طرف سے قربانی کی اجازت ضروری نہیں ہے۔

اور اس صورت میں ایصالِ ثواب کرنے والا شخص ایک بکری یا بڑے جانور کے ساتویں حصہ کا جس طرح ایک شخص کو ثواب پہنچا سکتا ہے، اسی طرح ایک سے زیادہ افراد کو بھی ثواب

---

[1] الْمَالُ الَّذِى قَبَضَهُ الْوَكِيلُ بِالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَإِيفَاءِ الدَّيْنِ وَاسْتِيفَائِهِ وَقَبْضِ الْعَيْنِ مِنْ جِهَةِ الْوَكَالَةِ فِى حُكْمِ الْوَدِيعَةِ فِى يَدِهِ فَإِذَا تَلِفَ بِلَا تَعَدٍّ وَلَا تَقْصِيرٍ لَا يَلْزَمُ الضَّمَانُ (درر الحكام فى شرح مجلة الأحكام لعلى حيدر، الْمَادَّةُ ١٤٦٣، الْمَالُ الَّذِى قَبَضَهُ الْوَكِيلُ بِالْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ وَإِيفَاءِ الدَّيْنِ وَاسْتِيفَائِهِ) الْأَمَانَةُ غَيْرُ مَضْمُونَةٍ .يَعْنِى عَلَى تَقْدِيرِ هَلَاكِهَا أَوْ ضَيَاعِهَا بِدُونِ صُنْعِ الْأَمِينِ وَتَقْصِيرِهِ فَلَا يَلْزَمُ الضَّمَانُ فِى الْأَمَانَةِ قَاعِدَتَانِ .الْقَاعِدَةُ الْأُولَى :الْأَمَانَةُ مَضْمُونَةٌ عَلَى الْأَمِينِ وَحَيْثُ إنَّهُ يُفْهَمُ مِنْ هَذِهِ الْفِقْرَةِ أَنَّ الْأَمَانَةَ لَا تَكُونُ مَضْمُونَةً حَتَّى وَلَوْ هَلَكَتْ بِالتَّعَدِّى أَوْ التَّقْصِيرِ وَلِذَلِكَ فَسَّرَتْهُ الْمَجَلَّةُ كَمَا يَأْتِى لَكِنْ تَبَيَّنَ أَنَّ هَذَا الْإِطْلَاقَ غَيْرُ مَقْصُودٍ .يَعْنِى إذَا هَلَكَتْ الْأَمَانَةُ أَوْ فُقِدَتْ أَوْ طَرَأَ نُقْصَانٌ عَلَى قِيمَتِهَا فِى يَدِ الْأَمِينِ بِدُونِ صُنْعِهِ وَتَعَدِّيهِ وَتَقْصِيرِهِ فِى الْحِفْظِ لَا يَلْزَمُ الضَّمَانُ عَلَى الْأَمِينِ الْمَذْكُورِ .سَوَاءٌ أَهَلَكَتْ بِسَبَبٍ مُمْكِنِ التَّحَرُّزِ مِنْهُ كَالسَّرِقَةِ أَمْ بِسَبَبٍ غَيْرِ مُمْكِنِ التَّحَرُّزِ مِنْهُ كَالْحَرِيقِ الْغَالِبِ .وَسَوَاءٌ أَهَلَكَ مَالُ الْأَمِينِ مَعَ الْأَمَانَةِ الْمَذْكُورَةِ أَمْ لَمْ يَهْلِكْ وَسَوَاءٌ أَشُرِطَ الضَّمَانُ أَمْ لَمْ يُشْرَطْ رَاجِعْ شَرْحَ الْمَادَّةِ (درر الحكام فى شرح مجلة الأحكام لعلى حيدر، الْمَادَّةُ ٧٦٨، ج٢، ص٢٣٥، الْبَابُ الْأَوَّلُ :فِى بَيَانِ بَعْضِ الْأَحْكَامِ الْعُمُومِيَّةِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِالْأَمَانَاتِ)
الْوَكَالَةُ :الْمَالُ الَّذِى قَبَضَهُ الْوَكِيلُ وَالرَّسُولُ مِنْ جِهَةِ الْوَكَالَةِ وَمِنْ جِهَةِ الرِّسَالَةِ أَمَانَةٌ فِى يَدِهِمَا (درر الحكام فى شرح مجلة الأحكام لعلى حيدر، الْمَادَّةُ ٧٦٨، ج٢، ص٢٣٦)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

پہنچا سکتا ہے۔

لیکن ایک سے زیادہ افراد کا ایک بکری یا بڑے جانور کے ساتویں حصہ میں شریک ہو کر ایصالِ ثواب کرنا درست نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات پوری امت کی طرف سے یا بعض اوقات گھر کے کئی افراد کی طرف سے جو ایک قربانی فرمائی، وہ حنفیہ کے نزدیک ایصالِ ثواب والی نفلی قربانی تھی۔ [1]

---

[1] اور اگر قربانی کرنے والا دوسرے کا نائب بن کر (نہ کہ ایصالِ ثواب کی غرض سے) قربانی کر رہا ہو، تو اس صورت میں دوسرے کی طرف سے صراحتاً یا دلالتاً اجازتِ معتبرہ کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جن کی طرف سے قربانی کی جارہی ہے، وہ ایک بکری یا بڑے جانور کے ساتویں حصہ میں ایک سے زیادہ افراد شریک نہ ہوں، جس کے بارے میں پہلے تفصیل ذکر کی جاچکی ہے، اس فرق کو خوب سمجھ لینا چاہئے۔

قلت: التضحية عن الغير تحتمل وجهين: أحدهما: أن يكون المضحى هو الغير ويكون المباشر نائبا عنه، ومثل هذه التضحية لايجوز بشاة واحدة عن أكثر من واحد عند أبى حنيفة وأصحابه لما دل الدليل على أن الشاة الواحد لاتجزئ إلا عن واحد.والثانى: أن يكون المضحى هو المباشر ويشرك غيره فى الثواب أو يهديه له، ومثل هذه التضحية لايمنعه أبوحنيفة وأصحابه، لا لواحد، ولا لأكثر، ومحمل الأحاديث هو الوجه الثانى لا الأول، إذ لو كان محملها المعنى الأول لجاز الشاة الواحدة عن جميع المسلمين، كما يدل عليه حديث أبى رافع أنه صلى الله عليه وسلم ضحى عن جميع أمته، وحديث جابر أنه صلى الله عليه وسلم ضحى عمن لم يضح من أمته، ولايقول به أحد حتى أحمد وإسحاق حيث خصوا الإجزاء بأهل البيت فقط. وحتى الشوكانى نفسه حيث قال: والحق أنها تجزئ عن أهل البيت، وإن كانوا مائة نفس، أو أكثر كما قضت به السنة اهـ.

فالأحاديث المذكورة حجة عليهم لا لهم وهى معاضدة لمذهب أبى حنيفة لا معارضة له. كما ظنه الشوكانى. وأيضاً لوجاز الشاة الواحدة عن أكثر من واحد لجاز البقرة والبعير عن أكثر من سبعة أو عشرة على اختلاف القولين فى البعير، لان كلا منهما مشتمل على سبع شياه أو عشر شياه، فلما جاز الشاة الواحدة عن أكثر من واحد فلا بد أن تجوز البقرة عن أكثر من سبعة، والبعير عن أكثر من سبعة أو عشرة كما لايخفى، وحينئذ يبطل تحديد الشارع بالسبعة، أو العشرة فيهما لامحالة.

فالحق هو ماذهب إليه أبو حنيفة وأصحابه أنه لاتجوز الشاة الواحدة إلا عن واحد، وهو القياس، لأن الشاة أدنى ماتجوز به الأضحية، فلو اشترك فيه الاثنان أو الأكثر كان المضحى به عن كل واحد النصف أو الثلث أو الربع أو أقل من ذالك، فلايكون الشاة أدنى ماتجوز به الأضحية، ولم يكن لتخصيص أهل البيت معنى، إذ لما جاز التضحية بأقل من الشاة فأهل البيت الواحد والبيوت الكثيرة سواء (اعلاء السنن، جلد ۱۷، صفحہ ۲۰۹، ۲۱۰، باب التضحية بالشاة وتشريك الغير فى الثواب أو إيثاره له به)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس سلسلہ میں پہلے چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں، جن کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ قربانی کے ذریعہ سے ایصالِ ثواب سے متعلق چند مسائل ذکر کئے جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن ہشام سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

وَكَانَ يُضَحِّي بِالشَّاةِ الْوَاحِدَةِ عَنْ جَمِيعِ أَهْلِهِ (بخاری) [1]

ترجمہ: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بکری کی اپنے سب گھر والوں کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس کا حنفیہ کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک بکری کے ثواب میں اپنے سب گھر والوں کو شریک فرمایا کرتے تھے۔

یہ مطلب نہیں کہ ایک بکری کی ایک سے زیادہ افراد کی طرف سے واجب قربانی کیا کرتے تھے، کیونکہ ایک بکری میں ایک فرد کی طرف سے ہی اصل قربانی کا واقع ہونا مروی ہے۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ضَحّٰى اِشْتَرٰى كَبْشَيْنِ عَظِيمَيْنِ، سَمِينَيْنِ أَقْرَنَيْنِ ، أَمْلَحَيْنِ مَوْجُوئَيْنِ قَالَ: فَيَذْبَحُ أَحَدَهُمَا عَنْ أُمَّتِهِ مِمَّنْ أَقَرَّ بِالتَّوْحِيدِ، وَشَهِدَ لَهُ بِالْبَلَاغِ، وَيَذْبَحُ الْآخَرَ عَنْ مُحَمَّدٍ، وَآلِ مُحَمَّدٍ (مسند احمد) [3]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وبالجملة فابوحنيفة ومن وافقه انما يقولون بعدم وقوع شاة عن اثنين فصاعدا ولايقولون بعدم جواز هبة ثوابها لاكثر من واحد، فقول الشوكاني: والحديثان يردان عليهم رد عليه، لان الحديث انما يدل على هبة ثوابها لاكثر من واحد على وقوعها من اثنين فصاعدا، فافهم (اعلاء السنن ج١٧ ص ٢١١، باب التضحية بالشاة وتشريك الغير فى الثواب أو إيثاره له به)

[1] رقم الحديث ٧٢١٠، كتاب الاحكام، باب بيعة الصغير، دارطوق النجاة، بيروت.

[2] قلت :هذا لا يدل على وقوعه من الجماعة، بل معناه أنه كان يضحى ويجعل ثوابه هبة لأهل بيته كما ذكرناه آنفا(البناية شرح الهداية، ج١٢ ص ١٦ ،كتاب الأضحية)

[3] رقم الحديث ٢٥٨٤٣، مؤسسة الرسالة، بيروت ،واللفظ لهٗ،سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٣١٢٢.
فى حاشية مسند احمد:صحيح لغيره.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو آپ بڑے موٹے تازے سینگوں اور سفید وسیاہ بالوں والے دوخصی مینڈھے خریدتے، اُن دونوں میں سے ایک کی اپنے ان امتیوں کی طرف سے جو اللہ کی وحدانیت اور آپ کی تبلیغ کی شہادت دیں، اور دوسرے کی محمد اور آلِ محمد کی طرف سے قربانی کرتے (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحَرَ عَنْ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ بَقَرَةً وَّاحِدَةً (سنن ابنِ ماجه) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں ایک گائے آلِ محمد کی طرف سے ذبح فرمائی (ترجمہ ختم)

ظاہر ہے کہ آپ کے امتیوں میں بعض لوگ وہ بھی تو تھے، جو فوت ہوگئے تھے، اس لئے امت کی طرف سے یہ قربانی ایصالِ ثواب کے طور پر تھی، اور ضروری نہیں کہ آپ خود صاحبِ نصاب ہوں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

شَهِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَضْحٰى بِالْمُصَلّٰى، فَلَمَّا قَضٰى خُطْبَتَهُ نَزَلَ مِنْ مِنْبَرِهٖ وَأُتِيَ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ، وَقَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، هٰذَا عَنِّيْ، وَعَمَّنْ لَّمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِيْ (ابوداؤد) [2]

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عیدُ الاضحیٰ کے دن عیدُ الاضحیٰ کی

---

[1] رقم الحديث ۳۱۳۵، كتاب الاضاحى، باب عن، كم تجزء البدنة والبقرة، دار إحياء الكتب العربية، القاهرة.

[2] رقم الحديث ۲۸۱۰، كتاب الضحايا، باب فى الشاة يضحى بها عن جماعة، المكتبة العصرية، بيروت.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

نماز میں عیدگاہ میں حاضر ہوا، جب آپ نے اپنا خطبہ مکمل فرمادیا، تو منبر سے نیچے اترے، اور ایک مینڈھے کو لایا گیا، پھر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا، اور فرمایا کہ بسم اللہ واللہ اکبر، یہ میری طرف سے ہے، اور ان لوگوں کی طرف سے ہے، جنہوں نے میری امت میں سے قربانی نہیں کی (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ الرَّجُلُ فِىْ عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُضَحِّيْ بِالشَّاةِ عَنْهُ، وَعَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ، فَيَأْكُلُوْنَ وَيُطْعِمُوْنَ (سنن ابنِ ماجه) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آدمی ایک بکری کی اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کیا کرتا تھا، پھر وہ خود بھی اس کا گوشت کھاتے تھے، اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے (ترجمہ ختم)

یہ قربانی یا تو نفلی ہوتی تھی، جس میں دوسروں کو صرف ثواب میں شریک کیا جاتا تھا۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۳۱۴۷، كتاب الاضاحى، باب من ضحى بشاة، عن أهله،دار إحياء الكتب العربية، القاهرة.

[2] قال محمد : كان الرجل يكون محتاجا فيذبح الشاة الواحدة يضحى بها عن نفسه فيأكل ويطعم أهله فأما شاة واحدة تذبح عن اثنين أو ثلاثة أضحية فهذا لا يجزء ولا يجوز شاة إلا عن الواحد .وهو قول أبى حنيفة والعامة من فقهائنا (مؤطا امام محمد ، تحت رقم الحديث ۶۳۷، كتاب الضحايا، باب مايجزئ من الضحايا عن اكثر من واحد)

قوله : كان الرجل ...إلخ، لمّا كان أثر أبى أيّوب دالًّا على أن الشاة الواحدة تجزء عن الرجل وأهل بيته أوّله إلى أنه محمول على ما إذا كان الرجل محتاجاً إلى اللحم أو فقيراً لا يجب عليه الأضحية فيذبح الشاة الواحدة عن نفسه، ويُطعم اللحم أهل بيته أو يُشركهم فى الثواب، فذلک جائز، فأما الاشتراک فى الشاة الواحدة فى الأضحية الواجبة فلا، فإن الاشتراک خلاف القياس وإنما جُوِّز فى البقر والإبل لورود النص من طرق متكثرة أنهم اشتركوا فى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فى البقرة والإبل ولا نص فى الشاة فيبقى على الأصل، وأما ما أخرجه الحاكم عن أبى عقيل زهرة بن سعيد عن جده عبد الله بن هشام وكان قد أدرک النبى صلى الله عليه وسلم وذهبت به أمه زينب بنت حميد إليه، وهو صغير فمسح رأسه ودعا له، قال : كان رسول الله يُضَحِّى بالشاة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

یا گھر کے سربراہ کے صاحبِ نصاب ہونے کی وجہ سے وہ اپنی طرف سے قربانی کیا کرتا تھا، اور گھر کے دوسرے افراد صاحبِ نصاب نہیں ہوتے تھے۔ ۱؎

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی روایت میں ہے کہ:

ثُمَّ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ إِنَّ هٰذَا عَنْ أُمَّتِي جَمِيعًا مِمَّنْ شَهِدَ لَكَ بِالتَّوْحِيدِ وَشَهِدَ لِي بِالْبَلَاغِ ثُمَّ يُؤْتٰى بِالْآخَرِ فَيَذْبَحُهُ بِنَفْسِهِ وَيَقُولُ هٰذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ فَيُطْعِمُهُمَا جَمِيعًا الْمَسَاكِينَ وَيَأْكُلُ هُوَ وَأَهْلُهُ مِنْهُمَا (مسند احمد،رقم الحديث ٢٧١٩٠،مؤسسة الرسالة،بيروت)

ترجمہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مینڈھے کو ذبح فرما کر) کہتے: اے اللہ! یہ میری پوری اُمت کے اُن افراد کی طرف سے ہے، جو آپ کی وحدانیت اور میری تبلیغِ رسالت کی گواہی دیں، پھر دوسرے مینڈھے کو لایا جاتا، تو اُس کو اپنی طرف سے ذبح فرماتے، اور یوں کہتے کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ہے، پھر اُن دونوں کے گوشت کو غریبوں کو

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الواحدة عن جميع أهله، قال الحاكم :صحيح الإِسناد، فلا يدلّ على وقوعه عن الجماعة، بل معناه أنه كان يُضَحِّى ويجعل ثوابها هبة لأهل بيته، وهذا كما ورد أنه ضحى كَبْشاً عن أمته .وبهذه الأخبار ذهب مالک وأحمد والليث والأَوْزاعى إلى جواز الشاة عن أكثر من واحد، كذا ذكره العينى فى "البناية شرح الهداية ."(قوله أُضْحِيَةٌ فَهَذَا لا يُجْزِءُ)أى فى الأضحية الواجبة(التعليق الممجد على موطأ محمد ،لعبد الحى اللكنوى الهندى،حواله بالا)

۱؎ لانقول بوجوب الاضحية على الموسر عن اولادهم ولا عن زوجتهم ، وانما عليه ان يضحى عن نفسه ، وهذا مراد ابى ايوب وابى سريحة ان الاغنياء المياسير لم يكونوا يضحون عن اولادهم الصغار ولا عن اهل بيتهم حت تباهى الناس ، ولاجل ذلک قال ابوسريحة كان اهل البيت يضحون بالشاة والشاتين ، ولو كان ذلک للاشتراک لم يكن حاجة الىٰ ازيد من شاة اصلا ، ولكن اليسار انما كان لقيم البيت ولايكون لاهل البيت الا قيم واحد او اثنان غالبا ، فلاجل ذلک كان اهل البيت يضحون بالشاة والشاتين ولم يكونوا يضحون عن الصغار ولا عن الكبار الفقراء حتى تباهوا بذلک ، فلادليل فيه على اجزاء الشاة عن اهل البيت كلهم اذا كانوا اغنياء فافهم (اعلاء السنن ج١٧ ص ٢١١، كتاب الاضاحى، باب التضحية بالشاة وتشريک الغير فى الثواب او ايثاره له به)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کھلاتے، اور خود بھی کھاتے اور آپ کے گھر والے بھی ان دونوں کے گوشت کو تناول فرماتے (ترجمہ ختم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو قربانی ایصالِ ثواب کے لیے کی جاتی ہے، اُس کا گوشت خود کھانا بھی جائز ہے۔

اور جس قربانی میں دوسرے کو ثواب پہنچانا مقصود ہوتا ہے، وہ کئی افراد کی نیت کر کے بھی جائز ہے۔ [1]

فقہائے احناف کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابۂ کرام کے ایک بکری یا مینڈھے کو ایک سے زیادہ افراد کی طرف سے ذبح کرنے کا یہ عمل ایصالِ ثواب کی غرض سے تھا، جس میں قربانی تو تنہا ذبح کرنے والے کی طرف سے ہی ہوتی ہے، اور دوسرے لوگوں کو اس کے صرف ثواب میں شریک کیا جاتا ہے۔ [2]

---

[1] انه عليه الصلاة والسلام انما فعل ذالک لاجل الثواب وهو انه جعل ثواب تضحيته بشاة واحدة لأمته لا للاجزاء وسقوط التعبد عنهم (بذل المجهود ج۵ ص۷۲، كتاب الضحايا، باب فى الشاة يضحى بها عن جماعة)

[2] وأما ما روى أنه صلى الله عليه وسلم ضحى بشاة عن أمته فإنما كانت تطوعا (عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج۱۰، ص۲۶، كتاب الحج)

ومن الادلة الدالة على وصول ثواب العبادة المالية حديث جابر رضى الله عنه قال: (صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم عيدالاضحىٰ ،فلما انصرف اتى بكبش فذبحه ، فقال عليه الصلاة والسلام : بسم الله والله اكبر ، اللهم هذا عنى وعمن لم يضح من امتى) رواه ابوداؤد والترمذى، وحديث الكبشين اللذين قال عليه الصلاة والسلام فى احدهما (اللهم هذا عن امتى جميعا) وفى الآخر (اللهم هذا عن محمد وآل محمد) رواه احمد ، والقربة فى الاضحية اراقة الدم وقد جعلها لغيره (شرح ملا على القارى على الفقه الاكبر ص ۱۳۱)

وهذا يصح على مذهب من لم يوجب الاضحية وهم اكثر العلماء ويدخل حينئذ من لم يضح ذالك العام من امته فى ثواب تلك الاضحية، وكذالك سائر اهل بيت الرجل يشركهم فى ثوابها وان لم يكونوا يملكون شيئا منها (الاستذكار الجامع لمذاهب فقهاء الامصار، ج۵ ص۲۱۶)

وفى رواية عمن لم يضح من أمتى محمول لنص البويطى على أن من نواها عنه وعن أهل بيته أجزأه على الشركة فى الثواب لا الاضحية لاستحالة وقوعها عن كلهم عن كل جزء من شاة ولا أحسب فيه خلافاً اهـ.وبما قدمته علم أن معنى نفى الإجزاء عدم حصول ذالك الثواب المخصوص

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

لہٰذا ان احادیث وروایات سے یہ سمجھنا درست نہیں کہ ایک بکری یا مینڈھے میں ایک سے زیادہ افراد اصل واجب قربانی میں شریک ہوسکتے ہیں، یعنی ایک بکری میں ایک سے زیادہ افراد کا واجب ادا ہوسکتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(حاشية ابن قاسم العبادى على تحفة المحتاج فى شرح المنهاج، ج ۹ ص ۳۴۵، كتاب الاضحية)

وأما تفريق من فرق بين العبادات المالية والبدنية -فقد شرع النبى صلى الله عليه وسلم الصوم عن الميت، كما تقدم، مع أن الصوم لا تجزى فيه النيابة، (وكذلك)حديث جابر رضى الله عنه، قال: صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم عيد الأضحى، فلما انصرف أتى بكبش فذبحه، فقال: "بسم الله والله أكبر، اللهم هذا عنى وعمن لم يضح من أمتى ، رواه أحمد وأبو داود والترمذى، وحديث الكبشين اللذين قال فى أحدهما :اللهم هذا عن أمتى جميعا ، وفى الآخر :اللهم هذا عن محمد وآل محمد "، رواه أحمد .والقربة فى الأضحية إراقة الدم، وقد جعلها لغيره (شرح العقيدة الطحاوية لابن ابى العز ، ص ۴۶۳، ۴۶۴)

وقد حمل جماعة الحديث المذكور على الاشتراك فى الثواب وممن ذكر هذا صاحب العدة والشيخ ابراهيم المروروذى (المجموع شرح المهذب، ج ۸ ص ۳۸۴،باب الاضحية)

قال فى غنية الالمعى مامحصله:ان قول من رخص فى التضحية عن الميت مطابق للادلة ولا دليل لمن منعها، وقد ثبت انه صلى الله عليه وسلم كان يضحى كبشين احدهما عن امته ممن شهد له بالتوحيد وشهد له بالبلاغ والآخر عن نفسه واهل بيته، ومعلوم ان كثيرا منهم قد كانوا ماتوا فى عهده صلى الله عليه وسلم، فدخل فى اضحيته صلى الله عليه وسلم الاحياء والاموات كلهم، والكبش الواحد الذى يضحى به عن امته كما كان للاحياء من امته ، كذالك كان للاموات من امته بلاتفرقة، ولم يثبت ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يتصدق بذالك الكبش كله ولا يأكل منه شيئا بل قال ابورافع:إن رسول الله صلى الله عليه وسلم يطعمها جميعاالمساكين ويأكل هو واهله منهما، رواه احمد، وكان دأبه صلى الله عليه وسلم انه ياكل من الاضحية هو واهله ويطعم منها المساكين وامر بذالك امته، ولم يحفظ عنه خلافه، فاذا ضحى الرجل عن نفسه وعن بعض امواته او عن نفسه وعن اهله وعن بعض امواته، فيجوز ان يأكل هو وأهله من تلك الاضحية، وليس عليه ان يتصدق بها كلها (تحفة الاحوذى ، ج۵ ص ۶۶، كتاب الاضاحى عن رسول اللّٰہ صلى الله عليه وسلم،باب ماجآء فى الاضحية عن الميت)

[1] وأما قدره فلا يجوز الشاة والمعز إلا عن واحد وإن كانت عظيمة سمينة تساوى شاتين مما يجوز أن يضحى بهما؛ لأن القياس فى الإبل والبقر أن لا يجوز فيهما الاشتراك؛ لأن القربة فى هذا الباب إراقة الدم وأنها لا تحتمل التجزئة؛ لأنها ذبح واحد وإنما عرفنا جواز ذلك بالخبر فبقى الأمر فى الغنم على أصل القياس.

فإن قيل :أليس أنه روى أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -ضحى بكبشين أملحين أحدهما عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت میں آتا ہے کہ:

أَنَّهُ كَانَ يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ اَحَدَهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْآخَرَ عَنْ نَفْسِهِ فَقِيلَ لَهُ فَقَالَ أَمَرَنِيْ بِهِ يَعْنِيْ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَدَعُهُ أَبَداً (ترمذی) [1]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ دو مینڈھوں کی قربانی کیا کرتے تھے، ایک کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، اور دوسرے کی اپنی طرف سے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا؟ تو اُنہوں نے فرمایا کہ: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم فرمایا تھا، اس لیے میں کبھی اس کو نہیں چھوڑتا (ترجمہ ختم)

امام حاکم اور علامہ ذہبی رحمہما اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نفسه والآخر عمن لا يذبح من أمته فكيف ضحى بشاة واحدة عن أمته؟ -عليه الصلاة والسلام-.
(فالجواب) أنه -عليه الصلاة والسلام- إنما فعل ذلک لأجل الثواب؛ وهو أنه جعل ثواب تضحيته بشاة واحدة لأمته لا للإجزاء وسقوط التعبد عنهم ولا يجوز بعير واحد ولا بقرة واحدة عن أكثر من سبعة ويجوز ذلک عن سبعة أو أقل من ذلک، وهذا قول عامة العلماء .

وقال مالک -رحمه الله- :يجزی ذلک عن أهل بيت واحد -وإن زادوا على سبعة- ولا يجزی عن أهل بيتين -وإن كانوا أقل من سبعة- والصحيح قول العامة؛ لما روی عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- البدنة تجزی عن سبعة والبقرة تجزی عن سبعة وعن جابر -رضی الله عنه- قال: نحرنا مع رسول الله -صلى الله عليه وسلم- البدنة عن سبعة والبقرة عن سبعة من غير فصل بين أهل بيت وبيتين ولأن القياس يأبى جوازها عن أكثر من واحد لما ذكرنا أن القربة فی الذبح وأنه فعل واحد لا يتجزأ؛ لكنا تركنا القياس بالخبر المقتضی للجواز عن سبعة(بدائع الصنائع ، ج۵ص ۷۰،كتاب التضحية، فصل وأما محل إقامة الواجب)

[1] رقم الحديث ۱۴۹۵ ، ابواب الاضاحی، باب ماجاء فی الاضحية عن الميت، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابی الحلبی -مصر، واللفظ لهٗ ، مستدرک حاكم، رقم الحديث ۷۵۵۶.

[2] قال أبوعيسى: هذا حديث غريب لانعرفه إلا من حديث شريک وقد رخص بعض أهل العلم أن يضحی عن الميت ولم يربعضهم أن يضحی عنه .
وقال الحاكم: "هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، وَأَبُو الْحَسْنَاءِ هَذَا هُوَ :الْحَسَنُ بْنُ الْحَكَمِ النَّخَعِيُّ "
وقال الذهبی فی التلخيص:صحيح

Idara Ghufran

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قربانی کرنے کا یہ عمل ایصالِ ثواب کی غرض سے تھا۔ [1]

احادیث وروایات کے بعد اب ایصالِ ثواب والی قربانی سے متعلق چند مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۱...... اپنی طرف سے اور اپنے مال میں سے جو قربانی دوسرے (زندہ یا فوت شدہ) کے لئے نفلی طور پر اُس کو ثواب پہنچانے کے لئے تبرعاً کی جاتی ہے، وہ دراصل ایصالِ ثواب کی قربانی کہلاتی ہے، جو ذبح کرنے والے کی ملکیت ہوتی ہے، اور دوسرے کو ثواب پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔

اور ایصالِ ثواب زندہ اور فوت شدہ مسلمان کو کرنا جائز ہے۔ [2]

---

[1] اور اس حدیث کی سند پر بعض حضرات نے جو مختلف اعتراضات کر کے اس کو غیر ثابت قرار دینے کی کوشش کی ہے، وہ درست نہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، ہماری کتاب ''صدقۂ جاریہ وایصالِ ثواب کے فضائل واحکام'')

[2] لأن التضحية عن الغير عرفت قربة ؛ لأنه -صلى الله عليه وسلم- ضحى عن أمته(تبيين الحقائق، ج٦ ص٨، كتاب الاضحية)

و لو ضحى عن ميت من مال نفسه بغير أمر الميت جاز و له أن يتناول منه و لا يلزمه أن يتصدق به لأنها لم تصر ملكا للميت بل الذبح حصل على ملكه و لهذا لو كان على الذابح أضحية سقطت عنه.و إن ضحى عن ميت من مال الميت بأمر الميت يلزمه التصدق بلحمه و لا يتناول منه لأن الأضحية تقع عن الميت(فتاوى قاضى خان،ج ٣،ص ٢١٠،كتاب الأضحية)

امدادالفتاویٰ میں ہے کہ:

> جو قربانی دوسرے کی طرف سے تبرعاً کی جاوے چونکہ وہ ملک ذابح کی ہوتی ہے اور صرف اس دوسرے کو ثواب پہنچتا ہے، اس لئے ایک حصہ کئی کی طرف سے بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ مسلم میں ہے کہ اپنی طرف سے ایک حصہ قربانی کر کے متعدد کو ثواب پہنچانا جائز ہے۔ بس یہ بھی ویسا ہی ہے............ اور اسی وقوع الذبح عن الذابح وحصول الثواب للغیر کی فرع یہ ہے کہ اس تضحیۂ نافلہ عن الحی تبرعاً میں اس حی کے اذن کی ضرورت نہیں۔ میں (پہلے) اس کی ضرورت بھی بتلاتا تھا، اس سے بھی رجوع کرتا ہوں، بخلاف زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ وتضحیۂ واجبہ کے، کہ اس میں اذن غیر کا شرط ہے (امدادالفتاویٰ ج۳ص۵۷۳و۵۷۴، ملخصاً)

اور ایک مقام پر ہے کہ:

> اگر دوسرے کی طرف سے تبرّعاً تطوعاً بلا اذن کے قربانی کی جائے، تو وہ مطلقاً درست ہے، خواہ اس کی طرف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور بعض حضرات کے نزدیک اپنی واجب قربانی کا بھی ایصالِ ثواب جائز ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سے قربانی کی عادت ہو یا نہ ہو، اور اس کو عادت کی اطلاع ہو یا نہ ہو؛ کیونکہ تبرعاً عن الغیر میں قربانی ذابح کی ملک پر ہوتی ہے، دوسرے کو محض ثواب پہنچتا ہے، قربانی اس کی ملک پر نہیں ہوتی؛ والحی والمیت فی ذالک سواء. واللہ تعالیٰ اعلم. کتبہٗ: ظفر احمد عفا عنہ بامر سیدہ حکیم الامت دام مجدہم۔ ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۵ھ (امداد الفتاویٰ، جلد سوم، صفحہ ۶۱۰، کتاب الذبائح والاضحیۃ، در ذیل عنوان: اضحیۂ نفل غیر کی جانب سے جائز ہے)

۱؎ نیز ایک قول کی رُو سے ایصالِ ثواب کے لئے عمل کے بعد ایصالِ ثواب کرنا ضروری نہیں، بلکہ عمل کے وقت دوسرے کو ایصالِ ثواب کی نیت ہونے کی صورت میں بھی ایصالِ ثواب ہو جاتا ہے، بلکہ بعض کے نزدیک ایصالِ ثواب کے لئے پہلے نیت کرنا ضروری ہے، پس جو واجب قربانی دوسرے کی طرف سے اس طرح کی جائے، کہ اس میں کرنے والا دوسرے کا وکیل نہ ہو، مثلاً دوسرے کے امر کے بغیر قربانی کرے، یا دوسرے کے امر واذن سے کرے، مگر وہ امر واذن شریعت کی نظر میں معتبر نہ ہو، تو دوسرے کی طرف سے یہ نیت غیر معتبر سمجھی جائے گی، اور یہ قربانی ذابح و مالک کی طرف سے واقع ہوگی، اور مذکورہ قول کی رُو سے دوسرے کو اس کا ثواب پہنچ جائے گا۔

وأما عندنا فالواصل إليه نفس الثواب .وفي البحر :من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز، ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة كذا في البدائع، ثم قال: وبهذا علم أنه لا فرق بين أن يكون المجعول له ميتا أو حيا .والظاهر أنه لا فرق بين أن ينوى به عند الفعل للغير أو يفعله لنفسه ثم بعد ذلك يجعل ثوابه لغيره، لإطلاق كلامهم، وأنه لا فرق بين الفرض والنفل .اهـ .وفي جامع الفتاوى :وقيل :لا يجوز في الفرائض اهـ.(رد المحتار على الدر المختار، ج۲،ص ۲۴۳،باب صلاة الجنازة)

فإن من صام أو صلى أو تصدق وجعل ثوابه لغيره من الأموات والأحياء جاز ويصل ثوابها إليهم عند أهل السنة والجماعة كذا في البدائع وبهذا علم أنه لا فرق بين أن يكون المجعول له ميتا أو حيا والظاهر أنه لا فرق بين أن ينوي به عند الفعل للغير أو يفعله لنفسه ثم بعد ذلك يجعل ثوابه لغيره لإطلاق كلامه .ولم أر حكم من أخذ شيئا من الدنيا ليجعل شيئا من عبادته للمعطي وينبغي أن لا يصح ذلك وظاهر إطلاقهم يقتضي أنه لا فرق بين الفرض والنفل فإذا صلى فريضة وجعل ثوابها لغيره فإنه يصح لكن لا يعود الفرض في ذمته؛ لأن عدم الثواب لا يستلزم عدم السقوط عن ذمته، ولم أر منقولا (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۳،ص ۶۴، كتاب الحج،باب الحج عن الغير)

(قوله :والظاهر أنه لا فرق إلخ) أقول :ذكر هذه المسألة الحافظ ابن قيم الجوزية الحنبلي في كتاب الروح وذكر فيها خلافا عندهم، وقال :هذه المسألة غير منصوصة عن الإمام أحمد والمتقدمين من أصحابه، وإنما اشترط ذلك المتأخرون كالقاضي، وأتباعه فقيل إن نواه حال فعله أو قبله وصل إليه، وإلا فلا؛ لأنه لو لم ينوه، وقع الثواب للعامل فلا يقبل انتقاله عنه إلى غيره ولهذا لو أدى دينا عن نفسه ثم أراد بعد الأداء أن يجعله عن غيره لم يكن له ذلك، وكذا لو حج أو صام أو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۲...... ایصالِ ثواب کے لئے نفلی قربانی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی استاذ یا والدین یا کسی بھی فوت شدہ یا زندہ رشتہ دار و اجنبی مسلمان کی طرف سے ان کو ثواب پہنچانے کے لئے کرنا درست ہے۔ ۱

یہ بھی جائز ہے کہ ایک شخص پورے ایک چھوٹے جانور کا ثواب ایک یا کئی لوگوں کو پہنچائے، اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک بڑے جانور کے ساتویں حصے کی قربانی کا ثواب ایک یا کئی لوگوں کو پہنچائے۔ البتہ ایک چھوٹے جانور یا ایک بڑے جانور کے ساتویں حصہ میں ایک سے زیادہ افراد شریک ہو کر ایصالِ ثواب کریں تو یہ جائز نہیں۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ صلى لنفسه ويؤيد هذا أن الذين سألوا النبي -صلى الله عليه وسلم- عن ذلك لم يسألوه عن ثواب إهداء العمل بعده بل عما يفعلونه عن الميت كما قال سعد أينفعها إن تصدقت عنها، ولم يقل أن أهدى لها ثواب ما تصدقت به عن نفسي، وكذا قول المرأة الأخرى أفأحج عنها، وقول الرجل الآخر أفأحج عن أبي، ولا يعرف عن أحد من الصحابة أنه قال: اللهم اجعل ثواب ما عملته لنفسي أو ثواب عملي المتقدم لفلان فهذا سر الاشتراط، وهو أفقه، ومن لم يشترط ذلك يقول الثواب للعامل فإذا تبرع به، وأهداه إلى غيره كان بمنزلة ما يهديه إليه من ماله، وعلى الأول لا يصح إهداء الثواب الواجب على العامل. وأما على الثاني فقيل يجوز ويجزء فاعله، وقد نقل عن جماعة أنهم جعلوا ثواب أعمالهم من فرض ونفل للمسلمين، وقالوا نلقى الله تعالى بالفقر والإفلاس المجرد، والشريعة لا تمنع من ذلك .اهـ. ملخصا(منحة الخالق على هامش البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۳، ص۶۴، كتاب الحج، باب الحج عن الغير)

۱ الأصل في هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوما أو صدقة أو غيرها عند أهل السنة والجماعة لما روى عن النبي عليه الصلاة والسلام أنه ضحى بكبشين أملحين أحدهما عن نفسه والآخر عن أمته ممن أقر بوحدانية الله تعالى وشهد له بالبلاغ جعل تضحية إحدى الشاتين لأمته(الهداية شرح بداية المبتدى، ج ۱، ص ۱۸۳، باب الحج عن الغير)

قلت: وقول علمائنا له أن يجعل ثواب عمله لغيره يدخل فيه النبي -صلى الله عليه وسلم- فإنه أحق بذلك حيث أنقذنا من الضلالة، ففي ذلك نوع شكر وإسداء جميل له، والكامل قابل لزيادة الكمال. وما استدل به بعض المانعين من أنه تحصيل الحاصل لأن جميع أعمال أمته في ميزانه. يجاب عنه بأنه لا مانع من ذلك، فإن الله -تعالى- أخبرنا بأنه صلى عليه ثم أمرنا بالصلاة عليه، بأن نقول: اللهم صل على محمد، والله أعلم(رد المحتار على الدر المختار، ج۲، ص۲۴۴، باب صلاة الجنازة)

۲ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قربانی ذابح کی ملکیت ہے، اور ملکیت میں اشتراک جائز نہیں، بخلاف پہلی صورت کے کہ وہ ثواب میں اشتراک ہے، اور وہ جائز ہے، کیونکہ اسی طرح کا اشتراک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوری امت کے لئے ثابت ہے، جس میں اضحیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت تھی، ملکیت میں اشتراک نہیں تھا، صرف ثواب میں اشتراک تھا۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور اگر بڑے جانور میں سات سے کم افراد شریک ہوں، اور کسی شریک کا بھی حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو، تو باقیماندہ ساتویں حصہ میں سب یا بعض شرکاء کا ایصالِ ثواب کی نیت کرنا خلافِ احتیاط ہے، جس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ ’’حصول الخیر بالتضحیۃ عن الغیر‘‘ یعنی ’’غیر کی طرف سے قربانی کی تحقیق‘‘ ملاحظہ فرمائیں)

مسئلہ نمبر۳...... جب کوئی شخص بطورِ خود کسی کو ثواب پہنچانے کے لئے قربانی کرے، یا کسی فوت شدہ کی وصیت کے مطابق اپنے مال میں سے قربانی کرے (خواہ الگ جانور کرے، یا بڑے جانور میں کوئی حصہ لے) تو اس کے گوشت کا حکم عام قربانی کی طرح ہے، کیونکہ یہ قربانی کرنے والے کی طرف سے نفلی قربانی ہے، اور اس کا ثواب دوسرے کے لئے ہے۔

البتہ اگر کسی نے فوت ہونے سے پہلے اپنے مال میں سے قربانی کرنے کی وصیت کی ہو، اور اس کی وصیت کے مطابق اس کے ترکہ کے مال میں سے قربانی کی جائے (خواہ الگ جانور قربان کرکے، یا بڑے جانور میں کوئی حصہ لے کر) تو پھر اس (جانور یا اس کے حصہ) کا پورا گوشت صدقہ کرنا چاہئے۔ [1]

مسئلہ نمبر۴...... اگر کوئی شخص اپنے مسلم فوت شدہ والدین یا کسی اور کی طرف سے ان کے حکم کے بغیر ایصالِ ثواب کی غرض سے قربانی کرے، اور پھر اس قربانی کے گوشت کو صدقہ بھی

---

[1] من ضحى عن الميت يصنع كما يصنع فى أضحية نفسه من التصدق والأكل والأجر للميت والملک للذابح .قال الصدر :والمختار أنه إن بأمر الميت لا يأكل منها وإلا يأكل بزازية، وسيذكره فى النظم (ردالمحتار، ج٦ ص٣٢٦، كتاب الاضحية)

سبعة نحروا ناقة عن سبعة و أحد الشركاء وارث ميت يذبح عن مورثه قال محمد رحمه الله تعالى الستة يأكلون أنصباء هم من اللحم و يتصدق بنصيب الميت و لا يأكله الوارث *قال رضى الله عنه هذا إذا كان الوارث ضحى من مال الميت بأمر الميت......و ذكر الزعفرانى رحمه الله تعالى إن أمرهم الميت أن يضحى عن الميت ففعل الوارث يقع عن الوارث نفلا و للميت أجر الذبح إن فعل الوارث بمال نفسه و يكون هو بمنزلة ما لو نوى واحد من الشركاء السبعة بنصيبه التطوع...... و لو ضحى عن ميت من مال نفسه بغير أمر الميت جاز و له أن يتناول منه و لا يلزمه أن يتصدق به لأنها لم تصر ملكا للميت بل الذبح حصل على ملكه و لهذا لو كان على الذابح أضحية سقطت عنه.و إن ضحى عن ميت من مال الميت بأمر الميت يلزمه التصدق بلحمه و لا يتناول منه لأن الأضحية تقع عن الميت(فتاوى قاضى خان، ج ٣،ص ٢١٠، كتاب الأضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کردے، تو اس کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور اس صورت میں ایصالِ ثواب قربانی کے ساتھ ساتھ صدقہ کی شکل میں بھی معتبر ہوجائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۵...... مسلِم میت کے لئے ایصالِ ثواب کے طور پر قربانی کرنا افضل ہے، یا اتنی رقم کا صدقہ کرکے میت کو ایصالِ ثواب کرنا افضل ہے؟ اس بارے میں اہلِ علم کے دونوں اقوال ہیں۔

اور اگر ضرورت منداور غریب زیادہ ہوں، تو ان کو صدقہ کرنا افضل ہوگا۔ [2]

قربانی کی قضا اور وقت ختم ہوجانے کے متعلق احکام

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ شریعت کی طرف سے جانور کی قربانی کے عمل کو انجام دینے کے لئے مخصوص ایام واوقات مقرر ہیں، کہ انہی ایام واوقات میں مخصوص جانور ذبح کرنے سے قربانی کا عمل ادا ہوتا ہے، کیونکہ قربانی کے دنوں میں جانور کا ذبح کرنا قربانی کا رکن ہے۔

اور جس طرح شریعت کی طرف سے مقرر کردہ وقت کے داخل ہونے سے پہلے قربانی کرنا معتبر نہیں، اسی طرح وقت گزرنے کے بعد قربانی کرنا جائز نہیں، بلکہ وقت گزرنے کے بعد قربانی کا عمل صدقہ کی طرف تبدیل ہوجاتا ہے، اور قربانی کے بجائے صدقہ بن جاتا ہے۔ [3]

---

[1] إذا ضحى الرجل عن أبويه بغير أمرهما و تصدق به جاز لأن اللحم ملكه و إنما للميت ثواب الذبح و الصدقة (فتاوى قاضى خان، ج۳،ص ۲۱۰،كتاب الأضحية)

[2] واختلفوا هل الأضحية عن الميت أفضل، أو التصدق أفضل؟ذهب بعضهم إلى أن التصدق أفضل وذهب بعضهم إلى أن الأضحية أفضل(تكملة البحر الرائق للطورى، ج۸ص ۲۰۲،كتاب الأضحية)

[3] وفى الشرع هى ذبح حيوان مخصوص بنية القربة فى وقت مخصوص وهو يوم الأضحى وشرائطها الإسلام واليسار الذى يتعلق به صدقة الفطر فتجب على الأنثى وسببها الوقت وهو أيام النحر وركنها ذبح ما يجوز ذبحها وحكمها الخروج عن عهدة الواجب فى الدنيا والوصول إلى الثواب فى العقبى(مجمع الانهر، ج۲ص ۵۱۶، كتاب الاضحية)

ثم لجواز الأداء بعد ذلك شرائط أخر نذكرها فى موضعها إن شاء الله تعالى فإن وجدت يجوز وإلا فلا، كما تجب الصلاة بدخول وقتها ثم إن وجدت شرائط جواز أدائها جازت وإلا فلا والله تعالى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱...... اگر کسی پر صاحبِ نصاب ہونے کی وجہ سے قربانی واجب تھی مگر اس نے قربانی نہیں کی یہاں تک کہ قربانی کے دن گزر گئے تو اب قربانی کا عمل فوت ہوگیا، اب توبہ استغفار کے ساتھ قربانی کی قضاء کی یہ صورت ہے کہ قربانی کے قابل درمیانی درجہ کے چھوٹے جانور (بھیڑ یا بکری وغیرہ) کی قیمت غریبوں پر صدقہ کرے، گائے کے ساتویں حصہ کی قیمت کا صدقہ کافی نہیں۔

یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جبکہ کسی پر ایک سے زیادہ سالوں کی قربانی کی قضاء ہو کہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أعلم(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۵،ص ۶۵، کتاب التضحیة،فصل فی وقت وجوب الأضحیة)

وأما الذی یرجع إلی وقت التضحیة فهو أنها لا تجوز قبل دخول الوقت؛ لأن الوقت کما هو شرط الوجوب فهو شرط جواز إقامة الواجب کوقت الصلاة(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۵،ص ۷۳، کتاب التضحیة،فصل فی شرائط جواز إقامة الواجب فی الأضحیة)

وأما الثانی فنقول إنها لا تقضی بالإراقة؛ لأن الإراقة لا تعقل قربة وإنما جعلت قربة بالشرع فی وقت مخصوص فاقتصر کونها قربة علی الوقت المخصوص فلا تقضی بعد خروج الوقت، ثم قضاؤها قد یکون بالتصدق بعین الشاة حیة وقد یکون بالتصدق بقیمة الشاة؛ فإن کان أوجب التضحیة علی نفسه بشاة بعینها فلم یضحها حتی مضت أیام النحر یتصدق بعینها حیة؛ لأن الأصل فی الأموال التقرب بالتصدق بها لا بالإتلاف وهو الإراقة إلا أنه نقل إلی الإراقة مقیدا فی وقت مخصوص حتی یحل تناول لحمه للمالک والأجنبی والغنی والفقیر؛ لکون الناس أضیاف الله -عز شأنه -فی هذا الوقت، فإذا مضی الوقت عاد الحکم إلی الأصل وهو التصدق بعین الشاة سواء کان موسرا أو معسرا لما قلنا(بدائع الصنائع، ج۵ص ۶۸،کتاب التضحیة،فصل فی أنواع کیفیة الوجوب)

هی قربة معقولة علی ما بینا فلا تسقط بمضی الوقت کالزکاة بخلاف الأضحیة لأن إراقة الدم غیر معقول المعنی فلا تکون قربة إلا فی وقتها(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ج ۱،ص ۳۱۱،باب صدقة الفطر)

فإذا فات وقت القربة فی الأضحیة تصدق بالثمن إخراجا له عن العهدة کما قلنا فی الجمعة إذا فاتت تقضی الظهر والفدیة عند العجز عن الصوم إخراجا له عن العهدة(الاختیار لتعلیل المختار، ج۵ص ۱۹، کتاب الاضحیة)

وأما شروط صحتها فمنها السلامة من العیوب فلا تصح إذا کان فیها عیب من العیوب المفصلة فی المذاهب........ومنها الوقت المخصوص فلا تصح إذا فعلت قبله أو بعده(الفقه علی المذاهب الأربعة ،لعبد الرحمن الجزیری، ج ۱ ص ۶۴۴تا۶۴۷ ،ملخصاً،مباحث الأضحیة)

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہر سال کے عوض قربانی کے قابل ایک درمیانی درجے کی بھیڑ یا بکری کی قیمت کا صدقہ کرے۔ [1]

[1] حیوان معین نہ ہونے کی صورت میں تصدق میں اختیار ہے کہ درمیانی درجے کا کوئی حیوان صدقہ کردے، یا اس کی قیمت، اور اعتبار یوم الاداء کا ہے، جس طریقہ سے سوائم کی زکاۃ میں، بوقتِ اداء دونوں میں لزومِ مساوات ہے۔

البتہ اگر کسی معین جانور کی نذر ہو، یا بقول مشہور شراءِ فقیر سے حیوان متعین ہوگیا ہو، تو اسی حیوان کا زندہ تصدق لازم ہے، اور بصورتِ استہلاک اس دن کی قیمت کا تصدق لازم ہوگا، اور ایامِ نحر گزرنے کے بعد قربانی کا حکم نفسِ حیوان سے قیمت کی طرف منتقل ہوجاتا ہے، اور ایامِ نحر گزرنے کے بعد جانور کا ہلاک ہوجانا، یا اس کی بیع کردینا حکماً استہلاک ہے، جیسا کہ اگلے مسئلہ کے ذیل میں آتا ہے (کذا فی احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۵۳۴)

ثم قضاؤها قد يكون بالتصدق بعين الشاة حية وقد يكون بالتصدق بقيمة الشاة؛ فإن كان أوجب التضحية على نفسه بشاة بعينها فلم يضحها حتى مضت أيام النحر يتصدق بعينها حية؛ لأن الأصل فى الأموال التقرب بالتصدق بها لا بالإتلاف وهو الإراقة إلا أنه نقل إلى الإراقة مقيدا فى وقت مخصوص حتى يحل تناول لحمه للمالك والأجنبى والغني والفقير؛ لكون الناس أضياف الله -عز شأنه -فى هذا الوقت، فإذا مضى الوقت عاد الحكم إلى الأصل وهو التصدق بعين الشاة سواء كان موسرا أو معسرا لما قلنا(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج۵، ص ۶۸، كتاب التضحية، فصل فى أنواع كيفية الوجوب)

(و) تصدق (بقيمتها غنى شراها أولا) لتعلقها بذمته بشرائها أولا، فالمراد بالقيمة قيمة شاة تجزى فيها(الدر المختار)

(قوله وتصدق بقيمتها غنى شراها أو لا) كذا فى الهداية وغيرها كالدرر .وتعقبه الشيخ شاهين بأن وجوب التصدق بالقيمة مقيد بما إذا لم يشتر، أما إذا اشترى فهو مخير بين التصدق بالقيمة أو التصدق بها حية كما فى الزيلعي أبو السعود(ردالمحتار، ج۶ ص ۳۲۱، كتاب الاضحية)

لا يجوز دفع القيمة فى الضحايا والهدايا والعتق؛ لأن معنى القربة إراقة الدم وفى العتق نفى الرق وذلک لا يتقوم بحر عن غاية البيان، ثم قال :ولا يخفى أنه مقيد ببقاء أيام النحر، أما بعدها فيجوز دفع القيمة كما عرف فى الأضحية .اهـ(ردالمحتار، ج۲ ص ۲۸۶، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم)

أقول :وليس هذا أيضا بشيء ، لأن مراد المصنف هناک فوات أداء الاضحية بمضى الوقت لا سقوطها بالكلية فى حق المقيم أيضا، فإن الأداء وهو تسليم عين الثابت بالأمر يفوت بمضى الوقت فى الواجبات المؤقتة مطلقا، لأن الوقت شرط لأدائها على ما عرف فى أصول الفقه.

وأما القضاء وهو تسليم مثل الواجب بالأمر فلا يسقط بمضى الوقت، وإنما الفائت بمضيه شرط الوقت لا غير، وهذا أيضا مما عرف فى أصول الفقه، وقد تقرر فيه أيضا أن القضاء قد يكون بمثل معقول كالصلاة للصلاة، وقد يكون بمثل غير معقول كالفدية للصوم وثواب النفقة للحج، وعدوا الأضحية من القسم الثاني وقالوا :إن أداء ها فى وقتها بإراقة الدم وقضاء ها بعد مضى وقتها بالتصدق بعينها أو بقيمتها، فقول ذلک البعض ثم ظاهر قول المصنف وتفوت بمضى الوقت يدل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۲…… اگر کسی نے کوئی قربانی کا جانور زبان سے منت مان کر متعین کر رکھا تھا، خواہ یہ منت ماننے والا شخص امیر ہو یا غریب، یا غریب نے قربانی کی نیت سے جانور خرید رکھا تھا، تو اب قربانی کے دن گزرنے کے بعد اسی زندہ جانور کو غریب مستحقِ زکاۃ پر صدقہ کرنا چاہیے، اور اگر اس جانور کو فروخت کر دیا، یا قربانی کا وقت گزرنے کے بعد یہ جانور فوت ہو گیا، تو اس کی قیمت اور ذبح کر دیا تو اس کا سارا گوشت پوست صدقہ کرنا چاہیے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

على أن وجوبها ليس بالقدرة الممكنة غير مسلم، وقوله وإلا لم تسقط وكان عليه أن يضحى وإن لم يشتر شاة فى يوم النحر ليس بصحيح، إذ لم يقل أحد بسقوطها بعد وجوبها حتى يصح قوله وإلا لم تسقط، ولم يقل أحد بصحة أداء المؤقتات بعد مضى وقتها حتى يصح قوله وكان عليه أن يضحى وإن لم يشتر شاة فى يوم النحر فإن التضحية إراقة الدم، وهى إنما تقبل فى وقت الأداء لا بعده، وإنما الذى يلزم بعده قضاؤها وهو إنما يكون بالتصدق بعينها أو بقيمتها لا بغيره (فتح القدير، ج۹،ص۵۰۷،كتاب الأضحية)

فبين أن المراد إذا لم يشترها قيمة شاة تجزء فى الأضحية كما فى الخلاصة وغيرها .قال القهستانى، أو قيمة شاة وسط كما فى الزاهدى والنظم وغيرهما (ردالمحتار، ج٦، ص ٣٢١، كتاب الأضحية)

(قوله وفى أقله بحسابه) أى يلزمه التصدق بقدره من قيمة الشاة الوسط بحر (ردالمحتار، ج٢، ص ٦١٩، كتاب، الحج، باب الهدى)

فبقدر الشاة الوسط تجزىء عن الشاة (تحفة الفقهاء، ج ا ، ص٣٣٨، باب صدقة الفطر، كتاب الزكاة)

واختلف على قوله فى السوائم فقيل يوم الوجوب وقيل يوم الأداء حسب الاختلاف السابق وتمامه فيه، وفى المحيط يعتبر فى قيمة السوائم يوم الأداء بالإجماع، وهو الأصح (البحرالرائق، ج٢ص٢٣٨، كتاب الزكاة)

وفى السوائم يوم الأداء إجماعا، وهو الأصح (الدرالمختار)

(قوله وهو الأصح) أى كون المعتبر فى السوائم يوم الأداء إجماعا هو الأصح فإنه ذكر فى البدائع أنه قيل إن المعتبر عنده فيها يوم الوجوب، وقيل يوم الأداء .اهـ.

وفى المحيط :يعتبر يوم الأداء بالإجماع وهو الأصح اهـ فهو تصحيح للقول الثانى الموافق لقولهما، وعليه فاعتبار يوم الأداء يكون متفقا عليه عنده وعندهما (رد المحتار على الدر المختار، ج ٢ ص ٢٨٦، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم)

والإشارة بهنا فى كلام الجوهرة إلى باب زكاة السائمة؛ لأن اعتبار القيمة فى السائمة يوم الأداء بالاتفاق و الخلاف فى زكاة المال فتعتبر القيمة وقت الأداء فى زكاة المال على قولهما وهو الأظهر (حاشية الشرنبلالى على دررالحكام شرح غرر الاحكام، ج ا ص ١٨١، كتاب الزكاة، باب زكاة المال)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور ذبح کرنے کی صورت میں اگر ذبح شدہ جانور کی قیمت زندہ جانور سے کم ہوگئی ہے تو جتنی قیمت کم ہوئی، اس کے بقدر صدقہ کرنا بھی ضروری ہے، اگر گوشت پوست میں سے کچھ خود استعمال کرلیا تو اس کے بقدر قیمت بھی صدقہ کرنی چاہئے (کیونکہ اب قربانی کی قربت اس جانور کے اراقتِ دَم کے بجائے تصدُّق سے تبدیل ہوگئی ہے، اور اسی وجہ سے ذبح کرنے کی صورت میں اگر زندہ جانور کی قیمت کے مقابلہ میں کچھ کمی آئی ہے، تو اس کا تصدق بھی واجب ہورہا ہے) [1]

---

[1] اگر ناذِر نے متعین جانور کی قربانی کی نذر مانی ہوئی تھی، یا غریب نے جانور قربانی کے لئے خرید رکھا تھا (جو کہ حکمی نذر ہے) اور وہ جانور قربانی کے دِنوں میں فوت ہوجائے، تو اس پر دوسرے جانور کی قربانی واجب نہیں، کیونکہ محلِ وجوب فوت ہونے سے قربانی کا حکم ساقط ہوگیا ہے، اور ایامِ اضحیہ میں اصل حکم قربانی کا ہے، اور قربانی کے دن گزرنے کے بعد جانور کی قربانی کا حکم، حیوان سے قیمت کی طرف منتقل ہوجاتا ہے، اب ایامِ اضحیہ گزرنے کے بعد جانور کے فوت ہونے یا بیع کردینے کی صورت میں ادائیگی زندہ جانور کو صدقہ کرنے کی صورت میں تو ممکن نہیں، اس لئے قیمت کا تصدق واجب ہے، کیونکہ اس کے ذمہ میں اراقتِ دَم کے بجائے اس کا تصدق لازم ہوگیا تھا، یعنی اراقتِ دَم کی قربت تصدق سے تبدیل ہوگئی تھی، اور تصدق میں مالیت مقصود ہوتی ہے، جیسا کہ اگر کوئی متعین جانور کے ذبح کی نذر مانے، تو اس جانور کے فوت ہونے یا بیع کردینے کی صورت میں بھی اس پر اتنی مالیت کا تصدق واجب ہوتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

قالوا أيام النحر ثلاثة أفضلها أولها فإذا مضت هذه الأيام فقد فات الذبح فى حق من لم يذبح حتى لا يجوز له أن يذبح ثم إن كان أوجب شاة بعينها أو اشتراها ليضحى بها فمضت أيام النحر قبل أن يذبحها تصدق بها حية ولا ينقص منها شيئا من الشعر واللبن ولا يأكل من لحمها لأنه انتقل الواجب من إراقة الدم إلى التصدق .وإن لم يوجب أو لم يشتر والرجل موسر وقد مضت أيام النحر فإن عليه أن يتصدق بقيمة الشاة التى تجوز فى الأضحية لما قلنا (تحفة الفقهاء، ج۳ص ۸۴ ،كتاب الأضحية)

وأما الثانى فنقول إنها لا تقضى بالإراقة؛ لأن الإراقة لا تعقل قربة وإنما جعلت قربة بالشرع فى وقت مخصوص فاقتصر كونها قربة على الوقت المخصوص فلا تقضى بعد خروج الوقت، ثم قضاؤها قد يكون بالتصدق بعين الشاة حية وقد يكون بالتصدق بقيمة الشاة؛ فإن كان أوجب التضحية على نفسه بشاة بعينها فلم يضحها حتى مضت أيام النحر يتصدق بعينها حية؛ لأن الأصل فى الأموال التقرب بالتصدق بها لا بالإتلاف وهو الإراقة إلا أنه نقل إلى الإراقة مقيدا فى وقت مخصوص حتى يحل تناول لحمه للمالك والأجنبى والغنى والفقير؛ لكون الناس أضياف الله -عز شأنه -فى هذا الوقت، فإذا مضى الوقت عاد الحكم إلى الأصل وهو التصدق بعين الشاة سواء كان موسرا أو معسرا لما قلنا.

وكذلك المعسر إذا اشترى شاة ليضحى بها فلم يضح حتى مضى الوقت؛ لأن الشراء للأضحية من الفقير كالنذر بالتضحية وأما الموسر إذا اشترى شاة للأضحية فكذلك الجواب(بدائع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۳...... قربانی کی ادائیگی کا وقت بارہ ذی الحجہ کے دن کا سورج غروب ہونے پر ختم ہوجاتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الصنائع، ج۵ص۶۸، کتاب التضحیة، فصل فی انواع کیفیة الوجوب)

وإن كان أوجب شاة بعينها أو اشترى شاة ليضحى بها فلم يفعل حتى مضت أيام النحر تصدق بها حية ولا يجوز الأكل منها، فإن باعها تصدق بثمنها فإن ذبحها وتصدق بلحمها جاز، فإن كانت قيمتها حية أكثر تصدق بالفضل، ولو أكل منها شيئا غرم قيمته، فإن لم يفعل ذلک حتى جاء أيام النحر من العام القابل فضحى بها عن العام الماضى لم يجز، فإن باعها بعد أيام النحر يتصدق بثمنها، فإن باعها بما يتغابن الناس فيه أجزأه، وإن باعها بما لا يتغابن الناس فيه تصدق بالفضل كذا فى الظهيرية(الفتاوى الهندية، ج۵ص۲۹۷، كتاب الأضحية، الباب الرابع فيما يتعلق بالمكان والزمان)

ولو عقل أضحية حتى مضت أيام النحر أو ضاعت فأصابها بعد أيام النحر فليس عليه أن يذبحها ولكن يتصدق بها ولا يترک منها شيئا (الجوهرة النيرة، ج۲ص۱۸۸، كتاب الأضحية، وقت الأضحية)

(ولو) (تركت التضحية ومضت أيامها) (تصدق بها حية ناذر) فاعل تصدق (لمعينة) ولو فقيرا، ولو ذبحها تصدق بلحمها، ولو نقصها تصدق بقيمة النقصان أيضا ولا يأكل الناذر منها؛ فإن أكل تصدق بقيمة ما أكل (وفقير) عطف عليه (شراها لها) لوجوبها عليه بذلک حتى يمتنع عليه بيعها (و) تصدق (بقيمتها غنى شراها أولا) لتعلقها بذمته بشرائها أولا، فالمراد بالقيمة قيمة شاة تجزى فيها(الدرالمختار)

(قوله ولو تركت التضحية إلخ) شروع فى بيان قضاء الأضحية إذا فاتت عن وقتها فإنها مضمونة بالقضاء فى الجملة كما فى البدائع(قوله ومضت أيامها إلخ) قيد به لما فى النهاية: إذا وجبت بإيجابه صريحا أو بالشراء لها، فإن تصدق بعينها فى أيامها فعليه مثلها مكانها، لأن الواجب عليه الإراقة وإنما ينتقل إلى الصدقة إذا وقع اليأس عن التضحية بمضى أيامها، وإن لم يشتر مثلها حتى مضت أيامها تصدق بقيمتها، لأن الإراقة إنما عرفت قربة فى زمان مخصوص ولا تجزيه الصدقة الأولى عما يلزمه بعد لأنها قبل سبب الوجوب اهـ (قوله تصدق بها حية) لوقوع اليأس عن التقرب بالإراقة، وإن تصدق بقيمتها أجزأه أيضا لأن الواجب هنا التصدق بعينها وهذا مثله فيما هو المقصود اهـ ذخيرة......قوله ولو نقصها) أى الذبح بأن كانت قيمتها بعد الذبح أقل منه قبله تتارخانية(قوله بقيمة النقصان) المناسب إسقاط قيمة، أو يقول بقدر النقصان لأن الفرض أن النقصان من القيمة لا من ذات الشاة تأمل(قوله ولا يأكل الناذر منها) أى نذرا على حقيقته كما علمت. وأقول: الناذر ليس بقيد لأن الكلام فيما إذا مضى وقتها ووجب عليه التصدق بها حية أو بقيمتها، ولذا لو ذبحها ونقصها يضمن النقصان وهذا يشمل الفقير إذا شراها لها، يدل عليه ما فى غاية البيان إذا أوجب شاة بعينها أو اشتراها ليضحى بها فمضت أيام النحر قبل أن يذبحها تصدق

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

لہٰذا اگر کوئی شخص اپنی قربانی کسی دور دراز ایسے علاقے میں کرائے، کہ وہاں کے اوقات میں اور جہاں قربانی کرانے والا موجود ہے، وہاں کے اوقات میں غیر معمولی تفاوت وفرق ہو، مثلاً جہاں قربانی کرانے والا موجود ہے، وہاں پر قربانی کے تیسرے دن کا سورج غروب ہو چکا ہے، لیکن جہاں اس کی قربانی کا جانور ذبح کیا جاتا ہے، وہاں قربانی کے تیسرے دن کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بها حية، ولا يأكل من لحمها لأنه انتقل الواجب من إراقة الدم إلى التصدق، وإن لم يوجب ولم يشتر وهو موسر وقد مضت أيامها تصدق بقيمة شاة تجزى للأضحية اهـ ففيه دلالة واضحة على ما قلنا، ثم رأيته في الكفاية قال بعد قوله أو فقير شراها لها وإن ذبح لا يأكل منها، وسيأتي له مزيد بيان إن شاء الله تعالى(ردالمحتار، ج٦ص ٣٢٠، ٣٢١، كتاب الاضحية،ملخصاً)

(فإن فات وقتها قبل ذبحها) أي ولو لم يضح ما أوجب على نفسه بأن عين شاة في ملكه، وقال لله على أن أضحي بهذه الشاة (لزم التصدق بعين المنذورة حية) سواء كان ذلك الموجب فقيرا أو غنيا .ولو نذر أن يضحي ولم يسم شيئا يقع على الشاة ولا يأكل الناذر منها ولو أكل فعليه قيمة ما أكله؛ لأن سبيلها التصدق وليس للمتصدق أن يأكل من صدقته.(وكذا) أي لزم التصدق بعين المنذورة حية (ما شراها فقير للتضحية) ؛ لأن الفقير إنما تجب عليه إذا شراها بنية التضحية فيتعلق بالمحل (والغني يتصدق بقيمتها شراء) أي الشاة (أولا) لأن الواجب يتعلق بذمته(مجمع الانهر، ج٢ص ٥١٩، كتاب الاضحية)

وفي الأضاحي للزعفراني: اشترى أضحية، فأوجبها، ثم باعها، ولم يضح ببدلها حتى مضى أيام النحر؛ تصدق بقيمته التي باع، فإن لم يبعها حتى مضت أيام النحر؛ تصدق بها حية، فإن ذبحها، وتصدق بلحمها جاز، فإن كان قيمتها حية أكثر تصدق بالفضل، ولو أكل منها شيئاً غرم قيمته؛ لأنه فوت المبدل، فيجب عليه البدل، فإن لم يفعل ذلك حتى جاء أيام النحر آخر فضحى بها عن العام الأول؛ لم يجزه؛ لأن إراقة الدم عرفت قربة بالنص، والنص شرعاً قربة اداء بالامضاء ، وإن كان باعها بعدما مضت أيام النحر تصدق بثمنها، فإن باعها بما يتغابن الناس فيه أجزأه بما لا يتغابن الناس فيه تصدق بالفضل(المحيط البرهاني، ج ٨ص ٤٦٤، ٤٦٥، كتاب الاضحية، الفصل الرابع فيما يتعلق بالمكان، والزمان)

لو لم يضح حتى مضت وقته، فالغني إن نذر أن يضحي بهذه الشاة؛ أي شاة بعينها يلزمه التصدق بقيمتها شراها للتضحية أو لا؛ لأن الواجب يتعلق بذمته، وكذا الفقير أوجب على نفسه شراها للأضحية، يلزمه التصدق بعينها؛ لأنه يتعلق بالمحل، ووقع اليأس عن التقرب بالإراقة، وقد بقي العين مستحق الصرف إلى الله، فيلزمه التصدق بعينها، وإنما يجب على الفقير بالشراء بنية الأضحية؛ لأن الشراء من الفقير مقرونا بنية التضحية، بمنزلة النذر، فإذا تعذر الذبح بفوات وقتها فعليه التصدق كالجمعة يقضي ظهرا بعد فوات وقتها، قاله العلوي(عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، كتاب المساقاة والذبائح والاضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

سورج غروب نہیں ہوا، تو وہاں اس شخص کی قربانی کی ادائیگی درست نہیں ہوگی (کیونکہ بارہ ذی الحجہ کے غروب کے بعد قربانی والے شخص کے حق میں وقت فوت ہوگیا ہے، اور قربانی کا عمل صدقہ سے تبدیل ہوگیا ہے)

(اس مسئلہ کی تفصیل آگے تحقیقی مسائل میں ملاحظہ فرمائیں)

مسئلہ نمبر ۴...... اگر ایک شخص نے اونٹ یا گائے قربانی کے لئے خریدی، اور ایک حصہ تو اس میں موجودہ قربانی کی نیت سے رکھا، اور باقی چھ حصے گزشتہ زمانے کی قضا شدہ قربانیوں کی نیت سے رکھے، تو موجودہ قربانی درست ہوجائے گی، اور گزشتہ زمانے کی قضا شدہ قربانیاں درست نہیں ہونگیں۔

کیونکہ قربانی کی قضاء میں جانور ذبح کرنے کے بجائے صدقہ واجب ہوا کرتا ہے۔ [۱]

اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص گزشتہ سالوں کی قربانی کی قضاء کی نیت سے پورا جانور ذبح کرے، تو اس سے اس کی قربانی کی قضاء کی ادائیگی نہیں ہوگی۔

کیونکہ اس کے ذمے ہر سال کی قربانی کی قضاء کے بدلے میں ایک درمیانہ درجے کی بکری یا بھیڑ یا اُس کی قیمت کا صدقہ لازم ہو چکا ہے۔

اب اگر جانور کے ذبح ہونے کے بعد وہ اس کے گوشت کو غریبوں پر صدقہ کردے، تو ہر سال کے بدلے میں ایک درمیانہ درجے کی بکری یا بھیڑ کی قیمت میں جتنی مقدار کی کمی آئی ہے، اُتنا حساب لگا کر مزید رقم کا صدقہ کرنا بھی واجب ہوگا۔ [۲]

---

[۱] ولو اشترى بقرة للأضحية ونوى السبع منها لعامه هذا وستة أسباعها عن السنين الماضية يجوز عن العام ولا يجوز عن الأعوام الماضية، كذا في خزانة المفتين(الفتاوىٰ الهندية، ج۵ص ۳۰۵، كتاب الاضحية، الباب الثامن)

و لو اشترى بقرة للأضحية و نوى السبع منها لعامه هذا و ستة أسباعه عن السنين الماضية لا يجوز عن الماضية و يجوز عن العام(فتاوى قاضى خان، ج۳ص ۲۰۹، كتاب الأضحية)

[۲] وفي الأضاحي للزعفراني : اشترى أضحية، فأوجبها، ثم باعها، ولم يضح ببدلها حتى مضى أيام النحر؛ تصدق بقيمته التي باع، فإن لم يبعها حتى مضت أيام النحر؛ تصدق بها حية، فإن ذبحها،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۵...... جس شخص پر قربانی واجب ہو، اور اس نے قربانی کے دنوں میں قربانی نہ کی ہو، اور نہ ہی بعد میں قربانی کی قیمت صدقہ کی ہو، تو فوت ہونے سے پہلے اس پر قربانی کی قیمت کے صدقہ کرنے کی وصیت کرنا واجب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۶...... جس شخص نے فوت ہونے سے پہلے قربانی کی وصیت کی، مگر قربانی کے جانور کی کوئی تعیین وتخصیص اور صفت بیان نہیں کی، اور نہ ہی قیمت وغیرہ کی تعیین کی، تو ایسی صورت میں قربانی کے ایک چھوٹے جانور (بکری وغیرہ) سے وصیت پوری کی جائے گی۔ [2]

قربانی کے جانور کو ذبح کرنے سے متعلق احکام وآداب

اسلام میں جہاں ایک طرف جانوروں پر رحم کی تاکید اور ان کے تفصیلی حقوق بیان کئے گئے ہیں، وہاں دوسری طرف ضرورت ومصلحت کی خاطر جانور کو ذبح کرنے کے متعلق بھی ایسے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وتصدق بلحمها جاز، فإن كان قيمتها حية أكثر تصدق بالفضل، ولو أكل منها شيئاً غرم قيمته؛ لأنه فوت المبدل، فيجب عليه البدل، فإن لم يفعل ذلک حتى جاء أيام النحر آضر فضحى بها عن العام الأول؛ لم يجزه؛ لأن إراقة الدم عرفت قربة بالنص، والنص شرعاً قربة اداء بالامضاء، وإن كان باعها بعدما مضت أيام النحر تصدق بثمنها، فإن باعها بما يتغابن الناس فيه أجزأه بما لا يتغابن الناس فيه تصدق بالفضل(المحيط البرهانى، ج۸ص ۴۶۴، ۴۶۵، كتاب الاضحية، الفصل الرابع فيما يتعلق بالمكان، والزمان)

[1] ومن وجبت عليه الأضحية فلم يضح حتى مضت أيام النحر ثم حضرته الوفاة فعليه أن يوصى بأن يتصدق عنه بقيمة شاة من ثلث ماله؛ لأنه لما مضى الوقت فقد وجب عليه التصدق بقيمة شاة فيحتاج إلى تخليص نفسه عن عهدة الواجب، والوصية طريق التخليص فيجب عليه أن يوصى كما فى الزكاة والحج وغير ذلک(بدائع الصنائع ،ج۵،ص۶۸، كتاب التضحية،فصل فى أنواع كيفية الوجوب)
لو كان موسراً فى أيام النحر، فلم يضح حتى مات قبل مضى أيام النحر؛ سقطت عنه الأضحية حتى لا يجب عليه الإيصاء، ولو مات بعد مضى أيام النحر لم يسقط عنه التصدق بقيمة الشاة؛ حتى لزمه الإيصاء به، أشار إلى أن الوجوب يتعلق بآخر الوقت كما فى الصلاة(المحيط البرهانى، ج۶ ص۸۶، كتاب الأضحية،الفصل الأول فى بيان وجوب الأضحية ومن لا تجب)

[2] ولو أوصى بأن يضحى عنه ولم يسم شاة ولا بقرة ولا غير ذلک ولم يبين الثمن أيضا جاز ويقع على الشاة، بخلاف ما إذا وكل رجلا أن يضحى عنه ولم يسم شيئا ولا ثمنا أنه لا يجوز، والفرق أن الوصية تحتمل من الجهالة شيئا لا تحتمله الوكالة فإن الوصية بالمجهول وللمجهول تصح ولا تصح الوكالة(بدائع الصنائع، ج۵، ص۶۸، كتاب التضحية، فصل فى أنواع كيفية الوجوب)

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

احکام مقرر کئے گئے ہیں، کہ جن میں انسانوں اور جانوروں کی شان کی پوری رعایت کی گئی ہے، تاکہ جانور کو بھی تکلیف کم از کم ہو، اور انسان کے لئے پاکیزہ اور طیّب چیز میسر آئے۔

پہلے اس سلسلہ میں چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں، جس کے بعد اس موضوع سے متعلق ان شاء اللہ تعالیٰ مسائل ذکر کئے جائیں گے۔

حضرت جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ أَوْ يَنْحَرْ، فَلْيَذْبَحْ أَوْ يَنْحَرْ بِاسْمِ اللّٰهِ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: اور جس نے (ابھی تک) ذبح یا نحر نہیں کیا، تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ کے نام سے ذبح یا نحر کرے (ترجمہ ختم)

ذبح اور نحر میں فرق آگے آتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

شَهِدْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَضْحٰى بِالْمُصَلّٰى، فَلَمَّا قَضٰى خُطْبَتَهُ نَزَلَ عَنْ مِنْبَرِهٖ، فَأُتِيَ بِكَبْشٍ، فَذَبَحَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ، وَقَالَ: بِسْمِ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، هٰذَا عَنِّيْ وَعَمَّنْ لَّمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِيْ (سنن الترمذی) [2]

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید الاضحیٰ کے دن عید الاضحیٰ کی نماز میں عید گاہ میں حاضر ہوا، جب آپ نے اپنا خطبہ مکمل فرمادیا، تو منبر سے نیچے اترے، اور ایک مینڈھے کو لایا گیا، پھر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

---

[1] رقم الحدیث ۱۸۸۰۵، مؤسسة الرسالة، بیروت.
فی حاشیة مسند احمد: اسناده صحیح علی شرط الشیخین.

[2] رقم الحدیث ۱۵۲۱، باب من ابواب الاضاحی، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی -مصر.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہاتھ سے ذبح کیا، اور فرمایا کہ بسم اللہ واللہ اکبر، یہ میری طرف سے ہے، اور ان لوگوں کی طرف سے ہے، جنہوں نے میری امت میں سے قربانی نہیں کی (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کرنے والے کو ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام لینا چاہئے، جس کا سنت طریقہ ''بسم اللہ، اللہ اکبر'' پڑھنا ہے۔ [1]

اور حضرت ابنِ عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَرِيطَةِ الشَّيْطَانِ زَادَ ابْنُ عِيسٰى فِيْ حَدِيْثِهٖ: وَهِيَ الَّتِيْ تُذْبَحُ فَيُقْطَعُ الْجِلْدُ وَلَا تُفْرٰى

---

[1] قال الترمذی :هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الوَجْهِ وَالعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ العِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ :أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ إِذَا ذَبَحَ :بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ المُبَارَكِ وَالمُطَّلِبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْطَبٍ يُقَالُ إِنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ جَابِرٍ.

وفی رواية بسم الله ،الله اكبر، بغير الواو.

عَنْ أَبِي عَيَّاشٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَبَحَ يَوْمَ الْعِيدِ كَبْشَيْنِ، ثُمَّ قَالَ حِينَ وَجَّهَهُمَا :إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ مِنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ (صحيح ابن خزيمة، رقم الحديث ۲۸۹۹)

قال الأعظمی :إسناده صحيح.

أبو عياش -هو ابن النعمان المعافری المصری -روى عنه ثلاثة، وقال الذهبی :شيخ .وصحح ابن خزيمة والحاكم والذهبی حديثه هذا .م.ن.ر

وفی المحيط البرهانی.

قال البقالی :والمستحب أن يقول :باسم الله والله أكبر، وذكر شمس الأئمة الحلوانی رحمه الله فی شرح كتاب الصيد المستحب أن يقول :بسم الله؛ الله أكبر بدون الواو؛ قال :ومع الواو يكره (المحيط البرهانی، ج۸ص ۴۵۱، كتاب الذبائح، الفصل الرابع)

وفی البناية شرح الهداية.

وفی "الذخيرة" قال البقال :والمستحب أن يقول :باسم الله، الله أكبر، يعنی بدون الواو .ثم قال :وذكر شمس الأئمة الحلوانی :ويستحب أن يقول :بسم الله .الله أكبر يعنی بدون الواو .لأن الواو تقطع فور التسمية .قال الأترازی -رَحِمَهُ اللَّهُ -:وفيه نظر.

قلت :نظره صحيح، لأن الذی ثبت فی الحديث الصحيح علی ما ذكرنا بالواو (البناية شرح الهداية، ج ۱۱، ص ۵۴۹، كتاب الذبائح)

Idara Ghufran

اَلْأَوْدَاجُ، ثُمَّ تُتْرَکُ حَتّٰی تَمُوْتَ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کے شریطہ سے منع فرمایا، ابنِ عیسیٰ نے اپنی حدیث میں آگے یہ بھی بیان فرمایا کہ شیطان کا شریطہ وہ ہے کہ جس کو ذبح کر دیا جائے، پھر اس کی جلد کاٹ لی جائے، اور تمام رگیں نہ کاٹی جائیں، پھر اسے اسی طرح مرنے کے لئے چھوڑ دیا جائے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ شرعی طریقہ پر ذبح کے لئے جانور کے گلے کی مخصوص رگیں کاٹنا ضروری ہے۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ فَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ (مسلم) [2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ احسان (اور نیکی) کرنے کو ضروری فرمایا ہے، لہٰذا جب تم (کسی کو شرعی ضرورت سے) قتل کیا کرو، تو اچھے طریقے سے قتل کیا کرو، اور جب تم (کسی جانور کو) ذبح کیا کرو، تو اچھے طریقے سے ذبح کیا کرو، اور تم میں سے جو کوئی ذبح کیا کرے، وہ اپنی چھری کو تیز کر لیا کرے، اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچایا کرے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ جانور کو تیز چھری سے ذبح کرنا چاہئے، اور اپنی طرف سے اس کو راحت پہنچانے کا اہتمام کرنا چاہئے، اور بے جا تکلیف پہنچانے والے کاموں سے بچنا چاہئے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ٢٨٢٦، كتاب الضحايا، باب فى المبالغة فى الذبح، المكتبة العصرية.

[2] رقم الحديث ١٩٥٥، كتاب الصيدو الذبائح، باب الأمر بإحسان الذبح والقتل وتحديد الشفرة، دار إحياء التراث العربى -بيروت.

[3] (فإذا قتلتم) قودا أو حدا غير قاطع طريق وزان محصن لإفادة نص آخر التشديد فيهما وغيره نحو حشرات وسباع فلا حظ لهما فى الإحسان على ما قيل لكنه عليل إذ وجوب قتلها لا ينافى إحسان كيفيته، وفرع هذا وما بعده على ما قبله مع أن صور الإحسان لا تحصر لكونها الغاية

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :مَنْ رَّحِمَ ذَبِیْحَةً رَحِمَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (المعجم الکبیر للطبرانی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ذبح کئے جانے والے جانور پر رحم کیا، تو اس پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن رحم فرمائیں گے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ ذبیحہ کے ساتھ نرمی اور شفقت کا معاملہ کرنا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحم حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَجُلٍ وَاضِعٍ رِجْلَهٗ عَلٰی صَفْحَةِ شَاةٍ، وَهُوَ یَحُدُّ شَفْرَتَهٗ، وَهِیَ تَلْحَظُ إِلَیْهِ بِبَصَرِهَا، قَالَ: أَفَلَا قَبْلَ هٰذَا؟أَوَ تُرِیْدُ أَنْ تُمِیْتَهَا مَوْتَتَانِ (المعجم الکبیر للطبرانی) ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فی إیذاء الحیوان فإذا طلب الإحسان إلیهما فغیرهما أولی (فأحسنوا القتلة) بکسر القاف هیئة القتل بأن یختاروا أسهل الطرق وأخفها إیلاما وأسرعها زهوقا لکن تراعی المثلیة فی القاتل فی الهیئة والآلة إن أمکن وإلا کلواط وسحر فالسیف (وإذا ذبحتم) بهیمة تحل (فأحسنوا الذبحة) بالکسر بالرفق بها فلا یصرعها بعنف ولا یجرها لتذبح بعنف وبإحداد الآلة وتوجیهها للقبلة والتسمیة والإجهاز ونیة التقرب بذبحها وإراحتها وترکها إلی أن تبرد وشکر الله حیث سخرها لنا ولم یسلطها علینا ولا یذبحها بحضرة أخری سیما بنتها أو أمها (ولیحد أحدکم) أی کل ذابح (شفرته) بالفتح وجوبا فی الکالة وندبا فی غیرها وهی السکین وشفرتها حدها فسمیت به تسمیة للشیء باسم جزئه وینبغی مواراتها منها حال حدها للأمر به فی خبر (ولیرح) بضم أوله من أراح إذا حصلت له راحة (ذبیحته) بسقیها عند الذبح ومر السکین علیها بقوة لیسرع موتها فترتاح وبالإمهال بسلخها حتی تبرد ، وعطف ذا علی ما قبله لبیان فائدته إذ الذبح بآلة کالة یعذبها فراحتها ذبحها بآلة ماضیة والذبیحة فعیلة بمعنی مفعولة وتاؤها للنقل من الوصفیة إلی الإسمیة قالوا وهذا الحدیث من قواعد الدین(فیض القدیر للمناوی، تحت حدیث رقم ۱۷۶۱)

۱ رقم الحدیث ۷۹۱۳، مکتبة ابنِ تیمیة، القاهرة.

۲ رقم الحدیث ۱۱۹۱۶، مکتبة ابنِ تیمیة، القاهرة ، واللفظ لهٗ، سنن البیهقی رقم الحدیث ۱۹۱۴۱، مستدرک حاکم رقم الحدیث ۷۵۶۳) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا جس نے اپنا پیر بکری کے اوپر رکھا ہوا تھا اور اپنی چھری کو تیز کر رہا تھا اور بکری اپنی آنکھوں سے اس چھری کو دیکھ رہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے پہلے تو نے اپنی چھری کو کیوں تیز نہیں کر لیا تھا، کیا تو اس کو دو دفعہ موت (کی ایذاء) دینا چاہتا ہے (ترجمہ ختم)

دو مرتبہ موت دینے سے مراد یہ ہے کہ ایک مرتبہ تو ذبح کرنے سے بکری کی موت واقع ہو گی ہی، اور دوسری مرتبہ اسے چھری تیز کرتے ہوئے دکھا کر موت کی ایذاء پہنچے گی۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

إِذَا أَحَدَّ أَحَدُكُمُ الشَّفْرَةَ فَلَا يُحِدُّهَا وَالشَّاةُ تَنْظُرُ إِلَيْهِ (مصنف عبدالرزاق) [1]

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی چھری تیز کرے تو وہ بکری کے سامنے تیز نہ کرے (بلکہ اس سے چھپا کر یا پہلے ہی تیز کر کے رکھے) (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

أَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِّ الشِّفَارِ وَأَنْ تُوَارٰى عَنِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال الحاكم: "هذا حديث صحيح على شرط البخارى ولم يخرجاه"
وقال الذهبى فى التلخيص: على شرط البخارى.
وقال الهيثمى:
رواه الطبرانى فى الكبير، والأوسط، ورجاله رجال الصحيح. (مجمع الزوائد، ج۴ ص۳۳، باب احدادالشفرة)
وقال المنذرى:
رواه الطبرانى فى الكبير والاوسط، ورجاله رجال الصحيح، ورواه الحاكم الاانه قال: اتريد ان تميتها موتات هلاا حددت شفرتك قبل ان تضجعها وقال: صحيح على شرط البخارى (الترغيب والترهيب ج ۲ ص ۱۰۱)

[1] رقم الحديث ٨٦٠٦، كتاب المناسك، باب سنة الذبح، المكتب الاسلامى، بيروت.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

الْبَهَائِمِ وَقَالَ إِذَا ذَبَحَ أَحَدُكُمْ فَلْيُجْهِزْ (ابنِ ماجه) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری کو تیز کرنے اور جانوروں سے چھپانے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی ذبح کرے تو جلدی ذبح کرے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ جانور کو ذبح کرنے سے پہلے چھری کو تیز کر لینا چاہئے، لیکن جانور کے سامنے چھری تیز کرنا منع ہے۔

حضرت ابنِ سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

رَأٰى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَجُلًا يَسْحَبُ شَاةً بِرِجْلِهَا لِيَذْبَحَهَا فَقَالَ لَهُ وَيْلَكَ قُدْهَا إِلَى الْمَوْتِ قَوْدًا جَمِيْلًا (مصنف عبدالرزاق) ۲؎

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ بکری کو اس کے ذبح کرنے کے لئے پاؤں سے گھسیٹ کر لے جا رہا تھا، تو اس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرا ناس ہو، اس بکری کو موت کی طرف اچھے طریقے سے ہنکاؤ (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ جانور کو ذبح کرنے کے لئے بُرے طریقہ سے گھسیٹنا گناہ ہے۔

حضرت صفوان بن سلیم سے روایت ہے کہ:

كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَنْهٰى أَنْ تُذْبَحَ الشَّاةُ عِنْدَ الشَّاةِ (مصنف عبدالرزاق) ۳؎

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک بکری کو دوسری بکری کے سامنے

۱؎ رقم الحديث ۳۱۷۲، كتاب الذبائح ،باب إذا ذبحتم فأحسنوا الذبح،دار إحياء الكتب العربية ، القاهرة، مسند احمد رقم الحديث ۵۸۶۴، شعب الايمان رقم الحديث ۱۰۵۶۳ ،سنن البيهقى رقم الحديث ۱۹۱۴۰ .

۲؎ رقم الحديث ۸۶۰۵، كتاب المناسک، باب سنة الذبح،المكتب الاسلامى، بيروت.

۳؎ رقم الحديث ۸۶۱۰، كتاب المناسک، باب سنة الذبح، المكتب الاسلامى،بيروت.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ذبح کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنے سے بچنا چاہئے۔

اور حضرت مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

عَنِ الْحَسَنِ ، أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ تُسْلَخَ الشَّاةُ حَتّٰى تَبْرِدَ (مسند ابن الجعد) [1]

ترجمہ: حضرت حسن رحمہ اللہ ٹھنڈا ہونے سے پہلے بکری کی کھال کو اتارنا ناپسند فرماتے تھے (ترجمہ ختم)

اس سے معلوم ہوا کہ جانور کو ذبح کرنے کے بعد ٹھنڈا ہونے سے پہلے کھال اُتارنا یا چھیڑ چھاڑ کرنا منع ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ضَحُّوا، وَطَيِّبُوا بِهَا أَنْفُسَكُمْ؛ فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ مُسْلِمٍ يُوَجِّهُ ضَحِيَّتَهُ إِلَى الْقِبْلَةِ إِلَّا كَانَ دَمُهَا، وَفَرْثُهَا، وَصُوفُهَا حَسَنَاتٍ مُحْضَرَاتٍ فِي مِيزَانِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مصنف عبد الرزاق) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی کیا کرو، اور اس کے ذریعے سے اپنے نفسوں کو پاک کیا کرو، کیونکہ جب مسلمان اپنی قربانی کا رخ (ذبح کرنے کے لئے) قبلہ کی طرف کرتا ہے، تو اس کا خون، گوبر، اور اون قیامت کے دن میزان میں نیکیوں کی صورت میں حاضر کئے جائیں گے (ترجمہ ختم)

اس سے ذبح کے وقت قبلہ رُخ کی فضیلت معلوم ہوئی۔

---

[1] رقم الحدیث ۳۲۴۶، ج ۱ ص ۴۶۸، مؤسسة نادر، بیروت.

[2] رقم الحدیث ۸۱۶۷، کتاب المناسک، باب فضل الضحایا والهدی، وهل یذبح المحرم، المکتب الاسلامی، بیروت.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

احادیث وروایات کی روشنی میں فقہائے کرام رحمہم اللہ نے جانور اور بطورِ خاص قربانی کے جانور کے ذبح کے جو احکام وآداب بیان فرمائے ہیں، اب ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱...... جانور کا ذبح کرنا قربانی کا رکن ہے، اس لئے جانور کو صحیح طریقہ سے ذبح کرنا بہت ضروری ہے، اور بطور خاص قربانی کے جانور کو ذبح کرنے میں شرعی احکام وآداب کو بجالانے کی کوشش کرنے کی بہت اہمیت ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۲...... ذبح کرنے کے لئے قربان گاہ کی طرف جانور کو نرمی اور آہستگی سے ہانک کر لے جانا چاہئے، بلاضرورت ٹانگ، یا دم وغیرہ سے گھسیٹ اور کھینچ کر تکلیف نہ پہنچائی جائے، حتی الامکان نرمی والا معاملہ اور برتاؤ کرنا چاہئے۔ [۲]

مسئلہ نمبر ۳...... جانور کو تیز دھار دار چھری سے ذبح کرنا چاہئے، اور کند چھری سے ذبح کرنے سے اجتناب وپرہیز کرنا چاہئے، اور اگر چھری تیز کرنے کی ضرورت ہو، تو وہ پہلے سے تیز کر لینی چاہئے، جانور کو لٹانے کے بعد تیز نہ کرے، اور جانور کے سامنے بھی چھری تیز نہ کرے، کیونکہ یہ طریقہ جانور کو ایذاء وتکلیف پہنچانے میں داخل ہے۔ [۳]

مسئلہ نمبر ۴...... حتی الامکان ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے، اِلَّا یہ کہ کوئی ضرورت ومجبوری ہو۔ [۴]

---

[۱] (قوله بنية القربة) أى المعهودة وهى التضحية .قال فى البدائع :فلا تجزء التضحية بدونها لأن الذبح قد يكون للحم وقد يكون للقربة، والفعل لا يقع قربة بدون النية......(قوله وركنها ذبح إلخ) لأن ركن الشىء ما يقوم به ذلك الشىء والأضحية إنما تقوم بهذا الفعل فكان ركنا نهاية(ردالمحتار، ج۶ ص ۳۱۲، ۳۱۳، كتاب الاضحية)

[۲] وأن يسوقها إلى المنسك سوقا جميلا لا عنيفا وأن لا يجر برجلها إلى المذبح كما ذكرنا فى كتاب الذبائح(بدائع الصنائع ،ج۵ ص۷۸، كتاب التضحية،فصل فى بيان ما يستحب قبل التضحية وبعدها وما يكره)

[۳] و أن تكون آلة الذبح حادة من الحديد(الفتاوى الهندية،ج۵ ص ۳۰۰، كتاب الأضحية،الباب الخامس فى بيان محل إقامة الواجب)

[۴] جیسا کہ آج کل شہروں میں تنگ جگہ کی وجہ سے بعض اوقات دشواری پیش آتی ہے، تو یہ مجبوری میں داخل ہے۔
ويكره ان يذبح شاة والاخرى تنظر اليه (اعلاء السنن ج۱۷ ص۱۳۷ ، كتاب الذبائح، باب الامور التى يستحب مراعاتها عن الذبح واراحة الذبيحة) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۵...... سنت یہ ہے کہ جانور کو ذبح کرنے کے لئے قبلہ رخ لٹائے اور خود ذبح کرنے والا بھی قبلہ رخ ہو، اور جب تک کوئی واقعی درجے کا عذر نہ ہو، قبلہ رخ ہوئے بغیر ذبح کرنے سے پرہیز کرے۔ [1]

مسئلہ نمبر۶ ...... سنت ہے کہ جانور کو ذبح کرنے کے لئے لٹانے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اِنِّی وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفاً وَّمَا اَنَامِنَ الْمُشْرِکِیْنَ. اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَااَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ. [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وکل طریق ادی الحیوان الی تعذیب اکثر من اللازم لازھاق روحہ ، فھو داخل فی النھی ...... مثل ان یحد الشفرۃ بحضرۃ الحیوان او یذبحہ بمرآی حیوان آخر(تکملۃ فتح الملھم، ج۳ص ۵۴۰، باب الامر باحسان الذبح والقتل)

[1] (ومنھا) أن یکون الذابح مستقبل القبلۃ والذبیحۃ موجھۃ إلی القبلۃ لما روینا ولما روی أن الصحابۃ -رضی اللہ عنھم - کانوا إذا ذبحوا استقبلوا القبلۃ فإنہ روی عن الشعبی أنہ قال :کانوا یستحبون أن یستقبلوا بالذبیحۃ القبلۃ، وقولہ " :کانوا "کنایۃ عن الصحابۃ -رضی اللہ عنھم - ومثلہ لا یکذب ولأن المشرکین کانوا یستقبلون بذبائحھم إلی الأوثان فتستحب مخالفتھم فی ذلک باستقبال القبلۃ التی ھی جھۃ الرغبۃ إلی طاعۃ اللہ عز شأنہ(بدائع الصنائع ، ج۵ص ۶۰،کتاب الذبائح والصیود،فصل فی بیان شرط حل الأکل فی الحیوان المأکول)

(و) کرہ (ترک التوجہ إلی القبلۃ) لمخالفتہ السنۃ(الدر المختار،کتاب الذبائح)

(قولہ لمخالفتہ السنۃ) أی المؤکدۃ لأنہ توارثہ الناس فیکرہ ترکہ بلا عذر أتقانی(رد المحتار علی الدر المختار،ج۶ص ۲۹۶،کتاب الذبائح)

[2] عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّہِ، قَالَ :ذَبَحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ الذَّبْحِ کَبْشَیْنِ أَقْرَنَیْنِ أَمْلَحَیْنِ مُوجَأَیْنِ، فَلَمَّا وَجَّھَھُمَا قَالَ :إِنِّی وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلَی مِلَّۃِ إِبْرَاھِیمَ حَنِیفًا، وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِکِینَ، إِنَّ صَلَاتِی وَنُسُکِی وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِی لِلَّہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ لَا شَرِیکَ لَہُ، وَبِذَلِکَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِینَ(سنن ابی داوٗد، رقم الحدیث ۲۷۹۵، واللفظ لہٗ، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۳۱۲۱، مسند احمد ،رقم الحدیث ۱۵۰۲۲، سنن دارمی، رقم الحدیث ۱۹۸۹)

فی حاشیۃ مسند احمد: إسنادہ محتمل للتحسین.

وأن یدعو فیقول :اللھم منک ولک صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بعض لوگ ذبح سے پہلے جانور کی تصویریں بناتے ہیں، یہ گناہ ہے۔

مسئلہ نمبر ۷...... اگر اچھے طریقے سے ذبح کرنا جانتا ہو تو افضل یہ ہے کہ اپنی قربانی کا جانور خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے، خود تجربہ نہ رکھتا ہو تو دوسرے مسلمان سے ذبح کرائے، مگر خود بھی موجود رہے تو بہتر ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۸...... سنت یہ ہے کہ جانور کو دائیں ہاتھ سے ذبح کرے، اور ضرورت ہو تو بائیں ہاتھ سے بھی ساتھ میں مدد لینے میں حرج نہیں۔ [۲]

البتہ اگر کوئی عذر ہو مثلاً کسی کو پہلے سے عادت ہی بائیں ہاتھ سے کام کرنے کی ہو اور دائیں ہاتھ سے صحیح ذبح نہ ہوتا ہو تو پھر بائیں ہاتھ سے ذبح کرنے میں بھی حرج نہیں (لانہ عذر)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لـه وبذلک أمرت وأنا من المسلمين لما روينا، وأن يقول ذلک قبل التسمية أو بعدها لما روى عن جابر -رضى الله عنه -قال :ضحى رسول الله -صلى الله عليه وسلم -بكبشين فقال حين وجههما :وجهت وجهى للذى فطر السموات والأرض حنيفا مسلما اللهم منک ولک عن محمد وأمته بسم الله والله أكبر .

وروى عن الحسن بن المعتم الكنانى قال :خرجت مع سيدنا على بن أبى طالب -رضى الله عنه - يوم الأضحى إلى عيد فلما صلى قال يا قنبر أدن منى أحد الكبشين فأخذ بيده فأضجعه ثم قال : وجهت وجهى للذى فطر السموات والأرض حنيفا وما أنا من المشركين إن صلاتى ونسكى ومحياى ومماتى لله رب العالمين لا شريک له وبذلک أمرت وأنا من المسلمين بسم الله اللهم منک ولک بسم الله والله أكبر اللهم تقبل من على فذبحه ثم دعا بالثانى ففعل به مثل ذلک ويستحب أن يجرد التسمية عن الدعاء فلا يخلط معها دعاء وإنما يدعو قبل التسمية أو بعدها، ويكره حالة التسمية(بدائع الصنائع،ج۵ص ۷۹، ۸۰،كتاب التضحية،فصل فى بيان ما يستحب قبل التضحية وبعدها وما يكره)

[۱] فى فتاوى أهل سمرقند :الأفضل أن يضحى الرجل بيده إذا قدرعليه ، وإن لم يقدر فوض إلى غيره، وقد صح أن رسول الله ﷺ تولى البعض بنفسه، وولى علياً الباقى، وحكى أن أبا حنيفة فعل بنفسه (المحيط البرهانى،ج۸ص ۴۶۸،كتاب الأضحية،الفصل الخامس فى بيان مايجوز من الضحايا، ومالايجوز،الخ)

والأفضل أن يذبح أضحيته بيده إن كان يحسن الذبح؛ لأن الأولى فى القربات أن يتولى بنفسه، وإن كان لا يحسنه فالأفضل أن يستعين بغيره ولكن ينبغى أن يشهدها بنفسه، كذا فى الكافى(الفتاوى الهندية،ج۵ص ۳۰۰،كتاب الأضحية،الباب الخامس فى بيان محل إقامة الواجب)

[۲] ويذبح باليمين(مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر،ج۲ص ۵۱۱،كتاب الذبائح)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۹...... شرعی طریقہ پر ذبح کرنے کے بعد جانور کو اپنی حالت پر چھوڑ دے، ذبح کے بعد جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہو جائے، اس کو مزید کوئی ایذاء و تکلیف نہ پہنچائے، متعلقہ چار رگیں کاٹنے پر اکتفاء کرے، نہ تو اتنا زیادہ گردن کو کاٹے کہ گردن کٹ کر الگ ہی ہو جائے، نہ ہی حرام مغز وغیرہ میں چھری گھونپے، اور نہ ہی اس کی گردن توڑے، اور نہ ہی ایک سے زیادہ جگہ سے ذبح کرے۔

بعض قصاب جانور کو مکمل ذبح کرنے کے بعد ٹھنڈا ہونے سے پہلے، کسی حصہ سے کھال اتارنا شروع کر دیتے ہیں، یا جانور کے حرام مغز میں چھُری گھونپ کر اس کو زور زبردستی سے جلدی ٹھنڈا کرنا چاہتے ہیں، اور بعض لوگ اونٹ کو تین تین جگہ سے ذبح کرتے ہیں۔

یہ سب صورتیں جانور کو بے جا تکلیف پہنچانے میں داخل ہونے کی وجہ سے منع ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ایک دفعہ جانور کو مخصوص جگہ سے شرعی طریقہ پر ذبح کرنے کے بعد اپنی حالت پر چھوڑ دینا چاہئے، اور اس کے خود سے ٹھنڈا ہونے کا انتظار کرنا چاہئے، اس کے بعد ہی کھال وغیرہ اُتارنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ [1]

---

[1] ویستحب أن یتربص بعد الذبح بقدر ما یبرد ویسکن من جمیع أعضائه وتزول الحیاة من جمیع جسده، ویکره أن یضحی ویسلخ قبل أن یبرد، هکذا فی البدائع(الفتاوی الهندیة، ج۵ص ۳۰۰، کتاب الأضحیة، الباب الخامس فی بیان محل إقامة الواجب)

(و) کره (النخع) أی الذبح الشدید حتی یبلغ النخاع وهو بالفارسیة "حرام مغز "(درر الحکام شرح غررالاحکام، ج ۱ ص ۲۷۷، کتاب الذبائح)

(قوله :حتی یبلغ النخاع) هو خیط أبیض فی جوف عظم الرقبة وفیه إشارة إلی أن قطع الرأس مکروه بالأولی وبه صرح فی الکنز ، وقیل فی تفسیر النخاع أن یمد رأسها حتی یظهر مذبحها ، وقیل أن یکسر رقبتها قبل أن تسکن من الاضطراب وکل ذلک مکروه لما فیه من زیادة تعذیب الحیوان بلا فائدة کذا فی التبیین(حاشیة الشرنبلالی علی درر الحکام، ج ۱ ص ۲۷۷ ،کتاب الذبائح)

(و) کره کل تعذیب بلا فائدة مثل (قطع الرأس والسلخ قبل أن تبرد) أی تسکن عن الاضطراب وهو تفسیر باللازم کما لا یخفی (الدر المختارمع شرحه ردالمحتار، ج۶ ص ۲۹۶، کتاب الذبائح)

ویکره له بعد الذبح قبل أن تبرد أن ینخعها أیضا وهو أن ینحرها حتی یبلغ النخاع وأن یسلخها قبل أن تبرد؛ لأن فیه زیادة إیلام لا حاجة إلیها، فإن نخع أو سلخ قبل أن تبرد فلا بأس بأکلها لوجود

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۰ ...... جانور کے حلال کرنے کو شریعت کی زبان میں ''ذکاۃ'' یا ''تذکیہ'' کہا جاتا ہے، جس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک اختیاری، جس کو ذبح یا نحر کہا جاتا ہے۔

ذبح جبڑے اور سینے کے درمیان سے رگیں کاٹنے کا نام ہے، اور نحر حلق کے آخر اور سینے کے قریب سے رگیں کاٹنے کا نام ہے۔

بکری اور گائے وغیرہ کو ذبح کرنا، اور اونٹ کو نحر کرنا سنت ہے۔

اور جانور کو حلال کرنے کی دوسری صورت اضطراری ہے، جو جانور کے بے قابو ہو جانے کی صورت میں اس کے جسم کے کسی بھی حصہ میں بسم اللہ پڑھ کر دھاردار چیز پھینک کر مارنے اور جانور کو زخمی کر دینے کو کہا جاتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الذبح بشرائطه، ويكره جرها برجلها إلى المذبح؛ لأنه إلحاق زيادة ألم بها من غير حاجة إليها فى الذكاة(بدائع الصنائع ،ج۵ص۶۰،كتاب الذبائح والصيود،فصل فى بيان شرط حل الأكل فى الحيوان المأكول)

قال -رحمه الله :-(وكره النخع وقطع الرأس والذبح من القفاء) النخع هو أن يصل النخاع وهو خيط أبيض فى جوف عظم الرقبة وهو بالفتح، والضم لغة فيه، قال فى النهاية :ومن قال هو عرق أبيض فقد سها واعترضه صاحب العناية أن من سمى بما ذكر لم يغلط لأن أهل اللغة ذكروه بلفظ الخيط، وإنما كره لنهيه -عليه الصلاة والسلام -عن أن تنخع الشاة إذا ذبحت وتفسيره ما ذكرنا وقيل أن يمد رأسها حتى يظهر مذبحها وقيل أن يكسر رقبتها قبل أن تسكن من الاضطراب وكل ذلك مكروه وفى قطع الرأس زيادة تعذيب فيكره ويكره أن يجر ما يريد ذبحه وأن يسلخ قبل أن يبرد، ويؤكل فى جميع ذلك لأن الكراهة لمعنى زائد وهو زيادة الألم فلا يوجب الحرمة ويكره أن يذبحها موجهة لغير القبلة لمخالفة السنة فى توجيهها للقبلة وتؤكل، وفى الذبح من القفا زيادة ألم فيكره ويحل لما ذكرنا إذا بقيت حية حتى يقطع العروق لتحقق الموت بالذكاة، وإن ماتت قبل قطع العروق لا تؤكل لوجود الموت بما ليس بذكاة(البحر الرائق شرح كنز الدقائق،ج۵ص۲۹۲، كتاب الذبائح،ما يكره فى الذبح)

[1] النحر :قطع العروق فى أسفل العنق عند الصدر ، والذبح :قطعها فى أعلاه تحت اللحيين زيلعى . (ردالمحتار،ج۶ص۳۰۳، كتاب الذبائح)

والذبح هو فرى الأوداج ومحله ما بين اللبة واللحيين............والنحر فرى الأوداج ومحله آخر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۱...... جانور کے حلال ہونے کے لئے ضروری ہے کہ حلال کرنے والا مسلمان یا صحیح اہلِ کتاب میں سے ہو، اور ذبح کی سمجھ بوجھ رکھتا ہو، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحلق ، ولو نحر ما يذبح وذبح ما ينحر يحل لوجود فرى الأوداج ولكنه يكره ؛ لأن السنة فى الإبل النحر وفى غيرها الذبح(بدائع الصنائع، ج۵ص ۴۱ ، كتاب الذبائح والصيود، فصل فى بيان شرط حل الاكل فى الحيوان الماكول)

والنحر قطع العروق فى أسفل العنق عند الصدر والذبح قطع العروق من أعلى العنق تحت اللحيين (تكملة البحرالرائق للطور، ج۸ص ۱۹۴ ، كتاب الذبائح ، مايكره فى الذبح)

الذكاة نوعان :اختيارية واضطرارية، أما الاختيارية فركنها الذبح فيما يذبح من الشاة والبقر، والنحر فيما ينحر وهو الإبل عند القدرة على الذبح والنحر، ولا يحل بدون الذبح أوالنحر والذبح هو فرى الأوداج ومحله ما بين اللبة واللحيين، والنحر فرى الأوداج ومحله آخر الحلق، ولو نحر ما يذبح أو ذبح ما ينحر يحل لوجود فرى الأوداج لكنه يكره لأن السنة فى الإبل النحر وفى غيرها الذبح، كذا فى البدائع......وأما الاضطرارية فركنها العقر وهو الجرح فى أى موضع كان وذلك فى الصيد، وكذلك ما ند من الإبل والبقر والغنم بحيث لا يقدر عليها صاحبها لأنها بمعنى الصيد، وإن كان مستأنسا، وسواء ند البعير والبقر فى الصحراء أو فى المصر فذكاته العقر، كذا روى عن محمد -رحمه الله تعالى -، وأما الشاة إن ندت فى الصحراء فذكاتها العقر، وإن ندت فى المصر لم يجز عقرها، وكذلك ما وقع منها فى قليب فلم يقدر على إخراجه ولا مذبحه ولا منحره (الفتاوىٰ الهندية، ج۵ص ۲۸۵،كتاب الذبائح، الباب الاول)

ل (وأما شرائط الذكاة فأنواع) : بعضها يعم الذكاة الاختيارية والاضطرارية وبعضها يخص أحدهما دون الآخر، أما الذى يعمهما فمنها أن يكون عاقلا فلا تؤكل ذبيحة المجنون والصبى الذى لا يعقل، فإن كان الصبى يعقل الذبح ويقدر عليه تؤكل ذبيحته، وكذا السكران .(ومنها) أن يكون مسلما أو كتابيا فلا تؤكل ذبيحة أهل الشرك والمرتد؛ لأنه لا يقر على الدين الذى انتقل إليه، ولو كان المرتد غلاما مراهقا لا تؤكل ذبيحته عند أبى حنيفة ومحمد -رحمهما الله تعالى -، وعند أبى يوسف -رحمه الله تعالى -تؤكل بناء على أن ردته صحيحة عندهما، وعنده لا تصح وتؤكل ذبيحة أهل الكتاب ويستوى فيه أهل الحرب منهم وغيرهم، وكذا يستوى فيه نصارى بنى تغلب وغيرهم؛ لأنهم على دين نصارى العرب.فإن انتقل الكتابى إلى دين غير أهل الكتاب من الكفرة لا تؤكل ذبيحته، ولو انتقل غير الكتابى من الكفرة إلى دين أهل الكتاب تؤكل ذبيحته، والأصل فيه أنه ينظر إلى حاله ودينه وقت ذبحه دون ما سواه، وهذا أصل أصحابنا أن من انتقل من ملة من الكفر إلى ملة يقر بها يجعل كأنه من أهل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۲...... جانور کے ذبح کرنے میں چار رگیں کاٹی جاتی ہیں، ایک حلقوم یعنی سانس کی نالی جسے نرخرہ کہتے ہیں، دوسری مری یعنی کھانے پینے کی نالی، تیسری وچوتھی ودجین یعنی شہ رگ جو حلقوم ومری کے دائیں بائیں طرف ہوتی ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تلک الملة من الأصل، والمولود بين كتابي وغير كتابي تؤكل ذبيحته أيهما كان الكتابي الأب أو الأم عندنا، فأما الصابئون فتؤكل ذبائحهم في قول أبي حنيفة -رحمه الله تعالى -، وعند أبي يوسف ومحمد -رحمهما الله تعالى -لا تؤكل، ثم إنما تؤكل ذبيحة الكتابي إذا لم يشهد ذبحه، ولم يسمع منه شيء ، أو شهد وسمع منه تسمية الله تعالى وحده؛ لأنه إذا لم يسمع منه شيء يحمل على أنه قد سمى الله تعالى تحسينا للظن به كما بالمسلم، ولو سمع منه ذكر اسم الله تعالى لكنه عنى بالله عز وجل المسيح -عليه السلام -قالوا تؤكل إلا إذا نص فقال :بسم الله الذي هو ثالث ثلاثة فلا يحل، فأما إذا سمع منه أنه سمى المسيح -عليه السلام -وحده أو سمى الله سبحانه وسمى المسيح لا تؤكل ذبيحته.

(ومنها) التسمية حالة الذكاة عندنا أي اسم كان، وسواء قرن بالاسم الصفة بأن قال : الله أكبر، الله أعظم، الله أجل، الله الرحمن، الله الرحيم، ونحو ذلك، أو لم يقرن بأن قال :الله، أو الرحمن، أو الرحيم، أو غير ذلك، وكذا التهليل والتحميد والتسبيح وسواء كان جاهلا بالتسمية المعهودة أو عالما وسواء كانت التسمية بالعربية أو بالفارسية أو أي لسان كان وسواء كان لا يحسن العربية أو يحسنها، كذا روى بشر عن أبي يوسف -رحمه الله تعالى -، ولو أن رجلا سمى على الذبيحة بالرومية أو بالفارسية وهو يحسن العربية أو لا يحسنها أجزأه ذلك عن التسمية .ومن شرائط التسمية أن تكون التسمية من الذابح حتى لو سمى غيره والذابح ساكت وهو ذاكر غير ناس لا يحل .(ومنها) أن يريد بها التسمية على الذبيحة، فإن أراد بها التسمية لافتتاح العمل لا يحل، وعلى هذا إذا قال :الحمد لله، ولم يرد به التسمية بل أراد به الحمد على سبيل الشكر لا يحل، وكذا لو سبح أو هلل أو كبر ولم يرد به التسمية على الذبيحة، وإنما أراد به وصفه بالوحدانية والتنزه عن صفات المحدث لا غير لا يحل، كذا في البدائع، ولو عطس فقال :الحمد لله يريد به التحميد على العطاس فذبح لا يحل، كذا في فتاوى قاضي خان .(ومنها) تجريد اسم الله تعالى من غيره، وإن كان اسم النبي .(ومنها) أن يقصد بذكر اسم الله تعظيمه على الخلوص لا يشوبه معنى الدعاء ، حتى لو قال :اللهم اغفر لي لم يكن ذلك تسمية؛ لأنه دعاء والدعاء لا يقصد به التعظيم المحض، وأما وقت التسمية فوقتها على الذكاة الاختيارية وقت الذبح لا يجوز تقديمها عليه إلا بزمان قليل لا يمكن التحرز عنه، وأما وقت الاضطرارية فوقتها وقت الرمي والإرسال(الفتاوىٰ الهندية، ج۵ص ۲۸۵،۲۸۶ كتاب الذبائح، الباب الاول)

Idara Ghufran

اگر ذبح کرتے ہوئے یہ ساری رگیں نہ کٹ سکیں، تو جانور کے حلال ہونے اور شرعی ذبیحہ بننے کے لئے کم از کم تین رگوں کا کٹ جانا بھی کافی ہے، اس سے کم رگوں کا کٹنا کافی نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۳...... عقدہ یعنی گھنڈی کے اوپر ٹھوڑی کے ساتھ والے حصے سے ذبح کرنا منع ہے لیکن اگر کسی نے ذبح کردیا اور چاروں یا کم از کم تین رگیں کٹ گئیں تو ذبیحہ حلال ہوجاتا ہے۔ [2]

---

[1] قال -رحمه الله :-(والمذبح المرىء والحلقوم والودجان) لما روى عنه -عليه الصلاة والسلام -أنه قال أفر الأوداج بما شئت وهى عروق الحلق فى المذبح والمرىء مجرى الطعام والشراب والحلقوم مجرى النفس والمراد بالأوداج كلها وأطلق عليه تغليبا، وإنما قلنا ذلک لأن المقصود يحصل بقطعهن وهو إزهاق الروح، وإخراج الدم لأنه بقطع المرىء والحلقوم يحصل الإزهاق وبقطع الودجين يحصل إنهار الدم ولو قطع الأوداج وهى العروق من غير قطع المرىء والحلقوم لا يموت فضلا عن التوجه فلا بد من قطعهما ليحصل التوجه ولا بد من قطع الودجين، أو أحدهما ليحصل إنهار الدم، وفى المحيط والمرىء وهو مجرى النفس والودجان مجرى الدم والحلقوم مجرى الطعام والشراب ولو خر عنق شاة بسيف من قبل الأوداج وسمى يحل لأنه أتى بالذكاة وزيادة وقد أساء لأنه جاوز النخاع اهـ.

قال -رحمه الله :-(وقطع الثلاث كاف) والاكتفاء بالثلاث مطلقا هو قول الإمام وقول أبى يوسف أولا وعن أبى يوسف أنه يشترط قطع الحلقوم والمرىء وأحد الودجين وعن محمد لا بد من قطع الأكثر من كل واحد من هذه الأربعة وأجمعوا أنه يكتفى بقطع الأكثر من هذه العروق الأربعة فأما الحلقوم والمرىء فمخالفان للأوداج وكل واحد منهما مخالف للآخر فلا بد من قطعهم وأبو حنيفة يقول :الأكثر يقوم مقام الكل(تكملة البحر الرائق للطورى، ج۸ص۱۹۳،كتاب الذبائح، كيفية الذبح)

[2] قال (وإن نحر البقرة حلت ويكره ذلک) لما بينا أن السنة فى البقرة الذبح قال الله تعالى (إن الله يأمركم أن تذبحوا بقرة)(بخلاف الإبل فالسنة فيها النحر) ، وهذا؛ لأن موضع النحر من البعير لا لحم عليه، وما سوى ذلک من حلقه عليه لحم غليظ فكان النحر فى الإبل أسهل .فأما فى البقر أسفل الحلق وأعلاه فاللحم عليه سواء كما فى الغنم فالذبح فيه أيسر والمقصود تسييل الدم والعروق من أسفل الحلق إلى أعلاه فالمقصود يحل بالقطع فى أى موضع كان منه؛ فلهذا حل وهو معنى قوله -عليه الصلاة والسلام -الذكاة ما بين اللبة واللحيين ، ولكن ترک الأسهل مكروه فى كل جنس لما فيه من زيادة إيلام غير محتاج إليه(المبسوط للسرخسى، ج۱۲ ص۳، كتاب الذبائح، نحر البقرة)

أقول :والتحرير للمقام أن يقال :إن كان بالذبح فوق العقدة حصل قطع ثلاثة من العروق .فالحق ما قاله شراح الهداية تبعا للرستغفنى، وإلا فالحق خلافه، إذ لم يوجد شرط الحل باتفاق أهل المذهب،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۴۔۔۔۔۔۔ جانور کو گلے کی طرف سے ذبح کرنے کے بجائے پیچھے گدی یا گردن کی طرف سے ذبح کرنا منع اور گناہ ہے، البتہ اگر اس طرح ذبح کرنے سے جانور کے زندہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ويظهر ذلک بالمشاهدة أو سؤال أهل الخبرة، فاغتنم هذا المقال ودع عنک الجدال(ردالمحتار، ج٦ص ٢٩٥، کتاب الذبائح)

قال الأتقاني -رحمه الله- بعد حكاية قول الرستغفني ويجوز أكلها سواء بقيت العقدة مما يلى الرأس أو مما يلى الصدر، وإنما المعتبر عندنا قطع أكثر الأوداج ما نصه وهذا صحيح لأنه لا اعتبار لكون العقدة من فوق أو من تحت ألا ترى إلى قول محمد بن الحسن فى الجامع الصغير لا بأس بالذبح فى الحلق كله أسفل الحلق أو وسطه أو أعلاه فإذا ذبح فى الأعلى لا بد أن تبقى العقدة من تحت ولم يلتفت إلى العقدة لا فى كلام الله ولا فى كلام رسوله بل الذكاة بين اللبة واللحيين بالحديث وقد حصلت لا سيما على مذهب أبى حنيفة -رضى الله عنه- فإنه يكتفى بالثلاث من الأربع أى ثلاث كانت ويجوز ترک الحلقوم أصلا فبالطريق الأولى أن يحل الذبيح إذا قطع الحلقوم وبقيت العقدة إلى أسفل الحلقوم وبلغنا أن واحدا ممن يتسمى فقيها فى زعم العوام وقد كان مشتهرا بينهم أمر رمى الذبيح إلى الكلاب حيث بقيت العقدة إلى الصدر لا إلى ما يلى الرأس فيا ليت شعرى ممن أخذ هذا أمن كتاب الله ولا أثر له فيه أو من حديث رسول الله ولم يسمع له فيه نبأ أو من إجماع الأمة ولم يقل به أحد من الصحابة والتابعين أو من إمامه الذى هو أبو حنيفة ولم ينقل عنه ذلک أصلا بل المنقول عنه وعن أصحابه ما ذكرناه أو ارتكب الرجل هواه فضل وأضل قال تعالى (ولا تتبع الهوى فيضلک عن سبيل الله) أو استحى عن الرجوع عن الباطل إلى الحق وخجل من العوام كى لا يفسد اعتقادهم فيه إذا عمل بخلاف ما أفتى أولا فالرجوع إلى الحق خير من التمادى فى الباطل اهـ ما قاله الأتقانى(حاشية الشلبى على التبيين الحقائق، ج٥ص ٢٩٠، كتاب الذبائح، موضع الذبح)

اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

بندہ نے اس کو تحقیق کیا ہے، اور گائے مذبوح کا سر منگا کر دیکھا ہے، لہٰذا بندہ کی رائے (میں) اکثر عروق قطع ہوجاتی ہیں، اور مذبوح حلال ہے، اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ ذبح بحکم حدیث ما بین اللبۃ واللحیین ہے (فتاویٰ مظاہر علوم، ج ا ص ۲۸۸، کتاب الذبائح)

اور امداد الفتاویٰ میں ہے کہ:

حلت وحرمت دونوں قولوں میں اختلاف کا مبنیٰ صرف یہ ہے کہ ذبح فوق العقدہ میں حلقوم اور مُری قطع ہونگے یا نہیں؟ سو یہ امر مشاہدہ کے متعلق ہے، مشاہدہ کے بعد اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں، اور چونکہ مشاہدہ قطع کا روایتِ ثقات سے محقق ہو چکا، اس لئے حلت کا حکم دیا جاوے گا، مدت ہوئی کہ احقر نے اس کی حرمت کا فتویٰ کتبِ فقہ سے نقل کیا تھا، اب اس سے رجوع کرتا ہوں (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۳۹، کتاب الذبائح والاضحیۃ والصید والعقیقۃ)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہونے کی حالت میں وہ رگیں کٹ جائیں، جن کو ذبح میں کاٹنا ضروری ہے، تو وہ جانور حلال ہوجائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۵...... جانور کو قربانی کی نیت سے ذبح کرنا ضروری ہے، تاکہ قربانی اور غیر قربانی (یعنی عقیقہ وغیرہ) میں نیت کے ذریعہ سے فرق ہوجائے، اور نیت کا اصل محل دل ہے، زبان سے نیت کے الفاظ کہنا ضروری نہیں۔ اور نیت کا ذبح کے متصل ہونا ضروری ہے۔

البتہ اگر جانور خریدتے وقت قربانی کی نیت تھی مگر اس جانور کو ذبح بغیر نیت کے کردیا تو بھی بعض حضرات کے نزدیک قربانی درست ہوجاتی ہے، تاہم ایسا کرنا خلافِ احتیاط معلوم ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] وإذا ذبح الشاة من قبل القفا، فإن قطع الأكثر من هذه الأشياء قبل ان يموت، حلت، وان ماتت قبل قطع الاكثر من هذه الاشياء ،لا يحل، ويكره هذا الفعل؛ لأنه خلاف السنة، وفيه زيادة إيلام(المحيط البرهانی، ج۸ص ۴۴۹، کتاب الذبائح،الفصل الثانی فی صفة الذكاة)

[2] وأما شرائط جواز إقامة الواجب؛ وهى التضحية فهى فى الأصل نوعان :نوع يعم ذبح كل حيوان مأكول ونوع يخص التضحية؛ أما الذى يعم ذبح كل حيوان مأكول فقد ذكرناه فى كتاب الذبائح، وأما الذى يخص التضحية فأنواع :بعضها يرجع إلى من عليه التضحية، وبعضها يرجع إلى وقت التضحية، وبعضها يرجع إلى محل التضحية.

أما الذى يرجع إلى من عليه التضحية فمنها نية الأضحية لا تجزى الأضحية بدونها؛ لأن الذبح قد يكون للحم وقد يكون للقربة والفعل لا يقع قربة بدون النية؛ قال النبى -عليه الصلاة والسلام -لا عمل لمن لا نية له والمراد منه عمل هو قربة؛ وللقربة جهات من المتعة والقران والإحصار وجزاء الصيد وكفارة الحلق وغيره من المحظورات فلا تتعين الأضحية إلا بالنية؛ وقال النبى -عليه الصلاة والسلام -إنما الأعمال بالنيات وإنما لكل امرء ما نوى ويكفيه أن ينوى بقلبه ولا يشترط أن يقول بلسانه ما نوى بقلبه كما فى الصلاة؛ لأن النية عمل القلب، والذكر باللسان دليل عليها............ (ومنها) أن تكون نية الأضحية مقارنة للتضحية كما فى باب الصلاة؛ لأن النية معتبرة فى الأصل فلا يسقط اعتبار القران إلا لضرورة كما فى باب الصوم؛ لتعذر قران النية لوقت الشروع لما فيه من الحرج(بدائع الصنائع، ج۵ص ۷۱،۷۲ ملخصاً، کتاب التضحية، فصل فى شرائط جواز إقامة الواجب فى الأضحية)

(قوله بنية القربة) أى المعهودة وهى التضحية .قال فى البدائع :فلا تجزء التضحية بدونها لأن الذبح قد يكون للحم وقد يكون للقربة، والفعل لا يقع قربة بدون النية، وللقربة جهات من المتعة والقران والإحصار وغيره فلا تتعين الأضحية إلا بنيتها، ولا يشترط أن يقول بلسانه ما نوى بقلبه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۶...... اگر جانور بے قابو ہوکر چھوٹ جائے اور پکڑنے میں نہ آئے، اور بھاگ جانے یا ضائع ہونے کا خطرہ ہو (مثلاً کنویں میں گر جائے، یا قریب آنے والے کو مارنے لگے) تو ذبح اضطراری بھی جائز ہے، یعنی چھری، برچھی وغیرہ کسی دھاردار آلہ پر ذبح کی نیت سے کوئی مسلمان بسم اللہ پڑھ کر دور سے ماردے، وہ جانور کے جسم میں جس جگہ بھی لگ جائے اور جانور زخمی ہوکر ہلاک ہوجائے تو جانور حلال ہوجائے گا البتہ اگر بعد میں زندہ پر زخمی حالت میں قابو پالیا گیا، تو پھر شرعی طریقے پر ذبح کرنا ضروری ہوجائے گا۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ كما فى الصلاة اهـ .وفى البزازية :لو ذبح المشتراة لها بلا نية الأضحية جازت اكتفاء بالنية عند الشراء اهـ.أقول :فيه مخالفة لما ذكره فى البدائع أيضا أن من الشروط مقارنة النية للتضحية كما فى الصلاة لأنها هى المعتبرة، فلا يسقط اعتبار القران إلا للضرورة كما فى الصوم لتعذر قرانها بوقت الشروع اهـ وبالأول جزم فى القاعدة الأولى من الأشباه تأمل(ردالمحتار، ج۶ص ۳۱۲، كتاب الاضحية)

ذبح المشتراة لها بلا نية الأضحية جازت اكتفاء بالنية عند الشراء ، كذا فى الوجيز للكردرى(الفتاوىٰ الهندية، ج۵ص ۲۹۴، كتاب الاضحية، الباب الثانى)

۱؎ (وأما) الاضطرارية فركنها العقر وهو الجرح فى أى موضع كان وذلك فى الصيد وما هو فى معنى الصيد وإنما كان كذلك؛ لأن الذبح إذا لم يكن مقدورا ولا بد من إخراج الدم لإزالة المحرم وتطييب اللحم وهو الدم المسفوح على ما بينا فيقام سبب الذبح مقامه وهو الجرح على الأصل المعهود فى الشرع من إقامة السبب مقام المسبب عند العذر والضرورة كما يقام السفر مقام المشقة، والنكاح مقام الوطء ، والنوم مضطجعا أو متوركا مقام الحدث، ونحو ذلك.

وكذلك ما ند من الإبل والبقر والغنم بحيث لا يقدر عليها صاحبها؛ لأنها بمعنى الصيد وإن كان مستأنسا (بدائع الصنائع، ج۵ص ۴۳، كتاب الذبائح والصيود، فصل فى بيان شرط حل الأكل فى الحيوان المأكول)

وأما الاضطرارية فركنها العقر وهو الجرح فى أى موضع كان وذلك فى الصيد وكذلك ما ند من الإبل والبقر والغنم بحيث لا يقدر عليها صاحبها لأنها بمعنى الصيد وإن كان مستأنسا وسواء ند البعير والبقر فى الصحراء أو فى المصر فذكاته العقر (الفتاوىٰ الهندية، ج۵ص ۲۸۵، كتاب الذبائح، الباب الأول)

وإن ندت الأهلية وتوحشت فرماها عن الأضحية جاز (فتاوى قاضى خان، ج ۳، ص ۲۰۸، كتاب الأضحية، فصل فيما يجوز فى الضحايا وما لا يجوز)

شاة ندت فرماها صاحبها و نوى الأضحية فأصابها السهم و قتل جازت الأضحية لأنها التحقت بالوحشية(فتاوى قاضى خان، ج ۳، ص ۲۱۳، كتاب الأضحية)

وفى فتاوى الفضلى :شاة ندت وتوحشت فرماها صاحبها ونوى الأضحية فأصابها أجزأه عن الأضحية(تكملة البحر الرائق للطورى ، ج۸، ص ۲۰۴، كتاب الأضحية)

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۱۷...... کافر، مرتد کا ذبح کیا ہوا جانور حلال نہیں مردار ہے اور ایسا گوشت کھانا حرام ہے، اور اسی وجہ سے قادیانیوں کا ذبیحہ بھی حلال نہیں، کیونکہ وہ بھی مسلمان نہیں ہیں۔ ۱؎

جو رافضی کفریہ عقائد رکھتا ہو، مثلاً نعوذ باللہ تعالیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اُلوہیت کا، یا حضرت جبریل علیہ السلام کے وحی لانے میں غلطی کا قائل ہو، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر نعوذ باللہ تعالیٰ زنا کی تہمت لگاتا ہو، یا مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت کا منکِر ہو، یا اسی طرح کا کوئی اور ایسا کفریہ عقیدہ رکھتا ہو کہ جس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو، تو اس کا ذبیحہ حلال نہیں۔

اور اگر کسی رافضی کے عقیدہ کا علم نہ ہو، تو بھی اُس سے قربانی کا جانور ذبح کرانے سے پرہیز کرنے میں ہی احتیاط ہے۔ ۲؎

۱؎ ولا تؤكل ذبيحة المجوسى لقوله عليه الصلاة والسلام سنوا بهم سنة أهل الكتاب غير نا كحى نسائهم ولا آكلى ذبائحهم ولأنه لا يدعى التوحيد فانعدمت الملة اعتقادا ودعوى قال والمرتد لأنه لا ملة له فإنه لا يقر على ما انتقل إليه بخلاف الكتابى إذا تحول إلى غير دينه لأنه يقر عليه عندنا فيعتبر ما هو عليه عند الذبح لا ما قبله قال والوثنى لأنه لا يعتقد الملة (الهداية شرح بداية المبتدى، ج۴ص ۶۲، كتاب الذبائح)

ولا يجوز ذبح المجوسى ولا المرتد(تحفة الفقهاء، ج۳ص ۷۱، كتاب الذبائح)

والمرتد لا ملة له فلا تجوز ذبيحته، ويجوز صيد المجوسى والمرتد السمك والجراد ;لأنه لا ذكاة له فحله غير منوط بالتسمية(الاختيار لتعليل المختار، ج۵ص ۱۰، كتاب الذبائح)

۲؎ قلت :وفى كفر الرافضى بمجرد السب كلام سنذكره إن شاء الله تعالى فى باب المرتد، نعم لو كان يقذف السيدة عائشة -رضى الله عنها -فلا شك فى كفره(رد المحتار على الدر المختار، ج۴، ۷۰، كتاب الحدود، باب التعزير)

وبهذا ظهر أن الرافضى إن كان ممن يعتقد الألوهية فى على، أو أن جبريل غلط فى الوحى، أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة، بخلاف ما إذا كان يفضل عليا أو يسب الصحابة فإنه مبتدع لا كافر كما أوضحته فى كتابى تنبيه الولاة والحكام عامة أحكام شاتم خير الأنام أو أحد الصحابة الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام(رد المحتار على الدر المختار، ج۳، ۴۶، كتاب النكاح)

الرافضى إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذ بالله، فهو كافر، وإن كان يفضل عليا كرم الله تعالى وجهه على أبى بكر -رضى الله تعالى عنه -لا يكون كافرا إلا أنه مبتدع والمعتزلى مبتدع إلا إذا قال باستحالة الرؤية، فحينئذ هو كافر كذا فى الخلاصة ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اہلِ کتاب (یہودی یا عیسائی) کا ذبیحہ حلال ہے، مگر اہلِ کتاب سے قربانی کا جانور ذبح کرانا مکروہ ہے، بشرطیکہ وہ ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھے، غیرُ اللہ کا نام نہ لے، اور واقعتاً اہلِ کتاب ہو، اور یہود ونصاریٰ کے دین اور اُن عقائد پر قائم ہو، کہ جن کی وجہ سے یہود ونصاریٰ دوسرے مذہب والوں سے ممتاز ہوتے ہیں، اگرچہ وہ خالص توحید پر ایمان نہ رکھتا ہو، اور موجودہ تورات وانجیل میں تحریف کا قائل نہ ہو، اور نہ ہی حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کی شریعتوں کے منسوخ ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو۔

اور آج کل عیسائی اور یہودیوں میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے کہ جو اپنی مردم شماری کے اعتبار سے تو یہودی یا نصرانی کہلاتے ہیں، مگر درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کے اور کسی مذہب کے قائل نہیں، بلکہ دہریئے اور مادہ پرست ہیں، اس کائنات کے پیدا کرنے والی ذات کے وجود کو بھی تسلیم نہیں کرتے، نہ تورات وانجیل کو اللہ تعالیٰ کی کتاب مانتے ہیں، نہ حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کو اللہ کا نبی ورسول تسلیم کرتے ہیں، یہ ظاہر ہے کہ وہ صرف مردم شماری کے نام کی وجہ سے اہلِ کتاب کے حکم میں داخل نہیں ہو سکتے، اور اسی وجہ سے ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہوسکتا (جواہر الفقہ بتغیر واضافہ، ج۶ ص۲۰۱، کتاب الصید والذبائح، طبع جدید نومبر 2010ء، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولو قذف عائشة -رضى الله تعالى عنها- بالزنا كفر بالله، ولو قذف سائر نسوة النبى -صلى الله عليه وسلم- لا يكفر ويستحق اللعنة، ولو قال عمر وعثمان وعلى -رضى الله عنهم- لم يكونوا أصحابا لا يكفر ويستحق اللعنة كذا فى خزانة الفقه، من أنكر إمامة أبى بكر الصديق -رضى الله عنه- فهو كافر، وعلى قول بعضهم هو مبتدع وليس بكافر والصحيح أنه كافر، وكذلك من أنكر خلافة عمر -رضى الله عنه- فى أصح الأقوال كذا فى الظهيرية (الفتاوى الهندية، ج ٢، ص ٢٦٤، كتاب السير، الباب التاسع فى أحكام المرتدين، مطلب فى موجبات الكفر أنواع)

[1] ثم إنما تؤكل ذبيحة الكتابى إذا لم يشهد ذبحه ولم يسمع منه شىء أو سمع وشهد منه تسمية الله تعالى وحده؛ لأنه إذا لم يسمع منه شيئا يحمل على أنه قد سمى الله تبارك وتعالى وجرد التسمية تحسينا للظن به كما بالمسلم، ولو سمع منه ذكر اسم الله تعالى لكنه عنى بالله عز

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس لئے جانور اور بطورِ خاص قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کے لئے صحیح العقیدہ مسلمان کو تلاش کرنا چاہیئے اگر کسی وقت صحیح العقیدہ قصاب دستیاب نہ ہو تو ذبح پھر بھی خود یا کسی صحیح العقیدہ مسلمان سے کرایا جائے، پھر ذبح کے بعد گوشت وغیرہ اس سے بنوانے کی گنجائش ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وجل المسيح -عليه الصلاة والسلام- قالوا: تؤكل؛ لأنه أظهر تسمية هي تسمية المسلمين إلا إذا نص فقال: بسم الله الذى هو ثالث ثلاثة فلا تحل.

وقد روى عن سيدنا على -رضى الله عنه- أنه سئل عن ذبائح أهل الكتاب وهم يقولون ما يقولون فقال -رضى الله عنه-: قد أحل الله ذبائحهم وهو يعلم ما يقولون فأما إذا سمع منه أنه سمى المسيح -عليه الصلاة والسلام- وحده أو سمى الله سبحانه وتعالى وسمى المسيح لا تؤكل ذبيحته كذا روى سيدنا على -رضى الله عنه- ولم يرو عن غيره خلافه فيكون إجماعا ولقوله عز وجل (وما أهل لغير الله) وهذا أهل لغير الله عز وجل به فلا يؤكل ومن أكلت ذبيحته ممن ذكرنا أكل صيده الذى صاده بالسهم أو بالجوارح ومن لا فلا؛ لأن أهلية المذكى شرط فى نوعى الذكاة الاختيارية والاضطرارية جميعا(بدائع الصنائع، ج۵ص۴۶، كتاب الذبائح والصيود،فصل فى بيان شرط حل الأكل فى الحيوان المأكول)

(وتحل ذبيحة مسلم وكتابى ذمى أو حربى) أما المسلم فلقوله تعالى (إلا ما ذكيتم)والخطاب للمسلمين وأما الكتابى فلقوله تعالى (وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم) والمراد به مذكاهم؛ لأن مطلق الطعام غير المذكى يحل من أى كافر كان(مجمع الانهر، ج۲ص۵۰۷، كتاب الذبائح)

(قوله وكره ذبح الكتابى) أى بالأمر لأنها قربة، ولا ينبغى أن يستعان بالكافر فى أمور الدين، ولو ذبح جاز لأنه من أهل الذبح بخلاف المجوسى أتقانى وقهستانى وغيرهما، وظاهر كلام الزيلعى وغيره عدم الكراهة لو كان بأمره، وبه صرح مسكين مستدلا عليه بقول الكافى: ولو أمر المسلم كتابيا بأن يذبح أضحيته جاز، وكره بدون أمره، لكن نقل أبو السعود عن الحموى أن بعضهم ذكر أن عبارة الكافى على خلاف ما نقل عنه.وفى الجوهرة: فإذا ذبحها للمسلم بأمره أجزأه ويكره (ردالمحتار، ج۶ص۳۲۸، كتاب الاضحية)

(قوله لا تحل ذبيحة غير كتابى) وكذا الدروز كما صرح به الحصنى من الشافعية، حتى قال: لا تحل القريشة المعمولة من ذبائحهم وقواعدنا توافقه، إذ ليس لهم كتاب منزل ولا يؤمنون بنبى مرسل .والكتابى من يؤمن بنبى ويقر بكتاب رملى.

أقول: وفى بلاد الدروز كثير من النصارى، فإذا جىء بالقريشة أو الجبن من بلادهم لا يحكم بعدم الحل ما لم يعلم أنها معمولة بإنفحة ذبيحة درزى، وإلا فقد تعمل بغير إنفحة، وقد يذبح الذبيحة نصرانى تأمل، وسيأتى عن المصنف آخر كتاب الصيد أن العلم بكون الذابح أهلا للذكاة ليس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۸...... ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا ضروری ہے اور خاص ''بِسْمِ اللہِ، اَللہُ اَکْبَرُ'' پڑھنا سنت ہے۔

نیز ذبح کے وقت صرف ایک مرتبہ ''بِسْمِ اللہِ، اَللہُ اَکْبَر'' کہہ لینا کافی ہے مسلسل اور بار بار پڑھتے رہنا ضروری نہیں، اگر چہ اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔

اس کے علاوہ اور کوئی دعا ضروری نہیں۔

بعض جگہ دستور ہے کہ قربانی کرنے والا شخص چھری پر پھونک مار کر ذبح کرنے والے کو دیتا ہے، اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، اس لئے اس طریقہ کو چھوڑنا چاہئے، اور شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق عمل کرنے پر اکتفاء کرنا چاہئے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۱۹...... اگر کسی نے جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ، اللہ اکبر کے بجائے اللہ اعظم یا اور کوئی ایسا لفظ پڑھ لیا جس میں اللہ کی بڑائی یا اللہ کی کسی صفت کا ذکر تھا، مثلاً ''اللہ الرحمٰن'' وغیرہ، یا عربی کے بجائے اردو یا کسی اور زبان میں اس قسم کے الفاظ ادا کیے (مثلاً اللہ کے نام سے، اللہ سب سے بڑا ہے وغیرہ) تو بھی ذبح حلال ہو جائے گا، لیکن جب تک عربی

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

بشرط (ردالمحتار، ج٦ ص٢٩٨، کتاب الذبائح)

والحق مااختاره فی متن الدر من الكراهة فقد عرفت مارويناعن جماعة من الصحابة وغيرهم من علماء التابعين انهم قالوا: لايذبح أضاحيكم اليهود ولاالنصارى لايذبحها الا مسلم، واقل مايحمل عليه ان يكون ذبح الكتابی مكروها، والا لزمنا مخالفة جماعة الصحابة ولايعرف لهم مخالف منهم، لايجوز ذلك عندنا، فافهم والله تعالىٰ أعلم (اعلاء السنن، ج١٧، ص٢٧٤ باب افضلية مباشرة التضحية بيده)

[۱] والشرط فی التسمية هوالذكر الخالص من شوب الدعاء وغيره فلايحل بقوله اللهم اغفرلی لانه دعاء وسؤال بخلاف الحمدلله اوسبحان الله مريدا به التسمية فانه يحل......والمستحب ان يقول بسم الله اكبر بلاواو وكره بها (الدرالمختار)

قوله والشرط فی التسمية هوالذكر الخالص بای اسم كان مقرونا بصفة كالله اكبر اواجل اواعظم اولا كالله او الرحمن وبالتهليل والتسبيح جهل التسمية اولا بالعربية اولا ولو قادراعليها وتشترط كونها من الذابح لامن غيره هندية (ردالمحتار ج ٦ ص ٣٠١، كتاب الذبائح)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کے مسنون کلمات پڑھنے پر قادر ہو، ایسا کرنا مناسب نہیں۔ ۱؎

۱؎ (ومنها) التسمية حالة الذكاة عندنا أى اسم كان، وسواء قرن بالاسم الصفة بأن قال :الله أكبر، الله أعظم، الله أجل، الله الرحمن، الله الرحيم، ونحو ذلك، أو لم يقرن بأن قال :الله، أو الرحمن، أو الرحيم، أو غير ذلك، وكذا التهليل والتحميد والتسبيح وسواء كان جاهلا بالتسمية المعهودة أو عالما وسواء كانت التسمية بالعربية أو بالفارسية أو أى لسان كان وسواء كان لا يحسن العربية أو يحسنها، كذا روى بشر عن أبى يوسف -رحمه الله تعالى -، ولو أن رجلا سمى على الذبيحة بالرومية أو بالفارسية وهو يحسن العربية أو لا يحسنها أجزأه ذلك عن التسمية(الفتاوى الهندية، ج۵ص ۲۸۵،۲۸۶،كتاب الذبائح،الباب الأول فى ركن الذبح وشرائطه وحكمه وأنواعه)

أما ركنها فذكر اسم الله عز وجل أى اسم كان وههنا ورد بذكر اسم الله تعالى، وسواء كانت التسمية بالعربية أو بالفارسية أو أى لسان كان وهو لا يحسن العربية أو يحسنها.
كذا روى بشر عن أبى يوسف رحمهما الله لو أن رجلا سمى على الذبيحة بالرومية أو بالفارسية وهو يحسن العربية أو لا يحسنها أجزأه ذلك عن التسمية؛ لأن الشرط فى الكتاب العزيز والسنة ذكر اسم الله تعالى مطلقا عن العربية والفارسية وهذا ظاهر على أصل أبى حنيفة -رحمه الله -فى اعتباره المعنى دون اللفظ فى تكبيرة الافتتاح فيستوى فى الذبح التكبيرة العربية والعجمية من طريق الأولى فأما على أصلهما فهما يحتاجان إلى الفرق بين التكبير والتسمية حيث قالا فى التسمية :إنها جائزة بالعجمية سواء كان يحسن العربية أو لا يحسن .وفى التكبير لا يجوز بالعجمية إلا إذا كان لا يحسن العربية؛ لأن المشروط ههنا ذكر اسم الله تعالى وأنه يوجد بكل لسان والشرط هناك لفظة التكبير؛ لقوله -عليه الصلاة والسلام -لا تقبل صلاة امرء حتى يضع الطهور مواضعه ويستقبل القبلة ويقول الله أكبر نفى -عليه الصلاة والسلام -القبول بدون لفظ التكبير ولا يوجد ذلك بغير لفظ العربية(بدائع الصنائع، ج۵ص۴۷،۴۸، كتاب الذبائح والصيود،فصل فى بيان شرط حل الأكل فى الحيوان المأكول)

وقال الكرخى فى مختصره وقال بشر عن أبى يوسف لو أن رجلا سمى على ذبيحته أو الرمية بالفارسية وهو يحسن العربية أو لا يحسنها أجزأه ذلك من التسمية ، ثم قال فيه :التهليل والتحميد والتكبير والتسبيح بمنزلة التسمية للجاهل بالسنة والعالم بها إلى هنا لفظ الكرخى وذلك لأن المأمور به ذكر الله على وجه التعظيم وهذا موجود فى جميع هذه الألفاظ وهذا ظاهر على أصل أبى حنيفة ومحمد فى تكبير الصلاة،وأما على قول أبى يوسف فلا يجوز الدخول فى الصلاة إلا بالتكبير لقوله -عليه الصلاة والسلام - فى حديث الأعرابى ثم تكبر وقال فى الذكاة إذا أرسلت كلبك وذكرت اسم الله عليه فكل فظهر الفرق .ا هـ .أتقانى (حاشية الشلبى على التبيين الحقائق ، ج۵ص ۲۸۹، كتاب الذبائح)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۲۰...... ذبح کی تکبیر کا پڑھنا ذبح کرنے والے کے ذمہ ضروری اور کافی ہے کسی اور کا پڑھنا کافی نہیں اور نہ ہی کسی اور کا پڑھنا ضروری ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر۲۱...... عوام میں مشہور ہے کہ ذبح کرنے والے کے علاوہ جانور کو پکڑنے والے اور مدد کرنے والے پر بھی ذبح کی تکبیر کہنا ضروری ہے، حالانکہ یہ غلط ہے، اور شرعی اعتبار سے ذبح کی تکبیر کا پڑھنا صرف ذبح کرنے والے پر ضروری ہے۔

البتہ اگر ذبح کرنے کے عمل میں ایک سے زیادہ افراد اس طرح شریک ہیں، کہ ان سب نے چھری پر ہاتھ رکھا ہوا ہے، تو ہر ایک کے ذمہ تکبیر کہنا ضروری ہے، اس صورت میں اگر ایک شخص بھی جان بوجھ کر تکبیر نہیں کہے گا، تو جانور حلال نہیں ہوگا۔ [۲]

مسئلہ نمبر۲۲...... اگر کوئی مسلمان ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا بھول جائے تو وہ ذبیحہ حلال ہے اور اگر کوئی جان بوجھ کر اللہ کا نام چھوڑ دے تو وہ ذبیحہ حلال نہیں۔ [۳]

---

[۱] ومن شرائط التسمية أن تكون التسمية من الذابح حتى لو سمى غيره والذابح ساكت وهو ذاكر غير ناس لا يحل(الفتاوى الهندية، ج۵ص ۲۸۶، كتاب الذبائح، الباب الأول فى ركن الذبح وشرائطه وحكمه وأنواعه)

و كذا لو نظر إلى جماعة من الغنم فقال بسم الله و أخذوا واحدة و أضجعها و ذبحها و ترك التسمية و ظن أن تلك التسمية تجزيه لا يحل (فتاوى قاضى خان، كتاب الأضحية، ج۳ص ۲۱۳)

[۲] ومن شرائط التسمية أن تكون التسمية من الذابح (الفتاوى الهندية، ج۵ص ۲۸۶، كتاب الذبائح، الباب الأول فى ركن الذبح وشرائطه وحكمه وأنواعه)

رجل أراد أن يضحى فوضع صاحب الشاة يده على السكين مع يد القصاب حتى تعاونا على الذبح قال الشيخ الإمام: يجب على كل واحد منهما التسمية حتى لو ترك أحدهما التسمية لا يجوز، كذا فى الظهيرية والله أعلم(الفتاوى الهندية، ج۵ص ۳۰۴، كتاب الأضحية، الباب السابع فى التضحية عن الغير وفى التضحية بشاة الغير عن نفسه)

رجل أراد أن يضحى فوضع صاحب الشاة يده مع يد القصاب فى المذبح و أعانه على الذبح حتى صار ذابحا مع القصاب قال الشيخ الإمام هذا رحمه الله تعالى يجب على كل واحد منهما التسمية حتى لو ترك أحدهما التسمية لاتحل الذبيحة *و كذا لو علم صاحب الشاة أن التسمية شرط إلا أنه ظن أن تسمية أحدهما تكفى لا يحل أكله (فتاوى قاضى خان، كتاب الأضحية، ج۳ص ۲۱۳)

[۳] (وتارك تسمية عمدا) خلافا للشافعي (فإن) (تركها ناسيا) (حل) خلافا لمالك(الدر المختار)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۲۳...... جانور ذبح کرنے سے پہلے مرنے کے قریب ہوگیا لیکن زندگی کے آثار موجود ہیں، تو ذبح کرنے سے حلال ہوجائے گا۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قوله خلافا لمالك) كذا في أكثر كتبنا إلا أن المذكور في مشاهير كتب مذهبه أنه يسمى عند الإرسال وعند الذبح، فإن تركها عامدا لا يؤكل على المشهور، وناسيا يؤكل غرر الأفكار(ردالمحتار، ج۶ص ۲۹۹، كتاب الذبائح)

ومنها التسمية حتى لو تركها عامدا لا يحل عندنا وعند الشافعي يحل وأجمعوا أنه لو تركها ناسيا يحل والمسألة معروفة(تحفة الفقهاء، ج۳ص ۶۲ ، كتاب الذبائح)

قال -رحمه الله -(وحل لو ناسيا) أي حل المذكى إن ترك التسمية ناسيا(تبيين الحقائق، ج۵ص ۲۸۸، كتاب الذبائح)

۱؎ جس جانور کا ذبح سے پہلے زندہ ہونا یقینی ہو وہ ذبح کے بعد حلال ہے، اگرچہ ذبح کے وقت زندگی کے آثار بھی ظاہر نہ ہوں، لیکن اگر ذبح کے وقت اس کا زندہ ہونا یقینی نہ ہو تو پھر زندگی کی کسی علامت واثر کا ظاہر ہونا ضروری ہے مثلاً یہ کہ ذبح کے وقت اس نے حرکتِ اضطرابی کی ہو یا آنکھ بند کی ہو، یا پیروں کو سکیڑا ہو، یا اس طرح خون نکلا ہو، جس طرح زندہ جانور کا نکلتا ہے۔

(ذبح شاة) مريضة (فتحركت أو خرج الدم) (حلت وإلا لا إن لم تدر حياته) عند الذبح، وإن علم حياته (حلت) مطلقا (وإن لم تتحرك ولم يخرج الدم) وهذا يتأتى في منخنقة ومتردية ونطيحة، والتي فقر الذئب بطنها فذكاة هذه الأشياء تحلل، وإن كانت حياتها خفيفة وعليه الفتوى، -(إلا ما ذكيتم)من غير فصل وسيجيء في الصيد.(ذبح شاة لم تدر حياتها وقت الذبح) ولم تتحرك ولم يخرج الدم (إن فتحت فاها لا تؤكل، وإن ضمته أكلت، وإن فتحت عينها لا تؤكل وإن ضمتها أكلت، وإن مدت رجلها لا تؤكل، وإن قبضتها أكلت، وإن نام شعرها لا تؤكل، وإن قام أكلت) لأن الحيوان يسترخي بالموت؛ ففتح فم وعين ومد رجل ونوم شعر علامة الموت لأنها استرخاء ومقابلها حركات تختص بالحي فدل على حياته، وهذا كله إذا لم تعلم الحياة (وإن علمت حياتها) وإن قلت (وقت الذبح أكلت مطلقا) بكل حال زيلعي(الدرالمختار ، كتاب الذبائح)

(قوله فتحركت) أي بغير نحو مد رجل وفتح عين مما لا يدل على الحياة كما يأتي (قوله أو خرج الدم) أي كما يخرج من الحي .قال في البزازية :وفي شرح الطحاوي :خروج الدم لا يدل على الحياة إلا إذا كان يخرج كما يخرج من الحي عند الإمام، وهو ظاهر الرواية (قوله حلت) لوجود علامة الحياة (قوله حياته) الأولى حياتها كما عبر في المنح لكن ذكر الضمير باعتبار المذبوح (قوله حلت مطلقا) يفسره ما بعده .قال في المنح :لأن الأصل بقاء ما كان على ما كان فلا يحكم بزوال الحياة بالشك (قوله وهذا يتأتى في منخنقة إلخ) أي ومريضة كما يأتي في كتاب الصيد (قوله والتي فقر الذئب بطنها) الفقر :الحفر، وثقب الخرز للنظم :وفي بعض النسخ بقر بالباء الموحدة :أي شق (قوله وإن كانت حياتها خفيفة) في بعض النسخ خفية والأولى أولى، وذلك بأن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۲۴...... اگر کسی مسلمان کوغسل کی حاجت ہواور وہ غسل کیے بغیر اسی حالت میں جانور ذبح کردے تو اس کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے۔ ؎۱

مسئلہ نمبر۲۵...... بعض لوگ عورتوں اور نابالغ بچوں کے ذبیحہ کو درست نہیں سمجھتے۔ یہ غلط خیال ہے، عورت اور سمجھدار بچہ و بچی کا ذبیحہ درست ہے، جبکہ یہ بسم اللہ پڑھ کر صحیح ذبح کردیں۔ ؎۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يبقى فيها من الحياة بقدر ما يبقى فى المذبوح بعد الذبح كما فى البزازية وفيها :شاة قطع الذئب أوداجها وهى حية لا تذكى لفوات محل الذبح، ولو انتزع رأسها وهى حية تحل بالذبح بين اللبة واللحيين (قوله وعليه الفتوى) خلافا لهما (قوله من غير فصل)أى تفصيل بين حياة خفيفة وكاملة(قوله ذبح شاة إلخ) بيان لعلامات أخر (قوله ولم تتحرك إلخ) أى بعد الذبح بحركة اضطرابية كحركة المذبوح وإلا فضم العين وقبض الرجل حركة (قوله وهذا كله إلخ) أعاده للدخول على المتن (قوله بكل حال) سواء وجدت تلك العلامات أو لا(ردالمحتار، ج٦ص٣٠٨،٣٠٩،كتاب الذبائح)

(قوله :فى المتن ولو ذبح شاة فتحركت أو خرج الدم) انظر ما قاله الشارح فى كتاب الصيد قبيل قوله وإن رمى صيدا فقطع عضوا منه أكل الصيد والعضو ا هـ .(قوله :وعن أبى حنيفة أنها إلخ) قال الولوالجى فى فتاواه رجل ذبح شاة أو بقرة فهذا على أربعة أوجه إن تحرك بعد الذبح وخرج منه دم مسفوح أو تحرك ولم يخرج منه دم مسفوح أو خرج منه دم مسفوح ولم يتحرك ففى الوجوه الثلاثة يحل لأنه وجد علامة الحياة وعلامة الحياة أحد هذين الأمرين إما الدم المسفوح أو الحركة ، وفى الوجه الرابع وهو ما إذا لم يتحرك ولم يخرج منه دم مسفوح لا يحل لأنه لم يوجد علامة الحياة ولكن هذا إذا لم يعلم حياته وقت الذبح فإن علم حل ، وإن لم يتحرك ولم يخرج منه دم أصلا ا هـ (حاشية الشلبى على تبيين الحقائق، ج٥ص٢٩٧،كتاب الذبائح)

؎۱ وأما من يجوز ذبحه فان ذبح كل مسلم وكل كتابى حلال رجلا كان او انثى حرا كان او عبدا جنبا كان او طاهرا عالما كان او جاهلا برا كان او فاجرا الا ذبيحة ثلاثة المشرك والمرتد الى اى دين كان والذى ترك التسمية عمدا(النتف فى الفتاوى، ج١ص٢٢٥،كتاب الذبائح والصيد)

؎۲ عَنْ أَبِى بُرْدَةَ، عَنْ أَبِى مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، أَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ بَنَاتِهِ أَنْ يَذْبَحْنَ، نَسَائِكَهُنَّ بِأَيْدِيهِنَّ(مصنف عبد الرزاق، رقم الحديث ٨١٦٩)

وذبيحة الأخرس حلال؛ لأنه عاجز عن التسمية بحكم الخرس، فيعتبر بالعجز بحكم النسيان، وذبيحة الصبى الذى يعقل ويضبط حلال، قوله :يضبط ،معناه انه يضبط شرائط الذبح من فرى الأوداج، وقوله: يعقل ،تكلموا فى معناه؛ قال بعض مشايخنا معناه يعقل التسمية، وقال بعضهم :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

مسئلہ نمبر ۲۶...... مخنث (یعنی ہیجڑے وزنخے) کا ذبح کرنا بھی درست ہے، اور اسی طرح گونگے شخص کا ذبح کرنا بھی درست ہے، جبکہ یہ مسلمان ہوں۔ ۱؎

مسئلہ نمبر ۲۷...... قربانی کا رکن جانور کا ذبح کرنا ہے، جو جانور کو ذبح کرنے سے ادا ہو جاتا ہے، اس لئے جانور کے ذبح ہو جانے کے بعد اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ وہ ذبح ہونے کے بعد ذبح شدہ جانور میں قربانی کا حصہ حاصل کرلے، تو یہ جائز نہیں۔ ۲؎

مسئلہ نمبر ۲۸...... ذبح سے پہلے قربانی کا جانور زندہ بچہ جن دے یا ذبح کے وقت پیٹ سے زندہ بچہ نکلے تو اسے بھی ماں کے ساتھ ذبح کر دینا چاہئے، اگر ذبح نہیں کیا اور قربانی کے دن گزر گئے تو اس کو صدقہ کر دے، اگر بعد میں ذبح کر کے کھالیا یا فروخت کر دیا تو اس کی قیمت کا اندازہ کر کے صدقہ کرے۔ ۳؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

معناہ أن یعلم أن الحل بقطع الحلقوم، والأوداج(المحیط البرهانی فی الفقه النعمانی، ج۸ص ۴۴۸،کتاب الذبائح،الفصل الأول فی بیان أهلیة الذابح)

ویجوز ذبیحة من یعقل الذبح، والتسمیة ویضبط ذلک وإن کانت امرأة أو صبیا ومعنی ضبط الذبح أن یقدر علی فری الأوداج، والأقلف، والمجبوب، والخصی، والخنثی، والمخنث تجوز ذبیحتهم علی ما ذکرنا(الجوهرة النیرة،ج۲ص ۱۸۱،کتاب الصید والذبائح)

۱؎ والخنثی والمخنث تجوز ذبیحتهما، هکذا فی الجوهرة النیرة .لا یکره ذبح الأبرص، وخبزه وطبخه وغیره أولی، کذا فی الغرائب.

المرأة المسلمة والکتابیة فی الذبح کالرجل وتؤکل ذبیحة الأخرس مسلما کان أو کتابیا، کذا فی فتاوی قاضی خان(الفتاوی الهندیة،ج۵ص ۲۸۶،کتاب الذبائح،الباب الأول فی رکن الذبح وشرائطه وحکمه وأنواعه)

۲؎ الأضحیة وهی فی الشرع اسم لحیوان مخصوص بسن مخصوص یذبح بنیة القربة فی یوم مخصوص عند وجود شرائطها وسببها، کذا فی التبیین .(وأما) (رکنها) : فذبح ما یجوز ذبحه فی الأضحیة بنیة الأضحیة فی أیامها؛ لأن رکن الشیء ما یقوم به ذلک الشیء ، والأضحیة إنما تقوم بهذا الفعل فکان رکنا، کذا فی النهایة(الفتاویٰ الهندیة، ج۵ص ۲۹۱، کتاب الاضحیة، الباب الاول)

۳؎ قال فی الخجندی :إذا ولدت الأضحیة فذبح الولد یوم الأضحی بعد الأم أجزأه ویکون حکمه کحکم أمه وإن ذبحه قبل ذبحها لا یحل أکله ویتصدق به(الجوهرة النیرة،ج۲ص ۱۸۹، کتاب الاضحیة، وقت الاضحیة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۲۹...... آج کل جو یورپ کے ممالک میں خودکار مشینی ذبیحے کا طریقہ رائج ہے، اُس میں شرعی قواعد واُصولوں کی عام طور پر رعایت نہیں ہوتی؛ اس لئے جس مشینی ذبح کے طریقے میں شرعی اُصول وقواعد کی رعایت نہ ہو، اُس سے قربانی کا جانور ذبح کرنا جائز نہ ہوگا۔

ہاں اگر کوئی مسلمان یا صحیح اہلِ کتاب چُھری ہاتھ میں لے کر اور بسم اللہ پڑھ کر جانور کو زندہ حالت میں ذبح کرے، اوراس کے بعد کھال اُتارنے اور گوشت بنانے کا عمل خودکار مشین انجام دے، تو وہ جائز ہوگا (والتفصیل فی احکام الذبائح للشیخ محمد تقی العثمانی مدظلہٗ)

قربانی کے گوشت وغیرہ سے متعلق احکام

قربانی کا اصل مقصد گوشت وغیرہ حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ان ولدت الاضحية ذبح ولدها معها، وبهذا قال الشافعي وأحمد وعزا الموفق الى ابى حنيفة لايذبحه ويدفعه للمساكين حيا، وان ذبحه دفعه اليهم مذبوحا وأرش مانقصه الذبح؛ لانه من نماء ها فلزمه دفعه اليهم على صفته، كصوفها وشعرها اهـ (اعلاء السنن، ج ١٧، ص ٢٧٥، باب أفضلية مباشرة التضحية بيده، فوائد شتى تتعلق بكتاب الاضاحى)

(وإذا ولدت الأضحية قبل أن يذبحها ذبح ولدها معها) ؛ لأن حكم التقرب بإراقة الدم ثبت فى عينها فيسرى إلى ولدها؛ لأنه متولد من عينها والولد، وإن لم يكن محلا للتقرب بإراقة الدم مقصودا يثبت الحكم فيه تبعا للأم، ولأن الشرائط تعتبر فيما هو أصل ووجودها فى الأصل يغنى عن اعتبارها فى البيع فإن باعه تصدق بثمنه؛ لأن معنى القربة يثبت فيه فلا يكون له أن يصرف ماليته إلى نفسه كما فى حق الأم، وكذلك إن أمسك ولدها حتى مضت أيام النحر تصدق به (المبسوط للسرخسى، ج ١٢، ص ١٤، كتاب الذبائح، باب الاضحية، أول وقت الأضحية)

فإن خرج من بطنها حيا فالعامة أنه يفعل به ما يفعل بالأم، فإن لم يذبحه حتى مضت أيام النحر يتصدق به حيا، فإن ضاع أو ذبحه وأكله يتصدق بقيمته، فإن بقى عنده وذبحه للعام القابل أضحية لا يجوز، وعليه أخرى لعامة الذى ضحى ويتصدق به مذبوحا مع قيمة ما نقص بالذبح، والفتوى على هذا خانية (ردالمحتار، ج ٦، ص ٣٢٢، كتاب الاضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کے حکم کو پورا کرنے کے لئے مخصوص جانور کو قربانی کے دِنوں میں ذبح کرنا اور خون بہانا ہے۔ ؂۱

لہٰذا اگر کوئی ذرا بھی گوشت استعمال نہ کرے یا کسی وقت گوشت کے استعمال ہونے کا کوئی مصرف نہ ہو تب بھی قربانی کا حکم برقرار رہے گا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰـكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (سورہ حج، آیت ۳۷)

ترجمہ: اللہ کو ہرگز نہیں پہنچتا ان (قربانی کے جانوروں) کا گوشت اور نہ ان کا خون، لیکن اللہ کو تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے (ترجمہ ختم)

البتہ قربانی کے ذبح ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے قربانی کے گوشت کے استعمال کو جائز قرار دے دیا ہے۔ ؂۲

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَكُلُوْا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ (سورہ حج، آیت ۲۸)

ترجمہ: پس اُس (قربانی کے گوشت) میں سے خود بھی کھاؤ اور محتاج فقیر کو بھی کھلاؤ (ترجمہ ختم)

اور ایک مقام پر ارشاد ہے کہ:

؂۱ الأضحية إراقة الدم من النعم دون سائر الحيوان، والدليل على أنها الإراقة أنه لو تصدق بعين الحيوان لم يجز، والصدقة بلحمها بعد الذبح مستحب وليس بواجب حتى لو لم يتصدق به جاز قال في الواقعات شراء الأضحية بعشرة دراهم خير من التصدق بألف درهم لأن القربة التي تحصل بإراقة الدم لا تحصل بالصدقة(الجوهرة النيرة، ج۲ ص ۱۸۶، كتاب الأضحية)

؂۲ الأصل في الأموال التقرب بالتصدق بها لا بالإتلاف وهو الإراقة إلا أنه نقل إلى الإراقة مقيدا في وقت مخصوص حتى يحل تناول لحمه للمالك والأجنبي والغني والفقير؛ لكون الناس أضياف الله -عز شأنه- في هذا الوقت، فإذا مضى الوقت عاد الحكم إلى الأصل وهو التصدق بعين الشاة سواء كان موسرا أو معسرا لما قلنا(بدائع الصنائع، ج۵ ص ۶۸، كتاب التضحية، فصل في أنواع كيفية الوجوب)

Idara Ghufran

فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ (سورہ حج ، آیت ۳۶)

ترجمہ: پھر جب گر پڑے اِن (جانوروں) کی کروٹ (یعنی یہ ذبح ہوجائیں) تو کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ صبر سے بیٹھنے والے اور بے قرار کو (ترجمہ ختم)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے گوشت کے بارے میں فرمایا کہ:

كُلُوا، وَتَزَوَّدُوا، وَادَّخِرُوا (مسلم) ۱؎

ترجمہ: تم خود کھاؤ، اور آئندہ کے لئے جمع کر کے، اور ذخیرہ کر کے رکھو (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَكُلُوا وَادَّخِرُوا وَتَصَدَّقُوا (مسلم) ۲؎

ترجمہ: پس تم (قربانی کا گوشت) خود کھاؤ، اور ذخیرہ کر کے رکھو، اور صدقہ کرو (ترجمہ ختم)

اور حضرت نبیشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَكُلُوا وَادَّخِرُوا وَاتَّجِرُوا، أَلَا وَإِنَّ هٰذِهِ الْأَيَّامَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَّشُرْبٍ وَذِكْرِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (ابوداؤد) ۳؎

۱؎ رقم الحديث ۱۹۷۲، كتاب الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان، باب بيان ما كان من النهى عن أكل لحوم الأضاحى بعد ثلاث الخ ، دار إحياء التراث العربى -بيروت.

۲؎ رقم الحديث ۱۹۷۱ ، كتاب الصيد والذبائح، باب بيان ما كان من النهى عن أكل لحوم الأضاحى بعد ثلاث، دار إحياء التراث العربى -بيروت، واللفظ لهٗ، ابوداؤد، رقم الحديث ۱۸۱۲ .

۳؎ رقم الحديث ۲۸۱۳، كتاب الضحايا، باب فى حبس لحوم الأضاحى، المكتبة العصرية، بيروت.
واتجروا ولم يرد به التجارة، إنما أراد الصدقة التى يبتغى بها الأجر والثواب، أى :تصدقوا طالبين به الأجر، وأصله :ايتجروا، فشدد، وقيل :اتجروا، كما قيل :اتخذت الشىء ، وأصله :ايتخذته وهو من الأخذ، ويروى ايتجروا على الأصل (شرح السنة للبغوى، ج۴ص ۳۶۱، باب الأكل من الأضحية بعد ثلاث فأكثر)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: پس تم (قربانی کا گوشت) کھاؤ اور ذخیرہ کرو، اور (صدقہ کرکے) اجر حاصل کرو، یہ کھانے پینے اور اللہ کے ذکر کے دن ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَكُلُوْا مَا بَدَا لَكُمْ، وَأَطْعِمُوْا وَادَّخِرُوْا (ترمذی) [1]

ترجمہ: پس تم جتنا چاہو خود کھاؤ، اور دوسروں کو کھلاؤ، اور اس کو جمع کرکے رکھو (ترجمہ ختم)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَّقُوْمَ عَلٰى بُدْنِهٖ، وَأَنْ يُّقَسِّمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا، لُحُوْمَهَا وَجُلُوْدَهَا وَجِلَالَهَا، وَلَا يُعْطِيَ فِيْ جِزَارَتِهَا شَيْئًا (بخاری) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو حکم فرمایا کہ وہ آپ کی قربانی کے قریب کھڑے ہوں، اور آپ کی سب قربانی کو تقسیم کریں، اس کے گوشت کو، اور اس کی کھال کو، اور اس کی رسیوں کو، اور قصاب کو ان میں سے کوئی چیز اجرت میں نہ دیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

كُلُوْا، وَأَطْعِمُوْا، وَاحْبِسُوْا ، أَوْ اِدَّخِرُوْا (مسلم) [3]

ترجمہ: تم (قربانی کا گوشت) کھاؤ، اور دوسروں کو کھلاؤ، اور روک کر ذخیرہ کرکے

---

[1] رقم الحديث ١٥١٠، ابواب الاضاحى، باب ماجاء فى الرخصة فى اكلها بعد ثلاث، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى الحلبى -مصر.

[2] رقم الحديث ١٧١٧، كتاب الحج، باب: يتصدق بجلود الهدى، دارطوق النجاة، بيروت.

[3] رقم الحديث ١٩٧٣، كتاب الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان، باب بيان ما كان من النهى عن أكل لحوم الأضاحى بعد ثلاث الخ، دار إحياء التراث العربى -بيروت.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

رکھو (ہر طرح جائز ہے) (ترجمہ ختم)

قرآن مجید کی مذکورہ آیات اور احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ قربانی کا گوشت خود کھانا، اور دوسروں کو کھلانا، اور صدقہ کرنا سب جائز ہے۔ ۱

قرآنی آیات اور احادیث وروایات کی روشنی میں فقہائے کرام نے قربانی کے گوشت سے متعلق جو مسائل اخذ کئے ہیں، اب ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱...... قربانی کے گوشت کو خود کھانا، فقراء اور مساکین پر صدقہ کر دینا، اور رشتہ دارو احباب اور مالداروں کو کھلانا اور عطیہ وہبہ کرنا، سب جائز ہے۔

اور افضل یہ ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصے کر کے ایک حصہ اپنے اہل وعیال کے لئے رکھے، ایک حصہ رشتہ دار اور دوست واحباب میں تقسیم کرے اور ایک حصہ غریبوں میں تقسیم کرے۔ ۲

سارا گوشت اپنے گھر میں رکھنے میں بھی حرج نہیں، بالخصوص جبکہ کوئی عیالدار اور ضرورت مند ہو۔ ۳

---

۱ وقدر أصحابنا فيه الصدقة بالثلث، وذلك لقوله تعالى :(فكلوا منها وأطعموا البائس الفقير) وقال النبى صلى الله عليه وسلم فى لحوم الأضاحى" :فكلوا وادخروا "فجعلوا الثلث للأكل والثلث للادخار والثلث للبائس الفقير(احكام القرآن جصاص، ج٣ص ٣٠٩، ٣١٠، سورة الحج) ولما ثبت جواز الأكل منها دل ذلك على جواز إعطائه الأغنياء لأن كل ما يجوز له أكله يجوز أن يعطى منه الغنى كسائر أمواله وإنما قدروا الثلث للصدقة على وجه الاستحباب لأنه لما جاز له أن يأكل بعضه ويتصدق ببعضه ويهدى بعضه على غير وجه الصدقة كان الذى حصل للصدقة الثلث(احكام القرآن جصاص، ج٥ص ٨٢، سورة الحج)

۲ قال -رحمه الله :-(وندب أن لا ينقص الصدقة من الثلث) لأن الجهات ثلاثة :الإطعام والأكل والادخار لما روينا ولقوله تعالى (وأطعموا القانع والمعتر) أى السائل والمتعرض للسؤال، فانقسم عليه أثلاثا وهذا فى الأضحية الواجبة والسنة سواء ، ولك أن تقول الأمر لمطلق الوجوب عند أكثر العلماء كما تقرر فى علم الأصول والظاهر من قوله "وأطعموا "وجوب الإطعام والمدعى استحبابه فليتأمل فى الجواب(تكملة البحر الرائق للطورى، ج٨ص ٢٠٣، كتاب الأضحية،الأكل من لحم الأضحية)

۳ وللمضحى أن يأكل من أضحيته إن شاء كلها وإن شاء أطعم الكل والأحب أن يتصدق بالثلثين ويأكل الثلث إن كان موسرا وإن كان ذا عيال وهو وسط الحال فى اليسار فله أن يتوسع بها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۲...... قربانی کا گوشت آئندہ استعمال کی ضرورت کے لئے رکھنا جائز ہے، اور رکھنے کی کوئی مدت مقرر نہیں، اپنی ضرورت وصوابدید کے مطابق اختیار ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۳...... جس طرح سارا گوشت گھر میں رکھنا جائز ہے، اسی طرح سارا گوشت تقسیم کرنا بھی جائز ہے، لیکن بہتر ہے کہ عذر نہ ہو تو کچھ نہ کچھ خود بھی کھائے۔ [2]

مسئلہ نمبر۴......قربانی کا گوشت اپنے اور پرائے، اور امیر، غریب، اور بنو ہاشم اور سید وغیر سید ہر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

على عياله ويدخر منها ما شاء (تحفة الفقهاء ، ج۳ص۸۷،۸۸، كتاب الأضحية)

ويستحب للمضحي أن يأكل من أضحيته، ويطعم منها غيره، وإن أكل الكل أو أطعم الكل جائزاً واسعاً، ويجوز أن يطعم منه الغني والفقير، ويهب منه ما شاء لغني أو فقير، أو مسلم أو ذمي، ولا بأس بأن يحبس المضحي لحماً، ويدخر كم شاء من المدة، والصدقة أفضل؛ إلا أن يكون الرجل ذا عيال، فإن الأفضل أن يدعه لعياله، ويوسع به عليهم، هذه الجملة في أضاحي الزعفراني.

وروى بشر بن الوليد عن أبي يوسف :في رجل له تسعة من العيال، وهو العاشر، فضحى بعشر من الغنم عن نفسه، وعن عياله، ولا ينوي بعينها؛ لكن ينوي العشرة منهم ومنه؛ جاز في الاستحسان، وهو قول أبي حنيفة رحمه الله(المحيط البرهاني،ج۸ص ۴۶۹، كتاب الأضحية،الفصل الخامس)

[1] قال -رحمه الله : -(ويأكل من لحم الأضحية ، ويؤكل غنيا ، ويدخر) لما روى أنه -عليه الصلاة والسلام -نهى عن أكل لحوم الضحايا بعد ثلاثة أيام ثم قال بعد كلوا ، وتزودوا وادخروا رواه مسلم والنسائي ، وقال -عليه الصلاة والسلام -فيه بعد النهي عن الادخار كلوا ، وأطعموا وادخروا الحديث ، رواه مسلم والبخاري ، وأحمد والنصوص فيه كثيرة ، وعليه إجماع الأمة (تبيين الحقائق، ج۶ ص۸، كتاب الاضحية)

[2] (قوله وندب إلخ) قال في البدائع :والأفضل أن يتصدق بالثلث ويتخذ الثلث ضيافة لأقربائه وأصدقائه ويدخر الثلث؛ ويستحب أن يأكل منها، ولو حبس الكل لنفسه جاز لأن القربة في الإراقة والتصدق باللحم تطوع (ردالمحتار، ج۶ ص۳۲۸، كتاب الاضحية)

ويستحب له أن يأكل من أضحيته لقوله تعالى -عز شأنه -(فكلوا منها وأطعموا البائس الفقير) وروى عن النبي -عليه الصلاة والسلام -أنه قال إذا ضحى أحدكم فليأكل من أضحيته ويطعم منه غيره (بدائع الصنائع، ج۵ ص ۸۰، كتاب التضحية، فصل في بيان ما يستحب قبل التضحية وبعدها وما يكره)

ولو تصدق بالكل جاز(الفتاوىٰ الهندية، ج۵ ص ۳۰۰، كتاب الاضحية، الباب الخامس)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ایک کو دینا جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۵...... گوشت کسی دوسری جگہ یا دوسرے شہر میں ضرورت مندوں کو بھیجنا بھی جائز ہے (لانہٗ لاتخصیص للمکان)

مسئلہ نمبر۶...... سارا گوشت کسی ایک ضرورت مند غریب کو صدقہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ [2]

مسئلہ نمبر۷...... قربانی کا گوشت دوسرے کو مالکانہ طور پر دینا بھی جائز ہے، اور اباحت کے طور پر بٹھا کر کھلا دینا بھی جائز ہے، اور کچا گوشت دینا اور پکا کر کھلانا بھی جائز ہے۔ [3]

مسئلہ نمبر۸...... جو حکم قربانی کے گوشت کا ہے، وہی قربانی کی چربی اور ہڈیوں اور سری پائے اور اوجھڑی وغیرہ کا بھی ہے، پس جس طرح گوشت کا خود استعمال کرنا جائز ہے، اسی طرح چربی اور ہڈیوں اور سری پایوں وغیرہ کا خود استعمال کرنا اور کسی کو ہدیہ کرنا، یا غریب کو صدقہ کرنا سب جائز ہے، نیز قربانی کے جانور کی چربی سے اپنے استعمال کے لئے صابن یا کوئی اور چیز بنالینا بھی جائز ہے (کمافی جلد الاضحیہ یجوز ان یتخذ بہ المصلّٰی)

مسئلہ نمبر۹...... قربانی کا گوشت جب کسی کو دیا جائے تو بغیر کسی عوض اور معاوضہ کے تبرعاً دینا چاہیئے، کسی اجرت کے طور پر دینا جائز نہیں۔

---

[1] اور مسلمانوں کے ملک میں رہنے والے غیر مسلم (یعنی ذمی) کو دینا بھی جائز ہے۔
اور یہ حکم اس گوشت کا ہے، جس کا تصدق واجب نہ ہو، اور جس کا تصدق واجب ہو، اس کے مصارِف وہی ہیں، جو زکاۃ کے مصارِف ہیں، جن میں غیر مسلم داخل نہیں۔
ویجوز أن یطعم منه الغنی والفقیر، ویهب منه ما شاء لغنی أو فقیر، أو مسلم أو ذمی(المحیط البرهانی، ج۸ص ۴۶۹، کتاب الأضحیة،الفصل الخامس فی بیان ما یجوز فی الضحایا وما لا یجوز، وفی بیان المستحب، والأفضل منها)

[2] وجاز له أن یتصدق بالکل علی فقیر واحد بعد الذبح(حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ج۲ص ۹۰، کتاب الحج،باب الهدی)

[3] ویجزی فیه التملیک وإطعام الإباحة(حاشیة الشلبی علی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ج۲ص ۹۰، کتاب الحج،باب الهدی)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

چنانچہ قصاب کو اس کی اجرت میں یا اس کی اجرت کا حصہ بنا کر دینا جائز نہیں۔

گوشت کے علاوہ چربی بلکہ جانور کا کوئی حصہ بھی قصاب کو مزدوری میں دینا جائز نہیں، مزدوری الگ سے دینی چاہئے، حدیث شریف میں اجرت میں دینے کی صاف ممانعت آئی ہے۔

آج کل بعض لوگ ادلا بدلی اور قرض کے طور پر یا صرف لعن، طعن سے بچنے یا اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے ایک دوسرے کے یہاں گوشت بھیجتے ہیں جو کہ گناہ ہے اخلاص ہونا چاہئے، کوئی لالچ یا دنیاوی معاوضہ وبدلہ پیشِ نظر نہ ہو۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۰...... جس طرح قربانی کے گوشت کو کسی کے معاوضہ واجرت میں دینا جائز نہیں، اسی طرح قربانی کے گوشت کو اپنے ذمہ لازم شدہ زکاۃ وغیرہ کی مَد میں غریب کو دینا بھی جائز نہیں، وہ الگ بات ہے کہ قربانی درست ہوجائے گی۔

---

[1] قال -رحمه الله :-(ولا يعطى أجرة الجزار منها شيئا) والنهى عنه نهى عن البيع لأنه فى معنى البيع لأنه يأخذه بمقابلة عمله فصار معاوضة كالبيع(تكملة البحرالرائق للطورى، ج٨ص٢٠٣، كتاب الاضحية،أجرة الجزار هل تأخذ من الأضحية)

و لا يعطى جلد الأضحية و لا لحمها بأجرة الذابح و السلاخ(فتاوى قاضى خان، كتاب الأضحية)

(ولا يعطى أجر الجزار منها) لأنه كبيع،واستفيدت من قوله -عليه الصلاة والسلام -من باع جلد أضحيته فلا أضحية له هداية(الدرالمختار)

(قوله لأنه كبيع) لأن كلا منهما معاوضة،لأنه إنما يعطى الجزار بمقابلة جزره والبيع مكروه فكذا ما فى معناه كفاية (قوله واستفيدت إلخ) كذا فى بعض النسخ والضمير للكراهة، لكن صاحب الهداية ذكر ذلك الحديث فى البيع، ثم قال بعد قوله ولا يعطى أجر الجزار منها لقوله -عليه الصلاة والسلام -لعلى -رضى الله عنه -تصدق بجلالها وخطامها ولا تعط أجر الجزاز منها شيئا والنهى عنه نهى عن البيع أيضا لأنه فى معنى البيع اهـ .ولا يخفى أن فى كل من الحديثين دلالة على المطلوب من الموضعين(ردالمحتار، ج٦ص٣٢٨، ٣٢٩، كتاب الاضحية)

ولا أن يعطى أجر الجزار والذابح منها؛ لما روى عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أنه قال من باع جلد أضحيته فلا أضحية له وروى أن النبى -عليه الصلاة والسلام -قال لعلى -رضى الله عنه :-تصدق بجلالها وخطامها، ولا تعطى أجرا لجزار منها "وروى عن سيدنا على -كرم الله وجهه -أنه قال :إذا ضحيتم فلا تبيعوا لحوم ضحاياكم ولا جلودها وكلوا منها وتمتعوا ولأنها من ضيافة الله -عز شأنه -التى أضاف بها عباده(بدائع الصنائع، ج٥ص ٨١، كتاب النذر)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

البتہ اگر کسی نے قربانی کا گوشت کسی کو تبرعاً بغیر کسی معاوضہ کے مالکانہ طور پر (نہ کہ وکالت واباحت کے طور پر) دے دیا، پھر وہ لینے والا شخص اس کو اپنی زکاۃ میں ادا کرے، یا اس گوشت کوفروخت کرے، تو اس کے لئے ایسا کرنا درست ہے اور گناہ نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۱...... جو ملازم اور نوکر اس طرح سے رکھا ہوا ہو کہ اس کا کھانا بھی تنخواہ کا حصہ ہو، تو اس کو قربانی کا گوشت تنخواہ کا حصہ سمجھ کر کھلانا درست نہیں، البتہ تنخواہ کا حصہ سمجھے بغیر کھلانے میں حرج نہیں، اور مزید احتیاط کرنی ہو، تو جتنے دن ملازم کو قربانی کا گوشت کھلانا مقصود ہو، تو اتنے دنوں کا حساب نکال کر اس کی تنخواہ الگ سے دے دی جائے، اس طرح یہ کھانا تنخواہ کے حصے سے نکل کر تبرع میں داخل ہو جائے گا، یا پھر نوکر جتنی مقدار میں قربانی کا گوشت کھائے، اتنی مالیت کا حساب کر کے غریبوں پر صدقہ کر دیا جائے (امداد المفتین ص ۹۶۶، بتغیر واضافہ)

مسئلہ نمبر ۱۲...... قربانی کا گوشت اگر کسی نے نقدی کے بدلے میں یا کسی ایسی چیز کے بدلے میں فروخت کر دیا، جس کو باقی رکھ کر فائدہ نہ اٹھایا جا سکتا ہو، جیسے تیل، پٹرول، صابن وغیرہ، تو اس رقم اور اس چیز کو ایسے غریبوں پر صدقہ کرنا ضروری ہو جائے گا، جو زکاۃ کے مستحق ہوں۔

اور اگر کسی ایسی چیز کے بدلے میں فروخت کر دیا، کہ جس کو باقی رکھ کر اس سے استفادہ کیا جاتا ہو، جیسے کپڑے، برتن، کتاب، قلم، موزے وغیرہ، تو ان چیزوں کو غریبوں پر صدقہ کرنا واجب نہیں ہوگا، بلکہ خود استعمال کرنا جائز ہوگا (کیونکہ ان چیزوں کا حکم گوشت کی طرح ہوگا) [2]

---

[1] وإذا دفع اللحم إلى فقير بنية الزكاة لا يحسب عنها في ظاهر الرواية، لكن إذا دفع لغني ثم دفع إليه بنيتها يحسب قهستاني (ردالمحتار، ج٦ ص٣٢٨، كتاب الاضحية)

وفي التتمة سئل على بن أحمد عن رجل دفع لحم الأضحية عن زكاة ماله هل تسقط عنه الأضحية قال نعم وسئل الوبري عن هذا فقال يقع الموقع ولكنه يأثم (تكملة البحر الرائق للطوري، ج٨ ص٢٠٣، كتاب الاضحية، أجرة الجزار هل تأخذ من الأضحية)

[2] وفي البيع بهذه الاشياء قولان: في قول كراهة وفي قول لا كراهة فيه. محمد رضوان.

ولا يحل بيع جلدها وشحمها ولحمها وأطرافها ورأسها وصوفها وشعرها ووبرها ولبنها الذي يحلبه منها بعد ذبحها بشيء لا يمكن الانتفاع به إلا باستهلاك عينه من الدراهم والدنانير والمأكولات والمشروبات، ولا أن يعطى أجر الجزار والذابح منها؛ لما روى عن رسول الله -صلى الله عليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۴۳...... اگر قربانی کے بڑے جانور (اونٹ، گائے) میں کئی شریک ہیں اور آپس میں گوشت تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ پوری احتیاط سے وزن کر کے تقسیم کریں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وسلم -أنه قال من باع جلد أضحيته فلا أضحية له وروى أن النبى -عليه الصلاة والسلام- قال لعلى -رضى الله عنه- :"تصدق بجلالها وخطامها، ولا تعطى أجرا لجزار منها" وروى عن سيدنا على -كرم الله وجهه- أنه قال: إذا ضحيتم فلا تبيعوا لحوم ضحاياكم ولا جلودها وكلوا منها وتمتعوا ولأنها من ضيافة الله -عز شأنه- التى أضاف بها عباده وليس للضيف أن يبيع من طعام الضيافة شيئا فإن باع شيئا من ذلك نفذ عند أبى حنيفة ومحمد.

وعند أبى يوسف لا ينفذ لما ذكرنا فيما قبل الذبح ويتصدق بثمنه؛ لأن القربة ذهبت عنه فيتصدق به ولأنه استفاده بسبب محظور وهو البيع فلا يخلو عن خبث فكان سبيله التصدق وله أن ينتفع بجلد أضحيته فى بيته بأن يجعله سقاء أو فروا أو غير ذلك؛ لما روى عن سيدتنا عائشة -رضى الله عنها- أنها اتخذت من جلد أضحيتها سقاء ولأنه يجوز الانتفاع بلحمها فكذا بجلدها، وله أن يبيع هذه الأشياء بما يمكن الانتفاع به مع بقاء عينه من متاع البيت كالجراب والمنخل؛ لأن البدل الذى يمكن الانتفاع به مع بقاء عينه يقوم مقام المبدل فكان المبدل قائما معنى فكان الانتفاع به كالانتفاع بعين الجلد بخلاف البيع بالدراهم والدنانير؛ لأن ذلك مما لا يمكن الانتفاع به مع بقاء عينه فلا يقوم مقام الجلد فلا يكون الجلد قائما معنى والله تعالى -عز شأنه- أعلم(بدائع الصنائع، ج۵ص ۸۱،كتاب التضحية،فصل فى بيان ما يستحب قبل التضحية وبعدها وما يكره)

ولا يحل بيع شحمها وأطرافها ورأسها وصوفها ووبرها وشعرها ولبنها الذى يحلبه منها بعد ذبحها بشىء ، لا يمكن الانتفاع به إلا باستهلاك عينه من الدراهم والدنانير والمأكولات والمشروبات(الفتاوىٰ الهندية، ج۵ص ۳۰۱، كتاب الاضحية، الباب السادس)

(فإن) (بيع اللحم أو الجلد به)أى بمستهلك (أو بدراهم) (تصدق بثمنه) ومفاده صحة البيع مع الكراهة(الدرالمختار)

(قوله فإن بيع اللحم أو الجلد به إلخ) أفاد أنه ليس له بيعهما بمستهلك وأن له بيع الجلد بما تبقى عينه، وسكت عن بيع اللحم به للخلاف فيه .ففى الخلاصة وغيرها :لو أراد بيع اللحم ليتصدق بثمنه ليس له ذلك، وليس له فيه إلا أن يطعم أو يأكل اهـ والصحيح كما فى الهداية وشروحها أنهما سواء فى جواز بيعهما بما ينتفع بعينه دون ما يستهلك، وأيده فى الكفاية بما روى ابن سماعة عن محمد :لو اشترى باللحم ثوبا فلا بأس بلبسه اهـ .(فروع)فى القنية :اشترى بلحمها مأكولا فأكله لم يجب عليه التصدق بقيمته استحسانا، وإذا دفع اللحم إلى فقير بنية الزكاة لا يحسب عنها فى ظاهر الرواية، لكن إذا دفع لغنى ثم دفع إليه بنيتها يحسب قهستانى (قوله تصدق بثمنه) أى وبالدراهم فيما لو أبدله بها (قوله ومفاده صحة البيع) هو قول أبى حنيفة ومحمد بدائع لقيام الملك والقدرة على التسليم هداية (قوله مع الكراهة) للحديث الآتى (قوله لأنه كبيع) لأن كلا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اندازہ سے تقسیم کرلینا جائز نہیں، اگرچہ باہم ایک دوسرے کو کمی بیشی معاف کردیں، کیونکہ یہ شریعت کا حق ہے جو کسی کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتا، وزن نہ کرنے میں کمی بیشی لازمی بات ہے، جس میں سود کا گناہ ہوگا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

منهما معاوضة،لأنه إنما يعطى الجزار بمقابلة جزره والبيع مكروه فكذا ما في معناه كفاية(ردالمحتار، ج۶ ص ۳۲۸، كتاب الاضحية)

ولو أراد بيع لحم الأضحية ليتصدق بثمنها؛ ليس له ذلك؛ ليس له في اللحم إلا أن يطعم، أو يأكل؛ هكذا ذكر في الأجناس .فصار حاصل الجواب في الجلد أنه لو باعه بشيء ينتفع به بعينه، أو باعه بشيء لا ينتفع به إلا بعد استهلاكه، وذكر شيخ الإسلام في شرح كتاب الأضحية :أن الجواب في اللحم كالجواب في الجلد إن باعه بشيء ينتفع به بعينه، أو باعه بشيء لا ينتفع به إلا بعد استهلاكه.

وذكر شيخ الإسلام في شرح كتاب الأضحية :أن الجواب في اللحم كالجواب في الجلد إن باعه بشيء ينتفع به بعينه يجوز، ويتأيد هذا القول بما روى ابن سماعة في نوادره عن محمد :أنه لو اشترى باللحم ثوباً، فلا بأس بلبسه(المحيط البرهاني، ج۸ ص ۴۷۱، كتاب الاضحية،الفصل السادس الانتفاع بالأضحية)

مذکورہ عبارات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی وقت ضرورت ومجبوری کی وجہ سے قربانی کا گوشت اس لئے فروخت کیا جائے کہ اس کی رقم غریبوں کو صدقہ کی جائے گی، تو اس کی گنجائش ہے، مثلاً کسی جگہ انتہائی غریب ونادار لوگ ہیں، اور وہاں تک قربانی کا گوشت پہنچانا مشکل ہے، اور جہاں قربانی کی گئی، وہاں ضرورت مند لوگ نہیں ہیں، اور گوشت کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے، تو ایسی ضرورت میں قربانی کا گوشت فروخت کرکے اس کی رقم غریبوں تک پہنچانا جائز ہوگا، بشرطیکہ وہ رقم غریبوں پر مالکانہ طور پر (یعنی تملیکاً) خرچ کی جائے۔

[1] قال :وسألت أبا يوسف -رحمه الله -عن البقرة إذا ذبحها سبعة في الأضحية أيقتسمون لحمها جزافا أو وزنا؟ قال :بل وزنا، قال :قلت فإن اقتسموها مجازفة وحلل بعضهم بعضا؟ قال : أكره ذلك، قال :قلت فما تقول في رجل باع درهما بدرهم فرجح أحدهما فحلل صاحبه الرجحان؟ قال :هذا جائز؛ لأنه لا يقسم معناه أنه هبة المشاع فيما لا يحتمل القسمة وهو الدرهم الصحيح، أما عدم جواز القسمة مجازفة فلأن فيها معنى التمليك، واللحم من الأموال الربوية فلا يجوز تمليكه مجازفة كسائر الأموال الربوية وأما عدم جواز التحليل فلأن الربوي لا يحتمل الحل بالتحليل ولأنه في معنى الهبة، وهبة المشاع فيما يحتمل القسمة لا تصح بخلاف ما إذا رجح الوزن (بدائع الصنائع، ج۵ ص۶۷، كتاب التضحية، فصل في أنواع كيفية الوجوب)

سبعة ضحوا بقرة و اقتسموا لحمها وزنا جاز لأن بيع اللحم باللحم وزنا مثلا بمثل جائز فكذلك القسمة فإن اقتسموا اللحم جزافا لا يجوز اعتبارا بالبيع و لو أنهم اقتسموا لحمها جزافا و حلل كل واحد منهم لأصحابه الفضل لا يجوز بخلاف ما إذا باع درهما بدرهم و ترجح أحد الدرهمين مقدار

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۴...... اگر وزن کی مشکل سے بچنا چاہیں تو اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ سری یا پائے یا کلیجی کے ٹکڑے کر کے ہر حصہ میں ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا جائے، پھر وزن کئے بغیر اندازہ سے تقسیم کرنا بھی جائز ہو جائے گا۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ما لا يدخل تحت الوزن فحلل صاحبه الآخر فإنه يجوز ذلك *و الفرق أن تحليل الفضل هبة و فى مسئلة اللحم هبة المشاع فيما يحتمل القسمة و هو اللحم فلم يجز و فى مسئلة الدرهم, الدرهم الواحد لا يحتمل القسمة فجازت الهبة(فتاوىٰ قاضيخان، ج۳ص۲۱۰،كتاب الاضحية)

(ويقسم لحمها) أى إذا جاز على الشركة فيقسم اللحم (وزنا) بين الشركاء ؛ لأنه موزون (لا جزافا) لأن فى القسمة معنى التمليك فلا يجوز جزافا عند وجود الجنس والوزن ولا يجوز التحليل؛ لأنه فى معنى الهبة وهبة المشاع فيما يقسم لا تجوز (مجمع الانهر ج۲ص۵۱۸، كتاب الاضحية)

قال :(ويقتسمون لحمها بالوزن) ; لأنه موزون ولا يتقاسمونه جزافا إلا أن يكون معه الأكارع والجلد فيجوز كما قلنا فى البيع(الاختيار لتعليل المختار، ج۴ص۱۸، كتاب الاضحية)

ويقسم اللحم وزنا لا جزافا إلا إذا ضم معه الأكارع أو الجلد) صرفا للجنس لخلاف جنسه.(الدرالمختار)

(قوله لا جزافا) لأن القسمة فيها معنى المبادلة، ولو حلل بعضهم بعضا قال فى البدائع :أما عدم جواز القسمة مجازفة فلأن فيها معنى التمليك واللحم من أموال الربا فلا يجوز تمليكه مجازفة. وأما عدم جواز التحليل فلأن الربا لا يحتمل الحل بالتحليل، ولأنه فى معنى الهبة وهبة المشاع فيما يحتمل القسمة لا تصح اهـ وبه ظهر أن عدم الجواز بمعنى أنه لا يصح ولا يحل لفساد المبادلة خلافا لما بحثه فى الشرنبلالية من أنه فيه بمعنى لا يصح ولا حرمة فيه (قوله إلا إذا ضم معه إلخ) بأن يكون مع أحدهما بعض اللحم مع الأكارع ومع الآخر البعض مع البعض مع الجلد عناية(ردالمحتار، ج۶ص۳۱۷،۳۱۸، كتاب الاضحية)

۱؎ قربانی میں اصل جانور ذبح کرنا ہے، جب جانور ذبح ہو گیا تو قربانی ادا ہو گئی، اب اس کا گوشت سب شریکوں کا مشترک مال ہے اور اس کو تقسیم کرنا درحقیقت ''مبادلۃ المال بالمال'' ہے، جس میں کمی بیشی سے اس وقت سود لازم آتا ہے جبکہ دونوں طرف سے جنس ایک ہو، اور سری پائے اور کلیجی وغیرہ اس بارے میں گوشت سے الگ جنس ہیں، لہٰذا اس وقت کی زیادتی سود میں داخل نہ ہو گی۔

سبعة ضحوا بقرة، وأرادوا أن يقسموا اللحم بينهم؛ إن اقتسموها وزناً يجوز؛ لأن القيمة فيها معنى البيع، والبيع على هذا الوجه يجوز، وإن اقتسموها جزافاً ،إن جعلوا مع اللحم شيئاً من السقط نحو الرأس، والأكارع يجوز، وإن لم يجعلوا لا يجوز؛ لأن البيع على هذا الوجه لا يجوز، فإن فعلوا مع هذا الوجه ، وحللوا الفضل بعضهم لبعض لم يجز(المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى، ج۸ص۴۷۹،كتاب الأضحية،الفصل الثامن فيما يتعلق بالشركة فى الضحايا)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۵...... اگر ایک بڑے جانور میں صرف دو آدمی یا اس سے زیادہ مگر سات سے کم افراد شریک ہیں تو وزن کر کے اپنے اپنے حصوں کے بقدر تقسیم کرلیں گے مثلاً اگر دو آدمی برابر مالیت کے اعتبار سے شریک ہیں تو وزن کر کے آدھا آدھا گوشت دونوں لے لیں گے۔

اور اگر تین افراد شریک ہیں، تو گوشت کے وزن کر کے تین حصے کرلیں گے، اور ایک ایک حصہ تینوں شرکاء لے لیں گے، اور فرق کے اعتبار سے شریک ہوں، تو پھر اسی حساب سے تقسیم کریں۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۶...... اگر سب شریک باہمی رضامندی سے سارا یا کچھ گوشت لوگوں میں تقسیم کرنا چاہیں یا پکا کر ان کو کھلانا چاہیں تو جائز ہے اور سارا گوشت لوگوں میں تقسیم کرنے کی صورت میں باہم وزن کر کے تقسیم کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ وزن کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے، جبکہ آپس میں تقسیم کرنا چاہیں۔

اور اگر کچھ گوشت تقسیم کر کے باقی گوشت آپس میں تقسیم کرنا چاہیں، تو اس باقی ماندہ گوشت کو اپنے درمیان اپنے اپنے حصوں کے بقدر وزن کر کے تقسیم کرلیں۔

البتہ اگر کوئی حصہ ایسا ہو کہ جس کا صدقہ واجب ہو، تو اس کا حصہ الگ نکال کر غریبوں پر صدقہ کرنا واجب ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وإذا جاز عن الشركة يقسم اللحم بالوزن لأنه موزون، وإذا قسموا جزافا لا يجوز إلا إذا كان معه شيء آخر من الأكارع والجلد كالبيع لأن القسمة فيها معنى المبادلة(تكملة البحر الرائق للطورى، ج۸ص۱۹۸، كتاب الأضحية)

(إلا إذا خلط) وضم (به) أى باللحم (من أكارعه أو جلده) أى يكون فى كل جانب شيء من اللحم ومن الأكارع أو يكون فى كل جانب شيء من اللحم وبعض الجلد أو يكون فى جانب لحم وأكارع وفى آخر لحم وجلد فحينئذ يجوز صرفا للجنس إلى خلاف الجنس كما فى الدرر(مجمع الانهر ج۲ص۵۱۸، كتاب الاضحية)

[1] وإذا جاز عن الشركة يقسم اللحم بالوزن لأنه موزون(تكملة البحر الرائق للطورى، ج۸ص۱۹۸، كتاب الأضحية)

[2] (قوله ويقسم اللحم) انظر هل هذه القسمة متعينة أو لا، حتى لو اشترى لنفسه ولزوجته وأولاده الكبار بدنة ولم يقسموها تجزيهم أو لا، والظاهر أنها لا تشترط لأن المقصود منها الإراقة ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۱۷...... اگر کسی نے پورا جانور اپنے گھر کے افراد کے لئے قربان کیا، تو تقسیم کرنا ضروری نہیں، مثلاً گائے خریدی اور اس کا ایک حصہ اپنے لئے ایک حصہ بیوی کے لئے اور باقی حصے اولاد کے لئے کئے، پھر ذبح کرنے کے بعد پورا گوشت تقسیم کئے بغیر گھر میں رکھ لیا تو جائز ہے۔

اس صورت میں باہمی رضامندی سے جتنا چاہیں، دوسرے غریبوں یا امیروں کو صدقہ وہبہ کرنا بھی جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۸...... اگر کوئی شخص قربانی کی وصیت کر کے فوت ہوا، پھر اس کے ترکہ میں سے اس کی وصیت کے مطابق قربانی کی گئی (خواہ مستقل جانور قربان کیا گیا ہو، یا قربانی کے بڑے جانور اونٹ، گائے میں حصہ لیا گیا ہو) تو اس کی قربانی کا گوشت ایسے غریبوں کو صدقہ کرنا ضروری ہے، کہ جنہیں زکاۃ دینا جائز ہو۔

البتہ اگر کوئی شخص میت کے ترکہ کے بجائے اپنے مال میں سے قربانی کرے، یا بغیر وصیت کے اپنی طرف سے میت کو ثواب پہنچانے کی نیت سے قربانی کرے، تو اس صورت میں اس قربانی کا گوشت عام قربانی کے گوشت کی طرح استعمال کرنا جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد حصلت. وفي فتاوى الخلاصة والفيض: تعليق القسمة على إرادتهم، وهو يؤيد ما سبق غير أنه إذا كان فيهم فقير والباقي أغنياء يتعين عليه أخذ نصيبه ليتصدق به اهـ ط. وحاصله أن المراد بيان شرط القسمة إن فعلت لا أنها شرط، لكن في استثنائه الفقير نظر إذ لا يتعين عليه التصدق كما يأتي، نعم الناذر يتعين عليه فافهم (ردالمحتار، ج۶ص۳۱۷، كتاب الاضحية)

(كذافي الطحطاوي على الدر، ج۴ص۱۶۲، كتاب الاضحية)

[1] (قوله ويقسم اللحم) انظر هل هذه القسمة متعينة أو لا، حتى لو اشترى لنفسه ولزوجته وأولاده الكبار بدنة ولم يقسموها تجزيهم أو لا، والظاهر أنها لا تشترط لأن المقصود منها الإراقة وقد حصلت. وفي فتاوى الخلاصة والفيض: تعليق القسمة على إرادتهم، وهو يؤيد ما سبق غير أنه إذا كان فيهم فقير والباقي أغنياء يتعين عليه أخذ نصيبه ليتصدق به اهـ ط. وحاصله أن المراد بيان شرط القسمة إن فعلت لا أنها شرط، لكن في استثنائه الفقير نظر إذ لا يتعين عليه التصدق كما يأتي، نعم الناذر يتعين عليه فافهم (ردالمحتار، ج۶ص۳۱۷، كتاب الاضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

یہ گوشت ایصالِ ثواب والی نفلی قربانی کے گوشت کا حکم رکھتا ہے۔ ۱؎

مسئلہ نمبر ۱۹...... اگر کسی نے زبان سے منت مان کر قربانی اپنے اوپر لازم کرلی تھی، مثلاً یہ منت مانی تھی کہ اللہ کے لئے مجھ پر قربانی واجب ہے، یا اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو مجھ پر قربانی ہے، اور اس کا وہ کام ہوگیا، تو بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک ایسی قربانی کا گوشت (خواہ وہ مستقل جانور ہو، یا بڑے جانور کا ساتواں حصہ ہو) زکاۃ کے مستحق غریبوں کو صدقہ کرنا ضروری ہے، خود استعمال کرنا، یا امیروں کو دینا اور کھلانا جائز نہیں۔ ۲؎

۱؎ من ضحى عن الميت يصنع كما يصنع في أضحية نفسه من التصدق والأكل والأجر للميت والملك للذابح. قال الصدر: والمختار أنه إن بأمر الميت لا يأكل منها وإلا يأكل بزازية، وسيذكره في النظم (ردالمحتار، ج٦ ص ٣٢٦، كتاب الاضحية)

سبعة نحروا ناقة عن سبعة و أحد الشركاء وارث ميت يذبح عن مورثه قال محمد رحمه الله تعالى الستة يأكلون أنصباءهم من اللحم و يتصدق بنصيب الميت و لا يأكله الوارث *قال رضي الله عنه هذا إذا كان الوارث ضحى من مال الميت بأمر الميت......و ذكر الزعفراني رحمه الله تعالى إن أمرهم الميت أن يضحى عن الميت ففعل الوارث يقع عن الوارث نفلا و للميت أجر الذبح إن فعل الوارث بمال نفسه و يكون هو بمنزلة ما لو نوى واحد من الشركاء السبعة بنصيبه التطوع...... و لو ضحى عن ميت من مال نفسه بغير أمر الميت جاز و له أن يتناول منه و لا يلزمه أن يتصدق به لأنها لم تصر ملكا للميت بل الذبح حصل على ملكه و لهذا لو كان على الذابح أضحية سقطت عنه.و إن ضحى عن ميت من مال الميت بأمر الميت يلزمه التصدق بلحمه و لا يتناول منه لأن الأضحية تقع عن الميت(فتاوى قاضي خان، ج ٣،ص ٢١٠، كتاب الأضحية)

۲؎ اور ہمارے اکثر اکابر کے فتاویٰ اسی کے مطابق ہیں۔

إن وجبت بالنذر فليس لصاحبها أن يأكل منها شيئا، ولا أن يطعم غيره من الأغنياء سواء كان الناذر غنيا أو فقيرا؛ لأن سبيلها التصدق وليس للمتصدق أن يأكل صدقته، ولا أن يطعم الأغنياء ، كذا في التبيين.وأما في الأضحية المنذورة سواء كانت من الغني أو الفقير فليس لصاحبها أن يأكل ولا أن يؤكل الغني هكذا في النهاية(الفتاوى الهندية، ج٥ ص ٣٠٠، كتاب الأضحية،الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب)

وإذا لم تكن واجبة، وإنما وجبت بالنذر فليس لصاحبها أن يأكل منها شيئا ولا أن يطعم غيره من الأغنياء ، سواء كان الناذر غنيا، أو فقيرا لأن سبيلها التصدق وليس للمتصدق أن يأكل من صدقته ولا أن يطعم الأغنياء (تكملة البحر الرائق للطوري، ج٨ص ٢٠٣، كتاب الأضحية)

(قال :ويأكل من لحم الأضحية) ش :أي قال القدوري :هذا في غير المنذورة .أما في المنذورة فلا يأكل الناذر سواء كان معسرا أو موسرا وبه قالت الثلاثة، وعن أحمد في رواية :يجوز الأكل من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک اس قربانی کے گوشت کا حکم عام قربانی کے گوشت کی طرح ہے، اور اس کا غریبوں پر صدقہ کرنا ضروری نہیں، بلکہ خود کھانا اور امیروں وغریبوں کو کھلانا اور دینا سب جائز ہے۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المنذورة أيضا وفی "الذخيرة": "ولا يجوز أن يأكل الغنى فی المنذورة؛ لأن سببها التصدق وليس للمتصدق أن يأكل من صدقته، حتى لو أكل يجب عليه قيمة ما أكل(البناية شرح الهداية، ج ۱۲ ص ۵۱، كتاب الأضحية)

اور اگرچہ فقہائے کرام نے شراء الفقیر بنیۃ الاضحیہ کو بھی بمنزلہ نذر یا حکماً نذر قرار دیا ہے، جس کا حکم بھی یہی ہونا چاہئے، جیسا کہ ردالمختار میں اس پر شبہ کیا گیا ہے، مگر اعلاء السنن میں اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ اسے تمام احکام کے اعتبار سے نذر کا حکم حاصل نہیں، اس لئے فقیر نے جو جانور بنیتِ اضحیہ خرید کر قربانی کی ہو، اس کا گوشت عام قربانی کی طرح استعمال کرنا جائز ہے۔

(قوله ويأكل من لحم الأضحية إلخ) هذا فی الأضحية الواجبة والسنة سواء إذا لم تكن واجبة بالنذر، وإن وجبت به فلا يأكل منها شيئا ولا يطعم غنيا سواء كان الناذر غنيا أو فقيرا لأن سبيلها التصدق وليس للمتصدق ذلك، ولو أكل فعليه قيمة ما أكل زيلعی، وأراد بالأضحية السنة أضحية الفقير فإنه صرح بأنها تقع منه سنة قبيل قول الكنز، ويضحی بالجماء لكنه خلاف ما فی النهاية من أنها لا تقع منه واجبة ولا سنة بل تطوعا محضا، وكذا صرح فی البدائع أنها تكون تطوعا وهی أضحية المسافر والفقير الذی لم يوجد منه النذر بها ولا الشراء للأضحية لانعدام سبب الوجوب وشرطه، فالظاهر أنه أراد بالسنة التطوع تأمل .ثم ظاهر كلامه أن الواجبة على الفقير بالشراء له الأكل منها .وذكر أبو السعود أن شراءه لها بمنزلة النذر فعليه التصدق بها اهـ .أقول: التعليل بأنها بمنزلة النذر مصرح به فی كلامهم، ومفاده ما ذكر .وفی التتارخانية: سئل القاضی بديع الدين عن الفقير إذا اشترى شاة لها هل يحل له الأكل؟ قال نعم .وقال القاضی برهان الدين لا يحل اهـ فتأمل (رد المحتار على الدر المختار، ج۶، ص۳۲۷، كتاب الأضحية)

وفيه الامر من الاضحية من غير فصل بين الموسر والمعسر، وكان ظاهر حديث الصحابة فی زمنه صلى الله عليه وسلم الاعسار والفقر، فلو لم يجز للمعسر الاكل من الاضحية لبينه النبی صلى الله عليه وسلم، وكون شراء الفقير بمنزلة النذر، انما هو فی حق ايجاب المعين لافی سائر احكام، والله تعالیٰ اعلم (اعلاء السنن ج۱۷ ص ۲۸۳، باب افضلية مباشرة التضحية بنفسه وجواز الاستنابة والاستعانه)

؎ وجملة الكلام فيه أن الدماء أنواع ثلاثة: نوع يجوز لصاحبه أن يأكل منه بالإجماع، ونوع لا يجوز له أن يأكل منه بالإجماع، ونوع اختلف فيه، الأول دم الأضحية نفلا كان أو واجبا منذورا كان أو واجبا مبتدأ، والثانی دم الإحصار وجزاء الصيد ودم الكفارة الواجبة بسبب الجناية على

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہاں اگر کسی نے قربانی کی منت کے ساتھ گوشت کے صدقہ کرنے کی بھی نیت کی ہو، تو پھر یہ حضرات بھی اس کے گوشت کے صدقہ کو واجب اور ضروری قرار دیتے ہیں۔

اور اگر کسی نے جانور کو (قربانی کرنے کے بجائے) ذبح یا صدقہ کرنے کی منت مانی تھی، تو بالاتفاق ذبح کی منت پوری کرنے کے لئے جو جانور ذبح کیا جائے، اس کا پورا گوشت صدقہ کرنا ضروری ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الإحرام كحلق الرأس ولبس المخيط والجماع بعد الوقوف بعرفة وغير ذلك من الجنايات، ودم النذر بالذبح، والثالث دم المتعة والقران، فعندنا يؤكل وعند الشافعي -رحمه الله- لا يؤكل، وهي من مسائل المناسك ثم كل دم يجوز له أن يأكل منه لا يجب عليه أن يتصدق به بعد الذبح؛ إذ لو وجب عليه التصدق لما جاز له أن يأكل منه، وكل دم لا يجوز له أن يأكل منه يجب عليه أن يتصدق به بعد الذبح إذ لو لم يجب لأدى إلى التسييب (بدائع الصنائع، ج۵ ص ۸۰، كتاب التضحية، فصل في بيان ما يستحب قبل التضحية وبعدها وما يكره)

[۱] حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ نے اسی موقف کو اختیار کیا ہے، اور اس پر تفصیلی بحث فرمائی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

”اصولِ شرع کے تحت بھی یہی صحیح ہے کہ نذر ذبح میں لحم واجب التصدق ہے، نذر تضحیہ میں نہیں، البتہ نذر تضحیہ میں تصدقِ لحم کی نیت بھی کی ہو تو تصدق واجب ہوگا۔

نذر ذبح ونذر تضحیہ میں یہ تفریق اصولاً اس لئے لازم ہے کہ نذر تضحیہ میں اگر تصدقِ لحم کی نذر نہیں کی تو یہ واجب التصدق کیوں ہوا؟ وجوبِ تضحیہ وجوبِ تصدق کو مستلزم نہیں اور نذر ذبح میں فعلِ ذبح عبادت نہیں، اس لئے نذرِ ذبح تصدق لحم کو مستلزم ہے، ورنہ فعل عاقل کا ابطال لازم آتا ہے جو عقلاً وشرعاً کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ نذر ذبح میں نذر تصدق کا عرف ہے، اگر یہ عرف نہ بھی ہوتا تو بھی تصحیح فعل عاقل کے لئے عقلاً وشرعاً اس کو نذر تصدق قرار دیا جائے گا۔ غرضیکہ نذر ذبح کا نذر تصدق کو مستلزم ہونا تسلیم نہ کیا جائے تو یہ نذر ہی صحیح نہیں، اور استلزام تسلیم کرلیا جائے تو صحت نذر و وجوبِ تصدق دونوں اصولِ شرع کے مطابق ہیں۔ فعل ذبح عبادت نہ ہونے کے باوجود اس کی نذر صحیح ہونے میں اشکال کا جواب امداد الفتاویٰ میں یوں دیا ہے:

”اس میں ورودِ نص کی وجہ سے اس کی صحت خلافِ قیاس ہے“ (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۵۲۷)

بعض شروح وحواشی میں اضحیۂ منذورہ کا وجوبِ تصدق مذکور ہے، اس کو اس پر محمول کرنا ناگزیر ہے کہ نذرِ اضحیہ کے ساتھ نذرِ تصدق بھی کی ہو (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۵۲۸)

وجوبِ تصدق کا قول سب سے پہلے آٹھویں صدی میں زیلعی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۷۶۳ھ نے فرمایا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

خلاصہ یہ کہ منت والی قربانی میں اگر منت ماننے والے نے قربانی کے ساتھ ساتھ گوشت کے صدقہ کی بھی نیت کی ہو، تو قربانی کے دنوں میں قربانی کرنے کے بعد بالاتفاق اس کا گوشت خود کھانا، اور امیروں کو کھلانا جائز نہیں، بلکہ غریبوں پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔

اور اگر قربانی کی منت ماننے والے نے گوشت کے صدقہ کی نیت نہ کی ہو، تو بعض حضرات کے نزدیک ایسی قربانی کا گوشت غریبوں کو صدقہ کرنا واجب ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک اس کا غریبوں پر صدقہ کرنا واجب نہیں، بلکہ اس کے گوشت کا حکم عام قربانی کے گوشت کی طرح ہے۔

پس سارا گوشت صدقہ کر دینے میں احتیاط ہے، تاکہ سب کے نزدیک بریُ الذمہ ہو جائے، اور اگر کوئی ضرورت مند ہونے کی وجہ سے خود کھالے، تو بعض حضرات کے نزدیک اس کی بھی گنجائش موجود ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۰...... اگر ایک بڑے جانور میں کئی آدمی شریک ہیں اور کوئی ایک شریک جانور کا گوشت وغیرہ بناتا ہے تو بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک اس کو گوشت وغیرہ بنانے کی اجرت لینا جائز نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ہے، ان کے بعد بعض دوسرے شراح ومحشین نے بھی یہی لکھا ہے، بعض نے زیلعی کی طرف نسبت ظاہر کی ہے، بعض نے نہیں، بظاہر ان کا مآخذ بھی وہی ہے، شاید ان حضرات کو نذرِ ذبح سے اشتباہ ہو گیا ہے، والتوفیق اولیٰ من التخطئۃ ۔ بہشتی زیور کے حاشیہ میں وجوبِ تصدق کی دلیل میں شرح التنویر کا یہ جزیہ نقل کیا ہے "ولا یاکل الناذر منہا" (ردالمحتار ص۲۰۴ ج۵) اس سے استدلال اس لئے صحیح نہیں کہ یہ ایامِ قربانی گزر جانے کے بعد ذبح کرنے سے متعلق ہے، جیسا کہ اس کے سیاق وسباق سے ظاہر ہے، اور علامہ ابنِ عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس پر تنبیہ فرمائی ہے (احسن الفتاویٰ ج۷ ص۵۲۸)

[1] (ولو) استأجره (لحمل طعام) مشترك (بينهما فلا أجر له) ؛ لأنه لا يعمل شيئا لشريكه إلا ويقع بعضه لنفسه فلا يستحق الأجر (الدرالمختار)

(قوله؛ لأنه لا يعمل إلخ) فإن قيل :عدم استحقاقه للأجر على فعل نفسه لا يستلزم عدمه بالنسبة إلى ما وقع لغيره. فالجواب أنه عامل لنفسه فقط؛ لأنه الأصل وعمله لغيره مبنى على أمر مخالف للقياس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

البتہ اگر کسی جگہ شریک کے مشترکہ کام پر اُجرت کے لین دین کا تعامل ورواج ہو، تو پھر شریک کو گوشت بنانے پر مقرر ومعروف اجرت کا لینا ودینا جائز ہے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فاعتبر الأول، ولأنه ما من جزء يحمله إلا وهو شريك فيه فلا يتحقق تسليم المعقود عليه؛ لأنه يمنع تسليم العمل إلى غيره فلا أجر عناية وتبيين ملخصا(ردالمحتار، ج٦ص ٦٠، كتاب الاجارة ، باب الاجارة الفاسدة)

وقال العلامة الرافعي: (قوله وعمله لغيره مبنى على امر مخالف للقياس الخ) للحاجة وهى تندفع بجعله عاملا لنفسه لحصول المقصود المستأجر عناية (التحرير المختار، ج٢ص٢٦٧)

اوراحسن الفتاویٰ میں ہے کہ:

قربانی میں شریک کوذبح کی اجرت لینادووجہ سے ناجائز ہے:

۱......: ذبح کرنا خوداس پرواجب ہے، اصالۃً یانیابۃً اورواجب علی التعیین پراجرت لینا ناجائز ہے۔

۲......: فعل مشترک کی اجرت کا استحقاق نہیں۔

ذبح کے بعد چمڑا اتارنے اور گوشت بنانے کی اجرت صرف دوسری وجہ سے ناجائز ہے(احسن الفتاویٰ ج۷ص ۵۱۸)

ل قال فى التبيين :ومشايخ بلخ والنسفى يجيزون حمل الطعام ببعض المحمول ونسج الثوب ببعض المنسوج لتعامل أهل بلادهم بذلك، ومن لم يجوزه قاسه على قفيز الطحان .والقياس يترك بالتعارف .ولئن قلنا :إنه ليس بطريق القياس بل النص يتناوله دلالة فالنص يخص بالتعارف ألا ترى أن الاستصناع ترك القياس فيه، وخص من القواعد الشرعية بالتعامل، ومشايخنا - رحمهم الله -لم يجوزوا هذا التخصيص؛ لأن ذلك تعامل أهل بلدة واحدة وبه لا يخص الأثر، بخلاف الاستصناع فإن التعامل به جرى فى كل البلاد، وبمثله يترك القياس ويخص الأثر اهـ.

وفى العناية :فإن قيل لا نتركه بل يخص عن الدلالة بعض ما فى معنى قفيز الطحان بالعرف كما فعل بعض مشايخ بلخ فى الثياب لجريان عرفهم بذلك .قلت :الدلالة لا عموم لها حتى تخص اهـ (ردالمحتار، ج٦ص ٥٨، ٥٩، كتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة)

اور احسن الفتاویٰ میں تفصیلی عبارات کے بعد ہے کہ:

شریک کواجیر رکھنے کا عدمِ جواز کسی نصِ شرعی سے ثابت نہیں۔

حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اس بارے میں کوئی روایت نہیں، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے، مگر آپ سے اس کی کوئی علت منقول نہیں۔

بعض مشائخ نے جو علل بیان فرمائیں ہیں، وہ دوسرے مشائخ کی نظر میں مخدوش ہیں۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کواجارۃ المشاع کی طرح قرار دیا ہے۔

اجارۃ المشاع باجماع الائمۃ الاربعۃ رحمہم اللہ تعالیٰ جائز ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۲۱......بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر گوشت میں ہڈی نہ ہوتو وہ مکروہ ہوجاتا ہے۔

یہ بے بنیاد بات ہے، جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں پائی جاتی۔

مسئلہ نمبر ۲۲......قربانی کا جانور ذبح کرنے کے بعد اس کا گوشت قربانی کے مالک کی ملکیت ہوتا ہے، لہٰذا اُس کی اجازت کے بغیر کسی شخص کو استعمال کرنا جائز نہیں۔

اگر کوئی شخص مالک کی اجازت کے بغیر استعمال کرے، یا قربانی کے گوشت کو چوری کرلے، یا اُس کو ضائع کردے، تو اُس پر واجب ہوگا کہ وہ مالک کو اُس کی قیمت کا تاوان ادا کرے، اور پھر مالک پر اُس کی قیمت کا غریبوں پر صدقہ کرنا واجب ہوگا۔ [1]

ذبح شدہ حلال جانور کی ناجائز وممنوع اشیاء

حلال جانور کا شرعی طریقہ پر ذبح وتذکیہ کرنے سے اس کے سارے گوشت کا کھانا حلال ہوجاتا ہے۔

البتہ چند چیزوں کے کھانے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے، اور اس ممانعت کی وجہ یہ ہے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

البتہ امام رحمہ اللہ تعالیٰ غیر شریک کے لئے ناجائز فرماتے ہیں۔

ائمۂ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ اجارۃ المشاع کی طرح شریک کو اجیر رکھنے کے جواز پر متفق ہیں (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۳۲۸، کتاب الاجارۃ)

نصِ مذہب کو تو تعاملِ خاص سے بھی ترک کردیا جاتا ہے، اور کمپنی کے شرکاء کو اجیر رکھنے کا تو تعامل عام ہے، لہٰذا اس میں بطریقِ اولیٰ نصِ مذہب متروک ہوگی، بالخصوص جبکہ یہ نصِ امام بھی نہیں، بلکہ قولِ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ہے، جس سے تعامل مقدم ہے (ایضاً)

[1] وله أن يضمنه؛ لأن من أتلف لحم الأضحية يضمن ويتصدق بالقيمة؛ لأن القيمة بدل عن اللحم فصار كما لو باعه (بدائع الصنائع، ج۵، ص۶۷، كتاب التضحية، فصل فى أنواع كيفية الوجوب)

التضحية لما وقعت لصاحبه كان اللحم له ومن أتلف لحم أضحية غيره ضمنه (وتصدق بها)أى بتلك القيمة؛ لأنه بدل لحم الأضحية(مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، ج۲، ص ۵۲۲، كتاب الأضحية)

يضمن صاحبه قيمة لحمه ثم يتصدق بتلك القيمة؛ لأنها بدل من اللحم، فصار كما لو باع أضحيته، وهذا لأن التضحية لما وقعت من صاحبه كان اللحم له، ومن أتلف أضحية غيره كان الحكم ما ذكرناه، هداية(اللباب فى شرح الكتاب، ج ۱، ص ۳۵۱، كتاب الأضحية)

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کہ وہ چیزیں خبائث میں داخل ہیں۔

اور وہ مجموعی طور پر مندرجہ ذیل سات چیزیں ہیں:

(۱)......خون (جس سے مراد بہتا خون ہے، اور اس کا حرام ہونا قرآن مجید سے بھی ثابت ہے)

(۲)......نر جانور کی پیشاب گاہ (یعنی ذَکر) (۳)......نر جانور کے خصیتین (یعنی کپورے) (۴)...... مادہ جانور کی پیشاب گاہ (یعنی فَرج) (۵)......نر و مادہ جانور کا مثانہ (یعنی پیشاب کی وہ تھیلی، جس میں پیشاب جمع رہتا ہے) (۶)...... غدود (یعنی جسم کے مختلف اعضاء میں پائی جانے والی گلٹی یا گانٹھ) (۷)...... پِتّہ (یعنی صفراوی خلط کا مقام، جو کہ جگر کے نیچے ایک چھوٹی تھیلی کا نام ہے، جس میں پت جمع رہتی ہے) [1]

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ مِنَ الشَّاةِ سَبْعًا: اَلْمَرَارَةَ، وَالْمَثَانَةَ، وَالْمَحْيَاةَ، وَالذَّكَرَ، وَالْأُنْثَيَيْنِ، وَالْغُدَّةَ، وَالدَّمَ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۹۴۸۰، دارالحرمین، القاهرة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکرے کی سات چیزوں کو مکروہ قرار دیا کرتے تھے پِتّہ، اور مثانہ، اور مادہ کی پیشاب گاہ، اور نر کی پیشاب گاہ، اور خصیتین (یعنی کپورے) اور غدود اور خون (ترجمہ ختم)

یہ حدیث سند کے لحاظ سے قابلِ استدلال ہے، بالخصوص جبکہ اس کے ساتھ دوسری آنے والی روایت کو بھی جمع کر لیا جائے۔ [2]

---

[1] (قوله من الشاة) ذكر الشاة اتفاقی لأن الحكم لا يختلف فی غيرها من المأكولات ط (قوله الحياء) هو الفرج من ذوات الخف والظلف والسباع، وقد يقصر قاموس (قوله والغدة) بضم الغين المعجمة كل عقدة فی الجسد أطاف بها شحم، وكل قطعة صلبة بين العصب ولا تكون فی البطن كما فی القاموس (قوله والدم المسفوح) أما الباقی فی العروق بعد الذبح فإنه لا يكره (ردالمحتار، ج۶ ص ۷۴۹، كتاب الخنثى، مسائل شتى)

[2] قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الاوسط وفيه يحيى الحمانی وهو ضعيف (مجمع الزوائد ج۵ ص ۳۶)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور حضرت مجاہد سے مرسلاً روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَكْرَهُ مِنَ الشَّاةِ سَبْعًا: اَلدَّمَ، وَالْحَيَا، وَالْاُنْثَيَيْنِ، وَالْغُدَّةَ، وَالذَّكَرَ، وَالْمَثَانَةَ، وَالْمَرَارَةَ (مصنف عبدالرزاق) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکرے کی سات چیزوں کو مکروہ قرار دیا کرتے تھے پتّہ، اور مثانہ، اور مادہ کی پیشاب گاہ، اور نر کی پیشاب گاہ، اور خصیتین (یعنی کپورے) اور غدود اور خون (ترجمہ ختم)

اس حدیث کو بعض نے واصل بن ابی جمیل کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ مقبول درجہ کے راوی ہیں۔ [2]

رہا اس حدیث کا مرسل ہونا، تو وہ مضر نہیں، بالخصوص جبکہ حضرت مجاہد کی مراسیل بھی متعدد محدثین کے نزدیک جید شمار ہوتی ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولكن قال ابن معين فى يحيى بن عبدالحميد بن عبد الرحمن بن ميمون بن عبد الرحمن الحمانى :ثقة (كذافى تهذيب الكمال ج ۳۱ ص ۴۱۹ تا ۴۳۴)

وفيه عبدالرحمن بن زيد بن اسلم :

قَالَ أبو الحسن الميمونى : سمعت أبا عَبد الله يقول :عَبد الله بن زيد بن أسلم ، أثبت من عبد الرحمن .قلت :أثبت ؟ قال :نعم ، قلت :فعبد الرحمن ؟ قال :كذا ليس مثله .وضعف أمره قليلا ......وَقَال أبو أحمد بن عدى : له أحاديث حسان .وهو ممن احتمله الناس ، وصدقه بعضهم .وهو ممن يكتب حديثه(تهذيب الكمال ج۱۷ ص ۱۱۴)

[1] رقم الحديث ۸۷۷۱،كتاب المناسک،باب ما يكره من الشاة، المكتب الاسلامى،بيروت،واللفظ لهٗ،المراسيل ابى داوٗد، رقم الحديث ۴۶۵،كتاب الآثار، باب ما يكره من الشاة والدم وغيره ،رقم الحديث ۸۱۱،السنن الكبرىٰ للبيهقى، رقم الحديث ۱۹۷۰۰، كتاب الضحايا، باب ما يكره من الشاة إذا ذبحت.

[2] واصل بن أبى جميل الشامى أبو بكر السلامانى مشهور بكنيته مقبول من السادسة(تقريب التهذيب ج ۲ ص ۲۷۹)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اوراس کے علاوہ دوسری روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ [1]

اوراحادیث میں بکری کا ذکر اتفاقی ہے، دوسرے حلال جانوروں (اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ، دنبہ وغیرہ) کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ حلال ہونے کی حیثیت سے ان سب کا حکم برابر اور مشترک ہے۔

اوران احادیث میں مکروہ سے مراد مکروہ تحریمی ہے، جس کا درجہ حرام کے قریب ہوتا ہے، اوروہ گناہ میں داخل ہوتا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ ان سات چیزوں میں ایک چیز خون ہے، جو کہ حرام ہے، اور ظاہر ہے کہ جو چیزیں حرام چیز کے ساتھ یکساں حکم کے طور پر ذکر کی جائیں، ان سے مکروہِ تنزیہی کے بجائے مکروہِ تحریمی ہی مراد لیا جائے گا۔

اس لئے بعض لوگوں کا ان اعضاء کو مکروہِ تنزیہی سمجھنا یا مکروہ کے لفظ سے ان اعضاء کو ممانعت سے خارج یا ہلکا سمجھنا غلط فہمی پر مبنی ہے۔ [2]

---

[1] وقال أبو عبيد الآجرى :قلت لأبى داود :مراسيل عطاء أحب إليك أو مراسيل مجاهد؟ قال :مراسيل مجاهد(تهذيب الكمال ،ج۲۷ص ۲۳۳)

والمرسل عند ابى حنيفة رح أقوى من المرسل وعند مالك رح واحمد رح دونه لكنه حجة مطلقا وعند الشافعى لا يقبل المرسل الا بأحد امور خمسة ان يسند غيره او يرسله غيره،وعلم ان شيوخهما مختلفة او يعضده قول صحابى او قول اكثر اهل العلم أو يعلم من حاله انه لا يرسل الا برواية عن عدل وهاهنا مرسل طاء وس صحيح أيده مرسل عبد الله بن مغفل وهو حسن(التفسير المظهرى، ج۷ص۳۷، تحت سورة الفرقان)

وقد مر فى المقدمة ان مراسيل مجاهد جياد، لكونه لايروى الا عن ثقة ،ولا يأخذ عن كل ضرب ، وايضا فالمجهول فى القرون الفاضلة لايضرنا (اعلاء السنن ج۱۷ ص ۲۳۲، باب ان الاضحية يومان بعد يوم الاضحى)

[2] وأما بيان ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان المأكول فالذى يحرم أكله منه سبعة :الدم المسفوح، والذكر، والأنثيان، والقبل، والغدة، والمثانة، والمرارة لقوله عز شأنه (ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث)وهذه الأشياء السبعة مما تستخبثه الطباع السليمة فكانت محرمة.وروى عن مجاهد -رضى الله عنه -أنه قال :كره رسول الله -صلى الله عليه وسلم -من الشاة الذكر والأنثيين والقبل والغدة والمرارة والمثانة والدم فالمراد منه كراهة التحريم بدليل أنه جمع بين الأشياء الستة وبين الدم فى الكراهة، والدم المسفوح محرم، والمروى عن أبى حنيفة -رحمه الله -أنه قال :الدم حرام وأكره الستة أطلق اسم الحرام على الدم المسفوح وسمى ما سواه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

ان سات چیزوں کے علاوہ حلال مذبوحہ جانور کی کوئی چیز جو گوشت کے قبیل سے ہو، جس میں کھال، کلیجی، گردے اور اوجھڑی بھی شامل ہیں، ممنوع نہیں، بلکہ جائز ہیں، لہٰذا حلال مذبوحہ جانور کی کھال، سری پائے، پنجے، کلیجی، گردے اور آنکھ، کان بلکہ اوجھڑی کھانا بھی بلا کراہت جائز ہے (جبکہ غلاظت سے اچھی طرح پاک وصاف کرلیا گیا ہو)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مكروها؛ لأن الحرام المطلق ما ثبتت حرمته بدليل مقطوع به، وحرمة الدم المسفوح قد ثبتت بدليل مقطوع به وهو النص المفسر من الكتاب العزيز قال الله تعالى عز شأنه (قل لا أجد فی ما أوحی إلی محرما) إلی قوله عز شأنه (أو دما مسفوحا أو لحم خنزير)وانعقاد الإجماع أيضا على حرمته فأما حرمة ما سواه من الأشياء الستة فما ثبتت بدليل مقطوع به بل بالاجتهاد أو بظاهر الكتاب العزيز المحتمل للتأويل أو الحديث لذلک فصل بينهما فی الاسم فسمی ذلک حراما وذا مكروها والله عز اسمه أعلم(بدائع الصنائع، ج۵ص ۶۱، كتاب التضحية،فصل فی بيان ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان المأكول)

(كره تحريما) وقيل تنزيها والأول أوجه (من الشاة سبع الحياء والخصية والغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذكر) للأثر الوارد فی كراهة ذلک وجمعها بعضهم فی بيت واحد فقال:فقل ذكر والأنثيان مثانة كذاک دم ثم المرارة والغدد،وقال غيره :إذا ما ذكيت شاة فكلها سوى سبع ففيهن الوبال،فحاء ثم خاء ثم غين ...ودال ثم ميمان وذال(الدرالمختار)

(قوله كره تحريما) لما روى الأوزاعی عن واصل بن أبی جميلة عن مجاهد قال :كره رسول الله -صلى الله عليه وسلم -من الشاة الذكر والأنثيين والقبل والغدة والمرارة والمثانة والدم ، قال أبو حنيفة :الدم حرام وأكره الستة، وذلک لقوله عز وجل -(حرمت عليكم الميتة والدم) (المائدة:۳)الآية فلما تناوله النص قطع بتحريمه و كره ما سواه، لأنه مما تستخبثه الأنفس، وتكرهه وهذا المعنى سبب الكراهية -لقوله تعالى -(ويحرم عليهم الخبائث) -زيلعی.

وقال فی البدائع آخر كتاب الذبائح :وما روی عن مجاهد فالمراد منه كراهة التحريم بدليل أنه جمع بين الستة وبين الدم فی الكراهة والدم المسفوح محرم والمروی عن أبی حنيفة أنه قال :الدم حرام وأكره الستة فأطلق الحرام على الدم، وسمى ما سواه مكروها لأن الحرام المطلق ما ثبت حرمته بدليل مقطوع به وهو المفسر من الكتاب قال الله تعالى -(أو دما مسفوحا) (الأنعام:145)-وانعقد الإجماع على حرمته، وأما حرمة ما سواه من الستة فما ثبت بدليل مقطوع به، بل بالاجتهاد أو بظاهر الكتاب المحتمل للتأويل أو الحديث، فلذا فصل فسمى الدم حراما وذا مكروها اهـ .

أقول :وظاهر إطلاق المتون هو الكراهة (قوله وقيل تنزيها) قائله صاحب القنية فإنه ذكر أن الذكر أو الغدة لو طبخ فی المرقة لا تكره المرقة وكراهة هذه الأشياء كراهة تنزيه لا تحريم اهـ .واختار فی الوهبانية ما فی القنية وقال :إن فيه فائدتين إحداهما أن الكراهة تنزيهية، والأخرى أنه لا يكره

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

البتہ اگر کسی کو طبعی طور پر یہ چیزیں یا ان میں سے کوئی چیز پسند نہ ہو، تو وہ الگ بات ہے، مگر کسی کے طبعی طور پر ناپسند ہونے سے اس کا شرعاً ممنوع یا مکروہ ہونا لازم نہیں آتا۔

آج کل بعض لوگ ذبح شدہ حلال جانور کی کھال، کلیجی، گردے اور بالخصوص اوجھڑی وغیرہ کو ناجائز یا ممنوع قرار دیتے ہیں، جو کہ درست نہیں۔ [1]

کیونکہ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ حلال جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کر کے خون بہانے اور نکال دینے سے اس کے جسم کے تمام اعضاء کا کھانا جائز ہو جانا چاہئے تھا۔

لیکن احادیث میں جن چیزوں کو منع کر دیا گیا ہے، ان کو تو ناجائز سمجھا جائے گا، اور باقی اعضاء

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أكل المرقة واللحم اهـ نقله عنه ابن الشحنة فى شرحه، وأقره (قوله والأول أوجه) لما قدمناه من استدلال الإمام بالآية وأيضا فكلام صاحب القنية لا يعارض ظاهر المتون وكلام البدائع (قوله من الشاة) ذكر الشاة اتفاقى لأن الحكم لا يختلف فى غيرها من المأكولات ط.

(قوله الحياء) هو الفرج من ذوات الخف والظلف والسباع، وقد يقصر قاموس (قوله والغدة) بضم الغين المعجمة كل عقدة فى الجسد أطاف بها شحم، وكل قطعة صلبة بين العصب ولا تكون فى البطن كما فى القاموس (قوله والدم المسفوح) أما الباقى فى العروق بعد الذبح فإنه لا يكره (قوله فى بيت) وقبله بيت آخر ذكره فى المنح وهو.

ويكره أجزاء من الشاة سبعة ...فخذها فقد أوضحتها لك بالعدد

(قوله فقل ذكر إلخ) كذا فى النسخ وعليه فالمعدود ستة والظاهر أن أصل البيت حيا ذكر إلخ (قوله وقال غيره) أى بطريق الرمز ومثله قولى:

إن الذى من المذكاة رمى ...يجمعه حروف فخذ مدغم (قوله إذا ما ذكيت) بالبناء للمجهول والتاء علامة التأنيث(ردالمحتار، ج ٦ ص ۷۴۹، ۷۵۰، كتاب الخنثیٰ، مسائل شتى)

والمكروه تحريما من الشاة سبع الفرج والخصية والغدة والدم المسفوح والمرارة والمثانة والذكر وقد نظمها بعضهم بقوله:إذا ما ذكيت شاة فكلها ...سوى سبع ففيهن الوبال.ففاء ثم خاء ثم غين ...وذال ثم ميمان ودال.(أقول) وقد كنت نظمتها بقولى.إن الذى من الشياه يحرم ... يجمعه حروف فخذ مدغم(العقود الدرية فى تنقيح الفتاویٰ الحامدية ،ج٢ص٢١٢، كتاب الذبائح)

وأما بيان ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان سبعة :الدم المسفوح والذكر والأنثيان والقبل والغدة والمثانة والمرارة، كذا فى البدائع(الفتاویٰ الهنديه ج ۵ ص ۲۹۰، كتاب الذبائح، الباب الثالث)

[1] اور اگر کسی نے ان میں سے کسی چیز کو مکروہ کہا ہو تو اس سے شرعی مکروہ مراد نہیں، کیونکہ اس کے شرعاً مکروہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں، بلکہ طبعی مکروہ مراد لیا جائے گا، جس کا مطلب یہ ہوگا کہ کسی نے طبعی طور پر اس کو ناپسند کیا ہو۔

Idara Ghufran

کے حلال اور جائز ہونے کا حکم برقرار رہے گا، اور احادیث میں جن چیزوں سے منع کیا گیا، ان میں کھال، کلیجی، گردے اور اوجھڑی داخل نہیں، لہٰذا یہ چیزیں حلال ہیں۔

اور اسی وجہ سے فقہائے کرام اور سلفِ صالحین سے ان چیزوں کے ناجائز یا حرام ہونے کا حکم منقول نہیں۔

اور بعض لوگوں کا اوجھڑی کو خبائث میں داخل وشامل ماننا درست نہیں، کیونکہ اگر یہ خبائث میں داخل ہوتی تو مفسرین، محدثین وفقہائے کرام (جو دین کے شارح ہیں) ضرور اس کا ذکر فرماتے۔

اسی طرح بعض لوگوں کا اوجھڑی کو مثانہ پر قیاس کرنا اور اس میں خباثت کی علت قرار دینا بھی درست نہیں۔

کیونکہ اولاً تو مثانہ کی ممانعت حدیث شریف سے ثابت ہے، اور اوجھڑی وآنتوں کی ممانعت حدیث سے ثابت نہیں۔

دوسرے فقہائے کرام رحمہم اللہ نے مندرجہ بالا سات اشیاء میں خباثت کی علت کو معتبر مانا ہے، لیکن اوجھڑی میں اس علت کو معتبر نہیں مانا، اگر اوجھڑی وغیرہ کا حکم مثانہ کی طرح ہوتا تو فقہائے کرام مثانہ کے ساتھ اس کو ذکر فرماتے، یا اوجھڑی وغیرہ کو مثانہ پر قیاس کر کے اس کا حکم بھی مثانہ والا بیان فرماتے۔[1]

البتہ اگر کسی عالم نے اوجھڑی میں نجاست وغلاظت لگے ہوئے ہونے کی وجہ سے اس سے منع کیا ہو یا اس کو مکروہ جانا ہو تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوگا کہ اگر اس سے نجاست وغلاظت کو اچھی طرح پاک، صاف کر لیا جائے تو پھر بھی وہ ناجائز ومکروہ رہے، کیونکہ یہ قاعدہ بالکل

---

[1] فان القیود المذکورة تفید بمفهوماتها المخالفة الجواز عند عدمها (فتح القدیر، ج۲ ص ۳۲۵، کتاب الصوم، فصل فی رؤیة الهلال، کتاب الصوم)

والحاصل ان العمل الان علی اعتبار المفهوم فی غیر کلام الشارع (وبعد اسطر) فان العلمآء جرت عادتهم فی کتبهم علیٰ انهم یذکرون القیود والشروط ونحوها علی اخراج مالیس فیه ذالک القید الخ (شرح عقود رسم المفتی ص ۴۳)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

واضح ہے کہ اگر کسی پاک چیز مثلاً کپڑے پر نجاست وغلاظت لگ جائے تو نجاست کے الگ ہونے سے پہلے تو اسے ناپاک کہا جاتا ہے اور ایسا ناپاک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے سے بھی منع کیا جاتا ہے۔

لیکن اگر اس کپڑے سے نجاست وغلاظت کو دور اور پاک کر دیا جائے تو پھر اسی کپڑے کو پاک کہا جاتا ہے اور اس میں نماز پڑھنا بھی جائز قرار دیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ا...... جانور میں ایک چیز حرام مغز پائی جاتی ہے، جس کو عربی زبان میں ''نخاعُ الصلب'' کہا جاتا ہے، جو کہ جانور کی پشت کے مہرے یعنی ریڑھ کی ہڈی کے اندر سفید رنگ کا گودا لمبے دھاگے کی شکل میں ہوتا ہے۔ [۱]

بعض عوام نے اس کے نام کے ساتھ ''حرام'' کا لفظ ہونے کی وجہ سے اس کو حرام سمجھ لیا ہے، بلکہ بعض اہلِ علم نے سات چیزوں کے ساتھ اس کا مکروہ ہونا بھی بیان کر دیا ہے، حالانکہ یہ بات درست نہیں، کیونکہ اس کے ساتھ حرام کا لفظ اس کے حرام اور ناجائز ہونے کے معنیٰ میں نہیں ہے۔

اور واقعہ یہ ہے کہ ''نخاع الصلب'' یعنی حرام مغز کا کھانا حرام یا مکروہ نہیں، بلکہ جائز ہے،

---

[۱] (قوله والنخاع عرق أبيض في عظم الرقبة). قال في المغرب :النخاع خيط أبيض في جوف عظم الرقبة يمتد إلى الصلب ، والفتح والضم لغة في الكسر ، ومن قال هو عرق فقد سها ، إنما ذلك البخاع بالباء يكون في القفا ، ومنه بخع الشاة إذا بلغ بالذبح ذلك الموضع ، فالبخع أبلغ من النخع انتهى .

وذكر صاحب النهاية ما في المغرب بعينه غير أنه لم ينسبه إلى المغرب فصاحب العناية كأنه حسب أن صاحب النهاية ذكر ما ذكره هنا

من عند نفسه حيث قال :فسره المصنف بأنه عرق أبيض في عظم الرقبة ، ونسبه صاحب النهاية إلى السهو وقال :هو خيط أبيض في جوف عظم الرقبة يمتد إلى الصلب ......ولا شك أن النخاع من أجزائه وكتب اللغة مشحونة بتفسيره بالخيط :منها المغرب كما ذكرناه في صدر الكلام ، ومنها صحاح الجوهري فإنه قال فيه :وهو الخيط الأبيض الذي في جوف الفقار ، ومنها القاموس فإنه قال فيه :والنخاع مثلثة الخيط الأبيض في جوف الفقار ينحدر من الدماغ ويتشعب منه شعب في الجسم إلى غير ذلك من معتبرات كتب اللغة(فتح القديرج ۹ ص ۴۹۷، ۴۹۸، ملخصاً، كتاب الذبائح)

Idara Ghufran

کیونکہ یہ ان سات چیزوں میں شامل نہیں، جن کا کھانا ممنوع ہے، اور اسی وجہ سے فقہائے کرام نے اس کے ممنوع ہونے کا ذکر نہیں کیا۔

البتہ فقہائے کرام نے جانور کے ذبح کے وقت ''نخاعِ صلب'' یعنی حرام مغز کے عمل کو مکروہ قرار دیا ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ جانور کے ذبح کرتے وقت یا ذبح کرنے کے بعد ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کے نخاعِ صلب یعنی حرام مغز کو کاٹا جائے (جیسا کہ آج کل بعض قصاب ذبح کے بعد حرام مغز میں چھُری گھونپتے ہیں)

اور اس کے مکروہ وممنوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے جانور کو بلاوجہ کی تکلیف وتعذیب دینا لازم آتا ہے، جس کو شریعت نے ممنوع وحرام ٹھہرایا ہے۔

اور غالباً اسی وجہ سے اس کا نام حرام مغز مشہور ہوا، کہ جانور کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس مغز کو کاٹ کر یا توڑ کر جانور کو ایذاء پہنچانا حرام ہے۔ [۱]

مگر باوجودیکہ یہ عمل اپنی ذات میں ممنوع اور گناہ ہے، لیکن اس کی وجہ سے ذبیحہ حرام یا مکروہ نہیں ہوجاتا، اور نہ ہی حرام مغز کے کھانے کا ناجائز وحرام ہونا لازم آتا۔

اور اسی قسم کی عبارات سے کہ جن میں نخاعِ صلب یعنی حرام مغز (کے کاٹنے) کے عمل کو مکروہ قرار دیا گیا ہے، اس سے بعض اہلِ علم کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ انہوں نے اس عمل کے بجائے خود نخاعِ صلب یعنی حرام مغز کے کھانے کا مکروہ ہونا سمجھ لیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ [۲]

---

[۱] چنانچہ کفایت المفتی میں ہے کہ:

حرام مغز، نہ حرام ہے نہ مکروہ، یونہی بے چارہ بدنام ہوگیا (کفایت المفتی ج۸ ص۲۶۲، کتاب الاضحیۃ والذبیحۃ، چھٹا باب، فصل دہم کچا گوشت کھانا)

اور امداد الاحکام میں ہے کہ:

برحرمتِ مغزِ حرام ہیچ دلیل قائم نہ شُد، واجزائے سبعہ الشاۃ مکروہہ داشتہ اند، دراں ہم مغزِ حرام داخل نیست، پس خوردنِ آں حلال است (امداد الاحکام، جلد۴، صفحہ۳۱۲)

[۲] چنانچہ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر میں ہے:

وزید نخاع الصلب (حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج۴ ص۳۶۰، بعد کتاب الخنثیٰ، مسائل شتی)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

بہر حال دلائل کی رُو سے راجح یہی ہے کہ حرام مغز کا کھانا ممنوع ومکروہ نہیں، اور جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۲...... زندہ جانور کے جسم سے کاٹا ہوا عضو حلال نہیں، البتہ اگر کسی نے جانور ذبح کر دیا، یعنی اس کی جتنی رگیں کاٹنی ضروری ہیں، وہ رگیں کاٹ دی گئیں، مگر ابھی تک وہ جانور پوری طرح ٹھنڈا نہیں ہوا، اور اس میں زندگی کے کچھ آثار مثلاً حرکت وغیرہ باقی ہے، تو ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کے بدن سے کوئی عضو کاٹنا گناہ ہے، لیکن اگر اس صورت میں کسی نے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اور اس کی اتباع میں بعض اردو فتاویٰ میں بھی حرام مغز کا مکروہ ہونا تحریر کر دیا گیا ہے، لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا کہ فقہائے کرام نے ذبح کرتے ہوئے نخاعِ صلب تک پہنچنے کے عمل کو مکروہ قرار دیا ہے، نہ کہ خود نخاعِ صلب کے کھانے کو۔

اس لئے اس کے کھانے کو مکروہ سمجھنا غلط فہمی پر مبنی ہے، اور جو اردو فتاویٰ میں اس کا مکروہ ہونا بیان کیا گیا ہے، وہ غالباً طحطاوی علی الدر کی اتباع میں ہے۔

(و) كره (النخع) أى الذبح الشديد حتى يبلغ النخاع وهو بالفارسية "حرام مغز" (درر الحكام شرح غرر الاحكام، ج ۱ ص ۲۷۷، كتاب الذبائح)

(قوله :حتى يبلغ النخاع) هو خيط أبيض فى جوف عظم الرقبة وفيه إشارة إلى أن قطع الرأس مكروه بالأولى وبه صرح فى الكنز ، وقيل فى تفسير النخاع أن يمد رأسها حتى يظهر مذبحها ، وقيل أن يكسر رقبتها قبل أن تسكن من الاضطراب وكل ذلك مكروه لما فيه من زيادة تعذيب الحيوان بلا فائدة كذا فى التبيين(حاشية الشرنبلالى على درر الحكام، ج ۱ ص ۲۷۷ ، كتاب الذبائح)

(وكره بعده كالجر برجلها إلى المذبح وذبحها من قفاها) إن بقيت حية حتى تقطع العروق وإلا لم تحل لموتها بلا ذكاة (والنخع) بفتح فسكون بلوغ السكين النخاع وهو عرق أبيض فى جوف عظم الرقبة(الدرالمختار مع شرحه ردالمحتار، ج ۶ ص ۲۹۶، كتاب الذبائح)

وكره النخع وهو أن يبلغ بالسكين النخاع وتؤكل الذبيحة والنخاع عرق أبيض فى عظم الرقبة وقبل أن يمد رأسه حتى يظهر مذبحه وقيل أن يكسر عنقه قبل أن يسكن من الاضطراب وكل ذلك مكروه لأنه تعذيب الحيوان بلا ضرورة والحاصل أن كل ما فيه زيادة ألم لا يحتاج إليه فى الذكاة مكروه كذا فى الكافى (الفتاوىٰ الهندية، ج ۵ ص ۲۸۸، كتاب الذبائح ، الباب الاول)

قال (ويكره أن ينخع ، وقد نهى عمر بن الخطاب رضى الله عنه عن ذلك) وبينا أن معناه أن يبلغ الحد النخاع وهو عرق أبيض فى وسط عظم الرقبة ، ولكن مع هذا تؤكل ؛ لأن النهى ليس لنقصان فيما هو المطلوب للذبح وهو تسييل الدم بل لزيادة إيلام غير محتاج إليه (المبسوط للسرخسى، ج ۱۲ ص ۴، كتاب الذبائح، نحر البقرة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کوئی عضو کاٹ لیا، تو اس عضو کا کھانا حلال ہو جائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر۳...... ذبح کرنے کے بعد گوشت اور کھال میں جو خون لگا رہ جاتا ہے وہ پاک ہے۔

اسی طرح ذبح شدہ جانور کے جسم سے علیحدہ کی ہوئی کلیجی، تلی اور دل سے برآمد ہونے والا خون بھی پاک ہے۔ [2]

واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

وعلمہٗ اتم واحکم، وعلمنا انقص واضعف

r

[1] رجل ذبح شاة وقطع الحلقوم والأوداج إلا أن الحياة باقية فيها، فقطع إنسان بضعة منها تحل تلك البضعة كذا فى التتارخانية(الفتاوىٰ الهندية، ج۵ص ۴۳۱، كتاب الرهن، الباب الاول، الفصل الاول)

رجل ذبح شاة وقطع الحلقوم، والأوداج إلا أن الحياة فيها باقية فقطع إنسان منها قطعة يحل أكل المقطوع لأن المخصوص بعدم الحل ما أبين من الحى وهذا لا يسمى حيا مطلقا (الجوهرة النيرة، ج۲ص ۱۸۴، كتاب الصيد والذبائح)

[2] وما يبقى من الدم فى عروق الذكاة بعد الذبح لا يفسد الثوب وإن فحش .كذا فى فتاوى قاضى خان وكذا الدم الذى يبقى فى اللحم؛ لأنه ليس بمسفوح .هكذا فى محيط السرخسى(الفتاوىٰ الهندية، ج ۱ ص ۴۶، كتاب الطهارة، الباب السابع، الفصل الثانى)

وكذا الدم الخارج من اللحم المهزول عند القطع .إن منه فطاهر وإلا فلا، وكذا دم مطلق اللحم ودم القلب .قال القاضى :الكبد والطحال طاهران قبل الغسل، حتى لو طلى به وجه الخف وصلى به جاز .اهـ(ردالمحتار، ج ۱ ص ۳۱۹، كتاب الطهارة، باب الانجاس)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

چرمِ قربانی کے احکام

شرعی اعتبار سے قربانی کی کھال کے عام احکام اس کے گوشت کی طرح ہیں، اور اسی وجہ سے کھال کو گوشت کی طرح کھانا بھی جائز ہے، جیسا کہ بعض لوگ جانور کے پایوں کے ساتھ کھال پکا کر یا مرغی وغیرہ کے پنجے کھال سمیت پکا کر کھاتے ہیں، اور کھال کا خود استعمال کرنا اور ہبہ وصدقہ کرنا بھی جائز ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَمَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقُوْمَ عَلٰى بُدْنِهِ، وَأَنْ أَتَصَدَّقَ بِلَحْمِهَا وَجُلُوْدِهَا وَأَجِلَّتِهَا، وَأَنْ لَّا أُعْطِیَ الْجَزَّارَ مِنْهَا، قَالَ: نَحْنُ نُعْطِيْهِ مِنْ عِنْدِنَا (مسلم) [1]

ترجمہ: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ میں آپ کی قربانی کے قریب کھڑے ہو کر آپ کی قربانی کے جانوروں کے گوشت کو، اور ان کی کھالوں کو اور ان کی رسیوں کو تقسیم کروں، اور مجھے حکم فرمایا کہ میں قصاب کو ان میں سے کچھ نہ دوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم قصاب کو اپنی طرف سے اجرت دیتے ہیں (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ بَاعَ جِلْدَ أُضْحِيَّتِهِ فَلَا أُضْحِيَّةَ لَهُ (مستدرک حاکم) [2]

---

[1] رقم الحديث ۱۳۱۷، كتاب الحج، باب فی الصدقة بلحوم الهدی وجلودها وجلالها، دار إحياء التراث العربی - بيروت، واللفظ لهٗ، مسند أحمد، رقم الحديث ۵۹۳.

[2] رقم الحديث ۳۴۶۸، تفسير سورة الحج، دار الكتب العلمية، بيروت، واللفظ لهٗ، سنن البيهقی، رقم الحديث ۱۹۲۳۳.
قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ مِثْلُ الْأَوَّلِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ"

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قربانی کی کھال کوفروخت کیا، تو اس کی قربانی (قبول) نہیں ہوگی (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ قربانی پر جوثواب کا وعدہ ہے، وہ حاصل نہیں ہوگا۔ [1]

اور حضرت عبداللہ بن واقد رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ:

قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ النَّاسَ يَتَّخِذُوْنَ الْأَسْقِيَةَ مِنْ ضَحَايَاهُمْ، وَيَجْمُلُوْنَ مِنْهَا الْوَدَكَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمَا ذَاكَ؟ (مسلم) [2]

ترجمہ: صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! لوگ اپنی قربانیوں کی کھالوں سے مشکیزے بناتے ہیں اور ان کی چربی بھی پگھلاتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں کیا حرج ہے؟ (ترجمہ ختم)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

أَتَعْجِزُ إِحْدَاكُنَّ أَنْ تَتَّخِذَ، كُلَّ عَامٍ، مِنْ جِلْدِ أُضْحِيَّتِهَا سِقَاءً؟ (سنن ابن ماجه) [3]

ترجمہ: کیا تم میں سے کوئی اس چیز سے عاجز ہے کہ وہ ہر سال اپنی قربانی کی کھال سے مشکیزہ بنائے؟ (ترجمہ ختم)

مطلب یہ ہے کہ قربانی کی کھال سے مشکیزہ (پانی کا برتن) وغیرہ بنانا جائز ہے۔

اور حضرت امام شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] (من باع جلد أضحيته فلا أضحية له) أى لا يحصل له الثواب الموعود للمضحى على أضحيته (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۸۵۵۴)

[2] رقم الحديث ۱۹۷۱، كتاب الصيد والذبائح وما يؤكل من الحيوان، باب بيان ما كان من النهى عن أكل لحوم الأضاحى بعد ثلاث فى أول الإسلام، داراحياء التراث العربى، بيروت.

[3] رقم الحديث ۳۴۰۷، كتاب الاشربة، باب نبيذ الجر، داراحياء الكتب العربية، القاهرة، واللفظ لهٗ، مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۱۶۹۶۴.

(تعليق محمد فؤاد عبد الباقى) فى الزوائد إسناده حسن من أجل سويد فإنه مختلف فيه.

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

عَنْ مَسْرُوقٍ ؛ أَنَّهُ كَانَ يَدْبُغُ جِلْدَ أُضْحِيَّتِهٖ ، فَيَتَّخِذُهٗ مُصَلًّى يُصَلِّي عَلَيْهِ(مصنف ابن أبی شیبة، رقم الحديث ۴۱۰۴،فی الصلاة عَلَى الْفِرَاء)

ترجمہ: حضرت مسروق اپنی قربانی کی کھال کو دباغت دے کر (یعنی صاف طریقہ پر سکھا کر) مصلٰی بنالیا کرتے تھے، جس پر نماز پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَلْقَمَةَ ؛ أَنَّهُ كَانَ يَدْبُغُ جِلْدَ أُضْحِيَّتِهٖ ، فَيَتَّخِذُهٗ مُصَلًّى يُصَلِّي عَلَيْهِ(مصنف ابن أبی شیبة) [1]

ترجمہ: حضرت علقمہ اپنی قربانی کی کھال کو دباغت دے کر (یعنی صاف طریقہ پر سکھا کر) مصلٰی بنالیا کرتے تھے، جس پر نماز پڑھا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

حضرت مسروق اور حضرت علقمہ دونوں کا شمار جلیل القدر تابعین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۴۱۰۵،کتاب الصلاة، باب فی الصلاة علی الفراء.

[2] مسروق بن الأجدع بن مالک الوادعی الهمدانی *(ع)الإمام، القدوة، العلم، أبو عائشة الوادعی، الهمدانی، الكوفی.وهو :مسروق بن الأجدع بن مالک بن أمية بن عبد الله بن مر بن سلمان بن معمر......قال أبو بكر الخطيب :يقال :إنه سرق وهو صغير، ثم وجد، فسمی مسروقا.وأسلم أبوه الأجدع.حدث هو عن :أبی بن كعب، وعمر، وعن أبی بكر الصديق -إن صح -وعن أم رومان، ومعاذ بن جبل، وخباب، وعائشة، وابن مسعود، وعثمان، وعلی، وعبد الله بن عمرو، وابن عمر، وسبيعة، ومعقل بن سنان، والمغيرة بن شعبة، وزيد.حتی إنه روی عن :عبيد بن عمير؛ قاص مكة.وعنه :الشعبی، وإبراهيم النخعی، ويحيی بن وثاب، وعبد الله بن مرة، وأبو وائل، ويحيی بن الجزار، وأبو الضحی، وعبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود، وعبيد بن نضيلة، ومكحول الشامی -وما أراه لقيه -وأبو إسحاق، ومحمد بن المنتشر، ومحمد بن نشر الهمدانی، وأبو الأحوص الجشمی، وأيوب بن هانیء، وعمارة بن عمير، وحبال بن رفيدة، وأنس بن سيرين، وأبو الشعثاء المحاربی، وآخرون.وعداده فی كبار التابعين، وفی المخضرمين الذين أسلموا فی حياة النبی -صلی الله عليه وسلم-......قال أحمد بن حنبل :قال ابن عيينة :بقی مسروق بعد علقمة لا يفضل عليه أحد.وقال يحيی بن معين :مسروق ثقة، لا يسأل عن مثله.وسأل عثمان بن سعيد يحيی عن مسروق وعروة فی عائشة، فلم يخير.وقال علی بن المدينی :ما أقدم علی مسروق أحدا من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ظاہر ہے کہ انہوں نے یہ عمل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے سن کر یا ان کو دیکھ کر ہی اختیار کیا ہوگا۔

جس سے معلوم ہوا کہ قربانی کی کھال کو اپنے استعمال میں لانا جائز ہے، خواہ مصلّٰی بنا کر، یا مشکیزہ یا اس جیسی دوسری چیز بنا کر، مثلاً موزے، جوتے، ڈول وغیرہ، کیونکہ قربانی کی کھال کا اس طرح استعمال میں لانا ایسا ہی ہے، جیسا کہ گوشت کو سکھا کر استعمال میں لانا۔

احادیث وروایات کے بعد اب قربانی کی کھال سے متعلق مسائل ذکر کیے جاتے ہیں:

مسئلہ نمبر ۱...... قربانی کی کھال عام احکام میں قربانی کے گوشت کا حکم رکھتی ہے، بلکہ وہ ایک طرح سے گوشت کا جزو ہے۔

اور اسی وجہ سے کھال کو گوشت کی طرح کھانا بھی جائز ہے، جیسا کہ بعض لوگ جانور کے پایوں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أصحاب عبد الله، صلى خلف أبى بكر، ولقى عمرا وعليا، ولم يرو عن عثمان شيئا. وقال العجلى: تابعى، ثقة، كان أحد أصحاب عبد الله الذين يقرئون ويفتون. وكان يصلى حتى ترم قدماه. وقال ابن سعد: كان ثقة، له أحاديث صالحة (سير اعلام النبلاء ج۴ ص ۶۳ تا ۶۷)

قال أبو نعيم: مات سنة اثنتين وستين. وقال محمد بن عبد الله بن نمير، ويحيى بن بكير، ومحمد ابن سعد: مات سنة ثلاث وستين. وقال هارون بن حاتم عن الفضل بن عمرو: مات وله ثلاث وستون. روى له الجماعة (تهذيب الكمال ج۲۷ ص۴۵۷)

علقمة (ع) فقيه الكوفة وعالمها ومقرئها، الامام، الحافظ، المجود، المجتهد الكبير، أبو شبل علقمة بن قيس بن عبدالله بن مالك بن علقمة بن سلامان ابن كهل، وقيل: ابن كهيل بن بكر بن عوف، ويقال: ابن المنتشر بن النخع، النخعى، الكوفى، الفقيه عم الاسود بن يزيد وأخيه عبدالرحمن، وخال فقيه العراق إبراهيم النخعى. ولد فى أيام الرسالة المحمدية، وعداده فى المخضرمين، وهاجر فى طلب العلم والجهاد، ونزل الكوفة، ولازم ابن مسعود حتى رأس فى العلم والعمل، وتفقه به العلماء، وبعد صيته .... قال أحمد بن حنبل: علقمة ثقة، من أهل الخير، وكذا وثقه يحيى بن معين، وسئل عنه وعن عبيدة فى عبدالله فلم يخير. وقال عثمان بن سعيد: علقمة أعلم بعبد الله. قال ابن المدينى: لم يكن أحد من الصحابة له أصحاب حفظوا عنه، وقاموا بقوله فى الفقه إلا ثلاثة: زيد بن ثابت، وابن مسعود، وابن عباس، وأعلم الناس بابن مسعود: علقمة، والاسود، وعبيدة، والحارث. وروى زائدة عن أبى حمزة، قال: قلت لرباح أبى المثنى: أليس قد رأيت عبدالله؟ قال: بلى وحججت مع عمر ثلاث حجات وأنا رجل (سير اعلام النبلاء، جزء۴، صفحه ۵۳، و۵۵)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

کے ساتھ کھال بھی پکا کر کھاتے ہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر۲......جس طرح قربانی کے گوشت کا خود کھانا اور غریبوں اور امیروں اور اپنے اور پراؤں کو کھلانا اور دینا اور الغرض اُس کا صدقہ وہدیہ کرنا جائز ہے،اسی طرح قربانی کی کھال کو خود استعمال کرنا،اور قریبی اور اجنبی فقراء اور مساکین پر صدقہ کر دینا ،اور احباب اور اپنے قریبی اعزہ(والدین، اولاد)وغیرہ اور اجنبی مالدار لوگوں کو ہدیہ وعطیہ کر دینا سب جائز ہے۔ [2]

اور قیمت کو صدقہ کرنے کی نیت سے رقم کے بدلے میں فروخت کر دینا بھی جائز ہے،جیسا کہ آگے آتا ہے۔ [3]

مسئلہ نمبر۳......قربانی کی کھال کو سُکھا کر اُس سے جائے نماز، دسترخوان، مشکیزہ، ڈول، جراب، جوتا وغیرہ کوئی بھی چیز بنا کر استعمال کرنا اور کتابوں کی جلد بندی کر کے استعمال میں لانا بھی جائز ہے۔

---

[1] واللحم بمنزلة الجلد فی الصحیح (تكملة البحر الرائق للطوری،ج۸ص۲۰۳،کتاب الأضحية)

[2] اور گوشت کی طرح مسلمان ملک کے غیر مسلم باشندہ کو بھی دینے کی گنجائش ہے،تاہم مسلمانوں کو دینا افضل ہے۔

قال -رحمه الله :-(ويتصدق بجلدها، أو يعمل منه نحو غربال، أو جراب) لأنه جزء منها وكان له التصدق والانتفاع به ألا ترى أن له أن يأكل لحمها (تكملة البحر الرائق للطوری،ج۸ص۲۰۳،کتاب الأضحية)

ويجوز أن يطعم منه الغني والفقير، ويهب منه ما شاء لغني أو فقير، أو مسلم أو ذمي، ولا بأس بأن يحبس المضحي لحماً، ويدخر كم شاء من المدة، والصدقة أفضل؛ إلا أن يكون الرجل ذا عيال، فإن الأفضل أن يدعه لعياله، ويوسع به عليهم، هذه الجملة في أضاحي الزعفراني (المحيط البرهاني، ج۸ ص ۴۶۹، کتاب الاضحية، الفصل الخامس فی بیان ما یجوز فی الضحایا وما لا یجوز)

ويجزى فيه التمليك وإطعام الإباحة(حاشية الشلبي على تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق،ج۲ص۹۰ ،کتاب الحج،باب الهدی)

[3] ولو باعهما بالدراهم ليتصدق بها جاز، لانهٔ قربة كالتصدق بالجلد واللحم (تبيين الحقائق،ج۶ص۹،کتاب الاضحية ، التصدق بجلد الاضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ قربانی کا گوشت سکھا کر رکھا جائے اور بعد میں استعمال کیا جائے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۴...... کھال سے جائے نماز، دسترخوان، مشکیزہ، ڈول، جراب، جوتا وغیرہ کوئی چیز بنالی، تو اُس کا حکم کھال کی طرح ہی ہے کہ اسے خود استعمال کرنا یا دوسرے کو بغیر کسی معاوضے کے ہبہ یا صدقے میں مالکانہ طور پر یا استعمال کرنے کے لئے عاریتاً دینا جائز ہے۔

اور جس کو دی جائے خواہ وہ سید اور مالدار ہو، یا اپنے ماں باپ اور اہل وعیال ہوں، کوئی رشتہ دار یا اجنبی ہو، سب کے لئے جائز ہے، جیسا کہ کھال کا بھی یہی حکم ہے۔

لیکن قربانی کی کھال سے بنی ہوئی اس چیز کو کرایہ پر دینا جائز نہیں، کیونکہ یہ معاوضے کے طور پر دینا ہے، جو کہ جائز نہیں۔

---

[1] وينتفع بجلدها فيما يفرش وينام عليه، أو يعمل منه آلة تستعمل كالقربة والدلو والسفرة لما روى عن عائشة اتخذت من جلد أضحيتها سقاء ، أو يشترى به آلة كالمنخل والغربال ولا يشترى به ما لا ينتفع به إلا بالاستهلاك كالأبازير ونحوها ; لأن المأثور أن ينتفع به أو ببدله مع بقاء عينه، ولا يبيعه لقوله -عليه الصلاة والسلام -: من باع جلد أضحيته فلا أضحية له ، فإن باعه بشيء من النقود يتصدق به لأن وقت القربة قد فات فيتصدق به، كذا رواه محمد(الاختيار لتعليل المختار، ج۵ ص ۲۰، كتاب الأضحية)

قال -رحمه الله -:(ويتصدق بجلدها، أو يعمل منه نحو غربال، أو جراب) لأنه جزء منها وكان له التصدق والانتفاع به ألا ترى أن له أن يأكل لحمها (تكملة البحر الرائق للطورى، ج۸ص ۲۰۳، كتاب الأضحية)

وينتفع بجلدها فيما يفرش وينام عليه، أو يعمل منه آلة تستعمل كالقربة والدلو والسفرة لما روى عن عائشة اتخذت من جلد أضحيتها سقاء ، أو يشترى به آلة كالمنخل والغربال (الاختيار لتعليل المختار، ج۵، ص ۲۰، كتاب الاضحية)

و لا بأس أن يتخذ من جلد الأضحية فروا أو بساطا أو متكأ يجلس عليه أو يبيع جلد الأضحية بشيء من متاع البيت و الثوب لنفسه يلبسه أو كساء أو خفا أو نحو ذلك و قال بعضهم لو باع الجلد بالثوب لا يجوز (فتاوى قاضي خان،كتاب الأضحية)

ويجوز الانتفاع بجلد الأضحية، وهدى المتعة والتطوع بأن يتخذها فرواً أو بساطاً، أو جراباً، أو غربالاً أو نطعاً (المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى، ج ۸ ص ۴۷۰، كتاب الأضحية،الفصل السادس الانتفاع بالأضحية)

Idara Ghufran

اور اگر کسی نے غلطی سے کرایہ پر دے دیا تو جو کرایہ ملے اسے صدقہ کرنا واجب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۵......قربانی کی کھال کو قصاب یا کسی کی خدمت اور مزدوری کے معاوضہ میں دینا جائز نہیں۔

بعض علاقوں میں کھال قصاب کو مزدوری کے طور پر دے دی جاتی ہے۔ حالانکہ قربانی کی کوئی چیز قصاب کو اجرت میں دینا جائز نہیں، اس کی اجرت الگ سے دینا چاہئے۔

اور اسی وجہ سے قربانی کی کھال امام اور مؤذن کو بھی تنخواہ یا تنخواہ کے جز اور حقِ خدمت کے طور پر دینا جائز نہیں (جس کی پہچان یہ ہے کہ اگر ان کو نہ دی جائے، تو وہ اپنی خدمت جاری نہ رکھیں، اور اعتراض ہو) البتہ بغیر کسی معاوضے کے ہدیہ وصدقہ کے طور پر امیر وغریب کسی کو

---

[1] وعمل الجلد جرابا وأجره لم يجز وعليه التصدق بالأجرة (ردالمحتار، ج٦ ص ٣٢٩، كتاب الاضحية)

و لو أدخل جلد الأضحية فى الكوارة أو جعله جرابا إن استعمل الجراب فى أعمال منزله جاز و لو آجر لا يجوز و عليه أن يتصدق بالأجر و أما الكوارة إن استعملها فى منزله أو أعار جاز و لو آجر تلك الكوارة هل يطيب له الأجر قالوا ينظر فيه إن كانت الكوارة جديدة لا يلزمه التصدق بالأجر و إن كانت خلقا منخرقا يلزمه التصدق بنصف الأجر دون نصفه نحو ما إذا آجره بدانقين يتصدق بدانق واحد لأن الكوارة إذا كانت جديدة لا يحتاج فى الانتفاع بها إلى الجلد فيكون الجلد تبعا للكوارة و يكون كل الأجر بإزاء الكوارة فيطيب أما إذا كانت الكوارة خلقا يحتاج فى الانتفاع إلى الجلد لامساك ما فيه كان نصف الأجر للكوارة و النصف للجلد (فتاوى قاضى خان،كتاب الأضحية)

ولو أدخل جلد الأضحية فى قرطالة أو جعله جرابا إن استعمل الجراب فى أعمال منزله جاز، ولو آجر لا يجوز وعليه أن يتصدق بالأجر، وأما القرطالة إن استعملها فى منزله أو أعار جاز، وإن آجرها هل يطيب له الأجر قالوا :ينظر إن كانت القرطالة جديدة لا يلزمه التصدق بالأجر، وإن كانت خلقا متخرقا يلزمه التصدق بنصف الأجر دون نصفه، نحو ما إذا آجرها بدانقين يلزمه التصدق بدانق؛ لأن القرطالة إذا كانت جديدة لا يحتاج فى الانتفاع بها إلى الجلد فيكون الجلد تبعا لها ويكون كل الأجر بإزاء القرطالة، أما إذا كانت خلقا يحتاج فى الانتفاع بها إلى الجلد فكان نصف الأجر للقرطالة ونصف الأجر للجلد، والقرطالة الكوارة، كذا فى الظهيرية (الفتاوىٰ الهندية، ج٥ص ٣٠١، كتاب الاضحية، الباب السادس)

Idara Ghufran

بھی دے سکتے ہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۶ ...... قربانی کی کھال کو کسی ایسی چیز کے بدلے میں فروخت کرنے کی گنجائش ہے کہ جس کو باقی رکھ کر اُس سے فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہو، جیسا کہ کپڑے، برتن، قلم، موزے وغیرہ۔

کیونکہ ایسی چیز کے بدلے میں فروخت کرنے کی صورت میں، بدلے میں حاصل شدہ اس چیز کا حکم بھی قربانی کی کھال یا اس سے تیار شدہ چیز (مثلاً مشکیزہ وغیرہ) کی طرح ہے، کہ اُس کو خود استعمال کرنا اور بغیر کسی معاوضے کے دوسرے کو استعمال کرانا اور امیر وغریب کو ہبہ وصدقہ کرنا جائز ہے۔ [2]

---

[1] قال -رحمه الله -:-(ولا يعطى أجرة الجزار منها شيئا) والنهى عنه نهى عن البيع لأنه فى معنى البيع لأنه يأخذه بمقابلة عمله فصار معاوضة كالبيع(تكملة البحر الرائق للطورى، ج٨ص٢٠٣، كتاب الاضحية،أجرة الجزار هل تأخذ من الأضحية)

و لا يعطى جلد الأضحية و لا لحمها بأجرة الذابح و السلاخ(فتاوى قاضى خان،كتاب الأضحية)

(ولا يعطى أجر الجزار منها) لأنه كبيع،واستفيدت من قوله -عليه الصلاة والسلام -من باع جلد أضحيته فلا أضحية له هداية(الدرالمختار)

(قوله لأنه كبيع) لأن كلا منهما معاوضة،لأنه إنما يعطى الجزار بمقابلة جزره والبيع مكروه فكذا ما فى معناه كفاية (قوله واستفيدت إلخ) كذا فى بعض النسخ والضمير للكراهة، لكن صاحب الهداية ذكر ذلك الحديث فى البيع، ثم قال بعد قوله ولا يعطى أجر الجزار منها لقوله -عليه الصلاة والسلام -لعلى -رضى الله عنه -تصدق بجلالها وخطامها ولا تعط أجر الجزاز منها شيئا والنهى عنه نهى عن البيع أيضا لأنه فى معنى البيع اهـ .ولا يخفى أن فى كل من الحديثين دلالة على المطلوب من الموضعين(ردالمحتار، ج٦ص٣٢٨، ٣٢٩، كتاب الاضحية)

ولا أن يعطى أجر الجزار والذابح منها؛ لما روى عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أنه قال من باع جلد أضحيته فلا أضحية له وروى أن النبى -عليه الصلاة والسلام -قال لعلى -رضى الله عنه -: "تصدق بجلالها وخطامها، ولا تعطى أجرا لجزار منها "وروى عن سيدنا على -كرم الله وجهه -أنه قال :إذا ضحيتم فلا تبيعوا لحوم ضحاياكم ولا جلودها وكلوا منها وتمتعوا ولأنها من ضيافة الله -عز شأنه -التى أضاف بها عباده(بدائع الصنائع، ج٥ص٨١، كتاب النذر)

[2] وله أن يبيع هذه الأشياء بما يمكن الانتفاع به مع بقاء عينه من متاع البيت كالجراب والمنخل؛ لأن البدل الذى يمكن الانتفاع به مع بقاء عينه يقوم مقام المبدل فكان المبدل قائما معنى فكان الانتفاع به كالانتفاع بعين الجلد بخلاف البيع بالدراهم والدنانير؛ لأن ذلك مما لا يمكن الانتفاع به مع بقاء عينه فلا يقوم مقام الجلد فلا يكون الجلد قائما معنى والله تعالى -عز شأنه - أعلم(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج٥، ص٨١،كتاب التضحية،فصل فى بيان ما يستحب قبل التضحية وبعدها وما يكره)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۷...... قربانی کی کھال کو رقم یا کسی دوسری ایسی چیز کے بدلے میں فروخت کرنا جائز نہیں کہ جس کو باقی رکھ کر اس سے فائدہ نہ اُٹھایا جاسکتا ہو، بلکہ اُس سے فائدہ اُٹھانے اور ضرورت پوری کرنے کے لئے اس کو خرچ کرنا پڑتا ہو، جیسا کہ سونا، چاندی، کرنسی، کھانے پینے کی کوئی چیز (آٹا، مکئی، چاول وغیرہ) یا پٹرول، صابن، رنگ وروغن وغیرہ۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال (ولا بأس بأن يشترى بجلد الأضحية متاعا للبيت) ؛ لأنه لو دبغه وانتفع به فى بيته جاز، وكذلك إذا اشترى به ما ينتفع به فى بيته؛ لأن للبدل حكم المبدل، وهذا استحسان، وقد ذكر فى نوادر هشام قال يشترى به الغربال والجراب، وما أشبه ذلك، ولا يشترى به الخل والمرى والملح، وما أشبه ذلك والقياس فى الكل واحد ولكنه استحسن فقال ما يكون طريق الانتفاع به تناول العين فهو من باب التصرف على قصد التمول فليس له أن يفعل ذلك فى جلد الأضحية، وما ينتفع به فى البيت مع بقاء العين فهو نظير عين الجلد وكان له أن يفعل ذلك(المبسوط،لشمس الأئمة السرخسي، ج١٢ ص ١٤، ١٥، باب الأضحية،بيع جلد الأضحية بعد الذبح)

وأن له بيع الجلد بما تبقى عينه (ردالمحتار، ج٦ص ٣٢٨، كتاب الاضحية)

وذكر شيخ الإسلام فى شرح كتاب الأضحية :أن الجواب فى اللحم كالجواب فى الجلد إن باعه بشيء ينتفع به بعينه يجوز، ويتأيد هذا القول بما روى ابن سماعة فى نوادره عن محمد :أنه لو اشترى باللحم ثوباً، فلا بأس بلبسه(المحيط البرهانى، ج٨ص ٤٧١، كتاب الاضحية،الفصل السادس الانتفاع بالأضحية)

ولا بأس بأن يشترى به ما ينتفع بعينه مع بقائه استحسانا وذلك مثل ما ذكرنا لأن للبدل حكم المبدل (تكملة البحر الرائق ،ج٨ص ٢٠٣، كتاب الأضحية)

وينتفع بجلدها فيما يفرش وينام عليه، أو يعمل منه آلة تستعمل كالقربة والدلو والسفرة لما روى عن عائشة اتخذت من جلد أضحيتها سقاء ، أو يشترى به آلة كالمنخل والغربال(الاختيار لتعليل المختار، ج٥، ص ٢٠، كتاب الاضحية)

وله أن يشترى به متاع البيت كالغربال، والمنخل، والفرو، والكساء ، والخف، وكذلك له أن يشترى به ثوباً يلبسه (المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى،ج٦ص ٩٥، كتاب الأضحية،الفصل السادس الانتفاع بالأضحية)

واما استبدال الجلد بما ينتفع به باقيا كالقربة والسفرة والغربال والجراب والدلو ونحوها فلاباس به، لان له ان يتخذ منه ما شاء منها ابتداء فكان الاستبدال بها كاتخاذها انتهاء، ولان البدل الذى يمكن الانتفاع به مع بقاء عينه يقوم مقام المبدل، فكان المبدل قائما معنى ، فكان الانتفاع به كالانتفاع بعين الجلد، بخلاف البيع بالدراهم والدنانير والخل واللحم ونحوه، لان ذلك ممالايمكن الانتفاع به مع بقاء عينه ، فلايقوم مقام الجلد، فلايكون الجلد قائما معنى فلايكون الا تجارة محضة ، وقد نهى الشارع صلى الله عليه وسلم عن الاتجار بشيئ من الهدى والاضاحى ، هذا هو الفرق بين الغربال والخل(اعلاء السنن ،ج١٧ ص ٢٥٨، باب بيع جلد الاضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور اگر کسی ایسی چیز کے عوض میں فروخت کردیا تو اس پر استغفار کرنا لازم ہوگا، اور اسی کے ساتھ اس کی قیمت کا غریبوں پر صدقہ کرنا بھی واجب ہوجائے گا، اور غریب کو مالکانہ طور پر دینے کے علاوہ کسی بھی طرح سے استعمال کرنا جائز نہیں رہے گا۔ [1]

البتہ اگر کوئی شخص قربانی کی کھال کو اس نیت سے نقدی وغیرہ کے بدلے میں فروخت کرے کہ وہ اس کی قیمت کو غریبوں پر صدقہ کرنا چاہتا ہے، تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ [2]

---

[1] و إن باعه بدراهم أو فلوس يتصدق بثمنه فى قول أصحابنا رحمهم الله تعالى (فتاوى قاضى خان، كتاب الأضحية)

فان باع الجلد واللحم بالفلوس او الدراهم او الحنطة تصدق بثمنه لان القربة انتقلت الىٰ بدله (الجوهرة النيرة، ج۲ ص ۱۹۰، كتاب الاضحية)

ولا يشترى به ما لا ينتفع به إلا بالاستهلاک كالأبازير ونحوها ;لأن المأثور أن ينتفع به أو ببدله مع بقاء عينه، ولا يبيعه لقوله -عليه الصلاة والسلام :-من با ع جلد أضحيته فلا أضحية له ، فإن باعه بشيء من النقود يتصدق به لأن وقت القربة قد فات فيتصدق به، كذا رواه محمد (الاختيار لتعليل المختار، ج۵، ص ۲۰، كتاب الاضحية)

ولا يشترى به ما لا ينتفع به إلا بعد الاستهلاک، نحو اللحم والطعام ولا يبيعه بالدراهم لينفق الدراهم على نفسه وعياله والمعنى فيه أنه لا يتصدق على قصد التمول، واللحم بمنزلة الجلد فى الصحيح فلا يبيعه بما لا ينتفع به إلا بعد الاستهلاک ولو باعها بالدراهم ليتصدق بها جاز لأنه قربة كالتصدق بالجلد واللحم وقوله - :عليه الصلاة والسلام -من با ع جلد أضحيته فلا أضحية له يفيد كراهية البيع، وأما البيع فجائز لوجود الملک والقدرة على التسليم(تكملة البحر الرائق للطورى، ج۸ ص ۲۰۳، كتاب الأضحية)

ولا يشترى به الخل والمِروى وكذلک لا يشترى به اللحم، ولا بأس ببيعه بالدراهم ليتصدق بها، وليس له بيعها بالدراهم لينفقه على نفسه، ولو فعل ذلک تصدق بثمنها(المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى، ج۸ ص ۴۷۰، كتاب الأضحية،الفصل السادس الانتفا ع بالأضحية)

[2] بقصدِ تصدُّق کھال کو رقم یا اشیائے مستہلکہ کے عوض فروخت کرنا مکروہ نہیں اور فروخت کرنے کے بعد ان کی قیمت کا صدقہ واجب ہے؛ یہی صحیح ہے اور اس کے خلاف جو بعض علمائے عصر کی رائے ہے کہ بقصدِ تصدُّق بھی فروخت کرنا مکروہ ہے، یا فروخت کرنے کے بعد قیمت کا تصدُّق واجب نہیں؛ وہ فقہاء کی تصریح کے مطابق درست معلوم نہیں ہوتی۔

چنانچہ امداد الفتاویٰ میں ہے کہ:

درِّمختار وغیرہ کی عبارت "فان بيع اللحم او الجلد به او بدراهم تصدق بثمنه" میں بیع عام ہے، ہر بیع کو خواہ بنیتِ تموُّل ہو یا بنیتِ تصدق ہو؛ دونوں صورتوں میں تصدُّق بثمنہ کا جس کا مدلول وجوبِ تصدُّق ہے، حکم ہوگا؛ اور یہ بحث دوسری ہے کہ آیا یہ بیع مکروہ ہے یا غیر مکروہ؛ پس نیتِ تصدُّق انتفاءِ کراہت کی شرط

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۸...... کسی نے کھال پہلے کسی باقی رہنے والی چیز (مثلاً ڈول، مشکیزہ وغیرہ) کے بدلہ میں فروخت کی، تو اس کا صدقہ واجب نہیں، جیسا کہ پہلے گزرا، لیکن اگر اس کے بعد پھر اس

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ہے، نہ کہ وجوبِ تصدُّق کے لیے مانع؛ بلکہ وجوبِ تصدُّق کا موجب حسبِ روایتِ بالا ''نفسِ بیع بالمستہلک وبالدراہم'' ہے مطلقاً (امداد الفتاویٰ جلد سوم صفحہ ۵۵۱)

ایک اور مقام پر اس سلسلہ میں مفصَّل ومدلَّل بحث کے ضمن میں مذکور ہے کہ:

بہ نیتِ تصدق ثمنِ جلدِ اُضحیہ کا بیع کرنا مکروہ نہیں............ اور فقہاء میں سے کسی نے اس کی کراہت کا حکم نہیں کیا...... حدیث ''لاتعط الجزار منھا شیئاً'' سے تصرف بقصدِ تموّل کا منہی عنہ ہونا صاف معلوم ہوتا ہے، پس یہ مرجح ہے، مانحن فیہ میں بھی اس کے مدار ہونے کا، پس حدیث من باع الخ کو اسی پر محمول کرلیا، اور چونکہ اشیائے مستہلکہ بھی دراہم کے مثل ہیں؛ توقفُ الانتفاع علی الاستھلاک میں بھی اس میں بھی اس حکم کو متعدی کردیا یا یہ کہ اس کو بھی لفظِ بیع کے عموم میں داخل کرلیا، بخلاف بدلِ باقی کے کہ اس میں عدمِ استھلاک فارق ہے، اور اس سے استبدال بقصدِ تموّل نہیں ہے، بلکہ وصفِ بقاء میں وہ مثلِ عینِ جلد کے ہے، اس لیے اس سے استبدال کرنے کو مثل بقاءِ عینِ جلد کے قرار دے کر جائز قرار دیا گیا؛ مگر جب اس کو بیچا جاوے گا پھر اس کے ثمن کا تصدق بھی واجب ہوگا، فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے (امداد الفتاویٰ جلد سوم صفحہ ۶۱۵ تا صفحہ ۶۱۷؛ ملخصاً)

اور جواہر الفقہ میں ہے کہ:

اس تفصیل کی بناء پر عباراتِ فقہاء اور حدیثِ ممانعت بیع کا ظاہری تعارض بھی رفع ہوگیا، کیونکہ ممانعتِ حدیث اس شخص کے لئے ہے، جو اپنے کھانے پینے کے لئے فروخت کرتا ہے، اور جو فقراء پر صدقہ کرنے کے لئے فروخت کرے، وہ اس میں داخل نہیں، اور جب عباراتِ مذکورہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ چرمِ قربانی فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہوجاتا ہے، خواہ بہ نیت صدقہ ہی فروخت کی ہو، یا اپنی ہی ضرورت میں خرچ کرنے کے لئے، تو یہ بھی واضح ہوگیا کہ اس کا مصرف صرف فقراء ومساکین وغیرہ ہیں، اغنیاء نہیں (جواہر الفقہ ج۶ ص ۳۳۷، کتاب الاضحیۃ، طبع جدید نومبر 2010ء، مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی)

اور حضرت مولانا مفتی عزیزالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قربانی کی کھالوں کی قیمت ان کے فروخت کرنے کے بعد از روئے شریعت صدقۂ واجبہ میں داخل ہیں (عزیزُ الفتاویٰ ص ۷۱۱، کتاب الاضحیۃ والعقیقۃ)

فان باع الجلد واللحم بالفلوس او الدراھم او الحنطة تصدق بثمنه لان القربة انتقلت الیٰ بدله (الجوھرة النیرة، ج۲ ص ۱۹۰، کتاب الاضحیة)

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

چیز کو دوبارہ کھانے پینے یا استعمال سے خرچ ہونے والی کسی چیز (مثلاً نقدی یا غلہ، اناج وغیرہ) کے بدلے میں فروخت کر دیا تو حاصل ہونے والی رقم کا صدقہ کرنا واجب ہو جائے گا۔ ۱؎

مسئلہ نمبر ۹...... زندہ جانور کی کھال کو ذبح سے پہلے فروخت کرنا کسی بھی نیت سے جائز نہیں۔ ۲؎

مسئلہ نمبر ۱۰...... جب قربانی کی کھال یا اُس کی قیمت کسی غریب کو مالکانہ طور پر صدقہ کر دی گئی، تو غریب کو اُس میں ہر طرح کا اختیار ہے، خواہ وہ اُس کو خود استعمال کرے، یا اُس سے کوئی چیز

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولا يبيعه بالدراهم لينفق الدراهم على نفسه وعياله والمعنى فيه أنه لا يتصدق على قصد التمول، واللحم بمنزلة الجلد فى الصحيح فلا يبيعه بما لا ينتفع به إلا بعد الاستهلاک ولو باعها بالدراهم ليتصدق بها جاز لأنه قربة كالتصدق بالجلد واللحم (تكملة البحر الرائق للطورى، جلد۸، ص ۲۰۳، كتاب الاضحية)

(فان بدل اللحم او الجلد به) اى بما ينتفع بالاستهلاک جاز و(يتصدق به) لانتقال القربة الى البدل (مجمع الانهر، ج۲ ص ۵۲۱، كتاب الاضحية)

ولو باعهما بالدراهم ليتصدق بها جاز، لانهٗ قربة كالتصدق بالجلد واللحم (تبيين الحقائق، ج۶ ص ۹، التصدق بجلد الاضحية)

ولا يبيعه بالدراهم لينفق الدراهم على نفسه وعياله واللحم بمنزلة الجلد فى الصحيح حتى لا يبيعه بما لا ينتفع به إلا بعد الاستهلاک ولو باعها بالدراهم ليتصدق بها جاز لأنه قربة كالتصدق كذا فى التبيين وهكذا فى الهداية والكافى(الفتاوى الهندية، ج ۵ ص ۳۰۱، كتاب الأضحية، الباب السادس فى بيان ما يستحب فى الأضحية والانتفا ع بها)

ولابأس ببيعه بالدراهم ليتصدقها ، وليس له ان يبيعه بالدراهم لينفقها على نفسه ، ولو فعل ذلک يتصدق بثمنه ، ولو اراد بيع لحم الاضحية ليتصدق بثمنه ، ليس له فى اللحم الا ان يطعم او ياكله فى الاجناس ، وفى نسخة الامام خواهر زاده الجواب فى اللحم كالجواب فى الجلد، ان باعه بشيئ ينتفع به بعينه يجوز (خلاصة الفتاوىٰ ج۴ ص ۳۲۲، كتاب الاضحية)

۱؎ وصار كما لو باع بمالا ينتفع به الا بعد الاستهلاک، وقد مر حكمهٗ. محمد رضوان

۲؎ (سئل) فيمن با ع جلد جاموس وهو حى فهل لا يصح بيعه؟(الجواب) : نعم بيع جلد الحيوان وهو حى فاسد كما فى البحر والعلائى من البيع الفاسد(العقود الدرية فى تنقيح الفتاوى الحامدية، ج ۱ ، ص۲۴۷ ، كتاب البيوع)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

خرید کر استعمال کرے، یا کسی کو ہبہ وصدقہ کرے۔ ۱

مسئلہ نمبر ۱۱...... جس بڑے جانور کی کئی شریک مل کر قربانی کر رہے ہوں، اس کے گوشت کی طرح کھال بھی سب کی مشترک ملکیت ہوگی۔ لہٰذا کسی شریک کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ دوسروں کے حصے کی کھال بلا اجازت خود رکھے یا کسی کو دے۔

اگر بقیہ شریک اپنا اپنا حصہ اس کو ہبہ کر دیں یا یہ ان سے خرید لے تو اب ہر طرح تصرف کر سکتا ہے۔

البتہ اگر یہ کھال فروخت کر دی اور بدلہ میں رقم یا ایسی چیز حاصل کی جو رقم کے حکم میں ہے یعنی خرچ کئے بغیر استعمال نہیں ہو سکتی تو اپنے حصے کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے، بقیہ حصوں کی رقم خود رکھ سکتا ہے "ولانه ملک ابتداء بالهبة او بالشراء" ۲

مسئلہ نمبر ۱۲...... جب اونٹ، گائے، بھینس کی قربانی میں ایک سے زیادہ افراد شریک ہوں، تو اس کی کھال تمام شرکاء کی مشترکہ ملکیت ہے۔ شرکاء کی خوشدلی کے بغیر کسی دوسرے کا اپنے پاس رکھ لینا جائز نہیں۔ ۳

مسئلہ نمبر ۱۳...... مشترک قربانی کے جانور کی جھول، رسی اور ہار، اُون وغیرہ بھی سب شریکوں کا حق ہے، کسی ایک کو دوسرے کی رضامندی کے بغیر کسی جگہ استعمال کرنا جائز نہیں، اور ان کو صدقہ کر دینا افضل ہے۔

---

۱ وللغنی أن یشتری الصدقة الواجبة من الفقیر ویأکلها، وکذا لو وهبها له علم أن تبدل الملک کتبدل العین فلو أباحها له، ولم یملکها منه ذکر أبو المعین النسفی أنه لا یحل تناوله للغنی وقال خواهر زاده یحل کذا فی الفوائد التاجیة (البحر الرائق، ج ۲، ص ۲۶۴، باب مصرف الزکاة)

۲ لو کان ملک عقارا مشترکا بین اثنین فلأحدهما بیع حصته فی ذلک العقار إن شاء لشریکه وإن شاء لأجنبی . کذلک لو کانت شاة أو فرس أو أموالا أخری مشترکة بین اثنین وباع أحدهما حصته لأجنبی فالبیع صحیح ولیس للشریک إبطال هذا البیع (درر الحکام فی شرح مجلة الاحکام لعلی حیدر، ج ۳ ص ۴۹، المادة ۱۰۸۸)

۳ جیسا کہ آج کل اجتماعی قربانی کرنے والے بہت سے لوگ اور ادارے، مالکوں کی رضامندی اور اُن سے وضاحت طلب کیے بغیر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں، جبکہ مالکوں کی رضامندی کے بغیر ایسا کرنا جائز نہیں۔
ایسی صورت میں مالکوں سے یا تو پہلے ہی وضاحت طلب کر لینی چاہئے، یا بعد میں ان کی رضامندی سے اس کو استعمال کرنا چاہئے۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور اگر ان کو رقم کے عوض فروخت کر دیا، تو اس کی قیمت کا صدقہ واجب ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۴...... کھال کا حکم کیونکہ گوشت کی طرح ہے، اس لئے جس قربانی کے گوشت کا خود استعمال کرنا اور امیر کو کھانا جائز نہیں، بلکہ اس کا صدقہ کرنا واجب ہے، اسی طرح ایسی قربانی کی کھال کا صدقہ کرنا بھی واجب ہے۔

مسئلہ نمبر۱۵...... جن صورتوں میں کھال سے حاصل کی ہوئی رقم یا چیز کا صدقہ واجب ہے، وہ صدقہ صرف انہی غریبوں کو دیا جاسکتا ہے جنہیں زکاۃ دینا درست ہو، جن لوگوں کو زکاۃ دینا جائز نہیں، انہیں یہ صدقہ دینا بھی جائز نہیں۔

جس پر زکاۃ یا قربانی واجب ہو وہ اس صدقہ کا مستحق نہیں۔ [2]

---

[1] اقول: اما الامر بالتصدق بالاشياء المذكورة فمحمول على الندب لان الشارع اباح انتفاع المالك باللحوم والجلود، فالاجلة اولى، واما اعطاء الجزار منها،فلايجوز، لانه فى معنى البيع، وهو غير جائز بلانية التصدق فافهم(اعلاء السنن ج۱۷ ص ۲۶۰، باب التصدق بلحوم الاضاحى وجلودها واجلتها)

[2] م :(والمعنى فيه :أنه تصرف على قصد التمول) ش :أى المعنى فى اشتراء ما لا ينتفع به إلا بعداستهلاكه، أنه تصرف على قصد التمول، وهو قد خرج عن جهة التمول، فإذا تمولته بالبيع وجب التصدق؛ لأن هذا الثمن حصل بفعل مكروه، فيكون خبيثا فيجب التصدق(البناية شرح الهداية، ج۱۲، ص ۵۴، ۵۵، كتاب الاضحية)

صرف الصدقة الواجبة إلى من لا يجوز إعطاء الزكاة إليه لا يجوز(المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى، ج۸ص ۵۰۱، ۵۰۲، كتاب الوقف،الفصل الثالث)

باب المصرف (قوله :أى مصرف الزكاة والعشر) يشير إلى وجه مناسبته هنا، والمراد بالعشر ما ينسب إليه كما مر فيشمل العشر ونصفه المأخوذين من أرض المسلم وربعه المأخوذ منه إذا مر على العاشر أفاده ح .وهو مصرف أيضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة كما فى القهستانى (رد المحتار، ج۲، ص ۳۳۹، باب مصرف الزكاة والعشر)

امدادالفتاویٰ میں ہے کہ:

صدقۂ واجبہ کے تو یہی معنیٰ ہیں کہ تصدق اس کے ساتھ واجب ہے، کیونکہ صدقہ تو اعیان سے ہے اور وجوب صفت ہے فعل کی، تو اعیان کا اس کے ساتھ موصوف ہونا مجازاً ہے؛ حقیقت اس کی فعل ملابس بہ کا وجوب ہے، پس جب تصدق کو واجب مان لیا، اسی سے اس صدقہ کا واجب ہونا بھی بالمعنی المذکور لازم آ گیا، اور بجز اس کے تو کوئی معنی ہی نہیں، پس صدقہ واجبہ ہونا اس کا ثابت ہو گیا، تو اب اس کے صدقۂ واجبہ کے مصارف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۱۶...... اگر کسی کا باپ مالدار ہوتو اس کے نابالغ بچوں کو یہ صدقہ دینا جائز نہیں اور بالغ بچے اگر خود مالدار نہ ہوں تو انہیں یہ صدقہ دینا جائز ہے، اسی طرح اگر کسی مالدار شخص کی بیوی خود مالدار نہ ہوتو اس عورت کو بھی یہ صدقہ دینا جائز ہے۔

اور اگر نابالغ بچوں کی ماں تو مالدار ہے، باپ مالدار نہیں تو ان نابالغ بچوں کو بھی یہ صدقہ دینا جائز ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

میں کیا شبہ رہا؟ یہی دلیل اس پر کافی ہے (امداد الفتاویٰ جلد۳ صفحہ ۵۶۱)

اور امداد الاحکام میں ہے کہ:

مخفی نیست کہ حکمِ جلدِ اُضحیۃ و منافعِ اضحیۃ در وجوبِ تصدق مساوی است و در منافعِ اضحیۃ تصریح بتصدق علی الفقیر وارد شدہ است (امداد الاحکام جلد۴ صفحہ ۲۵۷)

صدقۂ واجبہ عام است ہر صدقۂ واجبہ را کہ واجب از اصل باشد یا نہ، پس تخصیصِ حکم تملیک با حدھا دون الآخر بلا دلیل است و مخفی نیست کہ صدقۂ دراہم جلدِ اُضحیۃ در حکم صدقۂ جلدِ اُضحیۃ ہرگز نیست۔

زیرا کہ جلدِ اُضحیۃ مثل لحمِ اُضحیۃ است، انتفاع بنفسہ ازاں جائز است و دراہم جلدِ اُضحیۃ غیر جائز الانتفاع درحق بائع است؛ پس دراہمِ جلدِ اُضحیۃ مثل دراہمِ لحمِ اُضحیۃ است در وجوبِ تصدق بالتملیک (امداد الاحکام جلد۴ صفحہ ۲۵۷ و ۲۵۸)

ان عبارات سے واضح ہے کہ اُضحیۃ کی قیمت کا صدقہ، صدقاتِ واجبہ سے تعلق رکھتا ہے، اور اس کا صدقاتِ واجبہ کے مصارف سے ہٹ کر استعمال جائز نہیں۔

لہٰذا بعض حضرات کا یہ سمجھنا کہ اس صدقہ کا مصرف زکوٰۃ کا مصرف نہیں، اور یہ صدقہ اپنے اُصول وفروع اور بنوہاشم اور غیر مسلم وغیرہ پر جائز ہے، درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد رضوان۔

[1] وكـذا لا يـجوز صرف الصدقات الواجبة إلى ولد الغنى إذا كان صغيرا وإذا كان كبيرا يجوز لأن الـصـغير يعد غنيا بمال أبيه بخلاف الكبير، وقال أبو حنيفة ومحمد يجوز الدفع إلى امرأة الغنى إذا كـانـت فقيرة وكذلك إلى البنت الكبيرة الفقيرة لغنى، وهو إحدى الروايتين عن أبى يوسف لأن الـزوج لا يـدفـع جـمـيـع حـوائـج الـزوجة والبـنـت الـكـبيـرة (تحفة الفقهاء، ج ١ ص ٣٠٠، كتاب الزكاة، باب من يوضع فيه الصدقة)

وفى قـنـية الـمـنـية إن لم يكن للصغير أب وله أم غنية يجوز الدفع إليه ا هـ غاية (تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ١ ص ٣٠٣، كتاب الزكاة، باب المصرف)

ولا يـجـوز دفعها إلى ولد الغنى الصغير كذا فى التبيين .ولـو كان كبيرا فقيرا جاز، ويدفع إلى امرأة غـنـى إذا كـانـت فـقيرة، وكذا إلى البنت الكبيرة إذا كان أبوها غنيا؛ لأن قدر النفقة لا يغنيها وبغنى الأب والـزوج لا تـعـد غـنية كـذا فى الكافى (الفتاوىٰ الهندية، ج ١، ص ١٨٩، كتاب الزكاة، الباب السابع فى المصارف)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اسی طرح اولاد کے امیر و مالدار ہونے سے اس کا والد مالدار شمار نہیں کیا جاتا، لہٰذا اگر کسی کی اولاد تو مالدار ہے، مگر والد مالدار نہیں، تو والد کو یہ صدقہ دینا جائز ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۷...... سید اور بنو ہاشم (یعنی جو لوگ حضرت علی، حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عقیل، حضرت حارث بن عبدالمطلب کی اولاد دَر اولاد ہوں، ان) کو یہ صدقہ دینا جائز نہیں۔ [2]

اگر یہ ضرورت مند ہوں تو مسلمانوں کو چاہئے کہ دوسرے طریقوں (مثلاً عطیہ، نفلی صدقہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

[1] ویجوز صرفها إلى الأب المعسر، وإن كان ابنه موسرا كذا فى شرح الطحاوى (الفتاوى الهندية، ج ا ص ۱۸۹، كتاب الزكاة، الباب السابع فى المصارف)

[2] قال: وبنو هاشم الذين تحرم عليهم الصدقة آل عباس، وآل جعفر، وآل عقيل، وآل على، وولد الحارث بن عبد المطلب؛ لأن الله تعالى إنما حرم الصدقة على من عوضه عنه خمس الخمس من الغنيمة، وهو سهم ذوى القربى، وسهم ذوى القربى مختص بهؤلاء، فكذا تحريم الصدقة، وإنما تحرم على هؤلاء الصدقة الواجبة من العشور والنذور والكفارات، فأما الصدقة على وجه التصدق والتطوع، فلا بأس؛ لأن فى الواجب المؤدى يطهر نفسه بإسقاط الفرض، فيتدنس المؤدى بمنزلة من استعمل الماء فى الوضوء، وهو معنى قوله عليه الصلاة والسلام يا بنى هاشم إن الله تعالى كره لكم غسالة الناس (المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى، ج۳ ص ۲۱۴، ۲۱۵، كتاب الزكاة، الفصل الثامن فى المسائل المتعلقة بمن توضع الزكاة فيه)

صرف الصدقة الواجبة إلى بنى هاشم لا تجوز (المبسوط للسرخسى، ج۲۴، ص ۱۰۹، كتاب الإكراه، باب ما يخالف المكره فيه ما أمر به)

وتقييده بما ذكر يفيد أنه لا يجوز لهم دفع الصدقة الواجبة ولو غير زكاة (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح شرح نور الإيضاح، ج ا، ص ۷۲۱)

وكذلك الحكم فيما سوى الزكاة من الصدقات الواجبات كصدقة الفطر والكفارات والعشور والنذور وغير ذلك، لأنها فى معنى الزكاة، فإنه يطهر نفسه بأداء الواجب وإسقاط الفرض، فيتدنس المؤدى كالماء المستعمل، بخلاف صدقة التطوع حيث تحل للهاشمى لأنها لا تدنس كالوضوء للتبرد (الاختيار لتعليل المختار، ج ا، ص ۱۲۱، كتاب الزكاة، باب مصارف الزكاة)

امداد الفتاویٰ میں ہے کہ:

اس ثمن کا محلِ تصدق خاص فقیر ہوگا جو بنی ہاشم میں سے نہ ہو (امداد الفتاویٰ جلد۳ صفحہ ۱۰۶)

اور امداد الاحکام میں ہے کہ:

کھال کا بعینہٖ تصدق صدقۂ نافلہ ہے، اور صدقۂ نافلہ بنو ہاشم کو دینا جائز ہے، مگر کھال بیچ کر اس کی قیمت بنو ہاشم کو دینا جائز نہیں، کیونکہ قیمت کا تصدُّق واجب ہے اور وہ صدقاتِ واجبہ کے مصرف سے نہیں (امداد الاحکام جلد۴ صفحہ ۲۰۶)

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

وغیرہ) سے ان کی مدد کریں اور ان کی مدد کو اپنی سعادت سمجھیں۔

مسئلہ نمبر ۱۸...... اپنے اصول یعنی جن کے واسطے سے پیدا ہوا ہے مثلاً اپنے ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، پردادا، پردادی، وغیرہ کو یہ صدقہ دینا جائز نہیں۔

والدین وغیرہ کی خدمت ویسے ہی اولاد کے ذمہ ہے۔

اسی طرح اپنے فروع یعنی جو اس کے واسطے سے پیدا ہوئے ہیں، مثلاً اولاد بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی وغیرہ کو بھی یہ صدقہ دینا جائز نہیں۔

اور اسی طرح شوہر اور بیوی کا ایک دوسرے کو یہ صدقہ دینا جائز نہیں، اس لیے ضرورت مند ہونے کی صورت میں کسی دوسرے طریقے پر ان کی مدد واعانت کرنی چاہیے۔ ۱

---

۱ والشرط الآخر أن لا يكون منافع الأملاک متصلة بين صاحب المال وبين المدفوع إليه لأن الواجب هو التمليک من الغير من كل وجه فإذا كانت المنافع بينهما متصلة عادة فيكون صرفا إلى نفسه من وجه فلا يجوز.

بيان ذلک أنه لو دفع الزكاة إلى الوالدين وإن علوا أو إلى المولودين وإن سفلوا لا يجوز لاتصال منافع الأملاک بينهم ولهذا لا تقبل شهادة بعضهم لبعض ،ولو دفع إلى سائر الأقارب سواهم من الإخوة والأخوات وغيرهم جاز لانقطاع المنافع بينهم من حيث الغالب ولهذا تقبل شهادة بعضهم لبعض،ولو دفع إلى الزوج أو الزوجة لا يجوز عند أبي حنيفة لما قلنا من اتصال المنافع بينهم من حيث الغالب وعلى قول أبي يوسف ومحمد يجوز للزوجة أن تدفع إلى زوجها الفقير ولا يجوز للزوج أن يدفع إلى زوجته الفقيرة(تحفة الفقهاء، ج ۱ ص ۳۰۳، ۳۰۴،باب من يوضع فيه الصدقة)

(قوله وأصله، وإن علا وفرعه، وإن سفل) بالجر أی لا يجوز الدفع إلى أبيه وجده، وإن علا، ولا إلى ولده وولد ولده، وإن سفل؛ لأن المنفعة لم تنقطع عن الملک من كل وجه كما قدمه فی تعريف الزكاة؛ لأن الواجب عليه الإخراج عن ملكه رقبة ومنفعة، ولم يوجد فی الأصول والفروع الإخراج عن ملكه منفعة وإن وجد رقبة، وفی عبده وجد الإخراج منفعة لا رقبة كذا فی المستصفی، وفيه إشارة إلى أن هذا الحكم لا يخص الزكاة بل كل صدقة واجبة لا يجوز دفعها لهم كأحد الزوجين كالكفارات وصدقة الفطر والنذور، وقيد بأصله وفرعه؛ لأن من سواهم من القرابة يجوز الدفع لهم، وهو أولى لما فيه من الصلة مع الصدقة كالإخوة والأخوات والأعمام والعمات والأخوال والخالات الفقراء ولهذا قال فی الفتاوی الظهيرية :يبدأ فی الصدقات بالأقارب ثم الموالی ثم الجيران وذكر فی موضع آخر معزيا إلى أبی حفص الكبير :لا تقبل صدقة الرجل، وقرابته محاويج فيسد حاجتهم(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۲ ص ۲۶۲، كتاب الزكاة،باب مصرف الزكاة)

الصدقة الواجبة لا تدفع إلى الولد بالاتفاق (شرح النقاية، ج ۲، ص ۱۵۷، مصرف الزكاة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مذکورہ افراد کے علاوہ سب رشتہ داروں کو یہ صدقہ دینا جائز ہے، بشرطیکہ وہ زکاۃ کے مستحق ہوں بلکہ ان کو دینے میں دوگنا ثواب ہے، ایک صدقہ کا، دوسرا حسنِ سلوک کا۔

چنانچہ اپنے بھائی، بھابھی، بہن، بہنوئی، چچا، چچی، ماموں، ممانی، خالہ، پھوپھی، اوران سب کی اولادیں، دودھ کے رشتے کے والدین اوردودھ کے رشتے والی اولاد، سوتیلے والدین، سوتیلی اولاد، بہو، داماداور سسر وغیرہ کو یہ صدقہ دیناجائز ہے، بشرطیکہ یہ مستحق اورغریب ہوں۔

مسئلہ نمبر۱۹...... یہ صدقہ مسلمان غریب کو ہی دینا مناسب ہے، اور غیر مسلم کو دینا خلافِ احتیاط ہے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولأبي حنيفة أن أحد الزوجين ينتفع بمال صاحبه كما ينتفع بمال نفسه عرفا وعادة فلا يتكامل معنى التمليك، ولهذا لم يجز للزوج أن يدفع إلى زوجته كذا الزوجة (بدائع الصنائع، ج۲، ص۴۰، كتاب الزكاة، فصل ركن الزكاة)

ولا تصح إلى من بينهما أولاد أو زوجية ولا إلى غنى أو هاشمي ونحوهم ممن مر فى باب المصرف، وقدمنا بيان الأفضل فى المتصدق عليه(ردالمحتار، ج۲ص ۳۶۹، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر)

ل (ولا) تدفع (إلى ذمى) لحديث معاذ (وجاز) دفع (غيرها وغير العشر) والخراج (إليه) أى الذمى ولو واجبا كنذر وكفارة وفطرة خلافا للثانى وبقوله يفتى حاوى القدسى وأما الحربى ولو مستأمنا فجميع الصدقات لا تجوز له اتفاقا بحر عن الغاية وغيرها، لكن جزم الزيلعي بجواز التطوع له (الدرالمختار)

(قوله :غير العشر) فإنه ملحق بالزكاة ولذا سموه زكاة الزرع، وأما الخراج فليس من الصدقات التى الكلام فيها ومصرفه مصالح المسلمين كما مر ولذا لم يستثن فى الكنز والهداية إلا الزكاة (قوله :خلافا للثانى) حيث قال إن دفع سائر الصدقات الواجبة إليه لا يجوز اعتبارا بالزكاة، وصرح فى الهداية وغيرها بأن هذه رواية عن الثاني، وظاهره أن قوله المشهور كقولهما (قوله :وبقوله يفتى) الذى فى حاشية الخير الرملي عن الحاوى وبقوله نأخذ.

قلت :لكن كلام الهداية وغيرها يفيد ترجيح قولهما وعليه المتون(ردالمحتار، ج۲ص ۳۵۱، ۳۵۲، كتاب الزكاة، باب مصرف الزكاة والعشر)

وأما أهل الذمة فلا يجوز صرف الزكاة إليهم بالاتفاق ويجوز صرف صدقة التطوع إليهم بالاتفاق، واختلفوا فى صدقة الفطر والنذور والكفارات قال أبو حنيفة ومحمد -رحمهما الله تعالى -يجوز إلا أن فقراء المسلمين أحب إلينا كذا فى شرح الطحاوى .وأما الحربى المستأمن فلا يجوز دفع الزكاة والصدقة الواجبة إليه بالإجماع ويجوز صرف التطوع إليه كذا فى السراج الوهاج (الفتاوىٰ الهندية، ج ۱ ص ۱۸۸، كتاب الزكاة، الباب السابع)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر۲۰......کسی کی مزدوری یا حقُ الخدمت کے طور پر یہ صدقہ دینا جائز نہیں۔

لٰہذا قصاب کی مزدوری یا امام ومؤذن کی خدمت کے معاوضہ کے طور پر ان کو یہ صدقہ دینے سے واجب ادا نہیں ہوگا، اگرچہ یہ لوگ غریب ومستحق ہی کیوں نہ ہوں۔ [۱]

مسئلہ نمبر۲۱......بعض لوگ مستحق ہونے کے لئے صرف بیوہ، اپاہج یا بے روزگار ہونے کو دیکھتے ہیں خواہ وہ کتنا ہی مالدار ہو، یہ غلط ہے۔

کیونکہ مستحق ہونے کے لئے بیوہ یا اپاہج یا بے روزگار ہونا ضروری نہیں، بلکہ غریب ہونا ضروری اور کافی ہے، خواہ وہ برسرِ روزگار ہو۔ [۲]

مسئلہ نمبر۲۲......زکاۃ اور دوسرے صدقاتِ واجبہ کی طرح اس صدقہ کے ادا ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ کسی غریب کو مالکانہ طور پر دیا جائے، جس میں اس کو ہر طرح کا اختیار ہو، چاہے وہ اس کو خود استعمال کرے یا کسی دوسرے کو فروخت یا ہبہ وصدقہ کرے۔ [۳]

چنانچہ اسے مسجد، مدرسہ، شفاخانہ، کنویں، پل یا کسی اور رفاہی ادارے کی تعمیر میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ اگرچہ وہ ادارہ غریبوں ہی کی خدمت کے لئے وقف ہو، کیونکہ اس صورت میں کسی غریب کو مالک بنانا اور اس کے قبضہ میں دینا نہیں پایا جاتا۔

---

[۱] وإن فرضها عليه فدفعها ينوى الزكاة لا يجوز لأنه أداء واجب فى واجب آخر فلا يجوز(تبيين الحقائق، ج ا ص ٣٠٢، كتاب الزكاة،باب المصرف)

ولو نوى الزكاة بما يدفع المعلم إلى الخليفة ولم يستأجره إن كان الخليفة بحال لو لم يدفعه يعلم الصبيان أيضا أجزأه وإلا فلا وكذا ما يدفعه إلى الخدم من الرجال والنساء فى الأعياد وغيرها بنية الزكاة كذا فى معراج الدراية (الفتاوى الهندية، ج ا ص ١٩٠، كتاب الزكاة،الباب السابع فى المصارف)

[۲] ويدل على أن الصحيح الجسم جائز أن يعطى من الزكاة ؛ لأن الله تعالى أمر بإعطاء هؤلاء القوم ، وكانوا من المهاجرين الذين كانوا يقاتلون مع النبى صلى الله عليه وسلم المشركين ولم يكونوا مرضى ولا عميانا .(احكام القرآن جصاص، ج٢ ص ١٨٠ ، سورة البقرة)

[۳] الواجب فى باب الصدقة التمليك (المحيط البرهانى، ج٢، ص ٣١٦، كتاب الزكاة، الفصل السادس عشر فى إيجاب الصدقة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اسی طرح کسی میت کے کفن دفن یا کسی میت کا قرض ادا کرنے میں خرچ کرنا بھی جائز نہیں۔ [1]
کسی ایسے مدرسہ یا انجمن وغیرہ کو دینا بھی جائز نہیں جہاں غریبوں کو مالکانہ طور پر وہ صدقہ نہ دیا جاتا ہو، بلکہ ملازمین کی تنخواہوں یا تعمیر اور فرنیچر وغیرہ انتظامی امور پر بغیر شرعی اصولوں کے خرچ کردیا جاتا ہو۔ البتہ اگر کسی ادارے میں غریب طلبہ یا دوسرے غریبوں کو مفت کھانا، کپڑا وغیرہ دیا جاتا ہو یا وہاں شرعی اصولوں کے مطابق خرچ کا انتظام ہو تو وہاں یہ صدقہ یا کھال دینا جائز ہے، جبکہ عموماً دینی مدارس میں ایسا ہی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۳...... جس نے قربانی کی کھال خریدی، وہ اس کا مالک ہوگیا، اس لئے وہ اس میں ہر قسم کا تصرف کرسکتا ہے، خواہ اپنے پاس رکھے یا فروخت کرکے قیمت اپنے خرچ میں لائے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۲۴...... اگر کھال کسی مالدار یا غریب کو یا کھال کی رقم کسی غریب کی ملکیت میں دے دی اور وضاحت کردی کہ تم اس کے پوری طرح مالک ہو، ہمیں اس میں کوئی اختیار نہیں، پھر وہ اپنی خوشی سے اور کسی دباؤ میں آئے بغیر اس کی رقم، مسجد، مدرسہ یا کسی بھی رفاہی ادارہ کی تعمیر یا اس کے ملازمین کی تنخواہوں وغیرہ میں اپنی طرف سے لگادے تو یہ جائز ہے۔ [3]

---

[1] واعلم أن التمليک شرط. قال تعالى: (وآتوا الزكاة) والإيتاء: الإعطاء; والإعطاء: التمليک، فلا بد فيها من قبض الفقير أو نائبه كالوصي والأب ومن يكون الصغير في عياله قريبا كان أو أجنبيا، وكذلک الملتقط للقيط؛ لأن التمليک لا يتم بدون القبض ولا يبنى بها مسجد ولا سقاية ولا قنطرة ولا رباط، ولا يكفن بها ميت، ولا يقضى بها دين ميت (الاختيار لتعليل المختار، ج ۱، ص ۱۲۱، كتاب الزكاة، باب مصارف الزكاة)

(قوله: نحو مسجد) كبناء القناطر والسقايات وإصلاح الطرقات وكرى الأنهار والحج والجهاد وكل ما لا تمليک فيه زيلعي (قوله: ولا إلى كفن ميت) لعدم صحة التمليک منه؛ ألا ترى أنه لو افترسه سبع كان الكفن للمتبرع لا للورثة نهر (ردالمحتار، ج۲ ص ۳۴۴، كتاب الزكاة، باب مصرف الزكاة والعشر)

[2] وأما البيع فجائز لوجود الملک والقدرة على التسليم (تكملة البحر الرائق للطورى، ج۸ ص ۲۰۳، كتاب الأضحية)

اور جب بیع جائز و منعقد ہوجاتی ہے، تو ظاہر ہے کہ مشتری کی جائز ملکیت بھی قائم ہوجاتی ہے، جس سے مالکانہ تمام تصرفات کا جواز بھی خود بخود ثابت ہوجاتا ہے۔

[3] وللغني أن يشترى الصدقة الواجبة من الفقير ويأكلها، وكذا لو وهبها له علم أن تبدل الملک كتبدل العين فلو أباحها له، ولم يملكها منه ذكر أبو المعين النسفي أنه لا يحل تناوله للغني وقال خواهر زاده يحل كذا في الفوائد التاجية (البحرالرائق، ج۲، ص ۲۶۴، باب مصرف الزكاة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۲۵...... بعض جگہ حیلۂ تملیک کے نام سے یہ کھیل کھیلا جاتا ہے کہ کھال کی رقم غریب کو دے کر پھر واپس لے لی جاتی ہے۔

جس کو دی جاتی ہے وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ مجھے اس مال کا کوئی اختیار نہیں اگر اپنے پاس رکھ لوں گا تو ادارے کے بڑے اور دوسرے لوگ ملامت کریں گے، اس خوف اور شرم کے مارے بے چارہ یہ رقم واپس چندہ میں دے دیتا ہے، نہ دینے والے کی نیت مالک بنانے کی ہوتی، نہ لینے والا اپنے کو مالک سمجھتا، یہ صرف زبانی جمع خرچ ہے اور اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

مسئلہ نمبر ۲۶...... اگر قربانی کی کھال کسی کو مالکانہ طور پر نہیں دی گئی، بلکہ اس لئے دی گئی، تاکہ وہ اس کے صحیح مصرف میں استعمال کرے، تو ایسی صورت میں دوسرا شخص قربانی کی کھال کے مالک کا وکیل کہلائے گا، اور اس کو کھال میں وہی تصرفات جائز ہونگے، جو مالک کو جائز ہوتے ہیں، اور اگر کھال کو صدقہ کرنے یا کھال رقم کے عوض فروخت کر کے اس کی قیمت کو صدقہ کرنے کے لئے دی گئی، تو وہ اسی حیثیت سے مالک کا وکیل کہلائے گا، اور اُس کو مالک کی منشاء کے مطابق صدقہ کرنا ضروری ہوگا۔

کسی ادارے یا تنظیم کو جو قربانی کی کھالیں دی جاتی ہیں عام طور پر وہ ان کو مالک بنا کر نہیں دی جاتیں کہ وہ جس طرح سے چاہیں ان میں تصرف کریں، بلکہ ان کو کھال یا اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت صحیح مصرف میں خرچ کرنے کا وکیل بنا کر دی جاتی ہیں۔

لہٰذا ادارہ کے ذمہ داران کو کھالوں کو مالکوں کی منشاء کے مطابق صحیح مصرف میں استعمال کرنا ضروری ہے۔ [1]

---

[1] امدادالفتاویٰ میں ہے کہ:

فی الدرالمختار: (فإن)(بیع اللحم أو الجلد به)أی بمستهلک (أو بدراهم)(تصدق بثمنه)،فی ردالمحتار: وسکت عن بیع اللحم به للخلاف فیه (الی قوله)والصحیح انهما سواء الخ. ان روایتوں سے دو امر معلوم ہوئے، ایک یہ کہ کھال کے دام کا تصدق واجب ہے، پس غریب طلباء کی اعانت کے سوا دوسرے مصارف میں صرف کرنا جائز نہیں، دوسرا امر یہ کہ غنی کو کھال بعینہٖ دے دینا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مسئلہ نمبر ۷۲ ...... قربانی کی کھال اور اس کی قیمت کو اس کے صحیح شرعی مصرف میں لگانا قربانی کرنے والے کا شرعی فریضہ ہے۔

اس بارے میں آج کل بہت کوتاہی پائی جارہی ہے، قربانی کا جانور دیکھ بھال اور جانچ پڑتال کر خریدنے اور اس کو اپنی بساط کے مطابق انجام دینے کا تو کچھ نہ کچھ اہتمام کیا جاتا ہے۔ لیکن اس سے غفلت اختیار کی جاتی ہے کہ اس فریضہ کی تکمیل کرتے ہوئے کھال کو صحیح صحیح اتروایا جائے اور اس کو بہتر مصرف تک پہنچایا جائے بلکہ کھال اترنے کے بعد اسے کسی نہ کسی طرح بوجھ (وزن) سمجھ کر اپنے یہاں سے اٹھوانے کی فکر رہتی ہے خواہ اٹھانے اور لیجانے والا کوئی بھی ہو۔ حالانکہ جس طرح قربانی کرنا ایک مسلمان کی ذمہ داری اور ضرورت ہے۔ اسی طرح کھال کو ایسی جگہ لگانا جو دنیا و آخرت کے لئے زیادہ سے زیادہ فائدہ مند ہو یہ بھی ایک مسلمان کی اہم ضرورت ہے۔

اہلِ حق علماء کی زیرِ نگرانی دینی مدارس و جامعات دین کی اشاعت اور بقاء اور دین کی حفاظت کا ذریعہ ہیں اور دشمنانِ اسلام ان کو مٹانے کے درپے ہیں ان حالات میں ان کے ساتھ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

جائز ہے، لیکن اگر اس سے یہ غرض حاصل کرنا ہو کہ اہلِ قربانی غنی کو دے دیں، پھر وہ غنی بیچ کر جہاں چاہے صرف کرے، سو اس کی صحت کے لئے دو شرط ہیں، اول یہ کہ دینے والے اسی کو مالک بنانے کی نیت سے دیں، ایسا نہ ہو کہ ایک بار اس طریق کے مشتہر کرنے کو کافی سمجھا جاوے، کیونکہ جب تک دینے والے لفظی تصریح نہ کریں، کہ ہم خاص تم ہی کو دیتے ہیں، تم مالک ہو، اس وقت تک ظاہر اور غالب عوام کی حالت سے یہی ہے کہ وہ نیت مدرسہ میں صرف کرنے کے دیں گے، اور اس صورت میں وہ غنی مالک نہ ہوگا، بلکہ وکیل ہوگا، جس کی بیع بمنزلہ صاحبِ قربانی کے ہے، اور پھر تصدق واجب ہوگا، جس کی وجہ سے بجز طلباء غرباء کے دوسرے مصارف مندرجہ سوال میں صرف کرنا درست نہیں، دوسری شرط یہ ہے کہ مالک بھی حقیقتاً بنایا جائے، صرف حیلہ نہ ہو، جس کی علامت اور امتحان یہ ہے کہ اگر یہ غنی اس کو بیع کرکے اپنے خاص حوائج میں خرچ کرے، تو اہلِ عطاء کو ناگوار اور گراں نہ ہو، اور اس کی شکایت و مذمت یا دل میں اس سے کدورت و انقباض نہ کریں، اور اگر ان دو شرطوں میں سے ایک بھی مفقود ہوگی، تو وہ غنی مالک ہی نہ ہوگا، بلکہ وکیل ہوگا، جس کا حکم بضمنِ بیانِ شرطِ اول گزر چکا ہے، خوب سمجھ لیا جائے، اور مدرسہ چلانے کی ضرورت سے نامشروع افعال کسی طرح مشروع و مباح نہیں ہو سکتے (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۳۳، ۵۳۴، کتاب الذبائح والاضحیۃ والصید والعقیقۃ)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تعاون بہت بڑی نیکی ہے اور ان کی طرف سے کسی کا عطیہ قبول کر لینا، درحقیقت دینے والے کی نیک بختی اور خوش نصیبی ہے نہ کہ ان پر کوئی احسان ہے۔

مسلمان کی سعادت اور خوش بختی کی نشانی یہ ہے کہ از خود ان کو اپنا مال پیش کرے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۸...... آج کل بہت سے دنیادار لوگوں نے ویلفیئر اور رفاہی عنوان سے ادارے قائم کر لیے ہیں، اور وہ چرمہائے قربانی جمع کرتے ہیں، اولاً تو بعض لوگوں نے آج کل یہ ایک پیشہ اور کاروبار بنا لیا ہے، دوسرے ان لوگوں کو چرمہائے قربانی کو شرعی طریقہ پر خرچ کرنے کے شرعی اُصول وقواعد بھی معلوم نہیں ہوتے، اس لیے ایسے غیر معتبر لوگوں اور اداروں کو چرمہائے قربانی دے کر مطمئن ہو جانا درست نہیں، بلکہ احتیاط ضروری ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۹...... بعض قصاب جانور کی کھال اس طرح اتارتے ہیں کہ اس میں چھری لگ کر سوراخ ہو جاتے ہیں، یا کھال پر گوشت لگا رہ جاتا ہے، جس سے کھال اور گوشت کو نقصان پہنچتا ہے، اسی طرح بعض لوگ کھال اتارنے کے بعد اس کی حفاظت نہیں کرتے، سڑ کر بے کار یا بہت کم قیمت رہ جاتی ہے۔

یہ سب باتیں مال کی اضاعت میں داخل ہیں، اس لئے کھال احتیاط سے اتار کر ضائع ہونے سے بچانے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

---

[1] طلب العلم ليس إلا استفادة الأحكام وهل يبلغ طالب رتبة من لازم صحبة النبى -صلى الله عليه وسلم -لتلقى الأحكام عنه كأصحاب الصفة، فالتفسير بطالب العلم وجيه خصوصا وقد قال فى البدائع فى سبيل الله جميع القرب فيدخل فيه كل من سعى فى طاعة الله وسبيل الخيرات إذا كان محتاجا .اهـ(رد المحتار ،ج۲ ص۳۴۳، كتاب الزكاة،باب مصرف الزكاة والعشر)

(قوله :أو طلب العلم) ذكره فى البحر بحثا بقوله وينبغى أن يلحق به أى بالغازى طالب العلم لاشتغاله عن الكسب بالعلم، ولهذا قالوا :إن نفقته على أبيه وإن كان صحيحا مكتسبا كما لو كان زمنا(رد المحتار على الدر المختار،ج۲ ص۳۵۵، كتاب الزكاة،باب مصرف الزكاة والعشر)

وفى الحاوى للزاهدى رامز للأسرار لنجم الدين قال الشيخ الإمام أبو منصور الماتريدى لزم على المسلمين كفاية طالب العلم إذا خرج للطلب حتى لو امتنعوا عن كفايته يجبرون كما يجبرون فى دين الزكاة إذا امتنعوا عن أدائها والتصدق على العالم الفقير أفضل منه على الجاهل وعن أبى حفص الدفع إلى من عليه دين ليقضى دينه أحب إلى من الدفع إلى فقير لم يكن عليه دين ا هـ(العقود الدرية فى تنقيح الفتاوى الحامدية، ج ۱ ص ۷۲، كتاب الطلاق، باب النفقة)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

عقیقہ اور حج کی قربانی کے احکام

ملحوظ رہے کہ عقیقہ اور حجِ تمتع وحجِ قران کے نتیجے میں کی جانے والی قربانی (یعنی دمِ شکر) کے جانور اور اُس کے ذبح اور اُس کے گوشت پوست کے اکثر احکام قربانی کی طرح ہیں۔

چنانچہ جس جانور کی قربانی جائز ہے، اُسی طرح کے جانور سے عقیقہ کرنا اور حجِ تمتع وحجِ قران کی قربانی (یعنی دمِ شکر) ادا کرنا جائز ہے، اور قربانی کے جانور کے لئے جتنی عمر ہونا اور جن عیوب سے پاک ہونا ضروری ہے، عقیقہ اور حج کی قربانی کا بھی یہی حکم ہے۔

البتہ دمِ شکر کا حرم کی حدود میں کرنا واجب ہے۔

(عقیقہ کے تفصیلی مسائل کے لئے ملاحظہ فرمائیں ہماری کتاب ''نومولود کے احکام واسلامی نام'')

حج ماہِ ذی الحجہ کی ایک اہم عبادت

ذُوالحجہ کے مہینہ کی ایک خاص اور اہم عبادت حج ہے؛ اس کا تقاضا یہ تھا کہ حج سے متعلق ضروری مضمون کو ذی الحجہ کے اس مہینے سے متعلق کتاب میں ہی تحریر کیا جاتا، لیکن اس کتاب کی طوالت کے باعث اُس مضمون کو اس میں شامل نہیں کیا گیا؛ اور کیونکہ حج کے مہینے شوال سے شروع ہوجاتے ہیں، لیکن ماہِ شوال سے متعلق کتاب بھی اپنی طوالت کے باعث اس مضمون کی متحمل نہیں تھی، اور آج کل حج کے لیے عام طور پر ذوالقعدۃ کے مہینے میں سفر ہوتا ہے، اس لیے حج سے متعلق ضروری مضمون ہم نے اپنے رسالہ ''ماہِ ذیقعدۃ کے فضائل واحکام'' اور ''حج کا صحیح طریقہ اور حج کی غلطیاں'' میں تحریر کردیا ہے؛ وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے۔ فقط وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

محمد رضوان۔ یکم ذُوالحجہ ۱۴۲۱ھ

اضافہ بموقعہ اشاعتِ دوم۔ ذُوالقعدہ ۱۴۲۳ھ جنوری 2003ء

اضافہ بموقعہ اشاعتِ سوم۔ شعبان ۱۴۲۶ھ اکتوبر 2005ء

اضافہ بموقعہ اشاعتِ چہارم۔ ذُوالقعدہ ۱۴۲۸ھ نومبر 2007ء

اضافہ بموقعہ اشاعتِ پنجم۔ شعبان ۱۴۳۲ھ جولائی 2011ء ادارہ غفران راولپنڈی

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

چند تحقیقی مسائل

آخر میں قربانی سے متعلق چند تحقیق طلب مسائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

(۱)

شراءُ الاضحیة بنیةِ التضحیة

(شراءُالفقیر قبل ایام النحر کی تحقیق)

اگر غریب (یعنی غیر صاحبِ نصاب) شخص قربانی کی نیت سے جانور خرید لے، تو کتبِ فقہ حنفی کے مطابق یہ بحکمِ نذر ہے، اور اس پر اس جانور کی قربانی واجب ہو جاتی ہے۔

مگر علامہ شامی رحمہ اللہ نے تاتارخانیہ کی ایک عبارت نقل کی ہے، جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ غریب کے قربانی کے دن شروع ہونے سے پہلے قربانی کی نیت سے جانور خریدنے کی صورت میں اس پر اس جانور کی قربانی واجب نہیں ہوتی۔

اور بعض اردو فتاویٰ میں اسی کے مطابق حکم مذکور ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ کی وہ عبارت یہ ہے:

(قَوْلُهُ لِوُجُوبِهَا عَلَيْهِ بِذٰلِكَ) أَیْ بِالشِّرَاءِ وَهٰذَا ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ لِأَنَّ شِرَاءَهُ لَهَا يَجْرِیْ مَجْرَى الْإِيْجَابِ وَهُوَ النَّذْرُ بِالتَّضْحِيَةِ عُرْفًا كَمَا فِی الْبَدَائِعِ .وَوَقَعَ فِی التَّتَارْخَانِيَّةِ التَّعْبِيْرُ بِقَوْلِهٖ شَرَاهَا لَهَا أَيَّامَ النَّحْرِ، وَظَاهِرُهُ أَنَّهُ لَوْ شَرَاهَا لَهَا قَبْلَهَا لَا تَجِبُ وَلَمْ أَرَهُ صَرِيْحًا فَلْيُرَاجَعْ (رد المحتار، ج۶ص ۳۲۱، کتاب الاضحیة، دارالفکر، بیروت)

علامہ شامی رحمہ اللہ نے اولاً تو شراءِ فقیر کے سبب وجوب ہونے کی وضاحت فرمائی، کہ وہ

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

شراء بنیتِ اضحیہ ہے، اور اس کے بعد اس کو ظاہر الروایۃ قرار دیا، اور پھر مزید توضیح کرتے ہوئے فرمایا کہ فقیر کا بنیتِ اضحیہ شراء عرفاً نذر بالتضحیۃ کے قائم مقام ہے۔

پھر علامہ شامی رحمہ اللہ نے تاتارخانیہ میں ایامِ نحر کی قید کے ساتھ تعبیر کا تذکرہ فرمایا، اور پھر تاتارخانیہ کی عبارت کے ظاہر سے یہ مفہوم ہونا بتلایا کہ اگر فقیر ایامِ نحر سے قبل جانور خرید لے، تو قربانی واجب نہیں ہوگی، لیکن ساتھ ہی علامہ شامی رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمادیا کہ میں نے اس بات کی (یعنی ایامِ نحر سے قبل شراء الفقیر کی صورت میں عدمِ وجوب کی) کہیں صراحت نہیں دیکھی؛ لہٰذا دیگر حضرات کو چاہیے کہ وہ مراجعت فرمالیں۔

ہم نے علامہ شامی رحمہ اللہ کے حکم کی تعمیل میں دیگر کتبِ فقہ میں مراجعت کی، تو ہمیں بھی اس کی کہیں صراحت نہیں مل سکی، بلکہ دیگر کتبِ فقہ میں بھی ''شراء الفقیر بنیۃِ اضحیہ'' کو ہی سببِ وجوب قرار دیا گیا ہے، اور ایامِ نحر کو سببِ وجوب میں دخیل نہیں مانا گیا۔ [1]

---

[1] چندعبارات ذیل میں ملاحظہ ہوں:

(وَلَنَا) أَنَّ الشِّرَاءَ لِلْأُضْحِيَّةِ مِمَّنْ لَا أُضْحِيَّةَ عَلَيْهِ يَجْرِي مَجْرَى الْإِيجَابِ وَهُوَ النَّذْرُ بِالتَّضْحِيَةِ عُرْفًا ؛ لِأَنَّهُ إذَا اشْتَرَى لِلْأُضْحِيَّةِ مَعَ فَقْرِهِ فَالظَّاهِرُ أَنَّهُ يُضَحِّي فَيَصِيرُ كَأَنَّهُ قَالَ : جَعَلْت هَذِهِ الشَّاةَ أُضْحِيَّةً ، بِخِلَافِ الْغَنِيِّ ؛ لِأَنَّ الْأُضْحِيَّةَ وَاجِبَةٌ عَلَيْهِ بِإِيجَابِ الشَّرْعِ ابْتِدَاءً فَلَا يَكُونُ شِرَاؤُهُ لِلْأُضْحِيَّةِ إيجَابًا بَلْ يَكُونُ قَصْدًا إلَى تَفْرِيغِ مَا فِي ذِمَّتِهِ وَلَوْ كَانَ فِي مِلْكِ إنْسَانٍ شَاةٌ فَنَوَى أَنْ يُضَحِّيَ بِهَا أَوْ اشْتَرَى شَاةً وَلَمْ يَنْوِ الْأُضْحِيَّةَ وَقْتَ الشِّرَاءِ ثُمَّ نَوَى بَعْدَ ذَلِكَ أَنْ يُضَحِّيَ بِهَا لَا يَجِبُ عَلَيْهِ سَوَاءٌ كَانَ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا ؛ لِأَنَّ النِّيَّةَ لَمْ تُقَارِنْ الشِّرَاءَ فَلَا تُعْتَبَرُ (بدائع الصنائع، ج۵، ص ۶۲، کتاب التضحیة، صفة التضحیة)

الشِّرَاءَ مِنْ الْفَقِيرِ لِلْأُضْحِيَّةِ بِمَنْزِلَةِ النَّذْرِ فَإِذَا هَلَكَتْ فَقَدْ هَلَكَ مَحَلُّ إقَامَةِ الْوَاجِبِ فَيَسْقُطُ عَنْهُ وَلَيْسَ عَلَيْهِ شَيْءٌ آخَرُ بِإِيجَابِ الشَّرْعِ ابْتِدَاءً لِفَقْدِ شَرْطِ الْوُجُوبِ وَهُوَ الْيَسَارُ (بدائع الصنائع، ج۵، ص ۶۶، کتاب التضحیة، فصل فی انواع کیفة الوجوب)

لِأَنَّ الشِّرَاءَ مِنْ الْفَقِيرِ بِنِيَّةِ الْأُضْحِيَّةِ بِمَنْزِلَةِ النَّذْرِ عُرْفًا ، وَعَادَةً ؛ لِأَنَّا لَا نَجِدُ فِي الْعُرْفِ فَقِيرًا اشْتَرَى شَيْئًا لِلْأُضْحِيَّةِ إلَّا وَيُضَحِّي بِهَا لَا مَحَالَةَ فَكَانَ بِهَا مُلْتَزِمًا (تبیین الحقائق، ج۶، ص۷، کتاب الأضحیة، باب مایضحی به)

لِأَنَّ الْوُجُوبَ عَلَى الْغَنِيِّ بِالشَّرْعِ ابْتِدَاءً لَا بِالشِّرَاءِ فَلَمْ تَتَعَيَّنْ بِهِ ، وَعَلَى الْفَقِيرِ بِشِرَائِهِ بِنِيَّةِ الْأُضْحِيَّةِ فَتَعَيَّنَتْ (الهدایة، ج۴، ص ۳۵۹، کتاب الاضحیة، علی من تجب الاضحیة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اب جو حضرات شراءُ الفقیر بنیۃ الاضحیہ کے وجوب میں ایامِ نحر کو دخیل مانتے ہیں، ان کی طرف سے جب تک شراءُ الفقیر بنیۃ الاضحیہ کے ساتھ کسی معتبر سند وقاعدہ سے ایامِ نحر کا دخیل ہونا واضح نہ کیا جائے، اس وقت تک اس تحقیق کو قبول کرنے میں تأمل ہے۔

اور فقہائے کرام کی شراءُ الفقیر بنیۃ الاضحیہ سے متعلق عبارات سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر قاعدہ واصول پر غور کیا جائے تو بھی فقیر کے حق میں سببِ وجوب کا شراء ہونا ہی اصل معلوم ہوتا ہے، کیونکہ شراء الفقیر کو عرفاً وعادتاً نذر کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اصل اور حقیقی سببِ وجوب نذر ہے، اور شراءُ الفقیر بنیۃ الاضحیۃ حکماً نذر ہے۔ [1]

تو جس طرح حقیقی نذر میں ایامِ نحر کا دخل نہیں، اسی طرح عادتاً وعرفاً نذر (شراءُ الفقیر بنیۃ الاضحیۃ) میں بھی ایامِ نحر کا دخل نہیں ہونا چاہیے۔

اور ہمارے متعدد اکابر کے فتاویٰ میں بھی اسی اطلاق کے ساتھ (بغیر ایامِ نحر کی قید کے) یہ مسئلہ مذکور ہے، بلکہ بعض فتاویٰ میں تو ایامِ نحر سے قبل کی صورت میں بھی واجب ہونے کی تصریح ہے، جس سے معلوم ہوا کہ تاتارخانیہ میں ایامِ نحر کی قید احترازی نہیں ہے، بلکہ اتفاقی ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

فَالْمُشْتَرَى لِلْأُضْحِيَّةِ إذَا كان الْمُشْتَرِى فَقِيرًا بِأَنْ اشْتَرَى فَقِيرٌ شَاةً يَنْوِى أَنْ يُضَحِّىَ بها وَإِنْ كان غَنِيًّا لَا تَجِبُ عليه بِشِرَاءِ شَيْءٍ وَلَوْ مَلَكَ إنْسَانٌ شَاةً فَنَوَى أَنْ يُضَحِّىَ بها أو اشْتَرَى شَاةً ولم يَنْوِ الْأُضْحِيَّةَ وَقْتَ الشِّرَاءِ ثُمَّ نَوَى بَعْدَ ذلك أَنْ يُضَحِّىَ بها لَا تَجِبُ عليه سَوَاءٌ كان غَنِيًّا أو فَقِيرًا (الفتاویٰ الهندية، ج۵ص ۲۹۱، كتاب الاضحية، الْبَابُ الْأَوَّلُ في تَفْسِيرِهَا وَرُكْنِهَا وَصِفَتِهَا وَشَرَائِطِهَا وَحُكْمِهَا وفي بَيَانِ من تَجِبُ عليه وَمَنْ لَا تَجِبُ)

لِأَنَّ الْوُجُوبَ عَلَى الْغَنِيِّ بِالشَّرْعِ ابْتِدَاءً فَلَمْ يَتَعَيَّنْ بِهِ وَعَلَى الْفَقِيرِ بِشِرَائِهِ بِنِيَّةِ الْأُضْحِيَّةِ فَتَعَيَّنَتْ (مجمع الانهر، ج۲، ص ۵۲۰، كتاب الاضحية)

لأن الشراء بنية الأضحية بمنزلة النذر فكأنه نذر أن يضحى بالأخرى (المحيط البرهانی، ج۳ ص ۴۹۵، كتاب المناسک، الفصل الثامن عشر)

ان تمام عبارات میں شراء الفقیر کو وجوب کا سبب قرار دیا گیا ہے، اور ایامِ نحر کا نہ کوئی ذکر کیا گیا، اور نہ ہی اس کا وجوب میں کوئی دخل ہونا بیان کیا گیا۔

[1] سبب الوجوب هو النذر (بدائع الصنائع، ج۵ ص ۹۴، كتاب النذر، فصل فی حكم النذر)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

چنانچہ کفایتُ المفتی میں ہے کہ:

قربانی کا جانور خواہ پہلے سے متعین کر دیا جائے خواہ ایام قربانی میں خرید کیا جائے، دونوں صورتیں برابر ہیں، لیکن اگر متعین کرنے والا یا بنیتِ قربانی خریدنے والا صاحبِ نصاب نہیں تو اس پر اسی جانور کی قربانی کرنا واجب ہو جاتا ہے (کفایت المفتی مدلل مکمل مع عنوانات، جلد ہشتم، صفحہ ۱۹۷، مطبوعہ: دارالاشاعت کراچی)

اور حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ نے مفصل ومدلل انداز میں اسی موقف کو راجح قرار دیا ہے، اور تاتارخانیہ کی عبارت کا بھی معقول جواب تحریر فرمایا ہے۔

چنانچہ احسنُ الفتاویٰ میں ایک سوال وجواب درج ذیل طریقہ پر ہے:

سوال: شامیہ میں ہے:

ووقع فی التتارخانیة التعبیر بقوله شراها ایام النحر وظاهره انه لو شراها لها قبلها لاتجب ولم اره صریحافلیراجع.

ایامِ النحر کی قید اکثر عبارات میں نہیں ہے، آپ کا فتویٰ کیا ہے، کیا یہ قید معتبر ہے؟ اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جو جانور ایامِ نحر سے پہلے کسی فقیر نے خریدا ہو اس کی قربانی اس پر واجب نہ ہو، اس کا تبدیل کرنا جائز ہو۔

اسی طرح غنی کے لئے بھی ان ایام سے پہلے خرید کردہ جانور کا تبدیل کرنا مکروہ نہ ہو، اور کم قیمت میں بیع کی صورت میں زائد قیمت کا تصدق ذمہ میں نہ ہو۔

بینوا و توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

تاتارخانیہ میں ''ایامِ نحر'' سے ''قبل مضیِ ایام النحر'' مراد ہے، یہ قید احترازی نہیں، بلکہ قید واقعی ہے، اس سے قبل لو ترکت التضحیة ومضت ایامها میں ''ایام النحر'' کا ذکر تھا، اسی سیاق میں یہاں بھی آ گیا، احتراز مقصود نہیں، اس پر مندرجہ

Idara Ghufran

ذیل قرائن ہیں:

(۱)......دوسری کسی کتاب میں اس کا ذکر نہیں۔

(۲)...... یہ جزئیہ ترکُ التضحیۃ ایام النحر کے بیان میں ہے، اگر یہ قید احترازی ہوتی تو شراءُ الفقیر کی مستقل بحث میں بھی اس کا ذکر لازماً ہوتا، جو اس کا اصل موقع ہے، جبکہ وہاں اس کا کوئی ذکر نہیں۔

(۳)......نذر حقیقۃً کی صحت میں ایامِ نحر کی قید نہیں تو نذر دلالۃً یعنی شراء الفقیر میں اس تقیید کی کوئی وجہ معقول نہیں۔

(۴)......خانیہ کے جزئیۂ ذیل میں قبل ایام النحر کے الفاظ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ ایامِ نحر سے قبل بھی شراء الفقیر بمنزلۂ نذر ہے۔

واذا اشترى شاة للاضحية ثم باعها واشترى اخرى فى ايام النحر (الى قوله) وعن محمد رحمه الله تعالىٰ فى المنتقى اذا اشترى شاة ليضحى بها واضمر نية التضحية عند الشراء تصير أضحية كما نوى، فإن سافر قبل أيام النحر وباعها سقطت عنه الأضحية بالمسافرة، و أما إذا اشترى بغير نية الأضحية ثم نوى الأضحية بعد الشراء لم يذكر هذا فى ظاهر الرواية و روى الحسن عن أبى حنيفة رحمه الله تعالى أنه لا تصير أضحية لو باعها يجوز بيعها و به نأخذ (خانية بهامش الهندية صفحه ۳۴۶، جلد۳)

نیز اس میں یہ بھی ظاہر ہے کہ قبل ایام النحر سے قبل مضیِ ایام النحر مراد ہے۔

وكذا فى قوله: اذا اشترى الغنى اضحية فضلت فاشترى اخرى ثم وجد الاولى فى ايام النحر كان له ان يضحى بايتهما شاء (صفحه ۳۴۷)

اس سے ثابت ہوا کہ یہ سب جزئیات قبل مضیِ الایام سے متعلق ہیں، قبل المجیء سے احتراز مقصود نہیں۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تنبیہ: شراء الفقیر بنیۃ الاضحیۃ کے موجبِ تضحیہ ہونے میں اختلاف ہے، وجوب وعدمِ وجوب دونوں قول ہیں، اور دونوں ظاہر الروایۃ ہیں۔

والاول احوط واشھر واوفق لقاعدۃ "الاحتیاط فی باب العبادات واجب" والثانی اوسع وایسر واوفق لقاعدۃ "ان النذر لاینعقد حتی یتلفظ بصیغۃ الالتزام والایجاب"

(احسن الفتاویٰ جلد ۷ صفحہ ۵۲۹، ۵۳۰)

مگر علامہ شامی نے وجوب کی روایت کو ظاہر الروایۃ اور صاحبِ عنایۃ نے عدمِ وجوب کی روایت کو نادر الروایۃ قرار دیا ہے۔ [۱]

پس مذکورہ تفصیل کی روشنی میں ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ شراء الفقیر کے وجوب میں ایامِ نحر کو دخل نہیں ہے۔

اور جن فتاویٰ میں اس کا دخل مذکور ہے، وہ ہمارے نزدیک قواعد ودلائل کی رو سے راجح نہیں ہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۷/ شعبان/ ۱۴۳۲ھ 10/ جولائی/ 2011ء بروز اتوار

ادارہ غفران راولپنڈی

---

[۱] وقوله (وعلى الفقير ذبحهما) لأن الوجوب عليه بالشراء وقد تعدد، وهذا الذى ذكره من الأصل يوافق ما ذكره شيخ الإسلام -رحمه الله- أن المشترى إذا كان موسرا لا تصير واجبة بالشراء بنية الأضحية باتفاق الروايات، وإن كان معسرا ففى ظاهر الرواية عن أصحابنا -رحمهم الله- تجب. وروى الزعفرانى عن أصحابنا أنها لا تجب وهو رواية النوادر(العناية شرح الهداية، ج ۹ ص ۵۱۶، كتاب الأضحية)

وإن كان المشترى فقيراً ذكر شيخ الإسلام خواهر زاده فى شرح كتاب الأضحية أن فى ظاهر رواية أصحابنا تصير واجبة للأضحية.

وروى الزعفرانى عن أصحابنا: أنها لا تصير واجبة وإلى هذا أشار شمس الأئمة السرخسي رحمه الله فى شرحه، وذكر شمس الأئمة الحلوانى فى شرحه: أن فى ظاهر رواية أصحابنا لا تصير واجبة الأضحية، وذكر الطحاوى فى مختصره: أنها تصير واجبة، وأما إذا صرح بلسانه وقت الشراء أنه اشتراها ليضحى بها، فقد ذكر شمس الأئمة الحلوانى أنها تصير واجبة(المحيط البرهانى، ج۶ ص۸۷، كتاب الأضحية، الفصل الثانى فى وجوب الأضحية بالنذر، وما هو فى معناه)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(۲)

تحقیق سن الاضحیۃ
وتوضیح المسنۃ و الثنیۃ

(قربانی کے جانور کی عمر اور دو دانتوں کی شرعی حیثیت)

احادیث وروایات میں ''ضأن کے جذعہ کے علاوہ'' دوسرے قربانی کے جانوروں کے متعلق ''مسنّۃ'' اور ''ثنی'' یا ''ثنیہ'' کے الفاظ ہیں۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْبَحُوْا إِلَّا مُسِنَّةً ، إِلَّا أَنْ تَعْسُرَ عَلَيْكُمْ، فَتَذْبَحُوْا جَذَعَةً مِّنَ الضَّأْنِ(مسند أحمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم (قربانی میں) صرف مُسِنّہ (جانور ہی) قربان کرو، الا یہ کہ تم پر یہ دشوار ہو جائے، تو تم دنبہ کے جذعہ کی قربانی کرلو (ترجمہ ختم)

اور قبیلۂ مزینہ کے ایک صحابی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ الْجَذَعَ يُوَفِّيْ مِمَّا يُوَفِّيْ مِنْهُ الثَّنِيُّ(سنن نسائی) [2]

ترجمہ: (دنبے کا) جذع اس چیز کی کفایت کردیتا ہے، جس کی ثنی کفایت کرتا ہے

(ترجمہ ختم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

---

[1] رقم الحديث ١٤٣٤٨ ،مؤسسة الرسالة، بيروت، واللفظ لهٗ، مسلم، رقم الحديث ١٩٦٣ .
في حاشية مسند احمد:إسناده على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبي الزبير فمن رجال مسلم.

[2] رقم الحديث ٤٣٨٣، كتاب الضحايا، باب المسنة والجذعة،مكتب المطبوعات الاسلامية، حلب.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

إِنَّ الْجَذَعَةَ تُجْزِءُ مَا تُجْزِءُ مِنْهُ الثَّنِيَّةُ (سنن نسائی) [1]

ترجمہ: (دنبے کا) جذعہ اس چیز کی کفایت کر دیتا ہے، جس کی ثنیہ کفایت کر دیتا ہے (ترجمہ ختم)

اکثر اور بالخصوص حنفی فقہائے کرام نے ''مُسِنّہ'' اور ''ثنی'' یا ''ثنیہ'' سے بڑی عمر کا جانور مراد لیا ہے، اونٹ کم از کم پانچ سال کا، گائے بھینس دو سال کی، اور بکرا ایک سال کا۔

اور ''جذعہ'' سے مراد ایک سال سے کم اور چھ ماہ یا اس سے زیادہ عمر کا دنبہ و بھیڑ ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۴۳۸۴، كتاب الضحايا، باب المسنة والجذعة، مكتب المطبوعات الاسلامية، حلب.

[2] (لا تذبحوا إلا مسنة) : وهى الكبيرة بالسن، فمن الإبل التى تمت لها خمس سنين ودخلت فى السادسة، ومن البقر التى تمت لها سنتان ودخلت فى الثالثة، ومن الضأن والمعز ما تمت لها سنة، كذا قاله ابن الملك .(إلا أن يعسر) أى :يصعب .(عليكم) أى :ذبحها، بأن لا تجدوها قاله ابن الملك .والظاهر أى :يعسر عليكم أداء ثمنها .قال ابن الملك :قوله :(إلا أن يعسر) بهذا قال بعض الفقهاء :الجذعة لا تجزء فى الأضحية إذا كان قادرا على مسنة، ومن قال بجوازه حمل الحديث على الاستحباب اهـ .وهو المعتمد فى المذهب. ويؤيده حديث نعمت الأضحية الجذعة من الضأن وروى أحمد وغيره :ضحوا بالجذعة من الضأن فإنه جائز .(فذبحوا جذعة) : بفتحتين .(من الضأن) : بالهمز ويبدل ويحرك خلاف المعز من الغنم، وهو ما يكون قبل السنة قاله ابن الملك، لكن يقيد بأنها تكون بنت ستة أشهر تشبه ما لها سنة لعظم جثتها .وفى النهاية :الجذع من أسنان الدواب، وهو ما يكون منها شابا فهو من الإبل ما دخل فى المسنة، ومن البقر ما دخل فى الثانية، ومن الضأن ما تمت له سنة، وقيل :أقل منها، وفى شرح السنة :اتفقوا على أنه لا يجوز من الإبل والبقر إلا الثنى، وهو من الإبل ما استكمل خمس سنين، ومن البقر والمعز ما استكمل سنتين وطعن فى الثالثة، وأما الجذع من الضأن فاختلفوا فيه، فذهب أكثر أهل العلم من الصحابة ومن بعدهم إلى جوازه، غير أن بعضهم يشترط أن يكون عظيما، وقال الزهرى :لا يجوز من الضأن إلا الثنى فصاعدا كالإبل والبقر، والأول أصح لما ورد :نعمت الأضحية الجذعة من الضأن اهـ .لكن قوله :المعز ما استكمل سنتين مخصوص بمذهب الشافعى، ففى التعبير بالاتفاق تخالف .قال فى الأزهار :النهى فى قوله :لا تذبحوا للحرمة فى الإجزاء، وللتنزيه فى العدول إلى الأدنى، وهو المقصود فى الحديث بدليل .(إلا أن يعسر عليكم) والعسر قد يكون لغلاء ثمنها، وقد يكون لفقدها وعزتها، ومعنى الحديث الحمل والحث على الأكمل والأفضل، وهو الإبل، ثم البقر، ثم الضأن، وليس المراد الترتيب والشرط .وقال بعض الشارحين :المراد بالمسنة هنا البقرة فقط، وليس كذلك ولا مخصص لها، ذكره السيد (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۳ص ۱۰۷۹، كتاب الصلاة، باب فى الأضحية)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

البتہ بعض فقہاء اور اہلِ لغت نے ''مسنہ'' کو سن یعنی دانت سے ماخوذ اور ''ثنیہ'' کو دو دانت کے معنیٰ میں قرار دیا ہے، اور فرمایا ہے کہ جب جانور کے سامنے کے کچے اور دودھ کے دو دانت ٹوٹنے کے بعد پختہ دو دانت نکل آئیں، تو اس جانور کو مسنۃ یا ثنیۃ کہا جاتا ہے، جس کو ہماری بول چال میں ''دوندا'' کہتے ہیں۔

اور ان دانتوں سے جانوروں کی عمروں کو پہچانا جاتا ہے، چنانچہ بکری اور بکرے کے ایک سال مکمل ہونے پر اور گائے، بھینس کے دو سال مکمل ہونے پر، اور اونٹ اور اونٹنی کے پانچ سال مکمل ہونے پر عام حالات میں سامنے کے پختہ دو دانت نکل آتے ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(والثنی فصاعدا من الجميع) وهو ابن خمس من الإبل وحولين من البقر والجاموس وحول من الشاة والمعز (مجمع الانهر، ج۲ص۵۱۹، كتاب الاضحية)

(وهو) أى الثنى (ابن حول من الضأن والمعز و) ابن (حولين من البقر و) ابن (خمس من الإبل) ويدخل فى البقر الجاموس، لأنه فى جنسه (شرح النقاية، ج۴ص۲۴۷، كتاب الاضحية)

[1] قَوُلـه الا مُسِنَّة اسُم فَاعل من أَسِنَت إِذا طلع سنّهَا وَذَلِکَ بعد السنتين لَا من أسن الرجل إِذا كبر (حاشية السندى على سنن نسائى، ج۷ص۲۱۸، كتاب الضحايا)

والسن هى المعروفة، والمراد بها هنا ذات سن إطلاقا للبعض على الكل أو سمى بها صاحبها كما سمى المسنة من النوق بالناب؛ لأن السن مما يستدل به على عمر الدواب (البحر الرائق، ج۲ص۲۳۸، كتاب الزكاة)

(وفى أربعين مسن ذو سنتين أو مسنة) (الدر المختار)

(قوله :مسن) بضم الميم وكسر السين مأخوذ من الأسنان :وهو طلوع السن فى هذه السنة لا الكبر قهستانى عن ابن الأثير ط (ردالمحتار، ج۲ص۲۸۰، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم)

(قوله من ذات سن) أشار بتقدير المضاف تبعا للنهر إلى أن المراد بالسن معناها الحقيقى واحدة الأسنان، لكن قال فى المغرب :السن هى المعروفة، ثم سمى بها صاحبها كالناب للمسنة من النوق، ثم استعيرت لغيره كابن المخاض وابن اللبون .اهـ.

زاد فى الدرر وذلك إنما يكون فى الدواب دون الإنسان؛ لأنها تعرف بالسن اهـ أى سميت بذلک؛ لأن عمرها يعرف بالسن بخلاف الآدمى، ومقتضاه أنه مجاز فى اللغة من إطلاق اسم البعض على الكل كالرقبة على المملوک فلا حاجة إلى تقدير مضاف إلا أن يريد الإشارة إلى تجويز كونه من مجاز الحذف تأمل (ردالمحتار، ج۲ص۲۸۷، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم)

والبقَرَةُ والشاةُ يقع عليهما اسم المُسِنّ إذا أَثْنَتا فإِذا سقطت ثَنِيَّتُهما بعد طلوعها فقد أَسَنَّتْ وليس

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں باتوں میں درحقیقت کوئی ٹکراؤ نہیں ہے، کیونکہ اصل دارومدار تو جانور کی عمر کے مکمل ہونے پر ہے، لہٰذا جب جانور کی عمر مکمل ہوجائے، تو اس کی قربانی جائز ہے، خواہ پختہ دو دانت بھی نہ نکلے ہوں، کیونکہ آب وہوا، غذا اور نسل کے فرق کی وجہ سے ان دانتوں کے نکلنے کی عمر میں کمی بیشی کا امکان ہوتا ہے۔

البتہ جب کسی جانور کے بارے میں کسی معتبر ذریعہ سے عمر کے پورا ہونے کا علم واطمینان نہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

معنى إِسْنانها كِبَرَها كالرجل ولكن معناه طُلوع ثَنِيَّتها وتُنى البقرةُ فى السنة الثالثة وكذلك المِعْزَى تُثْنى فى الثالثة ثم تكون رَباعِيَة فى الرابعة ثم سِدْساً فى الخامسة ثم سَالِغاً فى السادسة وكذلك البقر فى جميع ذلك وروى مالك عن نافع عن ابن عمر أَنه قال يُتَّقَى من الضحايا التى لم تُسْنَنْ بفتح النون الأُولى وفسره التى لم تَنْبُتْ أَسنانها كأَنها لم تُعْطَ أَسْناناً كقولك لم يُلْبَنْ أَى لم يُعْطَ لَبَناً ولم يُسْمَنْ أَى لم يُعْطَ سَمْناً وكذلك يقال سُنَّتِ البَدَنة إِذا نبتت أَسنانها وسَنَّها الله وقول الأَعشى بِحِقَّتِها رُبِطَتْ فى اللَّجِينِ حتى السَّدِيسُ لها قد أَسَنّ أَى نَبت وصار سِنّاً قال هذا كله قول القتيبى قال وقد وَهِمَ فى الرواية والتفسير لأَنه روى الحديث لم تُسْنَنْ بفتح النون الأُولى وإِنما حفظه عن مُحَدِّث لم يَضْبطْه وأَهل الثَّبْتِ والضَّبْطِ رووه لم تُسْنِنْ بكسر النون قال وهو الصواب فى العربية والمعنى لم تُسِنَّ فأَظهر التضعيف لسكون النون الأَخيرة كما يقال لم يُجْلِلْ وإِنما أَراد ابن عمر أَنه لا يُضَحَّى بأُضحية لم تُثْنِ أَى لم تصر ثَنِيَّة وإِذا أَثْنَتْ فقد أَسَنَّتْ وعلى هذا قول الفقهاء وأَدنى الأَسْنان الإِثْناءُ وهو أَن تنبت ثَنِيَّتاها وأَقصاها فى الإِبل البُزُول وفى البقر والغنم السُّلُوغ قال والدليل على صحة ما ذكرنا ما روى عن جَبَلة ابن سُحَيم قال سأَل رجل ابن عمر فقال أَأُضَحِّى بالجَذَعِ ؟ فقال ضَحّ بالثَّنِيِّ فصاعداً فهذا يفسر لك أَن معنى قوله يُتَّقَى من الضحايا التى لم تُسْنِنْ أَراد به الإِثْناءَ قال وأَما خطأُ القُتَيْبِىّ من الجهة الأُخرى فقوله سُنِّنَتِ البدنة إِذا نبتت أَسْنانُها وسَنَّها الله غيرُ صحيح ولا يقوله ذو المعرفة بكلام العرب وقوله لم يُلْبَنْ ولم يُسْمَنْ أَى لم يُعْطَ لَبَناً وسَناً خطأٌ أَيضاً إِنما معناهما لم يُطْعَمْ سمناً ولم يُسْقَ لبناً والمَسَانُّ من الإِبل خلافُ الأَفْتاءِ وأَسَنَّ سَدِيسُ الناقة أَى نبت وذلك فى السنة الثانية وأَنشد بيت الأَعشى بِحِقَّتِها رُبِطَت فى اللَّجِينِ حتى السَّدِيسُ لها قد أَسَنّ يقول قيمَ عليها منذ كانتِ حِقَّةً إِلى أَن أَسْدَسَتْ فى إِطعامها وإِكرامها وقال القُلاخُ بِحِقِّه رُبِّطَ فى خَبْطِ اللُّجُنْ يُقْفَى به حتى السَّدِيسُ قد أَسَنّ وأَسَنَّها اللهُ أَى أَنْبَتها وفى حديث عمر رضى الله تعالى عنه أَنه خطب فذكر الربا فقال إِن فيه أَبواباً لا تَخْفى على أَحدٍ منها السَّلَمُ فى السِّنِّ يعنى الرقيقَ والدوابَّ وغيرهما من الحيوان أَراد ذوات السِّنّ وسِنُّ الجارحة مؤَنثة ثم استعيرت للعُمُر استدلالاً بها على طوله وقصره وبقيت على التأْنيث(لسان العرب، ماده سنن)

وَأَسَنَّ الْإِنْسَانُ وَغَيْرُهُ إسْنَانًا إذَا كَبِرَ فَهُوَ مُسِنٌّ وَالْأُنْثَى مُسِنَّةٌ وَالْجَمْعُ مَسَانٌّ قَالَ الْأَزْهَرِيُّ وَلَيْسَ مَعْنَى إسْنَانِ الْبَقَرِ وَالشَّاةِ كِبَرُهَا كَالرَّجُلِ وَلَكِنْ مَعْنَاهُ طُلُوعُ الثَّنِيَّةِ (المصباح المنير فى غريب الشرح الكبير، كتاب السين، باب السين مع النون)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ہو، تو پھر پختہ دو دانتوں کے مکمل نکل آنے کو عمر کے پورا ہونے کی علامت قرار دیا جانا ممکن ہے۔

اس سلسلہ میں چند اُردو فتاویٰ نقل کئے جاتے ہیں۔

امدادُ الفتاویٰ میں ہے کہ:

تفسیر معتبر و مدار حکم عمر خاص ہی کے ساتھ ہے، مگر چونکہ اس عمر خاص میں اکثر دانت بھی طلوع ہوجاتے ہیں، اس لئے اہلِ لغت طلوعِ سن سے تفسیر کردیتے ہیں، ورنہ دانت نکلنے پر مدار حکم نہیں ہے، شیخ موصوف ہی نے بعد دعویٰ اتحاد سنہ وثنیہ کے لکھا ہے "وهو من الابل مااستكمل خمس سنين وطعن في السادسة ومن البقر ما استكمل سنتين ومن الغنم ضانا كان او معزا مااستكمل سنة هكذا في الهداية" چنانچہ بعض اوقات خود اہلِ لغت بھی عمر ہی کے ساتھ تفسیر کردیتے ہیں، چنانچہ تلخیص النہایہ میں ہے کہ "والمسن من البقر ما دخل في السنة الثالثة اهـ" (ج۲ص۲۰۳) اوراس سے یہ توہّم نہ کیا جاوے کہ سن بعمر لیا گیا ہے، سن تو بمعنیٰ دندان ہے، لیکن طلوعِ دندان چونکہ عادۃً اس عمر میں ہوتا ہے، اس لئے عمر کے ساتھ تفسیر کردی، خواہ دانت طلوع ہو یا نہ ہو، اور جب کہ فقہاء تصریح کرتے ہیں کہ اکثر دانتوں کا ہونا یا اتنے دانتوں کا ہونا جس سے گھاس کھاسکے، جوازِ تضحیہ کے لئے کافی ہے، تو کسی خاص دانت کے نکلنے پر کیسے مدار ہوگا، في الدر المختار "ولا بالتهماء التي لااسنان لها ويكفي بقاء الاكثر وقيل ما تعتلف به" (امداد الفتاویٰ ج۳ص۶۱۳، کتاب الذبائح والاضحیۃ والصید والعقیقۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ اصل دارومدار جانور کی عمر پورا ہونے پر ہے، لیکن اس عمر میں اکثر جانوروں کے عادتاً دو دانت بھی نکل آتے ہیں، اس لئے بعض اوقات دانتوں کے نکل آنے سے بھی تفسیر کردی جاتی ہے۔

لیکن اس کا مقصود بھی عمر کے پورا ہونے کو بتلانا ہوتا ہے، جس پر کہ اصل مدار ہے۔

Idara Ghufran

اور کفایت المفتی میں ہے کہ:

قربانی کے لیے جانوروں کی عمریں متعین ہیں، بکری بکرا ایک سال کا ہو، اور گائے دو سال کی، چونکہ اکثری حالات میں جانوروں کی صحیح عمر معلوم نہیں ہوتی، اس لیے ان کے دانتوں کو عمر معلوم کرنے کا اور اس پر عمل کرنے کا احتیاطاً حکم دیا گیا ہے، دانتوں کی علامت ایسی ہے کہ اس میں کم عمر کا جانور نہیں آ سکتا، ہاں زیادہ عمر کا جانور آ جائے تو ممکن ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

پس اگر کسی شخص کے گھر بکرا ذی الحجہ کی پہلی تاریخ کو پیدا ہوا، اور اسی کے گھر پرورش پاتا رہا، تو آئندہ ذی الحجہ کی دس تاریخ کو وہ ایک سال نو دن کا ہوگا، اب اگر اس کے پکے دانت نہ نکلے ہوں، تب بھی وہ اس کی قربانی کر سکتا ہے، کیونکہ اس کی عمر یقیناً ایک سال کی پوری ہو کر آٹھ نو روز زائد کی ہو چکی ہے، لیکن وہ یہ حکم نہیں دے سکتا کہ بے دانت کا ہر بکرا قربانی کیا جا سکتا ہے، خواہ اس کی عمر کا یکسالہ ہونے کا یقین ہو یا نہ ہو۔

بس میرے خیال میں یہ بات صحیح ہے مسنّہ کے معنیٰ دانت والے اور سال بھر والے دونوں ہو سکتے ہیں۔

لیکن سال بھر کا ہونا کسی بکرے کا جس کی تاریخ پیدائش معلوم نہ ہو، یا مشتبہ ہو، بغیر دو دانتوں کے معلوم نہیں ہو سکتا، اس لیے عام حکم یہی دینا مناسب تھا اور وہی دیا گیا (کفایت المفتی، جلد ۸ صفحہ ۲۱۷، کتاب الاضحیۃ والذبیحۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ مسنہ کے معنیٰ سال اور دانت دونوں ممکن ہیں، اور اگر جانور کی عمر پوری ہو تو اس کی قربانی جائز ہے، خواہ سامنے کے پکے دو دانت بھی نہ نکلے ہوں، لیکن اگر جانور کی عمر مشتبہ ہو تو دانتوں کو عمر معلوم کرنے اور اس پر عمل کرنے کا احتیاطاً حکم دینا مناسب ہے۔

اور فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ:

Idara Ghufran

جس طرح سال بھر کا ہونے کے باوجود دو دانت ہونا لازم نہیں، اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ سال بھر سے پہلے ہی دانت ہوجائیں، کیونکہ علامات سے ان کے متعلقات کا تخلف کچھ محال نہیں، چنانچہ شیخ المحققین ابن الہمام نے فتح القدیر، کتاب الصوم، باب مایوجب القضاء والکفارۃ، میں تحریر فرمایا ہے:

”فإن المراد بالدليل الأمارة وهى مما قد يجزم بتخلف متعلقها مع قيامها، كوقوف بغلة القاضى على بابه مع العلم بأنه ليس فى داره“ (فتح القدير ج۲ص۲۶۷)

لہٰذا دو دانت ہونے پر بھی ایک سال کی عمر کا حکم لگانا قطعی نہیں (فتاویٰ محمودیہ مبوب، ج۱۷ص۳۶۸، فصل فی سن الاضحیۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ عمر پوری ہونے کے لئے سامنے کے پختہ دو دانت ہونا لازم اور ضروری نہیں، بلکہ یہ علامت کے درجہ کی چیز ہے، اور ان کا عمر کے پورا ہونے سے اختلاف ممکن ہے۔

اور فتاویٰ رحیمیہ میں ہے کہ:

اور شرط یہ ہے کہ گائے بھینس دو سال سے کم کی نہ ہو، اور اونٹ پانچ سال سے کم نہ ہو، اور بھیڑ بکری ایک سال سے کم کی نہ ہو، اور چھ ماہ کا دنبہ جس کا ساتواں مہینہ شروع ہوا ہو، وہ جائز ہے، حدیث شریف میں لفظ ”مسنۃ“ آیا ہے، جس کے معنیٰ دو ہیں: سن رسیدہ جانور، دانت والا جانور۔

فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے عمر کا اعتبار کیا اور دانت کو اس کی علامت قرار دیا ہے، قربانی کا جانور ”مسنۃ“ ہو، یعنی سن رسیدہ، تو اس کی قربانی درست ہے، دانت کی علامت ہو تو بہتر ہے، دانت کی علامت پر مدار نہیں، دانت سن رسیدگی کی علامت ہے۔

مثال کے طور پر لڑکا، لڑکی سن رسیدگی سے بالغ ہوجاتے ہیں، اور شرعی احکام کے

Idara Ghufran

مکلّف ہو جاتے ہیں، اور شادی کے قابل ہو جاتے ہیں، اور بلوغ کی علامت حیض اور احتلام ظاہر ہو یا نہ ہو، اگر کسی لڑکی کو سن رسیدگی کے بعد بھی حیض نہ آئے، تب بھی وہ بالغہ ہے، اس طرح قربانی کا جانور سن رسیدہ ہو، تو قربانی درست ہے، دانت کی علامت ہو یا نہ ہو، سن رسیدگی کا یقین ہونا ضروری ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ رحیمیہ، ج ۱۰ ص ۴۸، کتاب الاضحیہ، باب من الاضحیۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ مسنّہ کے معنیٰ سن رسیدہ اور دو دانت والے دونوں ہیں۔

اور اصل مدار عمر کے پورا ہونے پر ہے، اور دانت ایک علامت کے درجہ کی چیز ہے، لہٰذا عمر پوری ہو اور پختہ دو دانت نہ ہوں تو قربانی جائز ہے، عمر پوری ہونے کا یقین واطمینان حاصل کر لینا ضروری ہے۔

اور احسن الفتاویٰ میں ایک سوال اور جواب درجِ ذیل طریقہ پر ہے کہ:

سوال: کبھی بکری کی عمر ایک سال اور گائے کی دو سال ہو جاتی ہے، مگر دانت ظاہر نہیں ہوتے، کیا ان کی قربانی جائز ہے؟

جواب: عمر پوری ہونے کا اطمینان ہو، تو جائز ہے، واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم (احسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۵۲۰)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر جانور کے پختہ دو دانت نہ ہوں، لیکن عمر پوری ہونے پر اطمینان ہو تو قربانی جائز ہے۔

اور موجودہ دور کے ماہرینِ فن کی تحقیق بھی مذکورہ فقہائے کرام اور اہلِ لغت کی مذکورہ تحقیق سے مختلف ثابت نہیں ہو سکی۔

کہ انہوں نے بھی نسل، آب وہوا اور غذا کے مختلف ہونے کی وجہ سے پختہ دانتوں کے مختلف عمروں میں نکلنے اور مکمل ہونے کا اعتراف کیا ہے، اور دانتوں کو جانور کی عمر کے پہچاننے کی علامت قرار دیا ہے، اور عام حالات میں بکرے اور بکری میں ایک سال مکمل ہونے پر اور

Idara Ghufran

گائے، بھینس میں دوسال مکمل ہونے پر اور اونٹ میں پانچ سال مکمل ہونے پر دو سامنے کے پختہ دانت مکمل طور پر (نہ کہ ناقص طور پر) نکل آنے کا اعتراف کیا ہے۔ ل

خلاصہ یہ کہ دنبے اور بھیڑ کے چھ مہینے مکمل ہونے پر (جبکہ وہ سال بھر کے دنبوں کی طرح

ل (TEETH AND AGE OF THE GOAT)

The eight teeth in the lower front jaw of your goat can help you to tell his age. They are not an exact or perfect guide, as various factors such as diet will influence the growth of teeth. Also, every goat is an individual just like you and your friends. Remember, not all your baby teeth fell out at the same time as those of other children in your classes. A goat's teeth may grow and fall out at slightly different ages than the teeth of any other goat............

The goat loses the two middle front teeth when it is around 12 months old, and they are replaced by larger, permanent teeth.

(Teeth and age of the Goat by Dr. E. A. B. Oltenacu)

(http://www.ansci.cornell.edu/4H/meatgoats/meatgoatfs11.htm)

(Determining the age of cattle by their teeth)

Factors such as nutritional background, inheritance and geographical location account for these differences............

Eruption of the first permanent incisors (central) occurs when the animal is 19 to 20 months of age. this eruption is a gradual process.

(http://www.agrovetmarket.com/TechnicalArticlesUl.aspx?.language=2&.article=118)

(AGEING CAMELS BY EXAMINATION OF TEETH)

At 4 years deciduous incisors have worn down to small irregularly shaped, loose stumps. At 4.5 - 5 years lower deciduous premolars are shed and are usually not replaced. Permanent central incisors erupt behind the deciduous stumps (if latter still present).

At 5 - 5.5 years upper permanent premolars 2 & 3's, and permanent lower premolar 2's erupt. Deciduous lateral incisors are shed. Upper and lower molar 1's and 2's are in wear and molar 3's about to erupt.

(http://www.camelsaust.com.au/liveage.htm)

ملحوظ رہے کہ مذکورہ ماہرین کی رائے انگریزی سال وماہ کے اعتبار سے ہے، جبکہ شرعاً قربانی کے جانور کی عمر کا اعتبار قمری سال وماہ کے اعتبار سے ہے، اور قمری سال عموماً تین سو چوّن دن کا، اور انگریزی سال تین سو پینسٹھ دن کا ہوتا ہے۔

اس حساب سے قمری سال، مروجہ عیسوی سال سے تقریباً دس دن کم کا ہوتا ہے۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تندرست وتوانا ہو) اور بکرے، بکری کے ایک سال مکمل ہونے پر اور گائے، بیل، بھینس اور بھینسے کے دوسال مکمل ہونے پر اور اونٹ اور اونٹنی کے پانچ سال مکمل ہونے پر قربانی جائز ہے، خواہ اُس کے سامنے کے دودانت بھی نہ نکلے ہوں، کیونکہ اصل دارومدار عمر کے پورا ہونے پر ہے، پس اگر عمر پوری ہونے کا یقین یا اطمینان ہو تو قربانی جائز ہے۔

اور اگر کسی جانور کے بارے میں عمر پوری ہونے کا یقین نہ ہو، اور نہ ہی کسی معتبر ذریعہ سے علم واطمینان حاصل ہوسکے، تو سامنے کے دودانتوں کے مکمل نکل آنے کو قربانی کے اعتبار سے جانور کی عمر کے مکمل ہونے کی علامت قرار دینا درست ہے۔

لیکن اگر کسی نے دودانت ہونے کی رعایت نہیں کی، اور اپنی طرف سے، جانور کے فروخت کرنے والے مسلمان کے بیان پر اعتبار کرتے ہوئے عمر پوری سمجھ کر قربانی کردی، تو اس کی قربانی کا اعادہ واجب نہیں ہوگا۔

وہ الگ بات ہے کہ فروخت کنندہ غلط بیانی سے کام لیتا ہے، تو اس پر اس کا پورا پورا وبال ہوگا۔

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۸/شعبان/۱۴۳۲ھ 09 / جولائی/2011ء بروز پیر

ادارہ غفران راولپنڈی

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(۳)

من لم يجد السعة

هل عليه التضحية؟

آج کل بعض لوگ صاحبِ نصاب شخص کے بارے میں یہ شکایت کیا کرتے ہیں کہ موجودہ دور میں قربانی کے جانور کی قیمت زیادہ ہونے کی وجہ سے قربانی کرنے میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں، اس لئے اس سلسلہ میں گنجائش کا راستہ نکالنا چاہئے۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ احادیث میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وکیل کو بکری خریدنے کے لئے ایک دینار فراہم کرنے اور وکیل کا ایک دینار میں دو بکریاں اور آدھے دینار میں ایک بکری خریدنے کا ذکر ملتا ہے۔

چنانچہ حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ دِيْنَارًا يَشْتَرِيْ لَهُ بِهِ شَاةً، فَاشْتَرٰى لَهُ بِهِ شَاتَيْنِ، فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِيْنَارٍ، وَجَاءَهُ بِدِيْنَارٍ وَشَاةٍ، فَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ فِيْ بَيْعِهِ، وَكَانَ لَوِ اشْتَرَى التُّرَابَ لَرَبِحَ فِيْهِ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عروہ بارقی کو ایک دینار دیا، تاکہ وہ (بطورِ وکیل) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے (قربانی کی) ایک بکری خریدیں، تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس ایک دینار کی دو بکریاں خرید لیں، پھر ان میں سے ایک بکری کو ایک دینار کے بدلے میں فروخت کر دیا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دینار اور بکری کو لے کر حاضر ہوئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے خرید وفروخت میں برکت کی دعا فرمائی، جس کے بعد حضرت عروہ اگر مٹی بھی خرید لیتے تھے، تو اس میں بھی انہیں نفع ہوتا تھا (ترجمہ ختم)

---

[1] رقم الحديث ۳۶۴۲، كتاب المناقب، دارطوق النجاة، بيروت، واللفظ لهٗ، مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۳۷۴۴۶.

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور حضرت حکیم بن حزام سے مروی ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ يَشْتَرِىْ لَهُ أُضْحِيَّةً بِدِيْنَارٍ، فَاشْتَرَاهَا ثُمَّ بَاعَهَا بِدِيْنَارَيْنِ، فَاشْتَرٰى شَاةً بِدِيْنَارٍ وَجَاءَ بِدِيْنَارٍ، فَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَرَكَةِ، وَأَمَرَهُ أَنْ يَّتَصَدَّقَ بِالدِّيْنَارِ (المعجم الكبير للطبراني) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لئے ایک دینار کی قربانی کا جانور خریدنے کے لئے (وکیل بنا کر) بھیجا، تو انہوں نے قربانی کا جانور خرید لیا، پھر اس کو دو دینار میں فروخت کر دیا، پھر ایک دینار کی بکری خرید لی، اور (بکری اور) ایک دینار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی، اور ان کو ایک دینار کے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا (ترجمہ ختم)

اور ایک دینار کی مقدار ایک مثقال کے برابر ہوتی ہے۔ [2]

اور ایک مثقال اکثر علماء کے نزدیک ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے (کذافی: جواہر الفقہ ج ۳ ص ۴۱۰، ۴۱۱، رسالہ اوزانِ شرعیہ، طبع جدید: نومبر 2010ء، مکتبہ دار العلوم کراچی)

اور ساڑھے چار ماشہ سونے کا وزن موجودہ رائج وزن کے لحاظ سے 4 گرام 374 ملی گرام کا ہوتا ہے۔

اور آج کے دن (مورخہ: 16 جولائی 2011ء) کو صرافہ بازار، راولپنڈی سے سونے کی

---

[1] رقم الحديث ٣١٣٣، مكتبة ابنِ تيمية، القاهرة، ورقم الحديث ٣١٣٤، واللفظ له، سنن ترمذى رقم الحديث ١٢٥٧.

[2] وحاصله أن الدينار اسم للقطعة من الذهب المضروبة المقدرة بالمثقال، فاتحادهما من حيث الوزن (ردالمحتار، ج٢ص ٢٩٦، كتاب الزكاة، باب زكاة المال)
قلت: عشرون قيراطا من الذهب هو مثقال وهو الدينار الواحد، والدينار الواحد ستة دوانق، والدوانق: جمع دانق، والدانق: بكسر النون وفتحها وهو قيراطان، قاله فى "المغرب" (البناية شرح الهداية، ج٣ص ٣٧١، كتاب الزكاة، فصل فى الفضة)

Idara Ghufran

قیمت پچاس ہزار دوسو(50200) روپے فی تولہ معلوم ہوئی، جس کے حساب سے ساڑھے چار ماشہ کی قیمت اٹھارہ ہزار آٹھ سو پچیس(18825) روپے بنتی ہے، اور اس کے آدھے نو ہزار چار سو تیرہ(9413) روپے بنتے ہیں۔

جس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری کے لئے تقریباً انیس ہزار سے زائد کی رقم فراہم کی تھی، لیکن تقریباً ساڑھے نو ہزار میں ایک بکری خرید لی گئی تھی۔

اور موجودہ دور میں بھی ساڑھے نو ہزار کی مالیت میں ایک درمیانی درجہ کی بکری کی خریداری ممکن ہوتی ہے، اور انیس ہزار میں تو درمیانے درجہ سے بھی اونچے درجہ کی خریدی جاسکتی ہے۔

اور اگر گائے کے ساتویں حصہ میں شرکت کی جائے، تو وہ اس سے بھی کم قیمت میں حاصل ہوسکتا ہے۔

لہٰذا مذکورہ صورتِ حال میں قربانی کی قیمت میں مہنگائی کا اشکال زیادہ اہمیت کا حامل معلوم نہیں ہوتا۔

البتہ اگر کوئی شخص ادنیٰ نصاب (یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی) یا اتنی مالیت کے بقدر رقم یا تجارت کے مال یا ضرورت سے زائد سامان کا مالک ہے، لیکن وہ اس رقم کا سخت ضرورت مند ہے، مثلاً کوئی ضروری علاج معالجہ درپیش ہے، جس کے لئے اس نے کسی طرح سے رقم جمع کرکے رکھی ہوئی ہے، اور اسی حال میں قربانی کے دن شروع ہوجاتے ہیں، اور قربانی کے دن ختم ہونے سے پہلے اس مال کو اس ضرورت میں صَرف وخرچ کرکے صاحبِ نصاب ہونے سے بچنے کی بھی صورت نہیں۔

اور دوسری طرف اس پر اگر قربانی کو واجب قرار دیا جائے، تو اسے اپنی مذکورہ ضرورت پوری کرنے میں سخت مشکلات کا سامنا ہے۔

تو ایسی صورت میں مذکورہ اور اس جیسی حالت میں مبتلیٰ بہ شخص کے حق میں قربانی کے سنتِ

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

مؤکدہ ہونے اور سنتِ مؤکدہ کے اتفاقاً بوجہ عذر ترک سے گناہ گار نہ ہونے کے قول کو اختیار کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، بالخصوص جبکہ قربانی کی مالی حیثیت میں حدیث میں ''سعۃ'' کے الفاظ آئے ہیں، اور مذکورہ شخص کے حق میں سخت ضرورت منداور ادنی درجہ کے نصاب کا مالک ہونے کی وجہ سے ''سعۃ'' کی دلالت کو کمزور قرار دیا جاسکتا ہے۔ [1]

جمہور فقہائے کرام رحمہم اللہ کے نزدیک قربانی سنت اور امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک، اور بعض حضرات کے بقول صرف ایک روایت کے مطابق امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک قربانی سنتِ مؤکدہ ہے۔ [2]

---

[1] أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ، وَلَمْ يُضَحِّ، فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا(سنن ابنِ ماجه،رقم الحديث ٣١٢٣،كتاب الاضاحى، باب الأضاحى، واجبة هى أم لا،دار إحياء الكتب العربية ، القاهرة، واللفظ لهٗ، مستدرک حاكم ،رقم الحديث ٧٥٦٥،سنن دارقطنى، رقم الحديث ٤٧٦٢، عن ابى هريرة)

قال الحاكم: هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ "

وقال الذهبى فى التلخيص : صحيح.

[2] واختلف هل هى سنة أو واجبة؟ فقال مالک، والشافعى، وأحمد، وصاحبا أبى حنيفة :هى سنة مؤكدة .وقال أبو حنيفة :هى واجبة على المقيمين من أهل الأمصار، واعتبر فى وجوبها النصاب(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٣ص١٠٧٧،باب فى الأضحية)

واختلفوا فيها فقال سعيد بن المسيب وعطاء بن أبى رباح وعلقمة والأسود والشافعى وأبو ثور : لاتجب فرضا لكنها مندوب إليها من فعلها كان مثابا ومن تخلف عنها لا يكون آثما وروى ذلک عن أبى بكر وعمر وأبى مسعود البدرى وبلال .وقال الليث وربيعة :لا نرى أن يتركها الموسر المالک لأمر الاضحية، وقال مالک :لا يتركها فإن تركها بئس ما صنع إلا أن يكون له عذر، وحكى عن النخعى أنه قال :الأضحى واجب على أهل الأمصار ما خلا الحجاج وقال ابن المنذر : قال محمد بن الحسن :الأضحى واجب على كل مقيم فى الأمصار إذا كان موسرا .وقال أبو حنيفة وأبو يوسف تجب على الحر المقيم المسلم الموسر، وتخصيص ابن المنذر يقول محمد وحده لا وجه له، وتحرير مذهبنا ما قاله صاحب (الهداية) بالأضحية واجبة على كل مسلم حر مقيم موسر فى يوم الأضحى عن نفسه وعن ولده الصغار، أما الوجوب فقول أبى حنيفة ومحمد وزفر والحسن وإحدى الروايتين عن أبى يوسف وعن أبى يوسف، إنها سنة وذكر الطحاوى إنها على قول أبى حنيفة واجبة، وعلى قول أبى يوسف ومحمد سنة مؤكدة(عمدة القارى، ج٢١ص١٤٤،كتاب الأضاحى،باب سنة الأضحية)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قربانی واجب ہے، لیکن فقہائے احناف کی تصریح کے مطابق اس کا وجوب دیگر عام واجبات مثلاً صدقۂ فطر اور سجدۂ تلاوت وغیرہ سے اہون ہے۔ لے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واختلف السلف وفقهاء الأمصار فى وجوب الأضحية(أحكام القرآن للجصاص، ج٣ص ٣٢٢، سورة الحج،مطلب فى الأضحية)

(الأضحية واجبة على كل حر مسلم مقيم موسر فى يوم الأضحى عن نفسه وعن ولده الصغار) أما الوجوب فقول أبى حنيفة ومحمد وزفر والحسن وإحدى الروايتين عن أبى يوسف رحمهم الله .

وعنه أنها سنة ، ذكره فى الجوامع وهو قول الشافعى .

وذكر الطحاوى أن على قول أبى حنيفة واجبة ، وعلى قول أبى يوسف ومحمد سنة مؤكدة ، وهكذا ذكر بعض المشايخ الاختلاف(الهداية شرح البداية ، ج٤ص ٣٥٥،كتاب الأضحية)

وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِي وُجُوبِ الْأُضْحِيَّةِ عَلَى الْمُوسِرِ فَقَالَ جُمْهُورُهُمْ هِيَ سُنَّةٌ فِي حَقِّهِ إِنْ تَرَكَهَا بِلَا عُذْرٍ لَمْ يَأْثَمْ وَلَمْ يَلْزَمْهُ الْقَضَاءُ وَمِمَّنْ قَالَ بِهَذَا أبو بكر الصديق وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَبِلَالٌ وَأَبُو مَسْعُودٍ الْبَدْرِيُّ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَلْقَمَةُ وَالْأَسْوَدُ وَعَطَاءٌ وَمَالِكٌ وَأَحْمَدُ وَأَبُو يُوسُفَ وَإِسْحَاقُ وَأَبُو ثَوْرٍ وَالْمُزَنِيُّ وابن الْمُنْذِرِ وَدَاوُدُ وَغَيْرُهُمْ وَقَالَ رَبِيعَةُ وَالْأَوْزَاعِيُّ وَأَبُو حَنِيفَةَ وَاللَّيْثُ هِيَ وَاجِبَةٌ عَلَى الْمُوسِرِ وَبِهِ قَالَ بَعْضُ الْمَالِكِيَّةِ وَقَالَ النَّخَعِيُّ وَاجِبَةٌ عَلَى الْمُوسِرِ إِلَّا الْحَاجَّ بِمِنًى وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ وَاجِبَةٌ عَلَى الْمُقِيمِ بِالْأَمْصَارِ وَالْمَشْهُورُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ إِنَّمَا يُوجِبُهَا عَلَى مُقِيمٍ يملك نصابا والله أعلم(شرح النووى ، ج١٣ص ١١٠،كِتَابُ الْأَضَاحِي ،بَابُ وَقْتِهَا)

لے (قوله عملا لا اعتقادا) اعلم أن الفرض ما ثبت بدليل قطعى لا شبهة فيه كالإيمان والأركان الأربعة، وحكمه اللزوم علما :أى حصول العلم القطعى بثبوته وتصديقا بالقلب :أى لزوم اعتقاد حقيته وعملا بالبدن حتى يكفر جاحده ويفسق تاركه بلا عذر .والواجب ما ثبت بدليل فيه شبهة كصدقة الفطر والأضحية، وحكمه اللزوم عملا كالفرض لا علما على اليقين للشبهة، حتى لا يكفر جاحده ويفسق تاركه بلا تأويل كما هو مبسوط فى كتب الأصول .ثم إن الواجب على مراتب كما قال القدورى بعضها آكد من بعض .فوجوب سجدة التلاوة آكد من وجوب صدقة الفطر، ووجوبها آكد من وجوب الأضحية اهــ وذلك باعتبار تفاوت الأدلة فى القوة .وقد ذكر فى التلويح أن استعمال الفرض فيما ثبت بظنى، والواجب فيما ثبت بقطعى شائع مستفيض كقولهم الوتر فرض ونحو ذلك ويسمى فرضا عمليا، وكقولهم الزكاة واجبة ونحوه، فلفظ الواجب يقع على ما هو فرض علما وعملا كصلاة الفجر، وعلى ظنى هو فى قوة الفرض فى العمل كالوتر حتى يمنع تذكره صحة الفجر كتذكر العشاء ، وعلى ظنى هو دون الفرض فى العمل وفوق السنة كتعيين الفاتحة حتى لا تفسد الصلاة بتركها بل تجب سجدة السهو اهـ وتمام تحقيق ذلك بما لم يوجد مجموعة فى كتاب مذكور فى حاشيتنا على المنار بتوفيق الملك الوهاب(رد المحتار على الدر المختار، ج٦ص ٣١٣،كتاب الأضحية)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور عام حالات میں سنتِ مؤکدہ کا ترک مکروہ تحریمی ہے، البتہ اگر کسی عذر کی وجہ سے اتفاقاً ترک کیا جائے تو مکروہ نہیں۔ ۱؎

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۱۳/شعبان/۱۴۳۲ھ 16/ جولائی/2011ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران راولپنڈی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وصدقة الفطر بالسنة ، ثم الأضحية لأن صدقة الفطر مجمع على وجوبها والأضحية مختلف فيها(الاختيار لتعليل المختار، ج۵ص۷۳، كتاب الوصايا)

قال القدورى الواجب على مراتب بعضها آكد من بعض، ووجوب سجدة التلاوة آكد من وجوب صدقة الفطر وصدقة الفطر وجوبها آكد من وجوب الأضحية(تكملة البحر الرائق للطورى، ج۸ص ۲، كتاب الاضحية)

وصدقة الفطر مقدمة على الأضحية، وإن كانت الأضحية أيضا واجبة عندنا لكن صدقة الفطر متفق على وجوبها، والأضحية وجوبها محل الاجتهاد فالمتفق على الوجوب أقوى(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج۷ص۳۷۲، كتاب الوصايا)

۱؎ اَلْحَاصِلُ أَنَّ السُّنَّةَ إنْ كَانَتْ مُؤَكَّدَةً قَوِيَّةً لَا يَبْعُدُ كَوْنُ تَرْكِهَا مَكْرُوهًا تَحْرِيمًا، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ مُؤَكَّدَةٍ فَتَرْكُهَا مَكْرُوهٌ تَنْزِيهًا(رد المحتار ،ج ا ص ۶۵۳، كتاب الصلاة، مكروهات الصلاة،مطلب فى بيان السنة والمستحب والمندوب)

قُلْتُ :لَكِنَّ كَوْنَهُ سُنَّةً مُؤَكَّدَةً لَا يَسْتَلْزِمُ الْإِثْمَ بِتَرْكِهِ مَرَّةً وَاحِدَةً بِلَا عُذْرٍ، فَيَتَعَيَّنُ تَقْيِيدُ التَّرْكِ بِالِاعْتِيَادِ وَالْإِصْرَارِ تَوْفِيقًا بَيْنَ كَلَامِهِمْ كَمَا قَدَّمْنَاهُ(ردالمحتار، ج ا ص ۴۷۴، كتاب الصلاة،واجبات الصلاة)

(الجماعة سنة مؤكدة) قال عليه الصلاة والسلام ' :الجماعة من سنن الهدى 'وقال عليه الصلاة والسلام ' :لقد هممت أن آمر رجلا يصلى بالناس ثم أنطلق إلى قوم يتخلفون عن الجماعة فأحرّق عليهم بيوتهم 'وهذا أمارة التأكيد ، وقد واظب عليها (صلى الله عليه وسلم) فلا يسع تركها إلا لعذر ، ولو تركها أهل مصر يؤمرون بها ، فإن قبلوا وإلا يقاتلون عليها لأنها من شعائر الإسلام . (الاختيار لتعليل المختار، ج ا ص۵۷، كتاب الصلاة،فصل فى الجماعة)

Idara Ghufran

(۴)

شرائطُ التضحية فى اوقاتِ الاضحية

قربانی کے سببِ وجوب، شرطِ وجوب اور شرطِ اداء کی تحقیق

بندہ نے ''شرائطُ التضحیۃ فی اوقات الاضحیۃ'' عنوان سے ایک مستقل مضمون تحریر کیا ہے، جس کے طویل ہونے کے باعث پورے مضمون اور دلائل کی تفصیل کی تو یہاں گنجائش نہیں، البتہ اُس رسالے کی ضروری تلخیص ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔ محمد رضوان۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرعی اعتبار سے قربانی کی حقیقت شریعت کی طرف سے مقرر کردہ شرائط کے مطابق قربت کی نیت سے مخصوص جانور کو مخصوص وقت میں ذبح کرنا ہے، اور قربانی کی ادائیگی کا رُکن مخصوص جانور کو ذبح کرنا ہے۔ [۱]

---

[۱] وفى الشرع هى ذبح حيوان مخصوص بنية القربة فى وقت مخصوص وهو يوم الأضحى وشرائطها الإسلام واليسار الذى يتعلق به صدقة الفطر فتجب على الأنثى وسببها الوقت وهو أيام النحر وركنها ذبح ما يجوز ذبحها وحكمها الخروج عن عهدة الواجب فى الدنيا والوصول إلى الثواب فى العقبى(مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، ج٢ ص١٥١٦، كتاب الاضحية)

وأما شرعا فالأضحية اسم لحيوان مخصوص وهو الإبل والبقر والضأن والمعز بسن مخصوص، وهو الثنى فصاعدا من هذه الأنواع الأربعة، والجذع من الضأن يذبح بنية القربة فى يوم مخصوص وهو يوم الأضحى عند وجود شرائطها وسببها انتهى.

وقال صاحب العناية :وفى الشريعة عبارة عن ذبح حيوان مخصوص فى وقت مخصوص وهو يوم الأضحى انتهى .أقول :يرد على ظاهره أن الأضحية فى الشريعة عبارة عما يذبح من حيوان مخصوص فى وقت مخصوص لا عن ذبح ذلك الحيوان فى ذلك الوقت، فإن هذا معنى التضحية لا معنى الأضحية، وقد لوح إليه صاحب الإصلاح والإيضاح حيث قال :هى فى الشريعة ما يذبح فى يوم الأضحى بنية القربة.

وقال فيما نقل عنه :ومن قال عبارة عن ذبح حيوان مخصوص فى وقت مخصوص فإنه لم يفرق بين الأضحية والتضحية وانتهى .أقول :يمكن أن يجاب عنه بحمل الكلام على المسامحة بناء على ظهور المراد فيكون المراد بذبح حيوان مخصوص هو الحيوان المذبوح نفسه، وهذا كما قيل فى تعريف العلم بحصول صورة الشىء فى العقل أن المراد منه هو الصورة الحاصلة فى العقل على المسامحة كما حققه الشريف الجرجانى فى عدة مواضع من تصانيفه .وطعن بعض الفضلاء فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور قربانی کیونکہ مالی عبادت ہونے کے باوجود (زکاۃ وصدقات سے مختلف) قربتِ غیر معقولہ اور نماز کی طرح عباداتِ موقتہ میں سے ہے، اس لئے احناف کے نزدیک قربانی کا سببِ وجوب وقت ہے جو کہ دس ذی الحجہ کے طلوعِ فجر سے لے کر بارہ ذی الحجہ کے سورج غروب ہونے کے درمیان دائر ہے، اور قربانی کی شرطِ وجوب مسلمان، غنی، اور مقیم وغیرہ ہونا ہے، اور قربانی کی شرطِ ادا مسلمان اور وقت وغیرہ ہونا ہے۔

اور عید کی نماز کا ہونا صرف شہر کے حق میں (جہاں کہ عید کی نماز کا حکم ہو) ایک اضافی شرطِ ادا ہے۔

پس قربانی کا وقت داخل ہونے سے پہلے قربانی سرے سے ذمہ میں واجب اور اس کی ادائیگی جائز و معتبر نہیں ہوتی۔

اور اگر وقت داخل ہوگیا، مگر غنی اور مقیم وغیرہ ہونے کی شرط نہیں پائی گئی تو قربانی کی ادائیگی ذمہ میں واجب نہیں ہوتی۔

اور اگر شہر میں کسی بھی ایک جگہ عید کی نماز نہیں ہوئی، تو اس شہر میں قربانی کا جانور ذبح کرنا جائز نہیں ہوتا، اسی طرح اگر قربانی کا وقت ختم (یعنی بارہ ذی الحجہ کا سورج غروب) ہوگیا تو قربانی ادا نہیں ہوتی، بلکہ قضاء ہوجاتی ہے، اور وہ اراقۃِ دم سے صدقہ بن جاتی ہے۔

جیسا کہ نماز کا معاملہ ہے کہ کسی نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے وہ نماز سرے سے ذمہ میں واجب اور اس کی ادائیگی معتبر نہیں ہوتی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

التعريف الذى ذكره صاحب العناية بوجه آخر حيث قال :اعلم أنه لا بد فى التعريف من قيد آخر وهو أن يقول بسن مخصوص لئلا ينتقض التعريف انتهى .أقول :يمكن أن يجاب عنه أيضا بأن قوله حيوان مخصوص يغنى عن ذلک القيد الآخر، فإن المراد بالمخصوص ما يعم المخصوص النوعى وهو الأنواع الأربعة الإبل والبقر والضأن والمعز، والمخصوص السنى أيضا وهو الثنى فصاعدا من الأنواع الأربعة المذكورة، والجذع من الضأن وحده، فلا ينتقض التعريف بشىء .نعم لو فصله كما وقع فى النهاية وغيرها لكان أظهر، لكنه سلک مسلک الإجمال اعتمادا على ظهور تفصيل ذلک فى تضاعيف المسائل الآتية(فتح القدير، ج٩، ص٥٠٥، ٥٠٦، كتاب الاضحية)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور اگر وقت داخل ہو گیا، مگر بلوغ وغیرہ کی شرط نہیں پائی گئی تو نماز کی ادائیگی ذمہ میں واجب نہیں ہوتی۔

اور اگر وقت کی شرط فوت ہو گئی، تو نماز ادا نہیں ہوتی، بلکہ قضاء ہو جاتی ہے۔

اور نفسِ وجوب دراصل مکلّف کے ذمہ کا کسی چیز کے ساتھ مشغول ہونے کا نام ہے، جو ظاہر میں کسی چیز کے سبب سے ثابت و معلوم ہوتا ہے، اور نفسِ وجوب سے کوئی چیز مکلّف کے ذمہ واجب تو ہو جاتی ہے، مگر اس کی ادائیگی تب واجب ہوتی ہے، جبکہ شرطِ وجوب بھی پائی جائے، جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نفسِ وجوب کا تعلق مکلّف اور اس کے ذمہ سے ہے۔ [1]

---

[1] (ثُمَّ هُوَ) أَیُ الْوَقْتُ لَمَّا بَیَّنَ أَنَّ الْوَقْتَ سَبَبٌ لِلْوُجُوبِ أَرَادَ أَنْ یُبَیِّنَ أَنَّ الْمُرَادَ بِالْوُجُوبِ نَفْسُ الْوُجُوبِ لَا وُجُوبُ الْأَدَاءِ .(سَبَبٌ لِنَفْسِ الْوُجُوبِ؛ لِأَنَّ سَبَبَهَا الْحَقِیقِیَّ الْإِیجَابُ الْقَدِیمُ وَهُوَ رَتَّبَ الْحُكْمَ عَلَى شَیْءٍ ظَاهِرٍ فَكَانَ هَذَا) أَیْ الشَّیْءُ الظَّاهِرُ، وَهُوَ الْوَقْتُ (سَبَبًا لَهَا) أَیْ لِنَفْسِ الْوُجُوبِ (بِالنِّسْبَةِ إِلَیْنَا، ثُمَّ لَفْظُ الْأَمْرِ لِمُطَالَبَةِ مَا وَجَبَ بِالْإِیجَابِ الْمُرَتِّبِ الْحُكْمَ عَلَى ذَلِكَ الشَّیْءِ) وَهُوَ الْوَقْتُ (فَیَكُونُ) أَیْ لَفْظُ الْأَمْرِ (سَبَبًا لِوُجُوبِ الْأَدَاءِ، وَالْفَرْقُ بَیْنَ نَفْسِ الْوُجُوبِ وَوُجُوبِ الْأَدَاءِ أَنَّ الْأَوَّلَ هُوَ اشْتِغَالُ ذِمَّةِ الْمُكَلَّفِ بِالشَّیْءِ، وَالثَّانِی هُوَ لُزُومُ تَفْرِیغِ الذِّمَّةِ عَمَّا تَعَلَّقَ بِهَا فَلَا بُدَّ لَهُ مِنْ سَبْقِ حَقٍّ فِی ذِمَّتِهِ فَإِذَا اشْتَرَى شَیْئًا یَثْبُتُ الثَّمَنُ فِی الذِّمَّةِ) فَثُبُوتُ الثَّمَنِ فِی الذِّمَّةِ نَفْسُ الْوُجُوبِ(أَمَّا لُزُومُ الْأَدَاءِ فَعِنْدَ الْمُطَالَبَةِ بِنَاءً عَلَى أَصْلِ الْوُجُوبِ ، وَأَیْضًا وَاجِبٌ عَلَى الْمُغْمَى عَلَیْهِ وَالنَّائِمِ وَالْمَرِیضِ وَالْمُسَافِرِ وَلَا أَدَاءَ عَلَیْهِمْ لِعَدَمِ الْخِطَابِ) أَمَّا فِی الْأَوَّلَیْنِ فَلِأَنَّ خِطَابَ مَنْ لَا یَفْهَمُ لَغْوٌ ، وَأَمَّا فِی الْأَخِیرَیْنِ فَلِأَنَّهُمَا مُخَاطَبَانِ بِالصَّوْمِ فِی أَیَّامٍ أُخَرَ(وَلَا بُدَّ لِلْقَضَاءِ مِنْ وُجُوبِ الْأَصْلِ فَیَكُونُ نَفْسُ الْوُجُوبِ ثَابِتًا وَیَكُونُ سَبَبُهُ) أَیْ سَبَبُ نَفْسِ الْوُجُوبِ (شَیْئًا غَیْرَ الْخِطَابِ وَهُوَ الْوَقْتُ) لِمَا ذَكَرْنَا مِنْ عَدَمِ الْخِطَابِ ؛ لِأَنَّهُ لَا شَیْءَ غَیْرُ الْوَقْتِ ، وَالْخِطَابُ یَصْلُحُ لِلسَّبَبِیَّةِ فَالسَّبَبِیَّةُ مُنْحَصِرَةٌ فِیهِمَا إِمَّا لِهَذَا أَوْ لِلْإِجْمَاعِ فَیَلْزَمُ مِنْ نَفْیِ أَحَدِهِمَا ثُبُوتُ الْآخَرِ ، ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّ بَعْضَ الْعُلَمَاءِ لَا یُدْرِكُونَ الْفَرْقَ بَیْنَ نَفْسِ الْوُجُوبِ وَوُجُوبِ الْأَدَاءِ، وَیَقُولُونَ إِنَّ الْوُجُوبَ لَا یَنْصَرِفُ إِلَّا إِلَى الْفِعْلِ، وَهُوَ الْأَدَاءُ فَبِالضَّرُورَةِ یَكُونُ نَفْسُ الْوُجُوبِ هِیَ نَفْسُ وُجُوبِ الْأَدَاءِ فَلَا یَبْقَى فَرْقٌ بَیْنَهُمَا، وَلِلَّهِ دَرُّ مَنْ أَبْدَعَ الْفَرْقَ بَیْنَهُمَا، وَمَا أَدَقَّ نَظَرَهُ، وَمَا أَمْتَنَ حِكْمَتَهُ(التوضیح فی حل غوامض التنقیح مع شرح التلویح ج ا ص ۳۹۱، ۳۹۴،الباب الثانی،فصل المأمور به نوعان مطلق ومؤقت، لعبید الله بن مسعود المحبوبی البخاری الحنفی)

نفس الوجوب فی الذمة بوجود السبب ووجوب الأداء بالمطالبة (تبیین الحقائق، ج ا ، ص ۳۴۰، کتاب الصوم، فصل فی العوارض)

الذمم لا تختلف فی نفس الوجوب وإنما تختلف فی الإیفاء (تبیین الحقائق، ج۴، ص ۱۷۲ ، کتاب الحوالة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

پھر سبب اور شرط دو الگ الگ قسمیں ہیں، سبب، مسبب کی طرف موصل ومفضی اور اس سے متصل ہوتا ہے، اور شرط پر مشروط کا وجود موقوف ہوتا ہے، اگر اس شرط کا مشروط، وجوب ہے، تو اس شرط پر وجوب اور اگر اس شرط کا مشروط اداء ہے، تو اس شرط پر اداء موقوف ہوتی ہے۔ اور اسی وجہ سے سبب، مسبب پر اور شرط، مشروط پر مقدم ہوا کرتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والحاصل أن بتحقق سبب الوجوب يجب الشيء فى الذمة فإذا وجد المال النصاب وجبت فى الذمة، وتعلقت بالزكاة، وأما وجوب الأداء الموقوف على مطالبة الشارع فهو إنما يتعلق بعد حولان الحول (عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية، ج٣،ص ١٨٩، كتاب الزكاة)

الوقت ظرفاً للمؤدى وشرطا للاداء وسببا للوجوب...... والمراد بالشرط ان لايصح المامور قبل وجوده ويفوت بفوته (نورالانوار،ص ٥٦،مبحث الامر، كون الامر المقيد اربعة انواع)

قوله "للوجوب" اى لنفس الوجوب، فان وجوب الاداء بالامر ، والسبب عندهم مايكون معرفا بتحقق المسبب ومفضيا الى وجوده ، كذاقيل (قمر الاقمار حاشية نورالانوار، حواله بالا)

ولا يصح الاداء قبل دخول الوقت ويفوت بفوته ، فيكون شرطا ، ويختلف الاداء باختلاف صفة الوقت صفة وكراهة ، فيكون سببا للوجوب ،وتقديم المشروط على الشرط جائز اذا كان الشرط شرطا للوجوب،كما فى حولان الحول للزكاة ، واما اذا كان الشرط شرطا للجواز لايصح التقديم عليه كسائر شرائط الصلاة ،وتقديم المسبب على السبب لايجوز اصلا وههنا لما اجتمعت الشرطية والسببية فلاجرم ان لايجوز التقديم على الوقت ،ثم ههنا شيئان نفس الجوب ووجوب الاداء، فنفس الوجوب سببه الحقيقى هو الايجاب القديم ،وسببه الظاهرى ، وهو الوقت اقيم مقامه، ووجوب الاداء سببه الحقيقى تعلق الطلب بالفعل ،وسببة الظاهرى وهو الامر اقيم مقامه (نورالانوار،ص٥٧، مبحث الامر ،كون الامر المقيد اربعة انواع)

نفس الوجوب الذى مناطه وجود السبب(رد المحتار على الدر المختار،ج٢،ص٣٥٧،باب صدقة الفطر)

لَا يَثْبُتُ بِالسَّبَبِ إلَّا نَفْسُ الْوُجُوبِ(كشف الأسرار،ج١،ص ١٣٩،باب الأمر)

أَنَّ نَفْسَ الْوُجُوبِ بِالسَّبَبِ وَوُجُوبَ الْأَدَاءِ بِالْخِطَابِ إجْمَاعُهُمْ(كشف الأسرار،ج٢،ص ٣٤٢،باب بيان اسباب الشرائع)

[1] قد تقرر فى علم الأصول أن الشرط والسبب قسمان قد اعتبر فى أحدهما ما ينافى الآخر، فإنه قد اعتبر فى السبب أن يكون موصلا إلى المسبب فى الجملة، وفى الشرط أن يكون موصلا إلى المشروط أصلا بل كان وجود المشروط متوقفا عليه، ومن الممتنع أن يكون شيء واحد موصلا إلى شيء واحد آخر، وأن لا يكون موصلا إليه فى حالة واحدة لاقتضائه اجتماع النقيضين، وعن هذا قالوا فى الصلاة إن الوقت سبب لوجوبها وشرط لأدائها فلم يلزم أن يكون سببا وشرطا بالنسبة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اور شرطِ وجوب اور شرطِ اداء میں یہ فرق ہے کہ شرطِ وجوب کے بغیر اس فعل کی ادائیگی ذمہ میں لازم نہیں ہوتی، اور اس کو بجالانے اور ادا کرنے کا انسان کو امر نہیں ہوتا اور شرطِ اداء کے بغیر اس فعل کی ادائیگی صحیح نہیں کہلاتی، جس سے معلوم ہوا کہ اداء کا اصل تعلق فعل کے ساتھ ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إلى شيء واحد(فتح القدير، ج۹ ص۵۰۶، كتاب الاضحية)

السبب ما يكون مفضيا إلى المسبب إذ هو في اللغة اسم لما يتوصل به إلى الشيء (بدائع الصنائع، ج۳، ص۲۰، كتاب الايمان، فصل في حكم اليمين بالله تعالى)

أدنى درجات السبب أن يكون مفضيا إلى المسبب (تبيين الحقائق، ج۳، ص۹۸، كتاب الاعتاق، باب التدبير)

ثُمَّ بَدَأَ بِالْأَوْقَاتِ لِتَقَدُّمِ السَّبَبِ عَلَى الْمُسَبَّبِ (البحرالرائق، ج۱، ص۲۵۷، كتاب الصلاة)

وَلَا يُعْقَلُ تَقَدُّمُ الْمُسَبَّبِ عَلَى السَّبَبِ (البحرالرائق، ج۳، ص۲۹۳، كتاب الطلاق، بَابُ أَلْفَاظِ الطَّلَاقِ)

لامتناع تقدم المسبب على السبب (درر الحكام شرح غرر الأحكام، ج۱، ص۵۰، كتاب الصلاة)

تَقْدِيمُ الْمُسَبَّبِ عَلَى السَّبَبِ، وَهُوَ فَاسِدٌ (البحرالرائق، ج۴، ص۳۰۷، كتاب الايمان)

وقدم الأوقات؛ لأنها الأسباب وهي متقدمة على المسببات (مجمع الانهر، ج۱، ص۶۷، كتاب الصلاة)

المسبب لا يوجد بدون السبب (البناية، ج۵، ص۱۴۹، كتاب النكاح، باب المهر)

وبدون تقرر السبب لا يثبت الوجوب(المبسوط، لشمس الأئمة السرخسي،ج۳،ص۱۰۵،باب صدقة الفطر)

لا خلاف في أن وجوب الأداء لا يتقدم على نفس الوجوب (شرح التلويح على التوضيح ، ج۱، ص۳۹۶، الباب الثاني، فصل المامور به)

فإذا ثبت تقرر السبب ثبت صحة الاداء (أصول السرخسي،ج۲،ص۲۷۹،فصل :في بيان فساد الوضع)

والشروط تكون مقدمة على المشروط له (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، ج۱، ص۲۲۰، باب صلاة الجمعة)

الأصل في السبب هو الاتصال بالمسبب كما في شرح المنار لابن نجيم (رد المحتار، ج۱، ص۳۵۶، كتاب الصلاة)

ان الاصل ان كل مسبب متصل بسببه ،فان اديت الصلاة في اول الوقت يكون الجزء السابق على التحريمة ، وهو الجزء الذى لايتجزأ سببا لوجوب الصلاة(نورالانوار،ص۵۷، مبحث الامر ،كون الامر المقيد اربعة انواع)

فالأضحية اسم لحيوان مخصوص......يذبح بنية القربة في يوم مخصوص وهو يوم الأضحى عند

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اور شرطِ اداء وشرطِ وجوب کے درمیان عام خاص من وجہٍ کی نسبت ہے، نہ کہ تلازم کی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وجود شرائطها وسببها (فتح القدير، ج۹ ص۵۰۵، كتاب الاضحية)

والشرط يكون سابقا على المشروط (تبيين الحقائق، ج۲، ص۲۰۳)

المشروط يجامع الشرط ولا يوجد بدونه والشرط يكون سابقا على المشروط، وكذا الظرف يكون سابقا على المظروف (درر الحكام شرح غرر الأحكام، ج ا ، ص۳۶۳، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق)

وما يثبت شرطا لحكم شرعي يكون مقدما عليه ضرورة تقدم الشرط على المشروط (التقرير والتحرير في علم الأصول، ج ا ، ص ۴۱۱، مسألة الأكثر إذ تعلق)

الشَّرُطَ مُقَدَّمٌ عَلَى الْمَشْرُوطِ لَا مَحَالَةَ (كشف الاسرار، ج ۲ ص ۱۲۳، باب حروف المعانى)

لَا بُدَّ مِنُ تَقَدُّمِ الشَّرُطِ عَلَى الْمَشْرُوطِ تَحْقِيقًا (ايضاً، ج۲، ص۲۳۶،باب وجوه الوقف على احكام النظم)

الشَّرُطَ لَا بُدَّ مِنُ أَنُ يَكُونَ سَابِقًا عَلَى الْمَشْرُوطِ (كشف الاسرار، ج۴، ص ۲۱۹، بَابُ تَقْسِيمِ الشَّرُطِ)

[1] اسی وجہ سے اگر کسی پر قربانی واجب نہ ہو، بوجہ شرطِ وجوب (مثلاً غناء نہ پائے جانے کے) مگر وہ سببِ وجوب کے بعد قربانی ادا کرے، تو جائز ہے۔

والفرق أن الأداء لا يصح بانتفاء شروطه ويصح بانتفاء شروط الوجوب (رد المحتار على الدر المختار، ج۲ ص۱۳۷، كتاب الصلاة،باب الجمعة)

وشرائط الوجوب هي ما إذا اجتمعت وجبت الطهارة على شخص . وشرائط الصحة ما لا تصح الطهارة إلا بها، ولا تلازم بين النوعين بل بينهما عموم وجهي (رد المحتار على الدر المختار، ج ا ص ۸۶،كتاب الطهارة)

والفرق بين هذه الشُّروطِ وتلك الشَّرائط، أنَّ شرائطَ الوجوبِ إذا انعدمَ كلُّها أو بعضُها لم يصحَّ الوجوب، لكن لو أدَّى يصحُّ الأداء ، وشرائطُ الأداءِ إذا فقدتْ لم يصحَّ الأداءُ مطلقاً (عمدة الرعاية بتحشية شرح الوقاية،باب صلاة الجمعة)

قال صدر الإسلام أبو اليسر : نفس الوجوب اشتغال الذمة بالواجب كالصبي إذا أتلف مال إنسان يشتغل ذمته بوجوب القيمة ولا يجب عليه الأداء بل يجب على وليه وكذا القصاص يجب على القاتل ولا يجب عليه أداء الواجب وهو القصاص وإنما يجب عليه تسليم النفس إذا طلب من له القصاص بتسليم النفس لاستيفاء القصاص، ثم قال الوجوب أمر حكمي والأمر الحكمي يعرف بالحكم وحكمه أنه إذا أدى ما في ذمته يقع واجبا.

قوله (وأفاد صحة الأداء) ؛ لأن الوجوب لما ثبت كان جواز الأداء من ضروراته على ما عليه عامة الفقهاء والمتكلمين فإن الوجوب يفيد جواز الأداء عندهم، لكنه أي لكن السبب أو نفس الوجوب لا يوجب الأداء للحال، وقوله؛ لأن الوجوب يجوز أن يكون دليلا على قوله لا يوجب الأداء للحال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

پس قربانی کا وقت مکلّف کے ذمہ کے لئے سببِ وجوب ہے، لہٰذا وقت سے پہلے قربانی درست نہیں ہوتی، اور وقت قربانی کی ادائیگی کے لئے شرطِ اداء ہے، اور سببِ وجوب قربانی کی ادائیگی کے عمل سے مقدم و متصل ہوتا ہے، ورنہ قربانی کا عمل ادا نہیں کہلاتا، اور وقت میں ادا کا عمل نہ پائے جانے اور وقت کے ختم ہوجانے سے یہ عمل قضاء ہوجاتا ہے۔

اب اگر مضحی اور اضحیہ دونوں کا مقام متحد ہے یا مختلف ہے، لیکن دونوں مقامات کے اوقات متحد ہیں، تو قربانی کا وقت (ابتداءً وانتہاءً) دونوں کے حق میں ساتھ ساتھ ہوگا۔

لیکن اگر مضحی (یعنی قربانی کا مالک) ایک مقام پر ہے، اور اس کا اضحیہ (یعنی قربانی کا جانور) دور دراز ایسے مقام پر ہے کہ دونوں مقام کے اوقات میں تفاوت پایا جاتا ہے، تو فقہ حنفی کی رو سے اس مضحی کی قربانی کی ادائیگی درست ہونے کے لئے ضروری ہوگا کہ مضحی کے حق میں سببِ وجوب (یعنی وقت) متحقق وموجود ہو، کیونکہ سببِ وجوب کا تعلق مضحی یا مکلّف کے ذمہ سے ہے۔ [1]

اور پھر یہ سببِ وجوب اس کی قربانی کی ادائیگی یعنی ذبح کے عمل کے ساتھ مقارِن ومتصل بھی ہو، کیونکہ وقت کا ہونا قربانی کے لئے شرطِ اداء بھی ہے، اور الغرض مقامِ مضحی اور مقامِ اضحیہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(كشف الاسرار، ج ا ص ۲۱۵، باب تقسيم المأمور به فى حكم الوقت)

ومن حكمه أن التأخير عن الوقت يوجب الفوات لذهاب شرط الاداء (أصول البزدوى مع شرحه كشف الاسرار، ج ا، ص ۲۲۹، باب تقسيم المأمور به فى حكم الوقت)

فالاداء إنما يتحقق فى الوقت والتأخير عنه يكون تفويتا، ومعلوم أن الاداء بأركان يتحقق من المؤدى قبل خروج الوقت، فعرفنا أن خروج الوقت مفوت باعتبار أنه يفوت به شرط الاداء .

وبيان أنه سبب للوجوب أنه لا يجوز تعجيلها قبله، وأن الواجب تختلف صفته باختلاف الاوقات، فهذا علامة كون الوقت سببا لوجوبها (أصول السرخسى، ج ا، ۳۰، فصل: فى بيان موجب الامر فى حكم الوقت)

[1] وَالْفَرْقُ بَيْنَ نَفْسِ الْوُجُوبِ وَوُجُوبِ الْأَدَاءِ أَنَّ الْأَوَّلَ هُوَ اشْتِغَالُ ذِمَّةِ الْمُكَلَّفِ بِالشَّيْءِ، وَالثَّانِي هُوَ لُزُومُ تَفْرِيغِ الذِّمَّةِ عَمَّا تَعَلَّقَ بِهَا فَلَا بُدَّ لَهُ مِنْ سَبْقِ حَقٍّ فِي ذِمَّتِهِ (التوضيح فى حل غوامض التنقيح مع شرح التلويح ج ا ص ۳۹۲، الباب الثانى، فصل المأمور به نوعان مطلق ومؤقت، لعبيد الله بن مسعود المحبوبى البخارى الحنفى)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

دونوں مقامات پر قربانی کا وقت موجود ہو۔

اور اگر اضحیہ کسی شہر میں ہے، تو ایک اضافی شرطِ اداء کی رو سے قربانی کی ادائیگی کا عمل درست وجائز ہونے کے لئے وہاں عید کی نماز کا ہونا بھی ضروری ہوگا۔

اب مذکورہ تفصیل کے بعد مقامِ مضحی واضحیہ کے اعتبار سے اوقات کے متفاوت ہونے کی ممکنہ ومتوقعہ صورتوں کو مع حکم کے ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱)......مقامِ مضحی میں یوم النحر کی طلوعِ فجر نہیں ہوئی، لیکن مقامِ اضحیہ میں یوم النحر کی طلوعِ فجر ہوچکی ہے، تو جب تک مقامِ مضحی میں بھی یوم النحر کی طلوعِ فجر نہ ہوجائے، اور اگر مقام اضحیہ کوئی شہر ہے تو وہاں کسی ایک مقام پر عید کی نماز بھی نہ ہوجائے، اس وقت تک قربانی کرنا جائز نہیں۔

کیونکہ جب تک مقامِ مضحی میں یوم النحر کی طلوعِ فجر نہ ہوگی، اُس وقت تک مضحی کے حق میں سببِ وجوب شروع نہ ہونے کی وجہ سے اس کو اصالتاً اور وکالتاً قربانی کرنا جائز نہیں ہوگا، اور شہر میں عید کی نماز کا ہونا اضافی شرطِ اداء ہے، جس کا تعلق اُضحیہ سے ہے۔

لہٰذا مقامِ اضحیہ میں عید کی نماز کا ہونا بھی ضروری ہوگا۔ [1]

---

[1] وَسَبَبُهَا طُلُوعُ فَجْرِ يَوْمِ النَّحْرِ وَرُكْنُهَا ذَبْحُ مَا يَجُوزُ ذَبْحُهُ وَسَيَأْتِي الْكَلَامُ فِي صِفَتِهَا (تكملة البحر الرائق للطورى، ج۸، ص۱۹۷، كِتَابُ الْأُضْحِيَّةِ)

وَالْفَرْقُ بَيْنَ نَفْسِ الْوُجُوبِ وَوُجُوبِ الْأَدَاءِ أَنَّ الْأَوَّلَ هُوَ اشْتِغَالُ ذِمَّةِ الْمُكَلَّفِ بِالشَّيْءِ، وَالثَّانِي هُوَ لُزُومُ تَفْرِيغِ الذِّمَّةِ عَمَّا تَعَلَّقَ بِهَا فَلَا بُدَّ لَهُ مِنْ سَبْقِ حَقٍّ فِي ذِمَّتِهِ (التوضيح فى حل غوامض التنقيح مع شرح التلويح ج ۱ ص ۳۹۲ ،الباب الثانى،فصل المأمور به نوعان مطلق ومؤقت، لعبيد الله بن مسعود المحبوبى البخارى الحنفى)

ثم الجزء الذى يتعين يصير سببا لتغير صفته من الصحة و الفساد فإن كان صحيحا فلا يتأدى بصفة النقصان، وإن كان ناقصا يجوز أن يتأدى بصفة النقصان وفيه يعتبر حال المكلف (مجمع الأنهر فى شرح ملتقى الأبحر، ج ۱ ،ص ۷۳، كتاب الصلاة)

لا خلاف فى أن وجوب الأداء لا يتقدم على نفس الوجوب (شرح التلويح، ج ۱ ، ص ۳۹۶)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(۲)......مقامِ مضحی میں یوم النحر کی طلوعِ فجر ہوچکی ہے، لیکن مقامِ اضحیہ میں یوم النحر کی طلوعِ فجر نہیں ہوئی، تو جب تک مقامِ اضحیہ میں بھی یوم النحر کی طلوعِ فجر نہ ہوجائے، اور اگر مقامِ اضحیہ کوئی شہر ہے تو وہاں کسی ایک مقام پر عید کی نماز بھی نہ ہوجائے، اس وقت تک قربانی کرنا جائز نہیں۔

کیونکہ اگرچہ مضحی کے حق میں سببِ وجوب متحقق ہوچکا ہے، لیکن قربانی کا وقت شرطِ اداء بھی ہے، اور شہر میں عید کی نماز کا ہونا اضافی شرطِ اداء ہے، اور اداء فعل ہے، جس کا تعلق اضحیہ سے ہے۔

اس لئے مقامِ اضحیہ میں قربانی کے عمل کی ادائیگی درست ہونے کے لئے وقت اور عید کی نماز کی شرائطِ اداء کا پایا جانا ضروری ہوگا۔ [1]

(۳)......مقامِ مضحی میں تیسرے دن (یعنی بارہ ذی الحجہ) کا سورج غروب ہوچکا ہے، لیکن مقامِ اضحیہ میں تیسرے دن کا سورج غروب نہیں ہوا، تو اراقتِ دم سے اس کی قربانی ادا نہیں ہوگی۔

کیونکہ مضحی کے حق میں سببِ وجوب اور شرطِ اداء ختم ہوجانے کی وجہ سے اس کے ذمہ قضاء متحقق ہوچکی ہے، اور اس کے ذمہ اراقتِ دم کے بجائے تصدق لازم ہوچکا ہے، لہٰذا اب اس کا وجوب اصالتاً ووکالتاً اراقتِ دم سے ادا نہ ہوگا، بلکہ تصدق

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فإذا ثبت تقرر السبب ثبت صحة الاداء (أصول السرخسي، ج۲، ص۲۷۹، فصل :في بيان فساد الوضع)

فإذا أدى قبل ذلك الوقت كان مؤديا قبل وجود سبب الوجوب فلهذا لا يجوز (المبسوط للسرخسي، ج۳ص ۱۳۱، كتاب نوادر الصوم)

[1] وَأَمَّا شَرَائِطُ أَدَائِهَا فَمِنْهَا الْوَقْتُ فِي حَقِّ الْمِصْرِيِّ بَعْدَ صَلَاةِ الْإِمَامِ وَالْمُعْتَبَرُ مَكَانُ الْأُضْحِيَّةِ لَا مَكَانُ الْمُضَحِّي (تكملة البحر الرائق للطوری، ج۸، ص۱۹۷، كِتَابُ الْأُضْحِيَّةِ)

فَيُعْتَبَرُ فِي الْأَدَاءِ مَكَانُ الْمَحَلِّ وَهُوَ الْمَالُ لَا مَكَانُ الْفَاعِلِ بِخِلَافِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ حَيْثُ يُعْتَبَرُ فِيهَا مَكَانُ الْفَاعِلِ لِأَنَّهَا تَتَعَلَّقُ بِالذِّمَّةِ وَالْمَالُ لَيْسَ بِمَحَلٍّ لَهَا (تكملة البحر الرائق للطوری، ج۸، ص ۲۰۰، كِتَابُ الْأُضْحِيَّةِ)

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ضروری ہوگا۔ ؎۱

(۴)......مقامِ مضحی میں تیسرے دن (یعنی بارہ ذی الحجہ) کا سورج غروب نہیں ہوا، لیکن مقامِ اضحیہ میں تیسرے دن کا سورج غروب ہو چکا ہے، تو اگرچہ مضحی کے حق میں سببِ وجوب موجود ہے، اور اس کے حق میں قربانی قضاء نہیں ہوئی۔ ؎۲

لیکن مقامِ اضحیہ میں وقتِ اداء فوت ہوجانے (یعنی ظاہراً وحساً تیسرے دن کا سورج غروب ہوجانے) کی وجہ سے شرطِ اداء فوت ہوگئی ہے، جس کا تعلق فعلِ ذبح کے ساتھ ہے، اور اس صورت میں سببِ وجوب کا فعلِ اداء سے اتصال واقتران متعذر ہے، اس لئے اس صورت میں بھی قربانی کی ادائیگی کو فقہی اصولوں کے مطابق درست قرار دیا جانا مشکل ہے۔ ؎۳

؎۱ أَنَّ بَعْضَ الْوَقْتِ سَبَبٌ إنَّمَا هُوَ فِي الْأَدَاءِ ,أَمَّا إذَا لَمْ يُؤَدِّ فِي الْوَقْتِ فَفِي حَقِّ الْقَضَاءِ كُلُّ الْوَقْتِ سَبَبٌ؛ لِأَنَّ الدَّلَائِلَ دَالَّةٌ عَلَى سَبَبِيَّةِ كُلِّهِ لَكِنْ فِي الْأَدَاءِ عَدَلْنَا عَنْ سَبَبِيَّةِ الْكُلِّ إلَى سَبَبِيَّةِ الْبَعْضِ لِضَرُورَةٍ، وَهِيَ أَنَّهُ يَلْزَمُ حِينَئِذٍ التَّقَدُّمُ عَلَى السَّبَبِ أَوْ تَأَخُّرُ الْأَدَاءِ عَنْ الْوَقْتِ، وَهَذِهِ الضَّرُورَةُ غَيْرُ مُتَحَقِّقَةٍ فِي الْقَضَاءِ(التوضيح مع شرحه التلويح ج ا ص ۳۹۸، الباب الثانی، فصل المامور به)

؎۲ اور اس لئے اگر مضحی اپنے مقام پر قربانی کرے تو درست ہے۔ مگر ما نحن فیہ میں بحث دوسرے متفاوت الاوقات مقام پر قربانی کرنے سے ہے۔

؎۳ التاخير عن الوقت يوجب الفوات لذهاب شرط الاداء (اصول البزدوى، ج ا ، ص ۴۳، باب تقسيم المأمور به فى حكم الوقت)

فعرفنا أن الوقت ليس بمعيار ولكنه ظرف للاداء وهو شرط أيضا.

فالاداء إنما يتحقق فى الوقت والتأخير عنه يكون تفويتا، ومعلوم أن الاداء بأركان يتحقق من المؤدى قبل خروج الوقت، فعرفنا أن خروج الوقت مفوت باعتبار أنه يفوت به شرط الاداء.

وبيان أنه سبب للوجوب أنه لا يجوز تعجيلها قبله، وأن الواجب تختلف صفته باختلاف الاوقات، فهذا علامة كون الوقت سببا لوجوبها (اصول السرخسى، ج ا ، ص ۳۰)

ومن حكمه أن التأخير عن الوقت يوجب الفوات لذهاب شرط الاداء (أصول البزدوى، ج ا ، ص ۴۳، باب تقسيم المأمور به فى حكم الوقت)

فالاداء إنما يتحقق فى الوقت والتأخير عنه يكون تفويتا، ومعلوم أن الاداء بأركان يتحقق من المؤدى قبل خروج الوقت، فعرفنا أن خروج الوقت مفوت باعتبار أنه يفوت به شرط الاداء.

وبيان أنه سبب للوجوب أنه لا يجوز تعجيلها قبله، وأن الواجب تختلف صفته باختلاف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

پس مقامِ مضحی ومقامِ اضحیہ کے اوقات متفاوت ہونے کی صورت میں قربانی جیسی نازک عباداتِ موقتہ اور قربتِ غیر معقولہ کو فقہ حنفی کی رو سے شرعی اصولوں کے مطابق انجام دینے کا اسلم واحوط طریقہ یہ ہے کہ دونوں کے مقامات میں وقت کے پائے جانے اور موجود ہونے کا لحاظ کیا جائے، اور مقامِ اضحیہ اگر کوئی شہر یا قصبہ ہے جس میں عید کی نماز واجب اور درست ہوتی ہے، تو عید کی نماز کے ہونے کا بھی انتظار کیا جائے، اور اس کے برعکس اس قربتِ غیر معقولہ کو جو مخصوص وقت میں ہی قربت بنتی ہے، قیاسی استدلالات کے ذریعہ سے فقہی اصولوں ونزاکتوں کو نظرانداز کردینے کے طرزِ عمل سے اجتناب کیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ ہمارے نزدیک قربانی کے شرعی وفقہی اعتبار سے صحیح اور سلامتی وعافیت والی بے غبار صورت یہ ہے کہ مقامِ مضحی اور مقامِ اضحیہ دونوں میں دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر سے لے کر بارہ ذی الحجہ کے غروب کے درمیانی وقت کا لحاظ کیا جائے، اور مقامِ اضحیہ کوئی شہر ہے، تو وہاں دس ذی الحجہ کو عید کی نماز ہونے کا بھی لحاظ کیا جائے۔

فقط، واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم، وعلمہٗ اتم واحکم

محمد رضوان

۲۷/ شعبان المعظم/ ۱۴۳۲ھ 30/ جولائی/ 2011ء بروز ہفتہ ادارہ غفران، راولپنڈی

(ماخوذ از ”شرائطُ التضحیۃ فی اوقاتِ الاضحیۃ“ علمی وتحقیقی سلسلہ نمبر ۲۱، ملخصاً)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الاوقات، فهذا علامة كون الوقت سببا لوجوبها (أصول السرخسی، ج ۱، ۳۰، فصل: فی بیان موجب الامر فی حکم الوقت)

لان الأصل فی السبب هو الاتصال بالمسبب كما فی شرح المنار لابن نجيم (رد المحتار، ج ۱، ص ۳۵۶، كتاب الصلاة)

وَأَمَّا شَرَائِطُ أَدَائِهَا فَمِنْهَا الْوَقْتُ فِي حَقِّ الْمِصْرِيِّ بَعْدَ صَلَاةِ الْإِمَامِ وَالْمُعْتَبَرُ مَكَانُ الْأُضْحِيَّةِ لَا مَكَانُ الْمُضَحِّي (تكملة البحر الرائق للطوری، ج ۸، ص ۱۹۷، كِتَابُ الْأُضْحِيَّةِ)

فَيُعْتَبَرُ فِي الْأَدَاءِ مَكَانُ الْمَحَلِّ وَهُوَ الْمَالُ لَا مَكَانُ الْفَاعِلِ (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج ۸، ص ۲۰۰، كِتَابُ الْأُضْحِيَّةِ)

علاوہ ازیں ظاہراً وحساً تیسرے دن کا غروب ہونے کے بعد قربانی کرنا عوام میں فتنہ وانتشار اور غلط فہمی کا بھی باعث ہے۔

Idara Ghufran

ماہِ ذی الحجہ کے چند اہم تاریخی واقعات

(مرتب: مولانا طارق محمود: ادارہ غفران، راولپنڈی)

پہلی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......نبوت سے پانچ سال پہلے ذی الحجہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کے بعد اہلِ قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔

سرمایہ کی کمی کی وجہ سے خانہ کعبہ کی سابقہ تعمیر کی چار دیواری میں سے کچھ حصہ چھوڑ کر بنیاد اٹھائی گئی، اور حطیم جو اصل میں خانہ کعبہ کا حصہ تھا، اس تعمیر میں نہ آسکا۔

(تاریخ المکۃ المکرمہ ص ۵۹، البدایۃ والنھایۃ ج ۲، فصل فی تجدید قریش بناء الکعبۃ قبل المبعث خمس سنین)

□......ماہِ ذی الحجہ ۲ ھ: میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی (تقویم تاریخی ص ۱)

آپ کا نکاح اسی سال رجب میں ہوگیا تھا، رخصتی نہایت سادگی کے ساتھ ہوئی، جہیز میں ایک چارپائی، ایک چادر، چمڑے کا ایک تکیہ (جو کھجور کی چھال یا خوشبودار گھاس ''اذخر'' سے بھرا ہوا تھا) ایک مشکیزہ اور ایک آٹا پیسنے کی چکی شامل تھی، رخصتی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لائے اور آپ دونوں کو نصیحتیں فرمائیں۔

(عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۱۶۶، البدایۃ والنھایۃ ج ۳ فصل فی دخول علی ابن ابی طالب علی زوجتہ فاطمہ وفصل فی جمل من الحوادث سنۃ ثنین من الھجرۃ)

□......ماہِ ذی الحجہ ۲ ھ: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ السویق کے لئے تشریف لے گئے۔

اسے غزوہ سویق اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس غزوہ میں مشرکوں کا بیشتر توشہ ستو تھے جو مسلمانوں کو غنیمت میں ہاتھ آئے، یہ غزوہ ''قرقرۃ الکدر'' کے قریب ابوسفیان اور کفارِ قریش سے ہوا تھا، غزوہ بدر کے بعد ابوسفیان نے قسم کھا رکھی تھی کہ وہ جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے انتقام نہ لے اور مقتولینِ بدر کے بدلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو قتل نہ

Idara Ghufran

کر لے نہ گھی کا استعمال کرے گا، نہ غسلِ جنابت کرے گا، چنانچہ ابوسفیان اپنے ساتھ دوسو سواروں کو لے کر ”عریض“ تک پہنچا، یہ جگہ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ ۵ر ذی الحجہ کو اتوار کے دن دوسو سواروں کے ہمراہ مقابلہ کے لئے نکلے، اور مدینہ کا حاکم سباع بن عرفطہ یا ابن ام مکتوم یا ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہم کو بنایا، ابوسفیان اور اس کے رفقا کو خبر ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں رعب ڈال دیا اور انہوں نے سر پر پاؤں رکھ کر مکہ کا رخ کیا اور بھاگتے ہوئے بوجھ ہلکا کرنے کی خاطر ستو کی بوریاں گراتے گئے ، مسلمانوں نے ان کی بوریوں کے علاوہ دیگر سازوسامان کو غنیمت بنایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلامقابلہ کامیاب وکامران واپس تشریف لائے ”بعض حضرات کے نزدیک یہ واقعہ محرم ۳ھ میں پیش آیا“

(عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص ۱۷۰ تا ۱۷۱، تاریخ ابنِ خلدون، ج ۲ ص ۲۲، البداية والنهاية، ج ۳ ص ۳۴۴، فصل غزوة السويق في ذي الحجة منها)

□......ماہِ ذی الحجہ ۵ھ: میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (تقویم تاریخی ص ۲)
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”سعد بن معاذ کی وفات ہوئی تو عرش الٰہی کانپ اٹھا“ اور ایک روایت میں ہے کہ ”ان کے جنازے میں ایسے ستر ہزار فرشتوں نے شرکت کی جن کے قدم اس سے پہلے کبھی زمین پر نہیں لگے تھے“ ان کی موت کا ظاہری سبب یہ ہوا تھا کہ انہیں غزوہ خندق میں ایک کافر کا تیر لگا، جو ان کی رگِ جاں میں پیوست ہوگیا تھا۔

(عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص ۲۰۸، البداية والنهاية ج ۴، ۱۳۰، وفات سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ)

□......ماہِ ذی الحجہ ۶ھ: میں صحابیہ حضرت اُمِ رومان رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔
آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ابتدائی دور میں اسلام قبول کرنے والوں میں سے تھیں، آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں فوت ہوگئی تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا ”کہ اگر کوئی حورِ عین کو دیکھنا چاہے تو وہ اُمِ رومان کو دیکھ لے“

(الاصابة ج ۸، كتاب النساء، حرف الراء، من ذكر لها صحبة، تاريخ الاسلام للامام الذهبي،

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

ج ۲ ص ۴۰۲، المنتظم لابن الجوزی، ج ۳ ص ۲۹۱)

□ ...... ماہِ ذی الحجہ ۶ ھ: میں غزوہ ''ذی قرد'' ہوا جسے غزوۃ الغابہ بھی کہتے ہیں۔

''ذوقرد'' غطفان سے متصل خیبر کے راستہ میں مدینہ سے کچھ فاصلہ پر ایک کنواں تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی کہ عیینہ بن حصن نامی شخص نے چالیس سواروں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مویشیوں پر ڈاکہ ڈالا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا اور تین سو افراد کو مدینہ کے پہرے پر مقرر کیا اور خود پانچ سو اور بقول بعض سات سو غازیوں کو لے کر ان ڈاکوؤں کے تعاقب میں نکلے، حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ تن تنہا پیدل سفر کر کے ان ڈاکوؤں کے تعاقب کے لئے تمام مسلمانوں سے آگے نکل گئے مشرکوں پر تیراندازی کرتے ہوئے انہوں نے تمام اونٹ واپس حاصل کئے اور دشمنوں سے بہت سا مال غنیمت لیا، اور اپنے تیروں سے کئی کافروں کو مار کر جہنم رسید بھی کیا، یہ تن تنہا اونٹوں کو واپس لا رہے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پہنچ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہیں سے مدینہ واپس تشریف لے آئے'' بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ غزوہ ذی قرد دومرتبہ ہوا اس لئے اس کے مہینوں میں اختلاف ملتا ہے''

(عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۷۹، البدایۃ والنہایۃ ج ۴ غزوۃ ذی قرد، تاریخ الطبری، ج ۲ ص ۵۹۶، باب غزوۃ ذی قرد، سیرت ابن ہشام غزوہ ذی قرد)

□ ...... ماہِ ذی الحجہ ۷ ھ: میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عمرۃ القضاء'' ادا فرمایا۔

اس عمرہ کو ''عمرۃ القصاص'' اور ''عمرۃ الصلح'' اور ''عمرۃ القضیہ'' بھی کہا جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یکم ذی القعدہ کو اس عمرہ کے لئے روانہ ہوئے، اس موقعہ پر مدینہ طیبہ میں ایک صحابی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ذوالحلیفہ'' نامی میقات سے عمرہ کا احرام باندھا (ذوالحلیفہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف راستے میں واقع ہے) اس سفر میں عورتوں اور بچوں کے علاوہ بارہ سو افراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

تھے۔ذی الحجہ کے مہینے میں طواف وسعی کر کے عمرہ سے فراغت اور مکہ میں تین روز قیام کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔

(عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص ۲۳۲، تاریخ الاسلام للذھبی، ج ۲ ص ۴۸۰، تاریخ خلیفة بن خیاط، ج ا ص ۸۶)

□......ماہِ ذی الحجہ ۸ ھ: میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، آپ چھوٹی ہی عمر میں فوت ہوگئے تھے۔

(عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص ۲۴۸، المختصر فی اخبار البشر، باب حصار الطائف، تاریخ الیعقوبی، باب مولد ابراھیم بن رسول اللہ، الاصابة ج ا، حرف الالف، باب الھمزة بعدھا الباء، البدایة والنھایة ج ۵، ص ۳۰۷، فصل فی اولادہ علیہ السلام، المنتظم لابن الجوزی، ج ۳ ص ۳۴۴)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹ ھ: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تین سو صحابۂ کرام کو حج کے احکام دے کر بھیجا (تقویم تاریخی ص ۳)

ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سورہ توبہ کے اعلان کرنے کا حکم دے کر بھیجا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورہ توبہ کی ابتدائی آیات کو ان کے احکامات سمیت پڑھ کر سنایا، کہ اس سال کے بعد آئندہ کوئی مشرک بیت اللہ میں داخل نہ ہوگا، اور کوئی برہنہ طواف نہیں کرے گا۔

(رحمۃ للعالمین ج ا ص ۲۵، المختصر فی اخبار البشر، باب حج أبی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ بالناس، البدایة والنھایة ج ۵ ص ۳۶، ذکر بعث رسول اللہ ابا بکر الصدیق امیرا علی الحج سنة تسع)

□......ماہِ ذی الحجہ ۱۰ ھ: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ حج ادا فرمایا (تقویم تاریخی ص ۳)

یہ حج ''حجۃ الوداع'' کے نام سے مشہور ہے، اور اس حج کے موقع پر بے شمار اہم واقعات اور شرعی احکام پیش آئے۔ ۹ ذی الحجہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''قصویٰ'' نامی اونٹنی پر بیٹھ کر تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں امت کو آئندہ زندگی کے بارے میں ہدایات فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں شریک

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

نہ ہونگے، لوگو! تمہارے خون اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہیں جس طرح تم آج کے دن کی اور اس شہر کی حرمت کرتے ہو، لوگو! تمہیں عنقریب خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا، خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہوجانا، ایک دوسرے سے جھگڑنا نہیں، لوگو! جاہلیت کی ہر بات کو میں اپنے پاؤں کے نیچے پامال کرتا ہوں۔

(عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص ۳۱۴، البداية والنهاية ج۵ ص ۱۰۹، كتاب حجة الوداع في سنة عشر ويقال لها حجة البلاغ، وحجة الإسلام، وحجة الوداع)

□ ...... ماہِ ذی الحجہ ۱۰ ھ: میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن میدانِ عرفات میں ایک عظیم وبلیغ خطبہ دیا۔

جس میں لوگوں کو احکام حج اور شرائع اسلام کی تعلیم دی، اور اس خطبے میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جاہلیت کے سب خون معاف کردیے گئے ہیں (لہٰذا کوئی شخص جو جاہلیت کے دور میں قتل ہوا۔ آئندہ اس کے خون کا مطالبہ نہیں ہوگا) نیز جاہلیت کے تمام سود ختم کئے جاتے ہیں، چنانچہ میں سب سے پہلے اپنے چچازاد بھائی ''ربیعہ بن حارث'' کا خون معاف کرتا ہوں اور سب سے پہلے (اپنے چچا) عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کا سود معاف قرار دیتا ہوں۔

(عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص ۳۱۷ بتغیر، البداية والنهاية ج۵ ص ۱۰۹، كتاب حجة الوداع في سنة عشر ويقال لها حجة البلاغ، وحجة الإسلام، وحجة الوداع)

□ ...... ماہِ ذی الحجہ ۱۰ ھ: میں حجۃ الوداع کے موقع پر ذی الحجہ کی ۹ تاریخ کو میدانِ عرفات میں درج ذیل آیتِ مبارکہ ''جس میں دین کی تکمیل کا اعلان ہے'' حج کے مبارک موقع پر نازل ہوئی:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورہ مائدہ)

ترجمہ: آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے (ہر طرح) کامل ومکمل بنادیا، اور تم پر اپنا انعام (آج) پورا کردیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

لئے (ہمیشہ کو) پسند کرلیا (کہ قیامت تک تمہارا یہی دین رہے گا، اس کو منسوخ کرکے دوسرا دین تجویز نہ کیا جائے گا)

(عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص ۳۱۷، المختصر فی اخبار البشر، باب حجة الوداع، البداية والنهاية، ج۵ ص ۱۰۹، کتاب حجة الوداع)

☐ ...... ماہِ ذی الحجہ ۱۲ ؁ھ: میں حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا (تقویم تاریخی ص ۳۰)

آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے، ان کا نکاح بعثتِ نبوی سے پہلے ہی ہوگیا تھا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی ایمان لے آئیں تھیں، لیکن ابو العاص رضی اللہ عنہ نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم شعبِ ابی طالب میں محصور تھے تو ابو العاص رضی اللہ عنہ جان پر کھیل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک کھانے پینے کا سامان پہنچاتے تھے ۷ ؁ھ میں اسلام قبول کیا، آپ کی وفات ایک روایت کے مطابق ۱۳ ؁ھ میں اور ایک روایت کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں مسیلمہ کذاب سے جنگ کے دوران شہادت کی صورت میں ہوئی (صحابہ انسائیکلوپیڈیا ص ۶۳۶، المنتظم لابن الجوزی، ج۴ ص ۱۱۴)

☐ ...... ماہِ ذی الحجہ ۲۳ ؁ھ: میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔

مدینہ منورہ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ کا ایک ایرانی غلام ”ابولؤلؤ“ رہتا تھا، ایک دن وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے آقا نے مجھ پر بہت زیادہ محصول لگا رکھا ہے آپ اس کو کم کرادیجئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا محصول ہے؟ اس نے کہا دو درہم روزانہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم کیا پیشہ کرتے ہو؟ اس نے کہا ”بخاری، نقاشی، آہنگری“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارے لئے تو یہ کچھ زیادہ محصول نہیں ہے، غلام اس جواب سے ناراض ہوا اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ اچھا سمجھوں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”مجھے ایک غلام نے ڈانٹ دیا“ اور یہ کہہ کر خاموش ہوگئے، دوسرے روز صبح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز کے لئے مسجد نبوی تشریف لائے، ابولؤلؤ زہر آلود خنجر چھپائے پہلے ہی کھڑا

Idara Ghufran

تھا، جوں ہی آپ نے تکبیر کہی اس نے شانہ اور ناف پر چھ وار کیے، آس پاس کے لوگ اسے پکڑنے کے لئے بھاگے اس نے انھیں بھی زخمی کر دیا مگر جب اس نے دیکھا کہ نجات کی کوئی صورت نہیں تو اپنے آپ کو بھی خنجر مار کر خودکشی کر لی، زخمی ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کی ہدایت کی، انھوں نے جلدی جلدی نماز پوری کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس دوران زمین پر پڑے رہے، نماز سے فراغت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر لایا گیا، آپ نے لوگوں سے پوچھا! یہ بتاؤ میرا قاتل کون ہے؟ جواب دیا گیا، ابولؤلؤ! آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرے خون سے کسی مسلمان کے ہاتھ رنگین نہیں ہوئے۔

(تاریخ ملت ج۱ص۲۸۹، البداية والنهاية، ج۷ص۱۳۸، ثم دخلت سنة ثلاث وعشرين)

□......ماہِ ذی الحجہ ۳۵ھ: میں خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی (تقویم تاریخی ص۹)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقِ خاص اور کاتبِ وحی تھے، آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دس حواریوں میں سے تھے جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی، آپ ان چھ بزرگوں میں سے تھے جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ''اہل شوریٰ'' تجویز کیا اور خبر دی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت خوش ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض موقعوں پر آپ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بھی تجویز کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بھی مشیر خاص رہے اور خلافت کی خدمات میں دستِ راست اور معاونِ خصوصی بنے رہے، ان کی سخاوت کا ایک عجیب واقعہ یہ ہوا کہ مدینہ منورہ آنے کے بعد مہاجرین کو پانی کی سخت تکلیف تھی پورے شہر میں صرف ''بیرِ رومہ'' نام کا ایک کنواں تھا جس کا پانی پینے کے لائق صاف ستھرا تھا، لیکن اس کا اصل مالک ایک یہودی تھا اور اس کنویں کو اس نے ذریعۂ معاش بنا رکھا تھا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں

Idara Ghufran

کی اس تکلیف کو دیکھ کر اس کنویں کو خرید کر مسلمانوں کے فائدے کے لئے وقف کرنا چاہا، سخت کوشش کے بعد وہ یہودی کنویں کا صرف آدھا حق فروخت کرنے پر راضی ہوا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بارہ ہزار درہم کی خطیر رقم میں آدھا کنواں خرید لیا اور یہ شرط طے ہوئی کہ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی باری ہوگی اور دوسرے دن یہ کنواں اس یہودی کے لئے مخصوص رہے گا، جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی باری ہوتی اس روز مسلمان اس کنویں سے اس قدر پانی بھر لیتے کہ وہ پانی ان کے لئے دو دن تک کافی رہتا، یہودی نے جب دیکھا کہ اب اس کو اس کنویں سے کوئی کمائی نہیں ہو رہی تو وہ باقی آدھا کنواں بھی فروخت کرنے پر راضی ہو گیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آٹھ ہزار درہم کی خطیر رقم سے اس کو خرید کر عام مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا، اس طرح مسلمانوں کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فیضِ سخاوت کا یہ پہلا موقعہ تھا جس سے فرزندانِ توحید کے پیاسے ہونٹ سیراب ہوئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت عالم اسلام کی ایک اندوہناک اور تاریخی شہادت ہے، جس میں بے شمار سبق آموز نصیحتیں موجود ہیں۔

(سیر الصحابۃ ج۱ ص۱۷۸، الاصابة ج۴ حرف العين المهملة، العين بعدها الثاء، البداية والنهاية ج ۷، ص۱۹۰)

□ ...... ماہِ ذی الحجہ ۴۴ھ: میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی

(تقویم تاریخی ص۱۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنے خاندان کے ایک ذی اثر رئیس تھے، اس لئے ان کی دعوتِ حق نے بہت جلد قبولیت حاصل کر لی اور وہ اپنے ساتھ اپنے تقریباً پچاس ساتھیوں کو لے کر بارگاہِ نبوت کی طرف چل پڑے لیکن طوفان اور مخالف سمت کی ہوا نے اس کشتی کو حجاز کے بجائے حبشہ نامی مقام کی طرف پہنچا دیا، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور مشرکین مکہ کے ہاتھوں ستائے ہوئے دوسرے مسلمان جو حبشہ ہجرت کر کے آئے تھے اور اب تک موجود تھے، یہ حضرات جب مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

اس قافلہ کے ساتھ مدینے جانے کے لئے شریک ہو گئے ، اور عین اس وقت مدینہ منورہ تشریف لائے جب کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم یہودیوں کا مضبوط قلعہ خیبر فتح کر کے آ رہے تھے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھیوں کوبھی خیبر کے مالِ غنیمت میں سے حصہ مرحمت فرمایا، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فتح مکہ اورغزوہ حنین میں بھی شریک تھے۔

(سیر الصحابہ ج۲ ص۳۱۵، تاریخِ مدینة دمشق لابنِ عساکر، ج۳۲ص ۱۰۰، حرف القاف فی اسماء آباء العبادلة)

□...... ماہِ ذی الحجہ ۴۵ھ: میں حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا (تقویم تاریخی ص۱۲)

آپ قبیلۂ عجلان کے سردار تھے، غزوۂ اُحد، غزوۂ خندق اور دوسرے غزوات میں شریک رہے، آپ کا انتقال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ہوا، انتقال کے وقت آپ کی عمر ایک سو پندرہ سے ایک سو بیس سال کے درمیان تھی۔

(سیر الصحابہ ج۵ ص۲۲۶، المنتظم لابن الجوزی، ج۵ ص ۲۱۶)

□...... ماہِ ذی الحجہ ۶۳ھ: میں حضرت صحابیٔ رسول حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔

کوفہ میں قیام پذیر تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں مدینہ منورہ تشریف لائے، آپ شکل وصورت سے نہایت حسین وجمیل تھے، ایامِ حرہ میں آپ کی شہادت ہوئی۔

(الاصابة، ج۶، حرف المیم ،تاریخِ مدینة دمشق لابنِ عساکر ج۵۹ ص ۳۵۹)

□...... ماہِ ذی الحجہ ۶۳ھ: میں صحابیٔ رسول حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔

آپ اہلِ صفہ سے تعلق رکھتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بجالاتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے ہر وقت آپ کے دروازے پر موجود رہتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال تک مدینہ میں رہے، اس کے بعد مدینہ سے منتقل

Idara Ghufran

ہو گئے اور ''ایام حرہ'' میں آپ کا انتقال ہوا۔

(الاصابة ج ۲ ،حرف الراء،ذكر من اسمه ربيعة بزيادة هاء في آخره،تحت ترجمة ربيعة بن كعب بن مالك،المنتظم لابن الجوزى، ج ٦ ص ١٧، ١٨)

□...... ماہِ ذی الحجہ ۶۳ ھ: میں صحابیٔ رسول حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔

آپ کے والد جلیل القدر صحابی حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ ہیں جو ''غسیل الملآئکۃ'' کے لقب سے مشہور ہیں، چھوٹے صحابۂ کرام میں آپ کا شمار ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی عمر سات سال تھی، ''ایام حرہ'' میں آپ کی شہادت ہوئی۔

(تاريخ مدينة دمشق لابن عساكر، ج ٢٧ ص ٤٢٢، تحت ترجمة عبدالله بن حنظلة،الاصابة ج ٤،حرف العين المهملة ،العين بعدها الباء، تاريخ الاسلام للذهبى، ج ٥ ص ١٤٥)

□...... ماہِ ذی الحجہ ۶۴ ھ: میں صحابیٔ رسول حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔

آپ مشہور صحابیہ حضرت فاطمہ بنتِ قیس رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے، اور وہ آپ سے دس سال بڑی تھیں، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو کوفہ اور دمشق کا گورنر بنایا تھا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ آپ نے پڑھائی تھی، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور مروان کی جنگ کے دوران آپ کی شہادت ہوئی۔

(تاريخ مدينة دمشق لابن عساكر، ج ٢٤ ص ٢٩٦، الاصابة ج ٣ حرف الضاد المعجمة،الضاد بعدها الباء والجيم والحاء، تاريخ الاسلام للامام الذهبى، ج ٥ ص ١٣٦)

□...... ماہِ ذی الحجہ ۶۴ ھ: میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کرائی (تقویم تاریخی ص ۱۰)

یزید کے دور میں جب یزید نے مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی اور منجنیقوں سے خانہ کعبہ کی عمارت کو شدید نقصان پہنچایا، اس سال حج کے موقع پر آنے والے بڑے بڑے صحابۂ کرام کے مشورے سے اس کی نئی تعمیر شروع کی گئی، اور خانہ کعبہ کے دو دروازے مشرق اور مغرب کی طرف بنائے گئے اور اس کے لئے بھی بہت سی خصوصیات رکھی گئیں۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(تاریخ ملت ج۱ص۵۹۶، الکامل فی التاریخ، باب ذکر بناء ابن الزبیر الکعبۃ)

□......ماہِ ذی الحجہ ۷۳ھ: میں خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دورِ حکومت میں خانہ کعبہ کی تعمیر کی گئی (تقویم تاریخی ص۱۹)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے تعمیری نقشہ کے بجائے اس کو اس حالت پر تعمیر کیا جس حالت پر اس کو اہلِ قریش نے تعمیر کیا تھا، ایک عرصہ بعد خلیفہ ہارون الرشید نے عبدالملک کی تعمیر کو ختم کر کے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے نقشہ پر تعمیر کرنا چاہا لیکن اس زمانے کے امام مالک رحمہ اللہ نے فتویٰ کے ذریعے ان کو منع کر دیا کہ بیت اللہ کی بار بار نئے نقشے سے تعمیر اس کی عظمتِ شان کے مناسب نہیں، اوراس طرح یہ ہر آنے والے بادشاہ کا کھلونا بن جائے گا چنانچہ خلیفہ اپنے عزم سے باز آ گئے (تاریخ المکۃ المکرّمہ ج۲ص۹۲، تاریخ ملت ج۱ ص۵۹۶)

□......ماہِ ذی الحجہ ۹۷ھ: میں میں فاتحِ اندلس (موجودہ سپین) موسیٰ بن نصیر رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تقویم تاریخی ص۲۵)

آپ کا شمار مشہور فاتحین میں ہوتا ہے، یورپ کے اکثر علاقوں کی فتوحات آپ ہی کی سرگردگی میں ہوئیں، خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے دور میں آپ پر خیانت کا جھوٹا مقدمہ چلا کر آپ کو افریقہ کی گورنری سے معزول کر کے تین لاکھ دینار جرمانے کا حکم سنایا گیا، آپ نے اپنا سب کچھ فروخت کر کے بڑی مشکل سے ایک لاکھ دینار ادا کئے باقی کسی سفارش وغیرہ سے معاف ہوئے، اس کے بعد آپ ایک عام مفلس اور ستم زدہ شہری تھے ۹۷ھ میں حج کے لئے نکلے توراستے میں بیمار ہوگئے، وفات سے ایک دن پہلے کہا کہ کل ایک ایسا شخص دنیا سے کوچ کرے گا جس کے کارناموں کا ڈنکا دنیا میں بج رہا ہے، اوراگلے دن دنیائے فانی سے منتقل ہوگئے۔

(تاریخ اندلس ص۱۲۵، تاریخ ملت ج۱ص۶۳۳، تاریخِ مدینۃ دمشق لابنِ عساکر، ج ۶۱ ص ۲۲۴،

دوسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

□......ماہِ ذی الحجہ ۱۰۷ھ: میں حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ کی وفات ہوئی

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(تقویم تاریخی ص۲۷)

آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے اور اپنے علمی اور اخلاقی لحاظ سے مدینہ منورہ کے ممتاز ترین بزرگوں میں سے تھے، مدینہ کے سات بڑے فقہاء میں شمار ہوتا تھا، اہلِ مدینہ کا جب کسی معاملہ میں اختلاف ہوتا تھا، تو ان سات فقہاء ہی میں سے کسی کے قول پر اعتماد کرتے تھے (سیر الصحابہ ج۷ص۲۰۴ بتغیر، تاریخ الاسلام للامام الذهبی، ج۷ ص ۲۲۳)

□...... ماہِ ذی الحجہ ۱۲۶ھ: میں خلیفہ وقت یزید بن ولید بن عبدالملک اموی کا طاعون کے مرض میں انتقال ہوا۔

یزید بن ولید بن عبدالملک عابد، زاہد، حاکم تھا، مگر چونکہ اس نے سابق حاکم کے بے جا ظلم وجور اور عیش پرستی سے تنگ آ کر ایک جتھے کی معاونت سے زبردستی اس سے حکومت لی تھی اور اسے قتل کروادیا تھا، اس لئے اس کی تخت نشینی کے فوراً بعد قصرِ شاہی میں مخالفت اور فتنہ عصبیت بیدار ہوگیا تھا، مگر اس نے حکمت، دانائی وقوت وزور سے بہت حد تک اپنے مخالف بھڑکتے ہوئے شرارے دبا رکھے تھے لیکن اس کی وفات کے بعد اس کی طرف سے نامزد خلیفہ ابراہیم مخالفین سے مقابلہ کی قوت وصلاحیت نہ رکھتے ہوئے جلد ہی ایک مقابلہ میں شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا، پھر نئے خلیفہ مروان بن محمد بن مروان نے اسے امان دے کر واپس بلا لیا۔

(البداية والنهاية ج۱۰ ص۱۷، المنتظم لابن الجوزی، ج۷ص ۲۵۶، تاریخِ ملت ج۱ص۷۰۶)

□...... ماہِ ذی الحجہ ۱۳۲ھ: میں اموی حکومت کا آخری حاکم مروان بن محمد بن مروان قتل ہوا۔

عباسی تحریک کے امام ابراہیم بن محمد کی زیرِ قیادت یہ تحریک سیاست وجنگ وجدل میں روز بروز زور پکڑتی گئی اور کوفہ پر مکمل قبضہ کے بعد عباسی حکومت کے پہلے حاکم کی حیثیت سے عبداللہ بن علی سفاح نے کوفہ میں بیعت لی، اور ایک لشکر اپنے چچا کے ہمراہ مروان بن محمد بن مروان کے مقابلہ کے لئے بھیجا اس مقابلہ میں اموی بری طرح مارے گئے اور بہت سے دریا میں ڈوب کر بھی مرے، مروان بھاگ کر موصل آ گیا مگر عباسی فوج کے مسلسل تعاقب کی وجہ

Idara Ghufran

سے بہت سے علاقوں (حران، قنسرین، دمشق، اردن، فلسطین) سے ہوتا ہوا بالآخر حدودِ مصر میں عباسی فوج کے گھیرے میں آ گیا اور مقابلہ کے دوران قتل ہوا، خلافت کی مدت پانچ سال دس مہینے اور سولہ دن تھی (البداية والنهاية ج۱۰ ص۴۶، ذكر من توفى فيها من الاعيان)

☐...... ماہِ ذی الحجہ ۱۵۸ھ: میں حضرت عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کی مکہ میں وفات ہوئی۔ وفات کے وقت عمر ۶۳ سال تھی، اس کی مدتِ خلافت ۲۲ سال ہے، اس کا پورا نام عبداللہ بن محمد بن علی تھا، پہلا عباسی خلیفہ ابوالعباس سفاح ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۶ھ کو فوت ہوا، اور اسی دن ابو جعفر منصور کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی، بغداد شہر کی تعمیر اس کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔

(العبر فی خبر من غبر ج۱ ص۲۳۰، الكامل ج۵ ص۲۱۵، المنتظم ج۸ ص۲۲۱، تاريخ اليعقوبى ج۲ ص۳۶)

☐...... ماہِ ذی الحجہ ۱۹۴ھ: میں حضرت ابو بحر سلم بن سالم بلخی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔ آپ ابراہیم بن طہمان اور امام ثوری رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں، آپ کا زہد و عبادت لوگوں میں مشہور و معروف تھا، کہا جاتا ہے کہ آپ چالیس سال تک بستر پر نہیں سوئے، اور چالیس سال تک افطار نہیں کیا مگر عیدین کے دنوں میں۔

(البداية والنهاية، ج۱۰ ص۲۲۵، المنتظم لابن الجوزى ج۱۰ ص۸، ۹)

تیسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

☐...... ماہِ ذی الحجہ ۲۰۳ھ: میں حضرت ابو عثمان محمد بن ابو بکر بصری برسانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کے اساتذہ میں ابنِ جریج، سعید بن ابی عروبۃ اور شعبہ رحمہم اللہ سرِ فہرست ہیں، احمد اور یحییٰ بن معین رحمہما اللہ آپ کے شاگرد ہیں، بغداد میں بھی کچھ عرصہ قیام کیا، بصرہ میں وفات ہوئی "وقيل توفى فى سنة اربع ومائتين" (المنتظم لان الجوزى، ج۱۰ ص۱۲۰)

☐...... ماہِ ذی الحجہ ۲۰۳ھ: میں حضرت نضر بن شمیل بن خرشہ بن زید بن کلثوم بن عنزۃ بن زہیر بن عمرو بن حجر بن خزاعی بن مازن رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

۱۲۲ھ میں ولادت ہوئی، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: ہشام بن عروہ، عثمان بن غیاث، اشعث بن عبدالملک حمرانی اور بہز بن حکیم رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: یحییٰ بن معین، یحییٰ بن یحییٰ، اسحاق بن راہویہ، اسحاق کوسج، احمد بن سعید الدارمی اور احمد بن سعد الرباطی رحمہم اللہ، ذی الحجہ کی آخری تاریخ کو فوت ہوئے اور محرم کی پہلی تاریخ کو دفن ہوئے۔
(سیر اعلام النبلاء ج۹ ص ۳۳۱)

□......ماہِ ذی الحجہ ۲۰۷ھ: میں مشہور مورخ حضرت ابوعبداللہ محمد بن عمر واقد المدینی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ امام واقدی کے نام سے مشہور ہیں، ابنِ ابی ذئب، معمر بن راشد، مالک بن انس اور سفیان الثوری رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ مشرقی بغداد کے قاضی بھی رہے ہیں، آپ کی کتب علمِ مغازی، سیرت، حدیث اور فقہ میں کافی مشہور ہیں، ۷۸ سال کی عمر میں وفات ہوئی، ایسی غربت کی حالت میں وفات ہوئی کی کفن تک میسر نہیں تھا، خلیفہ مامون نے کفن کا بندوبست کیا، اور خیزران کے مقبرے میں دفن ہوئے۔
(المنتظم لابن الجوزی ج۱۰ ص ۱۲۶، الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد ج۷ ص ۳۳۴، سیر اعلام النبلاء ج۹ ص ۴۵۷)

□......ماہِ ذی الحجہ ۲۱۱ھ: میں حضرت ابوالعباس احمد بن ابی خالد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ خلیفہ مامون کے وزیر تھے، اور بڑے ذہین اور ذی رائے انسان تھے، مامون نے نمازِ جنازہ پڑھائی (المنتظم لابن الجوزی، ج۱۰ ص ۲۴۴)

□......ماہِ ذی الحجہ ۲۲۱ھ: میں حضرت ابوعاصم ضحاک بن مخلد بن ضحاک بن مسلم شیبانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کو بصرہ کا محدث کہا جاتا تھا، حدیث کی سماعت یزید بن ابی عبید اور تابعین کی ایک بہت بڑی جماعت سے کی، اتنا وسیع علم تھا کہ کبھی کسی نے آپ کے ہاتھ میں کتاب نہیں دیکھی، امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوعاصم رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں نے جب سے سنا کہ غیبت

Idara Ghufran
Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

حرام ہے، میں نے آج تک کسی کی غیبت نہیں کی۔

(العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۳۶۲، شذرات الذهب ج ۱ ص ۲۸، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۲۲۶، سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۴۸۳)

□...... ماہِ ذی الحجہ ۲۲۲ ھ: میں حضرت ابوالیمان حکم بن نافع بہرانی حمصی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

حدیث کی روایت حریز بن عثمان اور ان کے طبقہ سے کرتے ہیں، امام احمد، ابن معین، محمد بن یحییٰ اور عمرو بن منصور رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، حمص کے مقام پر وفات ہوئی، حدیث کے معاملے میں ثقہ اور حجت شمار ہوتے ہیں، اور کثرت سے احادیث روایت کرتے ہیں، ۱۳۸ھ میں ولادت ہوئی۔

(العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۳۸۵، شذرات الذهب ج ۱ ص ۵۰، الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۴۷۲، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۲۵)

□...... ماہِ ذی الحجہ ۲۲۷ ھ: میں حضرت ابواحمد ہیثم بن خارجہ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

امام مالک، لیث، یعقوب القمی، حفص بن میسرہ اور اسماعیل بن عیاش رحمہم اللہ آپ کے استاد ہیں، امام احمد بن حنبل، عباس الدوری اور امام بخاری رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، اصلاً آپ کا تعلق خراسان سے تھا، بعد میں بغداد تشریف لے آئے، کچھ عرصہ کے لئے شام بھی تشریف لے گئے اور شامی محدثین سے علم حاصل کیا، اور واپس تشریف لے آئے اور بغداد ہی میں وفات ہوئی۔

(الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۳۴۲، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۴۰۰، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۴۷۹)

□...... ماہِ ذی الحجہ ۲۲۸ ھ: میں حضرت ابوجعفر محمد بن مصعب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کثرت سے عبادت کرنے کی وجہ سے مشہور تھے، ابن المبارک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں، آپ مستجاب الدعوات بزرگ تھے (المنتظم لابن الجوزی ج ۱۱ ص ۱۴۲)

□...... ماہِ ذی الحجہ ۲۲۹ ھ: میں حضرت ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن جعفر بن یمان بخاری مسندی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

سفیان بن عیینہ، فضیل بن عیاض اور عبدالرزاق رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، امام بخاری، ابوزرعہ اور ابوحاتم رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں "المسندی" اس لئے کہا جاتا تھا کہ آپ صرف مسند احادیث روایت کرتے تھے، اور مقاطیع اور مراسیل احادیث روایت نہیں کرتے تھے "وقیل توفی فی ذی القعدۃ" (المنتظم ج ۱۱ ص ۱۴۷)

❐...... ماہِ ذی الحجہ ۲۳۲ھ: میں عباسی خلیفہ الواثق باللہ کی وفات ہوئی۔

پورا نام ابوجعفر ہارون بن معتصم محمد بن رشید بن مہدی عباسی تھا، ۵ سال اور کچھ مہینے خلیفہ رہے، اپنے والد کے زمانہ میں ولی عہد بنا دیئے گئے تھے، خلیفہ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ ایک ادیب اور شاعر بھی تھے، ان کے بعد ان کا بھائی المتوکل علی اللہ خلیفہ بنے "سامراء" کے مقام پر وفات ہوئی۔

(العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۴۱۲، المنتظم ج ۱۱ ص ۱۸۸، سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۳۱۴)

❐...... ماہِ ذی الحجہ ۲۳۲ھ: میں حضرت ابوعثمان عمر بن محمد بن بکیر الناقد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کے اساتذہ میں سفیان بن عیینہ اور ہشیم رحمہما اللہ جیسے حضرات شامل ہیں، بغوی رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ ایک بڑے محدث ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہ بھی تھے، بغداد میں وفات ہوئی۔

(المنتظم ج ۱۱ ص ۱۸۴، شذرات الذهب ج ۱ ص ۷۵، الطبقات الکبریٰ ج ۷ ص ۳۵۸، سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۱۴۸، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۱۹۸)

❐...... ماہِ ذی الحجہ ۲۵۲ھ: میں حضرت ابویعقوب اسحاق بن بہلول بن حسان تنوخی انباری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۱۶۴ھ میں "انبار" کے مقام پر ہوئی، آپ نے حدیث کی سماعت بہلول بن اسحاق (یہ آپ کے والد ہیں) سفیان بن عیینہ، ابومعاویہ ضریر، یحییٰ بن سعید قطان، اسماعیل بن علیہ، وکیع بن جراح، شعیب بن حرب اور اسحاق ازرق رحمہم اللہ سے کی، ابراہیم حربی،

Idara Ghufran

ابوبکر بن ابی الدنیا، جعفر لفریابی، یحییٰ بن محمد بن صاعد، ابوعبداللہ محاملی اور یوسف بن یعقوب بن اسحاق ازرق رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کی تصانیف فقہ، حدیث اور علمِ قرأت میں ہیں، ''انبار'' کے مقام میں وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۴۹۰، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۴۴)

□...... ماہِ ذی الحجہ ۲۶۴ھ: میں حضرت ابوزرعہ عبیداللہ بن عبدالکریم بن یزید بن فروخ قرشی مخزومی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۲۰۰ھ میں ہوئی، ابونعیم، قبیصہ، خلاد بن یحییٰ، مسلم بن ابراہیم اور قعنبی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، مسلم، ترمذی، نسائی، ابنِ ماجہ اور ابوعوانہ رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کے حافظے کا یہ عالَم تھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ ''میرے گھر میں ۵۰ سال کی لکھی ہوئی کتابیں موجود ہیں اور جس دن سے میں نے ان کو لکھا ہے میں نے ان کو کبھی پڑھا نہیں، لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ کون سا مسئلہ کس صفحے کی کس سطر میں ہے'' ''رَے'' کے مقام پر وفات ہوئی (طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۴۹)

□...... ماہِ ذی الحجہ ۲۶۰ھ: میں حضرت ابوالفضل عبیداللہ بن سعد بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ''سامراء'' میں رہتے تھے، سعد بن ابراہیم (یہ آپ کے والد ہیں) یعقوب (یہ آپ کے چچا ہیں) ابراہیم بن سعد (یہ آپ کے بھائی ہیں) یونس بن محمد، ابوالجواب، روح بن عبادۃ اور یزید بن ہارون رحمہ اللہ آپ کے استاد ہیں، بخاری، ابوداوٗد، ترمذی، نسائی، ابن ابی عاصم، احمد بن یحییٰ بن زہیر، ابنِ خزیمہ اور علی بن جنید الرازی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ دومرتبہ اصبہان کے قاضی بنائے گئے (تھذیب التھذیب ج ۷ ص ۱۵)

□...... ماہِ ذی الحجہ ۲۶۱ھ: میں حضرت ابومحمد حسن بن محمد بن عبدالملک بن ابی الشوارب رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کا شمار سخی علماء میں ہوتا تھا، اور سخاوت میں آپ کی مثال پیش کی جاتی تھی (سیر اعلام

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

النبلاء ج ۱۲ ص ۵۱۸)

□......ماہِ ذی الحجہ ۲۶۶ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن شجاع بغدادی ثلجی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ اپنے وقت میں فقہ کے ایک بڑے امام شمار ہوتے تھے، اور فقہ میں آپ کی رائے کو بڑا مقام حاصل تھا، حسن بن زیاد الوٴلوٴی رحمہ اللہ کے ساتھی تھے، اسماعیل بن علیہ، حسن بن زیاد لوٴلوٴی، ابواسامہ حماد بن اسامہ، عبیداللہ بن موسیٰ اور محمد بن عمرو واقدی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، احمد بن حسن بن صالح بغدادی، عبداللہ بن احمد بن ثابت بزاز، عبدالوہاب بن عیسیٰ بن ابوحیۃ، محمد بن ابراہیم بن جیش بغوی اور ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ ہروی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے گھر کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں پر میں نے قرآن مجید ختم نہ کیا ہو، البتہ احادیث کی سند کے سلسلہ میں ان پر محدثین نے جرح کی ہے، عصر کی نماز کی دوران سجدہ کی حالت میں وفات ہوئی۔

(تهذيب الكمال ۲۵ ص ۳۶۵، تهذيب التهذيب ج۹ ص ۱۹۵)

□......ماہِ ذی الحجہ ۲۷۰ھ: میں حضرت ابوبکرۃ بکار بن قتیبہ بن اسد بن عبیداللہ بن بشیر رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ایک بڑے فقیہ اور مصر کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے، ۱۸۲ھ میں بصرہ کے مقام پر ولادت ہوئی، ابوداوٴد طیالسی، روح بن عبادہ، عبداللہ بن بکر سہمی، ابوعاصم، وہب بن جریر اور سعید بن عامر ضبعی رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، ابوعوانہ، ابنِ خزیمہ، عبداللہ بن عتاب زفتی، یحییٰ بن صاعد، ابن جوصا، ابوجعفر طحاوی، ابنِ زیاد نیشاپوری، ابنِ ابی حاتم اور محمد بن مسیّب ارغیانی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ابنِ خلکان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بکار کثرت سے قرآن مجید کے تلاوت کرنے والے، اور کثرت سے رونے والے تھے، آپ کی قبر کے بارے میں مشہور ہے کہ وہاں پر اگر دعا کی جائے تو وہ دعا قبول ہوتی ہے'' (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۶۰۳)

Idara Ghufran

□...... ماہِ ذی الحجہ ۲۷۳ ھ: میں حضرت ابومحمد جعفر بن محمد بن شاکر صائغ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

حسین بن محمد مروزی، ابونعیم، قبیصۃ بن عقبہ، عفان بن مسلم، ابوغسان نہدی، معاویہ بن عمرو اور سریح بن نعمان رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، موسیٰ بن ہارون، ابنِ صاعد، ابوجعفر بن بختری، اسماعیل بن صفار، ابوبکر نجاد، عثمان بن سماک، ابنِ نجیح، ابوبکر شافعی اور محمد بن جعفر انباری رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ابوالحسین بن منادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''آپ عابد، زاہد اور بڑی فضیلت والے تھے، اور حدیث میں آپ سے بہت سے لوگوں نے فائدہ حاصل کیا کیونکہ آپ حدیث کے معاملہ میں ثقہ شمار ہوتے تھے''

(سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۱۹۵)

□...... ماہِ ذی الحجہ ۲۸۰ ھ: میں حضرت ابوسعید عثمان بن سعید بن خالد بن سعید دارمی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ابوالیمان، یحیٰ بن صالح وحاظی، سعید بن ابی مریم، مسلم بن ابراہیم، عبدالغفار بن داوٗد حرانی، سلیمان بن حرب، ابوسلمہ تبوذکی اور نعیم بن حماد رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، محمد بن ابراہیم صرام، مؤمل بن حسین، احمد بن محمد الازہر، محمد بن اسحاق ہروی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، ابوالفضل یعقوب بن اسحاق قراب فرماتے ہیں ''ہم نے عثمان بن سعید جیسی شخصیت کبھی نہیں دیکھی، آپ نے ابن الاعرابی سے علمِ ادب، ابویعقوب بیوطی سے فقہ اور ابنِ معین اور ابن المدینی جیسی شخصیات سے علمِ حدیث حاصل کیا، اور ان علوم میں بڑی مہارت حاصل کی'' آپ کی مشہور کتاب ''سنن دارمی'' ۲ جلدوں میں احادیث کا ایک مستند مجموعہ سمجھا جاتا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۳۲۵، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۵۴، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۶۲۲)

□...... ماہِ ذی الحجہ ۲۸۲ ھ: میں حضرت ابواسحاق اسماعیل بن اسحاق بن اسماعیل بن حماد بن زید بن درہم ازدی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

آپ بغداد کے قاضی تھے اور کئی کتابوں کے مصنف تھے، ۱۹۹ھ میں ولادت ہوئی، محمد بن عبداللہ انصاری، مسلم بن ابراہیم، قعنبی، عبداللہ بن رجاء غزالی، حجاج بن منہال، اسماعیل بن ابی اویس، سلیمان بن حرب، عارم اور یحییٰ حمانی رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، آپ نے علمِ فقہ امام احمد معذل سے اور علمِ حدیث علی بن المدینی رحمہما اللہ سے حاصل کیا، ابوالقاسم بغوی، ابنِ صاعد، النجاد، ابوسہل بن زیاد، ابوبکر شافعی، حسن بن محمد بن کیسانی اور ابوبحر محمد بن حسین بربہاری رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام مالک رحمہ اللہ کے مسلک کو عراق میں رائج کیا، آپ کی ایک کتاب ''احکام القرآن'' ہے جس کی نظیر نہیں ملتی، معانی القرآن اور علمِ قرأت میں بھی ایک ایک کتاب موجود ہے، قاضی یوسف فرماتے ہیں ''خلیفہ معتضد باللہ نے اپنے وزیر کو ان دو بزرگوں اسماعیل بن اسحاق اور موسیٰ بن اسحاق سے اچھا سلوک کرنے کی وصیت کی کیونکہ یہ دونوں بزرگ ایسے ہیں اگر اللہ تعالیٰ اہلِ زمین کو عذاب دینا چاہیں تو یہ دونوں بزرگ اگر دعا کریں تو وہ عذاب رک جائے گا'' آپ ۲۲ سال تک بغداد کے قاضی رہے، اچانک آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۳، ص ۳۴۱)

□...... ماہِ ذی الحجہ **۲۸۵ھ**: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم بن بشیر بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابراہیم حربی کے نام سے مشہور تھے، آپ کی ولادت ۱۹۸ھ میں ہوئی، ہوذۃ بن خلیفہ، عفان بن مسلم، ابونعیم، عمرو بن مرزوق، عبداللہ بن صالح عجلی، ابوعمر حوضی، عمر بن حفص، عاصم بن علی، مسدد بن مسرھد اور موسیٰ بن اسماعیل منقری رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، ابومحمد بن صاعد، ابوعمر بن سماک، ابوبکر نجاد، ابوبکر شافعی، عمر بن جعفر ختلی، ابوبکر احمد بن جعفر قطیعی اور سلیمان بن اسحاق جلاب رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ایک مرتبہ جب آپ اسماعیل قاضی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ابوعمر محمد بن یوسف القاضی نے جلدی سے آپ کی جوتیاں اٹھالیں اور ان سے گرد وغبار کو صاف کیا، تو ابراہیم الحربی رحمہ اللہ

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

نے ابوعمر کو دعا دی کہ ''اللہ تعالیٰ تجھ کو دنیا وآخرت میں عزت دے'' جب ابوعمر کی وفات ہوئی تو ابوعمر کو کسی نے خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک نیک آدمی کی دعا کی بدولت دنیا وآخرت میں عزت دی'' ابراہیم حربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت معلوم ہو اس کو چاہئے کہ اس کو مضبوطی سے پکڑ لے (یعنی اس پر عمل کرے) بغداد میں وفات ہوئی اور یوسف قاضی نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۳ ص ۳۸۱، طبقات الحفاظ ج ا ص ۱۲۱، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۲۲۴)

چوتھی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

☐...... ماہِ ذی الحجہ ۳۱۲ ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن محمد بن سلیمان بن حارث باغندی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ مشہور محدث ابوبکر ازدی واسطی باغندی رحمہ اللہ کے بیٹے تھے، علی بن المدینی، شیبان بن فروخ، ابوبکر بن ابی شیبہ، ہشام بن عمار، سوید بن سعید، محمد بن الصباح جرجرائی، صلت بن مسعود جحدری، ابونعیم، عبید بن ہشام حلبی، عبدالرحمٰن بن عبیداللہ حلبی، محمد بن سلیمان لوین، دحیم، احمد ابن ابی الحواری، عثمان بن ابی شیبہ، عبدالملک بن شعیب بن اللیث، حارث بن مسکین، اور محمد بن زنبور مکی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابنِ عقدۃ، قاضی محاملی، محمد بن مخلد، دعلج سجزی، ابوبکر شافعی، طبرانی، ابوعلی بن الصواف، ابوعمر بن حیویہ، ابوحفص بن شاہین، علی بن عمر سکری، محمد بن مظفر، ابواحمد حاکم، وابوبکر بن مقریٔ، اور ابوبکر احمد بن عبدان رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، اصحابِ جرح نے بالعموم تدلیس کا عیب آپ پر لگایا ہے، اور کسی درج میں تصحیف کا بھی، لیکن مجموعی طور پر آپ کی توثیق کی گئی ہے، اور آپ کی روایات کو قبول کیا گیا ہے، خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ ہم نے کافی بڑی تعداد میں اپنے شیوخ کو آپ کی مرویات کی تصحیح اور ان سے حجت پکڑتے ہوئے پایا ہے۔

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۳۲۷، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۷۳۷، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۶۱)

□......ماہِ ذی الحجہ ۳۱۶ھ: میں حضرت امام النحو ابوبکر، محمد بن سری بغدادی نحوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابن السراج کے نام سے مشہور تھے، اور مشہور نحوی عالم مبرّد کے ساتھی شمار ہوتے تھے، ابوالقاسم زجاجی، ابوسعید سیرافی اور علی بن عیسی رمانی رحمہم اللہ نے آپ سے علم حاصل کیا، آپ کی چند مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں:

اصول العربية، شرح سيبويه، احتجاج القراء، الهواء والنار، الجمل، الموجز، الاشتقاق، الشعر والشعراء.

خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے آپ کی توثیق کی ہے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۴۸۴)

□......ماہِ ذی الحجہ ۳۲۳ھ: میں حضرت ابونعیم عبدالملک بن محمد بن عدی الجرجانی استراباذی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ فقہ شافعی کے بڑے علماء میں شمار ہوتے ہیں، اور ابونعیم بن عدی کے نام سے مشہور تھے، آپ کی ولادت ۲۴۲ھ میں ہوئی، علمِ حدیث اور علمِ فقہ میں آپ کو بڑا مقام حاصل تھا، علی بن حرب طائی، حسن بن محمد زعفرانی، عمر بن شبہ نمیری، ربیع مرادی، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم، عباس بن ولید بیروتی، علی بن عثمان نفیلی، محمد بن عیسی دامغانی، ابوعتبہ احمد بن فرج حجازی، احمد بن منصور رمادی، سلیمان بن سیف، یزید بن عبدالصمد، یوسف بن مسلم، اسحاق بن ابراہیم طلقی اور عمار بن رجاء رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابومحمد بن صاعد، حافظ ابوعلی نیشاپوری، ابوالقاسم طبرانی، ابواسحاق مزکی، ابوبکر جوزقی، ابومحمد مخلدی، ابوالحسین احمد بن محمد بجیری، اور ابوبکر بن مہران مقریٔ رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوالولید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں فقہی اصول وفروع پر پورا عبور اور آثار وتعامل صحابہ پر کامل دسترس خراسان کے علاقہ میں ابونعیم جرجانی سے اور عراق میں ابوزیاد نیشاپوری سے زیادہ کسی کو حاصل نہیں تھی، عظیم محدث حاکم نے آپ کو "ھو

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

الفقيه، الحافظ للمسانيد و الفقهيات عن الصحابة و التابعين" جیسے بلند پایہ الفاظ سے یاد کیا ہے، اور خطیب بغدادی آپ کی شان میں پوری طرح رطب اللسان ہیں

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۵۴۵)

□......ماہِ ذی الحجہ ۳۲۵ھ: میں حضرت امام محدث ابومزاحم موسیٰ بن عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان الخاقانی بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: عباس دوری، ابو قلابہ رقاشی اور ابو بکر مروذی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابو بکر آجری، ابنِ ابی ہاشم، ابو عمر بن حیویہ، ابنِ شاہین اور معافی جریری رحمہم اللہ، خطیب بغدادی نے آپ کی توثیق کی ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۹۵)

□......ماہِ ذی الحجہ ۳۳۸ھ: میں حضرت علامہ امام العربیہ ابو جعفر احمد بن محمد بن اسماعیل مصری نحوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ "ابن النحاس" کے نام سے مشہور تھے، اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں، طلبِ علم کے لئے بغداد کا سفر کیا، اور مشہور عالم زجاج رحمہ اللہ سے علم حاصل کیا، محمد بن جعفر بن اعین، بکر بن سہل دمیاطی، حسن بن غلیب، حافظ ابو عبدالرحمٰن نسائی، جعفر فریابی، محمد بن حسن بن سماعۃ اور عمر بن ابی غیلان رحمہم اللہ سے علم حاصل کیا، ابو بکر محمد بن علی الادفوی رحمہ اللہ آپ سے آپ کی تالیفات روایت کرتے ہیں، آپ کی چند مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں:

اعراب القرآن، اشتقاق الاسماء الحسنى، تفسير أبيات سيبويه، كتاب المعانى، الكافى فى النحو، الناسخ والمنسوخ.

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۴۰۲، الاکمال لابن ماکولا ج ۲ ص ۱۱۷)

□......ماہِ ذی الحجہ ۳۳۹ھ: میں حضرت قاضی ابوالحسین عمر بن حسن بن علی بن مالک شیبانی بغدادی اشنانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

حسن بن علی (یہ آپ کے والد ہیں) محمد بن عیسی مدائنی، موسی بن سہل وشاء، ابو بکر بن ابی الدنیا اور محمد بن شداد مسمعی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابنِ عقدۃ، ابن المظفر، معافی

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

نہروانی، دار قطنی، ابوالحسین بن بشران اور ابوالحسن بن مخلد رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، دار قطنی نے کذاب کے الفاظ سے آپ پر جرح کی ہے، اور آپ کی مرویات میں کمزوری کو ایک حکایت نقل کر کے بیان کیا ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۴۰۷)

□ ...... ماہِ ذی الحجہ ۳۴۶ھ: میں حضرت ابو جعفر محمد بن محمد بن عبداللہ بن حمزۃ بن جمیل بغدادی رحمہم اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ الجمال کے نام سے مشہور تھے، اور سمرقند کے محدث کہلاتے تھے، سمرقند ہی آپ کا وطن تھا، ابوبکر بن ابی الدنیا، احمد بن عبداللہ نرسی، جعفر بن محمد بن شاکر، اور عبدالکریم بن ہیثم، ابو زرعہ نصری، ابو علاثہ محمد بن عمرو، یحییٰ بن عثمان بن صالح اور عبید کشوری رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابنِ مندۃ، حاکم، ابو سعد ادریسی اور محمد بن ابراہیم جرجانی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، سمرقند میں آپ کی وفات ہوئی، محدث حاکم نے آپ کو اپنے زمانے میں خراسان کا امام الحدیث قرار دیا ہے، جس کی طرف مشائخ اخذِ روایت کے لئے سفر کر کے جاتے تھے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۵۴۸)

□ ...... ماہِ ذی الحجہ ۳۴۸ھ: میں امام محدث مفتی حضرت ابوبکر احمد بن سلمان بن حسن بن اسرائیل بغدادی حنبلی نجاد رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ عراق کے شیخ شمار ہوتے تھے، اور آپ کی ولادت ۲۵۳ھ میں ہوئی، ابو داؤد سجستانی، احمد بن ملاعب، یحییٰ بن ابی طالب، حسن بن مکرم، احمد بن محمد برتی، ہلال بن العلاء رقی، اسماعیل قاضی، یزید بن جہور، ابوبکر بن ابی الدنیا قرشی، ابراہیم حربی، حارث بن ابی اسامہ، کدیمی، عبدالملک بن محمد رقاشی، محمد بن اسماعیل ترمذی، جعفر بن ابی عثمان طیالسی، اور معاذ بن مثنیٰ رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوبکر قطیعی، ابوبکر عبدالعزیز، ابنِ شاہین، دار قطنی، ابنِ مندۃ، ابوبکر محمد بن یوسف رقی، ابوالحسن بن فرات، ابو سلیمان خطابی، ابو عبداللہ حاکم، ابنِ رزقویہ، ابوالحسین بن بشران، ابوالقاسم خرقی، ابوبکر بن مردویہ، ابو علی بن

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

شاذان، ابنِ عقیل باوردی اور ابو القاسم بن بشران رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، حضرت ابو اسحاق طبری فرماتے ہیں کہ: نجاد اکثر روزہ رکھتے تھے، اور روزانہ ایک روٹی سے افطار کرتے تھے، اور اس سے ایک لقمہ چھوڑ دیتے تھے، اور جمعہ کی رات ساری روٹی صدقہ کردیتے، اور انہی چھوڑے ہوئے لقموں سے گزارا کرتے، خطیب نے آپ کی توثیق کی ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۵۰۴، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۸۶۹، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۷۰)

□...... ماہِ ذی الحجہ ۳۵۶ھ: میں حضرت ابو الفرج علی بن حسین بن محمد قرشی اموی اصبہانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ مشہور کتاب ''الاغانی'' کے مصنف ہیں، علمِ ادب، علم الانساب، ایام العرب، اور اشعار میں آپ کو بڑا مقام حاصل تھا، مطین، محمد بن جعفر قتات، علی بن عباس بجلی، ابو الحسین بن ابی الاحوص اور ابو بکر بن درید رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، امام دار قطنی، ابراہیم بن احمد طبری، ابو الفتح بن ابی الفوارس اور علی بن احمد بن داؤد رزاز رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، ۷۲ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۲۰۳، تاریخِ بغداد ج ۱۱ ص ۳۹۸)

□...... ماہِ ذی الحجہ ۳۶۷ھ: میں شیخ الصوفیہ حضرت ابو القاسم ابراہیم بن محمد بن احمد بن احمد بن محمویہ خراسانی نصر آباذی نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ابو العباس سراج، ابنِ خزیمہ، احمد بن عبد الوارث عسال، یحیٰ بن صاعد، مکحول بیروتی، ابنِ جوصا اور بہت سے حضرات سے خراسان، شام، عراق، حجاز اور مصر میں حدیث کی سماعت کی، امام حاکم، سلمی، ابو حازم عبدوی، ابو العلاء محمد بن علی واسطی اور ابو علی دقاق رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ فرماتے ہیں کہ تصوف کی روح کتاب وسنت کو لازم پکڑنا اور خواہشات اور بدعات کو چھوڑنا ہے، اور اعمال پر مداومت کرنا، اور رخصتوں کو چھوڑنا ہے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۲۶۵)

□...... ماہِ ذی الحجہ ۳۷۱ھ: میں حضرت ابو محمد حسن بن احمد بن صالح ہمدانی سبیعی رحمہ

Idara Ghufran

اللہ کی وفات ہوئی۔

محمد بن حبان بصری، عبداللہ بن ناجیہ، قاسم بن زکریا مطرز، عمر بن محمد کاغذی، محمد بن جریر طبری، احمد بن ہارون بردیجی اور عمر بن ایوب سقطی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام دار قطنی، ابو محمد عبدالغنی ازدی، ابوبکر برقانی، ابوطالب بن بکیر، حافظ ابونعیم، ابوالعلاء واسطی اور محمد بن محمد بن نعمانی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابنِ اسامہ حلبی فرماتے ہیں کہ اہلِ حلب کے لئے اگر اہلِ علم میں سے حسن احمد سبیعی ہوتے، تو وہ ان کے لئے کافی ہوتے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۹۵۴، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۷۶، تاریخِ بغداد ج ۷ ص ۲۷۳)

□...... ماہِ ذی الحجہ ۳۸۲ھ: میں حضرت ابواحمد حسن بن عبداللہ بن سعید عسکری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں، عبدان اہوازی، احمد بن یحییٰ تستری، ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بغوی، ابوبکر بن ابی داؤد، محمد بن جریر طبری، ابوبکر بن درید، ابراہیم بن عرفہ نفطویہ، محمد بن علی بن روح المؤدب، ابوبکر بن زیاد اور عباس بن ولید اصبہانی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوسعد مالینی، ابوبکر احمد بن محمد بن جعفر یزدی اصبہانی، ابوالحسن علی بن احمد نعیمی، ابوالحسین محمد بن حسن اہوازی، ابوعلی حسن بن علی اہوازی، حافظ ابونعیم، ابوبکر محمد بن احمد وداعی، اور عبدالواحد بن احمد باطرقانی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، آپ کی چند مشہور کتب کے نام یہ ہیں:

الحکم والامثال. التصحیف. راحۃ الارواح، الزواجر والمواعظ

جمعہ کے دن آپ کی وفات ہوئی، نوے سال سے زائد عمر پائی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۴۱۵)

□...... ماہِ ذی الحجہ ۳۹۲ھ: میں حضرت ابو محمد عبداللہ بن ابراہیم بن محمد اندلسی اصیلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

قرطبہ میں ابن المشاط سے اور محمد بن سلیم سے، وادی الحجارۃ میں وہب بن مسرہ، مصر میں

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530

قاضی ابوطاہر ذہلی، ابن حیویہ نیشاپوری اور ابواسحاق بن شعبان، مکہ مکرمہ میں ابوبکر آجری سے، بغداد میں ابوبکر شافعی اور ابوعلی بن صواف رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، علمِ حدیث میں بڑا مقام حاصل ہونے کے ساتھ آپ کو فقہ مالکی میں بھی دسترس حاصل تھی، ایک ضخیم کتاب ''الدائل فی اختلاف العلماء'' کے مصنف بھی ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ص ۱۰۲۴، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۱)

پانچویں صدی ہجری کے اجمالی واقعات

☐...... ماہِ ذی الحجہ ۴۱۴ھ: میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن یحییٰ نیشاپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۳۳۰ھ کے لگ بھگ ہوئی، ابوالعباس اصم، ابوعبداللہ بن اخرم، حسن یعقوب بخاری، ابوبکر بن اسحاق صبغی، احمد بن محمد بن عبدوس، ابوسہل بن زیاد، ابوبکر نجاد، عبداللہ بن اسحاق خراسانی اور قاضی احمد بن کامل رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوبکر بیہقی، ابوصالح مؤذن، ابوبکر محمد بن یحییٰ، عثمان بن محمد محمی، ہبۃ اللہ بن ابی الصہباء، قاسم بن فضل ثقفی اور علی بن احمد بن اخرم رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کو فقہ شافعی میں بڑی مہارت حاصل تھی، اور کثرت سے حدیث روایت کرتے تھے (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۲۹۶)

☐...... ماہِ ذی الحجہ ۴۲۲ھ: میں عباسی خلیفہ امیر المومنین احمد القادر باللہ بن اسحاق بن جعفر مقتدر باللہ بن احمد معتضد باللہ بن ابی احمد واثق باللہ کی وفات ہوئی۔

ان کی ولادت ۳۳۶ھ میں ہوئی، شاہی گھرانے کا فرد ہوتے ہوئے بھی آباء واجداد سے ورثہ میں علم عطا ہوا تھا، بڑے فقیہ انسان تھے، یہاں تک ان کو تفقہ میں علامہ ابوبشر الہروی شافعی رحمہ اللہ پر ترجیح دی جاتی تھی، ۳۸۱ھ میں ان کے ہاتھ پر ارا کینِ سلطنت نے خلافت کی بیعت کی، بقول علامہ سیوطی ''قادر باللہ صاحبِ دیانت وسیاست تھا، تہجد اس نے کبھی قضا نہیں کی، صدقہ بہت کرتا تھا، ایک کتاب فضائلِ صحابہ، تکفیرِ معتزلہ اور خلقِ قرآن پر لکھی'' اس

Idara Ghufran

کے علاوہ قادر باللہ کے عہد میں بہت زیادہ علمی ترقی ہوئی، باوجویکہ بنوعباس کی خلافت کا دائرہ محدود تھا، مگر جس قدر اس کے عہد کے امراء تھے، علماء کی قدردانی کرتے، دولت سے نوازتے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قادر باللہ کے عہد میں کثرت سے مسلمانوں میں علماء اور فضلاء پیدا ہوئے، اکتالیس سال، تین ماہ خلافت کے بعد پیر کی دن ان کی وفات ہوئی۔

(تاریخِ بغداد ج۴ص ۳۷، تاریخ ملت، ج۲ص۵۲۷تا۵۳۵)

□......ماہِ ذی الحجہ ۴۲۲ھ: میں عباسی خلیفہ امیرالمومنین عبداللہ قائم بامراللہ بن احمد قادر باللہ بن اسحاق بن جعفر مقتدر باللہ کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی۔

قائم بامراللہ بقول ابنِ کثیر خوبصورت، عابد، زاہد، عالم، اللہ پر بھروسہ رکھنے والے، صدقہ دینے والے، صابر، ادیب، خوشخط، عادل، احسان کرنے والے تھے، قادر باللہ کی وصیت کے مطابق ذی الحجہ ۴۲۲ھ میں ان کے ہاتھ پر ارا کینِ سلطنت نے خلافت کی بیعت کی، تخت نشینی کے وقت ان کی عمر ۳۱ سال تھی۔

(تاریخِ بغداد ج۹ص ۳۹۹، تاریخ ملت، ج۲ص۵۳۶تا۵۳۸)

□......ماہِ ذی الحجہ ۴۴۵ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن عمر بن احمد بن ابراہیم برمکی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۳۶۱ھ میں ہوئی، ابوبکر قطیعی، ابومحمد بن ماسی، عبداللہ بن ابراہیم زبیبی، ابوالفتح ازدی موصلی، ابنِ بخیت دقاق اور اسحاق بن سعد نسوی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوغالب محمد بن عبدالواحد شیبانی، ابوطالب یوسفی، عبدالرحمٰن بن احمد، ابوالعز محمد بن مختار، ابومنصور محمد بن احمد نقور، ابوالبرکات محمد بن محمد خرزی، مبارک بن محمد سدنک اور محمد بن علی فراء رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، اپنے دور کے نامور مفتی تھے، اور فقہ حنبلی کے ماہر علماء میں شمار ہوتا تھا (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص ۶۰۶)

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

Idara Ghufran

Contact us: idaraghufran@yahoo.com Ph: +92515507530